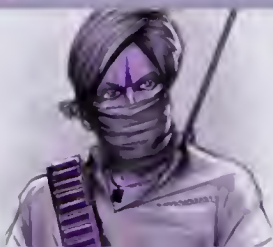


جنگ سگجگا

مہاراجہ

شہنشاہ



دوستوں کو جلتے سنگ جگا کی دوستی پہ ناز تھا  
اور ویر و اس کے پیار پہ قربان تھی !

# جگت سنگ جگا

شمیم نوید

①

اشاعت :-

مکتبہ القریش © سرکر روڈ

اردو بازار، لاہور۔ فون: ۷۶۲۸۹۵۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## عرض مصنف

اب سے تقریباً 30 سال پہلے کی بات ہے کہ ہم نے ”جگت سنگھ جگا“ کی سچی رودادِ حیات لکھی تھی۔ جگا کی آپ بیتی پہلی بار اُس وقت بھارت میں منظر عام پر آئی جب فیروز پور سینٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ مرن موہن مہتا نے اسے گجراتی زبان کے ایک غیر معروف مصنف سے بیان کیا۔ اُس گجراتی مصنف نے اسے کتابی صورت میں شائع کرایا۔ بھارت میں چھپنے والی وہ کتاب پاکستان پہنچی۔ گجراتی جاننے والے ہمارے ایک شناسا نے ہم سے اس کا ذکر کیا۔ ہم نے اُن سے کہا کہ وہ جگا کی سچی کہانی کو کسی طرح اردو میں لکھ کر ہمیں دے دیں تاکہ اُن واقعات کو بنیاد بنا کر اسے کسی ماہنامے کے لئے لکھا جاسکے۔ موصوف نے گجراتی سے جو ترجمہ کیا وہ اس طرح کا تھا۔ ”گھوڑی بھاگ رہا تھا، جگانے دیکھا آسمان رو رہی تھی۔“ ہم نے ترجمہ پڑھ کر مترجم کا تو نہیں اپنا سر پیٹ لیا کہ ناحق وقت ضائع ہوا۔ بہر حال اس ترجمے کی بنیاد پر پروگرام کے مطابق ہم نے ایک قلمی نام سے ایک ماہنامے کے لئے ”جگت سنگھ جگا“ لکھنا شروع کی۔ غالباً 4 سال تک ہم یہ کہانی اس پرچے میں لکھتے رہے۔ خود ہی اس ماہنامے کے چیف ایڈیٹر بھی تھے۔ اب تک مختلف موضوعات پر ہمارے تحریر کردہ متعدد ناول شائع ہو چکے ہیں اور ہورہے ہیں۔ لیکن ”جگت سنگھ جگا“ اُن تمام ناولوں میں اس لئے منفرد ہے کہ یہ ایک حقیقی کردار پر لکھا جانے والا ناول ہے جس میں تمام واقعات لکھے ہیں۔

جگت سنگھ جگا پورے چار سال تک ذہنوں پر چھایا رہا۔ وہ جس کا دل عشق کے گداز سے خالی نہیں تھا وہ کس طرح انتقام کی آگ میں سلگتا رہا؟ اُس کے دکھ سکھ کیا تھے؟ وہ کیا تھا؟ اُس کی زندگی کیا تھی؟ وہ ایک شریف شہری سے ڈاکو کیسے بن گیا؟ اُسے ڈاکو بننے پر کس نے مجبور کیا؟ اُس نے قتل و غارتگری کا بازار کیوں گرم کیا؟ ان تمام سوالوں کے جواب آپ کو اس سچے ناول میں مل جائیں گے۔

الفریش پہلی کیشنز لاہور کے مالک برادر عزیز محمد علی قریشی ہم سے ملے اور انہوں نے

## ایک سچی داستان

تاریخ کے صفحات میں محفوظ سرزمین پنجاب کی وہ دلگداز داستان جو کلاسیک داستانوں میں شمار ہوتی ہے..... جو دہر کے خلاف بغاوت کی آتشیں آندھیوں کا احوال، جو حاکمانہ غرور کے کوہساروں کے ساتھ پورے جاہ و جلال سے ٹکرا جاتی ہیں۔ یہ کہانی ان لوگوں کے لئے بھی فسانہ عبرت ہے، جو آنے والی نسلیں کو انتقام اور دشمنی کے جذبات منتقل کرتے رہتے ہیں، اور سیدھے سادھے نوجوان ”جگت سنگھ جگا“ بن جاتے ہیں، اور پھر حالات کسی کے قابو میں نہیں رہتے۔ اس کہانی کا مرکزی کردار ”جگت سنگھ جگا“ ایک ایسا ڈاکو ہے جس کا نام سن کر بڑے بڑے بہادروں کا پتہ پائی ہو جاتا تھا۔ دراصل فطری طور پر امن و آئشی کا پیغامبر ہے۔ ”جگت سنگھ جگا“ کے کردار کا کردمانی پہلو، جو شروع سے آخر تک ”چندن“ اور ”دیرو“ کی صورت میں اس کہانی میں رچا بسا نظر آتا ہے اس بات کا معتبر ترین گواہ ہے کہ لطف جذبات دیکھنے والا یہ نوجوان جسے دنیا خطرناک ڈاکو سے جاتی ہے اندر سے کتنا نرم اور محبت تقسیم کرنے والا ہے۔

”جگت سنگھ جگا“ کہاں سے چلا اور کہاں پہنچا، آئیے قارئین یہ جاننے کے لئے ہم بھی ذریعہ نظر کہانی میں ”جگت سنگھ جگا“ کے ساتھ ساتھ گاؤں کے سرسبز کھلیاؤں، اونچے نیچے چھٹیوں اور پرخطر گھنڈرات کے نشیب و فراز میں سفر کرتے ہیں۔

یہ خواہش ظاہر کی کہ سرزمین پنجاب کے اس شیر دل شخص کی آپ جی کتابی صورت میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔ سو ہم ان کی محبت و خواہش کے مطابق انہیں یہ کتاب شائع کرنے پر قارئین کی جانب سے مبارکباد دیتے ہیں کیونکہ لکھنے والے اور پڑھنے والوں کا رشتہ بڑا محترم ہوتا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے دیگر مطبوعہ ناولوں سے زیادہ یہ سچا ناول آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کر سکے گا۔ ہماری تحریر پسند آئے تو دُعا سے خیر کیجئے گا۔

اپنے قارئین کی دعاؤں کا طالب۔

شیمس نوید

آپ کا  
محمد علی قریشی



رات کے گہرے اندھیروں کو دل کے اُجالوں میں بدل ڈالنے والا سورج، روشنیوں کا امین،  
 زورِ افق کی محلِ سرا کے سرخ پردوں کو بھیج کر بیدار ہو رہا تھا۔ آسمان کی آنکھوں کے سرخ ڈورے  
 گلابی ہو چلے تھے اور کسی وقت بھی نیلاؤں ہو کر روپیلی روشنی سے ہمنار ہونے والے تھے۔ درختوں  
 کی اونچی اونچی ڈالیوں پر تاریکی کی کھرمت پھٹی تھی اور روشنی کے قدم آہستہ آہستہ صبح کی سیریاں  
 اتر رہے تھے۔ پرندے اپنے اپنے آشیانوں سے نکل کر دن کا سواگت کرنے چہچہاتے آسمانوں کی  
 سمت رواں تھے۔

ہجاب کا چھوٹا سا خوبصورت گاؤں "رتیا" جاگ اُٹھا تھا۔ کھیتوں پر کام کرنے والے کسان  
 بل کاغذوں پر لئے اپنے اپنے ڈھور ڈھگروں کے ساتھ کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر پہنچ چکے تھے۔ گرمی  
 کی شدت سے ہماگ کر باہر کھلے آسمان میں سونے والوں نے بھی اپنے بستروں کو جھاڑ جھاڑ کر  
 چار پائیاں کھڑی کر دی تھیں۔ قریب ہی بڑے کنوئیں پر چلنے والے رہت کی مسلسل آواز اس بڑے  
 سکون زندگی میں کچھ ایسی رچ گئی تھی کہ اچھی لگنے لگی تھی۔ رتیا گاؤں کی چٹیاں گھڑے اُٹھائے  
 کنوئیں پر پہنچ رہی تھیں۔ گاؤں کے باہر سے آنے والی پگڈنڈی کسی سہاگن کی مانگ کی طرح زور  
 تک سپد مٹی چلی گئی تھی۔ اسی پگڈنڈی پر ایک نوجوان اور اُس کے پیچھے ایک بوڑھا رتیا گاؤں کی  
 طرف تیز تیز قدموں سے بڑھے آ رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے حال کے پیچھے ماضی جا رہا ہو۔  
 بوڑھے کے سر پر صاف تھا جس کا ایک سرا ہوا میں پھڑپھڑا رہا تھا۔ سفید سفید تھی ہوئی مونچھیں بازو  
 چہرے پر بھلی لگ رہی تھیں۔ اینڈی سے بھی نیچا تہ بند زمین پہ لگ لگ کر میلا ہو رہا تھا۔ بوڑھے کے  
 ایک ہاتھ میں لمبی سی ڈانگ تھی جس کی شام کے گول گول نشان ہر قدم کے ساتھ زمین پر پڑتے  
 تھے۔ چلتے ہوئے بوڑھے کا داہنا پاؤں ذرا سا لنگ کرتا تھا۔ شاید پاؤں میں کوئی خرابی تھی۔ بوڑھے  
 کے آگے چلنے والے نوجوان کی عمر مشکل سے سولہ سترہ سال کی ہوگی مگر کسرتی بدن اور اپنے ڈھب  
 سے وہ بیس بائیس سال کا نوجوان لگتا تھا۔

چلتے چلتے آگے جاتے ہوئے نوجوان کو دیکھ کر بوڑھا پکارا۔ "جگت... گھر پہنچنے کی بہت جلدی  
 ہے کیا؟" پھر خود ہی بولا۔ "ہاں کیوں نہ ہو، پورے ساڑھے چار سال بعد گھر جا رہا ہے۔" لیکن  
 نوجوان کا دھیان نہیں اور تھا۔ اُس نے بوڑھے کی آواز نہیں سنی۔ وہ تو سامنے سے آنے والی  
 بھیمنوں کے ریوڑ کو دیکھ رہا تھا۔ پورے ریوڑ نے گزرتی ہوئی اُس کی نگاہ ایک جگہ تک گئی۔ نوجوان  
 کی بھنوں تن گیس اور چہرہ لال ہو گیا۔ یکایک وہ تیزی سے پلٹا اور بوڑھے کے ہاتھ سے ڈانگ  
 چھین کر بھیمنوں کے ریوڑ میں گھس گیا۔ اس سے پہلے کہ بوڑھا کچھ پوچھے جگت نے اپنے سر سے  
 بھی اونچی ڈانگ کو شدت سے ایک بھیمنے پر برسا شروع کر دیا۔ بھیمنے مار کھا کر ڈکرائی ہوئی ایک

سست بھاگی۔ جگت بھی اس کے پیچھے لگا کر بوڑھے سے تیزی سے آگے بڑھ کر جگت کو پکڑ لیا اس کے ہاتھ سے ڈانگ چھین کر بولا۔  
 "پاکل ہو کیا ہے کیا؟ غریب و محروم ڈھکروں نے تیرا کیا کیا ہے؟"  
 جگت بولا۔ "اورے نانا اتم نے پہچانا نہیں یہ تو اپنے دکن کی بیٹیس تھی۔ دیکھا نہیں ایک سینگ نرہا ہوا تھا۔ میں تو فوراً پہچان گیا۔"

ننانے یہ بات سنی تو غرض ہو کر جگت کو سینے سے لپٹا لیا، بولا۔ "میں جانتا تھا میری جگت اچوت کی قوت کسی غلط جگہ استہلال میں کرے گا۔ مگر یہ کہ اتنے اُن حراہوں کی بیٹیس کو پہچانا خوب۔" کا کر اس کی زبان وہی ادھر یہ جا کر اپنے ایک کو سنا کسی کر جگت آ رہا ہے انتقام لینے۔ اپنے بڑے بھائیوں اور بھانوں کے خون کا انتقام لینے۔

ننانا کے منہ سے نکلے ہوئے جیسے اس کر جگت کچھ کھوسا گیا۔ کچھ سال پہلے کی یادیں اس کے ذہن میں جاگنے لگیں۔ ماضی کی باتیں۔ جب وہ چھوٹا تھا بکری کے بچوں سے کھیلا کرتا تھا۔ ریچ گاؤں کے بہادر بچوں کے خاندان میں سوکھ پھل افسر کا سب سے چھوٹا بیٹا۔ بچپن سے ہی جس نے گیت سنے تھے۔ بچوں کی بہادری کے گیت۔ ان کی خدمتوں کے گیت، ان کی ڈھنکیوں کے گیت۔ آج بھی اُسے وہ گیت یاد آ رہا تھا جو شروع سے ہی اُسے پسند تھا۔ "بکری سہیل جٹا" پھر اُسے یاد آیا کہ پڑوسی چالوں سے نرہا داکے وقت سے بھڑا پٹلا آ رہا ہے۔ زمین کا بھڑکا۔ جب سب لڑائیاں ہوئیں ہر بار کوئی نہ کوئی مرتا یا پھر اتنا زخمی ہو جاتا کہ بات پولیس تک پہنچتی۔ پھر دینی طور پر خون ٹھہرا ہے کے بعد بات ختم ہوتی مگر دلوں میں دشمنی کی چنگاریاں اُس وقت تک زندہ رہتیں جب تک خفیہ نسل بڑی ہو کر نہ لے کا قتل نہ ہو جائے۔ ہمیشہ دونوں طرف ہے آئندہ نسلوں پر اُن ہیں ضرور رہیں۔ جگت کے دو بڑے بھائی اور اڑھائی لاکھ کی ایک لڑائی میں قتل ہو چکے تھے۔ اُس وقت جگت کا بڑا بھائی شیو سنگھ بائیس سال کا اور بھائی جگت تیس سال کا تھا۔ ناموں کی عمر بھی اتنی ہی رہی ہوگی۔ مگر پورے علاقے میں اُن تینوں کی دھماک بھی ہوئی تھی۔ شاید ایک وجہ یہ بھی ہو جگت کا ایک سوکان سنگھ علاقے کے ساتھ رہتا تھا۔ جس گھر سے غشی خفی اُن کے گیت بھی جگت کے خاندان والوں کے کیمپوں کے ساتھ ہی ساتھ ہے۔ آئے دن ایک دوسرے کے گھر سے کالم کوچ اور بھڑکے ہوتے دے۔ ذرا سا بہانہ ملنے کی بات ہوتی کر پائیں۔ پھر اور بھانے نکل آتے اور جب تک کسی ایک طرف کی دھن دہن نہ لاشیں نہ مگر جاتیں دوسروں کو کہیں نہ آتا۔ ہوتے ہوتے جگت کو وہ بھی یاد آیا جب وہ دودھ دانے کے پاس کھڑا تھا تو کھن سے آ کر باپ کو آواز دی۔ "سوکن سنگھ کی آنکھیں پر بھڑا ہو کیا ہے اور چار پانچ آدمی سر گئے ہیں۔ جلدی پہنچو!"

جگت کا باپ سوکن سنگھ چار پانچ پر بیٹھا تھا فوراً کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ میں کھابڑی لٹی اور بغیر سافا ہاندے سے لپک کر کیمپوں کی طرف چل پڑا لیکن وہاں پہنچ کر سوکن سنگھ نے دیکھا کہ پولیس اس کے آنے سے پہلے وہاں پہنچ چکی تھی۔ اُس نے جلدی سے بھلا لڑیوں میں اپنی کلبازی چھپائی اور آہستہ آہستہ اُس طرف بڑھا جہاں پولیس چائیات لے رہی تھی۔ زمین پر کچھ دو رنگین لاشیں پڑی تھیں جن

سے خون نکل کر دھڑکی کی پیاس بجھانے کی تاک میں کوشش کر رہا تھا۔ اُن سے کچھ فاصلے پر سوکن سنگھ کا بڑا بیٹا جگت سنگھ ڈنکی کھڑا تھا۔ اُس کا ایک ہاتھ بیلار ہو چکا تھا مگر دوسرے ہاتھ میں اُس کی شام کیل ڈانگہ خون کے چھینٹے سے اب بھی موجود تھی۔ باپ نے یہ منظر دیکھا اور سینے میں اچھل مچھل گئی۔ نہ جانے اُن لاشوں میں اُسے اپنے والوں کی کتنی ہی؟ اُن میں سے بھگت دوسرے لے دو ڈھکے بنے کے پاس آیا اور اڑاڑوں ہی اڑاڑوں میں دوسرے بچے کے لے پڑا۔ "شیو سنگھ کیا مارا گیا؟"

جگت نے باپ کی طرف آنکھیں دے دیکھا اور دھکے لے کر کہا۔ "ماری طرف سے۔" ماما مارا گیا اور بڑا بھائی بھاگ گیا ہے۔ سامنے والوں کے دو آدمی مارے گئے۔ باپ نے بچے سے یہ بات سنی تو ذرا سہل گیا۔ اُس نے سوچا شیو سنگھ نے وہی فیصلہ کیا جو کسی بھی حالت کا ہو سکتا ہے۔ پولیس کے ہاتھ آتے سے بھاگ جانا بہتر ہے تاکہ جب بھی موقع ملے دشمن کے وہ چار آدمیوں کو مار سکے۔ کیونکہ کسی نہ کسی دن پولیس کے ہاتھ تو آنا ہی ہے اور گرفتار ہونے کے بعد ایسے آدمی کو پھانسی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ شیو سنگھ نے جو کیا ٹھیک ہی کیا۔

اس مرتبہ جھگڑا شروع ہوا تو کوئی بھی خاص وجہ نہ تھی۔ دشمن کے دو آدمیوں نے الزام لگایا کہ تمہارا پر حملہ کر دیا ہے۔ جگت نے ان سے پوچھا کہ کوئی جواب دیا جاتا ہے انہوں نے کہا کہ وہ چار آدمیوں کی لاشیں خون میں نہا گئیں۔ مگر اتنی دیر میں دونوں طرف کے آدمی اکٹھے ہو گئے اور جو جس کے ہاتھ لگا اُس سے لڑنے لگا۔ شیو سنگھ پولیس کے آنے سے پہلے ہی کھڑی ہو بیٹھ کر بھاگ نکلا اور جگت سنگھ نے ماما کی ترقی ہوئی لاش پر قسم کھائی کہ میں تیرے خون کا بدلہ ضرور لوں گا۔

قتالے میں کیس چلا۔ دو آدمی قید کر لے گئے اور باقی چھوڑ دیے گئے۔ چھوٹے والوں میں جگت سنگھ بھی تھا۔ وہ پولیس کشین سے باہر آتا تو بھی اُس کے دل میں انتقام کی آگ جل رہی تھی اور اُس نے قید کر رکھا تھا کہ دشمنوں سے بدلہ ضرور لوں گا۔ یہ بائیس سوچنا ہوا وہ ابھی شیو پور کے ریلوے کشین ہی تک پہنچا تھا کہ ایک سست سے تین کو لیاں پھیں اور جگت سنگھ کا تمام کام کر گئیں۔ دشمن جگت سنگھ سے زوردارہ ہوشیار نکلے۔

جگت سنگھ کے قتل کی خبر گاؤں کے ساتھ ساتھ اس کے مفرد بھائی شیو سنگھ تک بھی پہنچی۔ شیو سنگھ اس انتظار میں ہی رہا کہ چھوٹا بھائی پولیس سے چھوٹ کر گھر پہنچے تو اُسے سمجھائے کہ بھائی اُن کی باپ کی آرزو وہیں کا اب تو ہی مرکز ہے۔ مجھے تو کسی نہ کسی دن بھائی چڑھتا ہے اس نے دشمن کے چاروں بیٹوں کو قتل کرنے کی ذمہ داری ہماری ہی رہنے دے تو درمیان میں نہ آ۔ تجھے ماں باپ کی خدمت کرنی ہے۔ جگت کو بڑا حنا لگتا ہے۔ جو گھر کے لیے میں کرنا چاہتا تھا اب نہ کر سکاں گا۔ آج میں آرزو تو درمیان بات لینے بیٹھے۔ مگر تو کچھ باہر کی ذمہ داریاں بھڑ پر۔ محمد علی دل میں رو گئی۔ جگت سنگھ کو طاعون نے راستہ ہی میں مار ڈالا اور اب شیو سنگھ انتقام کی ایسی آگ میں جل رہا تھا جو صرف دشمن کے خون سے ہی بجھ سکتی ہے۔ مجھوری بھی کہ پولیس ہر طرف پھیل کر شیو سنگھ کو حاشا کر رہی تھی اور دشمن تک پہنچنا شیو سنگھ کے لیے مشکل ہو گیا تھا۔ اُسے شیو سنگھ سے بچنے کے لیے



”ہاں! تم نے میرے بچے کو کھانا کو خوب بچھڑا کر دیا ہے۔“ سوہن سٹگو بھی اچھے سر کی طرف احسان مندانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ”نانا کا حوصلہ بڑھا تو گئے۔“ ”دیکھو..... کیا کہہ سکتا ہے کہ یہ سولہ سال کا ہے؟ میں پانچ سال کا جوان لگتا ہے۔“ پھر انہوں نے ساتھ والے مکان کی طرف اشارہ کیا اور بولے۔ ”اب اُن سے بدلہ لینے کے قابل ہو گیا ہے کہ نہیں؟“

محبت کے باپ نے ان لفظوں میں انتقام کی دہائی چنگاری کو محسوس کر لیا اور اُداس ہو گیا۔  
 قدوں کے جھوٹے چمکراس چنگاری کو محبت کے نانے کی ہوادائی کی۔ سوہن چھنے سے سر کا بچی چار پائی  
 پر بٹھا لیا اور خود بھی قریب بیٹھ گیا۔ اتنے میں محبت کی ماں تین بڑے بڑے گھاسوں میں کی بنا کر  
 لے آئی۔ بڑے سے گھاس تو کیا کھرسوچنے لگا کر لڑکی کے گھر کی کسی کیسے ہیں؟ محبت کی ماں نے یہ  
 محسوس کر لیا کہ بابا کیا سوچ رہے ہیں۔ وہ مسکرائی اور باپ سے بولی۔ ”بابا یہ تمہاری ہی جدی ہوئی  
 بیٹھنے کے دودھ کی کسی ہے۔“ اور بڑے کو یاد آگیا کہ اس نے چار سال پہلے بچی کو ایک بیٹھنے  
 تختہ پر رکھی۔ پورا بچہ می مسکرایا اور کی پینے لگا۔ اتنے میں پڑوس کے گھر نے ایک موت کھو کھٹ  
 کاڑے ہاتھ میں خالی سکا اٹھائے تھکی۔ بڑے نے بچی سے اشاروں اشاروں میں پوچھا۔ ”کون  
 نے عورت؟“

”اچھی بات ختم بھی نہیں ہو پائی تھی کہ جگت کی ماں نے کہا: ”یہ دیر دے۔ پڑوس کی بڑی بہن۔“  
 بڑی کا لفظ سن کر بوڑھے کو غصہ آگیا۔ بولا۔

”دشمن کو ہڑوی کہتی ہے... خرد دار! یہ دشمن ہیں۔ انہیں بھی ہڑوی مت کہنا۔ دشمن کہو دشمن۔“  
 محبت کی ماں بولی۔ ”مگر یہ دیر تو ہو چکی ہے عورت ہے۔“ اب بوڑھے کو کھدے آگیا۔ اگر دادا  
 سامنے نہ ہوتا تو شاید بوڑھا بیٹا پر ہاتھ بھی اٹھا دیتا مگر طبع کر گیا اور صرف اتنا کہا۔

”اگر میرا بھائی ہو تو اپنے لئے ہوگی۔ اپنے گھر میں ہوگی۔ جائے کس کہنے نے اس بد فیہ کو  
ان بد معاشرہ کے گھر میں دیا۔ تو اسے اچھا سمجھتی ہے مگر بھیجے ہو چاہے کداسی کے پیٹ سے تیری  
دو لاکھوں کے دشمن پیدا ہوں گے۔ میرے اور تیرے بیٹوں کو قتل کرنے والے اس کی کونھ نے غم  
لے کر پالنے میں جنوں کیسے۔ یہ ناقابلِ برداشت ہے۔“ نانا فیسے سے کانپ رہے تھے۔ جگت دُور  
کھڑا ہوا تو کچھ رہا تھا۔ پھر اُس کی نگاہیں جاتی ہوئی عورت کی طرف اٹھ گئیں۔ اُس کی جال میں بلا  
کی نرہ اکٹھی تھی۔ جگت کو عورت کی پشت نظر آ رہی تھی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دھیرے  
دھیرے جگت سے دُور ہوئی جا رہی تھی۔ مگر جگت کی نوجوان آنکھوں کو اُس کی سر کی چمک بڑی جھلی  
لگ رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ یہ عورت سامنے سے کبھی ہوگی؟

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ بھگت کے باپ نے بات بدل کر شروع کرنے کے لئے  
تھوڑے سے دھڑکنے والے حالات پر بھیجے شروع کر دیے۔ بھگت کی ماں کا ناپاکا نے کے لئے روٹی کی  
طرف چلی گئی تھی۔ دونوں پردوں کو توں تلیں گئیں۔ ٹیکنا تو خود بھی تھوڑی دیر کے لئے وہاں  
وہی بیٹھ کر اُڑ پڑ چلا گیا۔ بھگت پر دونوں کمرے سے چھوڑ گیا تھا اب تک وہی بیٹھ رہا تھا۔  
اسی صاف ستھرے دیوار پر گزرتا ایک تصویر اسی طرح اُڑ رہا تھا کہ کمرے کو دیکھنے کے  
لئے اُڑا دیا جتنا تھا کہ اس کی صفائی نگہ کر دو تھیں تو دوسرے تیسرے زمرہ زد ہو گئی تھی۔ بھگت کو ماں پر

میں ہزارہہ سنگھ کی مثال تھا۔ ان سب لڑکوں نے چھوٹا سا ڈاکہ مارنے کا پیرا گرم جھٹ کی سرکردگی میں بنایا اور پہلا ڈاکہ پولیس کی دکان پر ڈال دیا۔ مٹھانی چرائی گئی اور ساتھ ہی سونے کا پیرا چڑھا کیا۔ کڑا بھی۔ مٹھانی نے کرسب کے سب سنجیکوں میں چلے گئے۔ جتنی خوشگامی تھی، خود گھانا بانی دھور دنگروں کو کھلا دی۔ سونے کا کڑا پانچ روپے میں بیچا اور یہی آپس میں بانٹ لے۔ چوری کی اس واردات کا پتہ لگانا پولیس والوں کے لئے کئی مشکل بات تھیں تھیں۔ لوگوں نے دیکھا تھا کہ جیت نے دھور دنگروں کو کھانی کھائی ہے۔ پولیس نے جیت کو گرفتار کیا مگر تاہن مرتبہ بھی تل میں بڑا اور سہ نادان اور بے خوف کہہ کر چھڑا لیا۔ اُس وقت کون جانتا تھا کہ یہ نادان اور بے خوف بچہ ہی ایک دن سرزمینِ پنجاب کا سب سے مشہور ڈاکو بنے گا۔

بھت سولہ سال کا ہوا تو اپنے فیملی ڈول سے میں ایس سال کا کھٹے لگا۔ تانا نے بھی سوچا کہ جگت جوان ہو گیا ہے اب اسے ماں باپ کے پاس لے جانے میں کوئی خطرہ نہیں تاکہ یہ بھی جان سکے کہ اسے اپنی طاقت کس کے خلاف استعمال کرنی ہے۔ تانا کو یقین تھا کہ دکن کو دیکھ کر جگا کا ذہن ضرور خوش رہے گا اور اسے دونوں بھائیوں اور ماما کی موت یاد آ جائے گی۔ یہ باتیں سوچ کر آئیں نے جگا کو ساتھ لے کر "جگا" کی طرف چل پڑا۔ اب دو "جگا" نہیں داخل ہو سکتے تھے۔ جگت نے دودھ سے اپنے گھر کے دو دروازے دیکھے تو حیرتِ قدم اٹھا کر پچلے گا۔ اس کی ماں صحن میں بیٹھی بیٹھیں کا ڈوڈھ دو رہی تھی۔ اس نے سامنے سے آتے ہوئے تانہ کو دیکھا تو بے چین ہو کر کھڑی ہوئی اور گڈ بولی۔ "بھرا جگت آ رہا ہے۔" بات اس نے اتنے دودھ سے کہا کہ پاس ہی بیگ پر لپڑا اس کا سچوں لے۔ سونہرے کھٹے کی جگت کی ماں کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر بڑے اطمینان اور سکون کی سرکھٹ تھی۔ سامنے سے جوان بیٹا دونوں ہاتھ پھیلا کر اپنے دوڑا ہوا رپا تھیں جیسے پوسے گھر کی آغوش میں لپڑا جا چتا ہو۔ اس نے نیپے کی بجائی دیکھی تو مسکرائی۔ بچے کے قدم اور تیزی سے گھر کے آگے تقریباً دو ہونچا۔ ہانک رہا تھا۔ ماں نے دیکھا تو دودھ سے بولی۔ "بیٹا سچبل کر۔" سچ راستے میں بیٹھیں بیٹھی تھی۔ "بھرا جگت اس بچے سے روک لیا تو اس بچے کا قصا۔ ماں نے بچے کو سننے سے لگا یا تو دل ٹھنڈا ہو گیا۔ ماں نے پوچھا۔ "جگت کیا کیا لیا آیا ہے؟" "پھیل ماں اکیلا کیوں۔" تانا بھی ساتھ ہیں۔ "جگت نے جواب دیا اور ماں باپ کے قدموں میں جھکت گیا۔

تینوں کی نظریں ایک بار دھروڑے لے کر طرف انھیں اور سامنے سے آتے ہوئے پڑے۔  
 ہم گھبراہٹ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آج کا دن، جیت کو اب احساس ہوا کہ آج کا دن  
 چھوڑ کر میرا بھائی آنا بہت غلط تھا۔ آج کا کبھی سے پہلے آنا چاہئے تھا۔ وہ خود ہی خواہاں باب کے  
 سامنے سرخوش ہو گیا۔ ماں نے بیڑے کو ایک دفعہ دھروڑے لے کر اس سے پہلے کہ باپ گھر میں داخل ہو،  
 کوئی پرے سے روک کر رکھ دیا۔ گھر پرچند گھنٹے کے بعد آئے۔ بیٹے کے چہرے کو دو گلوں  
 باتوں سے چھوڑا۔ دیر میں ماں اندر آئے۔ تانے بگتے کے

”تو نے تو اتنی جلدی کی کہ مجھے پیچھے چھوڑ آیا۔“  
نانا کی بات سن کر محبت ایک مرتبہ پھر شرمندہ ہوا۔ بیٹی نے باپ کے قدم چھوئے اور یوں۔

[illegible]

اسنے من جلت کی ماں نے بچے سے دیر کو آواز دی۔ "دیر ہو... اور پرو؟"

جگت... ذرا بچے تو آ۔"

جگت ماں کی آواز سن کر فوراً بچے آیا۔ اتنی جلدی جیسے اسے پتہ ہو کہ اب اُسی کو پکارا جائے گا۔ اور وہ اس کے لئے تیار بیٹھا ہو۔ جگت نے پوچھا۔ "کیا ہے ماں؟"

"کھانا نہیں کھائے گا کیا؟ دیر ہو رہا ہے بہت اچھے کھانے کی ہے۔ کھائے گا تو اٹھیاں چاٹا رہ جائے گا۔"

جگت نے شرارت سے پہلے دیر کو دیکھا اور پھر ماں سے بڑے بھولپن سے پوچھا۔

"کس کی اٹھیاں ماں؟"

دیر، جگت کا جلسہ کر کر بھاگی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ ماں نے جگت کو ڈانٹا۔

"جگت! اتو اب جوان ہو گیا ہے۔ منہ سے بات ذرا سوچ بھکر کہ نکلا کر....." ماں کی پیار بھری ڈانٹ سن کر جگت جھپٹا ہو گیا اور دیر و جلدی سے روٹی گھر میں آ بیٹھی..... جگت نے ہاتھ منہ دھویا اور چار پانی پر آ بیٹھا۔ ماں نے کھانا سامنے رکھا۔ پراخوں سے اُفتی ہوئی خوشبو نے جگت کی بوہک کچھ اور بڑھادی تھی۔ اس نے دیر کو دیکھ کر بھی نظروں سے دیکھا اور بے خیالی میں گرم گرم پراخوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ پراخوں کے گرم خمی سے اس کی اٹھیاں جل گئیں اور گھبرا کر اس نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اُسی وقت دیر کی نظر پڑی اور وہ کھٹکھٹا کر بڑی بڑی۔ جگت شرمندہ ہو گیا۔ ماں نے جگت کی حالت دیکھی تو کہا۔

"کھانا کھاتے ہوئے دھماں کھانے کی طرف رکھا کرتے ہیں۔ ابھر آدھری نہیں سوچتے۔"

جگت براٹھے کنارہ پا تھا اور کھینچوں سے کبھی دیر کی طرف بھی دیکھتا جاتا۔ جب دیکھتا کہ دیر اسے دیکھ رہی ہے تو جلدی سے اپنی کبھی مسوں پر ہاتھ پھیرنے لگتا، اپنی چوڑی دست کرنے لگتا۔ دیر وہ جگت کی حرکتیں سمجھنے لگی تھی۔ وہ جان لگتی تھی کہ جگت اس طرح مجھے براگیا ہوا گانا یاد دلا رہا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ کہہ گا میں نے کس کے منہ سے کہا تھا۔

وقت گزرا گیا۔ دن بے روز ہو گیا۔ دیر کو دیر سے گھر آ کر کبھی ایک جگہ بڑوں میں آئے ہوئے جگت کی باتیں یاد کر رہی تھی۔ اس کا شوہر چار پانی پر پڑاؤں، دیوار ہا دیوار گھر کو دیر پاؤں دہاتے دہاتے کہیں اور خیالوں میں گم ہو جاتی۔ اس پر بڑے بھروسے کا ہاتھ زکا تو شوہر بچ چڑا۔

"کیا سوچ رہی ہے آخر..... ہاتھ کیوں نہیں ملے رہے ہیں تیرے؟"

ایک دم دیر کو کے خیالات بڑوں کے گھر سے بھراسے گھر میں سٹ آئے۔ وہ سمجھ گئی کہ میری خوشی میرے شوہر سے چھپ نہیں کی ہے۔ شوہر دیر کو کے چرے پر پہنچی مسکراہٹ کو دیکھ کر اور حیران تھا کہ ڈانٹ کھا کر بھی دیر کو مسکرا رہی تھی۔ وہ دھنسا جاتا تھا کہ دیر کو مسکراہٹ کا ائین تو جگت ہے۔ ڈانٹ ڈانٹ کھا کر بھی دیر کو خوش ہوئی تھی۔ اس ڈانٹ کا اب کوئی قصہ تھا۔ پہلے تو وہ بغیر کسی وجہ کے ڈانٹ کھاتی رہی تھی، جتنی رہی تھی۔ اس کے شوہر نے پوچھا۔

"کیا کیا ہے..... آج بڑی خوش نظر آ رہی ہے؟"

دیر نے سوچا مومنچ اچھا ہے اس نے فوراً بات بنائی۔

"آج جب جگت کے روارے کی کھی تو وہاں بڑی دیر سن چلائی تھی۔ وہ پراسوں رام پور چاری

یہ کہہ کر دیر نے چوہے پر سے دیکھی اتار دی اور بھاگی ہوئی جگت کی ماں کی طرف چلی گئی اور جگت سوچنے لگا وہ دیر کو دیر کی ماں سے اپنا کیا مقام بنایا ہے؟ دیر جو تین سال پہلے اس بڑے سے بیٹائی گئی تھی وہ جب بہن بن کر اس گھر میں آئی تو کھڑے سے ہی دلوں میں یہ گہرا سے بھار کھائے کہ دیر کو دیر نے لگا۔ تنہائی کا احساس شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ گھر میں دیر کی عمر سے بڑے بچے دیر اور اس سے کتنی عمر کا شوہر تھا۔ دیر بیٹیاں ہو گئی۔ بد معاشی بد عبادت بات پر جوان بوی کی پر شک کرنے لگا۔ اور جب عزت پر اس کی گھر میں شک کیا جانے لگے تو اسے دھن بھی اچھے لگنے لگتے ہیں۔ دیر خود اس گھر میں نہیں آتا جتنی کھی۔ اسے اس گھر کے بچھڑوں اور بد معاشیوں کا پتہ تھا۔ اسی بنا پر اس گھر کے بڑے لڑکے کی شادی جوانی میں نہ ہو سکی۔ اور جب دیر کو اس نے بیٹا تو وہ اس وقت پچاس سال کا تھا۔ دیر کو کے گھر والے بھی جانتے تھے کہ دشمنی ہو سکے جگت جیسے بھاد خاندان سے ہے۔ یہ سن کر گھر کے بیٹوں کے مارے جانے کے بعد سے بچھڑے ذرا بند ہو گئے۔ اسنے اسے دیر کو کے لپٹا لپٹا پے اسے اس جہنم میں کھینچ لیا تھا۔ دیر کو نے بہت احتجاج کیا۔ اور ٹھیک رات ہی دیر کو نے چار کے بولوں کی جگہ ادا کات بنے۔ اس کے شوہر نے کہا۔

"کبھی جوان و پوروں کے سامنے تنہائی میں نہ جانا بلکہ کبھی بھی جوان مرد کے گھر جانے کی کوشش نہ کرنا۔"

دیر وہ جان گئی کہ سہاگ رات فیصلوں میں گزرے گی۔ اس نے کروٹ لی اور سو گئی۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ دیر کو جی راکر جاگ گئی۔ اس کے بڑے شوہر نے دیر کو کے ناؤک ہاتھ پر اپنا گریٹ بٹھا دیا تھا۔ وہ دھچکے ملنے سے تڑپ رہی تھی اور بڑے حاشیوں ہا تھا۔۔۔ سہاگ رات سے شروع ہونے والے ظلم بڑھتی ہی گئے۔ دن گزرے تھے اور کئی شوہر نے دیر کو کے دل سے خود کو ہٹا لیں کر لیا۔ اس نے جگت کی ماں سے ملنا شروع کیا اور جو بحث اسے یہاں لگی اس نے دیر کو کے دل موہ لیا۔ جگت کی ماں دیر کو کی مظلومیت پر آسو بھائی اور اکثر اپنے دونوں بیٹوں کے مل ہونے کی خبر سنایا کرتی۔ دونوں ڈنگی تھیں۔ دونوں نے مل کر ایک دوسرے کا کم پائٹ کیا اور اس طرح ان کی دوستی میں اور اضافہ ہو گیا۔۔۔ اب جگت کی ماں مایا گور اور دیر کو دوستی سب جانتے تھے۔

دیر وہ جگت کی ماں کے بلانے پر اس کے پاس آئی اور بولی۔

"آج تمہارے ہاں مہمان آئے ہیں۔ کام بڑھ گیا ہو گا۔ لڑا تھا مہنا ڈاؤں۔"

"ماں کو اور بولی۔۔۔ میرے باپ آئے تھے۔ تو جوتا جاتی ہے کہ باپ بیٹیوں کے گھر کا نہیں کھاتے۔"

دیر نے جگت سے کہا۔ "میں اپنے گھر سے لگاؤں؟"

ماں گور کو دیر کی مصیبت پر پینا آ گیا۔ سوچتے ہی اس نادان کو کیا معلوم کہ میرے باپ اس کے گھر سے نفرت کرتے ہیں۔ دیر وہ پھر سے یاد پھر سے لےجہ نہ بولی۔

"دیر وہاں تو جگت کو چھوڑنے آئے تھے۔ پھر سالہ سال بعد میرا بیٹا آیا ہے۔ تو نے نہیں دیکھا جگت کہ بڑا ہو گیا ہے۔ ابھی بلاتی ہوں۔ اوپر والے کمرے میں ہے۔ جگت! او

ہے۔ اگر تم کہو تو میں بھی ماں سے مل آؤں؟“  
 شہر نے کہا۔ ”جھا۔۔۔ یہ بات ہے۔ چلی جانا مگر شام تک واپس ضرور آ جانا!“  
 یہ کہہ کر سوہن کمرٹ بدل کر سو گیا۔ دیو نے اپنا ہستر پیچے فرش پر بچھالیا۔ سونے کے لئے  
 نہیں بلکہ بجٹ کی باتوں میں پھر ڈوب جانے کے لئے۔ دو مياں بیوی ایک چمت کے پیچے  
 رہتے تھے۔ مگر وہیں ایک دوسرے سے لٹی دھڑکیں۔  
 اسی گھر کی چمت پر دیو کے تئیں ویروہ ہوتے تھے۔ رام، شام اور گھن۔ اس وقت تئیں لپٹا  
 ہوئے بائیں کر رہے تھے۔ بجٹ کا بائیں۔۔۔ رام نے کہا۔  
 ”پڑوس دلالہ جت آیا ہے کر بڑے بھائی کو کچھ کر لے نہیں۔“  
 شام نے کہا۔ ”بڑے بھائی کو بیوی سے فرمت ہو تو کچھ سوچیں۔ انہیں کا ہے کی فکر۔ بند  
 کر کے میں سوتے ہیں۔ مرنے تو ہمیں بڑے گا۔“  
 گھن بولا۔ ”ہاں یار۔۔۔ بڑے بھائی کو بیوی کے ساتھ دیکھ کر تو میری بھی طبیعت اب شادی  
 کرنے کو چاہنے لگی ہے۔“

شام نے گھن کو ڈانٹا۔ ”تجھ شادی کی سوچ رہی ہے۔ او۔۔۔ بجٹ! اس وقت تو ہمیں بجٹ  
 کے لئے کچھ سوچنا چاہئے۔ دیو پر آس کا نا کھیں گے پاس سے گزرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ وہ  
 چار دن بعد میں ہزارہ سنگھ کو بھیجی گا۔ ڈوں گا۔ بجٹ سے کہہ دینا کہ دو دنوں میں کر مٹی جلدی ہو سکے  
 اپنے پڑوسیوں کا فرش چکا دیں۔ بڑا صاحبانہ بجٹ اور ہزارہ کو ہم چاروں کے لئے یہ تیار کر رہا ہو  
 گا۔ تاکہ وہ دو دنوں میں کرم چاروں کو۔۔۔“  
 اس کے شام نے کہیں بولا کیا گھن نے شام کو ٹوکا۔ ”میں بھول گئے۔ چاد چاد کی  
 رٹ لگاتے ہوئے یہ کیوں بھول جاتے ہوئے کہہ دیا تو ہو گیا بیوی کا۔ ہم اب صرف تین ہیں۔“  
 رام نے گھن کی بات سمجھتے ہوئے تئیں سے کہا۔ ”اور اب ہم تئیں کو ہر وقت ساتھ رہنا  
 چاہئے۔ خیر دار! اخیر تیار کے کوئی گھر سے باہر نہ جائے۔“

ایک گھر کی چمت پر بجٹ کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں۔ اور بارہ والے مکان کے گھن میں  
 بجٹ چار پانی پر لینا کر دوش بدل رہا تھا۔ اُس کی نیند ڈور چلی گئی۔ ”دور۔۔۔ مگر بہت دور نہیں  
 ہیں پڑوس کے مکان میں۔۔۔ وہ سوچا کہ باور پھر منزل سے پہلے ایک موٹر پر اس کی سوچ کے قدم  
 رک گئے۔ او۔۔۔ یہ سوچ رہا تھا کہ میرے میرے وہاں میں کھر کیوں کرتی جا رہی ہے؟ وہ میری دشمن  
 ہے۔ مجھے تو دشمن کو بیچا دکھانے کے لئے اسے صرف ہاتھ میں رکھنا چاہئے۔ اُس کے لئے میرے  
 دل میں درد کیا؟ ان ہی خیالوں میں کہ نہ نہ نہ نہ۔۔۔ اُسے کب نیند آئی۔۔۔“  
 مگر جب بجٹ جاگا تو پاپ کھٹوں پر جانے کی تیار کر رہا تھا۔ اُس نے پاپ سے کہا۔  
 ”بابا! میں کبھی تیار سے ساتھ نہیں چڑھتا۔“

”تئیں بجٹ! ابھی آرام کر۔ ہزارہ سنگھ وہ چاروں میں آ جائے گا تو دونوں ساتھ ساتھ کھٹوں پر  
 چلا کر آ۔“ پاپ نے جواب دیا اور پھر ماں سے بھائی کی بجٹ یہاں کسی سے لڑا بھڑامت۔ بجٹ  
 نے سنا اور خاموش رہ گیا۔ اُس کی کچھ میں تئیں آ رہا تھا کہ اس پاپ آخر کیا چاہتے ہیں؟ کیا یہ دشمنی  
 ”میں تیرا دشمن نہیں ہوں ویروہ۔۔۔ ہم تو دوست ہیں۔“

بجٹ کے ہاتھ پٹلی مرتبہ کی خوراک کا ہاتھ آیا تھا۔ ایک انجانے جذبے سے اُس کی گرفت  
 مضبوط ہوتی گئی۔ ویروہ نے بھی بجٹ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر اس کو سنبھال لیا۔ لیکن  
 دوسرے ہی لمحہ تیر بدل کر ہاتھ چڑھاتے ہوئے بولی۔ ”دیکھ میں بہت دوست۔“ اور دوسرے  
 کمرے میں جا کر گردہ بانک کی تصویر کو صاف کرتے ہوئے بولی۔ ”یہ دوستی مجھے کتنی بڑے کی  
 تجھے کیا پتہ۔۔۔ آج بی بی می کیا تھا۔ پھر میں یہاں آ گئی۔ رات کو کھانی ہوئی۔ خیر کیا ہے۔“  
 ”میں تم سے کیا تھا؟“

لوہوں جانا چاہے تیرا؟ کیا یہ سی دیو نے جاؤ گا اثر ہے یا ماں نے ویروہ بھی کوئی بہو نہ ہوئی  
 ہے؟ وہ انکی خیالات میں گم تھا کہ پاپ کھٹوں پر چلا گیا۔ ماں رسوئی میں مصروف ہو گئی اور بجٹ کم  
 صحت پر آ گیا۔ کچھ سی دیو گزری گئی کہ اسے آہٹ سنائی دی۔ ماں کام میں مصروف تھی، پاپ جا  
 چکا تھا تو پھر یہ ویروہ کو آنا تھا؟ وہ چوکنا ہو کر اٹھا اور اپنی ڈانک سے ویروہ نکال کر دوسرے کمرے  
 کی طرف بڑھا لیکن شیر کا نشانہ لینے والے شکاری کے سامنے اگر بہن آجائے تو جو حال اُس کا ہو  
 گا وہی اس وقت بجٹ کا ہوگا۔ کمرے کا دروازہ تو اُس نے ہفتے سے کھولا تھا۔ مگر جب اُس نے دیکھا  
 کہ کمرے میں ویروہ کام کر رہی ہے تو سارا غصہ اُس کے گلے میں جلیں غائب ہو گیا۔ بجٹ نے ویروہ سے  
 نظریں ملنے ہی چھٹکیں اور پوچھا۔  
 ”تو یہاں کس لئے آئی ہے؟“

ویروہ نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔ ”چوری کرنے۔۔۔ میں تو ہر تیسرے چرچے دن آتی ہوں اور  
 اس گھر کی مٹی لے جاتی ہوں۔“ چوری تو ہوئی۔ ”وہ مسلسل بجٹ کو کھورے ہارے گی اور بجٹ نظریں  
 زمین پر گاڑے سر منہ کھڑا تھا جیسے وہ چور ہے۔ اُس کے ہاتھ میں اب تک ہر بھی گئی۔ ویروہ اسے  
 ایک ٹکڑا غلامانہ سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”اور ہاں۔۔۔ بہت دنوں کے بعد گاڈل آئے ہو اس  
 لئے شاید یہ نہ ہو کہ اب اس گاڈل میں چور آ کر کھیں رہے جن کے لئے اپنے خاگر تک ہتھیاروں  
 کی ضرورت پڑے۔“

بجٹ نے ویروہ کی بات سن کر توجسے ہوش میں آ گیا۔ ”مجھ میں کتنی پیدا ہو گئی۔“ ویروہ اپنے ہتھیار  
 چور ڈاکوؤں کے لئے نہیں، دشمنوں کے لئے ہے۔ تیرے شوہر اور دو بیویوں کے لئے۔۔۔ گھن؟  
 ویروہ نے بجٹ سے اس لمحہ میں جلد جاتا پھرے کا رنگ ڈانک۔ اُس نے اپنی نظریں زمین پر  
 گاڑ دیں اور بجٹ کو بھی احساس ہوا کہ مجھے ویروہ کو کیا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ وہ یہ سوچ کر ویروہ کے  
 قریب آیا اور بولا۔ ”ویروہ! مجھے دنوں خاندانوں کی دشمنی کا پتہ ہے۔ پھر تو یہاں کیوں آئی ہے؟  
 آخر تیرے گھر کا کام کون کرتی ہے؟“

ویروہ نے بھولیں سے کہا۔ ”دشمنی تو تم مردوں کے درمیان ہے۔ اس میں ہم عورتوں کا کیا؟  
 کیا تیری ماں میری دشمن ہے؟ تم آؤ گھر آئے باب۔۔۔ تو تم لوگوں کو بھی مجھ سے تو کوئی دشمنی  
 نہیں۔۔۔ ویروہ ابھی۔۔۔ میں اب تک کہہ پائی تھی کہ بجٹ نے آگے بڑھ کر اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں  
 لے لیا۔

”میں تیرا دشمن نہیں ہوں ویروہ۔۔۔ ہم تو دوست ہیں۔“  
 بجٹ کے ہاتھ پٹلی مرتبہ کی خوراک کا ہاتھ آیا تھا۔ ایک انجانے جذبے سے اُس کی گرفت  
 مضبوط ہوتی گئی۔ ویروہ نے بھی بجٹ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر اس کو سنبھال لیا۔ لیکن  
 دوسرے ہی لمحہ تیر بدل کر ہاتھ چڑھاتے ہوئے بولی۔ ”دیکھ میں بہت دوست۔“ اور دوسرے  
 کمرے میں جا کر گردہ بانک کی تصویر کو صاف کرتے ہوئے بولی۔ ”یہ دوستی مجھے کتنی بڑے کی  
 تجھے کیا پتہ۔۔۔ آج بی بی می کیا تھا۔ پھر میں یہاں آ گئی۔ رات کو کھانی ہوئی۔ خیر کیا ہے۔“  
 ”میں تم سے کیا تھا؟“





”لے لے تو بیٹے یہیں لے۔ تیرے لئے ہوا کر لائی ہوں۔ جب میں ماں کے گھر جا رہی تھی، تب چلا تھا کہ یہاں کی چیز آیا ہوا ہے جو تو بیٹے دیتا ہے۔ میں اس کے پاس کی گئی تو وہ مجھ کا دلا دے لے تو بیٹے لیے آئی ہوں۔ مگر میں نے اُس سے کہا بابا جی! ایسا تو بیٹے لکھ دو جو پیسنے والے کی بیعت خاقت کرے۔“

بجٹ بولا۔ ”تو پھر یہ تو بیٹے مجھے کیوں دے رہی ہے؟ اپنے شوہر کو دے۔ میں تو اُس کا دشمن ہوں۔ جو آئی تیرے سہاگ کو لوٹنے والا ہے اُس کی زندگی کی آئی لگڑ کیوں کرتی ہے؟“  
 ویرو نے بجٹ سے یہ بات سنی تو کھراتے ہوئے بولی۔ ”بگے! تیری سبکی بات تو مجھے ابھی لگتی ہے کہ ہر بات تو صاف صاف کہہ دیتا ہے۔ مگر اُس تو بیٹے میں تیرے لئے لائی ہوں اور تو ہی اسے پہننے کا۔“

بجٹ بولا۔ ”وہ کیا تو مجھے تمنا ہوں میں شامل کر رہی ہے؟“  
 ویرو نے کہا۔ ”مگر کسی ماں کے اکلوتے بیٹے کی زندگی اور گھر میں آنے والی بہو کے سہاگ کی خاقت کی تمنا کیا ہے تو یہ نہ کہنا ابھی مجھے منظور ہے۔“

بجٹ ویرو کی باتیں سن رہا تھا اور خاموش تھا۔ ویرو کے ہاتھ میں اب تک تو بیٹے موجود تھا۔ اُس نے بجٹ پر نظر ڈالی اور اُسے خاموشی پا کر جانے کے لئے مڑی۔ چند ہی قدم چلی گئی کہ بجٹ نے پکارا۔ ”وہ ویرو! پھر ابھی تو بیٹے مجھے دے دے تو میں غلوں سے میرے لئے یہ لاتی ہے وہ تیری یاد کی نشانی بن کر ہمیشہ میرے پاس رہے گی۔“

ویرو نے بجٹ کی آواز سنی۔ وہ مڑی اور بجٹ نے دیکھا اُس کے چہرے پر پھر پہلی ہی شگفتگی لوٹ آئی ہے۔ ویرو کی آنکھیں چمکے گی نہیں۔ بجٹ نے اُس کے ہاتھ سے تو بیٹے لے لیا اور بولا۔ ”میں کسی بچے کو چھوڑنا چاہتا ہوں ویرو!“

ویرو نے کھلتی آنکھوں سے بجٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کیا؟“  
 ”ابھی نہیں بتا سکتا۔ دیکھ وہنہ کہ راجب بچہ کون ڈالنے کی۔ انکا نہیں کرے گی۔ اس کے بعد ہی اس تو بیٹے کو گلے میں ڈالوں گا۔“ بجٹ نے بات ختم کی تو ویرو نے جلدی سے کہا۔ ”بجٹ! تو جو بچہ بھی مجھے دے گا ابھی انکا نہیں کروں گی۔ مگر تجھے میری قسم ہے اُس دلت کے بعد سے کسی بھی تو بیٹے کو خود سے الگ نہ کرنا۔“

بجٹ کے گھر سے نکل کر ویرو اپنے گھر کی طرف چلی۔ اس وقت اُس کی چال میں بلا کا کاہل تھا۔ وہ خود بھی کھولی ہوئی تھی۔ بجٹ کے خیالوں میں اتنی جتنی تھی کہ اُسے یہ بھی نہ چل سکا کہ وہ آنکھیں دیواری اوٹ سے مسکھل اُسے گھور رہی تھیں۔ اُن آنکھوں نے جو چہو دیکھا تھا وہ کھیتوں پر جا کر ویرو کے جتنی تک پہنچا دیا۔

رات ہوئی تو بجٹ، ہنومان سنگھ سے کئے ہوئے وعدے کے مطابق گھر سے نکلا۔ آج کی رات گھر سے عجب دور تھی۔ بجٹ نے یہاں تک ہاتھ اٹھایا تھا کہ برابر کے گاؤں میں رام لیلی گئی۔ اُس پاس کے گاؤں والے رام لیلی دیکھنے کے لئے جا رہے تھے۔ ماں نے بجٹ کو روکنا چاہا مگر دوستوں کے ساتھ جانے کی سن کر مطمئن ہو گئی، بجٹ تنہا نہیں جا رہا دوست ساتھ ہوں گے۔ ماں نے اجازت

بجٹ سے سیدھے اُپ پر کی راہ لی اور بہتر پر دروازہ کھولیا۔  
 دوسرے دن صبح ہی صبح ویرو بیٹھی ہوئی بالوں میں پھول لگائے بجٹ کے سامنے آ کھڑی ہوئی وہ دو دن کے بعد بجٹ سے ملنے آئی تھی۔ بجٹ کو اپنے سارے منسوبے خاک ہوئے نظر آئے۔ اُس نے رات کو کیا سوچا تھا مگر جب ویرو سامنے آئی تو کچھ نہ کہہ سکا۔ بالوں میں لگے سفید پھ اور سفید ساڑھی میں ملیں ویرو نے اُسے گم گم کر دیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے جا رہے۔ جیسے جہاں کی گھٹن اُٹار رہے ہوں۔ پھر ویرو نے ٹپکیں جھپکائی اور کھراتے ہوئے ایک ڈیرے کی طرف بڑھا جاتے ہوئے بولی۔ ”لے۔۔۔ میں تیرے لئے جا کر کاٹلہ لائی ہوں۔“ بجٹ ایک تک بغیر پلک جھپکائے ویرو کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اُس کی خاموشی کی وجہ نہ جان سکی۔ پھر بولی۔ ”چند ہے اس لئے اپنے ہاتھ سے بنا کر لائی ہوں بائبل کے گھر سے۔ یہ نہ بھٹکا کر دشمنوں کے سے آیا ہے۔“

بجٹ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ اُس نے ڈیرے کو کھولا اور حلوے کا پہلا حوالہ دے دیکھنے کے بعد انکھیاں چاٹنے ہوئے بولا۔ ”بہت مزیدار ہے۔“ انکھیاں کاٹ لینے کو دل چاہتا ہے۔ ”ویرو نے جملہ منا تو جلدی سے اپنے دونوں ہاتھوں کو پیچھے چھپا لیا۔ بجٹ نے کہا۔ ”کیونچے ڈار لکھیں تیری انکھیاں کاٹ لکھنا کا کاشا؟“  
 ویرو کھیلی سی ہوئی۔ ”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ اسکی تو کوئی بات نہیں۔“

بجٹ نے ویرو کو گھسیٹوں سے دیکھا اور حلوے منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔ ”وہ حلوے میں ڈیرہ تو نہیں ملا دیا؟ آخر دشمن کی بیوی ہے۔ اس لئے پوچھتا ہوں۔“ ویرو نے بجٹ کا جملہ سنا اور آئے۔ بولا کہ اُس کے قریب آگئی۔ پھر اٹھانے بجٹ کے چوڑے پچکے سینے پر رکھ کر بولی۔

”اس میں تو پچھلے سے اتنا زہر بھرا ہے کہ قاتل سے قاتل زہر تو نہیں کر سکتا۔ پھر بھی میں ماں سے پوچھ آئی ہوں کہ بیٹی کے ساتھ زہر حلوے میں کھانا ڈالنا چاہیے۔ کیونکہ کھانا تو تیری ماں نے ہی کھانے کھا گیا ہے۔“ یہ کہہ کر ویرو مڑی اور تیزی سے سیر بیٹوں کی طرف بڑھی۔ بجٹ نے دیکھ کر ڈوڈا دھاتی ماں کے پاس پہنچے جا رہی ہے تو جلدی سے آگے بڑھ کر ویرو کو روکا۔ وہ ایک جھگڑنے لگ گئی اور ساڑھی کا پٹہ سر سے ڈھلک گیا۔ بجٹ اُس کا بازو دھاسے ہوئے تھا اور ویرو بازو ہاتھوں پر لگی رہی تھی۔ ایک ایک بجٹ کی نظر ویرو کی گردن پر پڑی جس پر ٹپک پڑا ہوا تھا۔ بجٹ نے پوچھا۔

”تیری گردن پر نشان کیا ہے؟“  
 ویرو نے کہا۔ ”کچھ نہیں۔۔۔ تیرے پاس آنے کی سزا تھی۔“  
 بجٹ نے کہا۔ ”ویرو! تیرا شوہر ہو کر مرنے والے تھے جاہلوروں کی طرح مارتا ہے۔“

ویرو بولی۔ ”کیا کرے۔۔۔ دن بھر جاہلوروں کے ساتھ رہ رہ کر عاتش بھی جاہلوروں کی سی ہو چکی ہیں۔“

”اس کے بعد بھی تو مجھ سے ملنے چلی آئی۔“ بجٹ نے ڈوبی ہوئی آواز میں کہا اور ویرو بولی۔ ”ہاں۔۔۔ اس لئے کہ تجھے زہر والا حلوہ جلدی سے جلدی کھا ڈون۔“ دونوں میں چڑے اور پھر ویرو کو ایک بات یاد آئی۔ اُس نے ساڑھی کے پلے سے ایک تو بیٹہ کھول کر بجٹ کی طرف بڑھایا۔

ویر دھتکی گئی کہ تھوڑی ذریعہ بعد موہن سنگھ کا غصہ بخٹڑا ہوا جائے گا۔ اس طرح بھلا دنیا میں کس ہر کوئی پیدا کسکتی ہے؟ مگر موہن سنگھ بیوی کے نازک ہاتھوں کو صل کرتا رہا کہ نیند سو رہا تھا۔ ویر کو کون سا کمرے میں جلتی ہوئی لائسن جیسے پھر دے رہی ہے۔ اور کھڑکی سے ذرا نظر کرنے والا جانے جیسے

جنتِ جولا۔۔۔ میں نے یہ نکلن اس لئے نہیں لئے کہ یہ میتھی ہیں بلکہ انہیں پہلی چوری کی یاد ہے

گھر کے پاس آ کر کڑک گیا۔ دروازہ کھلا تھا۔ اُس نے ذرا سوسا جوار بھر ہت کر کے گھر میں داخل ہو گیا۔ گھر میں ہر طرف خاموشی اور آداسی چھائی ہوئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ایک کمرے کی طرف بڑھا کا کر ایک آنکس کی نظر ویدو پر پڑی جو سامنے کمرے میں چڑھ کر تھ رہی تھی۔ آہستہ پا کر ویدو نے بھی نظریں اٹھائیں اور جگت کو گھر میں پا کر چونک گئی۔ پھر سہے ہوئے کمرے میں بولی۔  
 "تو یہاں؟" یہ کہہ کر جلدی سے قریب ہی چار پالی پر پڑا ہوا دو پٹہ داڑھ لیا اور دونوں دھکی ہاتھ کر کے پیچھے چھپا لے۔ جگت اب تک خاموشی کھڑا کر دیکھ رہا تھا۔ بھر وہ بولی۔ "تو یہاں کیوں آ گیا؟"

"جگت تو وہاں نہیں آئی تو میں خود چلا آیا۔" جگت نے جواب دیا۔  
 ویدو کی نگاہیں کھلے ہوئے دروازے پر جم گئیں۔ جگت سمجھ گیا کہ ویدو یہاں بھی آچکا ہے دیکھ کر گھبرا رہی ہے۔ وہ بولا۔ "تو چیلہ میں بند کر دیتا ہوں۔"

دروازے کی کڑکی لگا کر جگت جب واپس لوٹا تو ویدو نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب اُس کے چہرے پر سے زار اور خوف ختم ہو چکا تھا۔ جگت نے جب سے ایک ڈبہ لٹا اور ویدو کے قریب آ کر بولا۔ "دروا میں یہ دینے کے لئے آیا ہوں۔"

ویدو نے دیکھا تو وہی ڈبہ تھا جس میں وہ دیکھے سے جگت کے لئے ملوہ لائی تھی۔ ڈبے کو دیکھ کر وہ چپے ہوئے بولی۔ "اے واپس دینے کی اتنی جلدی کیا کیجی یا اس کے بھانے مجھ سے ملنے آیا ہے؟"

"مجھ سے ملنے کے لئے یہ سب کچھ بھانے کی ضرورت نہیں ہے ویدو! تو آج گھر نہیں آئی تو ماں کو گھر تھی۔ ماں تو یہاں آئیں گی۔ کون کا گھر ہے؟ اس لئے میں آیا ہوں۔ اور ماں یہ ڈبہ خالی بھی نہیں ہے۔" یہ کہتے ہوئے جگت نے بند ڈبے کو سامنے کر دیا۔ ویدو اب بھی اپنے دونوں ہاتھ چھپائے خاموش چھٹی رہی۔

جگت بولا۔ "تو نے یہ ہاتھ کیوں چھپا رکھے ہیں؟ کیا مجھ سے ڈر رک رہا ہے؟"

"نہیں۔" ویدو نے آواز لیا۔ "دروا بولی۔"

"تو پھر پھر کھول کر دیکھ کیوں نہیں کرش لیا یا ہوں۔" جگت بولا۔

"کیا لایا ہے۔" تو ہی دیکھا سے نا۔ "ویدو نے ہاتھ لے لیا۔"

"اچھا۔" ویدو نے دیکھا۔ "یہ کہہ کر جگت نے سونے کے کنگن اور گونگی اُس کے سامنے رکھ دی۔ ویدو حیران رہ گئی۔ اُسے اس کی توقع نہیں تھی۔ دل میں اچھل پھل گئی۔ ویدو نے سوچا۔ "میں نے تو شوہر کو دیا جانے والا تو وہی جگت کو دیا تھا۔ اور جگت جوا گونگی اور کنگن مجھے دے رہا ہے یہ بیوی کو دیا جانے والا تھا۔" وہ اب میں کیا کروں؟"

جگت نے ویدو کا خاموش دیکھا تو بولا۔ "کیا سوچ رہی ہے ویدو! شاید تجھ پہند نہیں آیا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر بولا۔ "لا ہاتھ دے۔" ویدو نے تیرے خوبصورت ہاتھوں میں آنا بھی سے ہاتھیں۔ ویدو پیچھے ہٹ گئی۔ جگت کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اُس نے تیزی سے آگے بڑھ کر ویدو کا ہاتھ پکڑ لیا اور چاٹا کر خود یہ کنگن اُس کے ہاتھ میں پہنا دے کر ہاتھ دھکی تھے۔ جگت نے زور سے جو

طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے حوصلہ دینا ہے تو کنگن دوہو ورنہ کچھ نہیں چاہئے۔"

جگت کی بات سن کر خاموشی چھا گئی۔ اور پھر کنگنوں نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔ جگت کھڑا ہو گیا۔ لیکن ہتھوڑا نے کہا۔ "جگت ذرا گھبر۔ پہلے میں کنگن کو وعدہ کرنا ہو گا کہ ایک ہاتھ کے مال اپنے پاس رکھیں گے اور فروخت نہیں کریں گے۔ پولیس بھی اس چوری کی تحقیقات ضرور کرے گی۔ اگر ہم نے زبرد جلدی بیچنے کی کوشش کی تو پکڑے جاسکتے ہیں۔"

"مستعدہ ہے۔" جگت اور کنگن نے ہتھوڑا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا۔ جگت جب گھر پہنچا تو ماں باک رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ "میرا میلاد کونسا ہے؟"

"ہاں ماں! "جگت نے جواب دیا اور اندر چلا گیا۔ جگت کو اس پر سخت افسوس ہوا کہ ماں رات بھر اُس کے انتظار میں جاگتی رہی ہے۔ وہ بستر پر لیٹ گیا اور کنگن لال کر اس پر انگلیاں پھیرنے لگا۔ اور سوچنے لگا۔

ویدو کے خوبصورت ہاتھوں میں یہ کنگن کتنے کتنے مطمئن ہوں گے۔ پھر اُس نے تصور میں ویدو کے ہاتھ میں کنگن پہنا دیے۔ لیکن جگت کو کیا چہرہ کر ویدو کے ظالم اور خوبصورت ہاتھ اس وقت اُس کے ظالم شوہر نے ہاتھ کے نیچے دبا رکھے ہیں۔

رات گزر گئی۔ صبح وہ اٹھا تو سیدھا جگت کے کمرے کی طرف دیکھا۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ اُس نے سوچا شاید ویدو چھپے ماں کے پاس آئی ہو۔ وہ چھٹی ہوئے۔ اُس نے اتار۔ ماں روتی میں کچھ کا ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ اُسے سمجھا پھر جگت کو افسوس ہوا کہ ویدو کا واپس ملنے کی ہے۔ جگت کو دیکھ کر ماں بولی۔

"کہاں چلا گیا تھا۔" اچل اب جگت سے ناشتہ کر لے۔ "جگت کا پیچا چا کر دو ماں سے پوچھ لے۔" "کیا ویدو آئی تھی؟" لیکن نہ جانے کیوں یہ بات وہ ناشتے سے نہ پوچھ سکا۔ کچھ لمے اس کا مذہب میں گزرو۔ آخر جگت نے طریقہ سوچ لیا۔ اُس نے پوچھا۔

"ماں! اتنے مجھے جلدی کیوں نہیں اٹھایا۔" کیا ویدو کے ساتھ ہاتھ کر نے میں گی رہی؟"

"بھئی بچے امارت کو تو ویدو سے آیا تھا۔" اُس لئے میں نے سوچا اور آرام کر لے۔ ویدو تو آج صبح سے آئی ہی نہیں۔"

"کیوں؟" "جگت نے بے ساختہ پوچھا۔ مگر فوراً ہی اُس نے چپے ہوئے بات بدلی۔ "اگر

ایک دن ویدو نہیں آئی تو کیا ہوا؟"

"چلا تو نہیں جاتا۔ وہ جلدی میں عورت ہے۔ میرا اُس سے دل مل گیا ہے۔" ماں نے کہا۔

"تو پھر ماں! تجھے یہ معلوم کرنا چاہئے نا کہ وہ کیوں نہیں آئی؟" کنگن اُس کی طبیعت تو خراب نہیں ہوئی؟"

ماں کو جگت کے اس ظلم سے بہت غصہ ہوئی۔ لیکن ماں کو یہ نہیں پتہ تھا کہ ویدو نے جگت کے دل میں اپنی جگہ بنالی ہے۔ اور وہ خود ویدو کے دل سے بدل میں طرفان لے پھر رہا ہے۔

ماں کو خاموش دیکھ کر جگت کی بے قراری اور بڑھائی۔ اُس نے جلدی جلدی دو چار فوٹے کھائے اور ماں سے بولا۔ "ماں! میں ابھی آتا ہوں۔" یہ کہہ کر جگت باہر نکل گیا اور سیدھا ویدو کے

”کیا میری جی تو... اتنی دیر میں دروازہ کیوں کھولا؟“  
 ”ڈراما خیزا کی جی...“ ویدو بولی۔

”میتھڈا کی جی...“ مومن نگہ چٹا۔ ”اور کون ہے اندر؟“

ویدو انجان بن گئی۔ ”اندھ... یہاں... یہاں کون ہو گا؟“

اتنی دیر میں رام، شام اور کمن نے پورے گھر کی چوٹی لے لی تھی۔ مومن نگہ نے ویدو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہایت غصے سے پوچھا۔ ”تانا کہاں ہے وہ؟“ اور اس سے پہلے کہ ویدو جواب دے مومن نگہ نے ویدو کا ماتھا شروع کر دیا۔ ویدو گر پڑی۔

”کمن نے کہا۔“ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔“

مومن نگہ نے غصے سے کہا۔ ”لیکھ طرح سے دیکھ کمن! آج بچ کر کہاں جائے گا وہ؟“ اور ویدو کی پیٹہ پر زور سے ایک ڈٹا مارا۔ ویدو کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

کمن میں کڑے ہوئے بکت نگہ نے جب ویدو کی پیچ منی تو وہ غصہ میں پاگل ہو گیا۔ اس نے اپنی ڈانگ اٹھائی اور پھر برہمی نکال کر ویدو پر چڑھ گیا۔ اس وقت مومن نگہ نے ویدو کو مارنے کے لئے ڈانڈا اٹھایا۔ بکت نگہ چٹا۔

”شیطان کے بچے! عورت پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔ مرد ہے تو میرے سامنے!...“

مومن نگہ نے نوزکر بکت کو دیکھا تو کانپ گیا۔ اس کے تینوں بھائی بھی اس کے پاس آگئے۔ بکت نے آنکھیں مہر لٹکا دی۔

اب عجیب صورت تھی۔ چپے بننے پر عورت کے سامنے ان کی لپٹی ہوتی تھی۔ چاروں نے ہتھیرا سنبھالے اور سامنے آگئے۔ بکت میں تیار کھڑا تھا۔ اس میں ہمت تھی۔ طاقت تھی۔ اس کے علاوہ وہ دیوار پر کھڑا تھا اور چاروں سے بچے تھے۔

تکڑا ہونے لگی۔ اسی دوران شام اور کمن نے دیوار پر چڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن بکت نے دیوار پر سے آنکھیں ٹوکر مار کر بچے کر دیا۔ اس بات پر شام کا غصہ بڑھ گیا۔ اٹھا۔ اس کے گھر میں ایک برہمن کی۔ اس نے اچھل کر بکت پر وار کرنا چاہا مگر اس سے پہلے بکت ڈانگ میں گلی ہوئی برہمنی سے شام کے مطلق کانٹانے کا تھا۔ قریب تھا کہ برہمنی شام کا ہاتھ مار کر کہے کہ اسی وقت خود غلن سن کر بکت کی ماں آگن میں آگئی۔ اس نے بکت کے دونوں بچہ لے لے اور بولی۔ ”بس بیٹا مئی۔“

”بچے آؤ آؤ!“ ماں کی اس بات سے شام غصا گیا۔ دروازہ آگ اس کی موت تو یقینی تھی۔ چیخ دیکار سے تمام محلہ گھر ہو گیا۔ بکت کا غصے سے برا حال تھا۔ اس نے سونپا تھا آج یہ قصہ ہی پاک کر دیا جائے۔ خاص طور پر وہ ویدو کے شوہر مومن نگہ کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ ویدو پر ظلم کرنے والے اس بڑے کو فتح کرنا ضروری تھا اس نے مومن نگہ کا ٹھکانہ ڈال دیا۔ ماں بچی۔

”بکت! تجھے تیری ماں کی قسم ہے جواب ہاتھ اٹھائے۔“

ماں کی قسم پر بکت کا غصہ خطرہ نہ کیا۔ محلے کے لوگ بچ میں آگے لیکن اس جھگڑے میں رام اور کمن کے سر پیٹ چکے تھے۔ شام بھی شدید زخمی ہو گیا تھا۔ مگر مومن نگہ نہیں تھا۔ محلے کے لوگ دونوں گھروں کے درمیان جمع ہو گئے تھے اور سب کی زبان پر ایک ہی بات تھی۔ ”پرانی دشمنی پھر

پکڑے تو ویدو درد کی شدت سے ترپ گئی۔ بکت نے ویدو کا زخمی ہاتھ دیکھا تو لرز گیا۔ اس نے تیزی سے ویدو کا دوسرا ہاتھ بھی اٹھا۔ وہ بھی زخمی تھا۔ اب بکت نے غصے سے پوچھا۔

”کیا یہ تیرے شوہر کی حرکت ہے؟ تو مجھ سے یہ سب کیوں چھپا رہی تھی؟ دیکھنا ہوں اب وہاں کر کہاں جائے گا۔“

بکت کا غصہ دیکھ کر ویدو کا منی گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر بکت کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور بکت نے اس کی طرف سے غصہ اڑا دیا۔ ویدو نے خوبصورت اور زخمی ہاتھ نے وہی کام کیا جو بھڑکی ہوئی آگ پانی ڈالنے سے ہوتا ہے۔ وہ بولا۔ ”ویدو! مجھے بتاؤ یہ سب کیوں برداشت کرتی ہے؟ مجھ سے کہو نہیں کئی۔ تیری یہ سزا مجھے ملنی چاہئے۔ میری حق و وجہ ہے تجھے یہ ظلم برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔ بتا! لیکن کہتا ہوں نا؟“

”بتاتی ہوں۔۔۔ سب بتاتی ہوں۔“ ویدو نے کہا اور ہر مارت کا تمام واقعہ بکت کو سنا دیا۔

لیکھ ایک شخص تیزی سے کیتھوں کی طرف بھاگا تاکہ ویدو کے شوہر کو اس کی اطلاع دے کہ کمن گھر میں ہے۔ ویدو کا شوہر اور ویدو ایک درخت کے نیچے کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ وہ شخص دوڑتا ہوا درخت کے نیچے پہنچا اور بولا۔

”مالک! غضب ہو گیا۔“ یہ سنتے ہی چاروں بھائی کھڑے ہو گئے۔

”کیا ہوا؟“ مومن نگہ نے پوچھا۔

”بکت اس وقت آپ کے گھر میں ہے۔“ آنے والے نے خبر دی۔

”شام نگہ چلا آٹھا۔“ بکت ہمارے گھر میں کیسے؟ تو نے لیکھ سے دیکھا ہے؟“

”ہاں مالک! میں نے اسے گھر میں مجھے اور اندر سے دروازہ پھنڈ کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔“

یہ سنتے ہی چاروں بھائی غصے میں گھر کی طرف دوڑے اور جو جس کے ہاتھ کی ہتھیار کے طور پر اٹھالیا۔ کھنچ کر انہوں نے پہلے دروازے کی کو پٹ ڈالا۔ وہ دس پر لٹھیاں اور ڈٹے برسا رہے تھے۔

دروازے پر خوشی گرا نذر دنگا اور ویدو جھک اٹھے۔ ویدو کہم گئی۔ آنے والے واقعات کا سوچ کر اس کا دل ڈوبنے لگا۔

”ویدو! تو بہت رکھ۔ میں اکیلا ہی اُن سے نہ پٹ لوں گا۔“ یہ کہہ کر بکت دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر ویدو اس کے سامنے آگئی اور بولی۔

”بکت! تجھے میری قسم ہے تو جس طرح چپ چاپ یہاں آیا تھا اسی طرح واپس چلا جا۔“ بکت ڈک گیا اور ویدو نے اُسے پچھلی کمری سے باہر نکال دیا۔

باہر دروازے پر شور مچا رہا تھا۔ ویدو کا خیال کر کے بکت کمری سے کودا اور اپنے آگن میں کھنچ گیا۔ ویدو نے جلدی سے کمری بند کی۔ لیکن اور انگلی ڈبے میں چھپا دی۔ دوڑنے سے چہرے کا نیچہ پوٹھا اور آہستہ سے لڑکی کھول دی۔ دروازہ کھلتے ہی سب سے پہلے مومن نگہ اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ڈٹا تھا۔ وہ غصے سے چٹا۔

گھوڑی بوڑھے کی پسندیدہ گھوڑی تھی، کوئی لے جائے جگت سے بہت کھل مل گئی تھی۔  
گھوڑی کو ساتھ لے جانے کی سن کر ہزارہ شکہ خوش ہو گیا اور ساتھ ہی مالک نے بھی اپنے  
کان کھڑے کر لئے اور ناچیں مارنے لگی جیسے وہ بھی جگت سے نکلے کوئے جین ہو۔ ہزارہ شکہ اور  
مالک روانہ ہوئے اور بوڑھا باپ ہزارہ کو دیتا گاؤں کی طرف جاتا دیکھ کر خیالوں میں گم ہو  
گیا!

○○○

شروع ہو گئی کون جانے کیا ہوا۔۔۔؟

جگت اپنے کمرے میں جا کر گردناک کی تصویر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ دیر کا دیا ہوا قونینہ ٹکا  
میں تھا۔ پھر گردناک کی تصویر میں اُسے اپنے نا کا چہرہ نظر آنے لگا۔ اُسے محسوس ہوا جیسے وہ اُس  
سے کہہ رہے ہوں۔

”شائے اپنے بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ جاٹ کا بچہ جب تک اپنا پتلا نہیں لے لیتا وہ چین کی  
نیند نہیں سو سکتا۔ بدلہ تو ورثہ میں ملا ہوا قرض ہے اسے چکانے یا چھٹکارا نہیں۔ اور تجھے یہ قرض  
چکانا ہے۔“ جگت کچھ دیر گم کھڑا رہا اور پھر گردناک کی تصویر کے سامنے جھک گیا جیسے اُس شہزاد  
لے رہا ہو۔

دو پہر کے وقت جو بھاڑا ہوا تھا اس کی خبر شام تک وحرم پر بھی پہنچ گئی۔ نانے نانے سارا اپنی  
موجھ کو تاؤ دیتے ہوئے بولا۔ ”مجھے یقین تھا کہ جگت میری بات بولے گا نہیں۔ وہ اکیلا ہی  
خاروں سے نیپٹ لے گا۔ مگر آخر اُس کی ماں کو بچہ میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ عورت کے خون  
میں ویسے بھی گری نہیں ہوتی۔ آج اگر یہ بچہ میں نہ آتی تو وہ چار کا قرض تو جگت پکا ہی نہ دیتا۔“  
خبر لانے والے نے نانے سے یہ بھی کہا کہ جگت جب دشمن کے گھر میں داخل ہوا اُس وقت دشمن  
کی بیوی اکیلی تھی۔ پھر دروازہ اندر سے بند ہو گئے۔

یہ بات نانہ کی سمجھ میں نہیں آئی۔ ہاں اُسے محسوس ہوا کہ اُس نے ہزارہ شکہ کو پہلے ہی جگت  
کے پاس کیوں نہ بھجوا دیا؟ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اُسی وقت ہزارہ شکہ وہاں آ کر بولا۔  
”بابا! بہن کے گھر بھجوا ہوا ہے۔ آپ نے سنا؟ لیکن جگت سلامت ہے۔“

ہزارہ کے آخری الفاظ نانہ کو بہت برے لگے۔ کوئی بھی بڑا دلہن بات کرتا تھا تو بنا برداشت نہ  
کر سکتے تھے۔ اُہوں نے منہ سے کہا۔ ”جگت کو بھوکا نہ رہے جگت سلامت رکھے۔ لیکن دشمن ابھی تک  
کیوں سلامت ہے ہزارہ شکھا بھلا یہ کوئی لڑائی ہوئی؟ دو چار معمولی زخم تو دیے ہی آ جاتے ہیں۔“  
ہزارہ خاموش کھڑا رہا۔ نانہ پھر بولے۔ ”ہزارہ! تجھے ہوتے ہی دیتا ہوتا ہے۔ ابک سے دو  
بھیلے۔ اور من! جب تک دشمن کا قرض نہ چک جائے اس گھر میں قدم نہ رکھنا کہ تو دنیا دیکھ لے کہ  
جگت ہزارہ کا بھانجا ہے۔ اور ہاں! بی! بہن سے بھی کہہ دینا کہ مردوں کی لڑائی میں آئندہ وہ بچ  
میں نہ آئے۔ اگر اب بھی درمیان میں آئی تو میں زندگی بھر اُس کا منہ نہیں دیکھوں گا۔“

جگت کے نانہ کا قصہ آج آسمان پر تھا۔ بوڑھے کی نظر میں جھگڑے میں ہارنے سے زندگی ہار  
جانا آسان تھا۔ وہ صرف بہت کا قائل تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ خون کا یہ قرض جلد سے جلد ادا ہو جائے۔  
جانوں کا اصول تھا کہ جیسے وہ لڑکی کے گھر کا کھانا نہیں کھاتے تھے اس طرح لڑکی کی سرسراں کی بخشی  
بھی اپنے سر نہیں لیتے تھے۔ اگر یہ اصول مان لیا نہ ہوتا تو بوڑھا باپ کا خود اقسام لے چکا ہوتا۔

جگت ہوتے ہی ہزارہ رو رہا تھا جانے کے لئے تیار ہوا۔ اُس نے جبکہ کہ باپ کے قدم چومے۔ اُس  
وقت پھر دل باپ کی آواز بھی بھرا گئی اور اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھ کر اُس نے کہا۔

”جا بھٹا! بھوکا تجھے کامیاب کرے۔“ اور پھر ہزارہ شکہ کی کر پر تیار ہوا ہاتھ دئی۔

ہزارہ دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ باپ کی آواز سے رک گیا۔ ”بیٹے! اپنے ساتھ مالک (یہ)

کھایا لیکن دروان کے اصرار کے باوجود رات کو کوئی سو گئی۔ رات بھر سب نے اس پر مٹنے کے بحر اس نے کسی کی پرواہ نہ کی۔ خاموش رہی۔ شوہر نے دمکیوں کے ساتھ ساتھ اس کو مارا بھی۔ بھر بھی وہ نہ بے اثر انداز کیا کہ وہ آئندہ بھگت کے گھر نہیں جائے گی۔ دیو پر طاقت کا کرگرنہ ہوئی تو چار کا سہارا لیا گیا اور موہن سنگھ اُسے مٹانے کے لئے رات ہی مرتبہ اس کے پاس گیا۔ لیکن وہ موہن سنگھ کو دیکھ کر اس طرح ترن پیڑھے وہ اس کا شوہر نہ ہو کوئی غیر ہو۔

صبح اُٹھتے ہی دیو دھنیر کی سے بات کے حسب معمول اپنے کام میں لگ گئی۔ اب اس کے دیو پر کو اور خسر آیا۔ رام سنگھ نے دیو کو دیکھ کر جملہ کسا۔ "آج چال بدل ہوئی معلوم ہوئی ہے۔" شام ہوا۔ "کیوں نہیں بدلے گی۔ رات تو اچھے اچھوں کو درست کر دیتی ہے۔"

یہ سن کر دیو کے دل میں نفرت کی آگ اور جھڑک اُٹھی۔ پہلے اس نے چاہا کہ وہ بڑھ کر ان کی دینیا کاٹ لے۔ لیکن پھر ارادہ بدل دیا اور بدلہ لین لیا کہ کھڑی کھڑی ان کے سامنے سے گزرتے ہوئے بے پرواہی سے گھس گئے گی۔ اس سکرانہٹ نے رام اور شام پر چلتی کا کام کیا۔ لیکن کھن کو اپنی بھانجی کی یاد ابھا گئی۔

چاروں بھائیوں نے کھیت پر جانے سے پہلے نوپے کو تالا لٹا دیا تاکہ دیو اوپر نہ جائے۔ ساتھ ہی تمام کھڑی دروازے بھی قفل کر دیے۔ اس طرح دیو کو قید کر کے وہ سکون سا محسوس کرنے لگے اور کھیت پر چلے گئے۔

بڑے بھگت کے گھر کی طرف دیکھا۔ بھگت خالی تھی۔ البتہ ایک کچھڑا اپنی چوچ میں تھالے آشیانہ بنانے میں مصروف تھا۔ دیو دیکھ کر کاش میرے بھی پر ہوتے اور میں اس قید سے آزاد ہو کر بھگت کے پاس پہنچ جاتی۔ ان تمام پائندہوں اور مار پیٹ کے باوجود وہی دھگت کے خیال کو ایک لمحہ بھی اپنے دل سے نہ نکال سکی بلکہ اس وقت تو بھگت کی یاد اور بھی شدت اختیار کر گئی تھی۔ دیو سوچنے لگی دروازے قفل کرنے سے کیا یہ میرے دل سے بھگت کی یاد بھی نکال سکے ہیں؟ نہیں۔ کبھی نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

کل جب بھگت اُسے اچھڑی اور کھن دینے آیا تو دیو نے عرصوں کا تھا کہ بھگت کی نظریں اس کے دل کے بار ہوئی جاری ہیں۔ اُس نے بھگت کی آنکھوں میں محبت کا ایسا سمندر دیکھا تھا کہ اُس کا جی چاہنے لگا تھا کہ وہ اُس میں ڈوب جائے اور اسی ڈوبنے کو بھر میں نہ ابھرے۔ گزشتہ دن کے واقعہ کو یاد کرتے ہی دیو چونک اُٹھی۔ کل کی لڑائی نے اُس کے ذہن سے یہ بات بالکل ہی نکال دی تھی کہ بھگت اگر اُسے اچھڑی اور کھن دے گا تو کھن دے گا۔ وہ دھڑکتی ہوئی اس کمرے میں آگئی جہاں بھگت کی تھالی کھن اور اچھڑی رکھی ہوئی تھی۔

دوسری طرف بھگت نے ہزاروں کو پیش آنے والے تمام واقعات تفصیل سے سنائے مگر اچھا غنا دیو کا نام گول کر گیا۔ ہزارہ سنگھ بھگت سے دوسال بڑا تھا اور عمر کے اس معمولی فرق نے ان کو دوستی کے رشتے میں پاندہ رکھا تھا۔ ماسوں بھانجی کی دوستی سارے گاؤں میں مشہور تھی۔ ہزارہ کے دیتا آنے سے بھگت کو بہت خوشی ہوئی۔ اُس نے رات ہی کو گئے کر لیا تھا کہ اب چلے از جلد ایک دو دشمنوں کو موت کی خنجر ملنا دیا جائے۔ ہزارہ کے آنے سے بھگت کی بہت اور بڑھ گئی۔ اُسے ہزارہ

گزشتہ دن پیش آنے والے دانتے نے بھگت کی ماں کو بہت پریشان کر دیا۔ وہ رات بھر جرجرے اعتقاد میں جاگتی رہی تاکہ جرح ہو تو بھگت کو اپنے پاس بٹھا کر کھائے کہ جیٹا اب میری اولادوں میں سے صرف تو ہی رہ گیا ہے۔ یہ دیشی تیرے بھائیوں کی طرح تجھے بھی کھا گئی تو میری دنیا ویرانہ ہے۔ جاوے گی۔ اور اگر بھگت نے میری بات نہ مانی تو میں دیو کا واسطہ دے کر بھوں کی کر اُس بے چارہ کا سہاگ کیوں لوٹ رہا ہے؟ اُسے بھی ماں بچنے کا ارادہ ہوگا۔ وہ بھی تو میری طرح ایک عورت ہے۔ اُسے یہہ کر کے کیا تو آرام اور سکون سے رہ سکے گا؟ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ باہر کھڑا کی گاؤں کی آواز سنائی دی۔

بھگت کی ماں نے دروازہ کھولا تو سامنے بھائی کو دیکھا۔ وہ بھگت کی کہ باپ نے ہزارہ کو کسی نے بیجا ہے۔ کھڑی کے بے چین قدموں کے نیچے اُسے اپنا تمام مستقبل و افکار آدھا تھا۔ کچھ لمبے کم روہ کر اُس نے غصہ ڈھائی آدھ بھرے ہوئے سوجا۔ "بھگت کو اس رادے سے اب کوئی واپس نہ لاسکے گا۔" ہزارہ سنگھ نے جب یہ سن کر بحال دھکی تو بولا۔ "بہن! اس سوچ میں چوکنی ہے؟"

دل کی بات چھپاتے ہوئے بھگت کی ماں نے جواب دیا۔ "پاپے نے تجھے یہاں رہنے کے لئے بیجا ہے تو پھر ایک کوسا تھا کیوں لایا ہے؟"

دوسری رات بھی کر اس کے جواب میں ہزارہ کہے گا۔ "کل کے واقعات سن کر مجھے پاپے نے لوگوں کی خبریت معلوم کرنے کے لئے بیجا ہے۔" مگر ہزارہ کا جواب اس کے برعکس تھا۔ اُس نے کہا۔ "پاپے نے مجھے اس لئے بیجا ہے کہ جب تک اس دیشی کا فیصلہ نہ ہو جائے تب تک میں نہیں کر بھگت کی مدد کروں۔ اور ہاں یہ کھڑی پاپے نے بھگت کے لئے کیجی ہے۔ بھگت اور ایک بہت مانوس ہو گئے تھے۔"

آقا خان نے خبر سارے گاؤں میں پھیل گئی کہ بھگت کا ماں بھی آگیا ہے۔ گزشتہ رات تقریباً ہر گھر میں ان دونوں خاندانوں کی دیشی کے تیز کرے ہوئے تھے۔ پڑوسے اپنی پادیں پٹو کر رہے تھے کہ ان خاندانوں کی دیشی نے اب تک کیسے لوگوں کو کھل لیا، کتنے چوں کو تھیم اور کئی عورتوں کو بچا لیا ہے۔ ساتھ ہی یہ چشین گولی بھی ہوئی تھی کہ اب جو کچھ بھی ہو جائے گا۔ ہزارہ کی آمد سے ان لوگوں کے ٹھونک یقین میں بدل گئے کہ ماما اپنے بھانجے کی مدد کو آگیا ہے۔

دیو کے گھر میں یہ خبر کچھ کی طرح گری۔ چاروں بھائی آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ شام نے کہا۔ "اسی طرح مجھے دو تالی بند لگا دو اور اُن دونوں کا ساتھ ہی ساتھ تھپاک کر دوں گا۔" موہن سنگھ نے اشارے سے بھائی کا وہ آہستہ بولے کیونکہ وہ اندر کرے میں بھی اور اب موہن سنگھ کو اپنی بیوی پر بھی مگر بے شکس رہا تھا۔ دیو اپنی بہن کی کچی کچی۔ رات سب نے سلی کر لیا تھا

کی موجودگی سے خطرہ تھا تو صرف اتنا کہ وہ دروے نہ مل سکے گا۔

وہ دونوں ناشتر کر رہے تھے کہ ہزاروں نے بھگت کی ماں سے کہا۔ "میں اپاہج نے کہا ہے کہ آج تم مردوں کی اس لڑائی میں نہ ملنا۔"

باپ کا حکم سن کر بھگت کی ماں کی آنکھوں میں آنسو ڈھانکے اور چہرے پر غم کی سیاحی سی مٹی لگائی۔ اُس نے سوچا۔ "کیا مردوں کے ساتھ مردوں کا کوئی ناشتر نہیں؟ میں جب دشمنوں کے زخموں میں ہوں تو کیا کوئی ماں انھیں بندھے بھی روکتی ہے؟"

لیکن ہزاروں غم کے جا رہا تھا۔ "پاپے نے بھی بھگت کو کہا ہے کہ تم اس جھگڑے میں چلیں تو وہ تمہارا دست نہیں دیکھیں گے۔"

بھگت کی ماں کی آنکھوں سے آنسو چھوٹ پڑے۔ بھگت ناشتر کر رہا تھا۔ اُس نے جب باپ کی حالت دیکھی تو ناشتر سے ہاتھ کھینچ لیا اور چھت پر چلا گیا۔ اُسے سامنے ہی دور کا کھن نظر آ رہا تھا۔ بھگت نے دیکھا کہ دروہ اُس کی طرف پشت کیٹھے کھڑے ہے۔ اُسے خیال آیا شاید وہ بھی ماں کی طرف آنسو بہا رہی ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی بھگت نے محسوس کیا کہ وہ شاید اب اپنے فیصلے پر قائم رہ سکے۔

اجاپکا دروہ نے ہلٹ کر چھت کی طرف دیکھا اور بھگت کو دیکھ کر اُس کا چہرہ گھبرا گیا۔ اُس کے خوبصورت ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے کہ اجاپکا کیٹھے ہزاروں سے آواز دی۔ "بھگت! اچھے آج میرا کوئی دوست ملے آیا ہے۔"

بھگت چڑھا۔ اس وقت اُس وقت اُن کو دالا کوئی ہوگا؟ وہ بچے آیا تو دیکھا کہ غم کھڑا تھا۔

بھگت اسے دیکھ کر آگے بڑھا اور ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "آؤ غم کھٹو۔ آؤ کیسے آئے؟ بیٹو! پھر بہت تکلف ہے کہ ہزاروں اور ماں کو شہید ہو جائے اُس نے ہاتھ پکڑ کر غم کھٹو کھانے کی کوشش کی۔ لیکن غم کھٹو بولا۔

"بھگت! ایک ضروری کام سے آیا ہوں۔ تھوڑی دیر کے لئے ڈر رہا ہوں۔"

بھگت سمجھا کہ آج غم کھٹو کے ساتھ باہر آ گیا۔ باہر آئی ہی غم کھٹو نے کہا۔ "غضب ہو گیا بھگت! اگر چہ جی کے ہاں چوری کے شہیدیں پولیس نے جو مان کو گرفتار کر لیا۔"

"کب؟" بھگت نے حیرانی سے پوچھا۔

"آج صبح۔" خان پور سے چوری کی تفتیش کے لئے ایک پولیس افسر آیا ہے۔ مشیر لوگوں میں انہوں کا نام بھی ہے۔ کیونکہ جو مان اُس رات گاؤں میں نہیں تھا۔ اُن کے پاس اس کا بھرت موجود ہے۔ اب پولیس مار پٹ کر کے اُس سے سب کچھ جانو لے گی۔ مجھے شک ہے جو مان کہیں ہم دونوں کا بھی نام نہ لے دے۔" غم کھٹو کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور وہ خوف سے سکیا اٹھا۔

"غم کھٹو کی بات سن کر بھگت کو ہلکا سا آگیا اور بولا۔ "خیر اور غم کھٹو انہوں نے اپنے ایسا خیال بھی دل میں نہ لانا۔ وہ وہاں دوست ہے۔ پولیس اپنے علم کے باوجود اُس سے کچھ بھی نہیں اگلا سکے گی۔" پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "یہ تاناؤ جو مان کے یہاں سے چوری کا سامان تو بڑا بڑا

میں ہوا؟"

"تمہیں۔۔۔ غم کھٹو تو کچھ بھی برا نہیں ہوا۔" غم کھٹو نے جواب دیا۔

"پھر کوئی پروا نہیں۔ اب تو جا اور معلوم کر کہ جو مان پر کیا کئی؟ شام سے پہلے مجھے آکر بتانا۔" غم کھٹو غم چلائی تھا کہ ہزاروں باہر آ گیا اور بھگت سے پوچھا۔ "کیا کوئی چھٹا ہو گیا ہے؟"

بھگت چوٹا کچھ مجھ پر سوچ کر کہہ کر ماما کو ساتھ دینے کے لئے آیا ہے۔ اب اس سے کیا پروہ۔ بولا۔ "ہاں ماما! یہاں آ کر ایک ہاتھ مارا تھا۔ آج میرے ایک ساتھی کو پولیس نے دھرا لیا ہے۔ اُسی کی خبر دینے کے لئے آیا تھا مگر ماں برا دیکھیں وہاں اس نے لڑکی کو بھی پات لیں۔"

ہزاروں نے بھگت کی پیٹ پیٹ چھائی اور بولا۔ "واہ۔۔۔ آتے ہی کام دکھایا۔ لیکن تیرے بھے کا مال تو گر نہیں ہے؟ اگر ہے تو اسے جلد نکالنے لگا دے۔ پولیس کی مار سے تو اچھے انہوں کا پانی اتر جاتا ہے۔"

"نہیں ماما۔۔۔ میں نے تو اپنے بھے کا مال کی علی گھانے لگا دیا تھا۔"

بھگت نے کہتے کہ تو یہ الفاظ لکھ دینے کے پھر اُسے خیال آیا کہ کل کے چنگا سے میں اگر کلنگ اور لکھی کھیں دیرو کے خوب یاد دیروں کے ہاتھ آگئے ہوں گے تو کیا ہوگا؟ سو بیدار سون گھٹ کے بیٹے پر چڑی کا انعام آ گیا تو خدا کی عزت میں مل جائے گی۔

بھگت نے سوچا مجھے جلد سے جلد دروہ سے ٹکرا اور لکھی کے بارے میں معلوم کر لیا جائے۔ مگر اس وقت ہزاروں کی موجودگی میں یہ کام مشکل تھا۔ مجبوراً ماما کے ساتھ وہ بھگت پر چلا گیا۔ اُس پاس کے بھگتوں میں جا کر ہزاروں غم کھٹو کے ساتھیوں اور دوستوں سے مل کر یہ اعزازہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس مسئلے میں بھگت کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ وہ جہاں جہاں بھی گیا سب نے اُسے یقین دلایا اور مدد کا وعدہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں کو بھی قدم اٹھاؤ، ہم ہر طرح سے تمہارے ساتھ ہیں۔"

ہزاروں یقین ہو گیا کہ بھگت کا دل بہا رہا ہے۔

دوسری طرف سون گھٹو اور اُس کے بھائی بھی اسی گھر میں تھے۔ انہوں نے گاؤں کے تین چار فٹوؤں کو گھر لے لیا تھا اور ان کرانے کے فٹوؤں کے ذریعے بھگت کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ بھگت میں جب ہزاروں اور بھگت تھا ہوں تو اُن پر حملہ کر دیا جائے تاکہ اجاپکا ملنے کی صورت میں وہ جی کر نہ پا سکیں۔

شام کو غم کھٹو بھگت سے ملے کھیتوں پر آیا تو بھگت نے پوچھا۔ "کیا اور غم کھٹو؟"

غم کھٹو نے کہا۔ "ایک حوالدار کے ذریعے سے پتہ چلا ہے کہ پولیس نے جو مان کو بہت مارا ہے۔ لیکن جو مان اب تک یہی کہہ رہا ہے کہ چوری والی رات کو میں باہر آیا گاؤں میں راما دل دیکھنے گیا ہوا تھا۔ چوری کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"تو پھر اب پولیس کیا کھتی ہے؟" بھگت نے پوچھا۔

"پولیس جو مان سے کہہ رہی ہے کہ اگر تو راما دل دیکھنے گیا تھا تو کوئی گواہ پیش کر۔ لیکن جو مان کہہتا ہے کہ گواہ کی بجائے تم گاؤں کے کسی بھی آدمی نے پوچھ لو کہ میں اُس رات گاؤں میں تھا یا

نہیں۔"

حکم شگ کی بات سن کر جگت سوچنے لگا۔ ہومان دوستوں سے کہا ہوا وعدہ پورا کر رہا ہے۔ پولیخینس سے اسے بچانے کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ اس کے دل میں ہومان کی وقت بہت کمی تھی۔ آخر حکم سے بولا۔ "حکم شگ! میں تمہارے ساتھ جا رہا ہوں۔"

"کیوں؟" حکم شگ نے پوچھا۔ "تو وہاں جا کر کیا کرے گا؟"

"گواہی دوں گا کہ میں نے ہومان کو رام لپلا میں دیکھا تھا۔ ہومان پر پولیس ظلم ڈھائے ہم چپ بیٹھے رہیں۔ یہ کسی دقت ہے؟" جگت حکم لڑا ہو گیا۔

ہزارہ نے آخر جگت حکم کے باپ کو بتایا کہ جگت ہومان کو چھڑانے کے لیے تمہارے کیا ہے ہزارہ حکم کی بات سن کر وہ چونک گئے۔ کئی روز جب موہن حکم اور اس کے بھائیوں کے ساتھ بھڑا ہوا تھا تو جگت کے باپ نے اپنی کوشش سے پولیس میں اس کیس کو درج ہونے سے ڈکوا

تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ جگت کی طرح پولیس کی نظروں میں نہ آئے۔ بڑا چٹا شیشو حکم پولیس سے لڑتا ہوا رام لپلا تھا۔ اس خیال سے وہ اور پریشان تھے۔ جب جگت حکم کے پاس بارود بنایا

دے لیکن اس کے کمر آتے ہی ان کے دل میں طرح طرح کے دوسروں نے جگہ بنائی تھی۔ گاؤں قانہ داران کا دوست تھا۔ وہ خود ایک زمانے میں موہن بارود بناتے تھے۔ اس لیے پولیس میں ان

عزت اور کمی کی جانی تھی۔ جگت کے تعلق کی خاطر وہ آج کل ان لوگوں میں بھر زیادہ اٹھنے بیٹھنے لگے تھے تاکہ جگت تمہارے پولیس سے دور رہے۔ لیکن جب ہزارہ حکم کی زبانیں معلوم ہوا

جگت اپنے دوست کو بھانے کے لیے تمہارے کیا ہے تو بہت غصہ آیا۔ انہوں نے ہزارہ سے کہا۔ "تمہارے دوست کے لیے جگت کو خود پولیس کی لٹا ہوں میں آنے کی کیا ضرورت تھی؟" ہزارہ چہ

ہو گیا۔

آخر حکم نے جب تمہارے میں قدم رکھا تو شیخ پورو سے آنے والا پولیس کا بڑا افسر سہنا قانہ داران سے خوش کہیں میں مصروف تھا۔ پولیس ہومان کو مار مار کر تلک جگا بھی مگر اس نے شہرِ قمر جرم

پنہل مارا۔ بڑا آدمی صرف شہر کی بنا پر سہنا جیسے افسر سے جرم فرمادینے پر تیار نہیں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخراں کیس میں ہومان کا کیا کیا ہے؟ یہ فیصلہ کرتے ہی اسے شیخ پورو واپس ہونا تھا کہ

اسے میں ایک سہائی نے آکر سلوٹ کیا گیا اور اطلاع دی۔

"سر! رادرسوہن حکم کا بیٹا آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

سہنا نے قانہ داران کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو قانہ داران نے کہا۔ "تو بیٹا تو موہن بارود کا لڑا ہے۔ مگر اس وقت اسے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟ سر! آپ اجازت دیں تو بولو اؤں؟"

سہنا نے مڑ کر سہائی کو دیکھا اور کہا۔ "لڑا؟"

جگت نے اندر آتے ہی دونوں کو سلام کیا اور بڑی مصیبت سے بولا۔ "صاحب! ہومان آکر

وقت واپس رام لپلا دیکھنے بارے گاؤں گیا تھا۔ میں نے خود اسے وہاں دیکھا تھا۔ یہی کہنے کے لیے

میں یہاں آیا ہوں۔"

جگت سے یہ بات سن کر دونوں افسر اسے دیکھنے لگے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ ہومان کی بے

گواہی کی گواہی دینے کے لیے یہ لڑا کیوں آیا ہے؟ قانہ داران نے سہنا کو خاموش دیکھا تو خود اگرمیری میں اس سے کہا۔ "یہ سیدھا رادرسوہن حکم کا بیٹا ہے۔ ابھی ابھی گاؤں میں آیا ہے۔ اس سے پہلے اپنے تاتا کے پاس دوسرے گاؤں میں رہتا تھا۔ سوہن حکم کو میں جانتا ہوں۔ اچھے آدمی ہیں۔ اور لڑکا اچھے خاندان کا ہے۔"

سہنا نے اپنا سخت اور قانون پسند افسر تھا۔ گنہگار سے جرم قبول کر دینے کے لیے بیٹا بھی سخت کوئی ہو سکتا ہے سہنا اس سے بگڑا ہوا قانہ داران کی کوشش کو غلط ثابت سمجھا کہ جرم ثابت کرنے سے ہمیشہ

پرہیز کرتا۔ اس نے جگت کے چہرے کو خود سے دیکھا۔ وہ چہرہ وہ نہ وہی تھا۔ اب ہو چکا ہو گا وہی دھچکا میں آئے گا۔ اور فوراً ہی جگت سے گرفت لیجے میں پوچھا۔

"تو ہومان کو کب سے جانتا ہے؟"

"میں تو بچپن سے ساتھ کھیلتے آئے ہیں صاحب! ایک دفعہ اسے باگل کئے سے کاٹ لیا تھا پھر

میں اسے بگڑ چھین ہوا۔ بس تب سے میری اس سے کئی دقت ہوئی۔"

جگت کی بات سن کر سہنا بڑا۔ "تیری عمر کیا ہے؟"

"میرے باپ کہتے ہیں کہ میں سترہ سال کا ہوں۔ ویسے دیکھئے دالوں کو ابھی میرے زیادہ بڑا لگتا

ہوں۔ ہے صاحب؟"

پولیس افسر سہنا اور قانہ دارانوں جگت کے اس جواب سے غصہ پڑے۔ پھر سہنا نے کہا۔

"تو جانتا ہے کہ بھڑے لڑے اگر کوئی ظلم کی خود گواہی دے تو پولیس گواہی دینے والے پر

بھی شہر کر سکتی ہے۔"

جگت، سہنا کی بات سن کر دل ہی دل میں پھر پھر بڑی مصیبت سے بولا۔ "مجھ پر شہر کیوں ہو

گا صاحب! ہم جاہ لوگ چوری کی کرتے ہیں نہیں۔ آپ تو خود ابھی طرح جانتے ہیں۔"

سہنا نے جواب میں سوچا۔ پولیس کے لیے وہ ہومان پر جو نشانیں لگ چکا تھا اس کے بعد اسے

چھوڑ دینے کی فیصلہ کر کے والا تھا کیونکہ اب کب کوئی ثبوت نہیں مل پاتا تھا۔ جگت کے آجانے

سے اور حکم کے بچہ کو دل جانے کے بعد سہنا کو فیصلہ جگت کے سامنے کی راہ مل گئی۔ وہ خود بھی اب زیادہ دیر

یہاں ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے رات سے پہلے پہلے واپس جانے کی جلدی تھی۔ قانہ داران سے

اگرمیری میں بولا۔

"میرے خیال میں یہ لڑا کھلیک ہی کہہ رہا ہے۔ اسے چھوڑ دینا اور صحیح کر دینا کہ یہاں کی مار

پیٹ کا کوئی ذکر باہر نہ کرے ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" پھر مڑ کر جگت سے بولا۔ "دیکھ! اس وقت تو

تیری کو ابھی پر اسے چھوڑ دے رہا ہوں۔ لیکن اگر چہ ہاتھ نہیں آتے تو اسے اور نیچے دونوں کو

بند کر دوں گا۔" جگت نے سہنا کی بات سن کر خوش ہوتے ہوئے جبکہ کر سلام کیا۔ سہنا جانے کے

لئے کھڑا ہو گیا تھا۔ جاتے جاتے جگت سے پوچھا۔ "کیا کرتا ہے تو؟"

"باپ کے ساتھ کھیتوں پر جاتا ہوں۔" جگت نے فوراً جواب دیا۔

"تمہارے باپ پر کس کی ملازمت کر چکے ہیں۔ تو بھی پولیس میں میری ہو جائے گا۔ میری تیری عمر

مجھ کے ہے۔" سہنا نے نیچے میں بے تعلق بیٹھا کی۔



گاؤں میں پھیل گئی کہ جگت نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔

ہنومان جب گھر پہنچا تو جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور جگت سے لبت کر ڈار ڈار رونے لگا۔ وہ بولا۔ "جگت ایسا ہوتا ہے جیسا۔ تو یقین کر میں جاتا ہوں مجھ کی کسی کامیابی کی زبان پر نہ آتا۔ مگر تو نے حقانے میں آئے کی بہت کی اس کے لئے میں۔" اس کے آگے آنسوؤں نے اُسے بولے نہیں دیا۔

جگت نے ہنومان کو سینے سے لگائے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ تو نام نہیں لگا کر تجھ پر جو ظلم حقانے میں ہو رہے تھے وہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکے۔" ہنومان ہنس پڑا۔ اُس کے ہونٹوں پر ہنسی اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ بولا۔ "ہاں بار بار میرے بیٹوں نے دن میں تارے دکھا دیئے۔ پھر آنسو پونچھ کر بولا۔ "جگت میں تیرا احسان مانوں تو بھی کیا ہے۔ کرشمہ کمانا تو اس کو تو اگر بھی معصیت میں ہو گا تو ہنومان بھی اپنی جان کی پرواہ کے بغیر تیرے ساتھ ہی لڑا ہو گا۔ اگر کبھی تو آج رات ہی تیرے دشمنوں کو لٹکانے لگا دوں؟"

جگت نے اُسے سمجھایا اور وہ باتیں بتانے لگا جو پولیس افسر نے حقانے میں ہوتی تھیں تاکہ ہنومان کا دھیان بٹ جائے۔ پھر جاتے جاتے بولا۔ "ہنومان اچوری کا شہر ایک جگت ہم سے دور نہیں ہوا ہے اس لئے ہوشیار رہنا کوئی کام نہ ہو۔"

گھر آ کر جگت نے دیکھا کہ اُس کا باپ باپس واپس آ چکا ہے اور اُس کی ماں اور بڑا بھائی جگت کی ہی باتیں کر رہا تھا۔ جگت کی بہت خوش تھی۔ وہ دیکھ چکا تھا تو وہ بھی خوش ہوئی مگر اُس کے گھر کے باقی دوسرے چادر و جگت کی اس بھاری کو بھی غرت سے دیکھ رہے تھے۔ رات کا کھانا کھاتے ہوئے شام تک کی باتیں دہرانے لگیں۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "مجھے تو لگتا ہے کہ زہریلی چوری میں جگت کا بھی ہاتھ ہے۔"

یہ بات دیکھ کر بہت ناگوار کر دی۔ گھر پر اُسے وہ کھنڈ اور گولی یاد آ گئی۔ اُس نے سوچا کیا یہ بھی چوری کا مال ہو گا؟ جگت دونوں میں ایسا زور لگا رہا ہے تو آج اس خال کے اندر بھی اُس کے دل میں جگت کے خلاف غرت کی جگہ جگت ہی نے سر اٹھایا۔ ساتھ ہی اُسے احسان ہوا کہ دوسرا بڑی جگہ ہے۔ یہ چیزیں اب زیادہ احتیاط سے رکھنی چاہئیں۔ اگر گھر کے کسی آدمی کے ہاتھ پر گھس تو دونوں بدنام ہو جائیں گے۔

دوسرے دن جب سورج ڈھل رہا تھا اُس وقت کیت میں بیٹھے ہوئے جگت اور بڑا بھائی اپنا کھانا کھا کر آ کر ٹوٹ پڑے۔ اس سے پہلے کہ وہ ہوشیار ہوں دونوں پر ایک ایک وار ہو چکا تھا۔ چاروں گروں کے ساتھ شام تک جگت کا تھا۔ اُن میں سے کسی کے ہاتھ میں بھالا تھا کسی کے ہاتھ میں بھینجی۔ جگت کے پاس وہی ڈانگ بڑی ہوتی تھی۔ وہ اُسے اُن کا مقابلہ کرنے لگا۔ مگر بڑا بھائی کو بھی ہتھیار نہیں تھا۔ جگت دشمنوں کو جواب دینے کے لئے بے گرو تا تک کہ ٹوٹ پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ آدمی چھپرے گئے۔ اُس کی ڈانگ میں لگی ہوئی بھینجی سے ایک زیادہ دھجی ہوا۔ اُسی وقت جگت کے پیچ میں بھی بھالا لگا۔ اُس نے فوراً زور کھالے والے کو بھی ماری اور چھپرے کر دیا۔ بڑا بھائی کھار ہا تھا۔ اس وقت وہ کھڑا شام تک بڑا بھائی کو حملہ کرنے کے لئے آگے

جگت نے کہا۔ "مئی ہاں صاحب! میرے باپ بھی یہی کہتے ہیں۔"

جگت اور سہیا باپس کر رہے تھے اور قاتل اور حیران تھا کہ سہیا جیسا سخت افسر اس کے لئے سے ا قدر بے تکلف کیسے ہو گیا؟ سہیا پوچھا کیا اور اُس کے جاننے کے بعد قاتل اور نے ہنومان کو باہر نکالا۔ جگت نے ہنومان کو لہلہا دیکھا تو اُس کا خون کھولنے لگا۔ مگر پھر بھی اس وقت خاموش رہنے میں بھرتی تھی۔ ایک ہی دن میں ہنومان ایسا ہو گیا تھا جیسے برسوں قبل کاٹ کر آیا ہے۔ ہنومان قاتل اور کے پاس پہنچا تو اُس نے سامنے جگت کو دیکھا۔ اُسے خیال ہوا کہ اگر جگت نے مکمل پا دیا۔ ہنومان کی آنکھیں سننے اور سر نہ ہو گئیں۔ وہ جگت کو گھورنے لگا مگر جگت نے اپنی نظر ہتھکڑیاں اور اُسی وقت قاتل اور ہلا۔

"جگت نے تیری کئی کئی گواہی دی اور سہیا صاحبان مجھے اس لئے بچ گیا ورنہ میں چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اب جا اور رات کو اصرار آورہ آدمت گھوا کہ ورنہ مارا جائے گا کسی بے موت۔"

ہنومان نے قاتل اور کے منہ سے جو الفاظ سنے تھے اُسے اُن پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ سوچ بگو نہیں سکتا تھا کہ جگت اُسے چھڑانے کے لئے کہے گا۔ اُس نے قاتل اور کو سلام کیا اور پھر دونوں باہر آ گئے۔ باہر نکلتے ہی جگت کی نظر سب سے پہلے اپنے باپ پر پڑی جو جیسے بھری نظر سے جگت کو گھور رہے تھے۔

ہاں اُس کا بڑا بھائی جب پہنچی تو کیا کہ جگت حقانے کیا ہے تو انہیں غصہ آ گیا تھا۔ مگر جب بہت دور پہنچی اور جگت گھر نہیں پہنچا تو وہ گھبرا کر حقانے کی طرف آئے۔ یہاں سہیا صاحب کی جیب باہر کھلی رہ گئی تو خون خشک ہو گیا۔ وہ جانتے تھے کہ سہیا قاتل اور آدی ہے۔ اور جب جیب ملی گئی تو فوراً ہی جگت اور ہنومان کو ساتھ ساتھ پھرتے ہوئے دیکھا۔ پیچھے پیچھے قاتل اور بھی نظر آیا۔ اور اس سے خوشتر کہ باپ بیٹے سے کوئی سوال کرے ورنہ اسے پکڑے قاتل اور نے سبہن نگہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "سونگہ سنگھی! ڈرا اور اچھڑ آئیے۔"

سونگہ سنگھ کے بیٹے کی شکایت کرنے کے لئے قاتل اور نے آواز دی ہے۔ لیکن جب قریب گئے تو قاتل اور سے گھبراہٹ ہی نہ ہوئی۔ وہ بولا۔ "سونگہ سنگھی! اتھارے جگت نے تو کمال کر دیا۔ وہ جب حقانے آیا تھا اس وقت تو مجھے اس کی بیوقوفی پر غور بھی پڑا تھا۔ حقانے میں اس نے تو سہیا صاحب جیسے افسر پر دیکھتے ہی دیکھتے جا دوسرا کر دیا۔ بڑی دیر جگت سے باتیں کرتے رہے۔ پھر خود ہی ہنومان کو رہا بھی کر گئے اور تھارے بیٹے کو پولیس میں بھرتی ہونے کا مشورہ بھی دے گئے۔ یار تمہارا بیٹا تو بڑا ہادو ہے۔ سہیا صاحب سے ڈرا بھی نہیں ڈرا۔"

قاتل اور نے جگت کی تعریف سن کر سونگہ سنگھ کا غور ہو گیا۔ وہ جگت اور ہنومان کو بھول کر قاتل اور کے ساتھ اندر چلے گئے اور قاتل اور نے جگت کو کچل کر دیا۔

ہنومان ڈھکی تھا۔ اتنا ڈھکی کہ اُسے جگت کا سہارا لے کر چلنا پڑا تھا۔ یہ خطر پرے گاؤں نے دیکھا۔ گاؤں والے نے جگت کو جگت ہنومان کے لئے حقانے کیا ہے گھروہ چھڑا گئے گاؤں کا کسی کو یقین نہیں تھا۔ اب جگت اور ہنومان کو ساتھ ساتھ دیکھ کر۔ بات ڈرا ہی دور میں سارے

”مرد ہے تو میرے سامنے آ..... ہتھیار لے کر نیتے کی طرف کہاں بڑھ رہا ہے؟“

یہ بھی اسی اور ہر کیفیت کے لئے وقت مقرر کر دیا جاتا تھا۔ بچت تنگہ کے کھیتوں کو پانی مل جانے کے بعد وہاں تنگہ کے کھیتوں کا ٹکڑا تھا اس لئے طے کیا کہ تنگہ کا ٹکڑا اور ہزارہ پانی کو روک کے بیٹھے پانی کو روک دیا۔ جب وہ فریاد کرتے یہاں آئیں تو ایک ماتھے جلدار کیا جاتا ہے۔

رات دوسرے دن کے انتظار میں گزری۔ کریوں کا سورج اُپنے اوکھ میں سرخ سرخ  
 لٹکانے لئے آج کا بیغام لے کر آیا اور دھوپ کی چٹائی پر خوب اُور لے کر جھلنے لگوں کے  
 اوسان خفا کر دیے۔ مہجّت اور جزا اور گلہ گلہ کا کمانے کے بعد یہی سے کھیت میں پانی کی ٹالی کے  
 پاس پانی دے رہے تھے۔ سونہ ننگے کے کھیت میں پانی پختے کا وقت گزر چکا تھا مگر اب تک اُور  
 خاموشی رہی۔ جگت آج کے ساتھ ساتھ ٹالی کی وی ہوئی تو پھر پانی آیا تھا مگر اب تک وہی کے ذہر  
 کے جیسے اس کے اُور کی ساسی کی بھانڈوں سے اُور پانی پختے کے کھیتوں میں ناچ کے  
 زندگی بکھڑا آئے تو حلقہ کر دیں۔ مگر اب تک اُور وہی سنا تھا۔ کھیت کے نڈوں ہاتھوں میں پانی بھڑ  
 کے منہ پھینکنے اور ماہر موہن ننگے کے کھیتوں کی طرف دیکھنے لگا۔

ہزارہ کا یہ بات سچ نکلی۔ تھوڑی ہی دیر میں دشمن کے دوڑوں بھائی انہیں واپس آتے نظر آئے۔ اب ان کے ساتھ تین اور آدمی بھی تھے۔ بھگت کے ساتھیوں میں سے ایک انہیں دیکھ کر بھلا۔ ”معلوم ہوتا ہے آج بنگلہ مندر دو ڈالر ہوگا۔“

[illegible]

یہ بات سب کو پسند آگئی۔ مگر میں نے اس کے دن تجھے نصیحتوں پر پانی پہنچانے کے لئے ایک ہی نالی

کی باتی ہے۔ سوال اس وقت ہماری ذاتی دشمنی کو جس سوالیہ ظلم اور نا انصافی کا ہے۔  
 شام گنگہ کی چال کا سبب رہی۔ وہ بھی جانتا تھا کہ کسی طرح اس کے بھائی موہن گنگہ  
 بائیں سر کر لوگوں کے جذبات بگڑتے اور اس کے ساتھیوں کے خلاف ٹھکڑا اٹھیں۔ اور ہوا  
 یہی۔ آٹھ دوں آدمی اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے اُن کے ساتھ پہلے پر آباد ہو گئے۔ شیا  
 بکت نے اُن کو خالی ہاتھ دیکھا تو بولا۔ ”خالی ہاتھ جانے میں وہاں غصہ ہے۔ بگڑتے اور ہزارہ ہان  
 بگڑتے پر ہتھیار اٹھا لیتے ہیں۔ پرسوں ہی ہمارے ملازموں کو بلا کی وجہ سے ان لوگوں نے اتنا کارا  
 اُن میں سے کوئی ہمارے کھیتوں پر کام کرنے نہیں آ سکا۔ خراس گاؤں میں یہ بد معاشیں کب تک  
 چلیں گی؟ کیا پانی بگڑتے کے باپ کی ملکیت ہے؟“ لوگوں نے یہ بات سنی تو اپنے ہتھیار اٹھا گئے اور  
 موہن گنگہ کے ساتھ کھیتوں کی طرف چل پڑے۔  
 بگڑتے کے ساتھیوں میں سے جو اچھے تھے مگر چار ساجھی پولیس کے ڈو سے گول ہو گئے تھے۔  
 بگڑتے اس ٹوٹی کوڑے سے آتے دیکھا تو ہزارہ سے بولا۔ ”لانا آج تو یہ بہت سے حامیوں  
 لے کر آ رہا ہے۔“

ہزارہ نے جواب دیا۔ ”ہمارا نشانہ صرف موہن گنگہ اور اُن کے بھائی ہیں بگڑتے۔“  
 بگڑتے نے کہا۔ ”جانتا ہوں۔“ اپنی دیر میں وہ لوگ قریب آ گئے۔ شام گنگہ سب سے آگے  
 تھا۔ آتے ہی اُس نے بگڑتے سے کہا۔ ”بگڑتے آج ہمارے کھیتوں کا پانی کیوں بند کیا ہے؟“  
 جواب میں ہزارہ نے چلو میں پانی بھرا اور سامنے والوں پر اچھال دیا۔ شام گنگہ نے ہتھیار اٹھائے  
 حامیوں کی طرف دیکھا اور جذبات کو کھڑا کرنے کے لئے نعرے سے بولا۔  
 ”دیکھا آپ لوگوں نے ان حرام زراہوں کو؟“ شام گنگہ کا مجلس کر ٹوٹی میں سے ایک آدمی  
 بگڑتے کے قریب آ کر بولا۔  
 ”دیکھ لو کہ اس پانی پر ہم سب کا حق ہے۔ یہ شرارت تجھے بہت پہلے پڑے گی۔“ بات سننے

ی ہزارہ نے اپنی گوار میاں سے نکال لی اور بولا۔  
 ”بھئی کتنی بعد میں کرنا چاہا! جن کی حمایت کرنے آئے ہو پہلے ان سے پوچھو کہ کل  
 ہمارے کھیتوں میں کس سے لڑنے آئے؟“  
 موہن گنگہ سے کہہ دھارے مگر میں کس لئے کھسا تھا اور پھر ہماری بھائی۔ ہماری بھائی۔ بھائی۔  
 بگڑتے نے درمیان ہی میں گھنسن کا قہقہہ کاٹ دیا اور کرکڑ کر بولا۔ ”خبردار جو تو نے اپنی بھائی  
 کا نام لیا۔ دو گڑے کر ڈالو گا۔“

”ناراضی اصراری چلوں کو۔“ موہن گنگہ نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ یہ سننے  
 ی اور دین آدمی آگے بڑھے مگر وہ دیکھتے ہی دیکھتے بگڑتے کے تمام ساتھی ان کی ڈھیر یوں سے باہر نکل  
 آئے۔ موہن گنگہ کے آدمیوں کے بڑھتے ہوئے قدم بگڑتے کے ساتھیوں کو یکے کرکڑ گئے۔ ہزارہ  
 نے بگڑتے سے کہا۔  
 ”جی وقت ہے بگڑتے ابھی غافل ہیں۔ پہل تم کرو۔“ بگڑتے نے ہزارہ کی بات سنی اور ڈانگ

اٹھا کر سامنے والے شخص کے سر پر گھما دی۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ ایک کا گڑھا کھا کر شور مچاتے  
 ہوئے لوگ دوپٹہ دار اور ہڈی اٹھائے گئے۔ ہزارہ کی نگاہیں ان چاروں بھائیوں پر لگی تھیں۔ وہ  
 بھی بھاگ رہے تھے۔ موہن گنگہ اور گھنسن دائیں طرف، شیاہ اور رام گنگہ بائیں طرف بھاگے  
 رہے۔ اُن کا پہلے سے پرگڑا ہوا ہی تھا کہ بگڑتے اور ہزارہ کو دوسروں سے لڑا دیا جائے اور یہ  
 چاروں خود خراب ہو جائیں۔ اسے جس بگڑتے کی آواز گونجی۔

”دیکھا! بھائی! تم نے پانی۔ تم نے اُن دونوں کو سنبھالو۔ میں اور جاتا ہوں۔“ یہ کہتے ہوئے  
 بگڑتے موہن گنگہ اور گھنسن کے پیچھے دوڑا۔ موہن گنگہ نے بھاگتے بھاگتے ٹوک روک کر بگڑتے پیچھا کر  
 رہا ہے تو گھنسن سے بچ کر بولا۔ ”خراہڑا! جلدی بھاگ! وہ تیرا باپ پیچھے آ رہا ہے۔“

بگڑتے اُن دونوں پر نگاہیں جمائے برابر پیچھا کر رہا تھا کہ راستے میں اُس کا پاؤں ایک گڑے  
 میں آ گیا۔ وہ گر پڑا۔ پاؤں میں موج آگئی۔ تین دوسرے ہی لمحے تیری سے آٹھ کران کو بگڑنے  
 دوڑا۔ اُس وقت تک وہ دونوں کا آواز اور گونج نہ سنی۔

دوسری طرف ایک دوسرے سے کالی آٹھ میں میں قسم تھا تھے۔ ہزارہ، شیاہ گنگہ اور رام گنگہ کا  
 پیچھا کر رہا تھا۔ اسے میں سے قریب سے ہزارہ نے کسی کو پکارا تے ہوئے سنا۔ ”ہزارہ! بھائی!“  
 ہزارہ نے پلٹ کر دیکھا، بگڑتے کے ایک ساتھی کے سینے پر دھنن کا ایک آدمی سوار تھا۔ ہزارہ، شیاہ  
 گنگہ اور رام گنگہ کا پیچھا چھوڑ کر ادھر لپکا۔ لیکن وہاں پہنچے تو دکن، بگڑتے کے ساتھی کے سینے میں اپنا  
 ٹھنڈا تار کھاتا تھا۔ ہزارہ غصے سے بے قابو ہو گیا اور اس سے پہلے کہ دھنن لاش کے سینے سے اٹھے  
 ہزارہ نے گھار کا بھر پور دار کر کے اُسے بھی قسم کر دیا۔ چھری گھون میں دونوں ٹھنڈے ہو چکے  
 تھے۔ ہزارہ پلٹ کے رام اور شیاہ کی تلاش میں نکلا مگر چاروں بھائیوں کی تقدیر ابھی تھی۔ چاروں  
 پا کر نکل چکے تھے۔

موہن گنگہ اور گھنسن بگڑتے سے اپنی جان بچا کر پلٹے۔ بگڑتے نے اپنے بگڑتے سے اپنے بگڑتے کی  
 طرف آ کر اُس نے دیکھا کہ آدھ کھٹنے کی اس لڑائی میں پانچ جاں ضائع ہو چکی ہیں۔ وہ ابھی  
 ناموش کرکڑا تھا کہ پولیس کی جیب کی آواز سنائی دی۔ بگڑتے نے فوراً ہی ریمچی کو ڈانگ میں چسپا لیا  
 اور ڈرا اور ہو کر بیٹھ گیا۔ اُس نے سوچا۔ لانا نے اب تک رام اور شیاہ کو تو کھانے لگا ہی دیا ہو  
 گا۔ مگر لانا خود کہاں چلا گیا؟

ہزارہ نے بگڑتے سے پہلے ہی پولیس کی جیب کو آتے دیکھ لیا تھا۔ اُس نے جلدی سے اپنے ہاتھ  
 خود دھوئے رکھے اور بے ہوش کن کر زمین پر گر گیا۔ پولیس نے کھیتوں سے پانچ لاشیں اٹھیں گھنسن  
 مات دھتوں کا ایک طرف بٹھا دیا۔ رام، شیاہ، ہزارہ اور بگڑتے کو گرفتار کر کے کھانے لے آئے۔  
 موہن گنگہ اور گھنسن کھانے میں پہلے سے موجود تھے۔

گاؤں میں گھر کو آ کر پانچ ایک۔ ہر قسم دالے کے گھر سے آدھ بکا کی آواز سنی آ رہی تھیں۔  
 کھانے میں موہن گنگہ اور گھنسن نے جان دیا کہ بگڑتے نے اُن کا بیٹا دو بھر کر دیا ہے۔ وہ ہر وقت  
 دھنسن جان سے مارنے کی دھمکیاں دیتا ہے۔ قہقہہ مارنے اُن دونوں کے جان سے یہ مطلب نکالا  
 گا اس جھگڑے کے وقت بگڑتے موعن داروات رہیں تھا۔ اُس نے بگڑتے کو تو چھوڑ دیا مگر ہزارہ،

جب گاؤں کے پانچ گھر اجڑے تو اُس سے برداشت نہ ہو سکا۔ کہ تو کچھ نہ سنی بس ہی سن میں  
 اُن گزروں کو کوئی دہی جب یہ دیکھی شروع ہوئی تھی۔ سو رکھن کے بٹنے سے جو کالے کالے بادل  
 اُٹھ رہے، دہی اُن گھروں سے برائی رہی۔ اسی لئے اُن گھروں میں شفق رنگ ہو رہی تھی۔ پوری رات  
 اسی طرح گزری اور جنت کو پاوے جلدی اُنہا کر دات کو قاتلیدار سے ہونے والی تمام گفتگو سنائی  
 اور بولے۔

"قاتلیدار نے کہا ہے کہ خان پور کے مشہور دیکل مرحیت گنگو کو اپنے کس کے لئے تیار کرلو۔  
 اُس کی وکالت سے ہزارہ گنگو جی سکتا ہے۔ مگر سوچنا ہوں اُسے ہم کیسے دیکل کر سکتے ہیں؟ سر جنت  
 گنگو بہت مہنگا دیکل ہے۔ فیس کے لئے بڑی رقم کی ضرورت پڑے گی۔ پیسے تیرے ۲۵ سے میں  
 لیا نہیں جانتا اس لئے کہ ہزارہ ہادی وجہ سے اس کس میں پھنسا ہے۔"

سر دار سہن گنگو نے بیٹے سے جو کچھ کہا قاتلیدار گنگو بھی قاتل کر دیتے تھے۔ قاتل اُن کی مالی  
 حالت اچھی نہیں تھی۔ باپ بیٹے کی یہ باتیں گنگو کی ماں خٹے نہیں تو بولی۔ "مگر میں خود سے  
 زور جنت کی ہونے والی بیوی کے لئے سنہال رکھے ہیں۔ اُنہیں گرو دی رکھ کر تم کا انتظام کر لو!"  
 باپ بیٹے دونوں نے یہ بات سنی مگر چپ رہے۔ آئے والی بیوی کے زور گرو دی رکھنے کی خبر سے  
 گاؤں گھر میں سوائے شرمندگی کے اُنہیں اور کچھ نہ لگے امید ہوئی۔ کسی کی بات سن کر سر دار  
 سہن گنگو کا چہرہ آفریں تھا۔ جنت نے باپ کو ایک نظر دیکھا اور بولا۔

"باپو! اسی طرح دیکل کر دو، مگر میں رقم کا بندوبست دوایک دین میں ضرور کر لوں گا۔"  
 سہن گنگو بیٹے کی بات سن کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ "ایسا ہے تو میں اکیس روایت ہو جاتا  
 ہوں۔"

سر دار سہن گنگو اسی وقت گھر سے چلا گیا۔ ماں نے جانے کے بعد ماں نے جنت کے پیار سے  
 اپنے پاس اٹھائے ہوئے کھانا کھا لیا۔ "بیکے اب اس دیکل کا انتظام دیکھنے کی جھ میں سکت نہیں ہے۔ جو  
 کچھ ہو چکا ہے اُسے بھول جا۔ جھ میں اور تم اُنہا نے کی بات نہیں رہی ہے۔ آج گورو دار سے جا کر  
 بھی دغا اُنہوں کی کو گورو دلوں میں بہت پیدا کر دو۔"

ماں جنت کے پاس سے اُن گنگو کی اور گورو دار سے جاتے ہوئے کہہ گئی۔ "میں جاری ہوں۔ تو  
 گھر کا خیال رکھنا۔"

ماں کے جانے کے بعد جنت گھر میں اکیلا تھا۔ وہ ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے اُنکا گیا تھا۔ اُنھہ کر  
 ایسے ہی پورے گھر کا چکر لگاتا ہوا جھت پر پہنچ گیا۔ جھت پر جاتے ہی جنت کو دیر پا داتی۔ اُس  
 نے برابر والے مکان میں جھاک کر کہاں اُسے نظر کوئی نہ آیا۔ وہ سوچنے لگا اس وقت وہ کہاں چلی  
 گئی؟ کراتے میں پیچھے سے بنو مان کی آواز سنائی دی۔ جنت آواز سننے ہی تیزی سے پیچھے آیا۔ اُس  
 نے دیکھا بنو مان کی کس میں ایک بوٹی ہے۔ بنو مان نے جنت کو قرب پا کر وہ بوٹی اُسے پکڑادی۔  
 جنت نے بوٹی دیکھ کر ہوجا۔ "تیر کیا ہے بنو مان؟"

بنو مان سکرانے لگا۔ آخر جنت نے خود ہی جلدی جلدی پوٹی کھولی تو اُس میں زور بات تھی۔  
 ذبی زور بات جو چوڑی کی رات جنت کے حصے میں آئے تھے۔ جنت کے چرے کا بدلہ ہوا رنگ

رام ویشام اور دوسرے دو آدمیوں کو لاک اب میں بند کر دیا۔ جنت نے جاتے ہوئے ہزارہ کے کا  
 میں کچھ کیا اور باہر نکل گیا۔ قاتلیدار نے جنت کے جانے کے بعد سہن گنگو اور گھروں کو بھی جانے  
 اجازت دے دی۔ مگر سہن گنگو نے گزرا کر قاتلیدار کے پاؤں پڑا لئے۔ "صاحب! ہمیں چاہی  
 خطرہ ہے۔ ہماری حفاظت کے لئے پولیس ساتھ بھیج دیجئے۔ آپ جانتے ہیں جنت ابھی اُنکی یہا  
 سے کیا ہے۔ کیا پڑے رات میں کھڑا ہو؟"

قاتلیدار نے سہن گنگو کی حالت دیکھ کر ایک قبضہ لگا دیا اور بولا۔ "تم دو آدمی ہو کر اُس اکی  
 چھو کر سے ڈرتے ہو؟"

سہن گنگو کی حالت اب بھی غریبی۔ وہ چکر گزرا لیا۔ "آپ جانتے ہیں صاحب! چھو کر باہر  
 فطرت کا ہے، آپ نے دیکھا نہیں قاتل سے جاتے جاتے بھی اپنے ما کے کان میں کچھ کہتا ہے۔"  
 جنت نے آخر قاتلیدار نے دونوں کے ہاتھ پکڑ کر پولیس کی حفاظت میں بھیج دیا۔

جنت قاتل سے نکل کر بجائے گھر جانے کے سیدھا بنو مان کے یہاں پہنچا۔ جنت کو دیکھتے  
 بنو مان بولا۔ "تیرے گھر سے آ رہا ہوں۔۔۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ مجھے بڑی غم تھی۔ پولیس  
 جھے کیسے پیڑھا؟"

"وہ مجھے کس میں اس لڑائی میں شامل نہیں تھا۔ عمر اُنہوں نے مانا کو پکڑ لیا ہے۔ افسوس اس بات  
 کا ہے کہ ہمارے جھٹے سے دوسرے پانچ آدمیوں کی جان لے لی۔" جنت بولا۔ "بنو مان! اگر  
 کس کو قتل ہوئے دے، پھر دیکھنا میں ان چاروں کا کیسے سٹایا کرتا ہوں۔"

"نکلیں یا راتوں اس لڑائی میں مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھا؟ گھر میں اس کا ہمیشہ افسوس رہے  
 گا۔ آئندہ بھی اُنکی ایسے موقعوں پر مجھے ساتھ بھولنا۔" بنو مان بولا۔

"وقت آئے دے، وہ دیکھ لے گا۔" جنت بولا۔ "بنو مان! ہمیں سے کچھ رقم کا بندوبست  
 ملتا ہو جوتا! میرا مطلب ہے کہ میں باقی صاف کر لیے ہیں۔ نتیجے تو معلوم ہے پولیس اور عدالت  
 کے جیکر میں اب رقم کی ضرورت پڑے گی۔"

لیکن بنو مان بولا۔ "ابھی کچھ دن پہلے ہم نے جو چوری کی تھی جنت! اس سلسلے میں ابھی تک  
 میں پولیس کی نظر میں ہوں اس لئے رقم کا کوئی اور طریقہ سوچنا ہوں۔ تو گھر جا! میں کل بج تیرے  
 گھر آؤں گا۔"

جنت بنو مان سے مل کر گھر پہنچا تو اُس دروازے پر نظر ہی نہاے بیٹھی تھی۔ اُس کا چہرہ سستا ہو  
 تھا۔ اُنکلیں لال ہو رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے بدلتی ہوئی جنت نے اچانکی ہی نگاہ گھر پر ڈالی اور  
 سمجھ گیا کہ ماں گھر میں اس وقت اکیلی ہے۔ اُس نے پھر گھبرائیں گے ماں کو دیکھا وہ جانے کیوں  
 ماں کے سامنے خود کو بزم سمجھ رہا تھا۔ پھر ایک مرتبہ ہمت کر کے اُس نے بات شروع کرنے کے لئے  
 پوچھ ہی لیا۔ "ماں! اب پھر میں نہیں گیا کیا؟"

ماں نے اپنی حالت کو سنہالا اور آواز کے ڈھکے چھپاتے ہوئے بولی۔ "باپ قاتلیدار کے پاس  
 گھر۔ یاد رکھئے گئے ہیں۔ اُس نے تجھے بری کر دیا ہے اس لئے۔"

ماں کا سچا بوس کر جنت خاموش ہو گیا۔ جنت کی ماں اس دشمنی سے شک آچکی تھی۔ آج پھر

دیکھ کر ہومان جلدی سے بولا۔ ”دیکھ جگت! کچھ بولنا مت۔ تجھے ابھی پیسوں کی ضرورت ہے۔ سے کچھ نہ کچھ کام تو بھل ہی جائے گا۔“

”حجت نے تذبذب سے کہا۔

تو اسے احسان بھتا ہے؟ پھر تو میں بھی یہی سمجھوں گا کہ یاری کوئی چیز نہیں۔ تو جو مجھے تھا۔  
پر چھڑانے آیا تھا وہ بھی احسان ہی کرنے آیا ہو گا؟" ہنومان نے کہا۔

جنت ہے اپنی۔ جی ہونی نظریں انھیں تو سامنے سے اُسے ہاں آتی ہوئی نظر آئی۔ اُس جلدی سے وہ پوٹلی جیب میں رکھ لی کہ کہیں ہاں نہ دیکھ لے۔ ہنومان نے جنت کی ہاں کو سلام کیا۔  
”سلام جا جی!“

حکمت کی ماں ہنومان کے سلام کا جواب دیتی ہوئی گھر میں چلی گئی۔ اندر جا کر اس نے جگت بھی اندر آنے کو کہا۔ حکمت ہنومان کو دین چھوڑ کر ماں کی آواز پر اندر چلا گیا۔ ماں نے حکمت کو قہر سے ڈاکر ایک رومال میں بندھی ہوئی کچھ چیزیں فوس کی طرف بڑھا کر اور بولی۔

وہ دیکھ کر دروازے میں لڑکھا کر آگیا۔ "جیسے ہے جیسو ہے۔"

وہ دکان نام کر بکت چوک گیا اور دو سال کے بونے فوراً سمجھ کر چلا گیا۔ وہاں جا کر جس وقت سے وہ مال کھولا تو اس میں بکت کے دو بچے ہوئے جو پورے گھر اور گھر کے ساتھ ایک خوبصورت دروہ سے گھلے ہوئے تھے۔ بکت اپنا مانا اس وقت اٹھانے کا کر پڑا ضرورت پوری کر لیا اور دقت کے کا تو اس سے بھی بھاری تختہ لڑائی کی۔

جکت نے ویرو کا خط پڑھا تو اُسے ویرو پر ڈھیروں پیار آ گیا۔ اُس نے ایک نظر کنگن پر ڈالی اور

”دور سے چلا گیا۔ سرپرست اس کی مجلسِ شادی کی خبر کو اس کی ضرورت کا کہنے سے چلا گیا۔ بات یہ تھی کہ جس دن پندرہ ہوا، اس بات و برے نے اتفاقاً اپنے سہارا اور کھنکس کی باتیں کر لی جو درودِ نوسے چھپ کر کر رہے تھے۔ سو اُن کو کبہہ ہوا تھا۔ ”روپیہ طے ہے کتنا ہی خرچ ہو سکے گا۔ ہمیشہ کھانا کو تو میں چھڑا دینا لیتا ہے۔“ مزاح آئے گا کعبہ بنارہے تو کہ اندر گناچ سال کا کھڑی ہو جائے گا۔ اس لئے کہ کعبہ کے باپ کے پاس دو بیٹے زمین اور مکان کے سوا اور کیا؟“

مومن تو یہ بات گز رہا تھا مگر لکھن کو اندر ہی اندر کچھ اور ہی بات کھائے جارہی تھی۔ وہ بولا۔

”بھرا! اب میں محبت پر اکیلا نہیں سوؤں گا۔ میرا بستر بھی تم دونوں میاں بیوی اپنے ساتھ ہی رہے میں لگوا لو۔“

مومن ننگہ یہ بات سن کر چوٹا مگر پھر خود ہی ایک تجویز پیش کی۔ "ایسا کریں گے کہ میں اور تو کمرے میں سو جائیں گے، تیری بھابی الگ سو جا کرے گی۔"

دیرو نے میاں کے منہ سے بڑولی کی یہ بات سنی تو اس کا دل نفرت سے اڑ بھر گیا۔ اس کے وہاں یہ ہٹ گئی چپاں اب تک کھڑی باتیں سن رہی تھی۔ مومن سنگھ کمرے میں آتا تو ورود

”میرے اور لکھن کے لئے بستر ایک کرے میں لگا دیتا۔“

دیروٹے میاں کے منہ سے بات سنی تو حیران ہو کر بولی۔ "اور مجھے اکیلا چھوڑ دو گے؟"

یوں... مجھے اکیلے سونے میں اعتراض ہے؟“  
ویرو نے بڑی ادا سے کہا۔ ”مجھے تمہارے بغیر نیند کیسے آئے گی؟“

یوڑے میں وہیں ٹکے نہ جہان ہوئی کہ منہ سے ایسی بات کی تو بہت خوش ہوا اور دل ہی دل  
 کیا ہوا۔ اب آپ آتی جاری ہے سیرے راستے پر۔ دروازہ تک بڑی لگاوت سے مایاں کو دیکھ کر غی  
 می۔ آخر وہاں ٹکے نہ بھی پیا ہجرے لچے میں کہا۔ ”ویرا! یہں کچھ دن کی بات ہے، مگر ہم لوگ  
 ماتھ ہوں گے۔“

”جو حکم سردار ادا دینے خند چربی مجھے اکیلے نہیں آئے گی۔“ دوزو نے آنکھیں میچے ہوئے کہا۔  
 توہن کنگہ پی سی سے ایسے جھلے سن کر پھولا نہیں سارا تھا۔ جاتے جاتے اُس نے دیر دو کو ذرا قریب کیا  
 تو بیرونی بڑے پیاہرے لہجہ میں فرمائش کی۔

”کل ج سنت بابا کے درجن کو جاؤں گی۔ مجھے تھوڑے سے پھول منگوا دینا تاکہ بابا کو ہار پہنا کر ڈعاماں گے سکوں۔ منگوا دو گے؟“

مبہن نے یو کی کے پیاز بھرے لمبے سے متاثر ہو کر کہا۔ ”ہاں، ہاں۔۔۔ معی سنگواؤں کا۔۔۔  
مبہنوں کے لئے کیوں پریشان ہو رہی ہے؟“ یہ بات کہہ کر مبہن جتنے کمرے سے نکلے گا اور پھر یاد  
لا گیا۔ ”وہ پروکرا اندر سے بند کرنا نہ بھولنا۔“

بڑے بھائی کی آواز لیکن نے سنی اور ساتھ ساتھ دوشمرو بھی کان میں پڑا جو مومن منگھنے سے ہرگز بدیا تھا۔ یہ حضور بہت آکر کیا کیا؟ آخر یہ دیکھو کہ اور کیا جانتے تھے۔ کہ اندر سے بندہ کرنے والی بات نہ کرو وہی غرض ہو گئی۔ اُس نے ذرا سی دیر بعد دوازہ اندر سے بندہ کر دیا۔ پہلے وہ کچھ دیر بیٹھ رہا، پھر اُس نے چمپانے ہوئے لیکن اور انگوٹھی نکالی۔ میاں کی حساب کھینے والی کا پی اور پھل کی بجائے کوئی کھانسی اور پانی پینا کر دیا۔ میں باندھ لی۔ پھر یہ سوچتے ہوئے سو گئی کہ جیہ دیو جال کی طرح ماس کی سی ہرگز نہ دے گا۔

جنت نے دیر کی بھی چار پانچ مرتبہ پڑی لیکن ہمیں دل نہ ہمارا آج سے پہلے اس سے نہ پتہ  
 نہیں تھا کہ درگاہِ رحمت کی جگہ ہے۔ وہ خوشی بخین ہمارا جہاں میں پڑھا تھا لیکن اب تک سب  
 مول کا چھٹا۔ اے ہمیں خیال آئے لاکھ کروڑوں کی ذبات اور ہوشیاری سے زہرات ماں  
 کے ہاتھ جو کراہ کر آیا تھا۔ اس خاتون کے آئے کی جنت تیری ہے مجھے آؤ گے بارہ پانچ۔ جنو مان اب  
 انتظار کر رہا تھا۔ جنت نے جاتی ہی جنو مان سے

”تیرے جیسے کا حال بھاننے کی ابھی ضرورت نہیں ہے، یوں! انیسے تجھے میرا ایک اوزم کا سا ہوگا۔“ یہ کہہ کر اُس نے زوال میں بند ہوئے اوزم اورنگی یوں جان طرف بڑھاوے۔ یوں! انیسے کچھ کر بیٹھے لا دے۔ تھے ڈرا جان جو حکم کا کام لیکن چوری کا مال خریدنے کے قابل نہ تھے۔ مارتوں کے ساتھ روئے واپس ہو گئے۔ ..... اوزم کا گڑس کے کم اوزم کا پانچ ڈور جا کر اسی کا سودا کر اوزم خوش کرنا وہ ضرور تھے سامنے ہی گھر ڈالیں۔

بہگن ہاتھ تازہ ہوا شام اب پیاسی مٹی کی سوندھی سوندھی مہک بھی شامل ہوگئی تھی۔

موسم کی پہلی بارش ہوا اور پنجاب کے دیہات خاموش رہیں ان کمکات میں سے ہے۔ سب بارش کی آمد کا انتظار کرتے ہیں۔ پانی پرنے کی دیر بھی تک دھڑنگ بنے گیوں میں شور مچاتے بارش میں لہانے نکل آئے۔ سبائیں بچوں پر جا کر چند دھنوں سے بائیں کرتے ہوئے سمرات کا مزہ لے رہی تھیں۔ لیکن دیو اس وقت بھی جا رہی تھی کہ قیدی تھیں۔ کھلے کھن کو آج صبح ہی وضاحت دیا گیا تھا۔ جوت پر جانے والے دروازے پر تالا لگا تھا۔ ہر سال بارش کے دنوں میں دیر دھت پر ہوتی اور اُس وقت تک نہائی دیتی جب تک انگ انگ نہ بیگم جاتا۔ جب تک موسم جواب نہ دے جاتا۔ گھر اس سال جب بارش آئی تو بیس چار ماہی مار دیا گیا۔..... ان پر دیکھیں جوت پر تھیں اور دیر دھت کسم اور بارہ سے کن کے ساتھ جوت کے بیچے۔

موسم کسم ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ دیر دھت بھی موسم کی پہلی بارش میں مر دیا گیا کرتے ہیں اور اُس کا مایا بھی دوسروں سے مختلف نہیں تھا۔ موسمن کسم اس وقت دوسرے کسانوں کے ساتھ لال بری کے حڑے سے لہا تھا۔ بارش کے آواز دیکھ کر جب موسمن کسم کھنوں سے پٹلے لگا تو اُس نے کھن سے کہا تھا۔ "میں خام کو مگر کھنچ جاؤ گا تو مارا کا مہنگا کمرہ آ جاتا۔"

موسمن کسم چلا گیا کھن کسم کا دل بھی آج کل کام میں پکھڑا یا دھن نہیں لگا تھا۔ وہ جان گیا کہ اُسے موسم میں بھائی کہاں گیا ہے۔ پچھلے چند دنوں سے کھن کو میر کے جوان کسم کا خیال بھی پکھڑا دیا دے رہے لگا تھا۔ وہ کھلا کہ اُسے بار بھر سے "میں بھائی بھائی" کہہ کر پکارتا تھا کہ میر و اس سے کسی طرح خوش رہے۔ کسم بھی کھن کسم کے اُسے بھی زیادہ ہمدردیوں جاتا۔ وہ کہتا "تم فکر نہ کرو بھائی! میں بھائی سے کہہ کر کھن کسم کوٹھنے بھر نے کی پوری آزادی دلا دوں گا۔ کسم بھی ہمیں بھی انہوں کی نظر سے دیکھ لیا کرو!" "دیر دھن کی ہمدردیوں کا مطلب خوب جانتی تھی۔ دیو کی آنکھوں کے شیشے اُسے جلا جلا رہے تھیں کا دیکھنا دیو کو ایسا لگا جیسے وہ پکڑوں کے پار دیکھ رہا ہو۔ وہ اس سے دور ہی دور رہتی۔"

آج موسمن کسم جب کھن سے کہہ کر چلا گیا تو کھن کو موقع ہاتھ آیا۔ اُس کے جاتے ہی وہ بھی کھر کی طرف چلا۔ ذرا ہی دور گیا تھا کہ راتے میں پانی نے آیا۔ اُس کا سارا جسم بیگم۔ اُس کا سانس بکھڑا جیسے ہر دن کے ایک عموں میں آگ بھری گئی۔ وہ کسم اور میر چلے گیا۔ اب کسم سامنے نظر آ رہا تھا۔ دروازے سے پہنچ کر ایک تالا کھلا اور اندر چلا گیا۔ دیر دھن کی بھی کھن چل رہا پھوٹک رہی تھی۔ وہ کسم اور میر دیر دھن کی جلدی کرتے ہیں۔ کھن سے ایک نظر میر پر ڈالی اور وہ بے حسے کھن میں بولا۔ "کیوں بھائی..... کیا ہو رہا ہے؟" "دیر دھن جواب نہیں دیا۔ کھن نے خاموش جا کر میر کو پھر مخاطب کیا۔ "تم بھی کیا ہو بھائی! ہر دھت چل رہا ہوگئی دھت ہو۔ ذرا دیکھو! گاؤں کی خوشن چٹوں پر بارش کے حڑے لوٹ رہی ہیں اور تم بارہ پانی خانے میں بھی بیٹھی ہو۔"

دیر دھن کو تب ہو رہا تھا کہ دیو کو بھائی کا آنا خیال کہ ہے ہوئے لگا؟ وہ سوچ رہی تھی کہ کسم پھر بولا۔ "مکرماس میں تمہارا بھی ایک قصور بھائی! کسم میں ہر طرف تو تالے پڑے ہیں مگر تم کیا کر رہی تھیں؟" "خود میر اس کی تمہارا ہے لئے جوت کا تالا کھولے دیتا ہوں۔"

جنومان، بجت کی بات سن کر کھن بولا۔ "تجھے یہ سب سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے اُٹنے ہاتھ کا کام ہے۔" "تجھے ہوتے جنومان نے سر سے پکڑی کھولی۔ اپنے اور بجت۔ ذرا اُس میں ہاتھ اندر شام سے پہلے واپس آنے کا وعدہ کر کے چل دیا۔

مقدمہ سوا سینے تک چل رہا۔ پھر نقین انصاف کے پلڑے اپنی اپنی طرف بھاگنے کے لئے پورا دروازہ کھولے ہوئے تھے۔ بجت کا بھی اپنے تمام تعلقات اور ہوا جو یہ چاہتے تھے۔ کھن۔ اس کے ساتھ ساتھ پیر بھی پانی کی طرح بہتا رہا اور آخر کار وہی ہوا جو یہ چاہتے تھے۔ کھن۔ الزامات سے سب بری کر دینے کسم کے لئے کہ پولیس کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکی۔ یعنی شاید بھی ملے وہ سب کے سب خود اس بلوے میں شریک تھے۔ پھر متحمل کی ایک کھن کا خانانہ کے لوگ؟ نہیں تھے اس لئے یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ کس نے کس کو مارا؟ جبکہ میرنے والوں سے نہ جگر کھن کی دشمنی نہ موسمن کسم کی۔ اور اس خوش فہم ڈرائے کو ایک بلوے کی شکل دے دی گئی اور اتنا بگاڑنے کے لئے اس الزام میں ہزارہ کھن کو سارا سال اور ام اور شام کو کھن کو قیدی کی سزا سنائی گئی۔ مقدمہ ختم ہو گیا کہ ہزارہ کی سزا سن کر بجت کا خون پھر کھنوں میں۔ اُسے اس بات پر غصہ زیادہ کہ وہ ان بھنوں کو اس کے ماموں سے سزا سنائی گئی۔ بجت کا خیال تھا کہ اگر ام اور شام بری لگے تو وہ عدالت سے ہار پھٹے ہیں صاحب چچا کے اُسے اپنے فیصلے سے ان کی ساری آرزوؤں پانی پکھڑا دیا۔ یہ بائیں سوچ کر بجت کا خون پڑنے لگا۔ یہ خیال آیا کہ اب کسم میں بھی ہاتھ پڑ لوں گا۔ اب ایک کا ہو جا چار کا زیادہ سے زیادہ سزا تو چاہی ہی ہے۔ پھر ایک ساتھ ہی ان سب اور ام حساب پورا کر دیا جائے گا۔ اگر قدرت کو کوٹھنے اور انتظار کرنا مقصود ہے تو یہ بھی کسم کی بائیں سوچ سوچ کر بجت خود کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوا کسم اُسے لگا تھا کہ اگر ام اور سوچ چار تو ان کے دماغ کی دھنیں جھٹ جائیں گی۔ اسی ہے جتنی میں اُس نے ناگہی دی ہوئی پیاری کھنوں "ماک" کو تھپا دیا اور سوار ہو کر اپنا لگا دی۔ ماک آن کی آن میں ہوا سے بائیں کرنے لگی۔

بجت سے پیار کر رہی تھی، اُس کا ایک ایک اشارہ پہنچا کرتی تھی۔ وہ پھر کا دھت تھا کمران روز کی طمر کر رہی کی شدت نہیں کسم کی کھنوں پر پیٹنے بیٹھے بجت نے آج ان کی طرف دیکھا۔ ماک کی طرح آج آسان پر بارش بھی دھڑ رہے تھے۔ دھنوں کی اپنی منزل سے ہٹا نہ تھیں۔ کسم اور میر چلے جاتے کہ کھن جاتا ہے۔ ماک دھن کی رہی۔ اب بجت کو کھن میں کھن کھن ہونے لگی۔ کھن اور میر چلے جاتے کہ کھن استقبال کے لئے تیار تھے۔ زمین کی ذہول اڑ اڑ کر بادلوں سے ہٹتا رہا ہونے کو ہے جتنیں کسم ذہول آؤنی تو جڑ بھی جھوم جھوم کر گلے سے لٹکتے۔ موسم خوشگوار ہو گیا تھا۔ ایسے میں بجت کے دل میں ٹپک دیو کی یاد سے انگڑائی لی۔ اُسے لگا جیسے میں دل غمگر جانے گا۔ بجت نے میری سے ماک کی لگم کھن اور اسے واپس موڑ لیا۔ میر دھن کھنوں کی کسم سے کسم بھی واسطے لے کر گئی۔ بجت نے ماک کی چٹنی پینے کو چاہا اور بولا۔ "چل! کھر کی طرف چل۔"

ماک نے بجت کی آواز سن لی، کان کھڑے کئے اور چل دی۔ ابھی چند کھیت ہی پار کئے ہوں گے کہ بادلوں پڑے۔ پھر بادلی ابھی کھن کی بجت کو نہیں چلا۔ اُسے تو اُس وقت ہوش آیا جب مولا اصرار بائیں ہونے لگی۔ ماک سر جھکانے بھاگی جا رہی تھی۔ بجت دیو کی واپس ماک بائیں مٹ



”تمہارے بھائی نے۔“ ویرو نے اُس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔  
”وہ اتنی جلدی گھر کسے آگیا؟“

”اُمی سے پوچھ لو۔“ مومن نگہ بندی کا جہل من کر کر سے میں کیا تو کس دن دوں گا  
 جیت بکڑ سے چار پائی پر ہاتھ اٹھا۔ اس سے پہلے کہ مومن بچہ کو دیکھ سکن سے خود ہی سنائی دے  
 جیت میں بڑے درد کا دور دورہ تھا اس لئے چلا آیا ابھی اُمی آیا ہوں۔“  
 دروید نے کڑھائی تو بہت کھو ہو کر کچھ نہیں۔ پھر کچھ دل میں دل میں کہنے لگی۔ ”ابھی تو  
 لات پڑی ہے۔“ دوسری بھی پڑ جاتی تو خون کی تے کرنے لگتا۔ آیا تھا یا بھی پر ہاتھ ڈالنے  
 ذات کہیں کا۔“

مکین کے محلے اب بھی ویروے کے دل میں طوفان جگمگاتے ہوئے تھے اور دوسری طرف طوفان جگمگاتے دل میں بھی تھا۔ انتقام لینے میں جو تاخیر ہو رہی تھی اس سے وہ بے چین تھے۔  
 کے الفاظ اب بھی اُس کے دماغ پر روتھوڑے چلا رہے تھے۔ لیکن کج گت پر اترا ہوا اُن کی توجہ گھوسا نکلتے کے لئے بہت دیر لگتی تھی۔ لیکن جانے نہایت تھی ورنہ جب بھی جگمگاتے کے سامنے  
 دو اپنا راز احمد پرچھول جاتا۔ اُسے محسوس ہوتا کہ اس کی آنکھوں میں اترا ہوا خون ویروے کے آگے  
 گھس رہا تھا۔ چپ گیا ہے۔ جگمگاتے اندر تک سے شریف اور سید احمد صابو جاتا۔ اُن کی اس کڑوا  
 جگمگاتے کے کھانسی کے شاید ویروے کے سامنے اب وہ سخت لمبے میں نہایت بھی نہیں کر پاتا ہے۔

[illegible][illegible]

جگت نے ہومان کی بات کو مختصراً جواب دیا۔ "اسی کوئی بات نہیں ہے ہومان!" یہ کہ جگت دیا پر ہلکے ہوئے ایک پوسٹر کو کھوہ دیکھنے لگا۔ ہومان کی نظریں بھی جگت کی نظروں پر چھا کر ہوئی پوسٹر پر تھیں۔ پوسٹر میں ایک جوان فوجی دردی ہے، بددق ہاتھ میں لے کے تھا۔ اس کے پیچھے تھا۔ "فوج میں جہنمی صلی ہوئی ہے۔"

ہومان نے پوسٹر سے نظریں ہٹاتے ہوئے جگت سے پوچھا۔ ”کیوں دیکھ رہا ہے ایسے؟“  
فوجی بننے کا ارادہ کر لیا ہے؟ یاد ہے تجھے پولیس انسپکٹر نے بھی ایک دفعہ پولیس میں بھرتی ہونے



ہلکا دیوار کے پاس چڑے اینٹوں کے ڈھیر پر پاؤں رکھا اور جکت کی گرفت ڈانگ میں لگی رہی جی پر  
 حرکت ہو گئی۔ اس نے سانس روک لیا کہ نہیں سانس کی آواز سن کر نہیں چونکا نہ ہو جائے۔ دم،  
 غم، گناہ اور خواب ان سب باتوں سے بھرت اس وقت بے بہرہ تھا۔ اسے اگر کچھ یاد تھا تو صرف  
 قتل، بدلہ اور انتقام۔ لیکن اینٹوں کے ڈھیر سے اتر کر دیوار کے قریب آیا ہی تھا کہ جکت نے  
 اپنے پاؤں سے اڑا لیا تھا۔ لیکن جکت کے پاؤں سے اٹھ کر ایسے گرا کہ ہاتھ سے لوٹا اور لاشی  
 اڑوں پھوٹ گئے۔ وہ یہ سمجھ کر غصہ کر گئی کہ اچھا میرے کو گالیاں دے رہا تھا اور اٹھنے کی کوشش کر رہی  
 کوئی کو کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ لیکن پھر اٹ گیا۔ اس نے دیکھا ایک شخص ہاتھ میں  
 رہی ہے اس کے سینے پر سوار ہے۔ لیکن کے ہوش اڑ گئے۔ وہ جینے کے لئے نہ کھول رہی رہا تھا  
 کو جکت نے تیزی سے اپنا ایک پاؤں لیکن کے منہ میں مسکرایا۔ اس کے جوتے نے لیکن کی  
 زبان سے نکلا سے آزاد کیے۔ وہ بڑا کھر جکت نے ایک مرتبہ پھر پاؤں پر زور دے کر لیکن کا منہ پیسے  
 کلا جیسے وہ سانپ کا منہ ہو اور بولا۔

”سارے، حمای، کچا تو نے اسی زبان سے کہا تھا کہ میں نے تیری بھابی کو خراب کیا  
 ہے۔۔۔۔۔ آج میں اس زبان کو اس قاتل ہی نہ رکھوں گا کہ پھر کوئی لفظ اس سے نکل سکے۔ جہاں کا  
 زور ہو رو کو کھانے کا تھا کہ؟“

لیکن نے جکت کی آواز سننے ہی اس طرح ہاتھ جوڑے جیسے کہہ رہا ہو۔ ”جکت! اس مرتبہ چھوڑ  
 دے۔۔۔۔۔ پھر بھی ایسی ٹھٹھی نہیں ہوگی۔“

مگر اسی دہری میں جکت نے رہی قول لیکن کے سینے میں پر دوئی۔ لیکن خراب۔ دونوں ہاتھوں  
 سے رہی پکڑ لی مگر رہی اپنا کام کر رہی تھی۔ جکت نے اسے زور دیا اور رہی کو تھپا ڈالا کہ  
 کے اوپر کھینچا تو رہی چپن کو ناف سے سینے تک چرتی ہوئی باہر آ گئی۔ ساتھ ہی خون کا ایک ڈاڑھ سا  
 لگا۔ اور لیکن آن کی آن میں ششہا ہو گیا۔

جکت نے اپنا غیر لیکن کے منہ سے کھج کر باہر نکالا۔ کچھ اور اینٹوں کے درمیان پڑی لاش پر  
 غرت سے نظر ڈالا اور منہ پر ٹھوکتے ہوئے بولا۔ ”اب جیسا اس وقت تک جینے سے نہیں بیٹھے گا جب  
 تک تیرے بھائیوں کا بھی حشر نہیں سہا نہ کر لے۔“ یہ کہہ کر جکت نے اپنی خون کاٹور رہی کو لیکن  
 کے کپڑوں سے صاف کیا۔ تیزی سے باک کے پاس آیا اور اسے کھول کر اچھیرے میں شام ہو گیا۔  
 ٹھوڑی دیر تک باک کی ناچیں سنائی دیں اور پھر دم ہوئی نہیں۔ ٹھوڑی کا اٹھتے ہوئے ہر قدم  
 کے ساتھ جکت اپنے گھر گاؤں، لنگی، نہایتیوں، چادر اور انتقام سب کو پیچھے چھوڑے جا رہا تھا اور زور  
 نہیں کئے رو رہے تھے۔

اڑ جاتی۔ آخر آکر اس نے لیکن سے کہا۔ ”جا لکھنے! پیٹ میں دیر ہو تو آٹھ کے جنگل ہو۔  
 لیکن نے موہن گھٹ کا مشورہ تو لیا مگر بہت سی رات اسے اور ڈرائے دے دی تھی تو  
 اس نے سوچا گاؤں سنسان پڑا ہوگا۔ اس وقت تو شاید آوارہ نہ بھی پانی سے بچنے کے لئے جو  
 آڑی ہوگی وہیں چھپ کر بچے ہوں گے۔ اسے بہتر پر پڑے ہوئے بھی باہر کے ستانے۔  
 ہول سا آنے لگا اور پھر آکر اس نے چادر اپنے اوپر کھینچی لی۔ ٹھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ پھر آ  
 مرتبہ اس کے پیٹ میں بڑی زور کی تیر سی آگئی اور پوری کوشش کے باوجود بھی لیکن کے منہ  
 کا نکل گئی۔ اس نے ٹھیکہ اپنے پیٹ کے نیچے پایا اور پوری کوشش کے لیکن کو ڈانگا کہ جب اتنی  
 بڑے جا رہا تھا۔ آخر مومن کیلئے پہلے پیادے اور پھر تھی سے لیکن کو ڈانگا کہ جب اتنی  
 تکلیف سے پھر کہنا کیوں نہیں مانا؟ مہائی کی ڈانٹ سن کر ایک مرتبہ تو لیکن کا دل چاہا کہ بڑے  
 مہائی کو کچا کھا دے کہ پیٹ میں دیر نہ لات ماری تھی تکلیف اس کی ہے اور کوئی بات نہیں۔  
 پھر اس نے سوچا کہ اس کے بعد جو حال پڑ جائیگا اس سے زیادہ تکلیف دہ ہوگا۔  
 چپ چاپ آٹھواریہ کو کر کہ ”میں زیادہ زور نہیں جاؤں گا، بیچو دھڑلکا ہے۔“ پھر جانے لگا۔ موہن  
 گھٹ نے لیکن کو دیکھا اس نے ایک ہاتھ میں ڈانگا آٹھواریہ سے کہا۔ ”لیکن! اگلیں  
 ڈانگ بھی لے لے، تاکہ کچھ میں پھسل نہ جائے۔“

لیکن نے موہن گھٹ کی بات سن لی اور چپ چاپ لائیں اور ڈانگ آٹھواریہ کو زور دیا کہ ہر کھل  
 گیا۔ وہ ابھی چند قدم ہی آگیا تھا کہ گاؤں کا سانڈ کچھ کر گزریا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ زیادہ  
 زور نہیں جائے گا۔ کس سامنے بیڑوں کے پاس جو کرنا ہوا مکان سے کسی کی دیوار کے پاس جانا  
 جاؤں گا۔ وہ یہ سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ ایک تھوڑے جگہ سے ایک جھوٹے گھر کے لائیں گھر  
 ہوئی۔ اس نے چاہا کہ واپس ہو جائے مگر پیٹ میں گڑ بڑاتی تھی کہ واپس جانا اور ڈھڑلکا گئے لگا  
 بھی ہوئی لائیں اس نے قریب کے بیڑے کے نیچے رکھ دی تاکہ واپس میں لے جا سکے۔

سنسان راستہ ہو کر سرسراہٹ اور بیڑوں کے شور چلتے رہے ماحول کو اور خوف کا بیٹا  
 ہوئے تھے۔ لیکن کا دل نہ زور سے دھڑکا رہا تھا بھی وہ سامنے کے گھنڈہ کھینچنے کے لئے تھے  
 تیز قدم اٹھانے لگا۔ کچے راستے کی ٹٹلی نے بائیں کے بعد کچھ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ آوے تھے  
 نیچے راستہ پر ٹھوڑا ٹھوڑا پانی موجود تھا۔ لیکن کے تیز تھپنے سے ایک خاص قسم کی آواز پیدا ہوئی  
 تھی۔ وہ جب بھی ایک ایک کچھڑے نکال کر دوسرا لیتا اس کے قدم اور کچھڑوں کی آواز  
 پیدا کرتے جیسے انسان افسوس کے مھکوں پر اپنی زبان تالو سے ٹکراتی افسوس کی آواز پیدا کیا کرتے  
 ہیں۔ ”چہ چہ۔۔۔۔۔ لیکن آگے بڑھ گیا۔“

وہ نہیں جانتا تھا کہ اسی گھنڈہ میں اس کی موت چھپی بیٹھی ہے۔ گھنڈہ کو ایک دیوار سے چپکا ہوا  
 چکا اپنی ڈانگ میں لگی ہوئی رہی تو لیکن کا ہنجر تھا۔ اپنی ٹھوڑی باک کو وہ اس گھنڈہ کے دوسری  
 طرف بیڑوں کے نیچے باندھ آیا تھا تاکہ لیکن کی نظر باک پر نہ پڑ جائے۔ جوں جوں لیکن کے  
 قدموں کی ”چھپ چھپ“ قریب آ رہی تھی جکت کی رکوں میں ڈونڈا خون انتقام کے جلتے ہوئے  
 زخموں کی بخش سے کھول کر جکت کے جسم کی شریاؤں سے باہر نکل جانا چاہتا تھا لیکن نے گھنڈہ کی

اور بات اس کے ہونوں تک آ کر لوٹ جاتی۔

اسے میں تیز ہوا کی سرسراہٹ کے ساتھ باہر سے ایسی آواز آتی جیسے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا ہو۔ مومن کا سامنا مزہ کر کر رہا ہو گیا۔ اس نے گلی دیتے ہوئے کہا۔ "ہوں..... یہ خوف اتنی جلدی آ گیا۔ میںیں کہیں قریب ہی بیٹھ گیا ہو گا ذرا پوک۔"

دیر کو چھوڑ کر وہ پیر جیتر ہوا دروازہ کھولنے چلا گیا مگر دروازے پر کوئی بھی نہ تھا۔ اس نے فائین آٹا کر ادرہ ادرہ دیکھا اور دوڑ تک گپ اندھرا دیکھ کر اس کا بدن خوف سے کاٹ گیا۔ اسے میں ہوا کا ایک اور جھونکا آیا، اس نے دروازے سے پھر زور سے گمراہے۔ پہلے وہ چونکا مگر پھر خود ہی اس کی کچھ میں آ گیا کہ دروازے پر کسی نے دنگ نہیں دی تھی بلکہ تیز ہوا سے دروازے آجس میں ٹھکر کر شور مچا رہے تھے۔ اب اسے احساس ہوا کہ مومن کو کیوں اٹھایا جانے دیا۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ باڈل گرے، بجلی بجی اور بارش پھر ٹوٹ پڑی۔ پانی سے بچنے کے لئے مومن جلدی سے کمرے میں چلا گیا۔

کافی وقت گزرنے کے باوجود نہ بارش تھی اور نہ دنگس واپس آ یا تو مومن کو فکر ہوئی۔ اس نے دروازہ کھولا۔ ہاتھ میں فائین تھامی اور سر رات کا گلا اڑال کر دو باؤں باہر نکلے۔ قریب میں رہنے

تکس کے کمرے سے باہر نکلتے ہی بڑے بھائی مومن تکس نے مومن کا دروازہ اندر سے بند کر دیا اور دوسرے کمرے کے بند دروازے کو کھڑک دیکھا۔ اسے خیال آیا اس وقت تھوٹی سے قائمہ آٹھانے کا موقع ہے۔ وہ دروازہ کمرے میں آگیا تکس جاک رہی تھی اور مومن کی اس گلیا حرکت پر اب تک بے چین تھی۔ وہ جتنا سوچی سکی میاں اور بدعاش کو یوروں کے لئے ہر پیرے اس کے دل میں نفرت پرستی ہی جاتی۔ آج اسی بجٹ نے مومن کو مقرر کر کے اس کی عزت بھائی تھی جسے میاں اپنا دشمن جانتا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ یہ بات کسی سے کہہ نہیں سکتی تھی۔ کتنے کہنے ہیں یہ لوگ جو جھٹک پر دکاری کا الزام لگاتے ہیں اور خود دکاری کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے سوچا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ وہ کون سا فائدہ کرے گا کہ وہ بہتر ہے کہ بھارت کر کے اپنے من چاہے مگر وہاں کر لوں۔ وہ وہ کڑھ کڑھ کر بیٹھے یا خود کھٹی کرنے کی قائل نہ تھی۔ اس نے سوچا بجٹ سے مل کر مومن کو روک کر کیا وہ اسے اپنانے کے لئے تیار ہے؟ مگر یہ سوچتے ہی وہ کو جھٹک کی ماں یاد آئی۔ وہ دیکھتے تو بہت جانتی تھی۔ لیکن کیا بھلور بھونکے قبول کرے گی؟ ماں نے ایک بار کہا تھا بجٹ کے لئے لڑکی پسند کر لی تھی۔ یہ چندن کو نام ہے۔ تو اب اسے وہ مقام کیسے مل سکتا ہے؟ وہ چندن کو کہہ سکتا ہے کہ یہ جھن جھن سکتی ہے؟ پھر بجٹ اس کا اتنا خیال کیوں کرتا ہے؟ کیا چندن کو بجٹ کو پسند نہ ہو..... وہ وہ کادل اس کے دماغ پر ایسے ہی سوالات کے تھوڑے چلا رہا تھا کہ دروازے پر دستک کے ساتھ میاں کی آواز آئی۔ "دو ما جلدی سے دروازہ کھولا۔"

وہ وہ جھٹک گئی۔ اس نے آٹھ کر دروازہ کھولا۔ مومن تکس کی آنکھوں میں شرارت نظر آ رہی تھی۔ "تکس زور بھر رہا ہے۔ میں نے سوچا موقع ہے، کتنے دن ہو گئے تھارے بدن کا قریب نہیں ملا۔" یہ کہہ کر مومن نے دیر کا ہاتھ بھڑکایا مگر وہ نے فوراً ہاتھ چھڑایا اور دوڑ بھٹ گئی۔ "یہ وقت ڈھنچے اور مٹانے کا نہیں ہے جانی۔ وہ آٹھ کا پٹھا ابھی واپس آ جائے گا۔" مومن تکس نے بالکل بازاری لہجے میں کہا۔

دیر کو بہت غصہ آیا۔ اس نے سوچا صاف صاف کہہ دوں کہ "تھو سے کوڑھنا اور مٹا کر آتھ میں رکھا ہی کیا ہے۔ ابھی بس دو ہی منٹ میں....." لیکن بڑھ کھوٹ میاں کو کھنڈ دینے سے کیا حاصل؟ یہ سوچ کر بات بدلتے ہوئے بولی۔ "مگر میں جھان جھان دیوہ ہیں ان کی شادیاں کرنے کی فکر کرو۔ میں ابھی مگر کام کرتے کرتے ٹھک جاتی ہوں۔"

مومن نے دیر کی چندہ سہلائی اور پہلے پہلے دانت نکالتے ہوئے بولا۔ "اگر وہ تو جھیل میں ہیں۔ ان کی ابھی سے کیا فکر ہے۔ بھائی تھی ہے تو اپنی بات کریں۔!"  
اب دیر بھلا کیا بات کر لی۔ اس وقت میں وہ وہ کر کے تکس کی یہی حرکت یاد آئے تھی۔

دیر کا بولا۔

نہ وہ ایسے موسم میں

ہو ہاں ضرور لے جاتی۔ مگر

بچہ ہے۔

نہ بولہ دلتے رہے۔ علی الصبح گاؤں کا

ن میں ڈانٹا کے ہاں آئے۔ تب ڈانٹا کو تمام

تکس کو لک کر کے فرار ہو گیا ہے۔ پولیس نے

تکسین کہا چاڑا کہ کھوڑی کسی سوار کے بغیر دھرم پورا کی

ڈانٹا ہے کہا۔ "اس کا مطلب ہے اب ہمیں آپ کے نواسے کی

میں بہت سے لوگوں کے بہر جانے کی بھی اطلاع ملی ہے۔"

پولیس افسر نے جاتے ہوئے ۵۵ سے کہا: "اس کا مطلب ہے اب ہمیں آپ کے نواسے کی تلاش کرنی پڑے گی۔ طوقان میں بہت سے لوگوں کے بہہ جانے کی لمبی اطلاع ملی ہے۔"

پولیس افسر سے یہ بات سن کر ناگوار ہو کر آیا مگر وہ کچھ نہیں بولے۔ وہ اپنے اس کا دل کھدو تھا کہ میرا جگت اس طرح آسانی سے سر نہ والا نہیں ہے..... اچھی تو اسے اور تین دھنوں کو کھٹکاتے لگتا ہے۔

مگر دو پہر تک پورے گاؤں میں یہ بات پھیل گئی کہ کھن کو قتل کرنے کے بعد فرار ہو جاتے ہیں جگت ندی میں ڈوب گیا اور اب پولیس اس کی لاش تلاش کر رہی ہے۔ سو کھن کھ کے ہاں آنے والے بھی اس بات کا تذکرہ کرتے اور جہان بیٹے کی اس ناگہانی موت پر افسوس کر کے پلے جاتے۔

کھن کی موت کے بعد جب وہ بھی خاموش خاموش رہنے لگی تو لوگ یہ سمجھ کر پورے گاؤں کے لوگ نے اسے کم مکر دیا ہے۔ حالانکہ بات یہ بھی سب کا خیال تھا کہ جگت نے برائی دیکھی کی بنا پر کھن کو قتل کیا ہے۔ مگر وہ اس خیال سے بھی متفق نہ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جگت کو منکوم ہو گیا تھا کہ کھن نے وہ دیکھی عزت پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی اس لیے اس نے اسی رات کھن کا کام تمام کر دیا۔ یہ بات وہ کما سے کہہ نہ سکتی تھی۔ دل ہی دل میں کڑھ رہی تھی کہ جگت کو اپنی چھوٹی عمر میں کھرا چھوڑنا بڑا سب آخروں کا کیا کرے گا؟ اس کے ماں باپ کا کیا ہوگا؟ لیکن جب اس نے سنا کہ جگت ندی میں ڈوب گیا تو اس کی آنکھوں کے بندھی ٹوٹ گئے۔ آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ مگر اس کا دل اس بات کو ماننے نہ تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس نے جگت کو جو توبہ دیا ہے وہ اس کی حفاظت کرے گا۔

جگت کے گھر میں ادا ہوئی نے ڈیرے ڈال دیے تھے۔ کئی رات وہاں اقامت بھر دی کے لیے آئے اور ایک دن ایک جگت کے ناگوار کیا دیکھ کر وہ سب حیران رہ گئے۔ جس گھوڑی پر جگت فرار ہوا تھا، آہی پر ہزار ہو کر موچوں کو ڈھونڈتے ہوئے جگت کے ناچلے آئے تھے۔ گاؤں کے لوگ یہ دیکھ کر حیرانی سے ٹھٹھک گئے کہ جگت میں گھوڑی کو لے کر نکلا تھا وہ اس کے ہاتھ ساتھ تھی۔ موبن کھ کے گھر میں سب کو چپ دیکھ کر وہ ناراض ہونے لگے۔ آتے ہی انہوں نے کہا۔ "موت دھن کے گھر میں ہوئی، سوگ یہاں کیا.....؟ تم سارے کے سارے منہ لگائے کیوں بیٹھے ہیں؟"

"آپ تو جانتے ہی ہیں کہ کھن کے قتل کے سلسلے میں پولیس کو جگت پر شبہ ہے۔ کسی نے کہا۔ "نہ.....؟ نا نا زور سے بیٹے اور لوگ سمجھے کہ اچھی وہ پولیس کو گالیاں دیتے لگیں گے۔ مگر انہوں نے تجھ پر ختم کر کے کہا۔ "پولیس کو تو شبہ ہے نا، لیکن تجھے تو یقین ہے۔ میں تو سیدھا ٹھوکہ کہتا ہوں کہ جگت کے علاوہ کوئی اور یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔"

ڈرامہ کی خاموشی کے بعد ہر کسی نے کہا۔ "پولیس جگت کی لاش تلاش کر رہی ہے۔" کھنے والے کی بات سنانے پر اپنی کردار آواز سے کاٹ دی۔ "غیر دراز! ایسے الفاظ مت نہ نکالنا۔ پولیس میرے نواسے کی عمر کی کم نہیں کر سکتی۔"

پھر انہوں نے جگت کی ماں سے کہا۔ "بیٹی! تو کیوں روتی صورت بنائے بیٹی ہے۔ بھانجہ جانا کرب کے لیے لے آئے۔"

باپ کے یہ الفاظ سن کر بیٹی کو یقین سا ہونے لگا کہ اس کا بیٹا جگت مر چکا ہے۔ جگت کی پلا نے دالی بات اس کے بیٹے کو لگی۔ پھر بھی وہ بے دلی سے اٹھ گئی تو سنانے کہا۔ "اور ہاں..... آج ہی میں شکر دراز یادہ ڈالا۔ برابر دھن کے گھر میں جو تین ہو رہے ہیں ان کو سننے ہوئے کسی بیٹے کا حشرہ دیکھ کر مرنے کے لیے میں خاص طور پر ریتا آیا ہوں۔" نانا کی یہ بات سن کر جگت کی ماں کا دل دلی گیا۔ وہ سوچنے لگی اقامت کا جڈ بھانسان کو کتنا پیرو بتا دیتا ہے.....! وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جگت کے ہاتھ کے الفاظ ایک ہتھ کے اندر اندر لوگوں کو ج معلوم ہونے لگے۔ کیونکہ ندی سے یوں تو کئی لاشیں ملیں، لیکن ان میں جگت نہیں تھا۔ اب پولیس کو پھر سے جگت کو زندہ پکڑنے کے لیے ہوشیار رہنے کا کام سوار کر کے گئے۔

خان پور میں گھن، افسر سنبھا کی خیمہ میں حرام ہو گئیں۔ ریتا کے کردار کا اس نے فرانسفر کر دیا۔ سنبھا کا خیال تھا کہ اگر جگت زندہ ہے تو اسے کھرا دلوں کے لیے ضرور آئے گا۔ یہی سوچ کر اس نے جگت اور اس کے ہاتھ کے کھرا غنڈہ پولیس کے آڈی لگا دیے تھے۔ جیسے جیسے ان گزرتے گئے، سنبھا کی پریشانی بڑھتی گئی کیونکہ جگت کے اس طرح فرار ہوجانے سے پولیس کے نام کو ہندہ راجھا ایک دن ریتا سے ایک امید اپنا خیمہ کیا کہ کھن والے پہل کے گھر ہوئے دالی چوری کے سلسلے میں پولیس نے ایک شخص کو چوری کے ہاتھ کے ساتھ گرفتار کر لیا ہے۔ مگر نام کھن کھ ہے۔ مار پیٹ گئی تو اس نے اپنے دو اور ساتھیوں کے نام بھی بتائے ہیں۔ ایک نام جہان کھ اور دوسرا جگت کا ہے۔ یہ تینوں اس چوری میں شریک تھے۔ سنبھا نے یہ جہان کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ آپ آئیے تو مزید اقدام کیے جائیں گے..... جہان ایک کے نام پر چڑھ کر سنبھا پکڑا گیا۔ پھر خود ہی بولا۔ "اس کا مطلب ہے کہ وہ دونوں سے بھی اسے ہیں۔" جی اس روز جہان کو چھڑانے کے لیے جگت خود چل کر آ رہا تھا۔ میں اس وقت بیوقوف بن گیا مگر اب کے اسے سنبھا کھاؤں گا۔" یہ سوچ کر سنبھا فوراً ریتا بیٹھے کے لیے کھڑا ہوا۔

ریتا گاؤں کے حقانے میں سب ڈھپٹی پر حاضر تھے مگر پھر بھی سکوت سا چھایا ہوا تھا کہ اس خاموشی کو توڑی ہوئی ایک آواز سنانی دی۔ "جلدی بولی..... کہاں ہے جگت؟"

جہان کے گالوں پر یکے بعد دیگرے دو دروازے دھن رید کر گئے ہوئے پھر سنبھا پچھا۔ اس کی آنکھوں میں خون اترتا ہوا تھا۔ چہرہ زیادہ غصہ کی وجہ سے سب سا ہو گیا تھا اور آواز سنی جیسے کوئی چٹان قرعہ کی صوٹی کر رہا ہو۔ جہان کو جگت چپ تھا۔ اس کے دونوں طرف پولیس والے ڈھکے ہاتھ میں لے کر کھڑے تھے۔ جہان نے کھرا کھرا کھڑے ہر ایسے ہاتھ پیرا جیسے اس نے سنبھا کے گھروں کی گرد و گھاڑی ہو۔ سنبھا نے جہان کی یہ خاموشی اپنی برداشت نہ ہوئی اور اس نے اپنی تمام تر قوت نکال کر کہا کہ ایک زوردار کھ جہان کے پیٹ میں مارے ہوئے کہا۔ "آج میں تجھ سے سارے راز انکھار کر چھوڑ دوں گا۔"

"اوہ.....؟" جہان کے منہ سے صرف ایک لفظ نکل سکا۔ پھر وہ پیٹ کو دونوں ہاتھوں سے دبا کر دھرا ہو کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کے منہ سے جھجک جھجک ہوا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر سنبھا نے محسوس کیا کہ اس نے غلط جگہ پر زیادہ زور سے ننگا مار دیا ہے۔ پھر بھی اس کو اس بات پر افسوس ہو

سہما کے لئے جگت کی یہ ہمارا آگے کی ہوئی پریشان کن تھی۔ سارے علاقے کا کوئی نہیں ایسے جہاں ہمارے گھٹ کا کہیں پتہ نہ چل سکتا تھا اس آئندہ بھی اب اویں پر تھی کہ گھٹ ضرور بھی جگہ ڈاکو ڈالے گا یا چوری کرے گا اور اس طرح سامنے آ جائے گا۔ مگر نہ کر دے ہمارے تھے اور سہما کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ بار بار یہی سوال اُس کے سامنے آتا کہ آخر جگت کہاں کیا اور کون چھپ کر بیٹھا ہے؟ کافی سوچ بچار کے باوجود جگت سہما اس معرکہ کو حل نہ کر سکا مگر ایک بات جو اُس کی سمجھ میں آگئی تھی کہ جگت بڑا دلربا ہے وہ فتنے میں ہے لیکن کو اُس نے پرانی راوی کی بنا پر ہی بار بار تاقہ چمکی اُس کے دودھ میں بھی جیل میں زندہ ہیں جگت یقیناً اُن کی تاک میں بھی ہوگا لیکن پھر سہما کو دوسرا خیال آیا کہ ابھی تو جگت کے ان دونوں دشمنوں کی سراپاں چوری چہرے میں پورے سات مہینے جا چکی ہیں۔ تو کیا اس ساری مدت میں جگت مفروضہ ہی رہے گا؟ سہما نے پتہ بار بار اُس کے سوال کا جواب جگت کی جگہ سے دیا کہ وہ جگت کے بارے میں جتنا سوچنا آسانی معاملہ۔ پھر اظہار آتا۔ اُسے اب کب تھا جگت جگت کی سرکھانے آیا تھا اور جوانی کے یہ گمراہی تائید کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔ سہما نے اس کی خصوصیت اور باجیلے پن کو دیکھ کر اُسے میں بس بھرتی ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ کاش اسی وقت سہما اس لڑکے کی جگہ سے کچھ بھی نہ دیا تھا۔ اب وہی لڑاکا ایک مفروضہ حاکم کی حیثیت سے پولیس کے نام کو بھگتا رہا تھا اور پولیس مجبور۔ دو اُسے کہاں ڈھونڈتی؟ کوئی بھی نہ جانتا تھا کہ وہ کہاں چھپ گیا ہے؟

گت کا سر ایک بڑی کی شاخ سے ٹکرا گیا۔ اُس نے شاخ مضبوطی سے پکڑ لی اور سہارا لے کر  
بھاگتا ہوا تو دیکھا کہ سامنے والا کنارہ بالکل ہی قریب تھا۔ یہاں پانی کا ڈبؤ بھی کم تھا۔  
آسانی سے نکل کر سامنے کے کنارے پہنچ کر کھڑی ہو چکی تھی۔  
جب بھگت نے زمین پر پاؤں رکھا تو ایسے کچھ بھی نہ زندگی ملی ہو۔ اُس نے پیارے ماں  
چند پر ہاتھ بھیرا تو بھگت نے بھی اُس کے شاٹوں میں گردن ڈال دی۔ وہ کھڑی پر سوار ہو کر  
بڑھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور اندھیرے میں کچھ بھائی نہ دیکھتا تھا لیکن بھگت کا رات ہی  
زیادہ سے زیادہ سڑنے لگے کر ڈوب نکل جانے کا خوف تھا۔

دو تین فلاگ ہی آگے جا کر اُس نے عجیب سی آواز اُس اور ذرا غور کرنے پر اُسے یہ سمجھ  
دینے لگی کہ آواز ریل سے انجن کی ہے۔ یہ جانتے ہی اُس نے ہانک کی رفتار تیز کر دی۔ اب  
یہ تین تھا کہ قدرت اُس کی مدد کرنا چاہتی ہے۔ ذرا آگے جا کر ایک مال گاڑی کھڑی نظر  
آئی۔ بھگت تیزی سے ہانک کو اُس کے قریب لایا۔

اندھیرے میں کھڑی پر سڑ کر خطرہ تھا۔ اُس نے اپنی ڈانگ ہانک کے ساتھ باندھ  
اور خود مال گاڑی کے ایک ڈبے میں سوار ہو گیا۔ نورانی انجن کی سیٹی سنائی دی۔ بھگت نے ناک  
چدھ چڑھاتے ہوئے کہا: "اے انا کہ تاناکے ہاں پہنچ جانا۔"

مال گاڑی چل پڑی تھی۔ بھگت نے خود دیکھا تو کھڑی مخالف سمت میں تباہی مچا رہی  
تھی۔ بھگت نے سکون کا سانس لیا۔ اُسے ہانک پر چار آگیا۔

سورج کی پہلی کرن نے اور لوگوں کی آوازوں نے بھگت کو جگا دیا۔ وہ ذرا اٹھ بیٹھا۔ وہ  
گاڑی لاہور کے ریلوے پارڈ میں تھی۔ موقع نہایت دیکھ کر فوراً وہاں سے ٹھک گیا۔

پولیس کی نگاہ سے چھپ کر وہ دو دن تک روزگار کی تلاش میں گھومتا رہا۔ اس سال وہ چاہ  
تمام روپایوں میں سلاب آ جانے سے چاہی جی بھی نہ سیکڑوں گاؤں ڈوب گئے تھے۔ اس  
اور جانوروں کی لاشوں کے ہر طرف ڈھیر تھے۔ یہ گھر ہونے والے لوگوں کے لئے ریفیٹ  
کھل چکے تھے۔ خنزیر بچے گئے تھیں لیکن بھگت کے لئے کسی کھپ میں آسرا ایسا مناسب نہ تھا۔

پتہ تھا کہ پولیس اُس کی تلاش میں وہاں بھی پہنچ جائے گی۔

وہ اپنی اکیس گھنٹہ گھبراہٹ کا کہہ رہا تھا۔ اُسے ایک مرتبہ پھر دیو پسر نظر آیا جس میں جوانوں کا  
میں بھرتی ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ یہ پسر وہ گاؤں میں بھی دیکھ چکا تھا۔ بھگت کو یہی آ  
آسان اور محفوظ راستہ نظر آیا اور وہ چھائی کی طرف چل پڑا۔  
نوٹی چھائی میں جب اُس سے نام معلوم کیا گیا تو ایک دم سے زبان پر بھگت سکھ آیا پھر  
لئے اُس نے زبان کو روک لیا اور بولا: "ذرا آگے۔"

اُس نے ہٹا کر میرا گھر اور گھر کے تمام افراد کو سلاب کی تہہ پر بھگت سے اُسے اور اب دغا میں  
کوئی نہیں۔ اسی لئے میں نے فوج میں بھرتی ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

خاک، پتھروں، خاکی میٹھی اور سر پر گاڑی۔ اس لباس میں وہ بالکل بدلا ہوا نظر آنے لگا۔  
واٹس اور سوچنے کے بل بھی اُٹھے گئے تھے۔ فوجی خوراک، ورزش اور جوتھی جوانی نے اُسے  
مناظرے کیلئے تھے۔ گاؤں کے دریاں کو نہیں پر جاتے اور بھرتی پریت کی باتیں کرتے رہتے۔ یاداً

بھگت نے کہا۔

"دوست جناب! تجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہو گا کہ میں فوج میں ملازم ہو گیا ہوں۔ شاید اب  
مہ تو مجھے بھول گیا ہو، لیکن بچپن میں جب میں اپنے ماموں کے گھر سے تیرے گاؤں آتا تو تم  
مناظرے کیلئے تھے۔ گاؤں کے دریاں کو نہیں پر جاتے اور بھرتی پریت کی باتیں کرتے رہتے۔ یاداً

کر رکھ دیا۔ لیکن اندر سے وہ اب بھی بھگت تھا جس کے دل میں انتقام کی آگ اب بھی سبک رہی  
تھی۔ اُسے پولیس کی نظر سے بچنے رہنے کے علاوہ فوج سے صرف ایک دیکھی اور وہ یہ کہ  
پہلا بندوق چلتا آسانی سے سکھ لے گا۔ آج اُس نے پہلا دھماکا کر کیا تھا، ایک مرتبہ بندوق چلائی  
گی اور یہ اُس کی دوسری زندگی کا آغاز تھا۔

"ذرا آگے۔" اُس نے دوست بڑی دیر سے اُسے آواز دیں دے رہے تھے۔  
لیکن ہانسی کی یاد کے راتوں پر وہ اپنا کچھ نام کی کو چھٹا تھا اور بچپن سکھنے جب قریب آ کر اُس  
کے کان سے پر ہاتھ رکھا پتہ وہ خیلوں کی دنیا سے نکلا۔ دوست جانتے تھے کہ یہ دور اس پر پڑتا  
رہتا ہے۔ وہ اکثر خیالات میں گھومتا تھا تو اُس کے ساتھی سوچ لینے کے اسے گھر کے لوگ یاد آگئے  
ہیں۔ اس وقت بھی دوست کی بات سمجھ کر اُس اور بچپن سکھ اُس کا دھیان جانے کے لئے بولا۔

"ذرا آگے۔" بار بار ہم تجھے کب سے یاد ہے۔ میں آج تو نے پہلی بار بندوق چلائی ہے اس  
لئے دوستوں کو پارٹی دینی ہوگی۔" بچپن سے بات کر رہا تھا کہ ہشدار سکھ اور کر پال بھی آگئے۔ "یارا  
تو قبر سے بھی آگے نکل گیا۔"

یہ کہہ کر چاروں دوست "کے گرد ہانک" کہتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے جکے۔  
یارا اور گھر کے۔ ذرا دور سے خالد علی بھی تھا۔ دوستوں کا خیال تھا کہ وہ بہت جلد سحر  
بھی میں جائے گا۔ وہ کب ڈالا تھا اُس لئے کہ رشتے کا بہت سچا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ خوشی نے

کہا۔ "ذرا آگے اگر تم اسی طرح محنت سے تعلیم لینے رہے تو باغی سال میں میرے مقام تک پہنچ جاؤ  
گے۔"

لیکن ذرا دور کرکے بال جزل بنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کی نظروں کے سامنے تو صرف تین دھنوں  
کے چرے تھے جن کو تم کر کے وہ اب داد کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ وہ ذرا دور سے وہاں بھگت بن  
کر دھن پر فوٹ پڑنا چاہتا تھا۔ اُس کے پاس وقت کمی نہ رہ گیا تھا۔ بس ایک مہینہ۔۔۔ آٹھ مہینے  
کے انتظار کے بعد یہ آخری مہینہ تھا۔ رام اور شام کی سزا پوری ہونے ہی والی تھی۔

ہر اتوار کے روز فوج کے جوان اپنے رشتہ داروں اور احباب کو خطوط لکھتے اور جواب آنے پر

فوج سے خود پڑھتے اور دوستوں کو بھی سناتے۔ کبھی آپس میں آواز جاتے والے خط لکھتے تھے کہ

ہائے۔ ایک ذرا دور سے اُسے دوسرے میں کوئی خط لکھا۔ اُس کا سر اُٹھ گیا تھا

کہ وہاں باپ کو خط لکھ کر ان کی خبر پر مطلع کر لے۔ لیکن پھر خیال آ کر سسر کی وجہ سے اُس کی

احلیت ظاہر ہو گئی تو؟ آخر کافی سوچ بچار کے بعد اُس نے بچپن سے جنون کے نام خط لکھوا لیا۔

اُس نے کہا۔ "بچپن ادنیٰ میں میرا اکیس رشتہ دار تو بچے تھیں۔ بس بچپن کا ایک دوست یاد آتا ہے۔

اُسے خط لکھ کر اپنی فوجی ترقی کی خبر سامنے کو میرا بھی چاہتا ہے۔"

بچپن نے لکھا۔

"دوست جناب! تجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہو گا کہ میں فوج میں ملازم ہو گیا ہوں۔ شاید اب

مہ تو مجھے بھول گیا ہو، لیکن بچپن میں جب میں اپنے ماموں کے گھر سے تیرے گاؤں آتا تو تم

مناظرے کیلئے تھے۔ گاؤں کے دریاں کو نہیں پر جاتے اور بھرتی پریت کی باتیں کرتے رہتے۔ یاداً

بھگت نے کہا۔

"دوست جناب! تجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہو گا کہ میں فوج میں ملازم ہو گیا ہوں۔ شاید اب

مہ تو مجھے بھول گیا ہو، لیکن بچپن میں جب میں اپنے ماموں کے گھر سے تیرے گاؤں آتا تو تم

مناظرے کیلئے تھے۔ گاؤں کے دریاں کو نہیں پر جاتے اور بھرتی پریت کی باتیں کرتے رہتے۔ یاداً



تینوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ پورے آٹھ بیٹے کے بعد بیٹے کی خبر یہ تھی۔ ماں باپ دونوں کے دل خوشی سے بھر رہے تھے۔ لیکن اپنی اس خوشی کا اظہار کرنے میں بیٹے کی جان کا خطرہ تھا۔ آخر ہونام نے خاموشی توڑی۔ "چاچا جی! تم ہی میری طرف سے جواب لکھ دو۔" اُس نے کہا۔ "لکھ دو کہ کبھی میں فوج میں بھرتی ہونے کے لیے تیار ہے پاس آ رہا ہوں۔"

"ہونام! اتنی بے قراری مت دکھا۔ ہم لوگوں کو بہت محظور بنانا چاہیے۔" بکت کے باپ نے کہا۔ "تو جانتا ہے کہ کمرہ پر پینٹ کی ہر دھت لگا رہی ہے۔ مجھے تو زور ہے کہ تجھے یہاں آسے کی نہ دیکھ لیا ہو۔"

"کیا؟" ہونام کو اب صحیح صورت حال کا احساس ہوا۔ وہ حیرتی سے آٹھ کرکڑی کے پاس گیا ہوا آہستہ سے کھول کر باہر کا باغ دیکھا۔ چند گھنٹوں بعد جب وہ کھڑکی بند کر کے واپس لوٹا تو چہرے پر فکر کا نشان نمایاں تھا۔ اُسے یاد آیا کہ کبھی باہر جب اُس نے کھڑکی بند کی تھی تو ایک شخص قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ ہونام اُس نے تو جھینکی کی۔ اس مرتبہ پھر اسی شخص کو وہاں کھڑا پایا تو ہونام کو یقین ہو گیا کہ اُس کا قہقہہ کیا گیا ہے۔ وہ سوہن سنگھ کے پاس آ کر بولا۔ "چاچا جی! اتھارہ بات ٹھیک ہے۔ ایک کھڑکی باہر کھڑا ہے۔ اگر کوئی ابھی باہر اس کی گردن دباؤں؟ تاکہ..."

"تجھے قوت ہے یا تو لڑائی کی سوچتی ہے۔ کبھی دماغ بھی لڑا لیا کر۔" سوہن سنگھ ہونام سے پوچھ کر خود کوئی سوچ میں گم ہو گئے۔ بکت کی ماں اب تک خاموش تھی۔ اُس نے اُٹھ کر سے اپنی آغوش صاف کرتے ہوئے کہا۔

"میری بات تو بچے کو وہیں رہنے دو جہاں وہ ہے۔ اُس کا منہ دیکھنے کو نہ لے گا تو نہ سہی۔ لیکن اب اسے اس کیمپڑے میں واپس لانے کی کوشش مت کرنا۔ اگر تم لوگوں نے اُسے انظام کی راہ پر نکالا ہوتا تو میرا پھر ضرور کوئی بڑا افسری بیٹا بن جاتا۔ سوہن سنگھ نے راستہ دکھا دیا ہے تو مجھ پر دھم کرنا اور اسے اس راستے سے واپس نہ مڑنا۔" بے کیمپڑے رہا ہوا چہرہ نہ لگی۔

ہونام کو اس وقت اپنی ماں یاد آئی۔ وہ بھی اُس کو اچھا آدمی بننے کا کہتے کہتے دیا ہے سدا رہا تھی۔ وہ سوئے گا۔ "کبھی ماؤں کو اسے بیٹوں کو بڑا آدمی بنانے کا ارمان ہوتا ہے لیکن جوانی کے جوش میں اکثر بیٹے اپنی ماؤں کے ارمانوں کو کھل کر گر کر جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟" یہ سوچ کر اُس کا دل بھرا گیا۔ اب اسے اپنی ماں اور شدت سے یاد آ رہی تھی۔

سوہن سنگھ آٹھ کرکڑی کے اندر کے اندر تھوڑی دیر بعد واپس آ کر بولے۔ "خط میں نے آگ میں ڈال دیا ہے۔ ہونام! تو بھی بھول جا کہ تجھے کبھی خط ملے گا۔"

ہونام بے چینی سے بولا۔ "بکت کا پتہ تو لکھ لیا ہوتا چاچا جی۔"

"وہ تو میرے دل پر نقش ہو گیا ہے ہونام! ا" سوہن سنگھ بولے۔ "اور ہاتھ سے کوئی کچھ

نہ بنے تو نہ بات۔"

"کبھی باہمی کرتے ہو چاچا جی اس سوال ہی نہیں پید ہوتا۔ میں نے تیل میں کلہم تو نہیں ہے۔ لیکن یہاں حال سے ایک لفظ جو منہ سے نکلا ہو۔" سوہن سنگھ نے شدت جذبات میں ہونام کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

کی کر، گمانے، سراور انھیں ہر دھت چلنے دینے کی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ گزرے ہوئے دن کے ڈرامے اور نئے والے دنوں کے گنڈا واقعات کے اندھیوں کا بوجھ نہ تھا کسی ہو۔ اب اسے بھوکا پر پیٹے جیسا یقین نہ رہا تھا۔ کبھی وہ کسی سی سانس لے کر بیٹھی۔

"بھوکا! تو بیٹے دینے کے بعد اس طرح چھین کیوں لیتا ہے؟ آخر تو بھی تو مرو ہے۔ عورت کے ارمان اور ماں کی بات کی تجھے کیا یاد ہو سکتی ہے؟ تیری جگہ کوئی دیوی ہوتی تو جان تھی کہ جہاں بیٹے کی جدائی کا کم کیا ہوتا ہے۔"

سوہن سنگھ پورا خط پڑھ کر بے چین ہو گئے۔ انہوں نے ایک خط ایک بار پھر پڑھا۔ ہونا قریب ہی بیٹھا اُن کے چہرے کے بدلنے ہوئے اثرات دیکھ رہا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا ہونام کا چہرہ اس پر مڑتا جا رہا تھا۔ مگر سوہن سنگھ اس مرتبہ بھی خط ختم کر کے کچھ نہ بولے۔ ایسا آفتاب دیکھ کر سوچ رہے ہوں۔ پھر چاہے اُن کا دھیان کبھی ہونام کی طرف نہ ٹوٹا۔ اُسے اب اپنا شہر دیکھنے میں بدل چکس ہوا تھا۔ وہ سوئے گا کہ یہ حضور در بکت کا ہے۔ اُس کی بے قراری اور بیرون لگی۔ وہ جلد سے جلد یہ جانتا چاہتا تھا کہ بکت نے کیا لکھا ہے اور وہ خود کہاں ہے؟

ہونام کی یہ فکری دیکھ کر سوہن سنگھ نے دھکی آواز میں اسے خط پتہ جاری کر دیا۔ ہونام کی طرف دیکھتے گئے۔ مگر شاید ہونام کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا تھا۔ وہ چیلائی پر اپنی انگلی رکھ کر بولا۔ "چاچا جی! مجھے تو بالکل یاد نہیں آتا کہ بکت میں میرا کوئی دوست زور دار تھا۔ یہ کہاں سے نکلتا آیا؟؟ پھر وہاں جا کے کس کا ہو گا خط۔ میں تو سمجھا تھا کہ بکت نے لکھا ہے۔"

"اُسے عقل کے دشمن! اُسی کا تو خط ہے۔" سوہن سنگھ مسکراتے گئے۔ سوہن سنگھ کی بات آخر کر ہونام خوشی سے اُچھل پڑا اور زور سے بولا۔ "کس کا... بکت کا؟"

سوہن سنگھ نے اُس کے منہ پر ہتھیری سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "اُسے بچے! آہستہ بول۔" کچھ نے سن لیا تو غضب ہو جائے گا۔" پھر خود ہی دھکی دھکی آواز میں بولے۔ "بکت فوج میں بھرتی ہو گیا۔ یہ خبر تو ابھی سے مگر تجھے یہ خط لکھی اسے اور نے تو نہیں دیکھا؟ انہوں نے ہونام سے پوچھا۔

ہونام بولا۔ "نہیں، میں تو سیدھا مائیں آیا ہوں۔ آخر بکت نے مجھے یاد کر لیا۔ چاچا جی ایک بار پھر پڑھ کے سنا دو۔ کبھی وہ نہ تو میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا لکھا ہے۔" ہونام نے جس پیار سے بکت کے خط کو سننے کی فرمائش کی تھی یہ محسوس کر کے سوہن سنگھ کو بھی ہونام پر زیادہ آنے لگا۔ اس وقت وہ اُسے بھی بکت کی طرح سمجھنے لگے۔ پھر انہوں نے بکت کی ماں کو یاد دلا دی۔

"بکت کی ماں! ذرا یہاں تو آنا۔" بکت کی ماں آئی تو سوہن سنگھ نے اُسے خط دکھا کر ہوئے کہا۔ "یہ جاکا خط آیا ہے۔ ذرا غور سے سننا۔" وہ خط پڑھنے لگا۔ اس دفعہ پڑھتے پڑھتے اُن کی آواز بھرا گئی۔ بکت کی ماں بھی اُن کی آواز کو دیکھ رہی تھی۔ ہونام کی آنکھوں میں پانی تھرپا تھا مگر اس وقت بھی اُسے تعجب اس بات پر تھا کہ گاؤں کی اس ماں پڑھ بڑھیا کو کیسے پتہ چل گیا کہ خط بکت کا ہے؟





Q

”دعوت کتنے ہی جگہ؟“

”تین زعمہ ہیں۔ بحرآن میں سے دو ابھی پیل میں ہیں۔ اُن کی رہائی کا انتظار کر رہا ہوں۔ قمر سے دن ابھی باقی ہیں۔“

”تفصلاً ابھی میںیں بھیجی تھی کہ کوٹھڑی کے دروازے پر دھک پہنی، یہاں دوست فوراً چاہے ہوئے۔ بھر جگہ نے، یہں سے پوچھا۔“ کون سے.....؟“

”میں ہوں گرد بخش۔۔۔“ باہر سے آواز آئی۔

جگت نے نام نہان کو دروازہ کھولا، وہ آلا دھتیری سے اندر داخل ہوا مگر وہاں دوسرے تین جوانوں کو بیٹھا دیکھ کر صدمہ کیا۔ اس نے دروازے میں کھڑے کھڑے جگت کو اشارہ کر کے باہر بلا دیا اور پھر دونوں ایک کونے کی طرف چلے گئے گرد بخش نے جگت کے کان میں کچھ سرگوشی کی۔ جس کے بعد جگت اور گرد بخش بڑی دیر تک وہیں کھڑے کھڑے باہم کھڑے رہے۔ اور جب گرد جانے کے لئے نوا تو باتی تین درختوں نے اسے کہتے سنا۔

”کوئی کام ہو تو ضرور بتاؤ اور آؤ۔۔۔“

○

اگر بولی کی رات کو گرد بخش نے جگت کو خبردار نہ کیا ہوتا تو شاید کبھی ”چکا ڈاکو“ نہ بننا۔ گرد بخش تھا تو سیاہی، لیکن اندر سے وہ حکومت برطانیہ کے کڑوا مخالف تھا۔ وہ فوج کو سپردِ حکومت نگہی کوئی میں شامل ہونے کو تیار تھا۔ لیکن جگت کو کہنا تھا کہ وہ فوج میں نہ کر سکتا کی آزادی کے لئے زیادہ بہتر طریقہ سے خدمت انجام دے سکتا ہے۔ پارٹی نے اسے تین کام سونپے۔ ایک فوج کا کولہ بارود، انقلاب کو بگم پہنچانا، دوسرے، آزادی بخاتہ فوجوں کو حکومت کے خلاف آکسانا۔ اور تیسرے، چھاؤنی میں اس اور وہاں سے جانے والی تمام خفیہ اطلاعات کی جاسوسی کرنا۔ فوجی تربیت کے لئے چھاؤنی کے اسطوروں میں شمولیت کا کولہ بارود ہر وقت رہتا تھا۔ مینے میں ایک آدھ بار گرد بخش وہاں سے ایک دو دھکیں پا چکا تھا تو اس بار کولہ بارود باہر پہنچا دیتا۔ چھاؤنی کے بھنگ کی دیکھ بھال کے لئے ہر روز دو جوانوں کی ڈیوٹی تھی۔ جس روز گرد بخش کا ٹرن ہوتا وہ دو کاری کے چوڑاں اور دوسرے کچھ سے میں کولہ بارود چھپا دیتا اور پہلے سے شدہ پروگرام کے مطابق وہ بال انقلابیوں کے ہاتھ میں پہنچ جایا کرتا۔

گزشتہ ماہ بھنگ کی دیکھ بھال کا کام زور آور اور گرد بخش کے ذمہ آ۔ گرد بخش ہر بار تو اپنے ساتھی کی نظر بچا کر اپنا کام کر لیا کرتا تھا مگر اس مرتبہ زور آور ڈیوٹی پر تھا اس نے چالاکی پکڑ لی۔ ان دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی نہ تھا۔ گرد بخش نے زور آور کی آنکھوں میں دیکھا تو محسوس کیا کہ یہ شخص ابھی کرل کے پاس جا کر اس کا بھڑا پھوڑا ڈسکا۔ اور اس طرح اس کی چان کے ساتھ بکھرے سے کولہ بارود کھسک کر گئے کے جانے والے انقلابی بھی مارے جائیں گے۔ یہ خیال آتے ہی اس نے فوراً فیصلہ کیا اور دوسرے ہی لمحہ وہ گوشت کاٹنے کی بڑی چھری کے گرد زور آور کی جانب بڑھا لیکن زور آور دین کھڑا ہنستا ہوا۔ اس کی ادا دیکھ کر گرد بخش زور کھجکا، وار کرنے سے پہلے اس نے زور آور سے پوچھا۔

”زور آور تم نے انہی کو جو کچھ دیکھا، وہ تمہارے دل میں اسی رہنے کا زبان پر آ جائے گا؟“

زور آور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ہنستا ہی رہا۔ اب گرد بخش کو بہت غصہ آیا۔ وہ بولا۔ ”بات بننے کی کیس ہے زور آور زندگی اور موت کا سوال ہے۔“

”کس کی موت؟“ زور آور نے ہاتھ لاپڑا وہی سے بولا۔ ”تم نے یہ کیسے لے کر لیا کہ اس چھری سے میری موت ہو سکتی ہے، اچھے مار کر تم بھاگ نہیں سکتے اور اگر تمہاری جان کی تو حکومت

مجھے اس کا انعام دے گی۔ ایک خدا کو خاتہ کرنے کا انعام۔“

”مجھے خدا کہتا ہے۔۔۔“ گرد بخش نہایت سچے سے بیٹھا اور زور آور پر ہلکا۔ زور آور تیار تھا۔ اس نے گرد بخش کو اٹھا ہوا ہاتھ پکڑ کر زور آور پاؤں سے اڑکھٹا کر ایک لمبی سٹ۔ زمین پر گرا۔ اب گرد بخش کے ہاتھ سے چھری نکل گئی اس نے سوچا شاید زور آور بھی چھری اٹھا کر میرے جسم میں گوب دے گا لیکن زور آور نے اس کے برعکس ہاتھ کا چھارہ دے کر گرد بخش کو اٹھا لیا اور کہا۔

”زور آور زانی رہے اور اگر تم چاہو ہو کہ میرا منہ بند رہے تو تمہیں اپنا منہ کھلانا ہوگا۔“

گرد بخش یہ بات سن کر نرم ہو گیا۔ بولا۔ ”میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں نے خانوش رہنے کی قسم لگائی ہے۔“

بات سنیں تک پہنچی تھی کہ اسے میں باور پئی آگیا اور دونوں کو دیکھ کر بولا۔ ”یہ کیا ڈرامہ ہو رہا ہے یہاں؟ میری چھری کہاں ہے؟“

”میں زور چھری کا ہاتھ گرد بخش کو تار تھا۔“ زور آور نے بات بتائی۔ ”چھری وہ چڑی ہے۔“ باور پئی کو اب بھی یقین نہیں آتا تھا۔ اس نے کہا۔ ”اگر یہ تکبیل ہو رہا تو تم دونوں ایک امرے کو ایسے کیوں مگور رہے تھے؟“

اب زور آور کو خاف سوچا۔ وہ بولا۔ ”جس میں معلوم نہیں میں آنکھوں میں جھماک کر دل کا حال نہ سکا ہوں۔ اس وقت مگر مگر ہاتھ گرد بخش کے دل میں کیا ہے۔ تمہیں دیکھتا ہے یہ کیا؟“

پہلے ہی بولنے پر باور پئی فوراً آنکھیں پھیلا کر زور آور کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ”ہاتھ تو بھلا اس وقت میرے دل میں کیا ہے؟“ اس نے کہا۔

”ہوں۔۔۔ دل میں ہے کہ آج جو عمر فیاض کی ہیں ان میں سے ایک پتلی بھر کر اس کی طرح اڑا کیا جائے۔ یہی سوچ رہے ہو؟“ زور آور بولا۔

”دست تیرے لگا۔“ باور پئی عجیب کر ہنسا اور فوراً وہاں سے باور پئی خانے میں چلا گیا۔ گرد بخش جب تک خانوش تھا وہ کبھی ہنسنے لگا اور بولا۔ ”آج سے ہم درست ہیں۔ میری طرف اتنی اچھے سے کہ آج کے بعد کبھی مجھے خدا نہ کہنا۔ تم نہیں جانتے اس سرکاری دکاناری اپنے طے سے خدا کی ہے۔“

زور آور ان الفاظ سے گرد بخش کی سب حقیقت سمجھ گیا اس نے گرد بخش کی پیٹے تھپتھا کر کہا۔ ”تمہاری ہمت کی داد دیتا ہوں درست کہ حکومت کا ٹھگ کھاتے ہوئے کسی اب تک اپنا خون سرد نہیں دیا۔“ پھر اس نے کہا۔ ”جگت گٹھ کے پہلے معلوم ہوتے ہو۔“

گرد بخش نے مرعوب ہوئے ہوئے چمک کر کہا۔ ”زور آور! تم واقعی دل کا حال معلوم کر لیتے ہو۔“

زور آور زور سے ہنسا۔ ”اوسے بار تا تم ہی کس پکڑ میں آ گئے۔ وہ تو باور پئی کو بھگانے کی فانی تھی بھگے۔۔۔ اب باتیں بند۔ تم اپنے کام پر نظر رکھو۔“ یہ کہہ کر وہ جانے لگا لیکن گرد بخش نے اسے روک لیا اور بولا۔

”ایک بات کہوں زور آور! معلوم ہوتا ہے جس میں بھی حکومت سے نفرت ہے۔ تو بہر تم ہمارے

ساتھ کیوں نہیں مل جاتے؟

زور آور نے ہنس کر کہا۔ ”کیا مجھے بھی چلنا پڑتا ہے؟“ جواب دینے کی بجائے ایسا سوال کرنا جانے والے زور آور کو گرجائیں پیار سے دیکھا۔ اُس نے سوچا کہ اگر ایسے لوگ ہماری تحریکات میں شامل ہو جائیں تو انقلاب بہت جلد آسکا ہے۔

○

بھائی کی ہر خفیہ اطلاع پر نگاہ رکھنے والے گرد بخش کو سنہار کے ”ناپ بیکرت“ سمار کا منصوبہ دیکھتے ہی اُس کی سمجھ میں آ گیا کہ زور آور حکومت کا مخالف کس لئے ہے۔ اُس نے تار کو دوسرے انقلابات میں ایسے دوادیا کہ وہ گورنر کو کلائی پر ملے۔ اُسے معلوم تھا کہ اگر کسی ایسی روڈ کی پیمانی ہے۔ زور آور آسانی سے فرار ہو سکتا ہے۔ وہ فوراً جگت کے کمرے میں آیا۔

اور جب گرد بخش نے جگت کو اس تاریک اطلاع دی تو جگت بھی چکر اٹھا۔ اُسے سب سے پہلے یہی خیال آیا کہ سنہار کیمرہ انہ کہاں سے ملا ہوگا؟ پھر اُسے خط لکھنے کی اپنی طبعی پرفسوس ہوا۔ اُس نے سوچا کچھ کر میں نے بڑی بیوقوفی کی۔ کیا ہونامان نے وفا کی ہوگی؟

لیکن یہ سب بہت جلد سمجھنے کی باتیں تھیں۔ اس وقت تو یہاں سے جلد از جلد فرار ہونے کا تدبیر کرنی ضروری تھی۔ اُس نے تینوں دوستوں کو اپنی حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا اس وجہ سے اُن مطلع کئے بغیر یہاں سے چلے جانا مناسب معلوم نہ ہوا۔ اسے اس بات کا سب سے زیادہ افسوس تھا کہ اُسے اپنے پرکرام سے چند دن پہلے ہی یہاں سے فرار ہونا پڑا ہے کیونکہ اگر راجا اور شاہ اب تک روانہ نہ ہوتے ہوں تو حساب چکانے کا موقع کیسے ملے گا؟ پچیس اور فوج دونوں سے آخر وہ کب تک بچ سکے گا؟

اُس نے چن، ہمشاد اور گپال سے کہا۔ ”میرے پاس فرار ہونے کے علاوہ کوئی اور چارہ کا نہیں ہے۔ زور آور ہے تو وہاں رہیں گے۔“

جگت کی شکل نے تینوں دوستوں کو گرغرش میں ڈال دیا۔ چن نے کہا۔ ”جگت! اب تم اکیلے نہیں جاسکتے۔ ہم چاروں ساتھ ہی رہیں گے۔ جنیں سے قول کر اور میں گے تو ساتھ ساتھ۔ تم یہ تاؤ کباب کرتا کیا پائے؟ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔“

یاروں کی اس پیشکش سے جگت بہت حائر ہوا۔ بات سن کر اُس کا دل بھر آیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جیسے جیسے گلاباگر بندہ سے کی بھگوان آخراں قدمہ دو کیوں کر رہا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ بھگوان میرے گناہوں کی سزا دینے کے لئے یہ کھیل، کھیل رہا ہو یا یہ باتیں سوچ کر اُس نے کہا۔

”دوستو! میں ساتھ بیٹے اور ساتھ مرنے کا وعدہ کرتا ہوں اور مرنے دم تک اسے بھگوان گلاباگر ارادہ سب سے پہلے اپنے دشمنوں کا صفایا کرنے اور اس کے بعد حکومت اور قانون سے بناوٹ کر کے ڈاکہ گیری کرنے کا ہے۔ میں چھوٹا تھا سب سے میرے نانا کہا کرتے تھے کہ میں بڑا ہو کر ”ڈاکو“ بنوں گا۔۔۔!“ جگت کی زبان سے یہ بات سن کر اور اُس کا عزم دیکھ کر تینوں دوست ایک ساتھ ہل کر

”ہمیں یہ بھی منکوح ہے۔“

اس کے بعد وہ سب فرار ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ہر ایک نے ایک ایک ہندوق اور زیادہ سے زیادہ کاغذیں ساتھ لئے۔ فرار سے پہلے جگت جب گرد بخش سے ملنے گیا تو اُس نے پھر ایک مرتبہ جگت سے کہا۔ ”اگر تم اٹھنا چاہیں گے ساتھ ملنا چاہو تو میں ابھی تمہارے لئے روپوش ہونے کا بندوبست کر سکتا ہوں۔“

گر جگت نے اُس سے کہا۔ ”گرد بخش! ہم چاروں یہاں سے جا رہے ہیں اور اب تک تمہارے جیسے میں شامل ہونے کا فیصلہ نہیں کیا۔ لانا ہم بھی چاہتے ہیں، لیکن ہماری جگت پچیس سے ہوگی اور اپنے طریقے پر ہی رہے۔ ہم صرف اتنا کر کہ کہ دن کی کوئی گھبراہٹ فرار کا پتہ نہ چلے۔ ہولی کی چٹائی ہم نے لے لی رہی ہے اس لئے جب تک تمہارے بارے میں معلوم نہ کیا جائے کسی کو کچھ بتا دیتا۔“

گرد بخش جگت کی باتیں سن کر ذرا ناخوش تو ہوا مگر اُس نے کہا۔ ”زور آور! جب بھی تمہارا ارادہ چلے تو تمہارے علاوہ کچھ خفیہ اُسے ضرور رابطہ قائم کرنا۔ ہمیں اس کا پتہ دیتا ہوں۔ ہمارا کوڈز ”طوفان“ ہے۔“

گرد کا یہ پیار کچھ جگت نے اُسے گلے سے لگا یا اور بولا۔ ”گرد! میرا اصلی نام جگت سنگھ ہے۔“

اب زور آور کو بھول جاؤ۔ اور اُن سبہنہم فوج کی ایک چپ بھی ساتھ لے جا رہے ہیں۔“

یہ کہہ کر جگت تیزی سے زور آور کا ہر گھل کر تینوں دوستوں کے پاس پہنچ گیا جہاں گڈی شہادت کے اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ گرد بخش نے کمرے میں جیپ کے روانہ ہونے کی آواز سنی تو کھڑکی سے جھانکا۔ چاروں دوست طعنی ہیر کول سے گزرتے ہوئے الوداعی سلام کرتے نظر آ رہے تھے۔

ہر کس کے بچوں بچ بڑی سڑک پر چپ و دوٹی رہی۔ اُن کی رفتار میں ڈرامی کی آئی جب وہ اُن موڑ پر پہنچے جہاں طعنی کیپ کی حدود ختم ہوئی تھی اور گرد بخش نے سوچا کہ شاید اُن کا ارادہ بدل گیا ہو۔ اُسے اچانک ڈھونڈتا سا لگنے لگا۔ مگر اُن کی دیر میں جیپ تیز رفتاری سے گزری۔ گرد سونے لگا کہ یہ چاروں جس راستے پر گئے ہیں بھگوان کے رہے۔ راستہ انہیں منزل تک لے جائے گا۔۔۔!

”ہوں۔۔۔ تو آپ کو ہمارے حوالہ دار دروازہ پر ہے؟“ یہ بات خوشونت نے کچھ اس انداز سے کہی جیسے اسے اس بات کا یقین نہ ہو۔ مگر سنا جو اب تک خاموش تھا ایک ساتھ بھٹ پڑا۔ اس کے لیے جس ایک الفاظ کا پہلو تھا۔ سنا نہ کیا۔

”کرل صاحب! ہم پرے آٹھ مہینے سے اس مجرم کی تلاش میں مارے مارے بھر رہے تھے۔ برسوں ایک خط اس کے دوست کے نام کچھ رجسٹر سے پہنچا جس سے ہمیں بڑے چلا کہ وہ یہاں ہے اس کا اصل نام کی اور ادریس بلکہ کچھ عکس کے ساتھ۔“

کرل خوشونت نے سنا ہی باتیں سنیں اور دروازہ پر اس کی بے قراری کی پرواہ کچھ نہیں بولا۔ ”مسٹر سنا! آپ کے پاس اس کا فوٹو ہو تو بلائیے۔ میں شناخت کر کے تازوں کا کراپ کا شیڈج ہے یا نہیں؟“

کرل کی بات سن کر سنا نے کہا۔ ”مرا اس کا فوٹو میرے پاس نہیں ہے لیکن شاید اس کی ضرورت بھی نہیں۔ آپ مجھے اس کے سامنے لے جائیں پھر خود کچھ کچھ کا قائل کا چہرہ خود ملنے لگے گا کہ وہ قائل کا چہرہ ہے۔“

کرل خوشونت کی سمجھ میں ہر شے خوشونت سنا کی یہ پیادری دلیل بالکل نہ آئی۔ پھر بھی اس نے مجبوراً کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”آپ اصرار کرتے ہیں تو آئیے لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ دروازہ قائل ہو سکتا ہے۔“

”کرل صاحب! ایک مرتبہ میں بھی اس کے چہرے کی مصیبت دیکھ کر آپ کی طرح دھوکا کھا چکا ہوں۔“ لیکن یہ باتیں کر کے کرل خوشونت اور سنا ہر کوں سے گزرتے ہوئے محبت کی کوفٹی تنگ آئے۔ کرل نے دروازے پر دھک دینے کی بجائے دروازے کے دباؤ سے دروازہ خود بخود ہی کھل گیا۔ کرل اور سنا اندر داخل ہوئے مگر باہر کوئی نہ تھا۔

پانچ بجی صبح کے اندر اندر چھوٹی سی الارم کی آواز گونجنے لگی۔ جوان ہر کوں سے نکل نکل کر دوڑے ہوئے میدان میں آ کر انتظار میں کڑے ہوئے گئے۔ چند ہی منٹ میں خوشونت نے تقاریر کے گروہم کر جو ان کا صاحب کیا تو دروازہ پر اور اس کے تین اور دوست نظر نہ آئے۔ کرل کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اس نے فٹے سے اور باہمی کے طے چلے جذبات سے سر جھکا لیا اور مجبور نظروں سے چھائی طرف دیکھا۔ سنا کا چہرہ بھی حق ہو گیا تھا۔ کرل نے نظریں لٹے ہی اس نے اپنی نظریں جھکا لیں۔ دوسرے آدھے گھنٹہ تک وہ باہر بھٹک رہا تھا۔

خوشونت چلا اور سنا کے قریب پہنچ کر بولا۔ ”آئی ام سوری مسٹر سنا! لیکن اب وہ صرف آپ کا ہی مجرم نہیں، فوج کا بھی مجرم ہے۔ چھوٹی سی فرار ہوتے ہوئے دے اپنے ساتھ تین اور جوانوں کو بھی لے گیا ہے۔ پھر کبھی آخر وہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں فطری طریقہ اپنائیں گی اس کی اطلاع بھیجنا ہوں۔“

مگر کرل خوشونت کے یہ تمام جملے سنا کے لیے بے معنی تھے۔ وہ تو اس وقت ہی سوچ رہا تھا کہ یہاں سے نکل کر جگت کہاں گیا ہوگا؟

اور جہاں کے ذہن میں یہ سوال گونج رہا تھا اور دوسری طرف جگت معاہدے تینوں ساتھیوں کے

جب گرد کی آنکھوں سے اوچل ہو چکی تھی۔ اس نے چہرے تک جگت اور ساتھیوں فرار کی بات پریشہ دہی مگر دوسری رات ابھی اسی ہی گزری تھی جب خان پر پولیس ہر شے سنا دھوکا دینے کے کچھ رجسٹر کی چھوٹی چھوٹی چھوٹی۔ اس نے اپنے ساتھ ساتھ کرل خوشونت کے دفتر کے باہر کھڑا اور کرل کے اردلی کے ساتھ کرل کے دفتر میں پہنچ کر آکر آنے کا انتظار کرنے لگا۔

پھر شے سنا بہت خوش تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جگت کی گرفتاری اس کی ترقی کا باعث ہے۔ عالم قتل میں وہ بار بار دیکھنا کہ جگت کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈالنے وہ گاؤں سے گزرتا رہا۔ گاؤں کے مردعوں میں جگت کی گرفتاری کے بعد سنا بہت بہت مرعوب ہیں اور اس کے آگے پیچھے گاڑا چل رہی ہے۔ سنا ابھی نہ جانے کئی دیر اور اپنی ٹیالیوں میں گھوم رہا تھا کہ دفتر کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلنے لگا اور فوجی سیلوں کی اور کرل خوشونت دفتر میں داخل ہوا۔ سنا نے بھی سوا کھڑے ہو کر پہلے سیلوں کی اور پھر اپنا تعارف کرایا۔

”میں پولیس ہر شے سنا ہوں۔ میرا ٹیٹل گرام آپ کو مل گیا ہوگا۔“

”ٹیل گرام۔۔۔ کب بھیجا تھا آپ؟ میں نے تو آپ کا کوئی ٹیل گرام نہیں دیکھا۔“ کرل

لہجہ سنا تھا۔ سنا نے کرل کی باتیں سنیں لیکن اسے اپنی اس صاف پر یقین نہ آیا۔ اس کا چہرہ آتر تھا۔ وہ گھبرائے ہوئے لیکن میں کرل سے مخاطب ہوا۔

”کیا کہہ رہے ہیں کرل صاحب؟ آپ کو میرا کوئی تار نہیں ملا؟ مگر یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے تاروں کو دہرہ دروازہ نہ کیا تھا۔“

کرل خوشونت سنا کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر متعجب بھی ہوا، مگر ہر سنبھل کر بولا۔ ”نہ! اچھا۔۔۔ آپ نے تاروں کو بھیجا تھا؟ میں کل شام سے بچتی رہتا ہوں۔ یہ نا۔ اس وقت میں ہم دوست فلم کے آخری شو سے واپس آئے ہیں۔ اسی لیے آپ کو اتنا انتظار بھی کر پڑا۔ میں آج دیکھتا ہوں۔ تار یا ہوگا تو اپنی کاغذات میں ہوگا۔ یہ کہہ کر خوشونت اپنی میز پر دیکھنے لگا۔ ڈرے سے دیکھنے لگا۔ ڈرے سے کاغذات اٹل پٹل کرنے سے اسے تار کا ایک ٹافا ملا جو بند تھا۔ اس نے ٹافا ہاتھ میں لے کر ہر شے سنا کو دکھانے ہوئے کہا۔ ”نہ! یہاں یہ مکر معلوم ہوتا ہے۔ اب تک اسے دیکھا ہی نہیں۔ بند کا بند پڑا ہے۔ کیا کوئی ضروری پیغام بھیجا تھا آپ نے؟“

یاد کرتے کرتے اس نے ٹافا کو ہلا اور تار کا مضمون پڑھنے لگا۔ دوسروں کا مختصر سا تار خوشونت شاید وہ دھڑھڑ ہوا ہوگا۔ پھر اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے نظریں اٹھا کر دروازہ سے سنا دیکھتے ہوئے پوری فوجی شان سے کہا۔

جکت نے ماں سے زور دیتے ہوئے کہا: "میں تمہیں دیکھنے اور تمہیں اپنا منہ دکھانے آیا ہوں۔ دوبارہ ملاقات کب ہوگی بھگوان کو معلوم ہے۔"

یہ سننے ہی ماں نے جکت کو اپنے قریب کھینچ لیا جیسے بچے کو اس سے کوئی جھین رہا ہو۔ بھر بولی۔ "اگر تو بھگوان کو مانتا ہے تو میری ایک بات مان لے۔ اب ان راستوں پر مت جا اس کوئی لباس میں تجھے دیکھ کر میرا دل خوش ہے بھرا ہوا ہے۔ کتنا اچھا لگتا ہے۔ تو نہیں جانتا ہر ماں بھی چاہتی ہے کہ بچہ اچھے آدمی کی حیثیت سے نام کرے۔ پرانے راستوں کو بھول جا۔"

"اب بہت دیر ہو چکی ہے ماں۔ تجھے پتہ ہے کہ اگر میں پولیس کے ہاتھ آ گیا تو مجھے پھانسی دے دی جائے گی۔ اور میرا بچہ میں اکیلا کیسے۔ میرے بہن بھائیوں دوست میرے ساتھ فوج چھوڑ کر آئے ہیں۔"

جکت کی بات سن کر ماں کو یاد آیا کہ گھر میں وہ اور جکت اکیلے نہیں ہیں۔ اُس نے جلدی سے آنسو پونچھ لئے اور اپنی دہائی سے ماں کو ایک پٹلی لے آئی۔ "تو اتنے دنوں کے بعد آیا اور میں تجھے دکھانے کو پہنچا ہوں بھول گئی۔ لے آیا کہ جو کالوہ ہے۔ کھالے۔ میں نے تیرے بالوں کے لئے ملا تھا۔ تجھے تو کالوہ بہت پسند ہے نا۔ بلکہ سب لڑکھاؤ اتنی دیر میں کچھ اور یاد کر گئی ہوں میں۔"

ماں کی بات سن کر جکت بولا۔ "نہیں ماں۔۔۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میرے ہاتھ کا کتا ملو دکھانے سے ہی جکت بھر جائے گا۔"

چاروں دوستوں نے مل کر ملو دیکھا، پانی پیا اور اسی دہائی میں اس کی کھال لے لے آئی۔ چاروں لڑکے پیسے لگے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ انھوں انھوں میں اشارے ہونے کا اب پلٹے کا وقت ہو گیا ہے۔ جکت نے پلٹے پلٹے پوچھ لیا۔ "ماں اور میری ہے؟"

"وہ بھاری بیشہ تیری خبریت پوچھتی رہتی ہے۔ ہوئی مٹانے کے لئے بیٹھے گی ہے۔ اُس کا مایا بھی ساتھ کیا ہے۔" ماں نے لہجہ پوچھے سو ان کی خبر چاروں کی اطلاع دے دی۔

"اس کا مطلب ہے کہ اس وقت میرے گھر میں کوئی نہیں؟" جکت نے سوال کیا۔

ماں اس سوال کا مطلب خراب چاہتی تھی مگر نہ بیٹے سے جھوٹ بولنا چاہتی تھی اور نہ سچ بول کر اُسے غلط راستے پر لے جانا چاہتی تھی اس لئے فوراً ہی منہ پھیرتے ہوئے کہیں۔ "میں وہاں کی سب خبریں تمہاری کہتی ہوں؟"

ماں کے اس جواب سے جکت چڑکا ہو گیا اور سمجھا کہ ماں ضرور کچھ چھپا رہی ہے۔ اپنے شہ کو زور کرنے کے لئے وہ بچہ کر چھپ کر چلا گیا۔

"میری چند چیزیں وہاں دریں ہیں، وہ وڈر لے لوں۔"

اوپر جا کر اُس نے دیکھا تو مکان کی چھت پر تین آدمی سو رہے تھے۔ تین چار پائیاں دیکھ کر اُس نے سوچا کتنی رام اور شام وہاں آ گئے؟ لیکن یہ تیرا کون ہو سکتا ہے؟ خبر جو تھی وہ ان کا رشتہ اور بھی سرزد کن ہی ہو گا نا؟ کچھ تین دوست اور چھت پر تین دکن۔ جلدی جکت نے کچھ نیکہ کیا اور نیچے آ گیا۔ بچن، ہیشا اور درو کپال وہاں سے جانے کے لئے بے قرار ہو رہے تھے۔ اُن کو اندیشہ

"رتا۔۔۔ پہنچ چکا تھا۔۔۔!"

ہوئی کی اُٹھی رات تھی۔ دن بھر رگ کھیل کھیل کر کھٹنے کے بعد اب لوگوں کو نیند کی کوو آرام ملا تھا۔ کہیں زور چلے جانے سے پہلے جکت ایک بار ماں کو منہ دکھانے کی خواہش لے دوستوں کو رتا آیا تھا۔ دوستوں کو اس طرح جکت کے دشمن کا گھر دیکھنے کا موقع بھی ملا تھا۔ جکت کے دل میں وہ پشیمہ رہتا نہیں تھا۔ ایک تو وہ درو کا حال معلوم کرنے کی اور دوسری ہونا، دعا یا کارہ چمکانے کی۔ اُس نے لے کر لپکا تھا کہ اگر ہونا مان لے پولیس کو دوا بھی میرا خط دیکھ کر غدار کرنا کی کوکشی کی ہے تو میں اُسے قتل کر کے ہی دوں گا۔ کبھی سوچتا ہوں جکت اپنے کے دروازے تک پہنچ گیا۔ اچھا آواز دیکھا اور دروازے پر آہستہ آہستہ سے دنگ دی۔ جکت کا ماں کو دیکھنے کے لئے بے قرار تھا۔ جکت کی ماں نے یہ سوچ کر دروازہ کھولا کہ جکت کے باوجود صدم سے واپس لوٹے ہوں گے۔ لیکن جب باہر دیکھا تو دروازے میں بہت ہی مانوس مانوس لیکن انجانا سا ایک شخص کھڑا تھا۔ ماں کی آنکھیں جکت کے فوجی لباس سے ہوتی ہوئی اُس کے چہرے تک آئیں اور وہیں دنگ کھیں۔ وہ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ اُس نے والے نے ہونٹوں پر زانگی رکھ کر اُٹھا موش رہنے کی ہدایت کی۔

الفاظ ماں کی زبان سے تو واپس لوٹ گئے، لیکن آنسو بہ کر آنکھوں سے بہہ نکلے۔

اتنی دیر میں جکت نے اپنے بھائیوں دوستوں کو اندر بلا کر گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ بھر گھر سے میں کروہ والی ماں سے بچوں کی طرح لپٹ گیا۔ اب پھوٹ پھوٹ کر دروازے پر جکت کا چہرہ آئوٹا ہے تو رہ گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان آنسوؤں میں جدائی کی آگ کے ساتھ ساتھ میری جھٹک کی جھٹک ہے۔ جکت نے اپنے آپ کو باپ کی شکل سے روک رکھے تھے۔ اُس نے ماں کا دھیان مٹانے کے اُٹھادی سے سوال کیا۔ "ماں۔۔۔ وہ آپ پر کیا ہے؟"

"نہیں بیٹے۔۔۔ وہ تیرے نانا سے ملے دھرم پور گئے ہیں۔ دروازے پر کھٹک کر میں تو کچھ بھی تھی کہ وہ واپس آ گئے۔"

"مجھے اس درو کی میں دیکھ کر فریج نہیں کھیں گی ماں۔۔۔؟"

"جیتا۔۔۔ تو چاہے کوئی سامی لباس پہن لے۔ ماں تو بچکانہ ہی لگی۔ اور میں تو ویسے بچو بچکے وہ دن سے۔" جیسے ایسے ہی لباس میں دیکھ رہی ہوں۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں فوج میں بھرتی ہو گیا ہوں ماں؟" جکت کو توجہ ہوا۔

"کل ہونا میں تیرے بالوں سے تیرا حیرا ہوا خط دیکھوا لے آیا تھا۔"

"اور اس کے بعد اس نے وہ خط پولیس کے سپرد کر دیا۔" جکت نے غصے سے دانت بھینچے ہوئے کہا۔

"نہیں، نہیں۔۔۔ ہونا تو کوئی نہ دے۔ وہ خط تو اس گھر سے باہر ہی نہیں گیا۔ تیرے بالوں نے تو اسی وقت خط چرے میں ڈال دیا تھا۔ اس کی راکھ میں سے سنبھال کر رکھی ہے۔"

"تو فہر۔۔۔ پولیس کو پتہ چلے گیا؟" جکت جکت سوچنے میں چڑ گیا۔

جکت کی بات سن کر ماں کا چہرہ آکر تیز۔ بیٹے کے ہلنے کی خوشی ان کی آن میں گم ہونے لگی

اور یہ بات گاؤں میں پھیل گئی۔ لوگ مطمئن ہو کر سمجھے۔ ہشیار جب چلائے گا مہر تھا۔ جگت جیل میں بار بار اور باقما اس وقت زوالی نری میں زبردست طوفان تھا لیکن آج اس میں بھر تھے۔ غری بار کے کہ جب جیب آگے نکل تو ایک شخص خاص ایک سامنے آ کر سر سے مرتے ہمارے جگت جیب کا دھکا لگے تھے۔ دس پندرہ سو ڈور جا کر۔ اس نے وہیں سے گالی دے کر کہا۔ ”تمہاری۔۔۔ اہو سے ہو گیا؟“

گالی سننے ہی جیب جگت گئی۔ جگت نیچے اترا اور بجائے اس کے کہ مرنے والے کی خبر بت معلوم کرنا اسے گدی سے پکڑ کر کھڑا کیا اور ایک زبردست دھکا اس کے منہ پر چڑھایا۔ لیکن دھڑے ہی لے کر جب جگت کی نظر اس شخص پر پڑی تو وہ چونک کر کھل چلا۔ ”اے ہونا تو؟“ ہونا نے جزا سہلا تے ہوئے دھکا مارنے والے کو کھور دے دیکھا اور بھاگ کر اس کے گلے لگا لگا۔ جگت نے کہا۔ ”بار صاف کرنا۔۔۔ پچان نہیں سکا۔“

ہونا نے زور سے اس کے کلبے سے لگے ہوئے کہا۔ ”ہاں دوست! اب تو فوج کا دور آ گیا ہے۔“

”بھئی ہونا اب تو فوجی کا کہیں ڈاکو کا ہاتھ تھا۔“ جگت بولا۔

”ڈاکو۔۔۔ ہونا جب سے بولا۔

”ہاں۔۔۔ ابھی ابھی دشمنوں کا صفایا کر کے آ رہا ہوں۔“ جگت نے کہا۔ ”چلو بیٹے جاؤ جیب تم۔۔۔ ابھی نہیں اور بہت سی باتیں کرنی ہیں۔“

ہونا جیب میں فوراً سوار ہو گیا۔ جگت نے ہشیار سے کہا۔ ”تو نے اسے مکر مار کے بڑا اچھا کیا۔ میں نے تلاش کر رہے تھے۔ وہ ہونا میں ہے۔“

جگت کے تینوں دوستوں نے اب ہونا کو فورے دیکھا۔ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ جگت آگے نکل کر ابھی انہی کی فوجی کی کر کے گاسی لے ہشیار نے تو کہہ دیا۔

”اس یو جو کچھ ساتھ لینے کی کیا ضرورت ہے؟ نہیں کیوں نہ تم کر دیا جائے۔“

ہشیار کی بات سن کر ہونا جیب سے آگے دیکھنے لگا۔ جگت کے بارے میں پولیس کو اس نے نہیں بتایا تھا۔ مگر ہونا ہونا سے بولا۔ ”میں نے تجھے جو دکھا تھا اس سے پولیس والے سنہا کو میرا پتہ لیا اس لیے میں فوج سے فرار ہونا چاہتا۔“

یہ سن کر ہونا بہت رنجیدہ ہوا اور بولا۔ ”اور اس کا شہر تو نے مجھ پر کیا؟ کیا میری یاد دہانی جی کر رہے ہے؟“

”تو خواہم تو میرے بار؟“ جگت نے کہا۔

”تجھے کیا پتہ کہ تیرے جانے کے بعد یہاں کیا کچھ ہوا؟“ ہونا نے کہا۔ ”مگر کچھ نہ دیا۔“ اس نے میرا اور تیرا نام پولیس کو بتا دیا۔ میرے سزا ہو گئی، تیرا پتہ معلوم کرنے کے لئے پولیس کے کتوں نے مجھ پر کیا کٹم نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میری مرلی ہوئی مالاں کا منہ بھی آخری بار دیکھنے کی اجازت نہ دی۔ لیکن میں نے مگر بھی نہیں کہا کہ اگر مجھے جگت کا پتہ معلوم ہوتا تب بھی میں

تھا کہ باہر کھڑی ہوئی فوجی جیب کو کوئی دیکھ نہ لے۔ صبح ہونے سے پہلے ان کا کافی دور نگر ضروری تھا۔

جگت نے نیچے آئے تینوں دوستوں کو کئی صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ ”تم تینوں والے مکان کے پھوڑا سے جا کر جیب جاؤ میں ابھی آتا ہوں۔“

دوست چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد جگت نے ماں کے قدم چھوئے۔ ماں نے بازوؤں سے تمام کراٹھیا اور سینے سے لگایا۔ مگر جگت فوراً اس سے الگ ہو گیا کیونکہ اسے ذرا ماں کے آنسو اس کے ارادے کو کھردہ نہ کریں۔ بیٹے کو جانا دیکھ کر وہی ماں کے پیٹ کاٹنے۔ اس نے دیکھا کہ جگت گھر سے باہر نکلا اور پھر اس نے دروازہ بھی بند کر دیا۔ ماں کو پکڑ آ گئے وہیں ڈھیر ہو گئی۔

جگت کے پیچھے ہی ویرو کے گھر کے پچھلے حصے سے جگت اور اس کے ساتھی جگت پر چڑھ گئے رام، شام اور بدی نکلے گہری نیند میں تھے۔ دن بھر خوب خوب ہو چکے تھے۔ پڑو غروں کو بھاگ بھی بھاگ بھی پکار کر ان پر خوب رنگ آڑا ہے، تھے ان کے گالوں پر گال لگایا گیا اب شاید نیند میں بھی وہ آ کی پچھلے پھوڑا سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ بدی نے آج شربا ڈٹ کر کٹی گئی۔ چنانچہ اسے اور نیند نے اس پر دو بار اثر کیا تھا۔

تینوں دشمنوں کو ابھی نیند سلا کر جلد از جلد یہاں سے روانہ ہوا تھا۔ جگت نے تینوں دوستوں سے کہہ دیا تھا کہ تینوں کو دشمنوں پر ایک ساتھ فائر کرنا ہے۔ قانون سے بھادت کرنے سے پہلے ایک سے کر ایک ایک کل کا انعام ضروری تھا تا کہ کوئی دغا نہ کر سکے۔ اسی وجہ سے اس وقت جگت نے اپنے دشمنوں کی سموت ٹیروں کے ہاتھ سے بھی مٹھو کر کٹی گئی۔

چن، ہشیار اور کپال نے اپنی اپنی ہندوؤں کی جالیوں دشمنوں کے سینوں پر کھد دیں۔ جگت۔ ہاتھ اور ہاتھ کر کے اشارہ کر کے اور گولیوں ابھی دبا دی گئیں۔ دوسرے ہی لمحے گولیاں دشمنوں کے سینوں میں اتر گئیں اور ان کے منہ سے ایک حرف بھی نہ نکل سکا کہ وہیں پر دوا کر چکی تھیں۔

چاواں اور دوست فوراً وہاں سے نکل کھڑے۔ ہندوؤں کی آواز میں سن کر لوگ جاگ پڑے۔ کڑکیاں اور دروازے کھلنے کی آواز میں آئے گئیں۔ ویرو کے گھر میں سوتی ہوئی چنگی کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ گولیاں پٹلی کی آواز میں کہاں سے آئی ہیں مگر وہ اتنی ڈر گئی کہ اس نے دروازے سے نکلا دیا اور خود ایک گولے میں دھبہ کر بیٹھ گیا۔ اس کے گالوں میں جب جیب آگے تو وہ دو بدی اسی طرح کھوئے میں دھبہ کر مات گرا اور دبا کر تھے۔ مگر اس وقت اس جگت جیب کے پار جانے کی ہمت نہ تھی۔ مگر اس کو اس بات کا بھی اطمینان تھا کہ وہ آگیا نہیں ہے۔

جگت اور اس کے ساتھی جیب میں بیٹھ کر گاؤں سے باہر نکل گئے۔ راستے میں ہونا نے گھر کے پاس لڑکے کی، لیکن وہاں تالا تھا چنانچہ ان کو ہونا نے بے بغیر ہی آگے بڑھا دیا۔ ہونا نے کہہ کر سامنے جیب ڈک دیکھ کر کھلے پھوڑا سے پچھا۔

”اے بھائی! یہ ہندو کے دھماکے کیسے تھے؟“

”بھئی ہم لوگ دھماکے لے لے لگے ہیں۔“

”میں ہوں۔ ہنومان۔“

ہنومان کی آواز سن کر ناتا اور سون سنگھ دونوں کو توجہ ہوا کہ ابھی ہنومان ایک گھنٹہ پہلے ہی تو گیا تھا وہی جلدی دابلی کیوں آ گیا؟ ناتا نے دروازہ کھولا۔ ہنومان کے ساتھ بکت کو فوجی لباس میں دیکھ کر ان کی نظر میں بھی دھوکا کھائیں۔ انہوں نے فوراً چپے پھیر لی اور کہا۔

”پولیس کے آدمی کو ملے گا آدمی رات کے وقت کیسے آتا ہوا ہنومان؟“

بکت نے ہنومان کو آنکھ ماری۔ ہنومان نے کہا۔ ”نانا می! یہ پولیس کا آدمی نہیں، فوج کا افسر ہے۔ بکت فوج سے فرار ہو گیا ہے۔ نا اسی کی تلاش میں یہ یہاں آیا ہے۔“

سون سنگھ جواب تک ڈور کھڑے تھے یہ سن کر حیران ہو گئے۔ لیکن ناتا خوش ہو کر بولے۔ ”ان کو تلاش لینے دو۔ بکت یہاں نہیں آ گیا۔“

اب ہنومان نے دھما کر کیا۔ ”بکت یہاں آیا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے اس گھر میں داخل ہوتے دیکھا ہے۔“

ہنومان کی بات سن کر ناتا کو بہت غصہ آیا۔ ان کا بی جا ہا کر وہ اس کا گلا گھونٹ دیں۔ غصے سے بولے۔ ”کیسے! اور پری جا مل رہا ہے۔“

اب بکت نے غصوں کی تڑپاؤں میں ہکا بڑھا جانے لگا۔ وہ فوراً ناتا اور ہنومان کے درمیان آ گیا اور بولا۔ ”ناتا! ختمات ہو۔ بکت واقعی یہاں آ گیا ہے۔ یہ دیکھو انہما ہمارے سامنے کھڑا ہے۔“

”کیا؟“ ناتا کی آنکھیں کلکی کلکی ہو گئیں۔ انہوں نے آگے بڑھ کر دواسے کو گٹھے سے لگا لیا۔ ہنومان نے کھڑکی بند کر دی۔ سون سنگھ بھی دوڑ کر قریب آ گئے۔ بکت نے ناتا سے الگ ہو کر ان کے پیچھے چھپے اور کہا۔

”ناتا! میں دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر آیا ہوں۔“

ناتا نے بکت کو قدموں سے اٹھا کر پھر بیٹنے سے لگا لیا۔ اس کی پیشانی کو چوڑا اور بولے۔

”شائش بیٹے شائش!۔۔۔ تو نے مارے مارے دشمنوں کو موت دے دیا اور کھڑا ہے۔“

”نہیں ناتا۔۔۔ پڑا ابھی باقی دو کیا ہے۔ میں میں تھرا تو اس کے چپا کیا تھا۔ بڑا گاؤں ہے اب ہر گھر ہوا ہے۔“ بکت نے کہا تو ناتا نے مزہ ہو کر بولے۔

”اس حرام نرلوے کو بھی آج ہی باہر جانا تھا؟ ارے اس شادی شدہ کو تو پہلے مارنا چاہئے۔ روئے گئیں اس کے گھر بیٹا ہو گیا تو انتقام کا حساب باقی دو جانے گا۔“

بکت کو یہ الفاظ بہت کٹے لیکن اپنے جذبات کو چھپانے کے لئے باپ کے قدموں میں جھک گیا۔ سون سنگھ نے صرف اتنا ہی چھپا۔ ”اپنی ماں سے مل آئے ہیں؟“

”ہاں بابا! لیکن شادی ان کو مل کے بارے میں پتہ نہ ہو۔“ پھر بکت نے جانے کی اجازت طلب کی۔ اس نے کہا۔ ”اس وقت تو میں جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ فوج سے فرار ہونے والے تین ساتھی اور ہیں۔ ہنومان بھی ہمارے گرو میں شامل ہو گیا ہے۔ آج سے ہر گناہوں کے باقی بن رہے ہیں۔“ اس جملے کے بعد بکت نے ناتا کی آنکھوں میں آن کیلی باران سو دیکھے۔ ناتا نے رنگی ہوئی آواز میں دعا دیتے ہوئے کہا۔

”ناتا۔۔۔ اور تو نے میری رادھی کی یہ قدر کی؟“

یہ باتیں کرتے ہوئے ہنومان جیسے بے رحم شخص کی آنکھیں ہلک گئی تھیں۔ بکت کا دل بھی آہ۔ وہ بولا۔ ”مجھے صاف کر دے یا راتیرے الفاظ میرا گلو بچے سے دے رہے ہیں۔“

پھر اس نے موضوع بدلے ہوئے ہنومان سے پوچھا۔ ”اس وقت تو کہاں سے آ رہا تھا؟“

ہنومان کا غصہ ابھی نہ اترتا تھا۔ وہ غلڑا ہوا۔ ”پولیس کو تیری اطلاع دینے کیا تھا۔ گرفتار کرنا کی غرض تھی۔“

”میں! میں ہنومان!۔۔۔ اب خدا ہو گئی۔“ بکت شدید جذبات سے چیخ پڑا۔ اس کے بعد قصور وار تک سب خاموش رہے۔ مگر ذرا ہی دیر بعد ہنومان خود ہی بولا۔

”میں دھرم پور گیا تھا تیرے ہاں کو خبردار کرنے کے لئے۔“

”کس بات سے خبردار کرنے؟“ بکت چونکا۔

”راہ اور شام نے ان کا پتہ نہ کاڑھا۔ یہ بتایا ہے۔ شام کو میرے سامنے بھی گھمے تھے میں سارا راز ادا کر لیا۔ یہاں خطرہ تھا کہ آج ہی رات کا تمام کرنے کا پروگرام نہ ہو چتا چھپنے تو اصرار ضرور داند ہو گیا۔“

بکت نے ہنومان کو اپنی بانہوں میں لے لیا۔ ”بھگوان کتنا مہربان ہے مجھ پر کہ اس نے تم جیسے دوست دیئے ہیں۔“

بکت نے پھر اپنے تینوں ساتھیوں کا بھی ہنومان سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”یہ میری ٹولا کے ساتھی ہیں۔“

ہنومان بکت کی بات سننے ہی جھک گیا اور بولا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ تو مجھے اس ٹولی سے الگ رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن سن لے اگر اب میں اس جیب سے نہیں آؤں گا۔ تیری ٹولی میں شامل ہونے کی جو جگہ نہیں ہوتا ہے۔“

”میں ایک کل!۔۔۔“ بکت نے کہا۔

”نہیں!۔۔۔ وہ تو اگر تم نہ ملے تھے تو بھی میں ایک قتل کرنے والا تھا۔“ ہنومان نے یہ کہہ کر زوردار قہقہہ لگایا۔

”کس کا؟۔۔۔“ بکت بولا۔

”مکھ کھکھ کا۔ مجھ سے دوڑ کر فرار ہو گیا تھا۔ مگر کئی دن کی تلاش کے بعد آج ہی اس کا پتہ مل گیا ہے۔ چشمن گٹھنے کے اندر اندر میں تمہاری ٹیمیں ادا کر دوں گا۔“

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دھرم پور آ گیا۔ سب خاموش ہو گئے۔ بکت نے ناتا کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر چپ کو ایک بیڑ کے نیچے کو لایا اور بولا۔ ”میں ابھی ناتا اور باپ سے مل کر آتا ہوں تم لوگ خبردار رہنا۔“

ہنومان بھی جیب سے آ کر گیا اور کہنے لگا۔ ”میں بھی تیرے ساتھ چل رہا ہوں۔“

بکت نے ناتا کے گھر کے دروازے کو دستک دی۔ اندر سے آواز آئی۔ ”کون ہے؟“

بکت ناتا کی آواز تو پہچان گیا مگر اس نے ہنومان کو جواب دینے کا اشارہ کیا۔ ہنومان بولا۔



اس آکر ڈکا۔ اس پاس نگاہ دوڑائی لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ اس نے کان کان کر جکت کے گھر سے کسی قسم کی آواز نہ سنی چاہی لیکن وہاں کسی خاموشی کی قہقہہ اڑنے لگی۔ قہقہہ اڑنے والوں گھر کے پیچھے جکت کیسا اور چکر لگا رہا اس کوٹ آیا۔ اس نے خان پور سے آنے والے انیسٹر کو دیکھا تو اس نے قہقہہ اڑا کر دروازے پر دستک دینے کا اشارہ کیا۔

قہقہہ اڑنے سے دروازے پر دستک دی لیکن جواب نہیں ملا تو اس نے دروازے پر زور سے لات لادی۔ دروازہ آدھا کھل گیا۔ آنے والوں کو یہ باتیں چار بار سنگ رہی تھیں۔ پولیس پارٹی کو وہیں دیکھنے کا اشارہ کر کے قہقہہ اڑا اور انیسٹر اندر داخل ہوئے تو کچن میں ہی جکت کی اس بیوی نے بڑی نظر آئی مگر انیسٹر نے پہلے اندر جا کر کمرہ اور پارٹی خانہ دیکھا پھر پوریلو اور ہاتھ میں لئے جھپٹ پر بھی گیا لیکن بائیس واہس آ گیا۔ اب قہقہہ اڑنے آواز دی۔

”اے بڑھیا! آج بھابھی جا بھلی ہے۔“  
لیکن وہ اب بھی دیکھی ہی نہ تھی۔ اب دروازے نے گھبرا کر بڑھیا کو جھنجھوڑا تو بیانی کے ایک گوشے میں خوں جما ہوا نظر آیا۔ زمین پر بھی خوں کا دھبہ پڑا تھا۔ انہوں نے بڑھیا کو اٹھا کر پوریلو پر لایا۔ قہقہہ اڑنے سے ہوش میں لانے کے لئے پائے لپٹے کیا تو ایک کہنے میں اس نے چار پائے دیکھے۔ چیلوں کے کناروں پر کسی کے جھاک اب تک نظر آ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اور جلدی سے باہر نکلے۔

بیانی ماں جی کے منہ پر ڈالا گیا تو اسے کچھ کچھ ہوش آیا۔ وہ کچھ بڑھائی، آنکھیں ڈرا کھلیں لیکن فوراً ہی مجرہ بند ہو گئیں۔ اسی حالت میں برابر بیٹھے ہوئے انیسٹر کے ہاتھ پر اس نے ہاتھ جمیرا کر ڈال دی۔ آواز میں بولی۔ ”جکت! میں تجھے نہیں جانے دوں گی! مجھے“  
بڑھیا نے اس بات کی یہ رد ہونے میں ساری بات جکت کو کہی کہ کرات کرات جکت یہاں بھی ضرور آیا ہو گا۔ اور اسی کے جانے کے گم سے بڑھیا میں ہوش ہو گئی تھی۔ وہ دروازے پر فوراً اٹھ نہ گئی۔

”جکت آکر چلا گیا انیسٹر! قہقہہ اڑنے سے باہر آ کر کہا۔  
”وہاں ہمارا درگاہ اور تم سو تے رہ گئے۔“ انیسٹر نے خفا ہو کر کہا۔  
قہقہہ اڑنے پر مشغول ہو گیا۔ اس کی جگہ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ انیسٹر نے غصہ سے کہا۔  
”اب کب کڑے گی! کوہا سامنے والے گھر میں معلوم کرو کہ اندر کوئی نہ رہ گیا ہے یا نہیں؟“  
انیسٹر کا گھر کس کس قہقہہ اڑنے سے اب وہاں تک کے گھر کے دروازے پر دستک دی ہو کر وہاں بھی اندر سے جواب نہ ملا تو اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے سر ہلای کر آواز میں پکارا۔

”مومن! کچھ گھر میں ہے۔“ دروازہ کھولا۔  
چاہی اب تک کانپ رہی تھی۔ آدھی رات کو کوہنے والے دھماکے اب اسے ابھی ڈرانے ہوئے تھے۔ دستک نہ کر اس نے سوچا کہ دروازہ کھولنے کی بجائے اوپر جا کر رام اور شام کو چنگے کے آگے میں پھر قہقہہ اڑا کر آواز آئی۔

”میں قہقہہ اڑا رہا ہوں۔“ جلدی دروازہ کھولا۔  
صبح صبح کے اس شور سے اس پاس کے لوگ بھی جاگ اٹھے اور دروازے کے کمرے کیوں کھول کر

”جاؤ۔“ بھگوان تجھے فتح مند کرے۔ لیکن ایک بات میری ہمیشہ یاد رکھنا۔ غریب کو کچا نہ کرنا اور امیر پر رحم نہ کرنا۔“ جکت اور بھوانی دروازے کے پاس بیٹھے تو تانا نے کہا۔ ”غریب۔“  
گھوڑی اور ڈانگ بھی لپٹے جانا۔ پھر گھوڑی کی نگاہ جکت کے ہاتھ میں دیتے ہوئے تانا نے کہا۔  
”آج سے ماگ تیری ہے۔ اس کی وہاداری پر مجرہ بند کرنا۔“

جب یہ باتیں ہوئیں رات کے دو بج رہے تھے۔ تانا اور پاپے سے دروازے ہو کر پانچوں دوسرا آن کی آن میں کہیں کے کہیں کھل گئے۔

پہرہ بٹھڑ نہ تھا کو اس بات کا سخت ضد تھا کہ جکت اس کو پکڑ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ کافی دیر تک تو حواس باختہ سا رہا۔ آخر جب سنبھلا تو اس نے خان پور پولیس کو اطلاع دی، مجر فوج سے بھی فرار ہو گیا۔ پولیس نے گھوڑا تاروا نہ کیا جائے۔ مجر کے ساتھ دوسرے تین فوجی بھی ہیں۔ یہ لوگ رات گلیں اور جپ لے کر بھاگے ہیں۔ وہ تیار ہوا میں دو پہر تک کچھ کر ہوں۔

ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ سنبھا کو جب اطلاع ملی کہ جکت فوج میں ہے تو اسے پورا یقین ہو گیا تھا کہ اب جکت اس کی کبھی میں ہے۔ اس نے اسی کامیابی کے یقین کے لئے ہی جکت اور اس کے تانا کے گھروں سے بہرہ خواہی اس طرح جکت کو گھر جا کر کامیابی سے واپسی کا موقع مل گیا کہ اس دروازے میں ساتھ اس نے جھنوں کو بھی کھم کر ڈالا۔  
رات سے قہقہہ اڑنے لگی آج بچا گیا کیا۔ رات کو وہ ہندوئی کی آواز میں کس بھی جا کا تھا اور پوریلو نے گھر سے لاکھی قہقہہ اڑاتے ہی میں چوکیدار نے تانا کو خفا کر چھوڑ دی۔ آئے جسے اور خفا کر کے چلے گئے ہیں۔ یہ سن کر قہقہہ اڑنے والے کالیاں بٹا ہوا گھر جا کر پھر سو گیا تھا کیونکہ گاؤں کی سرحد کے قریب کچھ جاوڑ پائے جاتے تھے چھوڑ دیں۔ کبھی گھر خفا کر کے کھیلنے نکل آیا کرتے تھے۔ لیکن ہندوئی سے گویاں چلنے کی آواز میں اتنے قریب سے کبھی سنائی نہ دی تھیں۔  
قہقہہ اڑنے سے سو جا کھیاں میں نے گاؤں کے اندر داخل ہو کر خفا کر بھو گیا۔

لیکن جب کبھی آج خان پور سے آئے ہوئے پولیس دے رہے تھے قہقہہ اڑنے کو سنبھا کا بیٹا تانا تو اس کے پیچھے چھوٹ گئے۔ اسے فوراً رات کے فوجی اور گویاں چلنے کی آواز میں یاد آگئیں۔ اس نے سوچا انہوں نے کس کو خفا بنایا؟ قہقہہ اڑنے اپنے آپ سے سوال کیا، کیا مجرہ وہاں تک گیا۔  
”غضب ہو گیا۔“ دوسرے ہی لمحے وہ تیار ہو کر فوراً گھر سے نکلا۔

راجے سے جگہ جگہ گویاں کی لائٹیں دھبے دھبے میں رہی تھیں۔ گاؤں کا چوکیدار بھی یہ سوچ کر بیٹھا بیٹھتا ہے کہ جگہ جگہ گویاں کی لائٹیں دھبے دھبے میں رہی تھیں۔ قہقہہ اڑنے سے ایک لات رسید کر اور چلا گیا۔ ”منگ حرام! سو رہا ہے۔“

چوکیدار نے بڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ اس ناگہانی حملے کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ قہقہہ اڑنے ڈھٹ کر پوچھا۔ ”کیا تو نے رات کو خفا کر کے لے آئے والے کو جیوں کو دیکھا تھا؟“  
قہقہہ اڑنے کے لہجے سے ضد سرخ تھا۔ چوکیدار پولیس پارٹی کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اس سے کوئی جواب نہ ہی پڑا۔ قہقہہ اڑنے سے ایک لات اور لگا کر آگے بڑھ گیا اور سیدھا جکت کے گھر کے

دیکھنے لگے کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ سن کر چائی کو ذرا سسکوں تو ہوا کہ دروازے پر قہقہاؤں ہے۔ لیکن اس بات سے گھر میں مدد بھی ہوگی کہ قہقہاؤں اس وقت کس لئے آیا ہے۔ پھر بھی اس نے دروازہ کھکا دیا۔ دروازہ کھلتے ہی چائی کو دیکھ کر قہقہاؤں اترنے لگا۔  
 ”گھر میں کوئی مرد ہو تو اسے فوراً پکڑو!“

چائی پوچھنے لگی کہ کیا کام ہے۔ قہقہاؤں کا حکم سن کر بولی۔ ”موہن تو پہلی کے ساتھ سرسرا رہا ہے۔ رام شام اور میرا بیٹا چھت پر سو رہے ہیں۔“  
 انپکڑ جلدی سے بولا۔ ”اوسے لالہ..... جو بھی ہوا ہے جلدی سے حاضر کرو۔“  
 چائی اب گہرائی۔ ”اُن سے کوئی قصور ہو کیا ہے؟“  
 انپکڑ نے اُس کو اس انداز سے گھورا کہ وہ جواب دینے کے لئے نڈک کی اور جلدی سے چھت کی بلر مہیاں چڑھنے لگی۔ انپکڑ اور قہقہاؤں اپنے کمرے سے تھے۔ چہرے گھوم کے بعد انہیں ایک دلزدہ مٹی جی ڈالی۔ چائی دروازہ کھین کر رہی تھی۔

”اوسے میں لٹی تھی۔“ کسی نے میرے بیٹے اور دونوں بیٹوں کو مار ڈالا!“  
 بڑھیا کے تین سن کر قہقہاؤں اور انپکڑ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور لپک کر چھت کی بلر مہیاں چڑھ گئے۔ چھت پر تین لالہ شیں چلی گئیں۔ رام اور شام رات کو رنگ رنگ کے کپڑے پہن کر سو گئے تھے کراس وقت ان سارے رنگوں میں خون کا لالہ رنگ صاف نظر آ رہا تھا۔ زمین پر بھی خون پڑ گیا تھا۔ رام کی آنکھوں کے دیدے سے پہلے اور منہ کا لہر گیا تھا۔ شام کا ایک ہاتھ اب تنک چار پائی سے لٹک چکا تھا۔ رام کی آنکھوں کے دیدے سے پہلے بارو دشمن کا بھی دہل رہا تھا۔ چائی اپنے بچے بھی تنک کی لٹ سے اپنے لپٹ کی جیسے اس طرح اُس کا بیٹا ابھی زندہ سے جاگ جائے گا۔ چائی کی دلزدہ بیٹوں اور تین کی آوازوں سے برابر اُسے گھر میں جھٹ کی باں بھی پوری طرح پوش میں آ گئی۔ اُس نے انہیں گھومیں تو اب اُسے پتہ چلا کہ جھٹ صرف اُس کے ہی اور مالوں کو بچل کر نہیں کیا ہے بلکہ ایک دوسری باں کی زنجیر کو بھی دیران کر گیا ہے۔

ذرا دیر میں پورے گاؤں کے لوگ دیو کے گھر کے پاس پہنچ ہو گئے۔ سب یہی یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کس گھر کو کیا کیا ہے۔ یہ پوچھنے کی کئی ضرورت نہیں تھی کہ کئی کس نے ہے کیونکہ سب کو پتہ تھا کہ اگر جھٹ زندہ ہے تو وہ داہن آئے گا اور قیامت برپا ہوئے گا۔ وہ کہاں سے آئے گا، آہا، اُس کے ساتھ کسی تھاس کے ہارے میں طرح طرح کی پتہ ٹیکو بھی ہو رہی تھیں۔ کسی نے تو یہ بھی کہا کہ اگر جھٹ کو پتہ چل گیا ہے کہ موہن، دیو کے ساتھ سرسرا لیا ہوا ہے تو وہ چیخے جا کر اُس کا بھی دھن کا کام کر دے گا۔

کئی نے سنا پوچھ دینے کو دیکھ کر کھڑے سے کہا۔ ”یہ لوگ تو ہمیشہ کام پورا ہو جاتے کے بعد ہی قہقہاؤں دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔“

اس کے جواب میں دوسرے نے کہا۔ ”ان کی بات کیا کرتے ہو۔ خود ہم لوگ اتنے قریب ہونے کے باوجود کام ہو جانے کے بعد ہی قہقہاؤں دیکھنے کے لئے پہنچتے ہیں۔“  
 ایسی باتوں سے بحث ہو گئی۔ اگر پولیس موجود نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ معاملہ ہاتھ پائی تنک چلا

ہاتا۔ لوگ بار بار جھٹ کے گھر کے دروازے کی جانب نگاہ کرتے۔ لیکن وہ دروازہ اب تک نہیں کھلا تھا۔ پانچ آدمیوں کو بلا کر قہقہاؤں نے شہر تارہ تار کیا۔ چائی کو چار پانچ عورتوں نے پکڑ کر ایک کونے میں بٹھا دیا تھا۔ وہ اب بھی چین کر کے سر پٹی رہی تھی۔

انپکڑ نے دو پولیس والوں کو خانہ پور روانہ کیا تاکہ سنا صاحب کو آتے ہی یہاں لایا جائے۔ بارہ چھ پولیس والوں کو گاؤں کے قہقہاؤں کے قہقہاؤں میں روانہ کیا گیا۔ دو کو صدمہ پر بھیجا گیا تاکہ جھٹ کے ہاتھ سے کوئی اطلاع مل سکے تو لے آئیں۔

تینوں لالہ شوں کو بچنے لگا کھن میں رکھا گیا۔ اب مزید کارروائی کے لئے ان لالہ شوں کو ہسپتال لے جانا پڑی تھا۔ سارے والوں کے رشتہ دار سوج رہے تھے کہ موہن کو اس واقعہ کی اطلاع کے لئے کسی کو بھیجا جائے یا نہیں؟ کسی نے کہا کہ وہ دیو کے ساتھ جھٹ داہن آئے تو گھر گیا ہے چنانچہ یہی خبر دے دینے سے سنا ہے بہتر ہے کہ اسے داہن آکر ہی اس واقعے کی اطلاع ملے۔

دو دیکھنے کے بعد موہن اور دیو کو داہن لانے والی گاڑی گاؤں داخل ہوئی۔ لوگ کھڑکیوں سے سر نکال کر انہیں دیکھنے لگے۔ کوئی کی نظروں سے ابھری کے جذبات ظاہر تھے۔ موہن تنک لالہ شوں کی حرارت سے چونک گیا۔ اُسے لگا کہ ضرور کوئی ایسا نوکس بات ہوئی ہے کہ وہ سب لوگ اس طرح اُسے نہ گھورتے۔ رام اور شام نے کوئی حرکت کی ہوگی۔ کیا پتہ کسی صورت کو چھپتا رہا ہو۔ گاؤں والوں کی نظریں دیکھ کر دیو کا دل بھی ہڑکا۔ وہ یہاں سے چاہتے ہوئے یہ خوشخبری سن کر گئی تھی کہ جھٹ زندہ ہے۔ لیکن وہ پکڑا تو نہیں کیا؟

ذرا دیر بعد گاڑی چلی گئی گھر کے گھر کے پاس آ کر کوئی دو گھنٹوں کو گھر کے پاس پہنچ دیکھ کر دونوں کو یقین ہو گیا کہ ضرور کوئی بات ہے۔ دو دن آدھ دن کے بعد کہ موہن کو گاڑی سے اتارا۔

”کیا ہو گیا ہے..... لوگ کس طرح ہیں؟“ موہن اب پوچھنے بغیر نہ رہا۔  
 ”ذرا دل کو مضبوط رکھنا موہن تنک لالہ شوں کا واقعہ ہو گیا۔“

موہن کی کچھ بھی سمجھ نہ آیا اور وہ اندر گھر میں داخل ہوا۔ گھر میں قدم رکھتے ہی موہن نے سخن میں تین لالہ شیں منہ پر لے کر پہنچی ہوئی دیکھیں..... اس کا دل دھک سے دوڑ گیا۔ پاؤں دھیر دھیر مڑ کر رہ گئے۔ سنا تو کھانا کچھ نہ لگ گیا۔ انہیں جھٹ گھر میں لیکن اُس نے لپٹے۔ اُس نے اپنے ہاتھوں سے سینے کو لپٹ لیا تو اپنے پیٹ میں لپٹ نہ لیا تو دل اچھل کر جسم سے باہر آ جائے گا۔

دیو دھیر دھیر چلی گئی۔ لیکن موہن کو بے حس و حرکت جا کر دیو کی طرف کسی نے دھیان نہ دیا۔ سب کو لگا کہ کہیں موہن بھی وہیں ڈھیر نہ ہو جائے۔ سوچی کی نڈک دیکھ کر گاؤں والوں نے لالہ شوں کے چہروں سے پکڑے نہ دیکھے۔ دونوں بھائیوں کی چھٹیں دیکھ کر موہن ڈوڑا اور چار پائیوں کے چہروں پر بھائیوں کے سر دل پر ہاتھ بھرتے ہوئے دعا مانگاں مار مار کر رونے لگا۔ اور داہن جا کر چائی سے لپٹ کر رونے لگی۔

پہلے تو چائی نے اُسے سینے سے لگا کر تین کے، لیکن پھر اس نے اچانک دیو کو دھکا دے کر دیو زور بٹھا اور بولی۔ ”خوبصورت رہنے دے۔“ چھتے پہ چل گیا تھا کہ جھٹ یہ کام کرنے کے لئے آئے گا۔ جانے سے پہلے تو اس کی ماں سے ملنے کی اداسی لئے اپنے مہیاں کو موت سے بچانے کے

کہا تو اس وقت میرا خیال تھا کہ کام کے آدمی ہو گئے۔ لیکن تم نے تو اور میری بے عزتی کرانی ہے۔ میں پوچھتا ہوں رات کے وقت جب یہ واقعہ ہوا تو تم کیا کر رہے تھے؟ نئے میں تھے یا پانی کے۔

قائدینار نے ہاتھ جڑ کر کہا: ”صاحب! میری یہ ایک غلطی صاف کر دیجئے۔ اصل میں رات کو ہوکر اگلے بجھے غلا اطلاع دی تھی۔ میرے خیال میں اس کو فوراً ہر طرف کر دینا چاہئے۔“ ”ہر طرف کرنے کے لئے تو مجھے اب کافی کمی لست تیار کرنی پڑے گی۔“ ”شہزادہ کا کرہ لالا۔ یہاں سے فراغت پا کر شہزادہ کو گھر لے کر آؤ۔ سوئے گیا۔ اس کا بیان کی لیا تھا۔ بگت اور اس کے امتیاز کو بھر میں ثابت کرنے کے لئے کوئی اور قوت تھو تھیں۔ صوفی نے بیان دیا کہ بگت نے ہاتھ عداوت کی بنا پر یہ کھل گئے ہیں۔“

وہاں سے شہزادہ قانیہ رات بگت کے گھر گئے۔ کھانا کھا کر بگت کی ماں کا بیان کچھ زیادہ سادہ ثابت ہو گیا لیکن گھر میں بگت کے باپ اور نانا کو دیکھ کر ہی شہزادہ چہرہ انداز کیا کیونکہ اگر یہاں پہنچا ہوا ہوتا تو وہ من پسند بیان حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ مگر اب جان اپنی مرضی کا لینا مشکل تھا۔ ”انا نے شہزادہ قانیہ رات استہلا کیا۔“ ”آئیے۔“

ماں جی نے بھی انھیں کھول کر شہزادہ کی طرف ایک نظر دیکھا جس پر شہزادہ نے ماں جی سے پوچھا: ”یہ چٹانی پر درخم کیسے لگا رہی تھی۔“

جواب دینے والے: ”طبیعت ناما ہے۔“

شہزادہ نانا کی طرف ایک نظر دیکھا اور پھر ماں جی سے پوچھا: ”یہ چٹانی پر درخم کیسے لگا رہا۔“

ماں جی: ”

”رات کو پانی پینے کے لئے اٹھی تھی۔ ٹھوکر لگ گئی۔ ویسے معمولی رقم ہے۔“ پھر نانا نے ہی جواب دیا۔

شہزادہ کو اب برا لگا۔ ”مستم! آپ سچ میں تو بولیں تو بھڑے۔“ مجھے ماں جی کی زبانی واقعات معلوم کرنے ہیں۔ گزشتہ رات ہونے والے اسے آپ ہی کے بگت نے کئے ہیں۔ یہ تو آپ کو بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔“

”میں کیا معلوم جواب۔۔۔ ہم لوگ تو انہی آدمی دو پہر میں یہاں آئے ہیں۔“ نانا نے بڑی زور سے جواب دیتے ہوئے پوچھا: ”ویسے قاتل کو کسی نے دیکھا ہے؟“

اب شہزادہ کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے بات سنی ان ہی کے ماں جی سے سوال کیا۔ ”کل رات بگت اور فوج سے فرار ہونے والے اس کے ماسکی یہاں کس وقت آئے تھے ماں جی؟“

سوال سن کر ماں جی نے پہلے شوہر کی طرف اور پھر اپنے باپ کی طرف اشارہ کیا۔ ”نانا نے اشارے سے بتایا کہ جواب کل مول دیا۔ چاہے ماں جی کو بصورت کھانے سے نفرت تھی لیکن اس وقت باپو سارے لی چٹنے تھے اور پھر بولنے میں غلطی ہو جانے سے بگت پر بھی مصیبت آنے کا خطرہ تھا۔ اس نے کہا: ”صاحب! باپو نے جو کچھ کہا ہے۔ رات ٹھوکر لگنے سے میں گری اور بے ہوش ہو گئی۔ مجھے کس معلوم کرنا کو مجھے چار پانی پر کس نے لایا۔“

لے کر کچے لگا گئی۔“ حراف۔۔۔ کسنا۔“

چاچی کے اس بدلے رومی سے دیر و مشرور ہو گئی۔ اس نے اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ لگائے۔ یہ گالیاں اور الزام اس کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ وہ دوڑ دوڑ کر دوسرے کمرے میں گیا مگر باہر کمرے ہوئے سرد چاچی کے یہ الفاظ سن کر حیران رہ گئے۔

ایک صوفی کھڑا کھڑا سوگ بھی نئے میں بدل گیا۔ چاچی نے جو کہا تھا وہ سچ تھا یا غلط؟ پھر اس وقت صوفی کو کاشوف رہتا مناسب معلوم نہ ہوا۔ وہ آٹھا اور دیو کے پاس جا کر اسے کوئی طرح بتانے لگا۔ گالیاں دے کر بولا۔ ”نانا۔۔۔ میری ہی وجہ سے یہ دن آئے ہیں۔ ایک کے بعد ایک میرے سارے بچے کھانے میں آئے۔ آکر اسے کھانا کھانا چھوڑا۔“

صوفی کی دیوانگی دیکھ کر وہ آدمی نے آکر اسے گھمایا کہ یہ وقت بھڑکا کر نے کا نہیں ہے۔ قانیہ رات صاحب لاشوں کو لے جانا چاہتے ہیں۔ اس وقت بگت کا رہنے سے اور بدنامی ہوگی۔ صوفی لوگوں کے سمجھانے سمجھانے سے دیو کو چھوڑ کر باہر آیا۔ قانیہ رات اور ان کے لاشیں گئے۔ گاؤں بھر میں سچ سے دو پہر تک ایک عجیب دیوانی کی چھائی رہی۔ مگر کب تک، دو پہر کے قریب لوگ اپنے اپنے کاروں میں صرف ہونے لگے تو کسی وقت پھر چاکر بگت کے باپ اور نانا آ گئے ہیں۔ بگت کی ماں کے چند رشید اور مچا تھے اس کے کمر میں سچ ہو گئے تھے۔ لیکن ماں جی نے ان میں سے کسی سے بات نہ کی تھی۔ سامنے والے کمرے آئے واسے یکن کی آواز میں سن کر کہ ماں جی کی آنکھیں صوفی مولا دھار بر سر رہی تھیں۔ ان آنسوؤں کے راستے بگت کی ماں کے صدف ماسکی تو دل رہے تھے۔

شوہر اور باپ کو دیکھ کر اس کے آنسوؤں گئے۔ سب کا خیال تھا کہ باپ اور نانا بھی پوچھیں گے کہ کیا ہوا ہے۔ لیکن نانا نے کہا۔ ”میں۔۔۔ صوفی تو کبہر ہوا تھا کہ تم اب انہی کو مگر شہزادہ کی حالت تو عجیب ہو گئی ہے۔ اور یہ کیا ہوا؟ کچھ سمجھتی ہے یہ؟“ نانا چٹانی کی بگت کو دیکھتے ہوئے بولے۔ ”کچھ نہیں۔۔۔ رات کو ٹھوکر لگ گئی تھی۔“ یہ کہہ کر ماں جی نے نانا کے قدموں کو چھو کر پانچا لیکن اس وقت وہاں سے اٹھنے کی قوت ان میں نہ تھی۔ نانا نے خود قریب آکر ماں جی کے سر پر ہاتھ پھیلا اور بولے۔

”میں۔۔۔ تو آرام کر لے۔ میں شام تک دکوں گا۔“

شام کے قریب پھر شہزادہ شہزادہ شہزادہ آ گیا۔ لاہور سے خان پور کے سفر کے دوران وہ اس خوش فہمی میں رہا کہ لاہور سے جو بیچاؤ اس سے بھیجا ہے اس کا نتیجہ چھانکا ہوگا۔ لیکن پولیس آفیس میں قدم رکھنے ہی آئے تھیں کہ کس کی اطلاع ملی۔ شہزادہ کو باقی قوت نہ تھی کہ بگت فوج سے فرار ہوتے ہی ایسا وار کر جائے گا۔ جن جن کو اس کو کھڑے کھڑا کھڑے مرنا پڑا ہوگا۔ وہ پولیس اسٹیشن پر پہنچا۔ ”یہ معاش ایک ساتھ تین کل کے فرار ہو گیا اور مارا گاؤں سوتا ہوا؟“ ”پولیس کہاں مر گئی تھی۔۔۔ قانیہ رات کو کیا ہو گیا تھا؟“ سب کو کس کس کا ڈون گا۔ اور انے جاٹ کے بچے کو پھینکنا کا

دودھ نہ یاد دلا یا تو میرا نام شیوا ناناں شہزادہ تھا۔“ ”بگت میں نے تم کو اس گاؤں میں شہزادہ دیا بیچ کر اس سے سب سے پہلے قانیہ رات کہا۔“ ”بگت میں نے تم کو اس گاؤں میں شہزادہ

”ورنہ کیا۔۔۔“ سنہا بھرے ہوئے پیش میں گر جا۔

”ورنہ سامنا ہونے پر آپ کے خلاف بھی بددلی ہی استعمال کی جائے گی۔“

یہ سنتے ہی سنہا کھڑا ہو کر اور گردن اٹھا کر جگت کے نانا اور باب کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔  
”تمہارا خطاب مجھے بھی دنگی رہ رہا ہے۔ اسے پیش کشیں کس کی جیسے کئے تو کون کونش نے اپنے  
وہاں سے نکل کر رکھ دیا ہے۔“

نانا کونہا کی بات بہت بری تھی۔ جی میں ایک مرتبہ تو آیا کہ کہہ دیں کہ طاقت کا گھمنڈ مت کر  
جلاو نہ عزت اور جان دونوں سے جانے کا ٹکڑا اس وقت وہ مجھے کوئی چپ ہو گئے۔  
قائدیار کو یہ سن کر بڑا اطمینان ہو گیا کہ قلم کو ریتا میں نہیں جکڑے گا دوسرے گاؤں میں قتل کیا  
گیا ہے۔ اس طرح اب وہ اکیلا سنہا کے محراب میں نہیں اٹسکا اور سنہا بھی آخر تکوں کو برطرف  
کرے گا۔۔۔؟

سنہا اور قائدیار کے جانے کے بعد ماں جی نے کہا۔ ”جگت نے اب خون کی ہوئی شروع کر  
دی ہے۔ اسے کسی کی جان لینے ہوئے کیا ڈار بھی مرتد نہ ہو گا؟“

نانا نے بڑی کولا سر دیا۔ ”بیٹی۔۔۔ قول چھو نہ کر۔ ابھی تو نے سنا نہیں کہ سامنے والے گھر  
کے تینوں قتل جگت کے ساتھیوں نے کئے ہیں اور گھر کو بڑوانا نے ہارے، جگت نے نہیں۔“

گھر میں کوئی کوان اتفاقاً نہ سکون تھا۔ وہ پولیس۔۔۔ تم جو کچھ بھی ہو پاؤا مگر جگت جو کچھ کر رہا  
ہے، باب ہے اور بھوان اسے معاف نہیں کرے گا۔ یہ کہہ کر وہ روئے لگی۔

جگت کے ہاتھ نے کہا۔ ”جو ہونا تھا، ہو گیا بھوان! اب آسو نہا نے سے کیا کاہم؟“

”جو کچھ ہو چکا اس پر نہیں ملک اب جو کچھ ہوئے والا ہے مجھے اس پر روئے آتا ہے۔ ہمارے  
ناہوں کی یہ آخری شہان (ادار) ہے اگر یہ دیا بھی بچھ گیا تو اس گھر میں ہمیشہ کے لئے اندھیرا ہو  
جائے گا۔“ اس جی نے کہا۔

”اے ایسا اتفاق کیوں منہ سے نکلتی ہے بیٹی؟“ نانا بولے۔

”ابو۔۔۔ میری تمام امیدیں مٹ گئیں۔“ ماں جی نے کہا۔ بھرہ شوہر سے مخاطب ہوئی۔  
”جگت کے ہاتھ اب تم سبھی کے پاس جا کر جگت کا رشتہ واپس لے لو۔ بے جا رنج و چنن کو رکھ  
ڈونگی کیوں پرادی کی جائے؟ میرے تعجب ہی میں ہوگا کچھ نہ ہوگا۔ پھر اس نے ایک لمبی سانس

لے کر کہا۔ ”جاؤا بھی بھوان کی مرضی۔“

اور دوسرے روز صبح اخباروں میں چار آدمیوں کے قتل کی خبریں اس قسم کی جلی سرخیوں کے  
ساتھ چھپیں۔

”پتہ چاب میں دوسرا چکا ڈاکو پیدا ہو گیا۔“

جب ہوا ہے تب میں کر رہی تھی۔ پیچھے گھوڑی بھی اسی رفتار سے دوڑی جا رہی تھی۔ جگت کو کافی  
گھر سے کے بعد اپنی بیاری بائیں پر ساری کرنے کا سوچ لگا تھا اس لئے وہ بھی بے حد خوش تھا۔

جگت اس بات پر نازاں بھی تھا کہ قدرت اس کا پورا ساتھ دے رہی ہے۔ سارے کام آسانی سے

”ماں جی! میں نے یہ نہیں معلوم کیا کہ آپ کیسے گھر میں تھے تو یہ بتائیے کہ جگت رات کو  
وقت آیا تھا اور اس کے ساتھ کون کون تھا؟ اس میں ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تو سہ  
رپورٹ تیار کرنے کے لئے ایسے سوالات کر رہے ہیں۔“

”فردو پوچھو صاحب!“ اس جی نے کہا۔

”ماں جی! جب آپ ہوش میں آئیں تو آپ نے میرے اہلکار کا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا  
”جگت بیٹے! میں نہیں جکس جانے دوں گی۔“ کیا یہ بات سچ ہے؟“

ماں جی نے ذرا سا سچا پھر کر کہا۔ ”بھائی! اگر میں ہوش میں ہوئی تو کیا اہلکار صاحب کو یہاں کئی  
جواب دے اور دھماکا سنہا کو بھی بھڑکا کر جواب دے کر چلے گئے لیکن ماں جی سنہا کو مارا

بھی کرنا نہیں چاہتی تھی اس لئے پولیس۔۔۔ ویسے بے کی جہاں میں کس ماں کو شہ آتی ہے اور ج  
بھی نیند آ جاتی ہے تو بے ہی کے خواب نظر آتے ہیں۔ لیکن بے میں نے خواب میں جگت کو:  
ہوا اور وہ الفاظ اہلکار صاحب سے کہہ دیے ہوں۔“

”ماں جی۔۔۔ بات کو اس طرح مت نالے!“ سنہا کا لہجہ اب افسردہ کا ہوتا جا رہا تھا  
”قائدیار نے سچ آپ سے گھر میں ہی کے چار پائے لے دیے تھے۔“

”لیکن بے اگر کوئی میری بیٹی ہے ہوش کے دوران آکر کسی بی بی کا ہوتا مجھے کیا پڑے؟“

سنہا کو یہ سن کر بہت مسرور آئی۔ وہ فہم میں چوکے بیٹے والی تھا کہ ایک پولیس والا ضرور۔۔  
سائیں لیتا ہوا اندر داخل ہوا اور بولا۔ ”صاحب۔۔۔ صاحب!“ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے

ایک تو وہ دو ڈر کیا تھا اس لئے اس کی سائیں چول کی تھی دوسرے وہ یہاں آکر اس انجمن میں  
گیا کیا تھے سارے لوگوں کے درمیان بات کر دی تھیں؟

اسے چپ ہوتا دیکھ کر سنہا مسرور ہوئی۔ ”جلدی بول! کیا بات ہے؟“

سایہ سنہا کے گرد سے بولنے سے اور ہولکا گیا۔ ”جلدی سے بولا۔“ صاحب! ابھی ابھی اطلاع  
لی ہے کہ جگت نے گھر میں گھر کو قتل کر دیا گیا ہے۔“

سنہا اور قائدیار نے سن کر دیکھ رہ گئے۔ جگت کے چار پاد اور نانا نے بھی ایک دوسرے کو دیکھا۔ سہ  
نے قائدیار سے پوچھا۔ ”تھم جگت گھر میں تھا؟“

”ہاں جباب۔۔۔ بھوان سے ڈر کر وہاں گیا تھا۔“

”بھوان۔۔۔“ سنہا نے کہا۔ ”اس کے گھر کا کرکٹش ہے؟“

”جی۔۔۔ وہ بھی کرکٹ رشتہ ہے تم ہو گیا ہے۔ اسے کب نہیں نہیں آیا۔“ قائدیار نے کہا۔  
”تم کے قتل کی اطلاع لانے والے سایہ کو بھی کچھ اور بھی کہا تھا۔ اس نے سنہا کے قریب؟

کہہ دیے سے کہا۔“ صاحب! جگت نے آپ کے لئے پیغام بھیجا ہے۔“

”کیا۔۔۔؟“

”بھئی کہ ہم پانچ آدمی آج سے قانون کے باغی ہیں۔ سب کے سر پر ایک ایک تلے کا انوار  
ہے۔ اب ہمیں موت کی کوئی پروا نہیں۔ اگر آپ کو اپنی جان بیاری ہو تو جیوی بچوں کو لے کر

خارج ہو کر چلے جائیے۔ ورنہ۔۔۔“

انجام پاتے جا رہے ہیں۔ ہنومان سے بھی عجیب اتفاق سے ملاقات ہوئی تھی۔ البتہ اسے اس کا افسوس ضرور تھا کہ وہ بڑے ملاقات نہ ہوئی۔ لیکن ایک طرف سے یہ بھی بہتر ہی ہوا۔ کیونکہ وہ دیکھ کر نظروں کے سامنے بھر کی کوئی نہ کر سکتا۔ جس صورت نے اس کی خاطر سے ٹھوڑکے سے، بڑے زندگی کی مخالفت کا اظہار کیا۔ اس نے اس کے گلے میں ڈال دیا، جس نے میں نے پر زور دیا دے کر اس کی شکل آسان کر دی کیادہ اس کے سہاگ کو اچھا لگتا؟ اور کیا اس سا کی ماہنہ تنگ کو زورہ چھوڑ کر جانے پر رضامند ہوئے؟ اس نے اپنے ساتھیوں سے اب تک بات نہیں کی تھی۔ پھر ناہمی کو ماہنہ کو زورہ چھوڑنے پر کتنے نام نہاں ہوئے۔ یہی ساری بات اس کے ذہن میں چکر لگ رہی تھی۔ جگت آخر کار ہی جیتے پر پہنچا کر دیکھ کر دلتا ہی بہتر ہوا۔ جیپ میں بیٹھا وہاں ہنومان اس وقت حکم کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ہولی منانے کے لئے تنگ کی خاطر تیار آئی تو اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جسے نکالنے سے سنت گڑھ میں حکم کے لئے کیا تھا۔ اور اب وہ بیٹھ کر دیکھانے کے لئے لڑکی کو ساتھ لے کر آئی تھی۔ ہنومان کو کبھی کہیں اس کا بچہ چلی گیا تھا اور اب یہی بچہ چلا تھا کہ وہ جس کی تلاش میں ہے وہ سنت گڑھ میں۔ نکالو کا بول چال کر حزر کے رہا ہے۔ اسی وقت ہنومان نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ حکم کو اس کی رہا سے پہلے ہی حکم کر دے گا۔ اور ایسے میں اس کی ملاقات جگت سے بھی ہوئی۔ اب اس کا کام آسان ہو گیا تھا۔

جیپ تیز رفتاری سے چلی جا رہی تھی کہ اچانک جیپ چلانے والے بیٹھا دیکھ سے ہنومان پوچھا۔ "بھائی! سنت گڑھ یہاں سے کتنی دور ہوگا؟"

"سنت گڑھ تو دوسری سمت ہے۔ لیکن وہاں کیا کام ہے؟"

"میرا اشتہار گھر تنگ وہیں ہے۔ گو یہ کام کر لیا تو دوسرے ایک بوجھ اتار جائے گا۔"

"یارا! ذرا آرام کی بات کرنا۔ پہنچنے کے بتائی لیتے ہو کہ۔" جیپ میں سے جیپ بیٹھے اپنے آپ تو جھک جھک کر دیکھ رہے۔ اب تھوڑی دیر بند کریں گے، تھوڑا سا زور پانی کریں گے۔ ایک آدھ گری ٹھکانے میں، مجبور دوسرے کام کی بات ہوگی۔"

اس کی تھوڑی دیر بعد وہ سن پور پہنچے۔ کہ پال اس علاقے سے واقف تھا۔ گاؤں میں گردنک کے گردوارے کا بہت شہرہ تھا۔ گاؤں میں باڑی لوگوں کے لئے جڑواں آگ آگ میں بھت کی اس ٹولی نے بھی قیام کیا۔ جاتے ہی سب کے سب سوئے اور چار پانچ گھنٹے تک بے سدھ ہوتے رہے۔ کہ ہنومان کو تینہ نہیں آئی۔ وہ دوسرے ساتھیوں کو بھی تینہ میں دیکھ کر سو رہا تھا کہ شاید کون کون کرنے کے بعد وہ بھی ایسی ہی تینہ ہو سکے گا۔

تینہ ہوئی تو کھانے کے بارے میں سوچا جانے لگا۔ چینی نے تری کی فرمائش کی۔ کہ پال۔

"کہا۔ یہاں ایک دیوی کا مندر بھی ہے۔ حقیقت یہ سن اس کی سنت ماننے میں اور صفحہ پڑی ہو۔ پھر کچا کھنک کر ہیں۔ جگت کی بھی منجھ آج پوری ہوئی ہے۔ کیا خیال ہے، آج دیوی کے پرما سے پیٹ نہ بھرا جائے؟"

بات سب ہی کے دل کو لگی۔ طے یہ ہوا کہ ہنومان مندر میں جائے۔ فوج سے فرار ہوتے وقت؟

مگر کپال بولا۔ "میرے باپ کی زمین میں سے دالے جاگیر دار سے انتقام لینے کے بارے میں کئی سوچا ہے۔"

"کہا۔ اب وہ صرف جہاد کا دشمن نہیں ہے۔ وہ ہماری پوری ٹولی کا نشانہ ہوگا۔" جگت نے کہا۔ "تم گھر نہ کر دے اس کی بھی ہم اچھی طرح خبریں گے۔"

بچن نے کہا۔ "جس طرح لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا اس کے تپ نے اس کی شادی نہیں اور کر دی۔ مجھے اس کا بہت صدمہ ہے۔" بچن کی بات سن کر جگت کو دیر یاد آ گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ کئی کو بھی سوال اس کے سامنے بھی آ سکتا ہے چنانچہ جوا رسول بنالیا جانے اس پر خود اسے بھی گل کر دیا ہوگا۔ یہ سوچے ہوئے اس نے کہا۔

"بچن! یہ ایک ڈنک سا جذباتی مسئلہ ہے۔ کسی عورت سے زبردستی کرنا، نا انصافی ہے۔ ہم پائیس کے قانون کی مکمل کر خلاف ورزی کریں گے لیکن قدرت کے قانون کا ہمیں پاس رکھنا ہوگا۔ از ہم اپنی راہ بیک جا میں گئے اور زیادہ عرصہ صاف جہاد جاری نہیں رکھ سکیں گے۔ اس کے باوجود جہاد میں طعن نظر نہ آیا تو جگت نے کہا۔ "ہاں، اگر لڑکی اپنے شوہر سے ناخوش ہو رہی ہو تو ہمیں پیار کرنا تو تو میں خود جا کر اسے اپنے ساتھ لاؤں گا اور تمہارے گھر میں بٹھاؤں گا۔ یہ سن کر بچن کی آنکھیں پھٹنے لگیں۔

اب جگت نے شوہار سے مخاطب ہوا۔ "بھائی! تمہیں کچھ نہیں کہنا؟"

"جی نہیں میں تو آپ سے لڑا کرتا ہوں اس لئے میں کیا ہو سکتا ہے؟" بھائی نے ایسے کہا جسے اس بات کا کھٹ آسکے ہے کہ اس کی کسی سے مدد نہیں ہے۔

"بھیا۔ یہاں تو تمہیں ہی جھٹکا ہوگا۔ باپو سے معافی مانگ کر ان کی آشرہ با حاصل کرنی

تہہ کیونکہ یہاں اکثر والدہ یا نری آتے رہتے ہیں اس لئے اُن کا خیال ہے کہ اُن میں کوئی کاہک مل جائے گا۔ یہ باتیں کرتے ہوئے سردار جی سوچنے لگا کہ شاید یہ لوگ کاہک بن جائیں۔ چنانچہ اُنہی نے گاؤں کی طرف بھٹکیں بھی شروع کر دیں۔ ایک دم چالوہ۔ یہیں مکمل دھن ہے۔ وصال میں ایک مرتبہ جی مرمت کی ضرورت نہیں پڑی۔

”اچھا۔۔۔ جب تو گاؤں آجھی ہے۔ ہمارے کرل صاحب اس وقت ایک اچھی گاؤں کی تلاش میں ہیں۔ میں اُن سے بتا دوں گا۔“ جگت نے اُس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہا۔ سردار جی سرخ ہو گئے۔ یہ بتاتے ہی اُس کے فوراً لمبی کے چار گھاس لائے کو کہا۔ جگت نے ہتھار کو ہار کاڑی کی مشین چیک کرنے کی ہدایت کی۔

”اگر کرل صاحب یہاں آتے ہیں تو میں گاؤں کو آپ کیسے تو ہاں لے آؤں گا۔“ سردار جی نے ہوا پکا کرنے کی غرض سے بات آگے بڑھائی۔

”نہیں۔۔۔ لی اہل تو وہ ہوتی ہیں۔ اور دست گردہ ہی میں ہیں۔ خود آکر دیکھ جائیں گے۔“ جگت نے کہا۔ ”ہم اُن سے ہی ملنے کے لئے جا رہے ہیں۔ میں بات کرلوں گا۔ لیکن دام مناسب ہونے چاہئیں۔“

”ارے سرکار! یہ بھی کہنے کی بات ہے۔ اسے کو تو سوچیں روپے دلائی مل جائے۔ ہم تو بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کا فائدہ کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔“ سردار جی نے سب کو ہی کے گھاس چٹن کرتے ہوئے کہا۔

”کی بیٹے کے بعد پڑول کے پیسے دے کر وہ چاروں گاؤں میں سوار ہو گئے۔ ہتھار جیپ غارت کر رہا تھا کہ جگت نے ایک نوکیل سلاخ گڑ میں لگادی۔ جیپ ڈرا ہی آگے بڑھی تھی کہ ایک جہاز سٹائی دیا۔ جہاز میں سردار جی دوڑا دوڑا آیا۔

”سعیت ہوگی سردار جی!“ جگت نے انہیں کرتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں، میں ابھی کچھ لگے دیتے ہوں۔ یہ کہہ کر سردار جی دھن کے پاس بیٹھ گیا۔

”لیکن میں فوراً کرل صاحب کے پاس پہنچنا تھا۔ اب ہم ڈرا سبھی وقت نہیں نکال سکتے۔“

سردار جی نے ڈرا پر کچھ سوجا، پھر خوش ہو کر بولے۔ ”لڑکی کوئی بات نہیں۔ وہ فوراً گاؤں

لے جائے گی اس طرح آپ گاؤں کرل صاحب کو دکھائیں گی میں اس میں سسر کرنے سے آپ

کو گاؤں کی حالت کا بھی پتہ مل جائے گا۔“

جگت نے سر کھاتے ہوئے کہا۔ ”ہاں، بات تو صحیح ہے۔ اگر کرل صاحب مان گئے تو ہم اُن کو

ای گاؤں میں ساتھ لے آئیں گے۔ اگر اگر سودا ہو جائے تو آپ کا بھی کام ہو جائے گا۔“

سردار جی نے لڑکے کو گاؤں صاف کرنے کا حکم دیا اور اُس میں دو گھنٹہ پڑول بھی ڈلوایا۔ پھر

پانی جگت کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ”جب تک آپ وہاں آئیں گے جب تک دم بڑی ہو

گی۔“

چاروں دوست مکلی فورڈ میں بیٹھ گئے اور گاڑی غارت کر دی۔ سردار جی گاؤں کو جاتے ہوئے

اُس وقت تک دو ٹیکار ہا جب تک وہ ان گھنوں سے اوچھل نہ ہوگی۔ وہ بہت خوش تھا کہ اب تو سودا ہوا

چاہئے۔“ جگت نے کہا۔ جگت کی اس معاملہ جی نے ساتھیوں کے دل میں جگت کی قدر دیکھو اور دلی اور انہیں اس پر خوش ہوا کہ اُن کا سردار جگت جیسا شخص ہے۔

اسے میں ہونا، سند سے وہاں آگیا۔ وہ دیکرے کا سردار جی کے قدموں میں ڈالنا لیکن باقی بکرا ساتھ لے کر آیا تھا۔ کرال نے فوراً اُس کے پکانے کا بندوبست کیا آتے ہ ہونا شرباب کی کچھ بوتلیں بھی ساتھ لیتا آیا تھا تا کہ وہ بارود نہ جاتا پڑے۔ اب ہونا کو بکھت دوسرا کام بتایا۔

”نہیں اس جیپ کو بھی دینی چاہئے۔ لیکن نہ ہم اسے راتے میں چھوڑیں گے اور نہ ہی مفت دیں گے۔ دست گردہ نہ جانے کے لئے دوسری گاؤں دوکار ہے۔ اب کوئی ترکیب سوچو اور مجھے پتہ ہے کہ جہاز داران زیادہ کام نہیں کرتا۔ لیکن کندہ بن رہا نہیں کام نہیں آئے گا۔“

”یہ سن کر ہونا نے اپنی بیٹائی پر ایک ٹکا اور ادا کر دیا۔ مجھے تمہارے اس طعنے سے بچنے کے لئے کچھ تو سوچنا ہی پڑے گا۔ ڈرا میں جا کر پھر کا ہوں شاید کوئی ترکیب آجائے۔“

نہیں۔“ یہ کہہ کر ہونا ہونا بن چلا گیا اور جب ایک گھنٹے کے بعد وہاں آیا تو سب سا جی کھا ہا تیار ہو چکے تھے۔ فوجی ہاں کو ایک دوڑا دوڑا استعمال کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا۔

ہونا نے آتے ہی کہا۔ ”جگت! امیر داران کچھ کچھ کام نہ لگے۔ گاؤں میں ایک ہ جی موٹر جیکٹر کام کرتا ہے۔ اُس کے پاس ایک گاڑی لکڑی ہے۔ اُس سے جیپ کی بنیاد

وہ گاڑی بنائی جائے؟“

جگت ہنسا۔ ”ہونا! تو نے بات تو اچھی سوچی ہے۔ لیکن ہم اس طرح گاؤں پر لانا آہ تو نہیں۔ فوجی گاڑی کون لے گا؟ اور اگر کسی کو شہ ہو گیا تو اُنہیں لے کر دینے پڑ جائیں گے۔ پھر

تو نے جگہ ڈھونڈی ہے تو میں بھی کوئی راستہ کا پڑوں گا۔ چل آگیا نہ کھانکے گئے ہیں۔“

کھانے کے دھیرہ سے فارغ ہو کر جب وہ سرائے سے نکلے تو درجن سر پر چپکا تھا۔ ہنگی گرم

گرمیوں کی آمد کی خبر سے دھن تھی۔ ہونا گھڑی پر سب سے آگے روانہ ہو گیا تھا۔ جگت نے:

ہوئے اُس سے کہا تھا کہ ہم تمہارا پیچھے چل رہے ہیں۔ سردار جی کے گیارہ کے پاس بیڑ

ڑکے جب بھی تم آجستہ آتے ہو تو چلائے رہنا۔“

گیارہ کے قریب جا کر جگت نے جیپ ڈوکائی اور ہتھار کے کان میں کچھ کہہ کر گاؤں کی

اڑتے ہوئے لایا۔ ”کیا حال ہے سردار جی؟“

”آپ سرکار آجائے۔“ سردار جی نے فوجی گاؤں کا استعمال کیا۔

”ایک ٹیکار پڑول چاہئے۔“ یہ کہتے ہوئے گیارہ کے نوے میں فوراً گاڑی جگت نے دیکھی

سردار جی نے فوراً لڑکے کو ایک ٹیکار پڑول جیپ میں ڈالنے کا حکم دیا۔ اتنی دیر میں جگہ

فوراً گاڑی کا محاصرہ کر چکا تھا۔ اُس نے ذرا جیرائی سے پوچھا۔ ”سردار جی! کیا اس گاؤں میں ای

لوگ بھی ہیں جن کے پاس موٹر گاڑیاں ہیں۔“

”نہیں سرکار۔ گاؤں میں یہ ایک ہی گاڑی ہے۔ لیکن یہ بھی اب جاری ہے۔ جا گرو

صاحب نے دو سال پہلے خریدی تھی لیکن اب اُن کی حالت بہت ہی ہو گئی ہے اس لئے بیچنے کو کہ

سے غم کیا۔ انہوں نے اسے روکا اور ہنومان کو دیکھ کر ایک فوجی نے بندوق کہیں۔۔۔ وہاں سے دیر نکلیا۔

”ختم نے فرما دیا تھا۔“ بجائے۔ ”بجئے بجائے ایہ مجھے مار ڈالے گا۔“

”کیجئے جین ہوئے مارنے والے۔“ چٹن نے کہا اور ہنومان کو دو گالیاں دیں۔

کریاں نے حکم کو اپنی فوج کو گاڑی میں سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے جیسا چاہا اہم کچھ تمہیں چھوڑ آتے ہیں۔“ حکم کے پیچھے ہی ہتھیار سے موڑ دوڑا دی۔ پیچھے ایک طرف کر پال اور دوسری طرف چٹن اور باغ میں حکم تھا۔ ہنومان ٹھوڑی پر پیچھے چلا آ رہا تھا۔ دوپہر ہو چکی تھی اس لیے سڑک پر زیادہ لوگ نہ تھے۔ جو بھی تھے تو ان کی سمجھ میں بات آنے سے پہلے ہی موزار ٹھوڑی اُن کی نظروں سے غائب ہو چکے تھے۔

”ختم گھبرا کر بار بار پیچھے نوکر دیکھا۔ ہنومان کو پیچھے آتا دیکھ کر وہ پھر دوہانا ہو کر بولا۔“ فوجی ہاتھ اٹھائے بھاگتا۔ ”مجھے مارنے کے لئے ایک تک قاتل کر رہا ہے۔“

آگے پیچھے سے جکت نے کہا۔ ”گوئی پرانی دشمنی معلوم ہوئی ہے۔“

”جس بدعاشی اور اس کے ایک مفرد و مجرم دوست کی باتوں میں اس میں بھی خلص کیا تھا۔ بنی شکل سے اُن سے آواز پھر اپنی ہی لیکن وہ یہاں تک آ پہنچا۔ اُس کا وہ نامر دوست کسی کو کھل کر کے فرار ہو گیا ہے اور یہ بدعاشی تیل کی ہوا کھانے کے بعد بھی نہ سنبھالا۔“

”حکم کے منہ سے آخری الفاظ نکلتے ہی جکت نے ایک تجویز گھما کر اُس کے منہ پر چڑھ دیا۔“

”سنئے۔ نامر دیکھے کہتا ہے؟“

زوردار تجویز اور جکت کے چہرے سے حکم کو ان میں مار دے دیکھا دینے۔ ”جکت، تو بھئی۔“ وہ صرف اتنا ہی کہہ گا۔

”ہاں میں۔۔۔ تیری موت۔“ جکت نے بندوق کی ہال اُس کے سینے پر رکھ دی۔ گاڑی ابھی

اُڑ رہی تھی۔ حکم کو اُس کے اوپر پیچھے دونوں طرف موت نظر آ رہی تھی۔

اُس نے کچھ جوڑ کر مت مہاجرت شروع کر دی۔ ”جکت اچھے صاف کر دے۔۔۔ میں تیرا غلام

بن کر رہوں گا۔“

”مجھے غلام کی نہیں۔ دوست کی ضرورت ہے۔ اور تو ہمارا بے وفادار دوست ثابت ہوا ہے۔“ جکت

کی آنکھوں میں خون آتر آ رہا تھا۔ لیکن اُس نے کوئی اس سے نہیں چلائی کہ یہ ہنومان کا نشانہ تھا۔

تھوڑا سا دور آگے جا کر جکت نے کار ڈروائی اور حکم کو گاڑی سے نیچے آتے جانے کا حکم دیا۔ حکم خوش

و گیا۔ اب اسے نیچے کی اسید ہو چکی تھی۔ فرار گاڑی سے آتر اور آتر سے ہی خیر خیر دھموں سے

ڈونے لگا ہنومان جب گاڑی کے قریب سے گزرا تو جکت نے پکار کر کہا۔ ”ہنومان! آگے زیادہ

ذہن مت دینا۔“

اگر حکم اپنی پوری قوت سے دوڑ رہا تھا لیکن ماک کی رفتار کے آگے اس کی کیا وقعت تھی؟

ڈونے ہوئے پیچھے نوکر دیکھا تو ٹھوڑی پر ایک الموت نظر آیا۔ ایک سر پہنچ چکی تھی۔۔۔!

ہنومان نے ٹھوڑی کی لگام چٹنی اور ٹھوڑی اپنی اپنی دو ٹانگیں اوڑھ لی کہ کسی کی۔ حکم اپنی

ہی جھو۔۔۔!

ہنومان ٹھوڑی پر آگے جا رہا تھا۔ وہ پیچھے نوکر دیکھا جاتا۔ اُس نے جب چاروں ساتھیوں کا

گاڑی میں دیکھا تو وہ بھی خوش ہو گیا کہ جکت بچے نہ کیجے گا کہ مارا ہے۔ اور جب گاڑی، ٹھوڑی

پاس پہنچی تو جکت نے ہنومان سے غما کیا۔ ”اوسے ساغر اسنت گڑھ کا راستہ کون سا ہے؟“

ہنومان ٹھوڑی سے کود کر نیچے آ گیا اور بولا۔ ”یارا تو بتو دنیا کے تمام راستوں سے واقف ہے

آخر سر داری سے گاڑی لے لی آیا۔“

اب جکت ماک پر سوار ہو گیا اور بولا۔ ”دوست! گاڑی کے بدلے چپ اسے دے آئے ہیں

شام تک تو تیار ہمارا بے خوفی سے انتظار کرے گا مگر اس کے بعد وہ جانے اور اُس کا کام۔“

اس کے بعد موٹر آگے بڑھ گئی۔ چاروں ساتھی سنت گڑھ کے پاس پہنچ کر جکت کا انتظار کر

گئے۔ جکت نے آکر ٹھوڑی ہنومان کے حوالے کی۔ راستے میں اُس نے حکم کو کھل کرنے کے بارے

میں سوچا تھا۔ اب اُس نے ہنومان سے کہا۔ ”جا ہنومان! اچھ کر مہلوم کر کے آگے حکم ہوئی میں

یا نہیں؟ اور تو کہیں جکب جینے پاس ہے؟“

ہنومان گیا اور ذرا سی قدر میں واپس آ گیا۔ اُس نے کہا۔ ”جکت! وہ ہوش میں نکلے پر یہ

ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ وہ اپنے خالو کے گھر سے گئے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ جکت نے کہا۔ ”جو آکر اُس کی نہ کسی طرف ہوش سے باہر نکلا لا۔ آگے

کام ہم لوگ کر لیں گے۔ لیکن دیکھا اُن کی کچھ نہ چلے کہ ہم تب ساتھ ہیں۔“

ہنومان وہاں ڈکا اور مسکین مسکرت بنا کر بولا۔ ”یارا اُسے باہر لانے کی ترکیب بتا دو نا

تاکہ کام جلدی ہو جائے۔“

جکت ہنسا۔ اُس نے جب سے باجی کا ٹوٹ نکال کر ہنومان کو دیتے ہوئے کہا۔ ”لے۔۔۔

کر اس کی ریز گاڑی بٹھاتا۔ ٹھیںس دیکھ کر وہ ضرور بھڑکے گا۔ اُس وقت یہ ڈانگ لے کر اُس

ساتھ نکلتے ہو جانا اور اندر صحت جانے دینا۔ تم جینیں دو چار گالیاں دی تو جی برا مت ماننا۔“

ہنومان خوش ہو کر بولا۔ ”یارا اسیر اندر آگے کیل ہے۔“

ہنومان غلے سے حکم کی نظر بھا کر ہوش میں داخل ہو گیا اور ایک تیل پر بیٹھ گیا۔ اُس کی چ

حکم کی طرف تھی۔ اُس نے دیکھا حکم کے برابر میں ایک اندھا بھٹا تھا۔ ہنومان نے اسے اتار دیا

وئی اس کا خالو ہو گا۔ اُس نے سوچا چرائی اندھے خالو کا کما کر گھرا ہو رہا ہے۔“

اسی پینے کے بعد ہنومان گھر سے پریشان گیا اور باجی کا ٹوٹ رکھا۔ حکم نے کایک کو دیکھے ہو

کہا۔ ”اوسے بھائی! اتنا پیادہ بارگاہ ہوا ہے، کھلے پیپے دو!۔“ یہ کہہ کر اُس نے نظر اٹھائی اور کایک

کو دیکھا تو کیجئے ہی اُس کے ہوش اُڑ گئے۔

حکم کی حالت پر ہنومان پہلے تو ہنسا اور پھر حکم کو گھور کر دیکھنے لگا۔ حکم کو ان نظروں میں اپنی منہ

نظر آئی۔ اُس نے اُس کی پاس لگا دی۔ ہنومان کے ہاتھ میں برہمی والی ڈانگ دیکھ کر دہلڑ رہا تھا۔

ہنومان بھی جان بوجھ کر ڈانگ پر کھڑا تھا تاکہ حکم کو بھاگنے کا راستہ نہ مل جائے۔ دوسرے ہی لمحے

حکم گھر سے کود کر بھاگ گئے۔ ہنومان بھی اُس کے پیچھے بھاگ لیکن حکم کھلے باہر نکلتے ہی دو فوجی





بھی لالے پڑ جائیں گے۔“

[illegible]

جنت نے بات سنی اور دُرمیدار کے موٹے پیٹ پر ہندو قریہ کھٹے ہوئے لولا۔ "لیکن تو نے اب تک اس غریب کو جو ادھیش دیا اس کا کیا ہوگا؟"

"اب شکایت کا موقع نہیں دن کا گالی پاپ۔" دُرمیدار بری طرح کا پُر ہاتھا۔

"جیسی..... اس طرح سو ادھیشین پٹ سکتا۔ تو نے ایک غریب کو تو قرض دے کر اور سو درود لگا لگا کر اس کے زمین بھینا۔ اسے سال تک اس زمین کی فصل کی کمائی دے کر یہی اسی تجوری میں جاتی رہی ہے۔ اس کمائی کو میں بھی سود کے ساتھ وصول کرنا چاہتا ہوں اور یہ سو دلوں کا سود نہیں ہے، ایک ڈاکو کا سود۔" جنت نے یہ کہا اور دُرمیدار نے تجوری کھلو کر کہتے ساتھ دیر دیر دیکھ کر اور پھر اس کا ایک بڑا اہم نکال لیا۔ اس کے بعد جنت اور اس کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر ذرا سی دیر میں غائب ہو گئے۔

میں باوجود اس واقعہ کا کہ ہوا تو اس کی حیرانی اور بڑھکی کرانتا سخت دل اور منہ زور زور میں  
میں اپنے باپ کے ڈاکے کی خبر دیتے پولیس قاتل تک نہ آیا بلکہ پولیس کو خود اس کے گھر جانا پڑا۔  
مسل بات یہ تھی کہ زیندار جوت کی ہمت، شہادت اور بے باکی دیکھ کر انتقام کیا تھا کہ اس نے  
جو اس کے پولیس رپورٹ کرنے سے کہیں جلت مارے خانمان ہی کو زمین کر دے۔

پولیس ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور ایک سمت سے دوسری سمت تک جلت اور اس کی نوئی کے پیچھے کی جولی تھی۔ سنبھا کا کھم کھم اگر جلت سے کہیں سامنا ہو جائے تو باروا یا مرامر جانا۔ اس کے ساتھ ساتھ سنبھا اس وقت کا بھی مختصر قلاب جلت ریتا گاؤں آئے اور اسے سنبھیں خبر لیا جائے۔ سنبھا کا خیال تھا کہ نکلت سنبھ کی زندگی ضرور ماں باپ سے ملنے کمر آئے گا۔

چیت کا عینیت گزار کر ہساکھا شروع ہو چکا تھا۔ ہساکھا کی گریسوں نے ویروہ کے دل میں ڈونڈی بٹائی، محنت کی چنگا بھوں میں ایک سریز پھر ایک پھر دی۔ اب سے پورے ایک سال پہلے اسی ہساکھا کے سینے میں اُس نے ٹیکسیر جہت کو دیکھا تھا اور سامان کا عینیت آتے آتے اُس کی ذوالی بٹائی تھی۔ اُس نے پتھر سے تین تیبیہ کے عرصے میں عینیت کو اُس نے طرہ طرح سے پرکھا تھا اور ہونے لگی تھی کہ اس کے لئے عینیت پر دہنا جائے تھا۔

دور کا مایاں مومن تنگہ آئے اب اور زباں دو مارنے لگا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ یہ چار چوٹ کی مار برد کے دل سے ضرور درجیت کے خیال کو نکال دے گی۔ مگر جیسے جیسے ظلم بڑھتے گئے دیو کے دل میں جلت کا چار بھی بڑھنا گیا۔ وہ گنجلوں خاموش ہنسی رہتی۔ اُس کا دل بار بار اُس سے کہتا۔

جگت کے پروگرام کے تحت اوپر تلے مختلف جگہوں پر کئی وارداتیں ہوئیں جنہوں نے شیخو کی پولیس کو ہلا کر رکھ دیا۔

مصرطہ کے لی اطلاع دینے ہی سہا فوراً اپنا چھوٹا اور ہاں تقشیل کرنے پر یہ کہہ کر ہمارا  
 گیا کہ گت ڈاکو اور اس کے ساتھی جیب کی بجائے کار میں آتے تھے۔ اب سہنا کے سامنے یہ  
 تھا کہ انہوں نے جیب کا کیا کیا؟ اور کار کہاں سے حاصل کی؟ سہنا نے ایک پولیس ہارٹی ڈاکو  
 کے تعاقب کے لئے فوراً روانہ کر دی تھی۔ اُس ہارٹی نے دوسری صبح اطلاع دی کہ کوئی جیب  
 پورے مل ٹکی ہے۔ سہنا کو کتنی بھی نظر آنے لگی۔ پولیس نے ناک پور کے موٹر کراج کے  
 سردار جی کو دھریا تھا۔ سردار جی نے شک میں کام کار کا انتظار کیا اور پوری رات بے چینی سے گزارا  
 صبح جی جی کو فون کی جگہ پولیس پہنچی اور جیب پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ سردار جی کو  
 حراست میں لے لیا۔ ابھی تک واقعات تو جی تھا کہ وہ دیر کو ڈاکو کے زیندار نے حکایت کی  
 ڈاکو رات کو اسے بے وقوفیوں دکھا کر چار گھوڑے اور ایک رافٹل جینین لے گئے ہیں اور ایک ہارٹی  
 اُس کے پیچھے پر چھوڑ گئے ہیں۔

فہین اخت مزاج اور شعلہ نوا سہما بھی بخت کی آن تیز تیز چالوں سے چمکا کر رہ گیا۔ شہنشاہ نے غائب ملک سہما کی دھاک اور رعب داب ہی کی وجہ سے ڈاکوؤں کی دستبرد سے ڈوا تھا۔ پنجاب وہ جگہ ڈاکو موجود تھے۔ ایک گھنگری کا چاکا اور دوسرا لوہا۔ لیکن شہنشاہ وہاں کوئی واردات کرنے سے ان میں سے کسی نے جہت نہیں کی تھی۔ لیکن اسی شعلہ میں پیدا ہوئے والے بخت کچھ چمکا کر نہ کے ملائے تھے ہی اور دامن میں اور آپرے سے دھمکانا بھی دیتا جا رہا تھا۔ شروع میں سہما کا خدا تھا کہ وہ ایک بڑی پولیس پارٹی کے ذریعے "چمکا" کو زیر کر لے گا۔ اسی دھم میں وہ کچھ جھٹ سے کرمل خوشنیت سے کہہ بھی آیا تھا کہ "بخت تل کرنے کے بعد فوج میں بھرتی ہوا تھا اسی لئے وہ پیرا پولیس کا ہجر ہے اس کے بعد فوج میں۔ اس سے مع سناجیوں کے گرفتار کر کے سرادلوں میں گا۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں فوج کی طرف سے ہزار تجویزیں دیں لیکن پہلا حق ہمارا ہوگا۔"

مکین اب علیہا اوصاف ہو رہا تھا کہ جس کا کوہِ اقا آسمان بھیما تھا وہ اچھا آسمان نہیں ہے۔ پہلے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جلت استے کم عمر سے میں طوفانِ بین کہ چھا جائے گا اور سارے علاقے میں اُس کی دھواک بیٹھ جائے گی۔ جلد اور اُس کے ساتھی کی بھی وقت اچانک عمود ہوئے اور واردات کر کے ایسے غائب ہو جائے جیسے وہاں سے تحلیل ہو گئے ہوں۔ بہت پوچھنے جانے اور بات پر تحقیق تو کوئی بھی بیان ان گواہی دے تو تیار نہ ہوتا تھا کہ کتنے والا تک یہی کہتا ہے۔ چھوڑ دینے صاحب! جانے دیجئے۔ جو کیا سو گیا اب کوئی بات ہوئی اور وہ دوبارہ آگیا تو جان کے

”کچھ بھی ہو، اسے بھلا یا نہیں جاسکتا۔“  
 دیرو پر دم ہوتے گئے۔ چاہی اس کی چالی دشمن میں ہو چکی تھی۔ ایسا لگتا جیسے دیرو ہی اس سے  
 پہلے ہی غمگی قاتل ہو۔ روزی وہ کوئی زندہ کی تصور تلاش کر کے دیرو کو تنے سے لٹنے ستا دیتی  
 اس کے ماں باپ کو ایسی ایسی گالیاں سناتی کہ پاس پر دس کے لوگ بھی کانوں میں اٹکیاں دے  
 لیتے۔ دیرو یہ سب کچھ سن کر خاموش رہتی۔ کچھ دلوں تک اس طرح ڈکھ اور تکلیف اٹھا اٹھا  
 زندگی کر دیتی لیکن اب چاہی نے چند دلوں سے اس پر ایک اور ایذا تراش تو پھر شرع کیا تھا۔

”یہ بات۔۔۔ ایذا تراش دیر کی طور پر درداشت کر کے گویا نہ تھی۔ وہ جب یہ بات سنی تو اس کا  
 چاہتا کہ وہ چاہی کی زبان تن کر کھینک دے۔ دیرو کو چاہی کی وہ باتیں بھی اب تک یاد تھیں جب  
 وہ اپنے بیٹے کے لئے دیرو کی بہن کا رشتہ مانگتے ہوئے خوشامدی بھی کرتی تھی اور اب دیکھتے دیکھتے  
 دیکھتے پڑے مگر کی لاکھن بن کر باہن ہی کا بچہ ہونے کا طعنہ دینے لگی تھی۔ دیرو کے دل میں اس کا  
 یہ خیال آیا کہ چاہی سے کہہ دے۔ ”میرے بچے میں ہی دم نہ ہو تو بیوی کیسے کرے گی؟“ مگر پھر  
 خاموش رہ جانے کی بات سمجھ اور طول پکڑ جائے گی۔

دیرو کا شوہر مومن غمگی زندگی سے ماہیں سا ہو گیا تھا۔ برابر کے تھیں جو ان بھائیوں کی سوسے  
 نے اس کی کر تو کر رکھ دی تھی۔ اب اسے بار بار یہیں خیال آتا کہ شاید وہ بھی کسی دن ایسی طرز  
 زندگی کی بازی ہار جائے گا۔ جنت کے خوف سے اس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو چکی تھیں۔ دن میں  
 بھی گھر سے باہر جاتے ہوئے اسے کوشش لگا کر ہاتھ جان کے خوف سے دم اہم نہ  
 اچاٹ ہو گیا تھا۔ آخر اس نے کھیت لیتے ہوئے دیکھ کر آدمی کا ذریعہ بنارے

بیٹے بیٹے جیسے آخر خرچ ہوا تو تنے سے فصل کھینچے۔ ڈاکٹ کے چار پانچ جواہر یوں سے بار بار ہاتھ  
 گیا۔ ان میں بھی باہل لگتے تھے۔ دولا کے کہنے کو اپنے کھروں کے تھے مگر چمن ان کے بھی ان  
 انگلیوں سے کم نہیں تھے۔ یہ پانچوں کے پانچوں روزانہ دھیر میں مومن کے گھر آ جاتے اور رات  
 تک تاش کے چڑ اور شراب سے دل بھلا کر تے۔ بڑی بڑی بازیائیں بیچیں بھول ہوتے۔ دیرو

یہ سب کچھ بھی دیکھ کر کچھ نہیں کہتی تھی۔ مومن کے یہ سنے دوست تے جاتے دیرو بھی کبھی  
 ڈاکہ ڈالتے اور اکثر ان کے فصول میں جھٹ پر گئے فقیروں کے چار دیوہ نام بھی اُن کی ہے  
 حیاتی کی باتوں میں تھی۔ کئی دفعہ اس نے اُن لوگوں کے لٹنے بھی تے۔ وہ مومن سے کہتے۔

”بار مومن غمگی گھر میں جس کی دیوی ہے۔ آدمی بھی اچھی نہ۔ اچھی نہ ہی بندھی بندھ چالی آتی ہے۔  
 لیکن گھر کے وارث کا اب تک چہ نہیں۔ کچھ دیرو کو چاہی نہیں آتی یا پھر تم ہی۔۔۔؟“

یہاں تک پہنچتی۔ دیرو دوسرے سے پانی پانی ہو جاتی اور پھر سے تہیوں کی برساتیں ہونے لگتیں۔  
 دیرو کو بھی پانی پانی کی گلاں دینے یا خالی گلاں دہن لینے اور جانا پڑتا تو چھری کا چنار تیرا  
 غمگ اسے ایسے کھوتا جیسے انگلیوں کے راستے اسے کھا جائے اپنے اندر اتارے گا۔ بھی کبھی دیرو کو

دیکھتے کسی گھر اور دارہ سے گرت کا گڑا بھی ٹھکانے لگا کر شاید دیو اس طرح حوجہ ہو جائے۔  
 مصدا دیرو سے گلابیں لیتے ہوئے اس نے دیرو کی اچھی آبادی۔ جس اس دن سے دیرو اوپر جائے۔

”گھر اسے لگی۔ وہ کچھ بھی تھی کہ ان لوگوں میں اس کے لئے سب کی سب گھبراے۔ وہ اب جا کر کو  
 کچھ دیکھنے لگی۔ دیکھ رہی تھی کچھ کھانا کھاتا کہ کون گیا اس نے بڑی چالاکی سے کام لے کر اب چاہی کو رام  
 اور خرچ کر دیا۔ ایک بار دیرو نے بھی چاہی اور دیکھ کر کھڑے کھل کے باہل کر تے دیکھ لیا  
 جواں دن دیکھ رہی تھیں۔ اس کی ایک ذبیہ بولنی چاہی کے لئے لایا اور ذبیہ تھما تے ہوئے کبہر با

”تہارے لئے خاص طور سے یہ اس کی ذبیہ امر تر سے غمگیا ہے۔ جب قسم ہو جائے تو توتا  
 اور سنگھاراؤں گا۔“ اور چاہی نے دیکھ کر ذبیہ لیتے ہوئے کہا تھا۔  
 ”مجھے ابھی کون کا کون ہے۔ تم نے میرا کیا خیال کیا، جھوٹا کہہ رہا ہے۔“

اس کے بعد چاہی اور دیکھ رہی تھی اس کے گھر کھسک رہی تھی۔ کچھ ہی دن بعد چاہی کل کر دیرو سے  
 لٹکی۔ ”سن دیرو۔۔۔ میں اب یہ درداشت بھی کر سکتی کیسے کہ میرا بھتیجا لاوارث رہے۔ اس سال  
 گھر میں پالانا نہ بدھا تو مومن کے لئے دوسری بیوے آؤں گی۔“

چاہی کی بات سن کر دیرو کا دل تو چاہا کہ کبہرے۔ ایک نہیں دس اور لے آؤ! میرے اور کیا  
 اٹی پتا ہے پاس گھر کا وارث وہ کہاں سے لے آئے گی۔ مگر پھر کچھ سوچ کر چپ ہو گئی۔ لیکن  
 ہاں سے رات کو بولی۔ ”دیکھو جی اچا چاہی اب تہارے لئے دوسری ذہن لانے والی ہے۔ ذرا  
 ہر بات دیکھ کر تیار رہنا۔“

مومن کے لئے یہ بالکل نئی بات تھی۔ اسے پتہ تک نہیں تھا کہ چاہی دیرو سے اس انداز کی  
 نہیں بھی کرتی رہی ہے۔ اُس نے دیرو سے کہا۔ ”دیرو اچھا چاہی کی باتوں پر توجہ ہی نہ دیا کر۔ کچھ  
 نہ جانتی رہتی ہے۔“

دیرو ساری کی فضا ہو گیا اور فیسے سے بولا۔ ”ہر بات کو برا چاہا جا کر گھر کو سر پر اٹھا لینے کی  
 بات مجھے پسند نہیں ہے۔ کچھ اب اس بات پر بھی میں چاہی سے جھگڑا کروں؟ اور یہ تم یا مجھ نہ  
 نہیں تو وہ کیوں کہیں۔۔۔ اب کبھی نہ خود کو توڑی کہتی ہے؟“

دیرو نے مومن سے ایسی بات سنی تو اسے بھی غصہ آ گیا۔ بولی۔ ”تم بھی مجھ سے یہ کہہ سکتے ہو  
 ہا؟ چلو، عورت ماں نہ بن سکتی تو اس کا قصور ہوا لیکن مرد کا رپ نہ بن سکتا۔؟“

دیرو نے جو جملہ کہا تھا اس نے سن کر مومن بھٹا گیا۔ کچھ کر بولا۔ ”اب ایسی باتوں سے تو مجھے  
 کون میں بدنام کرنا چاہتی ہے؟“ مومن نے اس کے خلاف کئی بار بھی کچھ پر دھکی ہے۔  
 مگر کراس نے دیرو کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھا کر کھڑے کھڑے سرخ چہرہ اور شعلے برساتی

انہیں دیکھ کر اس کا ہاتھ دھن کا دھن رہ گیا۔ اسے محسوس ہوا کہ یہ ٹیپلر جو اس دلت دیرو کے لئے  
 خوجہ ہو رہی گھر درداشت نہیں کرے گی۔ اور پھر جانے کیا ہو جائے۔ وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ چاہی  
 اہی آن گئی اور چاہی کو دیکھ کر دونوں ہی خاموش ہو گئے۔



بشن نگہ بپنی کی یہ بات سننے ہی جلد کیسے کھڑے ہو گئے۔ چار پائی بچائی، اس پر ہی ڈالیا اور پھر لنگڑا تے ہوئے جلدی جلدی باہر نکلے اور سوہن نگہ کو آٹھن میں سی گئے لگایا، بولے۔

”پیلے سے کھولیا ہوتا تو کاڑی بھجوا دیتا۔“  
سوہن نگہ نے بشن کے ملنے اور اس طرح کے جملے سننے کے بعد محسوس کیا کہ بشن کی نگہ میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ بشن کو جبرائی سے نکالنے کے لئے بولے۔ ”کل روز سے آنے کی کو کر رہا تھا لیکن آج نہ کرا کر آج سوہن نے اصرار کر کے مجھے بھجھ کر دی دیا۔“

”بھیا بھی کسی ہے؟“ بشن نے فوراً پوچھا سوہن نگہ، بشن سے عمر میں بڑے تھے اس بشن، جگت کی ماں کو بھیا بھی کہہ کر پکارتا تھا۔ اور اسی لئے چندن کو بیٹھ سے سوہن نگہ کو تاجڑی تھی۔ سوہن نگہ سے ملے ہو جانے کے بعد بھی دونوں گھروں کا تعلق رشتہ داری سے زیادہ دوستی کے لئے برقرار تھا۔

بائیں بھروری تھیں کہ چندن کو لے آ کر سوہن نگہ کے قدم چھوئے اور تاجڑی کے پیادہ کار کے بعد ان کے لئے کسی لینے کے لئے اندر چلی گئی مگر اندر پہنچ کر اُس کے کان پاؤ اور تاجڑی پاؤں پر ہی گئے ہوئے تھے۔ پاؤں باہر تاجڑی سے پوچھ رہے تھے۔ ”کیسے اہارے دلاؤ کے باز میں کیا خبر ہے؟“

سوہن نگہ بپنی کی بات سن کر چھوٹے اور ذرا سا ڈک کر بولے۔ ”جو خبر میں باہر سے آتی وہی ہم بھی سن لیتے ہیں۔“

”ہاں..... باہر کی خبریں تو ہم بھی رکھتے ہیں۔ ہماری چندن جگت کی روزنی تھی خبریں لاتی۔ جب کوئی کس سے پائی بھر کر لوتی ہے تو وہ ساری باتیں جو اُس کی ملے دایلوں نے سنائی ہوئی ہیں اُس کے تالی ہے کہ گج کھال ڈال کر، آج کے لوہ، آج کس کسان کے لئے زمیندار کو دے دی۔“

سوہن نگہ بپنی نگہ کی باتیں غور سے سن رہے تھے کہ بشن نے باتیں کہیں غلط میں تو نہیں سنا۔ لیکن بشن کے لہجے میں بھی کبھی غلط مزاح نہیں تھا۔ اسنے میں اندو سے آ کر چندن کو لے کر بیٹے ہوئے بڑے پیالے ان کے سامنے رکھے۔ سوہن نگہ نے کافی عرصے کے بعد چندن کو کو دیا تھا۔ اب وہ چھوٹی سی چندن نہیں رہی تھی، ایک بھر پور لڑکی تھی۔ ایسی لڑکی جو کسی کا بھی گھرنا کے قابل ہو۔ اُس کے خضاروں پر نگاہ کئے ہوئے تھے۔ چندن کو کو جاتا ہوا دیکھ کر سوہن نگہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری آٹھن اٹھایا جیسے اندو ہی اندو کھائے آٹھن کاٹنے دے دی ہے۔ اندر سے نونے جا رہے تھے۔ ایسے جگت بھرے گھر سے آخر وہ کیسے رشتہ توڑ دینے کی بات کر گئے یہ بات ان کی سمجھ میں کسی طور نہیں آ رہی تھی۔ بڑی دیر تک وہ اندر اُٹھ کر باتیں کرتے رہے جبرت کر کے شائے پر لٹکی ہوئی آٹھری اور چندن کے سپا کے سامنے رکھ دی۔

”کیلے آئے بھائی جان! کیا میری بپنی کے لئے کھانے کو کئی بھجوا گیا ہے؟“ بشن پینے ہوئے یہ جملہ زور سے کہا اور باپ کی آواز سن کر چندن کے جاتے ہوئے قدم گھر سے دروازے پر ڈک گئے۔ وہ دروازے کی آڑ لے کر وہیں کھڑی ہو گئی۔ اُس کے چہرے کے گھا

لو اور سرخ ہو گئے تھے۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

بشن نے بڑے شوق سے پوچھی لیکن پوچھی کے کچھ کے لئے ہی وہ کم صم ہو گیا۔ چندن کے کانوں میں جب کچھ پر تک باپ کی آواز نہ آئی تو اُس نے دروازے کی اوٹ سے باہر جھانک کر پوچھی کے اندر کیا تھا۔ اُس نے خطرناک کیا۔ پھر اُس نے اپنی توجہ باہر سے آنے والی آوازوں پر لگا دی۔ چندی کو ہند باہر سے چندن کے باپ کی آواز سنائی دی۔

”سوہن نگہ جی۔ یہ نیب کیا ہے؟“

سوہن نگہ گردن جھکا کر جیسے پینے تھے، پینے رہے۔ بشن سے آگہ لانے کی اُن میں بہت سی لہجہ تھی۔ انہوں نے دوپٹے سمجھے میں کیا۔ ”بشن! تمہاری بھیا بھی نے شگون دیا کہ کرو ہے ہیں۔“ سوہن نگہ کا مجلس کر بشن کی جو حالت ہوئی تو ہوئی مگر اندر چندن کا دل زور سے دھڑکا۔ اُس نے ایک ہاتھ پیٹ کر رکھا اور ڈولے ہوئے دل کو تھا ملایا۔ اُس کے قدم وہیں رکے رہے۔ پھر اُس نے کباب کا پکوا پکوا پیتے ہیں گھر ان کی آواز نہ آئی۔ پھر سوہن نگہ نے بڑے ڈکھ بھرے لہجے میں کہا شروع کیا۔

”بھیا! کبھی شگون! میں جانتا ہوں جس میں یہ بات بری مگی ہوگی۔ لگتی بھی جانتے۔ مگر تمہاری یہ جگت ہی تھی جو اب اپنی زبان کا پاس کیا۔ تمہاری جگت کو دل ہوتا تو جگت کے ڈاکو بننے ہی تھی تو زدن لیکن ہمارا رشتہ دوستی کی بنیادوں پر قائم رہا تھا۔ چندن تمہاری ہی نہیں ہماری بھی بپنی ہے۔ جگت کی ماں کو گھر میں بھولانے کا کتنا ارمان تھا؟“ پکے پکے سوہن نگہ کی آواز رنہ دھکی۔ اور اڑاک کر کھانے کے باہر آواز کے ساتھ ساتھ اپنی پکڑی سے پھر پوچھنے کے بہانے آٹھنوں میں آئے آٹھن پوچھتے ہوئے بولے۔ ”ہمارا ایک ہی بیٹا زندہ رہ گیا ہے۔ اُس کے چاہہ کا کیا کیا ارمان میں نہ ہوگا؟“ لیکن اُس نے جو رستہ اختیار کر لیا اس کا اظہار بھی کم سے پوچھ رہے ہیں۔

بشن، سوہن نگہ کی یہ بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ کسی بھی ایسے خیالات آکر اسے کبھی پریشان کر جاتے تھے۔ پھر بھی کبھی تو نے ک خیال اس کے ذہن میں کسی نہیں آیا تھا۔ آخر اُس نے ہن کر پوچھ کر لیا۔ ”کی شگون دیا کہ نہ لے لے جگت نے کھولیا ہے؟“

”نہیں..... اُسے تو اس چیز کا خیال نہیں آیا ہوگا۔ اسے لے کر ایک مرتبہ جانے کے بعد پھر ہم سے ملے نہ تھے۔ لیکن تمہاری بھیا بھی کبھی سے کباب گھر میں بھولانے سے کیا حاصل؟“

سوہن نگہ کی بات اور جگت کی ماں کا یہ جملہ بہن کرشن اور چندن دونوں کا کباب گئے۔ ذرا دیر نہ مٹی رہی پھر سوہن نگہ نے کہا۔ ”جگت کی ماں نے قسم کھائی تھی کہ آج گھر میں شگون دیا کہ نہ لے آتا تو آج سے اُس پر دانا ہی حرام ہے۔ میں یہاں اس مقصد سے آنے کے لئے بالکل تیار تھی تھا لیکن جگت کی ماں نہیں مانی۔ اُس نے تو یہ بھی کہا ہے کہ کہ میں یہاں دو تین دن تک رہی لیکن اُس اور اس عرصے میں چندن کے لئے اور چار پائی بھجوا دی گئی ہے کہ اُس کی آواز۔“

سوہن نگہ کی باتیں سن کر کرشن آٹھن بھری آٹھنوں کے ساتھ پوچھی تھیں کہ بپنی کی آواز کیا کہ چندن کو تیزی سے گھر سے داخل ہوئی۔ اُس کی آٹھنیں اتنی ہی دیر میں سرخ ہو گئیں۔ ماتھے

ہو جانے جبکہ کران کے قدموں کو چھو اور پھر جلدی سے رتی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہونے والے  
 ہر کوہے ہوئے ہوئی۔ "تایا بی بی میری کلائی کا تاپ ہے۔ ہاں جی سے کہیے گا سو ہاں جی نکلتی  
 تپہ دور ہو دیکھن ہوا کران بھی سے رکھ میں سوخ پر کام آئیں گے۔ کیا جانے کہ انہیں میرے گھر  
 لانے کا سوخ مل جائے اور اس کی فوری ضرورت پڑے۔ پھر اس وقت پریشانی اٹھانی پڑے گی۔"  
 کران نے یہ کہتے ہوئے کہہ دیا مگر پھر خود ہی شرما کر ایڑی سے اپنے پیرے کے گردو پنے کی آؤ کر  
 لگزی ہوئی۔ جگت کے ہاتھ نے لاج سے دوہری ہوئی چندن کو دیکھا اور رتی کا ٹکڑا احتیاط سے  
 پیٹ میں رکھتے ہوئے ڈھالی۔  
 "سدا سا کین رو ہو جی!"

سوہن تنگھ کرے باہر ملے۔ چندن کے ہاتھ انہیں کلائی کا زور تک چھوڑنے ساتھ ساتھ آئے۔  
 اسے میں سوہن تنگھ کو چاہے کر کے بٹن نے کہا۔ "رتیا کی طرف جانے والا کوئی گاؤں بان مل  
 انا تو نہیں اس کی گاڑی میں بٹھاؤں گا۔"

سوہن تنگھ نے کہا۔ "تم دونوں باپ بی بی سے میری اور میرے خاندان کی جو عزت رکھی ہے  
 تہم لوگ بھی بھلا نہیں کسے۔ اب بٹھے ایسا لگتا ہے بٹن تنگھ کا۔ تھرا خاندان آگے چل  
 اگے۔ میں جانتی ہوں کہ موت بھی جگت کو چندن کا ہے پیٹا مگھوڑاؤں کا کہہ کر ایک بار کھوڑے  
 چڑھ کر تھارے دروازے تک آئے گا پھر پھر تھارے ہاں سے وراج کرالیں۔"

سوہن تنگھ کی یہ بات سنتے ہی بٹن کی آنکھیں پھر آئیں۔ "دونوں دوست ایک دوسرے سے  
 مل گئے۔ دونوں کی آنکھیں نہیں کسے اسے میں ایک گاڑی اُدھر سے گزری۔ گاڑی والے نے  
 لو کو دیکھتے ہی سلام کیا اور کہا۔ "کہاں کے ارادے ہیں سوہن ارجی ارجیا جا رہا ہوں۔ اُدھر چلنا  
 غلے چلوں؟"

بٹن نے سنتے ہی خوش ہو گئے۔ سلام کا جواب دیا اور گاڑی والے سے کہا۔ "نہیں، میں تو نہیں  
 ارے بڑے بھائی ارجیا رہا ہے ہیں انہیں وہاں تک پہنچا دو تمہاری ہوتی۔"

گاڑی والے نے خوش خوش سوہن تنگھ کو گاڑی میں بیٹھنے کی دعوت دی اور سوہن تنگھ بٹن سے  
 صحت ہو کر گاڑی میں آ بیٹھے۔ گاڑی چل پڑی۔ رتی رکتا جا رہا تھا سوہن تنگھ کا ذہن ابھی  
 مہاسی میں چڑا ہوا تھا۔ وہ جی سوچ رہے تھے کہ چاہے میرے بیٹے کی بارات اس ذمہ دھام  
 نہ چڑھ سکے، جسکے جاؤں میں ہوتی ہے، چاہے میں دوست اسباب کو فروغ نہ کسوں کین ایک  
 چہ چندن اور بٹن سے ضرور ہو جائے تاکہ میں بھی چلا چلا کر کہہ سکوں کہ دیکھو لوگا  
 سے گھر بھی پہنچا گئی ہے اور دیکھنا اب بہت جلد اس گھر میں پانا بھی بندھا جائے گا۔ بہت جلد  
 لی تھو داوا کی کہہ کر بھی نکلا کرے گا۔"

سوہن تنگھ اپنے میں کہیں سوچے جا رہے تھے کہ گاڑی کو جھٹکا سا اور وہ اچھی آنکھوں جو پتا  
 نہ ہے، آس سے چمک پڑے۔ گاڑی بان نے اُن سے پوچھا۔ "کیوں بھی، نیند آ رہی ہے  
 سوہن تنگھ گاڑی والے کی اس بات پر جھپٹے ہوئے لیکن پھر مسکرا کر بولے۔ "ہاں، سچ

پہنچنے کے تھکے چمک رہے تھے۔ آجے ہی اُس نے پکارا۔ "تھرو داپو!" تھرو داپو نے  
 بولتے ہوئے دوپٹہ تنگھ سے اُڑھ کر وہ سوچ تنگھ کے رو برو آئی اور بٹن کے بولی۔ "تایا  
 اب چندن کو آپ کے گھر کے علاوہ اور کوئی گھر نہیں چاہیے۔ جس ساس نے میرا اتنا انتظار کیا  
 اتنا خیال نہ لے کر بھی اُن کے بڑھاپے کی فکر کھانے جاری ہے۔ تنگھ ہے مجھے شوہر کا یہ  
 سکھ نہ تو نہ کیا لیکن آپ کو اور ماں کی کوئی اُن کے بیٹے کی کہیں نہیں ہونے والی۔  
 کہہ کر چندن نے جگن کی پالی اٹھا کر سوہن تنگھ کے ہاتھ میں چھتا ہوتے کہا۔ "اگر آپ  
 بیٹے کو کوئی امترضا نہیں ہے تو اُس سے بھلا دیتے کہ جب میں خدمت لے کھوڑے پر چڑھ کر  
 بار میرے پاس آجائے۔ میں اُس کے گلے میں مالا پہناؤں گی۔ پھر چاہے وہ اُسی وقت چم  
 جانا چاہے چلا جائے مگر یہ فیصلہ ہے کہ یہیں کر رہوں یا بیوہ رہوں کی اُسی کے گھر میں۔  
 چندن نے نوٹے نوٹے کہے میں سب چمک کر اور تیزی سے اندر چلی گئی۔ دونوں بوڑھے  
 کنواری میاؤں کو حیرت سے دیکھتے ہوئے۔

جگت کے ہاتھ سوہن تنگھ بھی تنگھ کی بات کرنے کے لئے دیتا ہے چلے تو گھر  
 پہلے ہونے کی طرح اُن کے تھیرنے اُن کو کھانے پر بات دوڑھیا گاؤں جا کر لڑکی کے  
 بٹن تنگھ سوہن دے کہیں کے گھر دوسری طرف جگت کی ماں کی قسم نے انہیں مجبور کر  
 تھا۔ وہ وہاں سے چل پڑے اور پورا رات ہماری ہماری قدموں سے اپنے جسم کو کھینچ کھینچ کر اُن  
 نے لے کیا۔ انہیں ایسا لگتا تھا جیسے وہ لڑکے نہیں تو لڑکی کے باپ ہوں۔ دوڑھیا گاؤں پہنچ کر  
 کی نظر میں اور جگت کی تھیں۔ بٹن تنگھ سے دروازہ کھٹکھٹو بھی وہ پتا تو کھسکا کر بھی بات نہیں  
 پاس تھے۔ جس کی بات کے لئے وہ یہاں تک آئے تھے، اُس کی فیصلہ کُن باتیں سن کر خود  
 تنگھ کے دل کا بوجھ بھی کم ہو گیا تھا۔ انہیں اب ایسا لگتا تھا جیسے چندن کو کہہ نہ میں اُن کا دل  
 رہا تھا۔

بٹن تنگھ کے ہاں دوڑھیا گاؤں میں ایک رات ٹھہرنے کے بعد دوسرے دن جب وہ گھر جا  
 کے لے رات ہوئے تو اب سرخ سرے اُٹھ چکا ہے۔ سرخ سرے سے دیکھ رہا تھا۔ وہیں ہاتھ کی اٹھنا  
 بار بار ہاتھوں تک پہنچ کر اُس کے گونے ٹھوڑے نہیں۔ انہوں نے ہاتھ جواں تو دیکھے تھے  
 جانوں کی بہت کوئی تپتی نہیں لیکن کسی کا قانون سے باقی لڑکے کی شبیر کو اپنے ہونے والے  
 اور سرال کے لئے زندگی کی بازی لگانے کی بہت کئی دیکھی تھی۔

انہیں یاد تھا کہ اس لئے جب چندن کو اپنا فیصلہ نہ دے گی اُس کے چہرے پر یکساں لال تھا  
 اُس کی آنکھوں کی آگ سے سرخ سرخ آنکھیں زور تک مشتعل کر دیکھ رہی تھیں۔ انہیں یقین  
 کہ چندن کو کہہ نہ وہ اس کے کہے بھی دیکھا دے گی۔ یہی باتیں میں جن کے بعد انکا  
 یہ مکمل اتنا ہو گیا تھا کہ اب یہ باتیں جب جگت کی ماں سے گی، اُس کا بڑا درد مل بھی خوشی سے  
 جائے گا۔ اب وہ باجگت کو بھی چندن کے فیصلہ کو رد کرنے کی بہت نہیں کر سکے گا۔

بٹن سے کہہ کر اور چندن کے سر پر ہاتھ رکھ کر سوہن تنگھ دروازے سے باہر نکلے گا۔

کرتے کرتے بھی ہٹن ٹھٹھنے لگا تھا اور کیا اب خیر آ رہی ہے۔"

"خیر! خیال تھا کہ آرم آئیں ہاں باتیں کرنے بیٹھیں گے تو ریتا تک راستہ آسانی سے کٹ جا کر آگئے ہوتے ہوں تو کوئی بات نہیں، آرام کر لیجئے گا۔ گاڑی بان نے سوہن ٹھٹھ کو دیکھ کر غور سے ایک سوال بھی کر ڈالا۔ "آپ ریتا کے رہنے والے ہیں تو پھر یہی طور نے جنت ٹھٹھ چکا کو دیکھا ہوگا۔ میرا مطلب ہے، چچا کا کوئی آگاہ آپ ضرور جانتے ہوں گے۔ سوہن ٹھٹھ گاڑی بان کے اس سوال پر چونک کر اٹھ اٹھیں میں چڑھنے لگا کیا جوا جائے۔ کیونکہ انہیں یہ بھی خیال آتا تھا کہ یہ گاڑی بان مجھے پہچان کر مسٹر ڈاؤن کے طرف کے سوالات نہ کر رہا ہو۔ انہیں چپ دیکھ کر گاڑی والا بھرا ہوا۔ "چچا کا نام نہ کرنا کیوں ہو گئے؟ میں نے تو آپ سے پوچھا تھا کہ آپ جنت ٹھٹھ چکا ہی کے گاؤں ریتا کے والے ہیں اس لئے اس کے بارے میں آپ سے کچھ معلومات حاصل ہوں گی۔ آج کل کے نام سے مالداروں اور خاندانوں کی فہرستیں جاری ہو گئی ہیں۔" سوہن ٹھٹھ گاڑی بان کا یہ جملہ بھی سوچنے ہی رہے کہ جنت کے بارے میں کوئی بات کی جانے یا نہیں؟ تو گاڑی بان خاموشی کا کچھ اور ہی مطلب سمجھا۔ اُن کی طرف غور سے دیکھ کر کہتے ہوئے ہوا۔ "معلوم ہو کہ کتنے سے ہو چوکتے ہیں اس میں کچھ مال و میرہ دے ہو چکا کہ نام نہ کر گھبرا گئے ہو مگر سنا ہے ایک ہر ہاتھ میں ڈالنے والے چچا کو کیا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔

"یہ بات نہ کر سوہن ٹھٹھ ہٹنے لگے اور اُن کا ہی سے سامنے چپا کر دو گاڑی بان سے کہیں جس کی باتیں کر رہے ہو وہ تو میرا چچا ہے۔ مجھے اُس سے کیا خوف ہو سکتا ہے؟" مگر انہوں نے قیصلہ کیا کہ اُس شخص کو یہ بتانے بغیر اسی میرے ہر رکھ رکھاہی بات کی جائے تو ہم پر ہوگا۔ چچا دوسرے گاؤں والے چچا کو کیا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔

"میرے پاس کوئی مال وال نہیں ہے بھائی! ابھی جیسے کسان آدمی کو چچا کا ڈر کیوں ہو؟ غریبوں کو ٹھٹھ ٹھٹھ کر رہا ہے۔"

گاڑی بان کو سوہن ٹھٹھ کا جواب نہ کر کچھ عرصہ آیا اور دیکھ کیا کہ بات آگے بڑھ سکتی ہو۔ "ہاں یہ ہوئی بات ہے۔ اچھا یہ بتائیے آپ نے تو چچا کو دیکھا کیا ہوگا۔ دیکھنے میں کیسا ہٹتے ہیں انہیں صرف میں باتیں کرنا ہی کا کرتا ہے۔" سوہن ٹھٹھ کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تو کوئی اُن کے بچنے کی باتیں اُن سے کرتا رہا تھا مگر یہ جان تھا کہ جس کی باتیں کی جا رہی تھیں انہی کا چچا ہے۔ جنت کے بارے میں گاڑی بان کے شخص اور بچنے کو دیکھ کر سوہن ٹھٹھ خوشی سے ہجوم مار کیا اور فرط راحت سے اُن کی آنکھوں میں پانی سا تیرنے لگا۔ اُن کی آنکھوں سامنے بچنے کی شکل ابھی تھی۔ وہ غلط جذبات میں ہوئے۔

"ہاں۔۔۔ میں اسی سال کا ہی ہے۔ لیکن دیکھتے ہیں ایسا لگتا ہے جیسے کم از کم چوبیس سال کا۔ بلی بلی مونچھ اور ڈامی ہے۔ آنکھیں میری آنکھوں سے بھی چھوٹی۔ ناک ذرا چوٹی، بڑے ہونٹ، گھٹیلے سر کی ہیم۔ بس یوں سمجھو کہ کچھ غلط نظر دیکھنے سے شباب کے دیہات کا کوئی گھٹلا جوان لگتا ہے۔ ڈاکٹر کر نہیں لگتا۔ اُسے ایک مرتبہ دیکھو کہ تو پھر بھی اُس کی صورت بھلا جانتے

ہے۔" سوہن ٹھٹھ جس روانی اور جس جذباتی لیے میں جنت کی باتیں کر رہے تھے اس نے گاڑی بان کو کم کر دیا۔ وہ گاڑی کو راستے میں ہی چھوڑ کر خود کو سوہن ٹھٹھ کی باتیں سننے میں بھجھو گیا تھا۔ سوہن ٹھٹھ کی نظروں کے سامنے بچنے کی شکل ابھی تھی اور وہ غلط جذبات سے بولے جا رہے تھے۔ انہوں نے جنت کا حلیہ جس طرح جان کیا تھا اس نے گاڑی بان کو بالکل کم کر دیا۔ اب بھی اِدرا داس کے کانوں میں سوہن ٹھٹھ کے یہی لفظ گونج رہے تھے۔

"ایک نظر دیکھنے سے شباب کے دیہات کا کوئی گھٹلا جوان لگتا ہے۔ ڈاکٹر کر نہیں لگتا۔" گاڑی بان نے جب دیکھا کہ اب سوہن ٹھٹھ خاموش ہو گئے ہیں تو کچھ اور باتیں سننے کے اشتیاق میں اُس نے خود جنت کی باتیں شروع کر دیں۔ "یولا۔۔۔ ڈاکو ہے تو کیا ہوا؟ اس سے اُس کے خاندانی ہونے پر شبہ نہ ہوئی کیا جا سکتا ہے۔ ارے لوگ تو اس کی بڑائی اور شرافت کی تعریفیں کرتے نہیں سمجھتے۔"

گاڑی بان کی یہ بات سن کر سوہن ٹھٹھ کا سینہ فخر سے پھول گیا اور وہ سب کچھ بھول کر اسی گونے سے ہٹا کر میں جیسے جنت سے خطاب ہو کر بولے۔ "شاہا بیٹے! اُتو نے خاندان کا نام چائیں ہوئے دیا۔ جب میری ماں نے سنی تو اُس کا فتنہ بھی رخ ہو جائے گا۔"

گاڑی بان نے سوہن ٹھٹھ کو اس طرح آپ ہی آپ باتیں کرتے سنا تو چھٹکا۔ اُس کی آنکھیں پلکی پلکی دھڑکنے لگیں وہ سوچ رہا تھا کہ آخر سوہن ٹھٹھ نے اس وقت یہ کیا کہا ہے۔ ابھی وہ اسی پیش و پس کے خفا کر سوہن ٹھٹھ کا جتنی آنکھوں پر خواہش دیکھ رہے تھے اس سے چھوٹے اور دوسرے ہی لمحے گاڑی بان کو اپنی طرف اس طرح مگھرتے دیکھ کر کہنے لگے کہ جس بات کو وہ چھپانا چاہتے تھے وہ ہے اختیار اُن کے منہ سے نکل چکا ہے۔ گاڑی بان نے سوہن ٹھٹھ کو اپنی طرف متوجہ پایا تو پوچھا۔ "تو کیا آپ کا چچا ریتا ہیں؟"

"اب بات کا چھپانا فضول کی بات ہے سوہن ٹھٹھ کو کتنا ہی پڑا۔" ہاں۔۔۔ میں نے تم سے یہ بات اب دیکھ جان ہو مگر چھپائی کی جنت میرا سا گناہ ہے۔"

گاڑی بان نے یہ سنا تو حیرت اور خوشی کے لئے بے جا جذبات سے اُٹھ چلا۔ "آپ چچا کے ہاں ہیں؟ یہ تو میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسا آدمی میری گاڑی میں بیٹھا ہے۔ میں نے اُن میں سے بڑی دیر لگا دی، ابھی چھٹکا ہوں آپ کو۔" یہ کہہ کر اُس نے گاڑی کو اور تیز دوڑایا۔ اُسے اب خود ہی خود اپنی بات پر بھی آدمی جی جی اس سے چند لمحوں پہلے سوہن ٹھٹھ سے لگتی تھی۔ "کیا آپ کے پاس کچھ مال پانی ہے جو چچا کا نام نہ کر آپ غریب بن گئے ہیں؟"

"ریتا کے قریب بیچ کر گاڑی بان نے کہا۔ "مہاراج! میری باتوں کا برائے نام ہے گا۔ آپ کو چھپانا نہیں تھا اس لئے جو بھی میں اُتی بٹکا چلا گیا۔"

اس کے بعد گاڑی بان نے بہت اصرار کیا کہ وہ سوہن ٹھٹھ کو گھر تک پہنچا دے لیکن سوہن ٹھٹھ نے کہہ کر گاڑی سے اُتر گئے۔ "نہیں! میں نے اُن سے پہلے ہی کافی تکلیف کی ہے۔ اگر گھر تک چھوڑنے پلے گئے تو پولیس کی نظروں میں آ جاؤ گے اور پھر وہ ہمیں بلا دیکھ کر گھر لے گئے۔" یہ کہہ کر سوہن ٹھٹھ نے جیب سے انٹھی ٹوٹی گاڑی بان کو تھما دیے ہوئے ہوئے۔ "یہ یہاں تک لانے کا معاوضہ نہیں

کہ جب بھی پولیس سے ملے بغیر ہوئی، کارٹوس اور ہتھیار بڑی تعداد میں درکار ہوں گے۔ چند ہفتوں کی بھی ضرورت تھی کیونکہ کھڑے پر بیٹھے ہوئے نشانہ بازی کرنے کے لئے راستے سے ہتھول زیادہ کام آتا رہتی ہے۔ مطلب یہ کہ تین چار ہزار روپے کی فوری ضرورت تھی۔

انہی دنوں اسے اطلاع ملی کہ راجدھانی کے ایک نجی گھر کے گھر سے کافی مال مل سکتا ہے۔ جگہ نے اجاب کہ اس کے گھر پر ڈاکو ڈالنے کا فیصلہ کیا، خریدی معلومات حاصل کرنے کے لئے ہوا۔ کوئی کچھ بھی نہیں سیکھ سکے نہ وہاں کی جتنی بغیر اطلاع کے ڈاکو ڈالنے کا فیصلہ ہوا۔ رات کا ایک بج چکا تھا۔ پانچ گھنٹہ سواراں گھر کے گھر سے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے طرف سے ہتھیار لے کر چلائے۔ جتنی بات شروع کیا تو ہونا نے روٹی کا ٹکڑا پھینک کر اسے خاموش کر دیا۔ جگہ نے دروازے پر چلے گئے۔ دھک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ جگہ نے دھمکے سے کہا: ”دروازہ کھولا“

بھر بھی جواب نہ آیا۔ اتنی دیر میں جگہ نے گھر کے آس پاس محوم کر جائزہ لے لیا۔ اس نے جگہ سے کہا: ”اگر وہاں بیٹا ایک گھنٹہ سے تو اس وقت دروازہ کھولے گا خیر بھی مول نہ لے گا۔ میرا خیال ہے ہم اور چھوٹا لگ کر اندر داخل ہائیں۔“

ہونا نے اپنے کھڑے کو دیوار کے پاس کھڑا کیا۔ بچن اس کے چڑھ کر اور دیوار پر چلا لگ کر گھر میں گھس گیا۔ اس کے دیوار کمرش کو کھینچ کر دیوار سے لگا کر دروازہ کے پاس اندر سے بھی لگا لگا ہوا تھا۔ اتنی دیر میں ہونا بھی گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ اس نے بیڑی کی روشنی ڈال کر دیکھا تو وہیں ایک ایک سلاخ نظر آئی۔ دونوں نے تل کر اس سلاخ کی مدد سے دروازے کی کڑی فڑی۔ اس کے بعد ان کے تینوں ساتھی بھی کھڑوں سمیت اندر آئے۔ دروازے پر پھر بند کر دیئے گئے۔ سب نے ہندوئیں ہاتھ میں لیں اور پست پر چڑھ کر کمرہ دہاں بھی ڈال دیا دروازہ بند تھا۔ جگہ کو بہت قسم کا انداز اس نے جالی سے بیڑی کی روشنی اندر دیکھی۔ ایک چھوٹے سے بچے کی چیخ سنائی دی۔ جگہ نے ڈانٹا۔

”خاموشی سے دروازے سے کھول دو اور خیریت نہ ہوگی۔ سب کو مار ڈالوں گا۔“

لیکن دھمکی کا کوئی جواب نہ آیا۔ جگہ نے زور سے دروازے کو دھکا مارا۔ دوسرا دھکا دھکا گئے۔ دروازہ ٹوٹ گیا۔ پانچوں ساتھیوں نے دھکا دھکا کر دیا تو کھڑا ایک بڑھیا اور قریب سات سات سال کا بچہ ایک دوسرے سے بچنے کو کاپ رہے ہیں۔ جگہ اس وقت اتنا خفا تھا کہ یہاں اگر کوئی کھڑا ہوتا تو اس کا بھر کس نکال دیتا لیکن بڑے اور بچے کو دیکھ کر وہ غصہ مٹ گیا۔ اس نے بڑے کو ہندوئی دکھاتے ہوئے کہا: ”جو کچھ ہے نکالو“

بڑے کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس کے ہونٹ اٹھ اٹھ کر کاپ رہے تھے کہ کوشش کے باوجود وہ کچھ بول نہ سکتا تھا۔ جب جگہ نے ہندوئی نالی اس کے شانے میں چھوئی تو ہلا۔ ”گھر میں کونسی نہیں ہے۔“

بڑھیا بچے کے منہ کو ہاتھ سے دبا لیتی تھی۔ بچہ خوفزدہ اور بیٹنی پہلی آنکھوں سے غلاب ہش آگودیں کو نکھ رہا تھا۔ جگہ نے بڑھیا کو دھکا دیا۔ ”بڑھیا! ہمیں پتہ ہے کہ اس گھر میں کافی مال

ہے بلکہ اس کی صفائی لے کر بچوں کو کھلا دیتا۔“

سونگے کچھ ڈھکی سے اتر گئے اور گاڑی بان چلے جاتے ہوئے ٹونو کو عقیدت اور احترام نظر دے سونگے کچھ دیکھ رہا۔

○

قریب دو چار کے علاقے میں چنگا کی دھاک پڑھ رہی تھی۔ اس کا نام سننے ہی ظالم زمیندار، خور اور اجارہ داروں کے دل کا پٹ جاتے۔ ایسے لوگوں نے قدرتی اور زیورات گھر میں رکھے چھوڑ دیئے۔ غریبوں کو کھج کرنے والے انہوں بلدار اب نرم پڑنے لگے۔ غرض اور سونگے مارے ہوئے کسانوں کی زمین جیتنے ہوئے زمیندار کو اب سونگے چار پانچ کر چکا کوس کا ظلم کیا تو نہ صرف یہ کہ وہ کسان کو زمین واپس کر دے گا بلکہ ہاری دولت بھی لوٹ لے جائے گا جن باتوں سے بلدار ڈرتے تھے انہی کی وجہ سے غریب لوگ چنگا کی عزت کرتے تھے۔ اسی غلطی کی بنا پر لوگ ہمیشہ اسے جگہ کچھ کے مکمل نام سے یاد کرتے۔ وہ کہنے کا بیک ہمارے سنا نا انصافی ہوتی تھی تو کورت پھری میں برسوں کے بعد بھی شواہد ہوتی۔ لیکن اب تو چنگا کو خیر خواہ اور چنری دونوں میں فیصلہ ہو جاتا ہے۔

کوئی گاؤں ایسا نہ تھا جہاں چنگا اور اس کے ساتھیوں کو آسرا دینے والے نہ ہوں۔ جس وقت کسی گاؤں میں آتا سنا سنا سا جاتا ہے تو اسے نقصان نہیں پہنچا جاتا ہے وہ گاؤں کی عزت جاتی ہے۔ ”جب چنگا ہمارے گاؤں میں ہوتا ہے تو نقصان نہیں پہنچا جاتا ہے وہ گاؤں کی عزت جاتی ہے۔“

وہیچے اب چند جھل ساز بھی چنگا کے نام سے فائدہ اٹھانے لگے تھے۔ کبھی کبھی چنگا کے نام چھوٹی موٹی چڑیاں بھی ہو جاتیں۔ وہ چار دفعہ جگہ نے اس قسم کی وارداتوں پر کوئی توجہ نہ دی لیکن پھر اس نے غصہ کیا کہ ان واقعات کی وجہ سے اس کا نام بدنام ہو رہا ہے چنانچہ ایک اور ایسے نام سے واردات کرنے والے گروہ کو پکڑ کر اسے ایسی جگہ پر لے گیا کہ زمین کا پٹ لگی۔ جگہ کے گروہ میں شامل ہونے کے لئے کئی پشیمانی بھی ہوئیں۔ جگہ پشیمانی کر دالے کو بلاتا اور اس کو کوئی پرکھتا۔ اگر آدمی مناسب اور معتدل معلوم ہوتا تو وہ کہتا۔

”پہلے تو چھ مہینے ہمارے لئے اطلاعات پہنچانے کا کام کر رہے تھے۔ دروازے کے گاؤں میں ڈاکو ڈالنے کے لائق مقامات کے پتے بتاتے رہو اور پولیس پر گھامو کہ گھامو کر لیں۔ رپوٹ دو۔ اگر اس کوسا میں کامیاب ہوئے تو ہم آپس میں گھمیں۔“

اس نے اس قسم کے چند آدمیوں کو شواہد میں ہر جگہ متین کر رکھے تھے جو آگے چل کر اس کے گروہ میں شامل ہونے کے خواہش مند تھے۔

جگہ ہر اقدام بڑی ہوشیاری سے کرتا۔ وہ ان لوگوں پر بھروسہ کرنے سے پہلے ان کی اعتمادی کو پوری طرح پرکھ لیتا۔ جگہ کو ظلم تھا کہ ڈاکو ڈالنے والے لوگ کھڑی سی کامیابی کے بعد ہلک جاتے ہیں اور ان کے پاس لاشیں آجاتی ہیں، اس وجہ سے ان کا انتہام خراب ہوتا رہا ہے۔ اس نے غلط اطلاع دینے والے پر جگہ ڈھ بھرا کر دیا۔

نئے کارٹوس، ہتھیار اور دوسری اشیاء خریدنے کے لئے پیسے کی ضرورت تھی۔ جگہ کو اندازہ

ہے۔ یہ قوف بنانے کی کوشش نہ کرو ورنہ...

اب بچنے کے لیے بچہ برتا جا رہا لیکن اس کا منہ بڑھیا کے ہاتھ سے بندھتا۔  
 آخر درمیں پتھر اور پتھوان برابر کے کمرے میں گھوم آئے لیکن غلط فطرت آ رہا کہ پال اور  
 مکان کے پچھلے حصہ کی دیکھ بھال میں لگے تھے۔ بڑھیا بار بار یہی کہہ رہا تھا۔ ”گھر میں کچھ  
 کیوں غم نہیں ہو کر نکلتے کرتے ہو؟“

اب جگت کا پادہ چمڑی سے چڑے لگا۔ اُس نے بوڑھے کی ہلکی سی ایک گھونچہ بولا۔ ”جھوٹے اُقریب بننے چلا ہے۔ اگر مجھے اطلاع دے دلا جھوٹے تو میں اُس کی زبان لوں گا۔ لیکن اس سے پہلے میں تجھے ضرور سبق سکھائوں گا تجھ کو۔“ پھر اُس نے ہنوا کر مخاطب کیا۔ ”جنوان ایک درسلے آکا“ اور بوڑھے کو اُٹھا کر بار بار چڑی ہوئی چار پائی پر لڑا۔ ”اگر تم تیریں میں سے کسی نے آواز نکالی تو ہماری بندش میں بھی آج اُٹھیں گی۔“ اُس نے سچے نرمی اور دلچسپی سے بوڑھے کو چار پائی کے ساتھ کس کر باغہ دیا۔ جیسا کہ وہ بوئی اس سحر کو ہماری اس بچہ کی روئے نہ لگا۔

”جنوان! چار پائی کے نیچے آ جا۔ دے۔ دیکھا ہوں بوڑھا اب تک سچ نہیں بولتا۔“

نہ ظلم دیا۔

ہنومان نے کھوئی ہر سے بڑے کا صاف انکار اور جار پائی کے سچے رکھا۔ بحرِ بھتی ہوئی اسے اس پر تھل چڑک کر آگ دکھا دی۔ فوراً ہی شعلے اٹھنے لگے اور بڑے کی چپہ چپہ گلے کاٹنے لگیں۔ کھلیں بحر بھی اس نے وہ بات نہ کہی جو مت سننا چاہتا تھا۔

اب بھت اور جو مال ہو کر چایا۔۔۔ بڑے آب کی تادے مال کہاں ہے؟ در نہ اسی  
مردہ جلا کر مارڈالوں گا۔“

اب بڑھیا سے منہ ہٹا دیا۔ اُس نے کہا: ”اب تادوتا“  
جکت کو بھیجی جاسے تھا۔ اُس نے ہونان کو اشارہ کیا، اُس نے فوراً روٹ سے آگ بجھا دیا۔  
لیکن وہ اب بھی بکری گھبراہٹا تھا۔ ”تم جیسے مجھے اری والو۔ لیکن اس گھر سے کچھ نہیں ملے گا۔“  
جکت نے گھر سے نکلا۔ اُس نے لوگ ہار تھا کہ بڑے سے دے دے گا لیکن مال نہیں دے گا۔ اُس نے اُن کا منہ  
پر چڑی اُسے سوچا کہ وہ گھر سے بغیر دے جائیں گا۔ اُس نے  
گردن بڑکڑاٹھا، ادا دیک بھتہ اُس کے منہ پر کہ گھر والے اچھے اچھے ہٹا دیا۔ بڑھیا کی چیخ  
سنی گئی کہ ہونان نے اُس کا منہ دبا دیا۔ جکت نے اُنہیں نکال کر کہا۔

”اگر وہ چاہتا ہے کہ اس موصوم کی جان میرے ہاتھ سے نہ جائے تو تباہی کے مال کہاں ہے؟“  
پھر اس نے ہاتھ کو ایسے جھکا دیا جیسے وہ دھاتی پتے کو خنجر مار رہا ہو۔ یہ کہہ کر بڑے سے نے کہا  
”میں موصوم کو مت مارنا۔ میں سب کچھ بتاؤں دیتا ہوں۔“ اس کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو  
کی گراں بہہ زبان وہاں آکر کھڑی ہو کر دم مارنے لگی تھی۔ بڑے سے نے تباہی کے مال کا سامنا کر دیا تھا۔  
”ایک دیوار میں جن دکھا ہے۔“

مال نکالنے کے لئے دیوار میں کئی شکاف کرنے پڑے تو دیوار سے زیورات کی ایک اور فضا



جب بات لگاؤں میں پھیلی تو لوگ حیران ہو کر سوچنے لگے: "کیا واقعی جگاڑا کو ہے؟"

”بشک شکہ نے بہت کھلادیا۔ اب تک طبیعت بھاری بھاری ہو رہی ہے۔“

سوہن سگھ پیوی کی نظروں میں نظریں گاڑے گاڑے ہوئے۔ ”چندن کو ر بھی تم ہی جیسی ضدی

”یہی! یہ تیرے بھائی نے جیز کے لئے بھجوائے ہیں۔“  
 ذولہا داے بھی پہنچتی جیسی آنکھوں سے دیکھتے رو گئے لیکن دادا کی بات اب بھی اذہوری تھی۔  
 اس نے پھر کہا۔ ”باہر باج نہیں بیس اور باج کھوڑے بھی کھڑے ہیں۔ دو بھی اسی نے تیرے لئے“

جاء۔ ”اس گھر کے دروازے پر میں نے ابھی ایک بڑھیا کو دیکھا تھا۔ وہ دروازہ بند کر رہی تھی۔ آدی ایچے تو اپنی بیوی کو وہاں چھوڑ دوں؟“

ہو گا۔ پولیس والے سرکاری روٹیاں کھا کر کافی بخیر ہو گئے ہیں۔ ذرا جاکا کو تلاش کریں گے تو لک ہو گی۔ کرنے دو تلاش۔ دیکھیں گے کیسے گرفتار کرتے ہیں۔“

”خوہاں! تو نے عزتِ لباس میں مردوں والا کام کر کے دکھا دیا۔“ جگت نے ہنس کر کہا۔

مئی آنکھیں ہر وقت اسی گھر پر لگی رہتی ہیں۔۔۔

وہی کہتا:..... ”انگریز حکومت سے بغاوت کرنے والے مروسے نے ایمانی کرنا شروع کیا۔“

ہومان یہ سن کر زور سے ہنسا۔ کہ پال نے کہا۔ ”بہت خوش ہے یاد رکھو کوئی خوشخبری لایا ہے کیا؟“  
 ”ہاں، ہاں۔ اب جگت ہم کھڑکھائی کھانے کا بعد کہے تو سناؤ دل خیر۔“ ہومان بولا۔  
 ”مگر یہ سنتے ہی ہنساں گے جلدی سے بولا۔ ”اگر تم دو ہزار روپے کے انعام کی بات کرو ہے؟“  
 ”میں اس کی اطلاع لے چکی ہے۔“

ہومان نے پھر قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”نہیں یاد۔۔۔ میں سرکاری سرسالی کی دو ہزار کی بات چہ کر رہا، میں تو جگت کی اسلی سرسالی کی بات کر رہا ہوں۔“

”کیا ایک رہا ہے ہومان؟“ جگت نے چہرہ کر لیا۔ سارے ساتھی بھی حیرت میں چڑ گئے  
 ان کو جگت کی عقلی کا ایک کھوکھلو علم تھا۔ سب کے سب جگت کا نیک رہے تھے۔

آخر ہومان نے کہا۔ ”جگت! تیرے باپ بھتیجے کے ہاں شگون دلیں کرنے مجھے تھے چہ  
 بھائی بھی چندن کوہ نے یہ قول نہیں کیا اور صاف کہہ دیا کہ اگر میں شادی کروں گی تو صرف بچہ

۔۔۔“  
 ”کیا۔۔۔ چندن کوہ نے یہ کہا۔۔۔؟“ جگت کی نظر میں بچپن کی دوست چندن کی شکل محو  
 گئی۔ اُس نے سوچا بچپن میں تو بہت کم اور مساوات مندی، اب اس میں اتنی تبدیلی کیسے آئی  
 اس نے ہزاروں کے سامنے یہ بات کہہ دی؟ کیونکہ جگت تو سوچ چکا تھا کہ ڈاکو بھی جانے کی خبر  
 کہ اب تک چندن کوہ نے اُسے دل سے نکال دیا ہو گا۔ پھر اُس نے بے تابی سے ہومان سے  
 پوچھا۔ ”ہومان! انہماں نے کیا کہا؟“ جگت کو چہا کہ ماں اب اس شادی کے لئے تیار نہ

کی۔  
 ”اں نے خاص طور پر کہا کہ پہلی فرمت میں محوڑے پر چڑھ کر ڈاکو چندن کوہ یا نہ جاؤ۔  
 ”تو کیا ہاں بھی۔۔۔“

اور پھر اُسے اچانک دوہرایا گئی۔ اُس کا چہا چاہا کہ وہ دیکھ کر بھتیجے میں معلوم کرے لیکن سب  
 کے سامنے اُس کا ذکر مناسب نہ تھا اس لئے خاموش ہو گیا۔ مگر پال نے جگت کو خاموش دیکھ کر کہا۔  
 ”یارا تجھے بیوی بھی بھاری ہے۔ تو نے حکومت سے بیادیت کی، اُس نے مگر سے بیادیت مگر دی۔  
 چلی آج رات ہی بیادیت لے کر جاتے ہیں۔ سردار کی شادی میں دو تیس ہوتی جاتی ہے۔“

یہ سن کر جگت چپ ہو گیا۔  
 ”کیوں جگت۔۔۔؟“ جگت کو ہاتھ کیوں نہیں؟“ شیارہ کھنے نے غیبی دی کہہ۔

”دوستو! میں بڑی آجھن میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ ہم نے جو دار اختیار کیا ہے، اس پر چلے  
 ہوئے کسی سے شادی کرنا اس کی زندگی کو براؤ کرنے کے برابر ہے۔ لیکن پھر بھی میں چندن کوہ  
 سے ملاقات کروں گا۔ اس کے بعد میں سب کو کوئی فیصلہ کر میں گے۔ اس کے علاوہ مجھے ایک اور  
 بات بھی پریشان کر رہی ہے۔“

”وہ کیا۔۔۔؟“ دوستوں نے دریافت کیا۔

جگت کی پریشان کرنے والی بات یہ وہی ہے، متعلق تھی۔ اگر کسی حالت میں وہی کوہ مگر میں آسرا  
 دینا پڑے تو کیا چندن اس کو برداشت کرے گی؟ وہ تو جی سوچ رہا تھا مگر دوستوں کے سامنے اس

مسئلے کو سمجھنا اُس نے مناسب خیال نہ کیا۔ اچانک اُسے ایک اور بات یاد آگئی۔ اُس نے کہا۔  
 ”جب ہم نے بیادیت کی، اُس وقت میں نے ایک وعدہ کیا تھا کہ چینی کی محوڑ کو اُس کے باپ نے  
 کھلی اور بیاہ دیا ہے۔ اگر وہ اب بھی بچن کے ساتھ رہے پر آزاد ہوئے ہیں کے بچن کے گھر لانا ہم  
 سب کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے یہ ذمہ داری پوری کے بغیر میں شادی نہیں کر سکتا۔“

سردار نے چاہیوں کا اس قدر خیال کرتے ہیں کہ محوڑ کرتے ہوئے ان کے دل میں اپنے  
 مردار کا احترام پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔ وہ خود سردار سے کہے باوجود وہ اس آئے ہوئے مال  
 کے پانچ حصے کا تھا تھا کہ ہر ساتھی کے گھر پر وقت دینا چاہئے۔

چکا سب کو کئی اور ایسا ہماری کا سبب دیتا اور کہا۔ ”جب تک ہمارے درمیان کدورت اور برائی  
 نہیں آئے گی کہ وہاں ہماری حفاظت کریں گے اس کا یقین رکھو!“ بچن وچن کی کہ وہ پانچ پاٹروں  
 کی طرح اعتماد سے رہتے تھے اور ایک دوسرے کی کوئی کوہل لیتے تھے۔

”چلو! ہم سب جو گنہگار والے ڈاکے کی تیار ہیں کریں۔“ جگت نے سب کو ہنسا کر کہے ہوئے  
 کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ یہ جگت ملو کی قسم کر کے میں اور ہومان دوھیہ کا ایک پکڑا آئیں۔“  
 ”دوھیہ۔۔۔؟“ پال نے توجہ سے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔؟“ سردار اور پال نے اُبات کو چھپانے سے کیا فائدہ؟ میں چندن کوہ اور اُس کے والد کو  
 گھاؤں کا کہہ کر شادی کر رہی تھی تو چوہہ دوہرا تھا کہ کرلو۔“

پانچوں ساتھی ڈاکے ڈالنے کے لئے تیار ہو چکے تھے۔ وہ جگت کے حکم کے منتظر تھے۔ جگت نے  
 پلے کا اشارہ کیا۔ جب روانہ ہوئے تو آسمان پر سیاہ پادلوں کی سمیڑی چادر اس طرح پھیلی ہوئی تھی  
 یہ اسی پر گھارائی پادلوں کی چادر چر کر اسے دھری دیتا ہے اُس کی اور اپنے سن کی پیاس  
 بانے کے لئے دھری دیتا ہے کہ مگر میں گھر گیا وہاں دیکھتا گئے کی جسے سن کر دھری کے نیچے  
 بچے کیوں کی طرف دیکھ کر حیرت آتے ہیں۔

جو گنہگار کی جان جگت کھ کی پاری میں شامل ہونا چاہتا تھا جس کے متعلق اطلاعات فراہم  
 اپنے پر جگت کا کھ کو معلوم ہوا کہ وہ دیکھ ہونے کے باوجود کھ کا اعتماد نہیں ہوسکا۔ پھر بھی  
 ات نے اس کا کھ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ جو گنہگار نے اطلاع دی تھی کہ گاؤں میں ایک ہندو  
 رہا پر دار ہے۔ اور ڈاکے ڈال جائے تو وہی دولت تھا کہ جگت کا کھ لینے کا فیصلہ کر لیا۔  
 لے کا پر دار گھر پتا کر کے جگت کو خفیہ وقت تک کچھ نہ بتایا جاتا تھا۔ چاک بچن کی پاری حشر کرنے  
 لے لئے خبر کے ساتھ روانہ ہوئی اور کامیاب ڈاکے ڈال کر واپس لوٹی۔

جو گنہگار کے تھے ہوئے کھانے پر آدھی رات کے بعد انہوں نے حشر کیا۔ چوہہ پاری مال کی  
 باری کے سلسلے میں شریک ہوا تھا۔ مگر میں صرف اُس کی ماں اور جوان بیوی موجود تھیں۔

جو گنہگار نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا اور سب لوگ تیزی سے اندر داخل ہو گئے۔ بڑھیا  
 ل نے دروازہ کھلا تھا جس آدھوں کو دیکھ کر کھپانے کی فکر اُس کی بہو جو گنہگار کو دیکھ کر کھڑک  
 لی گئی۔ وہ جو گنہگار کے اسی طرح واقف تھی۔ جو گنہگار نے اشارے اور خفیہ حرکات سے سمجھنا

یا کھترے کے کنارہ تھا تھا۔ ”یارا! یہاں تیرا سہا ہے دیر سے آیا تھا ہم بھی ہے۔“

ایک کام پورا ہو چکا ہے۔ اب واپس چلیں گے۔"

جو کیندر نے ہنومان کے ہاتھ میں کپڑوں کا بندل دیکھا اور جاتے وقت سر ہٹھا کر اس نے روپا کا اشارہ کیا محراب لوگ مکان سے باہر آ گئے۔

گھوڑوں پر سوار ہو کر سب لوگ گاؤں سے باہر آ گئے۔ جو کیندر کو ہنومان کے ساتھ گھوڑے پر لٹایا گیا تھا۔ جگت نے ہنومان کو آتے آتے کا اشارہ کیا اور ہنومان جگت کا اشارہ دیکھ کر گھوڑا دوڑاتا ہوا سب سے آگے نکل گیا۔ جگت نے ہنومان کے آگے نکل جانے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ آتے آتے ہوئے۔

"یہ جو کیندر ہے لایمان اور مفاد پرست شخص ہے۔ وہ اس خاقان پر اپنا زعب بھانے کی خاطر لٹایا گیا تھا۔ اسے اس کی اس حرکت کی مزاحیہ بات ہے۔"

گاؤں سے تقریباً چار میل دور نکل آنے کے بعد سب ایک کنوئیں کے قریب ٹھہر گئے۔ جگت نے اس پاس کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد جو کیندر سے کہا۔ "میں سخت پیاس لگی ہے۔ لہذا یہاں کچھ دیر سنا لیا جائے۔ پانی پینے کے بعد جتنا دیر کام کا حساب کر دیا جائے گا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ہم آگے جا سکیں گے۔"

پانی پینے کی غرض سے رشتی اور باپنی بیٹھ بیٹھ اسے گھوڑے پر بٹھ کر رکھا تھا۔

"جو کیندر رشتی آدمی اور باپنی کے لیے کمالی نالی کو اور سب کو پانی پلاؤ۔"

جو کیندر خوشی خوشی آٹھا اور گھوڑے کی پیٹھ سے رشتی اور باپنی اتار کر کنوئیں کے کنارے پر بٹھ گیا۔ رشتی کو پانی کے کپڑے سے مسحوا دیا اور کہا کہ اس نے پانی پیچھے ہی کنوئیں میں اتاری جگت جو (عرب کی کڑا) نکالا۔ "جو کیندر اور رشتی تو پانی صحت مند تھی۔"

جو کیندر جگت کے لیے الفاظ سن کر چونکا۔ اس کے ہاتھ وہیں ڈک گئے۔ اسے جگت کی یہ بات ذی عجیب سی معلوم ہوئی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جگت کسی بھی عورت پر بری نظر نہیں ڈالتا۔ اس نے کہا۔ "میں ہاں سردار امیری نظر کی بہت دلوں سے اس حیز پر ہے۔ آپ یہاں سے جائیں گے تو ہم واپس جا کر اسے قابو کر دوں گا۔"

مگر اس کے یوں سے آخری الفاظ کی ادائیگی ہوتے ہی جگت کی رائفل تیزی سے حرکت میں آئی اور گولی اس کی پشت میں سوراخ کرتی ہوئی آ کر پارنگل نکل گئی۔ رائفل کے دھماکے کے ساتھ جو کیندر کے قدم لٹکڑا لٹکڑا کر اور کنوئیں کی تہہ میں ایک اور دھماکا ہوا جس کے ساتھ ہی جو کیندر پانی کے بوتلے تلے دس گیا۔ ہر انسان اپنے بڑے انتہا تک تھکا ہوا ناول پر خاموشی مسلط ہوئی۔

کچھ دیر خاقانوں نے سر اٹھا کر آسمان پر دیکھتے ہوئے لگاتار ستاروں کی جانب دیکھا۔ صبح ہونے میں ابھی کافی دیر تھی۔ مگر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا جو جگت کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"میں اور ہنومان اتنے وقفے میں دو دھیا جا کر آسانی سے واپس لوٹ سکتے ہیں۔" جگت نے اپنے ساتھیوں کو غائب کرتے ہوئے کہا۔

"جگت! ہم لوگ بیٹھ ایک ساتھ جاتے ہیں۔ لہذا کیوں نہ اٹھنے چلیں۔ ہم آپ کو خطرے

ایک بار جان بوجھ کر وہ روپا سے راستے میں ٹکرا گیا تھا۔ روپا نے غصے میں پتھر کر کر کہ گاؤں کی گودوں کو تھپتھپاتے ہوئے چھین کر شرم نہیں آئی۔ تہا رہے مگر میں ماں بیٹی نہیں ہیں؟ جو کیندر نے دانت چیں کر کہا۔ "اچھا۔۔۔ یہ بات ہے۔ اب دیکھا میں تجھے کسی طرح قاتل ہوں۔" وہی جو کیندر آدھی رات کو سب لوگوں کے ساتھ اس کے شوہر کی غیر موجودگی کے دوران کے گھر میں داخل ہوا تھا۔

روپا کو کبھی ہوا آج اس کے شوہر کی دولت کے ساتھ اس کی عزت بھی لوٹ لی جائے اس کا بھی چاہا تھا کہ اس سے عزتی سے دو بھتر ہے۔ مگر انسانی وقت اسے ایک کرچہ اور کلا اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"جگت تنگہ چکا کی پانی تیرے گھر کا ڈالنے آئی ہے۔ شوہر جانے کی ضرورت نہیں۔" اور روپا نے لایمان کی ساسلی۔ اس نے سن رکھا تھا کہ جگت کا کوئی عورت کی عزت اور لوٹا ہے نہ کسی کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ دوسرے آتے۔ یہ بھی معلوم تھا کہ گھر میں جتنے قیمتی مال وغیرہ کی ہیں تھا۔ اس کے شوہر نے دکان کے پیچھے تھانے میں تمام سرمایہ اور ذخیرہ چھپا کر رکھے تھے۔

کرپال اور بچن اور رانے کے پاس چوک کھڑے ہوئے تھے۔ ہوشیار تنگہ کے ذمہ بیٹھ رائفل دیکھا کر چپ رہ سکے کی ذمہ داری تھی۔ جگت، ہنومان اور جو کیندر اوپر کی منزل پر پہنچ گئے۔ کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر روپا نے تجوری کی چابیوں ان کے حوالے کر دیں۔ روپا پر عمر کا کام جو کیندر نے خود سنبھال لیا۔ جگت اور ہنومان دوسرے کمرے میں تجوری اور الماریاں کھینک لگے۔ تجوری میں بھٹکی پچاس ساٹھ روپے ملے۔ تمام پرلے وغیرہ انہوں نے الماری سے بھینک دیئے مگر ایک بھی زیور ان کے ہاتھ نہیں لنگ سکا۔

ہنومان نے جگت سے کہا۔ "اس خاقان نے تجوری کی چابیوں جس آسانی سے ہمارے حوالہ کی تھیں میں اسی وقت جگت بھی چکا تھا کیا پتہ پیکر بیکر ہو گا۔"

مگر جو کیندر نے یہ سن لیتا دلا یا تھا کہ ہزاروں کال مال ہاتھ لگے گا۔" جگت نے ذہن پر تو دیتے ہوئے کہا۔ "ہنومان! کیوں نہ اس عورت کو روپا دھکا جائے۔ لیکن ہے کام ہو جائے۔" ٹھہر۔۔۔ میں ابھی آتا ہوں۔" جگت تیزی سے باہر نکل گیا۔

برابر کے کمرے کے آدھے کھلے دروازے کے پاس ایک حرکت ڈگ گیا۔ اندر سے جو کیندر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ روپا سے ملنے کی کمرہ ہوا تھا۔ "دیکھا دو! اس دن تم نے مجھے مارا۔ میں جو کہا تھا آج میں نے اس کا بدلہ لے لیا ہے۔ اب اگر میں تمہیں جینزوں کا قویارہ سے جواز دے دوں۔"

جو کیندر کا ارادہ جان لینے کے بعد جگت کا دروازہ ہل اٹھا۔ اس نے دلی سی دل میں کچھ سوچا مگر وہ واپس لوٹ آیا اور ہنومان سے کہا۔ "اب تمہیں اس گھر سے کچھ نہیں لینا۔ دو چار چوڑے لایمان کے ساتھ لے لو۔" ہنومان کی سمجھ میں نہیں آئی مگر اس وقت کی قسم کی جگت بے کار ہی تھی۔ جگت کے ہر اقدام پر اسے پورا یقین تھا۔ جگت نے بلند آواز میں جو کیندر کو اپنے قریب بلایا اور کہا۔ "چلو

لوہر گویا تھا۔ اُس نے کہا: "جگت! اتھاری میں اور باپ نے چندن کور کے متعلق اتنی باتیں کیں  
لوہر مجھے معلوم کرنے کا سوچ ہی نہیں لی سکا اور میں چلا آیا۔"

ہڑ ہول سنائے کے درمیان جگت کے کیوں سے نکلے والی سرواۓ جوان کو مصافحہ سنا دی۔  
مٹی کے ذہن میں ایک سوال گونجا۔ "جگت! اور چندن کور کے پیار کے درمیان کہیں دیر و دیوار تو  
بھیان جانے کی؟"

رات کے پچھلے پیر دو گھوڑ سوار خاموشی سے دو دھیا گاؤں میں داخل ہو گئے۔ اس وقت گاؤں  
پلہ پیر کی خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جگت کے ایک ہاتھ میں لکام اور دوسرے ہاتھ میں پتھول تھا۔  
لے کے ہاتھ کی ایک انگلی پتھول کی پٹیلی پر بھی ہوئی تھی۔ دو چار کتوں نے سنے مہانوں کو کہ کچھ  
ہنگامہ استغیابہ راگ گاتے اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ اور جگت کی کھوڑی سرسالی کی گلی میں  
لگ ہو گئی۔

پچھن کے کچھ سال اُس نے اس گلی میں گزارے تھے۔ اس وقت وہ اور چندن کور کچھ لڑکیوں  
لڑکوں کے ساتھ جھج جھج سے کھیل کھیلا کرتے تھے۔ جگت کسی اور سے نہیں صرف جگت  
کے ساتھ کھیلنا پسند کرتا تھا۔ جب وہ پچھنے والا کھیل کھیلتے اس وقت جگت صرف چندن کور کو تلاش  
کے آسے پکڑ لیتا اور چندن روٹی صورت پکڑ لیتی تھی۔

"تم میرے علاوہ کسی اور کو نہیں پکڑتے۔۔۔ جاؤ! ہم تم سے نہیں کھیلے گے۔"  
اور آج اسی چندن نے اُسے پیغام بھیجا تھا۔ "جگت! میں تیرے علاوہ کسی کے ساتھ نہیں  
کھیل کی۔ آ آئیے پکڑنے کے لیے چلتے ہیں۔ میرے پاس آ جا۔۔۔!"  
جگت کی کھوڑی کچھ دور تک مکان کے پاس کھڑی رہی۔ جوان کچھ دُور تک چو کس نظروں  
اور درگاہ کا جائزہ لے گا۔ تاکہ سے آؤ کر گئے۔ دروازے کی کڑی کھٹکائی اور جواب کا  
فار کرنے لگا۔ شاید اندر والے گہری نیند میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"کون ہے؟" کسی مرد آواز نے اندر سے پوچھا۔

"مہمان۔۔۔" جگت نے کافی دھیمے سے کہا۔  
بڑے دروازے کی چوٹی سی کھڑکی کی روز میں لائٹن کی روشنی کی باریک کیر جھلکی نظر آئی اور  
لے کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ "کون ہے بھائی؟" کسی نے پھر پوچھا۔  
"رات کا مہمان۔"

اور دروازے کی چوٹی سی کھڑکی کھل گئی۔ بسن سکھ نے لائٹن بلند کر کے دیکھا۔ جگت نے  
سے پر بندے ہوئے صافے کو لنگ کیا اور داد کو پچھان کر سرسے چل دی۔ بڑا دروازہ کھول  
گھڑی کو مکان میں داخل کر لیا اور دروازہ بند کر لگا۔ اُسی لمحے جگت نے ہاتھ کے اشارے  
بائیں ادا کرنے سے روک دیا۔

"میرا ایک دوست بھی میرے ساتھ آیا ہے۔ اُسے بھی اندر لے آئیں۔"  
اسنے دیکھے میں ہنومان بھی اُن کے قریب کھینچا گیا اور بڑا دروازہ بند کر دیا گیا۔

مگر جب جگت مکان میں داخل ہو رہا تھا سامنے مندر کے آگے بٹے ہوئے چپترے پر سوسنے

میں نہیں ڈال سکتے۔ ہوشیار سکھ نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں دوستو! ایسی تو کوئی بات نہیں مگر چونکہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے لہذا ہنومان میرے  
کاٹی ہے۔ تم لوگ فطرتاً کر دو۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔

اس کے بعد کسی نے جگت کا مناسب خیال نہ کیا۔ پانچ گھوڑوں پر سوار ہوئے اور کچھ  
پگھڑیوں پر چلتے ہوئے ایک کے راستے پر آ گئے۔ پچھلے کے پڑے ہوئے جگت ایک چورسے  
گیا۔ جگت کے ساتھ ہی سب رگ گئے۔ جگت نے ایک راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے  
سائیں لے کہا۔ "یہ راستہ جنگل کی طرف جاتا ہے۔ تم تینوں کسی محفوظ مقام پر ڈک جانا  
دونوں دو دھیا سے واپس آؤ۔ ہمیں ساتھ لے لیں گے۔"

سب نے انہماک سے سر ہلا دیا اور اپنے گھوڑوں کی جگت کے بتائے ہوئے راستے پر ڈال دیا  
جگت اور ہنومان اُن سے الگ ہو کر دو دھیا کی جانب بڑھنے لگے۔ ستاروں کی وضاحتی  
میں کچی پگھڑی پر جگت کے سفید گھوڑے کے ساتھ ہنومان کا سیاہ گھوڑا قدم لگا کر دوڑ رہا  
دونوں سوار دھیمے سے بٹے میں باتیں کر رہے تھے۔

"ہنومان! اب تم مجھے کھر کے تمام حالات بتاؤ۔"  
"ابھی بتا رہا ہوں۔"

"جلدی بتاؤ! ماں کی طبیعت کیسی ہے؟ تمہیں دیکھ کر راض تو نہیں ہوئیں؟" جگت نے  
چھٹی سے ہنومان سے پوچھا۔ ہنومان کچھ کیا کہ جگت کو کھر کی باہت ستاری ہے۔

وہ جگت کو بتا دینا چاہتا تھا۔ "اتھاری میں اتھارا چہرہ دیکھنے کے لئے ترپ رہی ہے اس  
باوجود ماں جی نے کہا ہے کہ جگت کو کھر آنے کا خطرہ ہول کھینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ  
طرف خطرہ ہی خطرہ منظر لا ہے۔" مگر یہ بات کہہ کر جگت کا دل دھکا نہیں چاہتا تھا۔ وہ  
تھا کہ جگت کو اطمینان ہو۔ اُس نے اُس نے کھر کے حالات اس طرح بیان کئے کہ جگت تباہ  
سے مست رہا۔ ہنومان سب کچھ کہہ چکا اس کے باوجود جگت کی خاموشی پر غم اور سی۔

ان تمام باتوں کے درمیان ہنومان نے ایک بار کسی دیر کا ذکر نہیں کیا تھا۔ ماں کی چلا  
سے دیو کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے اُس نے ہنومان کو کھر کے حالات بتا۔  
کہا تھا۔ کیا دیو اپنے شوہر کو پھوڑ کر بیٹے گلی چلا ہے؟ یا پھر ہنومان نے اُسے کھر میں قید کر دیا  
دیو اور اُس کے درمیان قائل و بھانے والی زاکر لڑائی آج آسے بہت کھل رہی تھی۔

"ہنومان! ماں نے دیو کے متعلق کچھ نہیں بتایا؟" جگت نے مجبور ہو کر پوچھ ہی لیا۔  
"کیا۔۔۔؟" سب کچھ جاننے کے باوجود ہنومان نے انہماک میں کر کہا۔ اُسے معلوم تھا کہ کھر  
کھر کے حالات سننے کے باوجود سوچ میں کیوں ڈوب گیا تھا۔ اُس کی کچھ میں باتیں تھیں  
تھی کہ چندن کور سے ملاقات کے لئے جانے والا جگت دیو کے متعلق کیوں سوچ رہا ہے۔

"ہنومان! ماں جی نے دیو کے متعلق کسی قسم کی اطلاع فراہم نہیں کی؟" جگت نے دوسری  
معلوم کیا۔

لوہر ہنومان نے چاکر جگت کو غلا دیا۔ یہ مگر جگت کی دوستی نے اُسے ج بات اُچھے

ہونا صرف سرکار دیا۔

بھرت کے ذہن میں ایک خیال تیزی سے آیا۔ اُس نے ہومان سے سرگوشیا نہ انداز میں کہا۔  
”تم بہت بے جا کر اطراف کا جائزہ لو“۔

ہومان کے ساتھ بعض حکمتی کھڑا ہو گیا۔ ”جگت میں بھی جا رہا ہوں۔ تم دونوں باتیں کرلو۔  
میں چندن سے مطلع کر لوں گا۔“

جگت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابلیت ہومان سے کہا۔ ”مکان کے قریب پھیل کر درخت ہے وہاں  
کے کوئی شخص آسانی سے اندر داخل ہو سکتا ہے لہذا اُس جگہ کی خاص سرنگری کی ضرورت ہے۔“

ہومان اور اُس شخص سگھ گئے۔ جگت اور چندن دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر کسم کسم تھے۔ چندن  
اوجب اور باقاعدہ حرکت کرتے سات سال بیتے کے باوجود پھیل کر درخت یاد ہے۔ جب وہ پھوٹے تھے

جگت چندن کو ڈرمانے کی غرض سے اکثر اس پھیل کے درخت پر سے اچانک گھس کر کود کر چندن پر  
لوٹ جاتا کہ جتنا تھا ایک بار تو چندن خوف سے چچ اٹھی تھی مگر جگت کو دیکھ کر پڑ پڑانے لگی تھی۔

”جگت کو یہ باتیں یاد ہوئی؟“

”کیا سوچ رہی ہو؟“ جگت نے سسکا کر پوچھا۔ چندن اپنے خیالات سے چونک کر شراباگئی  
”ہاں، کے انھوں نے زمین کھر بنے گی۔ جگت کو چونکہ جلدی میں لہذا اُس نے بات شروع کرنا بہتر

کہا۔ ”مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم۔۔۔۔۔ جگت کہنا چاہتا تھا کہ۔۔۔۔۔“ تم شادی کے لئے جلدی کر رہی  
”مگر وہ بے بات کہہ نہ سکا۔“

”تم نے رہنے کے ذہن کو تو نے کی امازت نہیں دی۔“

چندن نے صرف اثبات میں سر ہلا دیا۔ جگت نے دیکھا اُس کے سینے کے اندر چڑھاؤ سے ایسا  
لہو بوز با تھا جسے اس کو دل زور زور سے دھڑک رہا ہے۔ چندن کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

”تم نے پوری امت سے شادی کی دعوت بھیجی تھی جس تمہاری دعوت قبول کر کے آگیا ہوں۔“  
چندن نے چونک کر اپنا سین چہرہ اوپر اٹھایا۔ اُس کی آنکھوں میں پیار کے موتی چمک رہے

تھا اور یوں نے خرابا کر بیٹھ کر آنکھوں پر چیا کی چادر ڈال دی تھی۔  
”میں گھڑے پر سوار ہو کر ضرور آگیا ہوں۔ مگر شادی کے ارادے سے نہیں۔“ جگت سگھ گئے

ماں صاف بات کہہ دی۔ ”میں تمہیں قوی دینے سے پہلے صاف صاف بات کر دیا ضروری سمجھتا  
”اں۔“

”کیسے؟“ چندن نے پہلی بار بول کھولے، پھر مضبوطی سے بند کر لے۔  
”تم جانتی ہو کہ روکا میری زندگی کس دور ہے۔ پھر کڑی ہے۔ ہم نہ جانے کب ہمیشہ کے لئے

مل ہو جائیں۔۔۔؟ کیا تم میرے ساتھ ایسی زندگی بسر کرنا پسند کرو گی؟ ملاپ چند ساتوں کا اور  
اپنی بھر پور کی ہے۔“

”شیر۔۔۔؟“ چندن کو اُسے جگت نہ کہ سکل۔ ”تم نے جس جدائی کی بات کی ہے اُس جدائی  
نے لئے تمہاری ماں بھی توبہ رہی ہے۔ ہم ایک ہی جگہ دور دور میں کر جدائی کے اس بوجھ کو ہانت

نہ کی۔“

ہوئے کانے کی ایک آنکھ کھل چکی تھی۔ وہ ایک آنکھ سے لینے سے خطرہ دیکھ رہا تھا۔ دوسرے  
راتوں سے نہیں سو رہا تھا کہ شاید چٹاس طرف چلا آئے اور اُس کا انجام دیکھ ہو جائے۔

یہ خطرہ دیکھنے سے ہمیشہ اُس کے ذہن میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ کیا اُس نے جو چکھ  
ہے وہ خراب ہے یا حقیقت؟ اُسے آنکھوں سے دیکھا کہ اگر اُس کی دوا آنکھیں ہوئیں تو وہ اس

صاف دیکھ سکا اور یہ یقین کر لیتا کہ یہ جگتا تھا۔ مگر قدرت نے اُسے ایک آنکھ کھلی کر اُس کے  
شاہد اوصاف نہیں کیا تھا۔ مگر اب دیکھنے کے بجائے کچھ سنا ضروری تھا لہذا وہ اسی اُمید پر اپنے

دے اٹھا اور دسے اپنا چل ہوا بڑے دروازے کے قریب جا کر چونکا کھڑا ہو گیا اور دروازہ  
سے کان لگا کر سننے لگے۔

”کون آیا ہے اتنی رات بیت جانے کے بعد؟“ چندن کو رنے دل ہی دل میں کہا۔ یہ  
کے لئے چندن کو برسر سے اٹھ کر اُنکھیں کھلی ہوئی کھڑی ہو گئی۔ جلدی سے باہر مچن میں آ

لائیں کی مدد کر رہی کے باوجود وہ سامنے کھڑے ہوئے شخص کو کبھی بھر میں پہچان نہ گی۔  
مگر دوسرے ہی آنے سے خیال نہ کرنا کہ وہ جلدی میں اپنا دوا چل پڑا نہ بھول گئی ہے لہذا اُس

جلدی سے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر شریلے انداز میں منہ میچ رہا۔  
جگت اس ذہن میں کی کر دیکھ رہا تھا۔ اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ پانچ سال

جس چندن کو دیکھا تھا وہی چندن ہے۔ لیکن میں اُس نے جس کمرے ہاتھ مارے تھے آج اُن  
کو سہلانے کی آواز اُس کے دل میں کر رہی ہے۔

”مگر چندن تو ہمارے کمرے میں جا چکی تھی۔“ جگت نے سرگوشیا نہ لہے میں سب سے کہا۔  
”کسی قسم کی آواز نہ ہو۔“ جگت نے سرگوشیا نہ لہے میں سب سے کہا۔

بالکل خاموشی سے لیکن سگھ کے پیچھے جگت اور ہومان کمرے میں داخل ہو گئے۔ لیکن سگھ  
شروع میں جتنا ہے کہ کمرے آئے ہوئے والے دانا کا کس طرح استقبال کریں؟ دروازہ

کے درمیان کھڑی ہوئی چندن بھی لیکن ہومان بھی اُس نے اپنے باپ سے جگت سے کہا ہے۔  
متعلق ہوئے کا اشارہ کیا جسے جگت نے دیکھ لیا۔ ”ابھی کسی قسم کے کھانے کے تلف کی ضرورت

نہیں ہے۔ میں آپ سے چند ام باتیں کرنے کے لئے آیا ہوں۔ کسی قسم کا شور ہونے پر کام  
جانے کا اندیشہ ہے۔“ جگت نے سرگوشی میں کہا۔

اس کے باوجود چندن کو باور بھی خانے میں جا کر دودھ کے دو گلاس بھر لائی۔ دودھ اچھا  
ہوئے اسے ایک شرارت سے سوچی اسے گلاس میں نر کے گلوے ڈال دیئے۔ دودھ کے گلاس

آخری گھونٹ کے ساتھ ہومان کے منہ میں گڑا کھلا آ گیا۔ جگت کے گلاس میں بھی گڑا کھلا  
تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا دیئے۔ دروازے کے پیچھے کھڑی چندن بھی اُن

حرکت دیکھ رہی تھی اور اپنی شرارت پر خوش ہو رہی تھی۔  
ہومان کے ذہن میں یہ شرارت بکھار رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس ملاپ کا انجام کیا ہوگا؟

جانا کافی مشکل بھی تھا لہذا اُس نے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ گڑا کھلا چاتے ہوئے جگت  
ہومان سے کہا۔ ”کیوں ہومان اندر مضبوط ہو گیا ہے؟“

نے غرت سے ہونٹ نکلیں۔

"ہول..... وہاں کیا کر رہا تھا؟" جگت نے زوردار آواز سے کہا۔

کاہری طرح کپکپاتے لگے۔ اُس نے اپنی ایک آنکھ میں درجہ کا بھر پوتاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے عاجزانہ سچے میں کہا۔ "بھائی صاحب! میں چوری و غریب کی نیت سے وہاں نہیں کھڑا ہوں بلکہ دیوار کے پاس..... اُس نے اپنا جھڑا دھورا چھوڑ کر چھوٹی انگلی بتائی۔

جوانان نے عجب سے راضی کا کنہا اُس کی پشت پر ہارے ہوئے کہا۔ "جھوٹ بکا ہے۔ اس لمبے چہرہ و منہ خراج نہیں ہوتے۔"

"بھیرے باپ! میں جھوٹ نہیں بولتا۔" کانٹا محسوس کر رہا تھا کہ بولے میں ڈرامی، غلطی برائے نام لی بک جانا سے ہاتھ دھوئے پڑیں گے۔ "پتھری کی بیماری کی وجہ سے مجھے آدھا کھنڈ پریشان ہونا پڑا ہے۔"

جگت کا پیچھا چاہا کہ وہ ایک گھونٹا اُس کے پیٹ پر مارے مگر اسے دم اُٹ گیا۔ ابھی تو چندن نے لہ تھا کہ کسی مظلوم کو صرف شک کی بناء پر نہ مارا۔

جگت نے محسوس کیا کہ کانٹا اُسے نہیں پھیلاتا۔ پولیس کا خیر اس طرح کانٹیں ہوتا شاید چور ہو۔ اس کے پتھر میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اُس نے اُسے آزاد کرنے کا حکم دیتے دئے کہا۔ "جا! میں تجھے آزاد کرتا ہوں۔ اگر پولیس کے ہاتھ لگے تو وہ لوگ تجھے مار مار کر ادھ ماساکر پیٹ بھجے؟"

چندن نے کہا۔ "جگت! اتم نے جلدی کی ہے۔ اُس کی حرکات ابھی نہیں سمجھیں۔"

"جانے دو اسے۔" جگت نے نامک کی پشت پر ہنٹ لگاتے ہوئے کہا۔ "اب ہمیں جلدی ملنے سے پہنچ جانا چاہیے۔ سامی مارا اٹھا کر رہے ہوں گے۔"

آسان پر بادل چھٹ چکے تھے۔ برسات کے آثار نہیں رہے تھے مگر جوانان بار بار پیچھے منور ہو کر دیکھ رہے تھے۔ مارا کانٹا پولیس کو اطلاع فراہم کرے اس لئے کیلے سے خرد اور ہنٹا بہتر تھا۔

کانٹا پکا دھماکا تھا۔ پولیس کو اطلاع میں فراہم کرنے سے پہلے اسے پورا ماحول سے اس طرح لے لیا اور بچ کر نکلا۔ وہ یقیناً جگت اور چندن کی شادی کی بڑی رکاوٹ بننے والا تھا۔

○○○

جگت کہنے میں رو گیا۔ یہ جواب ملنے کے بعد مزید کسی سوال کی ضرورت نہیں تھی۔ اُسے ہو گیا کہ چندن اپنے دل میں اہل فیصلہ کر چکا ہے۔ اب صرف ایک بات باقی تھی۔ "گور اتھ جانی ہو کر ڈاکوئی کے راستے پر مجھے غامدانی صداوت کے علاوہ دھن کی صورت آتی ہے۔" جگت نے پیچیدہ لہجے میں کہا۔

"آپ دیر کی بات کر رہے ہیں.....؟" چندن نے جلدی سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میرے متعلق تمام اطلاع رکتی ہو۔" جگت نے تعجب سے کہا۔ "ہے۔ میں اب جلدی سب کچھ کہہ دوں گا۔" جگت کچھ دیر توقف کر کے بولا۔ "گور کوگورا اُس نے میرے لئے بہت کچھ برعادت کیا ہے اور اُس کے لئے مجھے کتنا بھی خطرہ مول لینا پڑے درجہ نہیں کروں گا۔"

"ہماری شادی کی بات میں دیر داکو کر کیوں؟" چندن نے دم لہجے میں پوچھا۔ اُس کی آہ میں کسی قسم کا تاثر نہیں تھا۔

"شاید ضرورت پڑنے پر مجھے دیر داکو بھی کرنا ہوگا۔ اس وقت تم یہ محسوس نہیں کرو گی کہ میں نے نہیں بتایا نہیں تھا۔"

"آپ کہہ سکتے ہیں۔ اب میں کچھ محسوس نہیں کروں گی۔ اور کچھ؟" چندن نے حمہ منکرانہٹ میں مسئلہ بھی حل کر دیا۔ جگت کو چندن پر بے انتہا پیار نے لگا۔ اُس نے کہا۔ "پتھر نہیں ملے گا۔ میں چار مہینے انتظار کرنا پڑے گا۔ برسات کے بعد دوبارہ گزرتے ہی میں گھوڑے پر سوار ہو کر تمہیں اپنا لے آ جاؤں گا۔" جگت نے چندن کی کھٹکلی اُنکھوں میں جھانک کر سسکا رہا ہوا اس طرح کہا جیسے اسے چار کا قول دے رہا ہو۔ جگت کے ہاتھ میں چندن کا گھورا ہاتھ وہ جگت نے پیار سے اُسے ہلکا سا دبا دیا اور چندن کا چہرہ دیا کی جاوڑ میں چپ کیا۔

جوانان زور سے کھار کھار جگت نے چونک کر چندن کا ہاتھ چھوڑ دیا اور دونوں الگ ہو گئے۔ جوانان نے اُسے ہی اُٹھکلی سے جگت سے کہا۔ "ایک شخص مکان کے گرد پتھر ڈال رہا ہے۔ میں اُسے راضی کا کنڈا مار کر بے ہوش کر دوں؟"

جگت کا ہاتھ پتھر پر جم گیا۔ اُس نے اودھا میں نظروں سے چندن کی جانب دیکھا۔ چندن دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اُس کی حسین ٹپکس میں ہو گئیں۔ جوانان اسے میں کھڑکی کے قریب گیا تھا۔ اُس نے بغیر آواز نہ لگائے اُسے جگت سے کھڑکی کھول دی۔

کانٹا جو پشت دیوار سے لگا کر کھڑا تھا کھڑکی کھلنے کی بجلی آواز سن کر چونک گیا۔ مگر اسی لمحے جگت نے اُس پر چھلانگ لگادی۔ پشت پر چڑھا اور پھر اُس نے کانٹے کے چرے پر محسوس کر لیٹ دیا۔ جگت نے اُسے پشت پر سے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ جوانان اُن کے قریب پہنچ گیا۔

اسی لمحے گھوڑے لائے گئے اور جگت نے پتھر کی بال پر کانٹے کو نامک پر سوار ہونے پر مجبور دیا اور خود اُس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ دونوں گھوڑے دڈراتے ہوئے گاؤں کی حد سے باہر نکل گئے۔ یہ نئی قافلہ ملے کر جگت نے کانٹے کو گھوڑی سے نیچے اتار دیا۔ جوانان راضی تانے کانٹے۔ عجب میں چلا گیا۔ جگت نے کانٹے کے چرے پر سے پکڑا ہٹا دیا۔ اُس کا ہٹا ہوا چہرہ دیکھ کر جگت





اینگلینڈ میں جوش و غضب سے بھرا ہوا دہلی آ گیا۔ وہ رات بھر سو نہ سکا۔ چگا کا زور روز بروز بڑھتا جا رہا تھا اور پولیس کا وقار بکھڑا ہو رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں تھا کہ کیا کرے مگر کیا نہ کرے۔

دوسرا چگا تھا کہ لوگوں پر ظلم کرتے ہوئے کسی خیال مند کو گرفتار کرانے میں پولیس کی مدد کے لئے ملے آگے آئے کی بجائے عوام اس کی بہادری کے تحت کیوں کاتے ہیں؟ حالانکہ چگا کی انسانیت دہلی کے قتلے میں کرکٹ وہ بھی اسی انجمن میں گرفتار ہوا تھا کہ ایسا خیال انسان اتنا دم دل کس طرح سے کیا یہ لوگوں کے دل چیتے کا نسخہ تھا مگر اس کے اچھے خاندان کا خون اس کو ایسا کرنے کا گھر کر رہا تھا؟

خیالات کی بنا پر نے اینگلینڈ میں ہر حملہ کر دیا تھا۔ چگا کی جانب سے ملے ہوئے چٹچ میں اس کا اور جھگڑا تھا۔ جب چاچی کی جانب انسان ہوتا ہے تو اس پر غرور اور تکبر سوار ہو جاتا ہے یہی اس کے ہمایک انجام کی جڑ بنی ہوئی ہے۔ چگا کا انجام بھی اب قریب ہے اور وہ بھی اس کے اپنے ہاتھوں۔

اینگلینڈ میں سوچ میں گم ہو گیا۔۔۔

صبح سے پہلے اینگلینڈ میں نے اعلان کیا۔ ”آج سے چھ ماہ کے اندر اندھ میں چگا کو ختم نہ کرنا تو اپنے ذہنی طاقت سے اسے کھینچ کر کوئی سے چلا جاؤں گا۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے چگا کے سر کی تخت و ہزار سے بڑھا کر پانچ ہزار کر دیا۔

جگت نے چگا کو چھ ماہ کا قادی ہوا تھا۔ وہ چلا تھا اینگلینڈ میں چٹچ کے کردہ سنا کہ مشتعل کر دے گا مگر کوئی انجام کی اس کے لئے نہ کرنا تھا کہ اسے اپنی سماجی کی غباری اسے جاں میں بھنسا۔ اسے اس سے بچنے کی خاطر اس کا اینگلینڈ میں بھیجا۔ ہمارا اس کا مقابلہ کر کے موت کو گلے سے لگانے میں دیرانی عزت محسوس کرتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے مسکرا کر کہا۔

”بھلے سنا ہے، چگا کی مدت دی ہے۔ انعام کی رقم بھی بڑھا کر پانچ ہزار کر دی ہے۔ اب قابلہ ذرا رخت رہے گا۔“

اس کی بجائے ہم کیوں نہ سنا کوئی قسم کر دیں۔؟ ”نہو مانے مشتعل ہو کر قتل کیے گئے۔“ پولیس ذہنی طاقت میں ہمارے ٹھروں کی جانب سے اینگلینڈ میں قتل و حرکت کی اطلاع تھی دہلی سے ایک بار میں سب لے کر اس پر ٹوٹ پڑیں۔

”ایسا کرنا ممکن ہے۔“ بھوشیار نے درمیان میں دھل دیتے ہوئے کہا۔

”یہ مجھے اچھا نہیں محسوس ہوتا۔“ جگت نے مراد نادر جواب دیا۔ ”مروہ تو بے کردہ ہو میں قتل کرنے آئے اور خود ہی ہوجاتے۔“ جگت کو دیر خاموش رہا، مگر بولا۔ ”اس سے جوش خیز چن دلا لاہم قسم کرتا ہے۔ میں تو اطمینان کی موت نہیں مسکوں گا۔“

○

دیوانی آنے تک جگت نے اپنے کردہ کو اچھی طرح منظم کر لیا۔ اب اس کے ہمراہ ہوا تھا اور ہمارا آواز کے علاوہ ایسے ذہین لوگ بھی تھے جو اس کے لئے جبری کے فرائض انجام دیتے تھے۔

لاکے کے الفاظ نے جگت کو اور مشتعل کر دیا۔ اس نے ہائیں ہاتھ سے ایک تھنر اس کے پیر اور وہ چمکا کر کیا۔ مگر ایک ناکامی سے ہوا کہ جگت کے ہاتھوں سے اس کے باپ کی جان بچا۔ یہ باری بیڑی ہو کر جوش برپا ہو گیا۔ بیڑی آدی کو جان سے مارنا جگت کا اصول تھا۔ اس باپ کو چھوڑ کر جگت لاکے کی جانب متوجہ ہوا۔ ”اب کہاں چھپا ہوا ہے۔“ یہ بتا دے بھر میں۔ پولیس کو اطلاع فراہم کرنے کی کوشش کی سزا نہیں دوں گا۔“

لاکے نے سب کچھ بتا دیا۔ لاکے کے بتائے ہوئے ٹھکانوں سے سب دیہات اور دور کٹال لی گئی۔ ایک طرف سونے چاندی کے زیورات اور چاندی کے مشکوں کے بڑل بتائے جارہے تھے جبکہ دوسری جانب جگت اور بھوان نے یہ باری کے لئے کس کس کی چیز اٹھائی کر اس نے ہاتھ پیر اچھی طرح کئے کے بعد اسے کنوئیں میں ڈالنا لگا کہ اس کا انتقال کر لیا۔

مگھوڑوں کی چپڑے پر لوت کا مال باندھ لیا گیا۔ یہ باری کے پیر بننے کرے میں دیکھے چلا تھے۔ انہوں نے کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا اور روانگی کی تیاری کرنے لگے۔ روانگی پہلے جگت نے کمرے سے کہا۔ ”مکان میں قلم، دولت اور کاغذ تلاش کر لاؤ اور میں جس طرز تاکوں، لگھو دو۔“

کچھ دیر کی جدوجہد کے بعد کمرے میں مطلوبہ چیزیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر اس نے جگت کے حکم پر نکلنا شروع نہ کیا۔۔۔

”جگت تھک کر رہ گیا ہے کہ پولیس اینگلینڈ میں اجہارا پولیس ذہنی طاقت کا بیٹوں دانق ہوا ہے۔ میرے سر کے لئے صرف دو ہزار روپے رقم کا اعلان کر کے تم نے میری جگہ اور اپنی حالت کا ثبوت دیا ہے۔ انعام کے لاؤ چگا میں مجھے گرفتار کرانے کا خطرہ مول لینے والے کو میں زندہ نہیں چھوڑتا اور ایسے خون کی ذمہ داری پولیس ذہنی طاقت پر ہوگی۔ جگت کی طرف ہاتھ بڑھانا آسان نہیں۔ تم لوگوں میں امت ہے تو خود ڈاکہ مقابلہ کر۔ ہم ہر وقت کھلے عام سر پر ٹھکان باندھ کر گھر میں ہیں اور تم کو سرکار سے تنخواہ یا کبھی موت سے ڈرتے ہو۔ دوسروں کو موت کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کی رنجت مت دو۔ خود ڈاکہ میں ہر وقت تیار رہو گا۔ یہی بھی اور کسی جگہ پر بھی مقابلے کے لئے تیار رہنا۔“

پولیس کے لئے چٹچ کے بعد خدا کو گھر کے بیروں دروازے پر لٹکا دیا۔ درواہاں سے پانچواں تاکی خاموشی سے غائب ہو گئے۔

دوسرے دن اینگلینڈ میں اطلاع ملنے پر پولیس پارٹی کے ساتھ یہ باری کے گھر پہنچا۔ دروازے ہی چگا کا چٹچ لٹکا کر اسے جھپٹ لیا اور تیزی سے چننے لگا۔

چگا کا پیغام بڑھ کر ہم ہو گیا اور ہاتھ کی ٹھیلیاں میز پر مارے ہوئے چننا۔

”جگت اپنے آپ کو کیا بھنسا ہے؟ کوئی ڈاکو زہادہ ہو کر زندہ نہیں رہ سکا۔ سینے میں پولیس کی گولی یا کھلے میں چاکی کا پھینکا کوئی ایک انجام اس کے ہاتھ کی ٹھیلیوں میں لٹکا ہوا ہے اور یہ اس کا قدر بن چکا ہے۔ میں اسے اچھی طرح سبق دوں گا میرے پر کوئی دوا میری کسی ہے۔“

اچلا کے ساتھ بچن کا چارہ بچن کی یاد دہی کرنا چلا کے جاری باپ نے دولت کے لالچ میں اپنی کاؤر کے گاؤں چارہ کر دیا۔ بچن کا اطلاع ملی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ شکست دل بچن اچلا کے باپ کو کرنے پر تیار ہو گیا مگر قدرت نے بچن کی خواہش پوری کر دی۔ جوئے کے سلسلے میں اچلا کے ہاتھ اچلا ہو گیا جس میں اچلا کا پلہ دیکھی ہو گیا مگر اس سے پہلے اس نے اپنے جاری سامی کو گردیا اور اسے عریقہ کی مرزا ہو گئی۔ اس کے بعد اچلا عمار ہو گئی۔

اب دنیا میں اس کا کوئی رشتہ نہیں ہے وہ اپنا ذکر نہ کرتی۔

اب غلط بچن خوج میں جرتی ہو گیا۔ مگر اچلا اس کی زوج میں سانی ہوئی تھی۔ اس کی تصویر کے لئے دل کو کش کے باوجود اپنے دل سے نہ نکالا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے دل میں بھرتی ہوئی ہے۔ اچلا بھی بے خبر نہ ہو گیا اور اس یقین کی بنیاد پر وہ بکت کے ساتھ اچلا کو اغوا کرنے کے لئے اس کی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا۔

پچ روچ جنگ گلیاں پار کرنے ہوئے دونوں ایک مکان کے سامنے پہنچ کر کڑک گئے۔ بکت نے کہا: "بچن! میں اچلا اندر جاؤں گا۔ تم باقی رات گلی مجھے دو اور میرا ہتھوڑی کھلو۔ اس طرح کوئے ایک کرکڑے ہو جاؤ کہ کسی کو شک نہ کرے۔ میں جب اچلا کو لے کر باہر آؤں فوراً ہی تم سے کھڑے پر بھاگ کر فرار ہو جاؤں گا۔ باقی کام میں خود نکالوں گا۔"

ڈر کوئے میں دیک کرکڑے ہوئے بچن نے دیکھا کہ بکت نے مکان کا دروازہ کھٹکایا۔ دروازہ کھلا۔ آنے والے کا چہرہ دیکھنے کے لئے لائین بلندی گئی۔ لائین کی روشنی میں بچن نے دیکھا چلی گئی۔ "تو کیا اس کا شوہر گھر میں موجود ہیں؟" بچن نے سوچا۔

"کس کو کھان کر رہے ہیں؟" دروازے پر کھڑے ہوئے جوان نے اچلانے دریافت کیا۔

"ان کے کھانے پر رات گلی کر رہے ہیں۔" دروازے پر کھڑے ہوئے ہو گئے۔

"اچلا! میں آپ کا نام ہے؟" بکت نے اطمینان کی خاطر پوچھا۔ "میں آپ کے رشتے والی کی جانب سے آیا ہوں۔ بچن کا دوست ہوں۔"

بچن کا نام سننے ہی اچلا کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا۔ مگر دوسرے ہی لمحے اس کے چہرے پر ڈکھ سامنے منظر لانے لگے۔ اس کے ہونٹوں سے سرد اور گلی کر فورا ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر خریف لایا۔ وہ جب تک کھانا کھا رہا ہے ہیں آپ یہیں بیٹھے۔" اچلانے چارہ پانی پچھانے لے کہا۔

اسی لمحے اس کے شوہر کی آواز سنائی دی۔ "کون آیا ہے؟"

اچلا دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ بکت نے دیکھا لائین دونوں کمروں کے دروازے کے پان کھ رہی تھی جس سے دونوں کمروں میں دھم کی روشنی تھی۔ مکان کی حالت ابھی دکھائی

نہوئی تھی۔ اچلا کے حسین چہرے پر دیکھ کر لائین بھی گئی۔

"خود ہی بیانی ہوئی اچلا شاید بچن کا کھر آباد کرے گی۔" بکت کے دل میں امید جاگ

لا۔ مگر اس نے اچلا کے شوہر کی آواز سنی۔

"بھائی! اندر خریف لایئے۔"

گمردہ میں ان کو واردوں کو مکمل تربیت اور نئے اسطی کر فرائی کے لئے بچانے کے لئے وہ کامیاب ڈاکے ڈالے۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ آہستہ آہستہ پنجاب پر اپنا اثر پھیلانے اور اپنے بہت سے جاگیرداروں کی ضرورت تھی۔ پولیس کے متعلق اپنے خبروں کے ذریعے اچلا کی اطلاعات ملتی رہیں۔ اس کے لئے اس نے اپنے کسی آدمی پولیس ڈیپارٹمنٹ میں رہ دیتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے ساتھیوں پر بھی اس کی کڑی نظری تاکہ ان میں سے کوئی کے ساتھ غداری کا مرتب نہ ہو۔

اب تک بکت شکست گمردہ کا پولیس سے دوبارہ مقابلہ ہو چکا تھا مگر وہ صرف ہلکی جھڑپوں ایک بار تو دونوں پارٹیوں کے درمیان شدت کی فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ رہا۔ کون سی پارٹی کہا اس سلسلے میں دونوں پارٹیوں کا غلط نہیں۔ آدھے حصے کی ذمہ داری فائرنگ کے بعد بکت کی اندر میرے کا فائدہ اٹھا کر بکت غائب ہو گئی یہ پولیس پارٹی کی جگہ بھرتی نہ آتا۔

دوسری بار دوسرے دونوں کناروں کی جانب سے گولیوں کی بجھاؤ کی وجہ سے کافی خطر صورت حال پیدا ہو گئی۔ چاندنی رات میں اس نے بچنے کے لئے کھولتے دونوں کی کھلی کھڑے رہا۔ وہاں پانی پانی چوٹ سے زیادہ اوجھائی پر تھا۔ پولیس کے درمیان پارٹی کے لئے دو پارٹی کرنا تھا۔ جھانڈوں کی آتشیں ڈاکوؤں اور پولیس کے درمیان کافی دیر تک گولیوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ دورانہ دونوں پولیس میں اور چکا ایک نو تربیت یافتہ ساتھی دیکھی ہو گئے۔

جنگ سے چپ بھروس کیا کہ پولیس پارٹی کی فائرنگ میں شدت نہیں رہی تو وہ مشکوک ہو شاید پولیس پارٹی کسی دوسرے راستے سے دریا پار کرنے کی کوشش کر رہی ہو اور یہ بھی ممکن کہ انہیں بھرا جا رہا ہو۔ بکت کی چھٹی حس اسے خطر سے پہلے ہوشیار کر دیتی تھی۔ جب خطر پہنچا تو بکت طاقت کی بجائے ذہن کو حرکت میں لاتا۔ اس نے اپنی پارٹی کو غم دیا۔

"فائرنگ کرتے ہوئے پیچھے ہٹے جاؤ۔!"

اس نے بچنے کے لئے اندازہ لگا لیا تھا۔ فیک آؤسے پیچھے بعد ہی پولیس دوسرے کنارے پہنچ گئی مگر انہیں ناکام واپس لوٹنا پڑا اس لئے کہ بکت موقع سے فائدہ اٹھا کر فرار ہونے میں کامیاب چکا تھا۔

دیوانی ترب آ گئی۔

دیوانی میں خیر یا خیر بھاتی جانب بکت نے بچنے سے کہا۔ "چلا! آج ہم تہا رہی محبوب۔"

مگر جا کر تہا رہی فیملہ کر دیتے ہیں۔" بکت کے لوں پر بڑھشت مسکراہٹ تھی۔

بکت اور بچن جب اس گاؤں میں پہنچے جہاں بچن کی گھوڑہ دیتی تھی تو مدت کے تقریباً نو بجے تھے۔ گاؤں میں داخل ہوئے ہی بچن کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ دوسرا پہلے کسی کی بیانی

ہوئی اپنی گھوڑہ کو اغوا کرنے کے حکمت میں خود قریب ہو رہے تھے اس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا

سب سے اہم سوال جو اس کے ذہن میں چٹو کے لگا رہا تھا وہ یہ تھا۔

"کیا اچلا آج بھی اسے اسی طرح چاٹتی ہوگی؟ کیا وہ اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر میرے ساتھ

آنے پر تیار ہو جائے گی؟"

شاردول نے نکت سے اُس کا نام پڑا اور کام رو باذت کیا۔ اس وقت نکت سے بات اڑادی پہنچنے کے متعلق سوالات کے جواب میں اُس نے کہا۔  
 "ہاں، وہ نوج میں بھرنی ہوا تھا۔ مگر وہاں سے ٹرار ہو کر باپ ڈاکو کی پارٹی میں شامل ہے۔"  
 "اور..." شاردول نے تعجب اناخ میں کہا۔

اچانے نے بھی اسی بات سے سخت ڈانٹ اذیت محسوس کی۔  
 "تیرے سب کچھ میری وجہ سے ہوا ہے۔" شاردول نے سرد اور بھرتے ہوئے کہا۔ "مگر میں اچانے  
 یہاں نہ کرتا تب پہنچ چکا تھا اس راستے پر نہ ہوتا۔"

نکت نے ٹھیکوں سے اچانے کی آنکھوں کے کٹوں پر تیرے ہوئے اُسود کیے۔ اُسے اندام گھٹنا  
 دھسوں ہونے لگا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ کچھ حاصل کرنے آیا تھا اور کچھ حاصل کے بغیر واپس  
 لے کر تیار ہو گیا تھا کراہی وقت اسے اپنے چننے سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا۔ لیکن کچھ سوچ کر اُس نے سر  
 ہل دیا اور شارڈول تک سے بولا۔

"اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں اچانے سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"  
 "اور؟ خوشی ہے۔۔۔ اگر کسی کو میں باہر چلا جاؤں؟" شاردول نے اُٹھتے ہوئے کہا۔  
 اچانے کا دل حیرت محسوس کیا۔ ایک انجان شخص اُس کے ساتھ تھالی میں کیا بات کرنا چاہتا تھا؟ کچھ  
 لڑنے کوئی بیٹا مسمیہا ہے؟ مگر اُس نے دیکھا کہ بات اس کے دھس گئی۔

نکت نے اُس کی طرف جھک کر اچانے سے کچھ کہا اور چاہنے سے پہلے ہمو لے میں لینے ہوئے  
 بے کسر سے ہاتھ پیچھا اور دونوں کی تھلی جھولنے دیکھ کر پہنچاں بایں ہو کر کمر نکت سے چہرے پر پھیلی ہوئی آواز  
 کر کے باہر چلا گیا۔ اچانے نے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر دیکھا کہ دو سواوا اندھیرے  
 پاؤں میں چپ گئے۔ وہ کچھ کی پیٹھا دوسرا شخص پہنچ چکا تھا۔ دروازہ بند کرتے ہوئے اُس نے  
 بے شوہر سے کہا۔ "ابھی شخص جگا ڈاکو تھا۔"

نکت کو خالی ہاتھ واپس لوٹنے دیکھ کر پہنچاں بایں ہو کر کمر نکت سے چہرے پر پھیلی ہوئی آواز  
 پاؤں دیکھ کر اُس نے کئی سوال نہیں کیا۔ دونوں خاموشی سے آگے بڑھتے ہوئے ڈور دھک آئے۔  
 ان نے اپنی بات جت جت کرتے ہوئے چوہا۔

"نکت! کیا ہوا؟ اچانے کس میں آئی۔ کیا اُس کے شوہر نے اُسے روک لیا؟" پھر اُس کی  
 ناک میں پیدا ہوئی۔ "کیا وہ اتنا ہار دیا کہ تم جیسے کوہاں سے خالی چھوٹا ہوا؟"  
 "جی۔۔۔" نکت نے اچانے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "وہ اتنا کڑوا تھا کہ اُس نے اُس کی بیوی نہ چھین  
 کا۔ اچانے کے شوہر کے ہاتھ نکت گئے ہیں جبکہ وہ ایک بچے کا باپ بھی ہے۔" نکت نے پوری کہانی  
 اپنی کھمکو تفصیل سے سنا دی۔ اچانے نے تھالی میں کئی بات سن کر پہنچ چکا تھا سوچ میں کم ہو گیا۔ اچانے  
 نے کہا تھا۔

"نکت بھائی! جب کہ میرے شوہر کو میری ضرورت ہے اس وقت میں اس کا ساتھ چھوڑ دوں  
 اور تم کے نام کو دھمک لگ جائے۔ مگر اب پہنچاں کا خیال رکھنے کا۔ اُسے کسی اچھی لڑکی سے بیاہ  
 ماسپتے بچے کا نام بھی میں نے پہنچ چکا تھا کہ اُسے یہاں نہ دیتا۔"

نکت اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ اُسے اچانے بھڑو  
 چار پائی آٹھا کر کمرے میں لا کے بھاڑی کر کے میں داخل ہوتے ہی نکت کی پہلی نظر جھو  
 بڑی اور وہاں سے گزرتی ہوئی اچانے کے شوہر پر پڑا کہ کجی۔ حیرت سے اُنکھیں پھیلانے نکت  
 دیکھنے لگا۔ اُس جوان شخص کے دونوں ہاتھ کھانوں سے کٹے ہوئے تھے۔ اُس نے کٹے ہوئے  
 ہلا کر نکت کا استقبال کیا۔ ببولے میں ببولے ہوئے بچے اور کھانے پر بیٹھے ہوئے شوہر کے در  
 اچانے دوام ایک ساتھ انجام دے رہی تھی۔ واپس اچانے سے وہ اپنے شوہر کے منہ میں روٹی کا  
 دے رہی تھی اور اُس کا باپاں ہاتھ جو کھانے کے سامنے نکت کا دل ہلا دیا۔ چار پائی  
 قریب رکھا ہوا پانی کا گلاس نکت نے ایک سانس میں قلع میں اغڑ لیا۔  
 "میں نے ابھی سنا ہے کہ آپ پہنچ چکے کہ دوست ہیں۔" اچانے کے شوہر شارڈول تک سے  
 کھاتے ہوئے کہا۔ "میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اگر شادی سے پہلے مجھے اسی بات کا پتہ چل جاتا  
 میں شادی کرنے سے انکار کر دیتا۔" اُس نے قوالہ ملنے سے نیچے اُتار لیا۔ اس دوران خاموش  
 گئی۔ اچانے نظر سے چھانے اپنے کام میں مشغول رہی۔ شارڈول نے مزید کہا۔  
 "وہی بھی مجھ سے بیاہ کر اس بھاری کو کون سا کھلا ہے؟ ایک طرف مگر میں جھولا  
 دوسری طرف میرے ہاتھ تک گئے۔ کارنامے کی مشین سے یہ حادثہ ہوا۔"

اپنے شوہر کے کون سے پانی کا گلاس لگتی ہوئی اچانے بولی۔ "پہلے آپ اطمینان سے کھا  
 لیں۔ ابھی کچھ آکر بیٹھے ہیں۔"

مگر شارڈول پانی کی گھر کھینے لگا۔ "میں اور شوہر کی بھادری کا بار آٹھا کر دیکھ کر بیاہ کر  
 ہے۔ لوگوں کے کمر کا کام کہ تمہارا بہت کمال لاتی ہے۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت  
 کھانا کھلا رہی ہے۔"

نکت کا دل دھل رہا تھا۔  
 "کارنامے کے باگ سے اس کا کوئی معاوضہ دیا؟" نکت نے دریافت کیا۔

"معاوضہ۔۔۔؟" شاردول تک سے کون سے قنارت آجیر سمراتھ دوڑی۔ "مجھے دیکھو  
 نکال دیا گیا۔ میں نے بڑی عاجزی کی کہ سب سے صاحب! میں اپنے بیروں سے جو کچھ کام ہوئے  
 کرنے کو تیار ہوں میری روزی مت چھینو۔ مگر اُس نے ہاتھ کٹنے کے بعد ڈاکو کو ملاج کے  
 تک نہ دے۔ وہ روزی کیا دیتا؟"

شارڈول کھانا کھا چکا تھا اچانے نے ٹیکے ہوئے ہاتھ سے اُس کا چہرہ صاف کیا۔  
 کھانے سے اُٹھتے ہوئے اُس کے شوہر نے کہا۔ "اب تم بھی کھانا کھا لو! اسی در میں اس  
 بات کر لوں۔" نکت نے دیکھا کہ شارڈول کے برتن میں جو جو تھا بچا ہوا تھا، اچانے ہی کھانے کو  
 شاید یہاں کا روز کا معمول ہوگا۔

اب تک نکت نے جو کچھ دیکھا تھا اُس سے اُس کا ذہن الجھ کر رہ گیا۔ اُس نے محسوس کیا کہ  
 سخت کشمکش میں مبتلا ہے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ "قدرت نے جس شخص کے ہاتھ چین لے ہوئی  
 ایسے پانچ سے اُس کی بیوی بھیجی جا سکتی ہے؟"

مناجیجے کہ رکت بڑا ذرا کوئی کیا ہے اس نے سرت کے جب کسی کی موت پر اچھا اثر چلا۔ اس بڑا ہونے سے قسقل سے جتانے ہوئے کہا۔ پہلے تو مجھے ان لوگوں نے تو نہیں سمجھا بہت پر یا۔ یا۔ ضروری ذیل کرتا ہے جب کہ آدمی خوراک کھتی۔ مجھے محض ہوا کا فائدہ کہ اس کے جہاد میں ٹوٹ ٹوٹ جائے گا اور جب آپ سے ملاقات ہوگی تو میرا جسم کھڑکڑا کر ہو چکا ہوگا۔ کہ جہاد کوئی کیا تو ساری جیل مجھے ڈاکو کے ساموں کے نام سے جانے لگی۔ لوگ میری عزت کہ بات بات پر ڈانٹنے والا داروغہ تو ایک دن میں نرم ہو گیا۔ پھر تو جیل کا انداز آکا حکام۔ مجھے کئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ پھر خود خودی مجھے اطلاع دیا تھا کہ تمہارے بھانجے کا حال جگہ آ کر مارا ہے اور ظالم کو قتل کیا ہے۔“

تھیں تھی۔ ہزارہ نے بہن کے ہر چہوئے۔ بہن نے اُس کی چپے تھپتھالی۔  
”بیٹا میرا!“

پھر اُس نے اپنے باپ کے قدم چھو کر کوڑی بند کر دی۔ اُس نے دیکھا باہر گزرتے  
جس لوگ اُن کے دروازے کو بند ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

”دیکھتے تو ہمارے گھر کون آیا ہے؟“ بھکت کی ماں نے اندر کی طرف رخ کرتے ہوئے  
آواز سے کہا۔ اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر بھکت کے باپ کو باہر آئے۔ انہوں نے بدست نظروں  
سر اور سامنے کو دیکھا۔ صاحب انداز میں استقبال کیا۔  
”معلوم ہوتا ہے ہزارہ کوئے لکڑ پائے دیے ہیں آئے ہیں۔“

وہی چپے ہوئے ایک دوسرے کو معلوم فراہم کرنے لگے۔ ہزارہ نے دیکھا بیٹے کی  
نے بہن کے چہرے پر بھرپور ڈال دی تھیں۔ انہیں اطمینان دلانے کی غرض سے اُس نے  
”بہن! آج کے سارے علاقے پر رُعب طاری کر دیا ہے۔ میں نے سارے جنگل کی سلاخوں  
چبچے براد کیا، جبکہ اُس نے چھوڑ دی ہے۔ یہ تو حکومت لے لی ہے۔“

”تانا نے اُس کا ساتھ دے دیا ہے کیا؟“ ہاں۔ اور اس گھر میں رہی آئے والی ہے  
دو ماہ میں۔“

”کیا کہہ رہے ہیں آپ؟“ ہزارہ نے صاحب آواز میں پوچھا۔ ”جیل میں مجھے بہت  
اطلاعات سننے کو ملیں گے میرے لیے نئے اطلاع ہے۔“

”الٹا باتیں کیا عام ہوئی ہیں؟“ تانا نے دھڑکاؤ میں کہا۔ ”چند دن کے خود بیاہ کی وجہ  
دی تھی۔ پھر اُس سے الٹا کٹر طرح ہوتا ہے پولیس کی آنکھوں میں دھول چھوٹ کر باہرے گا ہے۔  
پارٹ لائی ہے نہیں۔“

”اس کی نظر نہ کریں۔“ بھائی کو اطلاع پہنچا دیں کہ ماسوں جیل سے رہا ہو کر آ گیا ہے۔  
ہوں اُس کے بیاہ کو کون روکتا ہے۔“ ہزارہ نے پڑھنے لکھنے میں کہا۔

”ہزارہ! تم باہر آگے ہو اس بات کی اطلاع دیکھ لینے کی جگہ ہے۔ برسوں ہی اُس کا  
سادھو کے عجیب سے گھر آیا تھا۔“ سوہن سمجھ نہ کیا۔ ”تمہارے بھائی نے پیغام بھیجا ہے کیا؟  
ماسوں سے کہنا تانا کا خیال دیکھ اور اپنی احوال پر باتیں ہی قیام کریں۔“

”اس میں اُس کی بات کیا ہے؟ میں اُن کی احوال میں متوجہ ہوں۔“ ہزارہ نے کہا۔  
ای لے بھکت کی ماں نے درمیان میں کہا۔ ”بھکت نے پیغام بھیجا ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر چھ  
باپ کے ساتھ دھرم پر رہتا ہوگا۔ جس میں قدر تمہاری ضرورت ہے اس سے نہیں زیادہ باپ  
ضرورت ہے۔ اس عمر میں بیچارے پاچو۔“ یہ کہتے ہوئے اُن کا ہجر آیا۔

بھتی کی بات سن کر تانا نے فوراً کہا۔ ”بھتی! ہزارہ کے لئے ہم کیوں غم کریں؟ یہاں وہ ہے  
وہاں۔ یہ چند دن کا کام ہے۔“

”بھتی! آپ کا مطلب کیا ہے؟“ بھکت کے ماں باپ نے ایک ساتھ پوچھا۔  
”یہ بھی بھائی کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ باقی بچے ہوئے دس کو بھی لٹکانے لگا ہے۔“

”کیا؟“ ماں جی چی اٹھیں۔ ”باپو! آپ کسی بات کر رہے ہیں؟ کیا گھر میں بچتے لوگ  
ہر سب کو ایک انتظام کی آگ میں جھونک دیں گے؟ چناؤ تو کیا گلاب بھائی کو میں اس راستے پر  
بھٹ جائے تو دل۔“ پھر افسوس بھاتا ہوئے انہوں نے مزید کہا۔ ”اگر ایسا ہوتا تو آپ مجھے زندہ  
لیں دیکھیں گے۔“

سوہن سمجھ درمیان میں بولے۔ ”تم تو دے لگیں اور اپنے بیٹے کے بیاہ کے متعلق باپو کو کہنا  
اہل ہی نہیں۔“ پھر تانا نے کہا۔ ”بھکت نے پیغام بھیج کر شادی کا دن اور وقت مقرر کر دیا ہے جس  
میں اب صرف اچھو ماہ باقی ہے۔ اُس نے کھلوا کر ہے کہ شادی کی تمام تیاریاں مکمل کر لی جائیں۔  
اور یہ کہ شادی کی رسومات اُن کی رات کے وقت کسی اٹکان چکر پر ہوں گی۔ اُس نے یہ بھی کھلوا  
ہے کہ شادی کے بارے میں کسی کو پتہ نہ چلے۔ صرف گھر کے افراد بیاہ میں حاضر ہوں۔“

”بہن! اب تو آپ ماس بن جائیں گی۔“ ہزارہ نے ماں کی بی ڈھارس بندھانے کی غرض  
سے کہا۔

”بھائی! یہ تو بھگوان جانے۔ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہی ہوگا۔ مجھے تو پولیس ایسٹرنسٹا  
ک خوف ستا رہا ہے۔ یہ ماہ میں بھکت کو گرفتار کرنے کا اُس نے عہد کیا ہے۔“

”بھتی! تو کبھی انہی بات کے درمیان متوجہ نہیں کیوں کر رہی ہے؟“ تانا نے اُسے ڈانٹتے  
ہوئے کہا۔ ”تمہارا خدا کا بیٹا ہے؟ وہ کہتا ہے تو کیا وہ بھکت کو چھ ماہ میں گرفتار کرنے کا؟“ پھر  
سوہن سمجھ کی جانب منہ کر کے کہنے لگے۔ ”تم دو سیدھا گاؤں جا کر شادی کی تیاری کی بات کر آؤ۔“  
”میں بھی اپنے بھتی کے ساتھ جاؤں گا۔“ ہزارہ نے بدست لکھنے میں کہا۔

”گھر تانا نے انکار میں سر ملا دیا۔“ نہیں۔ تم دونوں جاؤ گے تو پولیس منگول ہو جائے گی۔  
بلکہ انہیں اکیلے جائے دو۔ دیوالی کے اوقات میں جائیں گے تو کوئی ٹنگ بھی نہیں کرے گا۔“

شادی کے دن اور شادی کے بارے میں سن کر چند دن کو اور اُس کے باپ کو سرت ہوئی۔ اُن  
کے علاوہ کانے کو بھی بے حد سرت ہوئی۔ تین چار ماہ کے دوران اُس نے چند کور کے مکان میں  
اپنا ڈالنا تھا۔ بھکت اور دو زبان جس رات چند کور سے ملاقات کی غرض سے آئے اُس وقت  
سے اُس نے بھکت کے سر پر مقرر کیا ہوا انتظام حاصل کرنے کی غرض سے کوشش شروع کر دی تھی۔  
ٹوڈو کے آسر اور پے کا راجہ کور کے وہ چند کور کے باپ کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب  
ہو گیا۔ اُس کے کھر کا ہمارا دشمنی اور دوسرا چھوٹا موٹا کام کانے کے ذمے تھا۔ اس کے بدلے  
میں اُسے پیٹ بھردی تھی۔ دو تین ماہ تک وہاں اُسے شادی کے متعلق کوئی آثار نظر نہیں آئے  
اس لئے انتظام پانے کی تنہا مایوسی میں بدلنے لگی۔ اُنہی دنوں اُس امید کی کرن نظر آئی۔ بھٹن سنگھ  
نے چپ چاپ چند کور کے بیاہ کے جوڑے سلوانے کی غرض سے گھر میں درزی بٹھایا۔  
چند دن کی چال میں بھتی کی آنکھ نظر آئے گی۔ اس کے چہرے پر بھتی ہوئی سرت کی روایت  
تھوڑی تھی کہ بیاہ کی پڑوسن خبر کی کوئی دے رہی تھی۔

کانہ کھر کے کام کے بجائے باپ بھتی کی ہر بات سننے کی کوشش کرنے لگا۔ اس دوران بھکت



جنت کا خون جو شہنشاہ غنیمت سے گرم ہو گیا تھا۔ سنہا کی غباری کا جواب اسی رات دینے کا اُس  
 ہو کر آیا۔ اگلے دن ہی اُس نے پلان تیار کر لیا کہ جس رات سنہا کی پولیس یارٹی اُسے  
 نہ کے لئے گویند پور گاؤں میں جال بچھائے بھیجی ہو، اسی رات دوسری قریب کی جگہ ڈاکہ  
 مارے گا۔ اسی طرح سنہا کو ڈبل شکست دینی چاہئے۔

اس نے بچن کو ایک جانب ہلا کر کہا۔ ”کل اُس کارخانے کے مالک کے گھر کا کڑا ڈال جائے گا۔ اُسے آج کے شوہر شاد روں کے ہاتھ کٹ جانے کے باعث اُسے معاوضہ دینے کی بجائے دیکھو دے گا غلامت سے ابگ کر دیا تھا۔ اس کا انتقام لینا ہمارا فرض ہے۔“ نیندیں بھی اُل کے لایاج ہاتھ میرا سکون برہادرکتے ہیں بچن! اُس کارخانے کے مالک کا پورا پتہ نہیں

”کہاں سے لاؤں؟“ بچن نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔  
 ”اٹا کے گھر سے۔“

پس کچن تکھنٹے کے لئے روک گیا۔ بجت کے لئے سمجھا۔ "اُس کے کمرہ میں دو دلوں کا پتے لگا ہوا ہے اور دوسرے کے سناٹے کی آواز کو سمجھنا مناسب نہیں ہے۔ تم نے اُس کے شوہر کو نہیں دیکھا۔ اُس نے اُسے دوسری بار دیکھ لیا تو مجھے ڈر ہے کہ میں اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکوں گا۔ اس وقت بہت کم ہے۔ اُس کے لئے جاؤ اور شام کے چیلوٹ آؤ۔"

بھت کے احکام کو ٹھکانے کی بجائے موت نہیں تھی۔ اس نے سوچا، اچلا کچھو کر وہ کس  
اب سے زندگی کے دن گزار رہا ہے۔ جبکہ دنیا اس مظلوم عورت کی مظلومیت اور مجبوری کی وجہ  
رہا ہے۔

یہ سچائی کی تیاری کرنے کا وقت تھا۔ مسکرا کر کہا: ”دیکھو، ایک نرہدی طرح باہت رہتا۔ دیکھ کر کہیں محبت کے جوش کا اظہار نہ کر دیتا۔ ورنہ اس کے شوہر کے دل کو صدمہ ہوگا۔ اس اطولی سے کام کرنا ہی تمہارا امتحان ہے۔“

[illegible]

بچن جب اچلا کے گھر پہنچا تو اچلا کا شوہر اپنے ننھے بچے کو دو ہیروں پر سلا کر اپنے کتے ہوئے ماتے اُسے کھلا رہا تھا۔ شاردول نے اُسے دیکھ کر پوچھا۔

”آئیے بھائی۔ آپ کون ہیں؟ کہاں سے شریف لائے ہیں؟“  
 بچن بادی بادی سے اور اچلا کے شوہر کی جانب دیکھنے لگا۔ بچے کو فرش پر لٹ کر شماروں لپٹی جبکہ  
 لڑکا ہو گیا۔ بیٹے کے لئے اس نے چار بابی بچا دی۔ اس کے لئے چھ خیمات کی پورس سے  
 گما۔ اور۔۔۔ آپ کیوں تکلف کر رہے ہیں؟“

چادر پانی پر بیٹھ کر بچن کی تیز نظروں سے گھر کا جائزہ لینے لگا۔ اُچلا بادورچی خانے سے ابھی باہر

کان ہوا کی سرسراہٹ سننے کی کوشش کر رہے تھے مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یہ بڑے بول سنانا کبھی نہ سنے گا۔

[illegible]

”تو کیا نصیب سو رہا ہے؟“ اُس نے سوچا۔

اسی اضطراب میں مزید یکنے کو نذر گئے۔ مگر خود ار ہوا ہوتے ہی کرے گی اذان اس کے پاس  
لے سکی۔ سہاگہا کو چھینے لگا۔ جائیداد کی اب ذمہ دار ہوا تھا۔ سب سے پہلے اُسے کانے کا خیال آیا۔  
اُس نے انہیں بے خوف بنایا تھا۔ کراہیا کیسے ہو سکتا ہے؟ خود اس کے کسی آدمی نے اظہار  
فہم دین کی مہر جیت لی تھی۔ لیکن اطلاع صحیح تھی تو چاہے کھر کا کوئی فرد شادی میں حاضر کیوں  
ہوگا؟

اچانک محرکی چادر میں سے ایک گھوڑا سوار نمودار ہوا۔ وہ پولیس فورس کا آدمی تھا۔ انہیں اپنے ہوئے اطلاع دی۔ ”آج ہی رات کے وقت ٹھہرے بلوچ گاؤں پر چمچا مارا اور ہم ساری دولت سمیٹ کر لے گیا۔“

سناٹا لے ڈالتا ہے۔۔۔۔۔ وہ ایک سوچیں شوہر پولیس والوں کے ساتھ جہاں جا رات چکا کے انتظار میں جھک رہا تھا۔ جبکہ وہاں سے صرف پچیس میل کے فاصلے پر کامیاب ڈاکر لائے چکا تھا۔ اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے اُس کے دل کے دھم پر تنک پاشی ہو۔ سخت سردی کے باوجود اُس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں تھیں۔ لیکن۔

پولیس دیپارٹمنٹ میں کام کرنے والے چمکے ہوئے چکر کا جانب سے تین دن جو حضرت علیؑ اٹلا کر  
 چمکے ہوئے چکر کا یہاں اور کس وقت ہونے والا ہے، اس کے متعلق پولیس کو انڈیا میں مل چکی ہے۔ ا  
 بات جگا کو تمام پارٹی سیت لیکر کھنڈ کرنے کا پلان بنایا گیا جس کے متعلق تیار کیا گیا مکمل  
 ہیں۔

[illegible]



آگے گی۔ اس خیال سے اُس کا دل دھڑکنے لگا۔  
 شاردول نے کہا۔ ”مگر میں اس بچے کی ماں نہیں ہے۔ کیا آپ کو ان سے کچھ کام ہے؟“  
 چنانے فوراً بچے آپ پر قابو پا کر کہا۔ ”نہیں۔ مجھے آپ سے کام ہے۔ آپ کے پاس  
 کارخانے میں کس کچے مجھے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“  
 شاردول نے دیکھا ایسا بات اس سے کر رہا تھا مگر اس کی نظریں بچے پر جمی ہوئی تھیں۔  
 ”آپ یہ معلوم کر کے کیا کرنا چاہتے ہیں جوان؟“  
 ”آپ کے پاس کچھ روز پیشتر جو مہمان آئے تھے انہوں نے معلوم کر لیا ہے۔“ بچہ۔  
 بار شاردول کی آنکھوں میں سمجھا ہوتے ہوئے کہا۔  
 ”اوہ۔۔۔۔۔“ شاردول ہل چلا نظریں سے اُسے کر سونے لگا۔  
 شاید چکا ڈاکو جو اس کے گھر آیا تھا اس کی اطلاع کو پس کوئل بچے سے، اس لئے وہ یاد کر  
 اٹکنگ کرنے لگا۔ ”ہمارے پاس ایسا کوئی مہمان بہت دنوں سے نہیں آیا۔۔۔۔۔“ اس کا جہور  
 بڑا جائے اس خطرے کے پیش نظر فوراً بچے سے پچھنے لگا۔  
 بچہ کچھ کچھ کہہ رہا تھا کہ وہ بات کو آزاد کرنا چاہتا ہے۔ ”آپ مجھے بچھتے ہیں۔ لیکن نام سے،  
 پہچان نہیں گئے۔“  
 شاردول نے سر اٹھایا۔ ”کیا نام ہے آپ کا؟“  
 ”اس بچے کا نام کیا ہے؟“ بچہ نے سوال کیا۔  
 ”بچہ کچھ۔۔۔۔۔“  
 ”پس یہی میرا نام ہے۔“  
 ”اوہ۔۔۔۔۔ تو آپ بچہ کچھ ہیں۔۔۔۔۔“ شاردول کی آواز سنائی دی۔

بچہ سوچ رہا تھا اس کا نام کس شاردول فیسے میں روانہ ہو جائے گا۔ مگر یہاں کچھ اور  
 روٹی ہوا۔ شاردول کی آنکھوں میں ڈکھ کی چھائیاں رخص کرنے لگیں۔ اُس کی آنکھوں میں آ  
 تھے پیسے وہ کہہ رہی تھیں۔ ”دوست! انعام! میں تیری دنیا میں آئے آ جاؤ گی۔“  
 شاردول نے ڈکھی آواز میں کہا۔ ”مہم دونوں روزانہ آپ کو یاد کرتے ہیں۔ کیونکہ اس نے  
 نام آپ ہی کے نام پر ہے۔“ پھر وہ اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے کچھ یاد آ گیا ہو۔ ”آپ اطمینان  
 تحریف رکھیں۔ وہ میرا دوائے محلے میں کام کرنے کی ہیں۔ میں ابھی آئیں بلا کر لائے ہوں۔“  
 مگر بچہ نے اسے روک دیا۔ ”نہیں۔۔۔۔۔ اس کی ضرورت نہیں۔ آپ مجھے کارخانے کے ما  
 کا پتہ بتادیں۔ کیونکہ اب میں جاؤں گا۔“  
 شاردول کچھ گیا کہ بچہ اُچلا سے ملنا نہیں چاہتا۔  
 ”میں آپ کو پتہ دے رہا ہوں۔ مگر بکت کچھ سے گزارش کرنا کہ میری تقدیر میں جو کچھ۔  
 بھگت رہا ہوں۔“ کارخانے کے مالک کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ؟“  
 بچہ کچھ نہیں دیا۔ شاردول کا یا ہوا پتہ زمین نہیں کر لیا اور اس کی جانب مصمم نظروں۔  
 دیکھتے ہوئے بچے کے رخسار پر ہلکی سی پخت مارتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ مگر جانے سے پہلے جب آ

مردول کی جانب دیکھا، شاردول بولا۔ ”کیا اچلا سے کچھ کہتا ہے؟“  
 بچہ کا سر جھکا گیا۔ اُس نے خشک لبوں پر زبان پیچھے سے ہونے کہا۔ ”اب کیا کہتا ہے۔۔۔۔۔ میرا  
 بکوت چاہے اس کا کام چکا کرنے کے لئے میں دینا سے انتقام لے رہا ہوں۔ اُس سے کہنا اس  
 خلاف میری کوئی فریاد نہیں۔“ کہہ کر وہ کمر سے نکل گیا۔  
 شاردول کا پیچہ رنگ کم شرم رہا۔

○

بچہ نے اُس رات کارخانے کے مالک کے گھر پر ڈاک ڈالا جس رات نہیں گوہند پور میں اُس  
 پہنچ کر۔ پانچ چارواں رقم چھیننے کے بعد اُس نے کارخانے کے مالک کو بھیج دی۔  
 ”تم لوگ کہیں کا خون چوس کر رہا رہتے ہو اور ان مظلوموں کی آہ سے ہمارے چہرے  
 کو جروش آتے ہیں۔ تاکہ وہ جس شخص کے ہاتھ کٹ گئے اُسے تم سے معاوضہ کیوں نہیں دیا؟“  
 ”کھل۔۔۔۔۔ کسے جناب؟“ کارخانے دار نے پچھتاہے ہوئے پوچھا اور بچہ نے شخص میں آ کر  
 زوردار گھونسنے کے جہز سے پر ہار۔  
 ”یہ بھی بھول گئے؟“ مستحق پانی رہے اور نفع تمہاری جیب میں جمع ہوتا رہے۔ مزدور جیسا یا  
 بچہ نہیں اس سے کیا؟“  
 ”مگر جناب۔۔۔۔۔ اُس کی فطرت کے سبب اُس کے ہاتھ کٹ گئے۔ اس میں میرا کیا قصور؟“  
 ”مورا ویل کی طرح بائیں کر رہا ہے۔۔۔۔۔“ بچہ نے ایک جھنجھڑا ہوتے ہوئے کہا۔ ”تھیں  
 کس سال تک اُس کا خرچ برداشت کرنا پڑے گا۔“  
 ”بچیں سال۔۔۔۔۔ مگر وہ پانچ تو مجھ سے اُس وقت بچاس روپے مانگ رہا تھا۔“ سیٹھ کا دل  
 بڑکا۔

”اور تم نے اتنا معاوضہ دینے سے بھی انکار کر دیا۔“ بچہ سال بعد اُس کا لالا جوان ہو گا۔ اُس  
 تک بک سال کے سو روپے کے حساب سے جس قدر بھی معاوضہ تو تھیں اُسے دینا ہے۔ نہیں  
 ”مگر حضور! اس طرح تو کل ڈھائی چار رہتے ہیں۔۔۔۔۔“ وہ آگے بڑھ کر کہنا چاہتا تھا مگر راکھ کی  
 ل گردن کے قریب لے جا کر بگڑنے لگا۔  
 ”میں کچھ نہیں جانتا۔ کل وہ رقم پانچ کے گھر پہنچ جاتی چاہئے۔ دوسری صورت میں، میں  
 ہمارے دونوں ہاتھ کاٹ ڈوں گا۔“ یہ بچہ کو دے کر بکت اپنے سامیوں کے ساتھ وہاں سے  
 ابھ ہو گیا۔

اس طرح اُس نے سنا کو ڈبل بکت دی۔ لیکن اس کے باوجود سنا کو یقین تھا کہ چکا شادی  
 قوی ضرور کر چکا ہے لیکن ریشم نہیں کرے گا۔ لہذا جلد یا بدیر اُسے جاں میں پہننا پڑے گا۔  
 چھ دن بعد پناہ کی دوسری تاریخ مقرر ہوئی۔ اُس کی خبر مگی کاٹنے کے سنا کو پہنچا دی۔ بکت نے  
 لہا روڑا داؤ ڈال لیا تھا۔ انظار میں کچھ رہی ہے یا نہیں؟ اُس نے اپنے چار پرانے سامیوں کے  
 لادو کو کس کی نہیں دی تھی۔ چاروں پر بد اعتمادی کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اور مگر شرم، باپ، داتا

اور ماما کے علاوہ کسی کو خبر نہیں تھی تو پھر چند دن کو رہے یہاں سے بات چیت جاتی ہوگی؟  
کرم الی گنگہ نے مشکوک لہجے میں کہا۔ "جنت! انہیں تمہارے سر کی نیت خراب نہ ہو گی  
کیونکہ بچہ ہزار کا انسا چھوٹی رقم نہیں ہے۔"  
"مگر پال!" جنت کر جا۔ "بھی تم اس خاندانی شخص کے نام کو پاؤں کے درمیان خیمہ  
لاؤ گے۔"

سنہا بھی سوچ رہا تھا کہ پولیس کے بیاہ کے وقت گھبرے کی اطلاع چمک کسی طرح پہنچ سکتی  
دوسری بار اس سلسلے میں کافی رازداری سے کام لیا گیا۔ مگر جنت نے پولیس کو یہ قیود عطا کرنے کے  
دوسرے دن تاریخ ہی تھی۔ حقیقتاً اس نے گھر اطلاع پہنچائی تھی کہ چارپائی اسی طرح نہ کرنا آخر  
وقت پر دوگرام ملتی کر دیتی۔

اس طرح دوسری بار بھی کچھ نہ ہوا۔ تیسری بار رات کے وقت چند دن کو کی خانہ کے گھر شاوی  
پر گرام ملے کیا گیا۔ رات وہ بچے تک سنہا نے کسی قسم کی سرگرمی کا مظاہرہ نہ ہونے دیا۔ اس بار  
عقب سے چاک چھاپ مارنے کا پر دوگرام تھا مگر جنت کا پلان دوسرا تھا۔

دو دن کے کنارے 20 گز کے فاصلے پر بچل میں درختوں کے پیچھے شام ڈھلے میں چالیس مسل  
افراد کو چھپ جانا تھا۔ جنت کو آدھی رات کے قریب چار ساتھیوں کے ساتھ وہاں آنا تھا۔  
"اس سے خوشتر کہ پولیس حملہ آور ہو تو بچہ مدعوں کر دیا جائے۔" یہ جنت کا حکم تھا۔

پولیس کا پلان دو بجوں میں تھا۔ اس بار سنہا نے 25 پولیس والوں کو پیدل اور کچھ کو تین چار  
مشینیں میں روانہ کیا۔ کشیتیاں جیسے ایسی گاؤں کے قریب پہنچیں انہوں نے راج کی روشنی کنارے  
پر ڈال کر چاک شروع کر دی۔ جنت کے ساتھی کچھ گئے کہ پولیس آگئی ہے۔

تقریباً گیارہ بجے گولی گولی سنائی ہوئی مشینوں کی جانب بڑھی گئی۔ فوراً جواب میں چار فائر  
کئے گئے۔ اسی لمحے دونوں کناروں سے گولیوں کی ہرجماڑ ہونے لگی۔ گھر سے اندھیرے کی چادر  
مطلحی۔ صرف آواز اور حرکت پر نشانہ لے کر فائرنگ ہو رہی تھی۔

دن چندر منٹ تک دھک دھک ہوتا رہا۔ اندھیرے میں کسی کے قدر نقصان ہوا اس کا اندازہ لگانا  
مشکل تھا۔ اس گڑبڑ میں پولیس کی مشینیں بری طرح ڈوڑھ لگیں۔ پولیس والے مشینیں کی آڑ سے  
ہوا میں فائرنگ کر رہے تھے۔ جنت کے آدھے فرائز ہو گئے۔ قیدیاں پولیس کا دستہ لے لی رہا ہے اس  
لئے دریا والی پولیس شکل کے طور پر ہوائی فائر کر رہی تھی۔ گھبرے سے پہلے لوگ سر کے گئے۔

دوسری جانب فائرنگ سے سنہا کا دستہ جنت اور اس کے ساتھی جو گئے ہوئے۔  
دراپ کے کنارے سے فوراً ایک غار میں جنت چھپ گیا۔ چاروں ساتھی اس نے مختلف سمتوں  
میں روانہ کئے۔ یہ بخاریہ کے آبی چڑاؤ کے قریب والا علاقہ تھا جہاں سے جنت ڈاکو بننے کے پہلے  
دن گزارا تھا۔

گھوڑوں کی تائیں قریب کو بھیج لگیں۔ فوراً ہی بوڑھے بخاریہ نے جنت سے کہا۔ "تم  
ہماری گھوڑوں کے درمیان جاکر چارپائی پر لفافہ اوڑھ کر سو جاؤ یا اپنا سب کچھ میں منٹ لوں گا۔"  
جنت پہلے گنگایا۔ دن بارہ چارپائیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر تمام عورتیں بسی ہوئی تھیں۔ اچل

اموریت نہیں تھی۔ جنت لفافہ اوڑھ کر ان کے درمیان سو گیا۔ بوڑھا آگ کے پاس بیٹھ گیا اور  
دلی گھڑی بخاریہ کے گھوڑوں کے درمیان کھڑی کر دی گئی۔

جہاں اس کے ماتحت کھانے کے ساتھ وہاں پیچھے۔ بوڑھا صاحب نظردے سے انہیں دیکھا ہوا  
جوتے کھڑا ہوا۔

"اے بوڑھے! یہاں کوئی ڈاکو آتا ہے؟"

"ڈاکو۔۔۔ صاحب! کچھ روز پہلے تین چار گھوڑا سوار یہاں سے گزرے ہیں۔ کیا وہ ڈاکو تھے؟"  
بوڑھا اس طرح کانپنے لگا جیسے وہ ڈاکوؤں کے ذکر سے خوفزدہ ہو۔ وہ بھرکا نیتے ہوئے لہجے  
پر "نہیں! یہاں بھلا کرے سمجھ گئے۔ اس قافلے میں وہی آج کی رات کوئی سر نہیں۔

یہ علاوہ سب ایک دوسرے گاؤں گئے ہوئے ہیں جہاں کل ہمارے پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ ہے۔  
راؤرہ بچے ساتھ چھوڑ گئے ہیں، اگر ان پر ان ڈاکوؤں کی نظر پڑ جاتی تو کیا ہوتا؟"

سنہا نے بخاریہ کی باتیں سننے ہوئے تیز نظروں سے اوڑھ کر دیکھا کہ وہاں۔ پھر وہ مضبوط  
اسے پانچ پائیلوں کی جانب بولا۔ بخاریہ کو اپنی سانس روکی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ گھبرا  
فرسوں کی آواز سن کر لفافہ اوڑھے ہوئے جگہ سے ضرورت پڑنے پر مقابلہ کرنے کی خاطر  
انکل سنہال۔

جہاں ایک چارپائی کے قریب ڈاکو، لفافہ اٹھا کر دیکھا پھر برابر والی چارپائی پر سونے والے کا  
اٹھا کر چرے سے غور سے دیکھنے لگا۔

ب اس کا ہاتھ تیسرے لفافے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بچی ڈو لفافہ جس میں چاک چھاپا ہوا تھا۔  
یہن آئی وقت۔۔۔ زور سے راتل کا دھکا کہ سنائی دیا۔۔۔ ایکٹر سنہا کا بدعت ہوا ہاتھ رگ گیا۔

نی سے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسی سمت روانہ ہو گیا جدھر سے آواز  
تھی۔ بخاریہ نے سکون کا سانس لیا۔ کان کا ساتھ وہیں دیا۔ اس کی نیت بخاریہ سے  
بانگ کر چینی کی تھی۔ نشتے میں دھت کاٹا کھاس کر لگے۔

یارا یہ بچہ ہر بار پکڑے ہوئے کرکل جاتا ہے۔ بوڑھے بچہ ہزار تیش اپنے ہاتھ میں ہوتے۔ مگر  
خوش صورت ہوئی ہوئی اور اپنی زندگی میں تھی۔

ات نے یہ بات سنی تو اس کا خون کھول اٹھا۔ یہی شخص انعام کی لالچ میں اطلاعات فراہم کرتا  
یہ اس کی آواز جانی پہچانی سنائی دی۔ ذہن پر زور سے کر اس نے یاد کیا اور اسے سازش کی  
لگتی۔ یہ وہی شخص ہے جسے اس نے چند دن گور کے مکان کے قریب پکڑ کر بعد میں چھوڑ دیا

ما وقت بھی جو نام کو اس پر پورا شک تھا۔ "آج میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔" جنت نے  
با۔

سر پر لفافہ اوڑھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر بخاریہ نے کانے کو وہیں بٹھایا اور چارپائی کے  
آیا۔ جنت نے اس کے کان میں کہا۔ "میں دوسری طرف جا رہا ہوں۔ اگر وہ خدا میرے  
میں آئے تو دوکانا نہیں۔"

نے نے دیکھا کوئی چارپائی سے اٹھ کر اندھیرے میں جا رہا ہے۔ بخاریہ نے فوراً کہا۔

”لڑکی کو حاجت ہوئی ہے۔ سر دی تیرے لیے لہذا بے چاری لحاف اوڑھ کر جا رہی ہے۔“  
کانا لڑکھاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ ”اچھا۔۔۔ پھر میں بھی جا رہا ہوں۔“

بھارے نے اُسے روکا نہیں۔ کاناجکت کے پیچھے فاسطے سے چل رہا تھا۔ اُس کے دل  
برائی جنم لے چکی تھی۔ شراب کا نشہ اور عورت کی بھوک دونوں نے اُس کا ذہن خراب کر دیا تھا  
کچھ دُور جا کر جکت رک گیا۔ اُس نے لحاف ہٹایا نہیں۔ وہ عتب سے آنے والے کچھ  
آہٹ سننے لگا۔ نزدیک آ کر کانے نے چال چلی۔

”یوڑھے کو اچھی بنا کر تم جہان کی میں آگئیں۔ یہ اچھا ہوا۔ بہت سمجھدار ہو۔ میرے پاس آنا  
نہیں۔ مگر میں جگا کر تار کرا کر میرا دین جاؤں گا تو۔۔۔“ اتنا کہہ کر کانے نے اُس کے ذہن  
پر پیار سے ہاتھ رکھا۔ خورائی لحاف ہٹا کر جکت اُس کے سامنے ہو گیا۔ اُس کے ہاتھ میں  
چمک رہی تھی اور آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ کانے کی لالچی نظروں میں خوف چھا گیا۔ اگر  
چیننے سے پہلے ہی جکت نے چھری اُس کے سینے میں گھونپ دی۔۔۔

”تجھے انعام چاہتے تھا۔ یہ لے۔۔۔“ اتنا کہہ کر اُس نے دوسرا دروازا کیا۔ کانازمین پر گر کر مر  
گیا۔  
بھارے نے دُور سے یہ سب منظر دیکھا اور جکت کی کھوڑی نامک آبی طرف روانہ کر دی  
لے آ کر نمودار ہونے سے پہلے ہی جکت وہاں سے جا چکا تھا۔

۰۰۰

چادوں ساتھی جکت کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ گر وہ کے تمام لوگ صحیح سلامت اپنے  
سے پہنچ چکے تھے۔ ہنگے کے دوران صرف دو افراد زخمی ہوئے۔ جنومان کی قسمت اچھی تھی جو  
گیا تھا۔ اُس کے صرف ایک اباچ اُوپر ہے گزرنے والی سنستانی گولی جنومان کو دوسری دنیا میں  
ہا دیتا۔

جنومان کو انیسٹر سنبھا پر غارتھا۔ اُس کے دوست اور سردار کی شادی میں نکاحوت پیدا کرنے  
لے اور اُسے چھ ماہ میں قسم کرنے کا عہد کرنے والے پولیس افسر کی بہادری کا ذہن پر حرف بھی تھا۔  
ہائی زعمی جکت کے لئے خطرہ تھی۔ وہ انیسٹر سنبھا کو پچھتا تھا اور اُس کی خواہش تھی کہ ہنگے  
لہ دوران اُس کا سنبھا سے سامنا ہو جائے مگر اُسے موقع ہی نہ ملا۔

”کیا جکت گرفتار ہو گیا۔؟“ جنومان نے منظر باندا انداز میں پوچھا۔  
”بھارے کے ہڈاؤ کی جانب سے دھماکے سنائی دیکھے تھے۔ کیا انہوں نے اُسے زندہ۔۔۔؟“  
کرپال نے مشکوک انداز میں کہا مگر جنومان نے برا سامنا نہ کیا۔  
”کیا کہتے ہو؟ جکت زندہ بکڑے جانے سے سینے میں گولی مار کر اپنے آپ کو ختم کرنا بھتر کچھ  
۔۔۔“

اسی لمحے دُور سے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ سب چمک کر اُٹھ رہے تھے۔  
”یہ تو جکت کی کھوڑی نامک کی ٹاپوں کی آواز ہے۔“ جنومان جکت کی کھوڑی کو دُور سے آتے  
دیکھ کر بلا۔

جکت نے اُن کے قریب پہنچ کر کھوڑی کی پیٹے پر سے حسرت لگائی اور گھوڑی کو تھمتپانے لگا اور  
اُن کی گردن پر پیار سے ہاتھ بھیرنے لگا۔ ”شباباش نامک اتونے تو کمال کر دیا۔“  
”مسلکھان اور کنکن دنگی ہیں۔ انہیں پٹیاں باندھ کر سلا دیا گیا ہے۔“ جنومان نے رپورٹ  
نہ کرتے ہوئے کہا۔ ”میں تو آپ کی فکر ستر رہی تھی۔ اچھی دیر کس طرح ہوئی؟“  
”اُس ذلیل کو میں نے ختم کر دیا۔“  
۔۔۔ ”کسے۔۔۔ سنبھا کو؟“

”نہیں۔۔۔ سنبھا زخمی ہونے سے باوجود ذلیل نہیں۔ شادی کے متعلق اطلاعات فراہم کرنے  
لے لائی گئی کانے کو میں نے ختم کر دیا۔“

سب لوگ منہ پھلکے اُس کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ جکت مسکرا دیا پھر اُس نے جنومان کی  
ب متوجہ ہو کر کہا۔ ”جنومان! یاد ہے ہم چندن کور کے مکان پر گئے تھے اور ہم نے ایک بدھن  
میں کوٹک کی بنا پر بچا تھا۔ وہی شخص۔ تمہارا شکرت کا بچا تھا۔ وہ ہماری سرکریوں پر نظر رکھتا تھا۔

انہیں کہاں تلاش کیا جائے۔ اس خیال سے اس کا ذہن چکر گیا۔ فوراً اس نے دو آدمیوں کی جانب دوڑائے۔ "ہاؤاؤ کچھ جگت کے گھر میں اس کے ماں باپ ہیں یا نہیں؟" اس نے زور سے پوچھا۔ "انہیں پتہ نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "اگر جگت کی شاخ کا معاملہ ہے تو وہ نہیں ہوں گے۔ کسی طرح مکان میں داخل ہو کر انہیں پتہ کر دو۔" اس نے کہا۔ "اگر وہ نہیں گئے تھے مجھے جواب چاہیے۔"

"بھرتیا جاب۔" انہوں نے کہا۔ "اگر وہ نہیں گئے تھے تو پھر؟" "بھرتیا جاب۔" انہوں نے کہا۔ "اگر وہ نہیں گئے تھے تو پھر؟" "بھرتیا جاب۔" انہوں نے کہا۔ "اگر وہ نہیں گئے تھے تو پھر؟" "بھرتیا جاب۔" انہوں نے کہا۔ "اگر وہ نہیں گئے تھے تو پھر؟"

"پلیس ڈیڈ فورگٹ سوتا رہا ہے۔ اس سے تو بھرتیا کی تلاش زدہ ہے۔ میں جورتا ہوں۔" "پلیس ڈیڈ فورگٹ سوتا رہا ہے۔ اس سے تو بھرتیا کی تلاش زدہ ہے۔ میں جورتا ہوں۔" "پلیس ڈیڈ فورگٹ سوتا رہا ہے۔ اس سے تو بھرتیا کی تلاش زدہ ہے۔ میں جورتا ہوں۔"

"جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟" "جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟" "جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟"

"نہیں۔۔۔ وہ بھی ان کے ساتھ ہی گیا ہے۔" "نہیں۔۔۔ وہ بھی ان کے ساتھ ہی گیا ہے۔" "نہیں۔۔۔ وہ بھی ان کے ساتھ ہی گیا ہے۔"

"تو وہ آج ہی باہر نکلتے گا۔ اس کی دوڑ میں کوئی گرفت کے علاوہ کچھ نہیں۔" "تو وہ آج ہی باہر نکلتے گا۔ اس کی دوڑ میں کوئی گرفت کے علاوہ کچھ نہیں۔" "تو وہ آج ہی باہر نکلتے گا۔ اس کی دوڑ میں کوئی گرفت کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟" "جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟" "جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟"

"جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟" "جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟" "جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟"

"جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟" "جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟" "جگت کا ماموں کو دکھائی دیا؟"

بدعاش کو ان کی رقم حاصل کر شادی کرنا تھی۔ اسے یہی خریدنے کے ارمان تھے۔ میں ایک مظلوم لڑکی کا ایسے بدعاش کی بیوی بننے سے بچاؤ۔ "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔"

"جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔"

"جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔"

"جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔"

"جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔"

"جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔"

"جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔"

"جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔" "جگت نے مجھے ہونے کی گئی۔"

سنہا اُس مفلس شخص سے بے جاں چیز سے کو کہنے لگا۔ گھر ایک دو چمک گیا۔ اُسے خیال آکر کہ ایک غلطی ہو گئی۔ مرنے والا شخص اپنے گاؤں کا نام سن رہا تھا۔ پھر اب کیا کرنا چاہئے؟ سنہا کے ہوتوں پر ہنس کر سرگراہٹ ہوئی، ایک لفظ کی وجہ سے پوری اطلاع برقرار ہو گئی۔ باہل گھر جیسے بنائے سے قریب پانی کا گھرا ہوا گھاس لاکر فرش پر اندر لے دیا جائے۔ سنہا غور سے

اسے لوی جانا ہو تو یہ پتہ چلے جناب امیر جموں پر ڈھائے بانے ہوئے ڈاکوؤں  
 چھان کس طرح ہو سکتی ہے؟“

واٹکوں کے دھماکے اب قریب سنائی دے رہے تھے۔ شہر کو سنائی دے رہا تھا۔ ماں نے بچہ اپنے کونے کونان کے دروازے کے درمیان کھڑا کر کے ہلدی ہلدی چھوڑ مات ادا کیں۔ دوسرے نمبر لے گئی تھی اپنی پیاری گھوڑی پر سوار ہو کر فرار ہو گیا۔ ماں اور بیٹی دھن دھن جا رہے تھے جگت کو گھمراہی اٹھ گھوڑا دیکھنے لگیں۔ اسی لمحے سنا دوسرا جہیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ماں اور بیٹی نے سنا کہ سنا کہ وہاں کچھ نہیں اُس کسمت سے اٹھتے ہوئے غبار کی جانب بھٹوئی کا رخ کر گیا۔ سنا کہ سنا کہ لگا بھٹوئی کھانے کے فاقہ بے کار جا رہے تھے۔ اس نے سنا ہیوں کے کرج کر کہا۔ ”کیا رہے ہو۔ گولی چلاؤ!“

[illegible]

اس کا پہلا حکم چن کا اصرار تھا۔ جو فیصل اس کا سہاگ کو ملنے شادی کے منہ بیک آ پہنچا۔ چن نے چن کو اپنے کاغذ حکم کے لیے حکم اس کے ذہن کو ملانے لگا۔ کہ اسے پس اس فکری کو ادا کرنا۔ چن نے اس کے حکم کے لیے جگہ تھی۔ اس نے سنا کہ سنا سے جگہ جگہ جگہ کی اس کی راز کی حرکت نے سنا کہ اس کے ذہن میں ڈال رہا۔ ابھی ابھی جانی ہوئی لڑکی اسے پر تیار کر رہی تھی۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ڈانڈتا رہتا تھا۔ دامن ہاتھ میں تھا کہ ہوئے بہتوں کو اس نے ٹپٹ پٹا بنائے ہوئے کیس میں رکھ لیا۔ وہ چن کو کہہ کر سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے ہوئے لیے میں بولا۔ "چن پہلے میں تیرا ہے شوہر ہو گئی چلا رہا تھا۔ کمر اس وقت میں قانون کے مجہاں کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ مگر اب ایک بزرگ انسان کی طرح میں اپنی جی کو ادا دیتا ہوں۔ تیرا سہاگ ہمیشہ دوست رہے۔"

چہل نئے سر اٹھایا، اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس کے آنسو جسم کی روشنی میں دھرتی کا رومتی بکھیر رہے تھے۔

حرمِ حرم کرتا ہوا کچا ہوا ریحا گاؤں میں داخل ہوا۔ ریڑے میں بندے ہوئے بیلوں کے گئے  
 سانچے والی گھنٹوں جب سے ساز کی آواز پیدا کر دی تھیں۔ گاؤں کے لوگ چوک کر رہے ہوئے  
 ہوئے کو دیکھنے لگے۔ مست سفید بیلوں کی جوڑی اپنے مڑتے ہوئے سینگ اچھالتی ہوئی ریڑے  
 سے کچا گاؤں میں داخل ہو رہی تھی۔ بیلوں کے گلے کی گھنٹوں کی آواز کس مندر میں سنائی دینے

مقتول کے چہرے کو دیکھنے لگے۔ اُس کے ہونٹ کھلے ہوئے تھے مگر زبان بیہوش کے لئے تھا، جی بھی ابد وہ سنا کہ کچھ نہیں سنا سکتا تھا۔ اُسے صرف ایک لفظ کی ضرورت تھی۔ اور وہ لفظ نام تھا۔ مگر سنا اس طرح پاؤں ہوئے والا افسوس تھا۔ اُس کی حیرت فرس دور دوائے کے پتے مقتول کے جسم تک خون کی لکیر پر جم گئیں اور اُس کے ذہن میں برقی رو دوڑی۔ اُس کی جینے لگیں۔

وہ تیزی سے چلتا اور خون کی لکیر دیکھتا ہوا اپنے مکان سے باہر سڑک پر آ گیا۔ اس وقت سوچنا فصول ہی تھا۔ آٹھ دس سپایوں کے ساتھ وہ خون کی لکیر کے سہارے آگے بڑھنے لگا۔

آسمان سے ہواؤں کی پہیلی کرتے زمین پر آ کر کعبہ کا اعلان کیا، اسی نے جنت اور  
مقدس گرو گرو گھٹے کے سامنے جنت گرو گھڑم گرو کی آواز میں اپنی آواز مار کر مقدس کتاب کے  
ڈھانچے لگے۔ پھر پھر سے شروع ہوئے۔ جہاں تک مقدس الفاظ کی ایک سطر پوری ہوئی  
وہاں تک مقدس صاحب کے پر ہوا لگنے لگے ہوئے جیتے جاتے۔ جنت کے سر پر ہوا چاٹا ہوا تھا اور  
گورو کا چہرہ دھونے سے ڈھکا ہوا تھا۔ انگلیں میں بندے ہوئے شامائے کے نیچے شادی کی راز  
اور ہنسی کی تھیں۔ تھکتی کی ماں، چنڈن کے پتا، چنڈر اور کھار اور دوسرے کچھ کربند کے رشتے دار  
تھے۔

دھرم کرو جب مقدس کتاب کے چار پھیرے کے الفاظ پڑھ لیں تو شادی کی رسم پوری ہے۔ ذولہذا کہن کو پھیرے لگاتے دیکھ کر مسرت سے لبریز مسکراہٹ کے ساتھ جھکتی کی ماں؟ کا شکر ادا کر رہی تھی۔ "بھگوان! میرے خاندان کی لاج رکھنا۔"

چوتھا جیسرا ختم ہوئے خود سے ہندو کا دھماکا سنائی دیا۔ سب چرک کر ہوشیار ہو گئے۔ کمان کا دل خود زور سے دھڑکنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جگت کی شادی جی خوش پیکس موت کا پیغام بن کر آگئی ہے۔ ہرگز موت سے قریب ہونے والا دکھائی دیتا تھا۔ سب بے رحم تھے۔

”آپ دم جاری رہیں! ہم بھیرے کرتے رہیں گے۔ اب شادی نہیں کرے گی۔“ مجھ

دورانِ داخل کے دھماکے سنائی دینے لگے۔ چمن گورنمنٹس جھٹکے ہوئے محبت کے  
 پیہر سے کر رہی تھی۔ اُس کے قدم مضبوطی سے حرکت کر رہے تھے۔ نئی زندگی کے راستے پر  
 ہوئے اُس کے قدم نہیں ڈگنا لگے چائیں، یہ سوچنے والی لڑکی کے چہرے پر شہادت کی روشنی

جیسے ہی شادی کی رسومات ختم ہوئیں بخت نے دھرم گردو کے چرن چھو کر اپنے چہرے سے نایا، چندن کوڑکوار بھری نظروں سے دیکھا۔ دونوں ماں کے سر چھونے لگے۔ بہادر ماں نے سڑی آنکھوں اور مسکراتے ہونٹوں سے انہیں دعا دی۔

”تمہاری جوڑی سلامت رہے۔“

جوت کی ماں کو باپ کے الفاظ میں بڑی مٹھاس محسوس ہوئی، محبت سے اندر جا کر استحقاقی  
 ہوا کرنے کا سامان لے آئیں۔ دوسرے تو یہ سامان بہت دنوں سے تیار رکھا تھا مگر اس کے  
 لٹل کی ٹیکہ گھڑی آئے کی پائیں، لیکن ان کو ستانی کسی۔ بھوکا نے آج ان کے ماراں پورے  
 کاوٹے ہوئے اُس نے جنت کے تیارانا کو کھینچی ڈالت پلائی۔

"بہو جب آپ لوگوں کے چرن چھوئے، صرف ڈھال سے کام نہ چلائیں بلکہ دوسری تیاری  
 کی ضرورت ہے، جیسے؟" سسر اور ادا ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر سسرادیے۔

چندن کو نے جب ریزے سے بیٹے قدم رکھا، پوری ٹکی بڑوں کی عورتوں اور بچوں سے بھرنے۔  
 مال گاؤں میں بہت سی شایاں کر کے لٹکائیں لائی جاتی تھیں مگر چندن کو کبھی عجیب و غریب اس  
 اٹاں کے لئے نئی بات کی۔ گاؤں کے دوسرے حصوں سے بھی دو دو دوڑ دوڑ کر لوگ جگت کی ڈھن میں  
 لپٹے آ رہے تھے۔ ہزارہ گنگو آن کا پتیس کر بھانے کے لئے خودی بڑا ہوا رہا تھا۔ "پولیس کو ڈان  
 ہے کہ رجاں کی بازی لگانے کے بعد میرا بھانجا گیا کہ کھانا لیا ہے۔ اس طرح میں صوفت  
 لیتے کو نہیں ملے گی۔"

چندن کو نے کھوکھٹ کچھ اور پیچھا لیا اور ہر کے انگوٹھے کو منی میں حرکت دینے لگی۔ اُس کے  
 نو میں نکلا رہی جس کی گواہی پر اُس نے جگت سے شادی کی گئی۔ جگت کی ماں نے آواز دی۔  
 کرے لایو! ابھی میری بہو کو کیوں پریشان کر رہی ہو؟ بھاری کو کھر میں تو آئے دوا  
 دیکھی چال پستی ہوئی چندن کو کھر کے دروازے پر آ کر ڈک گئی۔ ساس نے چادر بچھا کر اُس پر  
 فہ چڑیں پھیلا دیں اور سرت بھری آواز میں کہا۔ "بھو! اس پر چڑھو۔"

چندن کو نے ہندی لگے ہوئے چادر پر رکھ دیئے۔  
 "بس۔" اب کھر میں درجن چھو جاؤ گا۔ جگت کی ماں نے کہا اور بڑی احتیاط سے چادر لپیٹ کر  
 لٹائی۔ چندن کو اُن کے دل میں چھو جاتی تھی، مگر اسے روک کر لیں۔ "پہلے میرے تیار اور اپنے  
 سر کے چرن چھو۔" یہ کہہ کر انہوں نے چندن کے ہاتھ سے کھار لے لی۔

چندن کو کے چرن چھوئے ہی بوڑھے نانا نے ہاتھ بلک کر کے ڈھادی جو شایہ اُن کے دل کی  
 ڈھکی۔ "بھئی ر ہوا اور سب کو کھدو دینا۔ جس بھادی سے تم اس کھر کی بہو بن کر آئی ہو اسی  
 راج بیٹھ پاؤ بڑبڑ رہتا۔" بھر سونے کی مین بہو کے ہاتھوں میں دے کر ایک قدم پیچھے ہٹ  
 گئے۔

جگت کے تیار ہو کر کھر میں آمد سے سرت کے مارے پھولے نہ ساتے تھے۔ اُن کے حلق سے  
 بوڑھیں نکل رہی تھی۔ اُن کے ہنسل ادا ہونے والے الفاظ نکلتا رہے تھے۔ "بھوکاں میرے  
 ہانک کو سلامت رکھے۔" بچپن میں گود میں لٹائی ہوئی لڑکی آج ان کی بہو بن کر اُن کے کھر میں  
 لٹی تھی، انہوں نے چندن کے سر پر جگت سے ہاتھ پھیلا۔ چندن کو کھاس کھاس میں سسر اور چاچا  
 پر چٹکنا محسوس ہوا۔

بہو، جگت کی ماں کے چرن چھونے کے لئے بھی تو انہوں نے بہو کو اپنے سینے میں چھپایا۔ اُن  
 کی آنکھوں سے سرت کے آنسو منی بن کر ٹپک رہے تھے۔ اُن کی ڈھانچیں غصہ سے پانی کے پتے

والی کھینوں کی مقدس آواز سے مشابہ تھیں۔ سترے بھری ہوئی۔ پٹی رنگین چادر سے سجلا  
 ریزے میں سب سے آگے ریزہ چالانے والے کے قریب ہزارہ گنگو بیٹا نے بیٹھا ہوا تھا  
 کے لوں پر ایک فارغ کی کسی سکرابٹ رکھی گئی تھی۔ گاؤں کے لوگ جس نظر سے اس کو  
 ہوئے ریزے دیکھ رہے تھے۔ وہ دیکھ کر ہزارہ گنگو اور ادا کو لکھا۔ "ریزے کے اندر ساک سے  
 میں لپٹا ہوئی چندن کو کھر۔" جیسے سٹ کر گنگو ہوئی شاید یہ پہلی لڑکی تھی جو بیکار کھر سال  
 رہی تھی۔ اس کا شوہر اس کے ساتھ نہیں تھا۔ اس کے باوجود اُس کے چہرے پر دھک کا کوئی پتا  
 تھا۔ اُس کے ذہن میں عجیب طرح کا غارتھا۔ وہ صرف ایک مرد سے نہیں پائی تھی، اُس کا بچا  
 گھر سے ہوا تھا جس گھر میں وہ آج پہلی بار داخل ہوئی۔ اُس کے برابر بھی جگت کی ماں  
 بہو کا مٹھیں سرخ و سفید چہرہ دیکھ کر دل کی دل میں خوش ہو رہی تھی، جس کے قدموں سے  
 سونا کھر بھرا ہوا تھا۔ جس وقت وہ پہلو سے ہوئے ریزے میں غارتھا کر رہا وہ اُس کی وقت  
 نے اپنے دل میں عہد کیا تھا کہ وہ اپنی بہو کو ایسا رکھنے کی کہ آج تک کسی نے نہیں دیا  
 اُس لڑکی نے ان کے خاندان کی لاج رکھ لی ہے۔ وہ صحت مند کرتی تو بھی جگت کی ماں کے گھر  
 بہو کے قدم نہ ساتے۔

ریزہ خاندان کے صدر دروازے کے قریب ڈک گیا۔ ہزارہ گنگو جگت کے کھر آئے تھیں  
 نے لپٹاں سے گھر بھاڑی، دو ایک بار کھانا دلا، دل میں بیٹھے ہوئے سرت کے خولنا کو نکال کر  
 اور چادر طرف پھیلے ہوئے کھانوں کی گھر کیوں سے نظر آنے والے پر دھنوں کو کھانے کے  
 اُس نے یہ حرکت کی تھی۔ جگت کی ماں نے ریزے سے آکر کراہی ہوئے کہا۔

"بھئی! آج کھر میں کھانا ہوگا۔ اس کھر میں کھانا کھوے تو دلوں کے استقبال کی تیاری کرتی ہو  
 ہزارہ گنگو نے دوڑ دوڑ کر کھانا لایا۔ اسی لمحے کا انتظار کرنے والے نے ذہن سے کھل دی۔ وہ  
 کھول دیا۔ پہلے انہوں نے مقابل کھڑے ہوئے ہزارہ گنگو کی آنکھوں سے بھجائی ہوئی سیر  
 دیکھا، پھر ان کی نظریں سجے ہوئے ریزے پر جم گئیں۔ باپ کا دل سرت سے جھوٹنے لگا۔  
 کے تاننا اسی اس تک وقت کے انتظار میں دو کھٹے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ کھر سے تا ہوا نیند  
 چوڑا کرتے ہوئے سرت سے لبریز آواز میں انہوں نے کہا۔

"مجھے یقین تھا کہ جگت اس بار بغیر شادی کے نہیں لوٹے گا۔" بھر دروازے سے آئی  
 جگت کی ماں سے بولا۔ "بھئی! آج میرے جگت نے کمال کر دیا۔"

جگت کی ماں تو سرت سے دیوانی ہو رہی تھی۔ باپ سے انہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ یہ آپ  
 بزرگ کی ذمہ داری ہے۔ لیکن وہ اپنے شوہر اور باپ کی جانب منہ کر کے بولیں۔ "آپ تو  
 روک کر کھڑے ہو گئے۔ اگر میری بہو کو ان کو نہ دے دیں۔ ابھی مجھے اس کے استقبال کی رسوم  
 کرنی ہیں۔ کھر میں بھی آئی ہے، کوئی عورتی بات ہے؟"

اُن کی چال میں سرت کا جوش چمک رہا تھا۔ ناناں کر بولے۔ "بھو! اچھا۔ اب تم ما  
 بن گئی ہو اسی لئے زعب بھانے کی آج سے شروعات کر دیتی تم نے۔"

ہوئے جھرنے کی طرح تھیں۔  
چند دنوں میں اس بڑا ہر گھم کے چن چھوٹا بھی جاتی تھی، اس طرح کی حرکت۔  
بڑا ہر گھم بری طرح بھول گیا تھا کہ اس نے گناہوں کی مدد کی ہے۔  
"ہوئی باتوں کو بڑا ہر گھم کے سامنے سے گریز تھا کہ وہ اس کے برابر ہے۔"  
انہی لحاظات میں قریب کی رہنے دار عورت بہت کا اعتبار کر کے اور مبارکباد دینے لگی۔  
انہوں نے کہا۔

"اس ہی اچھوت بھائی کی خاموشی سے شادی کر لی، مگر کم از کم مٹھائی تو کھلا دیتیں۔"  
نانا چھپے اسی وقت کے انتظار میں تھے، فوراً بول اٹھے۔ "کچھ مہر کوڑا کی بجائے، خاموشی  
ضروری تھا۔ باجے کا بے سے پورے گاؤں کا منہ بٹھا کر رہ گئے۔ بات کے ایک ایک کمر  
دک جاتے کی۔" پھر کچھ دیر تک گمراہی میں بیٹھا رہے۔ "سنا سننے والے ایک گھر کی با  
کرتا۔"  
سب لوگ سمجھ گئے کہ نانا کا اشارہ موہن گھم کے مکان کی جانب تھا۔ نانا نے اُس وقت  
گھم کی جانب دیکھا۔ اُن کی بات میں ایک اشارہ تھا۔ "ہائی نیچے ایک دھن کو زیادہ دن و  
رہتا ہے۔"  
جب باجے پہنچے تھے تو اُس وقت نانا نے ٹپکی بات کی۔ "بڑا ہر گھم پانچ سات دن ش  
غوشی ہو جائے، اس کے بعد اُسے ختم ہو جانا چاہیے۔ اُس کی زندگی میرے دل میں آگ بھڑ  
ہے۔" نانا کی آواز میں عجیب سا اثر تھا۔

"اپنا میں ہی بات جاتا ہوں۔ میرے ہاتھوں میں کئی دنوں سے کھلی ہو رہی ہے۔ اب  
مٹ کر کے فرار ہوئے اور آسمان لینے کی ایک کھوکھو جگہ بھی ہے۔ میرے دل میں بھی بھائی  
ساتھ کوڑا ڈالنے کے ارادہ ہیں۔" بڑا ہر گھم، اُسے نانا کی آنکھیں پھیل گئیں۔ جان کر کہ  
گئے الفاظ میں بڑا ہر گھم کی نفرت جھلک رہی تھی۔ جو بات بڑا ہر گھم نے کہا جاتا تھا، اُس  
وقت اس بات کے لئے مناسب سمجھا۔ "گھم نے مجھے ایسا نہ کرنے کی قسم دی ہے۔"  
"قسم؟" نانا گھم کو بولے۔ "گھم کو کل نہ کرنے کی قسم، گھم کا دماغ تو خراب قلم  
سمجھا؟" اُن کا سر پر ہر دو کی بڑا ہر گھم نے تفصیل میں جانا مناسب سمجھا۔  
"اپنا ہوا ہے کہ میرے گھم کو گھم کے میرے ہی ہاتھوں ہوگا، مگر ابھی کچھ دیر ہے۔"  
نانا پھر غصے سے بولے۔ "گھم کی دلیل اُن کی سمجھ سے باہر تھی۔" کس بات کا انتظار ہے؟  
نئی سے صورت لینا ہے؟ وہ ہوگی تو ہر دے کی جوان بیوی کی کوکھ سے لڑکا جنم لے گا۔  
خیال آئے کیوں نہیں آتا؟" الفاظ اُن کے منہ سے ادا ہوتے ہی بیٹے کی زبان بھی کھلی۔ بڑا  
بات کہنے لگا جس کو نانا بھوری تھی۔

"گھم پڑھ لے گی جوان بیوی کی وجہ سے اُسے زندہ رہنے کا موقع دے رہا ہے۔"  
وہ کہ گیا مگر اسے غموں ہوا کہ اس سے بڑی خفا بھی کھل جائے گی۔ مگر نانا فوراً سمجھ گئے  
انہوں نے بڑا ہر گھم سے کہا۔ "مگر بھگت نے اب شادی کر لی ہے۔ اُسے دوسرے کی بیوی ہے۔"

ہوئے جھرنے کی طرح تھیں۔  
چند دنوں میں اس بڑا ہر گھم کے چن چھوٹا بھی جاتی تھی، اس طرح کی حرکت۔  
بڑا ہر گھم بری طرح بھول گیا تھا کہ اس نے گناہوں کی مدد کی ہے۔  
"ہوئی باتوں کو بڑا ہر گھم کے سامنے سے گریز تھا کہ وہ اس کے برابر ہے۔"  
انہی لحاظات میں قریب کی رہنے دار عورت بہت کا اعتبار کر کے اور مبارکباد دینے لگی۔  
انہوں نے کہا۔  
"اس ہی اچھوت بھائی کی خاموشی سے شادی کر لی، مگر کم از کم مٹھائی تو کھلا دیتیں۔"  
نانا چھپے اسی وقت کے انتظار میں تھے، فوراً بول اٹھے۔ "کچھ مہر کوڑا کی بجائے، خاموشی  
ضروری تھا۔ باجے کا بے سے پورے گاؤں کا منہ بٹھا کر رہ گئے۔ بات کے ایک ایک کمر  
دک جاتے کی۔" پھر کچھ دیر تک گمراہی میں بیٹھا رہے۔ "سنا سننے والے ایک گھر کی با  
کرتا۔"  
سب لوگ سمجھ گئے کہ نانا کا اشارہ موہن گھم کے مکان کی جانب تھا۔ نانا نے اُس وقت  
گھم کی جانب دیکھا۔ اُن کی بات میں ایک اشارہ تھا۔ "ہائی نیچے ایک دھن کو زیادہ دن و  
رہتا ہے۔"  
جب باجے پہنچے تھے تو اُس وقت نانا نے ٹپکی بات کی۔ "بڑا ہر گھم پانچ سات دن ش  
غوشی ہو جائے، اس کے بعد اُسے ختم ہو جانا چاہیے۔ اُس کی زندگی میرے دل میں آگ بھڑ  
ہے۔" نانا کی آواز میں عجیب سا اثر تھا۔

"اپنا میں ہی بات جاتا ہوں۔ میرے ہاتھوں میں کئی دنوں سے کھلی ہو رہی ہے۔ اب  
مٹ کر کے فرار ہوئے اور آسمان لینے کی ایک کھوکھو جگہ بھی ہے۔ میرے دل میں بھی بھائی  
ساتھ کوڑا ڈالنے کے ارادہ ہیں۔" بڑا ہر گھم، اُسے نانا کی آنکھیں پھیل گئیں۔ جان کر کہ  
گئے الفاظ میں بڑا ہر گھم کی نفرت جھلک رہی تھی۔ جو بات بڑا ہر گھم نے کہا جاتا تھا، اُس  
وقت اس بات کے لئے مناسب سمجھا۔ "گھم نے مجھے ایسا نہ کرنے کی قسم دی ہے۔"  
"قسم؟" نانا گھم کو بولے۔ "گھم کو کل نہ کرنے کی قسم، گھم کا دماغ تو خراب قلم  
سمجھا؟" اُن کا سر پر ہر دو کی بڑا ہر گھم نے تفصیل میں جانا مناسب سمجھا۔  
"اپنا ہوا ہے کہ میرے گھم کو گھم کے میرے ہی ہاتھوں ہوگا، مگر ابھی کچھ دیر ہے۔"  
نانا پھر غصے سے بولے۔ "گھم کی دلیل اُن کی سمجھ سے باہر تھی۔" کس بات کا انتظار ہے؟  
نئی سے صورت لینا ہے؟ وہ ہوگی تو ہر دے کی جوان بیوی کی کوکھ سے لڑکا جنم لے گا۔  
خیال آئے کیوں نہیں آتا؟" الفاظ اُن کے منہ سے ادا ہوتے ہی بیٹے کی زبان بھی کھلی۔ بڑا  
بات کہنے لگا جس کو نانا بھوری تھی۔

"گھم پڑھ لے گی جوان بیوی کی وجہ سے اُسے زندہ رہنے کا موقع دے رہا ہے۔"  
وہ کہ گیا مگر اسے غموں ہوا کہ اس سے بڑی خفا بھی کھل جائے گی۔ مگر نانا فوراً سمجھ گئے  
انہوں نے بڑا ہر گھم سے کہا۔ "مگر بھگت نے اب شادی کر لی ہے۔ اُسے دوسرے کی بیوی ہے۔"



”آپ کو کس طرح غائب کیا جائے؟ میں نہیں سوچ سکتی۔ لہذا چوں کہ گفتی ہوں۔ شگون  
مور پر اوپر پہنچ رہی ہوں۔ آپ کے گھر کے قریب رہنے کے دو روز دور رہے۔ وہ پہلے  
ہوں۔ اتنی بڑی گھر بھی نہیں کہ آپ کو گھاس ڈوب، پھر بھی ایک باہمی ہوئی عورت کی مشیت  
آپ کے سہاک کی سلامتی کی ضمانت دے ہوں۔ سوچئے شے پر آپ کے ضرور ملے گی، یہ یقین  
گا۔ آپ شے ملنے کرنے کی بڑی تمنا ہے۔ یقین رکھیے! آپ! قریب آپ کے جانے والی  
جو جوش آپ کے سکھ کے لئے بھولانے پر اترنا کرتی رہے گی۔ صرف اتنا کافی ہے۔“  
آپ کی تکی پر رہو۔

دیرو کا نام پڑھتے ہی چٹان کے ذہن پر سے راکھ کا پردہ ہٹا۔ ثانی سے پہلے اس کے منہ سے اس عورت کا نام لیا تھا۔ اس دیرو کو آج اس نے دیکھ لیا۔ اسے تھوڑے وقفے میں اس عورت نے دور دراز کبھی چٹان کا دل جیت لیا۔ چٹان کا سر آپ کی آپ دیرو کے سامنے جبکہ گیا۔ اگلے آواز سنائی دی۔

”بہو! کہاں گئی ابھی سے؟“

چانچ کی لذت بھری آواز سن کر ہمدردی سے چپے چلی گئی۔ چندان اے جاتے ہوئے دیکھ لگی۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ دو اپنے گھر کے افراد سے چپ کر اے دیکھنے کے لئے چپت پر آئی ہو گی۔ وہ دیکھا یہ ہوا اور وہ بے چارہ پلٹ کر اس نے کمرے میں چھپا لیا۔ ساس کو یہ بات بتائے لی خبر کسی سوجھا سمجھ سے وہ چپت سے نکلے آئے۔

بجٹ کی شادی کی خوشی میں یورا گاؤں شریک تھا۔ عام طور پر شادی سے پہلے جو صوم دیا جاتا ہے، وہ شادی کے بعد ہو رہی تھی۔ دوسرے گاؤں سے بڑھوں میں رشتہ دار آکر رہے تھے۔ گاؤں کے گھرنے کے گھرنے کا انتظام کیا گیا۔ روزانہ دو سو افراد کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ گاؤں کے لوگ شادی کی باتیں کرتے ہوئے تھکے نہیں تھے۔ سارے علاقے میں سچائی بھیلانے والے تھے۔ جس کو ناکوں پر چڑانے والا چکاڑا کو ان کے گاؤں کا ہے یا ان کے لئے فخر کی بات تھی۔ وہ کہتے

”ہمارے چکا کی شادی میں شہینا نے نہ بھی تو کیا ہوا؟ ہوائوں کے سہاگوں سے خوشی منی رہا۔“

لی۔ ایسکندر شہینا نے چکا کی ذہن کو اکھٹو ہو گیا۔ دنی کا آخر بار دیا۔ اس کے لئے بہت سے لوگوں کی انسانیت کی تعریف کر رہے تھے اور کوئی اس کا ناطہ طلب نہ کر رہا تھا۔

”جس شخص نے چھ مہینے کی چوڑی غم کرنے کی قسم کھائی ہے وہ ایسا درجہ اول انسان کیسے ہو سکتا ہے؟“

”ضرور وہی ہے جو حال ہے۔“

انگلز سنبھال دے امید تھا۔ جگت فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا، اس میں بھی اُس نے قسمت کا ٹھیکہ لیا۔ شادی کی پہلی رات منانے دو ضرور اسے گھر آئے گا، اس وقت اُس رہا تھوڑا سا لڑکھوٹا۔

قوی رات ہے اُس نے گاؤں میں پولیس کا سخت پہرہ قائم کر دیا۔ گاؤں کے دونوں ناگلوں پر پولی کی چکیاں تھیں۔ وہاں موجود اہل کاروں کے علاوہ سہانے سادے لباس میں اپنے دودھ وہاں روک کر تھے کئی شخص گاؤں میں داخل ہوئے۔ چپک کیا جائے۔ مبادا جاگتیاں چپک بدل کر اٹھیں۔ فیذا سلطان چپک کرنے کے ہمارے برعکس گاؤں پر جائزہ لیا جائے۔ سہانے اس باب بڑا انتظام کیا تھا۔ ناگلوں کی سرگرمیوں کی کو ذرا سا شک شکمزرے اور چپک اُس کا یہ چل نہ ہو۔ دوسرے کارکن بھی نہ کہے۔

جنت کی ماں، باپ اور نانا اسی انجمن میں تھے۔ ڈولہا اور وہیں شادی کی رسم کے بعد ہی الگ ہو گئے۔ ان دونوں کے ملاپ کے بغیر شادی کی خوشیاں منانے میں امداد فی طور پر ان کے لئے یہ سامحوس ہو رہا تھا۔

طلب میں جس قدر وقت لڑو، اس قدر فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جنت کی تلاش میں یوں کہو  
 اے اللہ جی! میں تجھے اس کا دعاء جس کے لئے یوں کہنا چاہتا ہوں اور صرف کرے گی۔ کسی قیمت پر جنت  
 کو نہ ملے گی کہ غرض سے یوں نہ کہیں آسمان ایک کر دے گی۔ اس دوران اگر کوئی کچھ ہو گیا تو  
 اچھا کہی کہ جسے اللہ مان کر بھی نہ ملے گا۔ لڑو کہ جنت کی تلاش پر برا دکر رہے۔ سہاگ دات نہ ملے گی تو تسلیم  
 کرنا چاہئے کہ جسے اللہ مان کر بھی نہ ملے گا۔ جنت کے لئے لڑو کہ جنت کی تلاش پر برا دکر رہے۔

پانچویں دن بھت کا ایک ساتھی گاؤں میں داخل ہو گیا۔ اُس نے اطلاع دی۔ ”بھت کا گھراٹا  
اُس سے خالی نہیں۔ لہذا چہن کو باہر بھیجنا پڑے گا۔“  
”مگر کہاں؟“ بھت کی ماں نے فکر مندانہ لہجہ میں کہا۔

”چند دن کے بیچے میں۔۔۔ گھٹ اس سے وہاں ملے گا۔ سب کو جو کتنا رہنا ہے۔ پولیس کو ڈرانا نہیں ہونا چاہئے۔“

چند لوگوں کے ساتھ پہنچانے کا کام ہزاروں گھنٹے کے زور ڈال دیا گیا۔ شاہی کے بعد ماسکوں میں  
ساکھ مراد لپاس میں گاؤں کے لوگوں کی آنکھوں سے شگ کر کے بچھا گیا۔ بہت جلد گھر کے  
چار افراد خارج ہوئے تھے۔ آدھی رات کو چند لوگوں کے پتا کے مکان کا عقیدہ دروازہ کھلا۔ سب کچھ  
مقام پر دکھایا۔ اسی صبح ہی رات کی وجہ سے پورے گاؤں میں سنا سنایا پہنچا ہوا تھا۔ گھر میں لائین کی  
روشنی بجلی ہوئی تھی۔ سپاہ رات کا لباس پہنی کہ چند اپنے محبوب کے انتظار میں بیٹھی ہوئی  
ن۔ دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ اس کے ذہن میں پیار کے درد چل اٹھے۔ اس کا بھی ایک انگ  
نکلے گا۔ کمرے کے باہر جوتے ہوئے اپنے محبوب کے قدموں کی آہستہ آہستہ کی دل کی  
تکیے تیز کرنے کے لیے رہی۔ وہ دروازے کی جانب پشت کر کے جس کو کہیں نہ سمجھی تھی۔..... جیت  
میں سے داخل ہوا اور چند دنوں تک نہ جانے ہوئے بھی گردن گھما کر اپنے محبوب کی جانب  
جلت جلت سگریٹ مار رہا تھا۔ چند دنوں کے سخت محنت پھر لاپرا۔

حجت نے اندر داخل ہو کر سر سے صاف اتارا، شانے پر پلٹی ہوئی بندوق بستر سے ٹکا کر کھڑی کر  
 لی۔ بستر پر بیٹھ گیا۔



وہ بار بار پہلو بدلے گا۔ آخر ضرور ہونے پر منہ ہا کر بولا۔ ”ابھی بھائی جی سے ملاقات کر کے آئے۔  
 ہو۔ کام کی بات بعد میں ہو سکتی ہے۔ کوئی دلچسپ بات کرنا جس سے کچھ ملطف بھی آئے۔“

”کیا دلچسپ بات؟“ جگت نے سوال کیا۔  
 ”اُسی لڑکی کی بات۔۔۔ وہ بھی ہے؟ کچھ اُسی کی بات کرو؟“  
 ”ابھی تو سنا۔“ جگت نے تنبیہ دیکھ کر کہیں نہیں کیا۔ ”وہ بہت زیادہ حسین ہے۔ صرف ایک کنوڑا  
 ہے۔ وہ کافی ہے۔ مگر یہ کوئی خاص برائی نہیں ہے۔“ جگت نے تینوں ساتھیوں کو اکٹھے مار کر کہا۔  
 ”ہاں جنوں۔۔۔ کافی لڑکی تو ابھی رہے گی۔ ایک آٹھ سے چھبیس ہی کیجیے گی۔“ کرپالی۔  
 تنبیہ و صورت بتاتے ہوئے کہلا۔

”مگر ایک اور کی فائدہ ہے۔ وہ داری طرف یا کسی دوسرے کی جانب دیکھ کر نہ دیکھے گی۔ بگڑ  
 جنوں کے لئے تو وہی مناسب رہے گی۔“ جگن نے درمیان میں ملا لگا لیا۔  
 جنوں نے کچھ نہیں کہا، تیزاً جگت نے مزید کہا۔ ”اُس کی آواز تو کھل کی کوک کی طرح ہے۔  
 تھہری بھائی تحریف کر رہی تھی۔ بس سننے جاؤ، وہی دل نہ بھرے۔ مگر تھہری بھائی کہہ رہی  
 تھی۔۔۔ بس ڈرا بھائی کی ہے۔ وہ جب تک جملہ مکمل نہ کرے انتظار ضرور ہی ہوتا ہے۔“  
 ”تو داری کی بات ہے۔“ (شواریا نے کہا تو کام کر رکھے ہوئے کیا۔) ”وہ مرد خوش نصیب  
 ہوتا ہے جس کی بیوی کی زبان دراز نہ ہو۔ بس کہتا ہوں جنوں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“  
 ”ارے۔۔۔ ایک اور بات بھی یاد آئی۔“ جگت نے چٹک کر کہا۔ ”بھئی اُس کے دانت  
 موتوں ایسے سفید ہے مگر۔۔۔“

جب جنوں کا ضبط ٹوٹ گیا۔ ”اس میں بھی کچھ ہے؟“  
 ”ہاں پار۔۔۔ اُس کے اگلے دانت تھوڑے باہر نکلتے ہوئے ہیں۔ پاؤں بڑے خوبصورت ہیں،  
 مگر دایں انگلی پر ہے۔ اور پٹ پر چھوٹا سا گھوہر ہے۔ دیکھ لڑکی۔۔۔ بس۔۔۔“  
 جنوں شے سے قہقہہ کر بولا۔ ”بس بس۔۔۔ بہت ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اُس کے جسم کا کوئی بھی  
 حصہ عجیب ہے اور دوسرے لئے بھائی نے ایسی لڑکی پسند کی ہے۔“  
 جنوں کا چہرہ دیکھ کر چاروں ساتھیوں نے سب قہقہہ لگایا۔ ابھی ان کا قہقہہ ختم نہیں ہوا تھا کہ  
 جنوں بول اٹھا۔ ”اُنی گھنٹہ گویا جانے سے کئی رات والی سنس بانو بہتر ہے۔ اُس سے بھی عجیب  
 ملاقات ہو جائے تو بہتر ہے۔“

”کئی رات والی حسن پاؤ؟“ جگت نے انھیں چڑھا کر کہا۔ اُس کی پیشانی پر ابھرنے والی  
 کبیر کی سر کی خطرے کی علامت تھیں۔ جنوں نہ دیکھے والی بات بول گیا۔ یہ دیکھ کر تینوں ساتھیوں  
 اٹھے۔ جگت خوفناک نظروں سے چاروں کی جانب دیکھنے لگا جیسے اُس کی تیز نظریں اُن کے دلوں  
 میں اتڑی جاتی ہوں۔ ”کل رات کہاں گئے تھے نوگ؟“

چاروں ایک دوسرے کو بھروسہ کی طرح دیکھنے لگے مگر خاموش رہے۔ جگت کو ان کی خاموشی  
 میں کسی اضافی جرم کی محسوس ہوئی۔ اِزادری عورتوں سے انھیں دور رہنے کی چٹا کی سخت عادت  
 تھی۔ اُس کی غیر حاضری میں وہ لوگ اُس کی ہدایت کو بھول گئے۔ اُس کے ساتھیوں نے اُس پر

اُن علم نہ مانا ہو یہ پہلا موقع تھا۔ اور وہ بھی کافی تنبیہ و تادیبی۔ دلوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آپس  
 مگر گزرتے ہوئے جگت دعا ڈالا۔

”تم لوگوں کو کس کا تھا۔ اس کے باوجود تو لوگ اسی راستے پر۔۔۔“  
 ”ہم نے وہاں جا کر کوئی پاپ نہیں کیا۔“ جگن نے دفاعی انداز میں کہا۔ ”ناچ و دیکنا جرم تو نہیں

”ناچ۔۔۔“ جگت نے بھی سر جھک کر بولا۔ ”تو لوگ پاپ کی بات کر رہے ہو، مجھے ناچ سے سخت  
 رت ہے مگر یہ میرا اپنا معاملہ ہے۔ میں پاپ کو بھی درمیان میں نہیں لانا چاہتا۔ سوال اس کا ہے  
 ۔ اِزادری عورت کسی کی رشتے دار نہیں ہوتی۔ جو بیسے کی خاطر تمہیں دو گھنٹہ خوش رکھنے کے لئے  
 بچہ بچہ کھڑا کرتی ہے، وہی طوائف اپنے بچے کے لالچ میں نہیں گرفتار نہیں کرانے کی اس کا کیا ثبوت  
 ہے۔“ جگت کی آواز غصے سے بلند ہو رہی تھی۔ اُس کے لہجے میں کئی تھی۔ ”طوائف کا سہرا چال  
 ہا کر پائس نہیں ضرر لے، اس سے زیادہ ایک ڈاکو کے لئے کوئی بے عزتی نہیں۔ مجھے ایسی  
 دس نہیں چاہئے۔ تاجے والی طوائف کے پاؤں کی پائل سے گھٹاٹا ہونے سے بہتر ہے کہ ہم  
 دیوں کی بو بھانڈا کرنا گئے ہوئے سوت کو کھٹے نہ لگیں۔ آج ہمیں اس بات کا فیصلہ کرنا  
 پڑا کہ کیا چاہتا ہے؟“

چاروں خرمندہ ہو کر جگت کا فیصلہ برداشت کر رہے تھے۔ انہوں نے پہلے جگت کو اس قدر غصے  
 نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے خاموشی بھر گئی۔ جگت کچھ دیر بعد نرم ہو گیا۔ اُس نے دھکے لہجے  
 رکھا۔ ”مرد کی ہوس کو میں ابھی طرح جانتا ہوں۔ مگر اس کے لئے نہیں شادی کر لینی چاہئے۔  
 ان بچوں میں ذہل کر میں غم لوگوں کا ساتھ ڈوں گا۔“ اس کے باوجود جب وہ خاموش رہے تو وہ  
 بک کر بولا۔ ”میں اس سلسلے کو بولی رہا ہوں، تم لوگ بھی جواب میں کچھ کہو۔“

”جگت! اِزادری بات سچ ہے۔ اُس سنس بانو نے جگت جگہ کر بڑے پیارے اغاز میں ہمیں  
 رائے کی دعوت دی ہے۔ یہاں تک کہ اُس نے وہ بارود اہلی آنے کے حقائق میں سے تاریخ بھی  
 طوم کی۔ شاید وہ ہمیں پہچان لیتی ہے۔ ہماری اس فطرتی کے لئے تم جس قدر چاہو ہمیں سزا دے  
 تے ہو۔“

”سزا۔۔۔“ جگت نے فٹلے ہوئے کہا۔ اُس کے انداز میں سخت اضطراب تھا۔ اُس کے ذہن  
 کوئی خیال چکر رہا تھا۔ ”مزا تو میں اپنے آپ کو ڈوں گا۔ شب اب بھی اپنی عورت سے نہیں  
 اگا۔ یہی سزا ہے۔“

جگت کے اس فیصلے پر سب سناٹے میں رہ گئے۔ جگن کو فکھڑا کیا۔ وہ جگت کی جانب دیکھنا ہوا  
 لا۔ ”کیا کیسے ہو جگت؟ کیا تمہارے خیال میں ہم اتنے کم ظرف ہیں کہ اپنے دوست کے ساتھ  
 ہ جلتے ہوں؟ سخت ہے ایسی دوستی۔“ جگن کا چہرہ دھم سے سرخ ہو رہا تھا۔

اپنا ارادہ ظاہر کرنے کے طور پر جگن نے اپنے شانوں پر سے کاہنوں کا کلیتہً اتار کر جگت  
 کے دلوں کے پاس پھینکا۔ ”سلام ہے ایسی دوستی کو۔“

جگن دروازے تک پہنچا، اسی سے جگت کی بلند آواز نے اُس کو متوجہ کیا۔ ”جگن۔۔۔ خیر واد جو



آدی باہر کی جانب گرے۔ ذولہا اپنی تلوار کے ساتھ زمین پر چٹ گرا۔ ہونان کی خوفناک قہقہہ کر دہ کھپکھپانے لگی۔

اسی عمر میں جگت اُن کے درمیان پہنچ چکا تھا۔ سب سے پہلے تڑپے ہوئے تپل کوڑے فائر کے ٹھنڈا کر دیا۔ پھر زوردار آواز سے گرجا۔ "تم لوگوں نے ذرا بھی حلالی دکھانے کی کی تو اس شخص کی لاش اس تپل کی لاش کے قریب بچا دی جائے گی۔ قابو کئے ہوئے لوگوں پریشان نہیں کرتا اور مقابلہ کرنے والے کو بچتا نہیں۔"

چنگا کا نام سن کر بھی باہرائی کھپکھپانے لگی۔ جگت نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ عورتوں کے ناک، کان، گردنوں اور آنکھیں یا آفتوں پر سے سونے کے زیورات اُڑ گئے۔ سخت سردی میں ذراؤں کے خوف سے کھپکھپاتے ہوئے ہاراتیوں میں سے ایک شخص نے جڑو کر جگت سے کہا۔

"تمہارا نام ہم نے بہت سنا ہے۔ آج تمہاری پارٹی عورتوں کو نہیں لوتی یہ بھی سنا ہے۔" تم نے لفظ سنا میرے دوست! "جگت نے تلخی میں مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں عورت کی عزت نہیں لوٹا۔ ایسا کیوں ہو تو اس کے زیورات پر ہاتھ بھی نہیں ڈالتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم مرد عورت کی آڑے کر کھینچ کر دھو کے مال بچانے کی کوشش کرتے ہو۔ تمہاری یہ چال میر چکا ہوں۔ اس کے باوجود ذہن کے جسم کو ہاتھ نہیں لگایا جائے گا۔ دہر طرے سے محفوظ رہے گی۔" "ذہن.....؟" ایک شخص نے کہا۔

"اس بات کے ساتھ ذہن نہیں نہیں ہے۔ ذولہا بغیر شادی کے ہارات داپس لے جا رہا ہے ذولہا کے باپ نے عاجز نہ کیے ہیں۔"

"کیا ہاں تصور باہم تو طرف سے لے ہیں۔ لڑکی کا باپ بے ایمان ثابت ہوا۔ اُس نے سے ملے کیا ہوا بغیر نہیں دیا اور ابھی میں یہاں بھی لے میں جاتے دیکھ۔"

جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ شعل کی روشنی میں اُس کے چہرے کے کثافات میں تبدیلی دیکھا زمیندار کو بچ جانے کی امید یہاں ہوئی۔ مگر چمک کے ذہن میں دوسرا طوفان گرد و پیش بدل رہا تھا۔

"ہارات منڈپ سے داپس لوٹی۔ باپ کی بے ایمانی کی سزا تم نے معصوم بچی کو دی۔ آج پچھاری کی زندگی کا تم لوگوں نے خیاں نہیں کیا؟" جگت نے دانت میں کرکھا۔ اُس کی آنکھیں داپس کی وجہ سے پھیل گئیں۔

ذولہا کے باپ نے بجاد کرتے ہوئے کہا۔ "ہم لڑکے کو بچانے ہی آگے تھے۔ مگر ملے کیا چیز ملنا چاہتے تھے۔ آپ جھیر دلا دیں تو ہم منڈپ کی جانب لوٹے کو تیار ہیں۔"

جگت نے دانت میں کرکھیں پھیلاتے ہوئے ایک گھونٹہ اُس کی تپلی پر جڑو تے ہوئے خود

لیے میں کہا۔ "الحق کے چپے آج تم سے سوسہ؟ زدی کر رہا ہے؟ کھوئی کا باپ بھگتا ہے؟

جگت غصے میں بھر گیا۔ اُس نے ذولہا کے راس پر ہتھیوں سے قہار کر اُس کا جسم ہلا دیا۔

"انوکے پٹے اچھے کو بھی اپنی ہونے والی معصوم بیوی پر دم نہیں آیا جو تو شادی کے بغیر بیچا

لٹانے کی طرح پلٹ گیا؟"

ذولہا کے پیچھے پلے کھپکھپاتے، پھر لڑنے لگے۔ "کیا کروں۔۔۔ میرے باپ نے ہم دیا، جہذا میں لایا۔ ورنہ مجھے خود بھی دہلائی پسند ہے۔"

جگت نے اُسے دھکا دے کر کراگ بنا دیا۔ وہ اپنے ذہن میں کوئی فیصلہ کر چکا تھا۔ پہلو سے اپنا قول نکال کر اس نے آواز دی۔ "ہونان!..... بچنا!"

دونوں حاضر ہو گئے۔

"بھری گھوڑی اور اپنے گھوڑے یہاں لے آؤ!" پھر کپال اور ہوشیار گھہ کو الگ بلا کر روکنا نہ کیجئے میں جگہ کہنے لگا۔

چنگا کیسے کرنا چاہتا ہے؟ ذولہا کا پاب نہ سمجھ سکا۔ دو گھبرا ہوا سانپ کی حرکات و سکنات دیکھ رہا۔ ہونان اور بچن گھگھوڑے لے کر آگئے۔ تھرا جگت نے زمیندار کو گھم دیا۔

"چل۔۔۔ گھوڑے پر سوار ہو جا!" پھر ہونان سے کہا۔ "تم اس کے گھوڑے پر بیٹھ جاؤ! میں دلیے کو اپنے ساتھ سوار کروں گا۔ ایک اور شخص ہمارے ساتھ چلے گا۔"

"نہیں میں آپ کہاں لے جا رہے ہیں؟" ذولہا کے باپ نے کھپکھپاتے ہوئے لیجے میں کہا۔ "منڈپ میں۔۔۔ تمہارا بیٹے کی شادی کرائیں گے۔" جگت نے زہریلی مسکراہٹ لیوں پر ہلا کر کہا۔

ذولہا کے باپ کچھ کہنا چاہتا تھا، اسی لمحے ہونان نے اُس کی پشت پر ایک گھونٹہ جڑو تے ہوئے لپکا۔ "پ رہو۔۔۔ ہم جو کہتے ہیں اس طرح کرو گے تم لوگ۔ تم خوش نصیب ہو جو جگہ تمہارا بیٹے کی شادی میں شرکت کر رہے۔"

جگت نے گھوڑی کی کالچ میں کرکھا لگا دی اور گھوڑی ہوا سے ہاتھیں کرنے لگی۔ اُس نے جانے سے پہلے ساتھیوں کو کہا۔ "کوئی غریب بچی جھیر کی وجہ سے نکواری رہ جائے، یہ اُن انسانی میں داشت نہیں کروں گا۔"

○

منڈپ میں سناٹا چھا رہا تھا۔۔۔ چائے پیلے جہاں شہنائیوں کی گونج سے پورے گاؤں کی ناعس موسیقی کی بنیادی آواز گونج رہی تھی، وہاں اب ایک ارمان بھری نکواری کی بچھنوں کی دایر آ رہی تھیں۔ اُس کا غریب کر دہ باپ اپنے سر پر ہاتھ رکھے رو رہا تھا۔ لڑکی کی سوتیلی ماں کی زبان اس وقت بچی کی طرح چل رہی تھی۔

"اس لڑکی کے نصیب ہی خراب ہیں۔ منڈپ میں آیا وہ ذولہا بغیر شادی کے لوٹ گیا، اب بھی رونے کی اداکاری کر رہی ہے؟ رونے کی بجائے اپنے آپ کو کسی نکوٹ میں گر کر رہا ہو جہاں لڑے۔"

لڑکی کے نانا اور مگرے لوگ لڑکی کی حمایت میں بولے۔ "تم بیچم بچی کو تپل دینے کی بجائے بٹے دے رہے ہو! ہارات داپس لوٹ لی، اس میں بچی کا کیا قصور؟ قصور ہمارے سنے بیٹے کا ہے سوتیلی بہن کی شادی کے زیورات لے کر فرار ہو گیا۔"

"غیر دارا جو تم نے میرے بیٹے کا نام لیا۔" لڑکی کی سوتیلی ماں بھڑک کر بولی۔ "وہ بیچارہ تو

اپنے باپ کے ساتھ جھگڑا کر کے گھر سے چلا گیا۔ زیورات چرانے کا اس پر الزام دھرتے ہوئے لوگوں کو شرمیلیں آتی؟

زبانی جھگڑا، درحاصل میں تبدیل ہو رہا تھا، اسی لئے چار کھڑے منظر نیم داخل ہو کر گئے۔ سب کی نظریں اس جانب متوجہ ہو گئیں۔ وہ آنکھیں پٹیلائے اس طرح عجیب منظر دیکھنے لگے جو کوئی خواب نہ ہو۔ جت کھڑے ہوئے جت لگا کر زین پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ پستول نظر آ رہا تھا۔ شانے پر براہ کھل لک رہی تھی۔ ڈولہ کے بازو سے تمام کھڑے سے اتارتے ہوئے بولا۔ "الحق کے بیچ اچھے اتر۔"

اس کی کھانسی آواز سے سب چونک کر اس کی جانب غور سے دیکھنے لگے۔ ہڈوں نے ڈولہ کے باپ کو بازو سے زعب سے پیچے نکال دیا۔

"لو کی کا باپ کہاں ہے؟" جت نے آواز دی۔ بوڑھا جت کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ "نورا اچھ کر ڈولہ اور شادی کا انتظام کرو۔"

یہ الفاظ سن کر کوئی لڑکی کے کالوں سے نکلائے۔ اس نے پہلی بار اپنا سر اٹھا کر آنسو بہا۔ آنکھوں سے آن کی جانب دیکھا۔ دو روکر اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ آنکھوں کا کار آنسوؤں کے ساتھ بہہ کر زخاؤں پر پھیل گیا تھا۔ اس کی ایسی مظہم حالت دیکھ کر جت کا دل ٹپ گیا۔ اس نے لڑکی کے قریب جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

"بھئی! مٹری ہو جاؤ۔ میں تیرے ڈولہ کو دیکھ کر آ جاؤں۔"

لڑکی کی آنکھوں سے سرمٹ کے چشمے پھوٹ نکلے۔ اس نے احسان معنادار انداز میں سر جھکا پوچھا۔ "آپ کون ہیں۔؟"

"میں کون ہوں، یہ جان کر تم کیا کرو گی؟ پھر مجھی میں تیار ہاؤں۔۔۔ جگا ڈاکو کا نام نہ لے ہو گا۔ میں وہی ہوں۔" جگے مسکرا کر کہنا۔

لڑکی نے جت کی جانب دیکھا اور احسان معنادار طور پر اس کا سر جت کے قدموں میں بجا گیا۔ وہ جگہ جگہ کر دینے لگی۔ جگے نے اسے دونوں شانے تمام کر اٹھایا اور وہ بہن کی طرح اس کے سینے میں سر چھپا کر روئے لگی۔ جگا بیڑے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

برگئی جگا کے کپڑے میں بھگوان کو تیرا ہاتھ۔ وہ سوچ رہے تھے، بھگوان بھی اسی طرح آہم بچارہوں سے پیادہ رہا۔

لڑکی کے باپ نے غصوں کا جیسے جگا کے زوہ میں خود بھگوان اس کی عزت بھانے آئے۔

بھئی! نہیں تو وہ سچ لوگوں کے طعنے سننے سے بیشتر زہر پی کر اپنا خاتمہ کر لینے کا تہیہ کر چکا تھا۔

دھرم کروایا۔ جت نے ڈولہ کو گھوڑے سے ہونے والی کے ساتھ مقدس گتھ کے قریب پی جانے کا اشارہ کیا اور ڈولہا مدعا نے ہونے کے لئے اس طرح چپ چاپ ڈھن کے برابر بیٹھ گیا۔

لڑکی کا باپ دوڑا اور ڈولہ کر جت کے سامنے ہاتھ جڑتا ہوا بولا۔ "تیرا ڈاکو نہیں دیتا ہو۔ اگر میرا موقع بر میری مدد کو دیتے تو میری زندگی ختم ہو جاتی۔ اب اتنا اور احسان کرو کہ کھانا کھا کر جاؤ۔" جت نے اسے اٹھاتی سے کھڑا کیا۔ "جب تک لڑکی ڈولی میں نہیں بیٹھ جاتی، ہم یہیں بیٹھ

ہوے ہیں!" جت نے مسکرا کر یوڑے سے کہا۔ "اب وہ جت کی بہن ہے۔ لہذا اسے رال میں لکھ دینا ہو۔ یہ دیکھنا میرا کام ہے۔ آپ فوراً ساری رسوم پوری کریں۔" پھر سب کی سب جگہ کر بولا۔ "خبردار! کوئی منظر کے باہر نہیں جائے گا ورنہ کوئی مار دی جائے گی۔"

سب چپ چاپ سر رہے تھے۔

دھرم کو مقدس کتاب پڑھنے لگے۔ لڑکی کے خاندان والوں کے چروں پر روشنی پھیل گئی۔

اے باپ کا چہرہ اتر گیا۔ جت نے اپنے چہرے سے سچی کو چھپا کر لڑکی کی غصے سے مکان کے پچھلے

بہن بچاؤ اور خود بخوان اور بچن کے ساتھ اُدھری منزل پر چلا گیا۔

ڈھن والوں نے ان کے لئے سفائی کے قہار اُدھری بچھ دیئے۔ شادی کی رسم پوری ہونے کے

ذہا اور ڈھن اپنے بڑوں کے چن چوئے تھے۔ اسی لئے ایک سب انکھوں چھ پوئیس والوں

ساتھ منظر میں داخل ہوئے۔ سب لوگ چونک کر اے دیکھئے۔ گئے۔ شاید ڈاکوؤں کا تعاقب

تے ہوئے پولیس والے یہاں تک پہنچے ہیں۔ ایسا سوچتے ہوئے لوگوں نے پولیس کے ساتھ

انکے ساتھ پہلی کو دیکھا جسے جھڑکی ہوئی تھی اور پولیس سب انکھوں کے ہاتھ میں ایک چھوٹا

دق نما ڈھرتا۔ سب انکھوں نے ڈھن کے باپ سے کہا۔

"تمہارا یہ صاحبزادہ کچا کچا ہے ہاتھ لیا۔ ہم لوگ ڈاکوؤں کی تلاش میں غائب کر

ہئے۔ یہ زیورات کا ڈبہ کر کھٹوک انداز میں بھاگ رہا تھا۔ ہم نے اسے پکڑ کر پوچھ گچھ کی

۔ چکا وہ یہاں سے زیورات چرا کر فرار ہوا ہے۔"

لو کی کے باپ نے دانت میں کراہتے بیٹے کو دوہرائے جڑ دیئے۔ "مخے! بھئی کی امانت پر ڈاکو لے۔"

ڈولہ اترے۔۔۔

ڈولہ کا باپ سرمٹ سے جھوٹے لگے۔ "شاہنا سب انکھوں صاحب! آپ نے ہم پر بہت برا

ان کیا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے زیورات کا ڈبہ لینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

سب انکھوں کر جگا۔" ابھی وہ بے منزل اعدالت میں مقدمہ چلے گا، پھر یہ آپ کو ملیں گے۔ اس

بیک بے سرکاری قریب میں چلے گئے۔

ڈولہ کا باپ شرمسار ہو گیا۔ پولیس کی موجودگی میں اس کی اصلیت واضح ہو گئی۔ وہ سب انکھوں

یک جانب لے جا کر اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔ سب انکھوں کی آنکھیں پھیل گئیں۔

اے چہرے کے تاثرات صاف بتا رہے تھے کہ اسے یہاں جگا کی موجودگی کے بارے میں بتایا

ہے۔

سب انکھوں نے پستول ہاتھ میں منبوی سے تمام لیا اور اُدھری منزل کی طرف بڑھا۔ اپنے ساتھی

اپولیس والوں سے اس نے کہا۔ "مکان کے گرد و خیز ڈاکو اور خبردار ڈاکو فرار نہ ہونے پائیں۔"

سب انکھوں کو اُدھری منزل کی جانب بڑھتے دیکھ کر لڑکی کا باپ درمیان میں آ گیا۔

"صاحب! سفائی کھا کر پھر کچھ کھینے گا۔"

سب انکھوں نے اسے ایک طرف دھکیل دیا۔ ڈولہ کا باپ سوچ رہا تھا۔ "بھئی! دو طرف فائدہ

اجتہز پورا لے گا اور پانچ ہزار کا انعام بھی۔" بھو نصیب والی ہے ابھی اس نے میرے چن

○○○

”ماں! ایک مہینہ ہو چکا ہے میری شادی کو۔ مگر پھر بھی آپ کوئی بھی کام نہیں کرنے دیتیں۔“

وآؤ سے راستے سے واپس منڈپ میں لے گیا اور اُس کی شادی کرادی۔ پوری دنیا کی فکر بھر کر طرف سے غافل ہے۔" سوہن سنگھ چندن کی طرف دیکھتے ہوئے ماں جی سے "اگ ہوئے ہوئے سوہن کو کچھ نہ کر گیا ہے؟" پشت کی جانب کھڑے ہوئے سر کے سوال لب میں چندن نے انکار میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ اندر چلی گئی۔ اس وقت سوہن سنگھ نے اپنی بے کیا۔

اگر سوہن کو بھی سیکے نہیں بھیجا جا سکتا۔ کیونکہ سینے بعد بوسے بھائی کی لڑکی کی شادی ہے۔ لڑکی کو نہ دیا گیا کہ چندن سے بھیجے گی بھر کے شادی کے گیت بکھلائے ہیں۔" لڑکے چندن واپس آگئی۔ "اں بھو! میں نہیں کہتا بھول گئی۔ آج شام تمہیں ہمارے ساتھ بہ کڑے اور زیورات وغیرہ نکال کر رکھنا۔ رات کا کھانا کھاؤ وہیں کھا لیں گے۔" اور ان کے ہزارہ سنگھ بھتیوں سے واپس آگیا۔ سرور مال کا چندن نے کسی کے دل سے دیا پھر کر ہزارہ سنگھ کی کا شاد اور رات کا کھانا کھر پکھا تھا، باقی وقت محبت پر ہی رہا۔ جب تک کے تمام دشمن ختم نہ ہو جائیں وہ نہیں لوٹ سکتا تھا۔ محبت کی شادی کے بعد بھائی کی غیر بھائی مگر جیتنا آئے انہیں نہیں لگ تھا۔ چھوٹے بھائی کی اس آٹھن سے محبت کی ماں انہی اہنٹ تھیں۔ وہ دھین بار کدھی بچی تھیں۔ "ہزارہ و ام کی شادی کر لو تا کہ چندن کو کھر میں لیں نہ ہو۔ پھر ہمیں محبت پر سونے نہ جانا پڑے گا۔" آج بھر ماں جی نے یہی بات کی۔

لہنے لگا۔

ابن! کھو گئے پر سوار ہو کر پیادہ کرنے سے زیادہ ڈاکو بٹنے کے ارمان ہیں۔ اور تم یہ سمجھتی جان ساری زندگی کھر میں اکیلے کاٹنے کی؟ ہاں اپنی جان جو کوں میں ڈال کر کھتی جا رہو فدا کیے گا؟ اس کی بجائے وہ اسے ایک بار یہاں سے اٹھالے جائے گا۔ یہ دیکھ لیتا۔"

دن کے بالوں میں کھسکی کرتے ہوئے ماں جی کو جھٹکا سا لگا۔ اُن کا ہاتھ ٹک گیا۔ چندن ت جھیر کر ماس کی جانب دو کھان، اُن کے چہرے پر گہر اور غم کی نظر آنے لگا۔ بھوان کے دل کا لہلہ لہذا دور کرا رہا دور کھسکی کر نکلیں۔" بھو جی! اہل بہت زیادہ اچھے تھے ہیں۔"

ر چندن نے اُن کے دل کی آٹھن ڈور کر کے لے کے جواب دیا۔ "ماں جی! آپ کے غامی غیر حاضری میں آپ کا دور میرے سر کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہر عام کوئی ہے۔ رت میں وہ دیکھتے ہیں۔" بھوان کے دل کا خیال کیسے کر سکتے ہیں؟ آپ اس سلسلے میں غلطی کھر

ہوں۔" سر کا خیال کر کے چندن رانٹ بلند آواز میں بولی تھی۔

ب سوہن سنگھ ہوئے۔ "جو جہاں رہے، بھوان! اُسے سنبھال رکھے۔"

ما کے بعد سفاشی سے اپنے اپنے کام پر لگ گئے۔

"تمیں دن" کے الفاظ پر چندن نے غام و دن یاد۔ لہذا ماں بھتی گئی۔ وہ آؤ بھر کر لیں۔ "چندن! میں جانتی ہوں۔ تمیں دن میں ایک بار میرا لڑکا تم سے ملا ہے۔" چندن کے ہاں سے ہوتے دک گئے۔ پھر ماس کا خیال اس بات سے بھانے کی طرف سے بولی۔

"ماں جی! بہت دنوں بعد کام آچھ کھے لہذا مجھے مسرت ہو رہی ہے۔ کام نہ کرنے کے عرصے بعد کالی چھا جاتی ہے۔ یہ بات غلط ہے ماں۔" ماس خاموش رہی۔ کچھ دیر بعد بولی۔

"مجھے خیال میں کام ہو ماں؟"

"تمیں میری جانی یاد آگئی۔" محبت کی ماں اس طرح بولیں جیسے جوانی کی تصویر ان کی آنکھ کے سامنے ہو۔ وہ سوچتے ہوئے انداز میں بولیں۔ "جب میں سے بھی عمر میں چھوٹی تھی تو بچے کی ماں میں بچی تھی۔" چندن یہ سن کر غمناک بنی۔ مگر ماں جی کوئے سے بڑے انداز میں بول رہی تھیں۔ "میری ماں مجھے کی بھانے کے کے بھلا تھی اور کبھی بچی اور عورت کی تربیت کا کام سے ہوتا ہے۔ جب زندگی کا بوجھ دن پر بڑھ جاتا ہے تو عورت اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے اپنے گھر کے کام کو بڑھ آٹھنی ہے اور اس وقت تک اپنے آپ کو مصروف رکھتی ہے جب تک کوئی کرسن اس کے کھر میں اچھا نہ کھلا دے۔ اپنی ماں کی یہ باتیں اس وقت میری کھی تھیں آتی تھیں مگر اب میں سمجھتی ہوں وہ کج نتیجہ تھیں۔ بچے کی جدائی میں ڈکے ہوئے دل کو قابو رکھنے کے لئے میں زیادہ سے زیادہ کام کرلی ہوں تاکہ اس کی یاد کو زیادہ سے زیادہ دور رکھ سکوں

مگر جیسے دیکھ کر میرے دل میں خشک ہوئی ہے جیسے میرا جگر میرے پاس ہو۔" اسی لئے کم کے اندر سے محبت کے ہاپی کا آواز سنائی دی۔

"تم جی! تم جیسے کھان میں کیا تقریر کر رہی ہو؟"

چندن کے اس کھر میں آنے کے بعد یوں ہی ادھر ادھر میں دلچپ لوگ جھوک ہوتی رہتی تھیں۔ کوئی طرح تکلیف نہ ہو اس کا ماس اور سر کو ہر وقت خیال رہتا۔ سوہن سنگھ نکھارتے ہوئے آئے۔ اسی لمحے کھان کی ماں نے منڈپ پر کیا۔

"میں تمہاری بھوکہ بھوکہ چڑھا میں کھی۔ ہم ماس بھوکوں کی بات کر رہی تھیں۔ میری ایسی نہیں کرساے کام سکھانا پڑے۔" کھے آپ؟"

"یہ تو میری گود میں پلی کر جان بولی ہے، مجھے تم سے زیادہ غم ہے۔ مگر تم ابھی کام کے میں میری بھوکہ کھن دے رہی تھیں۔ بھوکہ تحریف کر کے اس سے کام لیتا نہیں خوب آتا ہے۔ چندن دونوں کی فوک جھوک دیکھ کر مسرادی۔ جواب میں ماں جی نے کہا۔

"دیکھا چندن! میں نہ کبھی تمی گاؤں کے لوگ نہیں کام کرتے دیکھ کر مجھے ہلے دیں گے یہاں تو کھر سے شروعات ہو گئی۔" پھر نہ دھننے کے کے پانی کا برتن بھرتی ہوئی بولیں۔ "چو لاڈ لے کر سہنے ہو تو پیاری بھوکہ کیسے چندن رہنے کے لئے نہیں سمجھیں گے تاکہ اس کا دل ہو۔" بالآخر اس کے لئے اچھا نہ ہوئی سے معلوم کر لیں گے؟"

"محبت کی ماں! انکی کوئی بات نہیں۔ میں نے سوچا کہ کادوی آئے گا تو اُس سے معلوم کر لیں گے کہ اس کی کیا مرضی ہے؟" سنا ہے یا کہ بغیر واپس لوٹتی ہوئی مرآت کوئے گیا۔ وہاں

لے



ساتھ تین دشمنوں کو قینہ کے دوران ختم کر کے ڈاکو بن گیا۔ اس کے بعد بیابان پر اپنے گھر آ رہا  
 ماں اور باپ کو چھوڑ دکھانے اور چند دن کے ساتھ رات گزرنے کا یہ دوسرا موقع تھا۔  
 اس کی اچانک آمد پر گھر کے تمام لوگ متحجب ہو جائیں گے اس لئے اس نے اپنی آنکھ  
 بارے میں پہلے سے مطلع ملی تھا۔ اسے اطلاع ملی تھی کہ اسٹیکٹر سہانے ناپوس ہو کر گاؤں  
 پولیس کا گھیراؤ بنا لیا ہے۔

بہرونی دیوار پر چاند گرہ دوکان کے کھلے حصے میں داخل ہوا۔ عقی دروازہ کھول کر اس نے  
 گھوڑی تاک کر دوکان میں داخل کیا۔ ڈاکو اپنے گھر میں چھپ کر داخل ہونا چاہتا ہے اس خیال  
 اس کے لوں پر مسکرا ہوا۔ وہ دیکھی۔ اس نے نیچے کے کمرے کا دروازہ دھکیل کر دیکھا جو اندر سے  
 تھا۔ ناں کو چنگے نے سے پہلے چند دن چنگانہ اسے اچھا محسوس ہوا۔ وہ بیرونی دیوار چڑھ کر چھ  
 پر کود گیا۔ چھت پر پہنچے ہوئے کمرے کا دروازہ دھکیل کر اندر آئے لڑکھن کی۔ لیکن اس کی طرح ا  
 نے ہاتھ ڈال کر اندر کی دیکھ کھول دی۔ پھر دروازہ آدھنٹی سے کھول کر کمرے میں داخل ہو کر  
 چھت پر سے سر ہوا کا جھوٹا کمرے میں داخل ہو گیا۔ کوئی پریشان ہوا چند دن کا وہ پتھر لہانے کا  
 چھت پر کھڑی ہوئی لڑکھن کی مدد میں روکشی روکشی کمرے میں مل سنا تھا۔ چنگے نے لڑکھن کی رو  
 کھو اور بلدی۔ چند کا بستر خالی تھا۔ بستر بتا رہا تھا کہ چند اسی تک اس پر سوتی نہیں۔

”اچنی رات گئے چند اوپر سونے کے لئے کیوں نہیں آئی؟“ بگت سوچ میں ڈوبا ہوا  
 آڑا۔ یہاں میں تھا۔ کمرے کے اندر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے ہتھاکر کر دیکھا، ایک  
 چادر پائی پر کوئی سو رہا تھا۔ بگت جوتے اتار کر اندر داخل ہوا۔ اس نے سونے والے کے سر پر  
 خلاف کر گیا مگر وہاں ایک لڑکا سو رہا تھا۔ اس نے فور سے دیکھا۔ تو یہ بوجھ چچا کا ناک تھا۔  
 اکیلا گھر میں سلا کر سب کہاں گئے ہوں گے؟ بگت نے سوچا۔

وہ باورچی خانے میں چکر لگا کر واپس چلا۔ راج کی روکشی میں اس نے مکان کا جائزہ لیا۔  
 دو سال پہلے جیسا کہ چھوڑ دیا تھا یہی سی دکھائی دیا۔ اسے رات کی خاموشی میں سب کچھ سننا  
 نظر آیا۔ وہ زار و برہنہ تھا کہ اس نے ناک کو ہلا دیا۔

”ناک! او ناک! جاگ جاگ!“ پھر بھی وہ نہیں جاگا۔ چنگے نے اس کی پتلی بھری۔ ”اے اے اے  
 نیند سوتا ہے۔ نیچے کوئی اٹھا کر لے جائے گا۔“ بگت نے مسکرا کر کہا۔

”اچھیں ملتا ہوا ناک اٹھ گیا۔ وہ چچا کے گھر میں سو رہا تھا، یہ بھول ہی گیا تھا۔ مگر سامنے بگت  
 دیکھ کر خندے غائب ہوئی۔“ اس کے بگت بھائی؟“

”ہاں۔۔۔ مگر یہ آپ کہاں گئے ہیں؟“

بارہ تیرہ سالہ ناک، بگت بھائی کے چہرے میں ہم ہو گیا۔ جس سے سارا علاقہ سسپکا ہوا تھا، جز  
 نے پولیس کو چکر میں ڈال رکھا تھا وہ چکا ڈاکو اس کا چچا اور بھائی ہے۔ یہ کہتا ہوا ناک گاؤں میں  
 سیدان کر چلا تھا۔ وہ بگت کی باتیں سننا اور بڑا چھوٹا کر لوگوں سے کہتا اپنی عمر کے لڑکوں کے  
 سامنے اس نے بگت کی بھاری کے جس طرح کیت گائے تھے کران واقعات میں اور بگت میں کتا  
 فرق ہے؟ یہ کی وہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اسے کھویا ہوا دیکھ کر بگت نے اس کا لطف سمجھ کر کہا۔ ”اے

مجھے بیچان کر بھی اس طرح فور سے کیا دیکھ رہا ہے؟“  
 ”گاؤں چکا بھائی۔۔۔ آپ ڈاکو نہیں آتے۔ آپ کو دیکھ کر دشمن محسوس ہوتا۔“  
 ”اٹ اس کی پشت تھپتھا کر دوڑ سے جس دوپٹے گھر اس نے سوچا اسے بھی تھوڑا کر شر دکھانا  
 بہا ایک اس نے چہرے پر خفگی طاری کر لی۔ ”اچھیں چھپا کر چھوڑ بھیاک بنالیا، دانت میں  
 رولٹ میں سے پھول نکال کر دھاڑا۔“

گایے لڑکے بولے اگھر سے کب لوگ کہاں گئے؟“  
 ”کے بارے میں کچھ نہ پوچھو۔ ڈاکو اور ڈاکو رونا ہوا چھٹا چاہتا تھا کہ بگت نے اس کا  
 گرد لیا۔“ چنگے نے گھبراہٹ میں جواب دیا۔ ”اب بتانا میں ڈاکو کیا محسوس ہوا نہیں؟“  
 لپٹا لپٹا ہوا ناک ایک دم ہنسنے لگا اور بگت سے لپٹ گیا، پھر اس کے چڑے شانے پر ہاتھ  
 مایو لایا۔ ”بھائی جان! آپ آنے والے ہیں۔ یہ چند بھائی کو چاہئے؟“  
 ”نہیں۔۔۔ کسی کو نہیں چاہی۔“ بگت نے سوچا کہ چند کو کھربوئی تو وہ آج باہر نہ جاتی۔ پھر  
 نے پچھا۔ ”سب لوگ کہاں گئے ہیں؟“

”نہارے گھر۔۔۔ سمدری بہن کی شادی ہونے والی ہے۔ لہذا اب روزانہ ہمارے گھر جائیں  
 فرحبت بھائی! باپ کو کہہ دے تھے کہ شادی کے دن بہت ساری پولیس آئے گی۔“

”نہیں۔۔۔ پولیس کا دل کیا کام؟“ بگت نے متحجب لہجے میں پچھا۔  
 ”جو کہ آپ بہن کی شادی میں آئیں تو آپ کو گھر کا ریکارڈ ہائیکے۔ اس کے بعد اگر آپ کبھی  
 آئیں گے تو پولیس آپ کو بیچان نہیں کئے گی۔ ٹھیک ہے۔ تا بگت بھائی؟“  
 ”اک سر سے جھوٹے لگتا تھا۔ بگت کو اس کی بات پر کبھی آئی۔ مگر اس کا دل چند کی یاد  
 پر رہا تھا۔ وہ اس نے ملنے کے لئے چھت تھا۔

”ایک اسب تیرے گھر میں تو تم کہاں کیوں رہتے ہو کیا گھر سننا ملے کے ملنے؟“  
 ”کی نہیں۔۔۔ آپ کی وجہ سے۔۔۔ تاکہ آپ میں تو آئیں خدو یا جائے۔ اس کے لئے چند  
 دن مجھے چھپ کر ایک چیرہ دار تھا اور آپ کے آنے کی اطلاع پہنچانے کا ایک روپیہ ملے  
 ناک نے خوش ہو کر کہا۔

”تب تو تم تلخ میں رہے تھاک! بگت نے اس کی پشت پر ہاتھ بھیر کر اپنی جب سے مٹی بھر  
 پھانسلے اور ناک کو کہتے ہوئے کہا۔ ”لوایہ میری طرف سے انعام۔ جاناں مٹی سے بوجھ  
 کہاں۔۔۔ مگر کان کا ناک کی کوشش نہیں ہوا چاہئے۔“

ابوں سے اس کی مٹی بھر گئی۔ وہ خوشی میں رقص کر رہا تھا اور دوازے کی جانب دوڑا۔ ”ارے  
 ملے خاموشی سے کھڑے رہنا۔ دیکھنا تھوڑی بھائی کیا کر رہی ہے۔ پھر مجھے آگ تانا۔“  
 ”اک جلدی میں تھا، پھر بھی جانا ہوا۔“ بھائی دھوکہ عبادی ہوں کی بایگت کا گدی ہوں  
 پاپاس بہن کی گئی ہیں۔“

بگت کا مٹی چاکر ایک ناک کے ساتھ وہ بھی دوڑ کر چندن کے پاس پہنچ جائے۔ مگر وہ مجبور تھا۔  
 ہی کا دل ناک کے ساتھ اپنی چندن کی جانب دوڑ گیا تھا۔ بگت سوچ رہا تھا، میں اچانک گھر

اؤں کا یہ بھی اُس نے سوچ رکھا ہے اسی وجہ سے تاک کو یہاں سلا گیا۔ ہر اطلاع دینے کا ارادہ انعام ہے۔ یہ سب باتیں سوچ کر محنت کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ دلوں میں دوڑنا ہوا لیکن ہو گیا۔ رات کو زیادہ صبراً اسے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ اس کی محنت کو اپنی پٹا میں پہلے لینا چاہتا ہے۔ محنت کو سردی زیادہ محسوس ہو گئی۔ کوئی پر ہوا میں نہ لہراتے ہوئے دوپٹے کو محنت نے چاروں چھوڑا۔ "تاک اپنے کمر باندھ گیا ہوگا۔" اُس نے سوچا۔ اُس کے ذہن میں تاک کے الفاظ گونج رہے تھے۔

"بھائی! ڈھولک بھائی ہوں گی یا گیت گارہی ہوں گی۔" اور اسے دھچکا سا لگا۔ اُس نے اپنے ملن میں گیتوں سے نفرت کا اظہار کیا تھا۔ لہذا چند دن ایسا نہیں کرے گی اس پر اس نے یقین تھا۔ ہر کو اسے یہ یقین بنا رہا تھا۔ وقت بگڑنے سے سر مل تیل کی طرح گھٹ رہا تھا۔ گاؤں سے چوکیدار نے ایک بیٹے کے ہاتھ پرے پر چوٹ لگائی اور اس کا دل دھل کر رہ گیا۔

تاک دروازہ کھول کر پانچواں ہو چکا تھا۔ "چچا، چاچا کی اور بھائی تینوں آ رہے ہیں۔" اُس نے ہنسنے لگا۔

"دوسرے کسی کو کو مطمئن نہیں ہوا؟"

"نہیں۔ چاچا نے کہا ہے گیت پورا ہوتے ہی ہم آتے ہیں۔"

"تھہرا یہ بھائی کیا کر رہی ہے؟"

بارہ تیرہ سال کے تاک کو کیا پتہ کہ اُس کا جواب طوفان بگڑے گا۔ "اورے بھائی کو کافی دھک میں نہیں۔ ناچ رہی ہیں۔" یہ سن کر محنت اُٹھ کر نکلا ہو گیا۔ اُس کے ہاتھوں کی خضیاں سچھ گئی۔ آگ میں جلنے لگیں۔ تنہا تاک بول رہا تھا۔ "محنت بھائی کی بیوی ناچ رہی ہے یہ دیکھ کر پردوں کی چوڑوں نے کمر بڑھا جھانسا حائل کر دیا۔ ہر دوسرے کی جگہ نہیں ہے۔"

"بس۔۔۔۔۔ محنت نے ہاتھ اٹھا کر کہا، ہر تیزی سے اوپر ہی منزل کی جانب بڑھتے ہوئے تاک سے بولا۔ "میں اوپر جا رہا ہوں۔ اپنی بھانسی سے کہتا۔"

اوپر ہی منزل پر محنت ڈھکی ڈھکی طرح کمرے میں ٹپ رہا تھا۔ اُس کے سینے میں اٹل ہلاؤ رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر ہر سو کے باوجود بیٹے کے قہر سے دکھائی دے رہے تھے۔ مانتے پر ہلا تھا۔ سونے میں اُس کے ذہن کی آگ کا پتہ نہ رہا تھا۔

صدمہ دروازے پر دھک ہوئی۔۔۔۔۔ والے افراد کے بیروں کی آہٹ سنائی دی۔ اوپر منزل کی بیڑیوں پر قدموں کی آواز سنائی دی۔

کچھ دیر پہلے جس سے ملنے کے لئے محنت عجب پر ہوا تھا اس وقت اُس کے لئے اُس کے دل میں آتش افشاں تھا۔ وہ چند کی آہ کا انتظار کرنے لگا۔ بیڑیاں چڑھتی ہوئی چندن سے کہے ہوئے ان کے الفاظ محنت نے سنے چکر ہو رہی تھیں۔ "بھو! کچھ دیر بعد میرے بیٹے کو بھیج بیٹا۔"

"بھتر ہاں۔۔۔۔۔ چندن کی زبان میں بیڑیاں بھری مٹاس تھیں۔ محنت اس وقت چندن کی تھا۔ اچھا نیاں بھول گیا تھا۔ وہ دل کو پتھر کی طرح مضبوط بنا کر کمر بڑھا تھا۔ چندن کے کمرے میں دو انگڑے ہوئے ہی اُس نے جلدی سے دروازے سے بند کر دیئے۔ بند ہوتے ہوئے دروازے میں انتظار کرتی

اہیں کہ وہاں کب مل جائے۔ دروازے سے بند ہوتے ہی چندن بول اُٹھی۔

"اے اسی جلدی کیا ہے؟ پہلے ماں اور باپ سے تو مل آئیں۔ انہیں محسوس ہوگا چنا شادی کر لیا ہوگا ہوگا۔" محنت کو اس بات میں دلچسپی نہیں تھی۔ چندن نے دیکھا اُس کی پشت لرز رہی ہے۔ کچھ سوچ کر چندن اُس کے قریب پہنچ کر اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ "اور کمرے کے لئے لڑ لڑیں رہے ہو؟" اور صراخا۔۔۔۔۔

اسی نے محنت کی پسینے سے ترشیں کو چندن کا ہاتھ چھو گیا اور تیز آواز سنائی دی۔

"دور دور مجھ سے۔"

چندن اس طرح پیچھے پیچھے اچانک کھلی کا جھٹکا ہو۔ "آپ آئے اس وقت میں کمر میں تھی۔ اس نے ہاتھوں کو اس پر دھکے دیئے؟ آپ نہیں جانتے ہر رات آپ کے قدموں کی آہٹ سننے لگتی ہے۔ چناں رہتی تھی۔ مگر میری بد قسمتی کہ جب آپ آئے اس وقت میں نہیں تھی۔ بڑے چچا کے کمر سے بغیر جا رہی تھی۔"

مگر آخری الفاظ اُس کی زبان پر جم کر رہ گئے۔ محنت ڈھکی ڈھکی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اُس کی لمبائی سے شعلہ نکل رہے تھے۔ پیچھے ہوئے ہونے سے محنت کی جیت کھ رہی تھی۔ کسی ہوئی میں میں غصہ کی پیاس کی۔ شوہر کا یہ زہر دیکھ کر چندن کا دل ٹپ گیا۔ وہ نہ پکپکاتے تھے۔

"تم وہاں کی تھیں، اس کی پیچھے پر دھا نہیں۔ مگر ہاتھ کیوں نہیں۔۔۔۔۔؟ میں نے نسخ کیا تھا۔"

تاک کا ایک ایک لفظ کھوار کی طرح تیز تھا۔

چندن ہمت کر کے بولی۔ "میں نے بہت اٹھا کر کیا مگر ماں اور چاچا کی مدد کر لگیں۔ لہذا مجھے بالکل دھک سے کمرے سے بولی۔ "میں نے بہت اٹھا کر کیا مگر ماں اور چاچا کی مدد کر لگیں۔ لہذا مجھے بالکل دھک سے کمرے سے بولی۔"

"میں رات کی آٹھوں میں آسوا کر۔"

"مگر اس وقت آپ نے یہ بھی کیا تھا کہ ماں باپ کا حکم نہ مانا۔"

"تم میرے سامنے دھک دے کر بچاؤ کر رہی ہو۔ الفاظ کا کھیل کھیل رہی ہو۔ اچھے کمر کی رات کے ناچ سے مجھے کمرے میں نہ لڑتے تھے یہ میں بتاؤں تمہیں۔۔۔۔۔؟"

محنت نے تیر کی طرح جھٹ لگائی۔ اُس کے ذہن پر شیطان سوار تھا۔ اُس نے دلوں ہاتھوں میں چندن کی گردن دوائی۔ اُس کے ہاتھ کی گرفت لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتے ہوئے گئی۔ چندن کی آنکھوں میں جڑی جڑی حرکت کو یہ دیکھنے کی فرمت نہیں تھی۔ چندن کے حلق سے عاجزانہ الفاظ باہر نکلیں گے۔

"میں کمرے سے تیز کمرہ آواڑ کھٹ کر رہی تھی۔ مجھ پر اس کے منہ سے چیخ نکلی تھی۔ محنت نے ہاتھ دیکھا کہ طور پر جیت ہے اور چندن نے کمری۔ اوپر ہی منزل کی بیڑیوں پر آہٹ سنائی۔ محنت کا جسم پیسے سے تر ہو گیا۔ نیچے پڑی ہوئی چندن کو دے کہ ہرے کو غور سے دیکھا ہوا محنت لگا۔ اُس کے ذہن پر سوار شیطان غائب ہو گیا۔ کمرہ اسی لئے دروازے پر دھک ہوئی۔ ماں کی لڑ رہی آواز سنائی دی، مگر انہوں نے احتیاط کی کہ آواز باہر نہ سنائی دے سکے۔ "محنت اکیلا اور دروازہ کھول کر جلدی۔"

ہاتھ بھر حرکت کرنے لگے۔ چندن کو ہوش میں آتے دیکھ کر ہائی اس اور سبھی گھم کی آنکھیں  
روت سے چمکنے لگیں۔ اُس کے ہاتھوں پر ہاتھ کر کے ہوئے ہائی بی نے پکارا۔

"چندن بیٹی..... چندن....."

چندن نے بنگار کے ساتھ جم کر بولا۔ اُس کے چہرے پر دکھ کی گتھا چھائی ہوئی تھی۔ اُس نے  
چمکے پر ہاتھ پھیرا اور دُکھتے ہوئے جھکے چھوٹے ہی اُس نے سسکی لی اور ہاتھ دایبھی کھینچ لیا۔  
بہی کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے اُس نے کیوں کو سخت دیکر آواز مطلق سے ایک گئی۔

"چندن! انھیں کیا ہو رہی ہے؟ کیا ہوا؟ انھیں کون سی بیماری ہو گئی ہے؟"

آہستہ آہستہ چندن نے انھیں کھول دیں جیسے کسی بے ہوش کو اب سے جاگی ہو۔ اس طرح  
بازاری نظروں سے اور گرد دیکھنے لگی۔ ماس سر کو دیکھنے کے بعد اُس کی نظریں سرے سے کسی  
لوگھلاش کرنے لگیں۔ اُس کی آنکھوں کے گرد آنسو چھلکا رہے تھے۔ اور وہ ماس کی گود میں سر  
اُڑھنے لگی۔ مگر اُس سے ملنے سے دور رہنے کے آواز نہیں رہی تھی۔

"چندن! کیا ہوا؟ بگت کیوں دایبھی لوٹ گیا؟ تم نے چیخ کیوں ماری تھی؟" ماس نے اُس  
اکر کھلاتے ہوئے پھر چمال

سوتن گھم کا ذہن اب بھی فٹے سے بگڑ رہا تھا۔ "مجھے تو صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ چندن کا  
ہر کیا تھا جس سے اُس نے چندن پر ہاتھ اُٹھایا۔ تمہاری کون سی غلطی تھی جس پر وہ گردن دہانا  
ٹاٹھا؟" چندن کو قہقہہ ہوا، گردن دہانے کا انھیں کبھی پتہ چلا؟ سر اٹکار میں ہلانے لگی۔

"چندن! تم دیکھو۔ ہم یہیں مائیں کے۔ تمہاری گردن پر اس کے بچوں کے نشان ہیں۔"

ہائی بی نے چندن کو پائی پٹایا، پھر آہستہ سے اُٹھا کر بستر پر لایا۔ ہائی بی نے جو کچھ دیکھا اور  
ہائی بی اس سے بگت کے خلاف اُن کی نفرت جو کچھ۔ جس کی زد کی زد کا کوئی اعتبار نہیں تھا، ایسے  
وے کون صورت چارکر لی، شادی کی پہلی رات اس نے اپنے شوہر کی جدائی چنے

نے قبول کر لی۔ اُس کی قد کرنے کی بجائے بیٹے کے اس پر مزہ بازی۔ بچہ کے ساتھ ایک رات

بہادر رہائیں۔ اس میں کون سی دیکھ کر وہ اس کی جان لینے پر تیار تھا؟

اسی لمحے پیچھے نمودار سے پردے تک پہنچی اور سونگھ چکے ہوئے بھائی اور بھائی کے لئے لے لے  
گئے۔ ہائی بی نے چندن سے کہا۔ "چہرے سے سچا اور دیکھ کر لینے لے لے گئے ہیں۔ انہوں نے  
لوٹا ہے کیونکہ تمہاری بیوی سے وہ بھرا گئے تھے۔ مگر اب دل کو ٹھنک رہی ہوئی، خیر، اب

اُکی طبیعت کبھی ہے؟"

چندن نے آنکھوں کے اشارے سے کہا۔ "اب کچھ ٹھیک ہے۔"

"بھو! اب کیوں نہیں ہوتی؟ تمہارے سر میں یہاں نہیں ہیں، مجھ سے بھی چھڑا کی؟"

چندن نے بولنے کے بعد بھوکے کر مطلق پر ہاتھ پھیر کر اشارے سے بتایا کہ وہ بول نہیں

ہائی بی نے زور دیا۔ "بیٹا بیٹی! پھر ہاتھ داتی ہوئی نہیں۔"

"میرے قہیب کی خرابی جو میں نے اُس غلام کو تیرے گئے باغ صا۔ آج مجھے محسوس ہوتا ہے

پیدا ہونے ہی وہ کیوں نہ ہو گیا۔"

بگت نے بگت کر چندن کی ناک پر اٹھائی رکھی۔ سانس پھل رہی تھی۔ بگت یہ دیکھ کر دروازہ  
کھولنے کی بجائے کچھ کھڑکی کھول کر باہر دو گیا۔ بگت کی اس اور باپو نے کھڑکی کی تانیں سینا  
کوئی خطرناک بات ہونے کی اُن کے ذہن نے گواہی دی۔

"جلدی سے کھلاڑی لا! آج کے دروازے تو نے پڑیں گے۔ ڈاکو نے میری بیوی کو کیا کر دیا؟"  
سوتن گھم نے دروازہ کھولنے کے لئے کھلاڑی ہٹائی۔ اُن کے ذہن میں بگت کے لئے فہم  
کر دینا بدل رہا تھا۔

"دیکھو! ذرا آہستہ کھولے۔ کہیں پر دھنوں کو پھل چھینا تو پولیس کو اطلاع ہو جائے گی  
پولیس اُس کا تھقب کرے گی۔" بگت کی ہائی نے بھرا کر کہا۔

دروازے پر دو وار کر کے ہوئے سوتن گھم دات چلی کر بولے۔ "ابھی بیٹے کی گھر کر رہی ہو  
اندر بیوی کیا حالت ہو گی؟ جو سچو اگر وہ ذلیل میری بیوی کی جان سے کھیل گیا ہوگا تو میں بھی اس  
کھلاڑی سے اُس کے گھر سے گردوں گا۔"

کھلاڑی کے تھوڑے دروازے کے کچھ گئے۔ ہاتھ اندر جانے کے قابل سوراخ ہو گیا۔ بگت کے  
باپو نے اندر سے بند نہ کھینچ دی۔ دروازے کھلے اور دونوں جلدی سے کمرے میں داخل ہو

گئے۔ مگر سامنے ذہن پر چٹ پٹی ہوئی چندن کو کچھ کمراس اور دوسرے قدم کمرے۔ بھوکے بیٹے  
پہلی آنکھیں اور کھلا ہوا منہ دیکھ کر ماس سر پازو نہیں۔ انہیں ہنکارنے لگے۔ مگر انہوں نے اپنے  
دل کو مضبوطی سے تھام کر خود پر قابو پا لیا۔ انہوں نے چندن کے برابر بیٹھ کر اُس کے سینے پر ہاتھ

رکھا۔ سانس پھل رہی تھی۔ وہ اُسے ہلاتی ہوئی بولیں۔

"چندن..... میری بیوی بیٹی....." مگر جواب نہیں ملا۔ مذہبی جسم میں حرکت ہوئی۔

سوتن گھم نے اندر ڈھکے سے دیوانے ہو رہے تھے۔ اُن کی نظریں چندن کی گردن پر ٹھہر گئیں۔  
بچوں کے سر پر نشان صاف نظر آ رہے تھے۔ جو کچھ وہاں وہ ان کی سمجھ میں آ گیا۔ وہ فٹے میں ہائی  
کر ہاتھ سے ہوتے ہوئے۔ "خاتم نے اس کی گردن دبا دی اور ہماگ کیا۔ اور سامنے سے ہوتا تو میں

اس کے ہاتھ کا دیتا۔"

ہائی بی روئے لگیں۔ اُن کا ہاتھ ابھی بھوکے سر پر حرکت کر رہا تھا۔ "بیٹے کو کون سے کی بجائے  
جلدی سے بیوی کو ہوش لانے کی تدبیر کرو۔ اسے کچھ ہو گیا تو دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے؟"

اسی لمحے اُن کی نظریں دروازے کے قریب بھیجے ہوئے ناک پر پڑیں۔ کھلاڑی کی آواز پر وہ  
اُپر دوڑ آیا تھا کہ گردنوں میں سے کسی نے اُسے نہیں دیکھا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ ڈر گیا تھا۔ اس موقع

پر جھردی جانے والے کسی نے اپنے کی ضرورت تھی۔ ہائی نے کہا۔

"نیک! ابھی جا اور جلدی سے اپنے چار اور امان کو بولا۔ اور دیکھ! صرف اتنا کہنا ضروری کام

ہے۔ کسی کو کچھ نہ بتانا۔" نیک دوڑا ہوا چلا گیا۔

پہلی بار بگت نے اُسے سمجھا تو اس وقت سر تھی۔ مگر اب عجیب سا دکھ کا احساس تھا۔ ہائی  
بی نے چندن کے بند پر پائی کے پھینکے لگائے، آنکھوں پر ہاتھ دیا کر ٹھیک نہیں دیکھیں، دو گھونٹ پانی

اُس کے منہ میں پھینچا۔ ہاتھ ابھر کھل آیا، ہاتھ ذرا بہت ملنے سے پیچھے آئے۔ ساکت جسم میں حرکت پیدا



”ہو۔۔۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔“ یہ جیس کی زبان سے نکلا۔ ”مگر تم چاکے کے گھر میں اپنی محبت کو کھینچ کر رکھیں تو رخصت نہیں کیا۔ ہمارے یہاں عورتیں ایسے موقعوں پر راجی ہی ہیں۔ کیا ہے یہ بھی خیال نہیں کیا اس کی ماں بھی شادی کر چکی تھی کہ اس کے بعد کی باتا جی ہے؟“

”عمر اس کی آواز میں نہایت سختی سے بھج رہی تھی۔ ”مگر میں کیا۔ لہذا پھر ہونے۔“ چندن نے ہاتھ کی۔ ماں جی نے سر آواز بھری۔

”تم تو بہت سچ کر رہی تھیں مگر مجھ کو یہ معلوم ہو چکی تھی کہ میں بھڑک کر رہی تھی۔“

”ماں جی! یہ سچ ہے کہ میں نے دل چاہا تھا کہ وہ اس کے لئے دل چاہے۔ کیا فائدہ؟ ہاں! آپ بھی دل ہلا کر رہیں۔“

”نہیں ساس سر کا ہٹا کر رکھنے کے لئے عاجزی کر رہی تھی۔ مگر ماں کی کوئی ٹھیک نہیں لگے۔“

”نہیں ہوتے! پھر بھی کہیں جو شجرت کو معاف نہیں کر دیں۔ اب اس گھر میں قدم رکھنے سے بڑا ہے سب کچھ کا ہونا رکھنا ٹھیک نہ رہے گا۔“

”ماں جی کی آواز معیوب تھی۔

”سوئٹنگلے نہ تھی کہ کیا؟“ یہ بڑا تھمادی سانس چاہتی تھی۔ ”ہاں یہی عورتوں کی حفاظت اور گھر کی دیوار پر پتھر ڈالنا کی شرافت ہے؟“

چندن خاموش رہی۔ اُس کے دل سے بہت کچھ معاف کر دیا تھا۔

”اُس رات کافی وقت گزرنے کے بعد کسی نے صدارت والے دروازے پر دستک دی۔“

”کون ہے۔۔۔؟“

”پوچھنے کے باوجود جواب نہیں ملا۔ سوئٹنگلے کو جیسے ہو گئے۔ لائین کی ٹی کو بے ہوش کر دیا اور دروازے کھول دیے۔ چہرے پر غلاب پہنے ہوئے ایک شخص اندر داخل ہوا۔

”اگر اس نے چہرے سے نقاب الگ کر دی۔“

”ہنومان کو دیکھ کر محبت کے پاپ کو بڑا بڑا ہوا۔ ہنومان نے محسوس کیا کہ اس کی آمد پر کسی کو رست نہیں ہوئی۔ کچھ دیر تک اُن کے درمیان خاموشی رہی، پھر ہنومان کے ضبط کا بندن ٹوٹ گیا۔“

”آپ لوگ مجھ سے دریافت کریں میں کیوں آیا ہوں؟“

”میں خود ہی سوچ کر کہیں آئے ہوں؟“ سوئٹنگلے نے خشک لہجہ میں پوچھا۔

”مجھے کچھ کہنا نہیں، البتہ وہ معلوم کرتی ہے۔“ اُسر جیت بھی بھاری چہرہ لے کر مگھم رہا ہے،

”اگر آپ لوگ بھی کسی کا نتیجہ نظر آتے ہیں۔“

”اُمی لے چندن اوپر ہی منزل سے پیچے آئی۔ ہنومان نے اُسے دیکھ کر کہا۔“ آپ لوگ نہ ہیں۔۔۔ میں اب بھی سے معلوم کر لیتا ہوں۔“ ہنومان آگے بڑھا۔

”ہنومان غمزدہ۔ سوئٹنگلے نے درمیان میں گھڑے ہو کر کہا۔

”ہنومان چپ چاپ انہیں دیکھنے لگا، پھر بولا۔“ آپ ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں میں ذرا کچھ خیر سے میں ڈال کر یہاں آیا ہوں۔ اور وہ بھی جیت کو اطلاع کے بغیر۔“ پھر ذکر کر دیا۔

”مجھے کچھ گلاس پانی دینا۔“

پانی پینے کے بعد ہنومان نے مزید کہا۔ ”جیت یہاں سے واپسی کے بعد بالکل بدل گیا ہے۔“

”نہیں بات نہیں کرتا۔“ سارا دن اُس رہتا ہے جیسے اس کے دل میں آگ میں دی ہو۔ میں

شک ہو۔ مگر چندن کو اس کے متعلق کوئی غلط بات دینے بھی نہیں کہہ سکتا۔ دوسرا خیال اُسے چن آواز کے متعلق ہوا۔ کیا پھر سے لے چندن کی آواز بند ہو گئی ہے۔۔۔؟“

”بہنوئی جی! ابھی کسی حکیم یا ڈاکٹر کو دیکھا کہ وہ ڈاکٹر ہو گئے ہیں۔“

”بڑا رونا دھندا ہو گیا تو ہمارے خاندان کو ذرا صدمہ ہوا گا۔ دو چار دن انتظار کریں شاید کھل جائے۔“

”دونوں اس بات کو گزر گئے۔ چندن بہتر میں پڑی کر سہ حالات کو دل ہی دل میں یاد ہوئی۔ دیکھی ہو رہی تھی۔ اُس کے کان میں ساس کی آواز گونج رہی تھی۔ ”بہنو! عورت کا یہی حال ہے۔ جب دل میں آگ لگتی ہے اور دل جلنے لگتا ہے تو وہ صبر کرتی ہے اور آنے والے سکھ کے ساتھ سب سے بڑا رونا دھندا ہو جاتی۔“

”بہنو! کھانا دینے وقت جیت کو خوفناک چہرہ نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔ مگر اُسے خبر نہیں کہ کچھ بے غلط روئے کو بھلانے کے لئے لاکھ کوشش کی جائے۔ اس کی یادوں میں گہری ہوئی چلی جاتی ہے۔ دل میں ہوئی ہوئی چرت باز بدستاری ہے اور نفرت کرتی ہے۔“

”ماں جی صبر کے وقت وہی ہے کسی بنا رہی تھی کہ اس کا ایک انہوں نے چندن کی خوفناک چہرے میں دیکھا ہوا۔۔۔؟“

”بہنو! ہوئی وہ اوپر ہی منزل کی جانب دوڑیں۔ سوئٹنگلے بھی بہتر چھوڑ کر پڑے۔ وہ بہتر میں بیٹھی خوف سے غرغہ کر رہی تھی۔“

”کیا ہوا؟“

”کیا ہوا۔۔۔؟“

”ماں جی نے چندن کو اس کے قریب جا کر پوچھا۔ اور اُس کی پٹ پٹا جھٹکے پھر لگیں۔“

”ماں جی! غراب میں کوئی میرا حلقہ دار ہوتا تھا۔ لہذا میری ہی چٹکل گئی۔“

”پہلے تو ماں کو دوپٹا محسوس ہوا کہ کچھ غمزدہ ہو گئے۔“ چندن بوجھ لے گئی۔ ”وہ شوہر کی جانب کھینچ کر لیں۔“

”اُسے دیکھ رہے ہو، بہنوئی زبان کھل گئی۔“

چندن کو یاد آیا کہ اُس نے غراب میں دیکھا تھا کوئی بہت دور سے حلقہ دار ہوا ہے اور وہ خوب رہی ہے۔ ساس بند ہو رہی ہے، جان نکل رہی ہے۔ اس احساس سے اُس کی چیخ نکلی تھی۔ غراب کر دل کا بوجھ ہلانے کے بعد چندن سے ماں جی نے اسے آگے سے پوچھا۔

”چندن! اب بتا کیا بات ہوئی اس رات کو جس سے جیت نے یہ اقدام کیا؟“

”تھم پر کسی قسم الزام تو نہیں لگایا؟“

”نہیں ماں۔۔۔“ چندن نے کہا۔ اُس کی آواز اب بھی عجیب سی ہو رہی تھی۔ ”بات بہت چھوٹا تھی مگر قصور میرا تھا۔“

”تیرا قصور؟“

”ماں جی! مجھ سے یہ سب۔“

”شاید وہ آیا اور تم گھر پر نہیں تھیں اس لئے اُس کا دماغ غراب ہو گیا ہو گا۔“

”نہیں ماں جی! اچھا کے یہاں میں نے رخصت کیا۔ لہذا انہیں جھڑا۔“



دیرو مسکراتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

"اس لڑکی! میری بہو کو زور دے جنگ نہ کرنا۔" ہمیں؟" "ماں جی نے دیرو سے کہا، پھر مسکرا دیرو جتنی ہوئی اُپر چلی گئی۔

دیرو نے بے آواز قدموں سے چلتے ہوئے دروازے کے قریب جا کر اندر جھانکا۔ پچہ پچہ کہتی ہوئی دکھائی دی کہ مگر کسی کے قدموں کی آہٹ یا کس آسنے کی آہٹ اپنے پیروں کے دی۔ دیرو اس کے سامنے کھڑی ہوئی۔ وہ شہر کا فرش پر دو گھنٹے کی۔ ساتھ ہی وہ پندرہ پر دکھ کر رہی۔

"بہو دانی آرام کر رہی ہیں شاید۔" دیرو نے بے خفا کہی۔ "اُس دن صحت پر اُنکے بغیر روپیہ انعام دیا لہذا آج جی جا کر دیرو پیہ مہول کر گئی۔" دیرو نے جتنے ہونے چندن کر کے اُٹھا دیرو نے اپنے کئی دروازوں میں دبا کر مسکراتی ہوئی۔

"آج بھی غلط دن آگئی ہوں۔" ماں جی نے ابھی بتایا لہذا دیرو سے صورت دکھ کر دل خرا پڑے گا۔" پھر بھی چندن کو نہیں بولی لہذا دیرو نے اُسے پھینکا۔ "سنا ہے جوت کھنگو گئی بہو لائے ہیں۔ بیکاری بولی نہیں سکتی۔"

چندن کا دل پیچ گیا۔ وہ دیرو کو بات کا کیسے پتہ چلا؟ مگر جب دیرو دوبارہ بولی تو اُسے دل ہو گیا۔ "بہو بیکاری رات بھی زبان کھولنے میں آگئی دیرو تو نہیں لگادی؟"

چندن زور سے فہم دی۔ اب اُس نے جواب دینا مناسب سمجھا۔ "دیرو دین اچھے مہول ہے کہ آپ صرف میرا متدو کیجئے گی ہیں۔ لہذا زبان بند کر کے بیٹھی جی۔ کر تم میں اُلکیاں کر بولے پھر مجھ کو کہی ہو۔ پڑی شہر ہو۔"

"اچھا تو تم شہر میں؟" دیرو نے مدہ بولا کہنا۔ "معلوم ہوتا ہے میرے حلق تکم صاحبہ کچھ جاتی ہیں۔"

"ماں جی نے تمہارے حلق تکم بتایا ہے۔ تمہاری تعریف کرتی ہیں۔"

"ماں جی بہت بھولی ہیں لہذا تعریف کریں گی۔ مگر تو مجھے حلق تکم کیا کہتے ہیں وہ شاید؟"

نے نہیں سنا۔

"دیرو کی سن بچی ہوں۔" چندن نے معنی فہم کیے۔ "میرے سیکے آؤ گؤ میرے ک میں سب کچھ کہہ گئے۔"

"چندن اتنا کہہ کر اپنی بات کا رول دیرو کے چہرے پر چٹائی کر گئی۔ دیرو کے چہرے پر رقصانہ جیس جھک رہا تھا۔ چندن نے کہا۔

"یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی تم مجھ سے فہم کر بات کر رہی ہو۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ انہیں نے بھی تمہارے حلق تکم بتایا تھا۔" چندن نے کہنا۔

دیرو انہوں نے کے لفظ پر چونک گئی۔ اُس کا جیس بڑھ گیا۔ "کیا کیا تھا جوت؟"

"نیک کر۔۔۔" چندن کچھ سے پھر گئی۔ پہلی ملاقات میں وہ دیرو سے صاف بات کر رہی ہے۔ اچھا بھی ہے یا نہیں اس اُلکھ کے درمیان وہ خاموشی تھی۔ مگر دیرو نے اُسے مجبور کیا لہذا اُس نے کہا۔ "وہ کہہ رہے تھے کہ ان کے لڑکے بننے میں غامضی تھی کہ علاوہ تم کسی ایک سبب ہو۔"

چندن نے دیرو کے چہرے پر حسرت کی گہری لکیر محسوس کی۔ پھر بھی رو پڑی۔ "خسے کا اظہار فی ہوئی رو پڑی۔" انہوں نے یہ کہا؟ پھر ڈاکو بننے کے بعد سال بھر سے وہ کچھ سے کیوں نہیں؟ نہ انہیں مجھے دیکھنے کی فرصت ہے۔" دیرو کی آواز کپکپاتی ہوئی۔ اُس کا دل بھرا آیا مگر فوراً ہی احساس ہو گیا کہ وہ اسی شخص کی بیوی کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کر رہی ہے۔ چندن شاید نہیں کرنے لگے کی لہذا وہ جلدی سے بولی۔ "نہیں بھی اُلکی کوئی بات نہیں چندن۔ میں تو مذاق کر رہی ہوں۔ تم خیال نہ کرنا۔" پھر اُس کی توجہ غنائے کی غرض سے بولی۔ "میں جب آئی اس وقت تم جتنی پر کیا لکھ رہی تھی؟"

چندن نے چونک کر جتنی زیادہ چھپانے کی کوشش کی۔ لہذا دیرو نے کہا۔ "بہو میں تم سے کوئی نہیں چھپا رہی لیکن تم مجھے غیر کھڑی رہی ہو۔ سر اسل آکر بھی تم نے پڑھا جی جی رہی ہے شاید۔" لے سکتی تھی۔

"نہیں تو۔۔۔" چندا اب کہاں ہو؟" چندن نے کہا۔ "دیرو کھڑی وقت کاٹنے کے لئے جتنی پر رہی تھی۔" چندن نے کہا۔ مگر دیرو اس کی چوری چوک بکلی تھی۔

"چندن اتم سیدی طرح نہیں بتاؤ گی تو میں تم سے جتنی جین لوں گی۔ پھر مجھے تم کو چھوٹنے کے لئے سب کچھ کرنا پڑے گا۔"

دیرو کی معنی فہم پر چندن نے جتنی اٹھا کر دیرو کے سامنے کر دی۔ دیرو نے جتنی اٹھ کر با۔ جتنی حرکت کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ وہ فوراً سے تصویر دیکھنے لگی۔ چندن جا کی وجہ سے اُس کی پٹیں دیکھ کر۔

"ہوں۔" دیرو نے منہ جا کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "بھانوں، دیو پتا کی صورتی بنا رہی تھی۔ مگر یاد آتا تصویر میں ڈاکو دکھائی دے رہا ہے۔"

"ڈاکو؟" چندن بلند آواز میں بولی۔

"تم نے شاید نہیں کیا چندن اُدھے تو پوری تصویر ٹھیک ہے۔ مگر اس کی آنکھیں بالکل ڈاکو نہیں ہیں۔" دیرو بخیرہ لکھنے میں کہہ رہی تھی۔ تصویر کی یہ کڑی اُس کے ٹھیک لگی تھی۔ شاید اب

نا نے بھی تصویر کو گور سے دیکھا۔ ہر ہر بات کی تصویر بناتے ہوئے دل میں کبھی، کبھی یہ ٹھیک ہے۔ پھر دوسری تصویر بناتی ہے پھر پہلی تصویر کی جتنی۔ ہر ہر غلطی ٹھیک کرتے ہوئے نہ چاہتے

نے بھی تصویر کی آنکھوں میں جتنی دہ جاتی۔ جوت نے جس وقت اُس کی گردن دہائی تھی اس وقت کی آنکھوں میں جتنی فہم اُس کے ذہن میں رہی تھی۔ دیرو نے کمال ہوشیاری سے اُس

مٹی چکلی۔ دیرو نے برابر پڑا ہوا بیان اُتھھہ لیا۔

"میں نے ہمیشہ اس کی آنکھوں میں فہم دیکھی ہے چندن اس نے بھی میری طرف اُلکی سخت اس سے نہیں دیکھا۔ اگر نہیں اُٹھ اُٹھ نہ ہو تو میں تصویر کی غامضی تو درکروں؟"

چندن نے اشارے سے اجازت دے دی۔

تصویری دیر میں دیرو نے تصویر کی آنکھوں کو ٹھیک کر دیا۔ یہ دیکھ کر چندن متعجب ہو گئی۔ اُس کے

واطمینان ہو گیا۔ وہ لکھی ہی اُلکھیں چاہتی تھی۔ اُس نے دیرو کی جانب احسان مندا نظر دیا

اقتدار میں شوہر کی حاضری یا غیر حاضری سے دیرو کو کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا تھا مگر وہ  
روزی جی کے پیپر نگہ کش کے شوہر کو گھر سے پانی میں دیکھ رہا تھا۔ کھیت کر دی رکھنے کے  
مکان کی باری تھی۔ چاچی کے سن کی بات بھی انھیں بوجھانے والی ہو رہی تھی۔ دو بیٹے کی  
سرت بھری نظروں سے نگہ کر رہی تھی۔ دو دھیرے کے ساتھ دل کو کوئی مکمل شروع کر چکی تھی۔  
ایک بار بھر موہن سنگھ سے کہا۔

اب جس رات سے جو بار ہے، میں یہ بتا ہی کارا سے۔  
"موہن سنگھ کو چھوٹوں کو دے کر کہنے لگا۔ "میں رات باہر گزارتا ہوں لہذا تم جلتی ہو؟ مگر  
میں کام ہیں۔ کچھ عورت کے جگت کے لیے فرقی نہیں پڑتا۔  
"اُس شخص کی مردانگی پر دس بیٹی اس کی نفرت موہن سنگھ کے لئے اور بڑھ گئی۔ اُس کا جی  
اوا اس کے کہے کے جو شوہر بوری کو ازدواجی سرت نہیں دے سکتا، اسے اپنی مردانگی دکھانے  
نے کی کیا ضرورت ہے؟

اس نے ایک بار دبیر سنگھ کے متعلق موہن سنگھ سے شکایت کی۔ "آپ نہیں ہوتے تو اُس وقت  
ہے اور مجھ سے کنویں کا تین کرتا ہے۔ مجھے پسند نہیں ہے۔"  
وقت اُس کے شوہر نے جو جواب دیا اسے سن کر دیو کا اُس پر قہقہے کوئی چاب۔ اُس نے  
کہا۔ "دو میرا بار ہے۔ مگر کیا دوست ہے۔ اگر مگر تیرے پاس دل بھلانے آ جاتا ہے تو  
کلیات مجھ سے نہ کیا کر۔ مگر؟ میں جانتا ہوں دو تجھے پسند نہیں۔ میں کسی تجھے پسند نہیں  
اکا کر کہ وہ تجھ مارنے لگا۔ غیرت بھی کوئی چیز اُس کے پاس کی ہی نہیں۔ دیو کے لئے  
دربار کی۔

پے پر جوش راتی ہوئی والی کی طرح اُس کے ذہن میں خیالات کا دھارا بہہ رہا تھا۔ اُس  
پا کیا اس طرح اس کی زندگی کی گاڑی چلے گی؟ اس چشم سے اُسے کوئی گنجائش نہیں دلائے  
نہ دو ایک بار بیٹیاں بیچ چکی تھیں مگر وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اور جگت۔۔۔ کوئی کیا،  
رہی۔ اب اُس کی اُمید کرنے سے فائدہ بھی کیا؟

اُس نے سنے کیا کہ وہ کل چندن سے ملے گی اور چندن سے جگت کے جوابات کی ہے اُس  
ملی معلوم کرے گی۔ مگر چندن ہمارے رشتے کے متعلق کیا سوچ رہی ہوگی؟ یہ بھی معلوم کرنا  
اقا۔ چاچی کی جانب سے ملی ہوئی آزادی کا اُس نے بڑے اطمینان سے فائدہ اٹھایا۔ دو  
ہرے چندن سے ملی رہی اور کان کی وقت اُس کے ساتھ صرف کیا۔

مگر دن رات چاچی کی جالازی بھی نہیں آگئی۔ اُس رات موہن سنگھ کی بھی نہیں تھا۔ وہ  
سے۔ دن رات چندن کو دانا سے پردکھ ہوئی۔ دروازہ کھولے ہی سامنے رہبر سنگھ کھڑا تھا۔  
بوسے شرباب کی بو ادھاری تھی۔ دیو دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ رہبر سنگھ اندر داخل ہو گیا۔ چاچی  
منزل پر گئی تھی۔

میں کہنے کے لئے آیا ہوں کہ موہن سنگھ رات باہر گزاریں گے۔" لکڑا لٹے قدموں سے  
مست میں چلا اور رہبر ہو گیا۔ "دیو اتم محسوس کر رہی ہوگی کہ میں اسے غلط راستے پر لے جا

سے دیکھا۔ چندن بھی سوچ رہی تھی کہ وہ دیو کا کس طرح شکر ادا کرے؟ وقت وہ دیکھی  
اپنے کمر کی جانب اُس کی چاچی کو دروازہ کھولے ہوئے دیکھ لیا۔ چندن کی جانب مسکرا  
نظروں سے دیکھ کر وہ چلنے لگی۔

"موتی ملے پر بھرموں کی چندن! اس وقت تو ذرا دن واہن لوٹ چکی ہے۔"

دیو نے وارے ڈبے کمر میں قدم رکھا۔ چاچی کے درشن کر کے داہن لوٹنے سے پہلے  
لوٹ جائے گی یہ سوچ کر کمر سے چلنے لگی۔ مگر چاچی پہلے آ چکی تھی۔

اب وہ شوہر کی، چاچاں کا دل دے گی اور سوتے چاچی کے شوہر کو چھ کر رہی  
گی۔ دیو اسی سوچ میں کہ جب چاچی اور بیٹی ملنے کا کام کرے گی۔ اگر چاچی کو  
غیر حاضری کا شک نہ ہوا ہو تو اُس صورت میں بیٹے کی امید بھی بکھر چاچی کی نظروں سے بچا  
تھا۔ وہ بار بیٹی خانے کے دروازے میں آ کر ڈکڑ گئی۔ وہ صبح کچھ روادشت کرنے کے  
تھی۔ کچھ دیر تک چاچی کچھ نہ بولی، پھر اُس نے پوچھا۔

"کیاں کی تھی دیو؟" آواز میں نرمی تھی۔ اُس نے حیرت سے چاچی کی جانب دیکھا۔  
مسکرا رہی تھی۔ جواب میں وہ بھی مسکرائی۔ "دیو اسی وقت باہر جانا ہوتا تو مجھے بتا دیا کرتا۔"

چاچی کا ایسا بولنا ہوا کہ اسے لئے حیرت انگیز بات تھی۔ شاید کہ دروازے میں کسی سخت کے  
کے اثر میں ہو، جو بھر پور کے ہوگا۔ چاچی کے دوسرے بھلے سے اُسے حیرت میں غرق کیا  
"جان لڑکی کو بھی کسی باہر جانے کا دل ہوتا ہے۔ وہ اپنی عمر کی لڑکیوں سے بات کرنا جانتی ہے۔  
مگر دیو! اتنا ہر ایک دکھ ہے۔ تم میری کوئی بات نہیں مانتیں۔ کچھ میرا جی دل رکھنا چاہیے  
پھر مجھے تمہارا سنے آئے جانے پر بالکل اعتراض نہیں ہوگا۔"

دیو نے محسوس کیا کہ چاچی کو کوئی سواد تو نہیں کر رہی؟ اپنی بات منوانے کے لئے ایسا کر  
ہے۔ پھر بھی دیو نے چاچی کا احسان قبول کرنا بہتر سمجھا۔ دیو کی حاضری رضامندی تصور  
چاچی بولی۔ "کی افعال میں روانہ دھڑکتے جاؤں گی۔ تم کو کم بھرا کر۔ مگر اپنے شوہر کی نظروں  
چینا تمہاری ذمہ داری ہے۔"

چاچی پہلی کی اور دیو سوچ میں ڈوب گئی۔۔۔ اُس کی زندگی وہاں بن گئی تھی۔ شوہر کا بیانا  
استاد اُسے کتنے ملا۔ اس کے سنسار کا کچھ خواب ہیں چاچا جس طرح بھٹے ہوئے دیکھنا  
پاسا ساراب کو دیکھ کر پانی بھتے ہو یا اس بھجانے کے لئے دوڑتا ہے مگر قریب سے سراپ کی جگہ  
نظر کرتی ہے۔ اسی طرح مایوس دیو نے دیکھا وہ سنسار میں کئی تلاش میں پھنسی رہی ہے مگر کام  
کی قسمت میں نہیں تھا۔ جب جگت کی یاد اُس کے ذہن کے قریب ہوئی اُس کے دل کو اُنہار  
خشک محسوس ہوئی۔ لیکن اب جگت اتنا زور چاچا تھا جس طرف وہ شوہر کے خیالات ہی جا سکتے  
وہ خود نہیں۔ شکوک شوہر اور چوکیار چاچی نے اُس کی زندگی چشم بنا کر رکھ دی تھی۔ اب اُس کی  
کرتیں بھی عجیب رُخ اختیار کر رہی تھیں۔ پہلے موہن سنگھ دوستوں کو گھر میں بلا کر کھانا تھا تو  
سے بڑھ کر اب اُسے طاقوں کے کھٹے پر جا کر ناچ گانے کا شوق ہوا تھا۔ چوہر کی لڑکے  
رہبر سنگھ نے جان بوجھ کر اُسے راستے پر ڈال دیا تھا۔ بھنے میں ایک دور میں موہن سنگھ



نہیں کرتا تھا جسے بد قسمت کی مدد ملے جانے۔ کیا وہ دکرے گا؟ اس نے سوچا۔  
 چاہی وہ دن کے لئے کسی بھی اور ایسے سے صبر و رواں دوازی کی کمزوری کو بند کر سکتی تھی۔ دیرونی  
 جیسے اس کا بھی چاہا۔ بھلائی کی گردن دہانے۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا، چندن کو  
 ہت پر کھڑی تھی۔ دیرونی اسے انتظار کرنے کا اشارہ کیا۔ دیو کی اس حرکت پر چندن کو

یہودی کے چہرے پر گھبراہٹ کے ساتھ جوش ملیں تھا۔ وہ جیسی بیچکانا جاتی تھی۔ اس نے اسے  
تکڑو ڈھائی۔ ایک چھوٹا سا جگر تلاش کر کے کانڈ پر رکھ دیا، پھر اس میں کانڈ لپیٹا اور چدن کو  
اب بیکار کیا۔ چدن کو یہ سب بار بار معلوم ہوا۔ اس نے دیو کی جانب دیکھا۔ دیو نے بچ  
کا ڈاکٹار کیا۔ چدن نے بچ پھیل کر چھٹا درجہ کیا۔ مگر اس کے مخالف سمت سے ایک  
نیا اور چدن وہ دسترخرو کے کمرے میں، نہایت چھوٹے دیو بالوں کے بچہ کر گایاں دیتا ہوا  
شکر نے جا رہا تھا۔ دیو کے چہرے پر شرمیلہ دیکھ نظر آنے لگا۔

چند لڑکر رہ گئی۔ اس سے پیشتر کہ چند کچھ سوچے مومن سنگھ نے محبت کا کھلا ہوا دروازہ کھلے بند کر دیا۔ چند نے ہاتھ میں تھا ہوا پر چڑھایا۔ اس میں گھسیٹا تھا۔

”بکت عکس۔ مجبور ہو کر حسین خطہ رک رہی ہوں۔ زندگی کی بازاری ہمارے ہیں۔ اب ہمت ادا کرنا ہے۔ اب ہم ہو چکا ہے۔ اگر تم آج سے تین دن کے اندر مجھے اس جہنم سے نہیں نکالو گے تو میں اپنی ہاتھ کر لوں گی۔ اگر تم کسی وجہ سے نہ ملنا نہ ہو تو میرا آخری سلام۔ چنانچہ یہی عورت کا دل نہ دے میری آخری گزارش ہے۔ جو کسی کی نہ ہو کسی اور کا سلام۔“

یہ سچ ہے کہ کیا کرنا ہے؟ اس کے متعلق سوچنی ہوئی چنن مخالف سمت والے مکان کی دیکھنے لگی۔ ویدو کے خط نے چنن کو کہہ چا تھا جینا میں سوچیں مکھ ویدو کے بال ہاتھ کر جانو راجہ محبت کے لیے کیا تھادہ رنر اور ویدو کے چرے بر نظر آنے والے وڈو کو لکھو تکلف احاس اس کے اسے صورت کے متکویت کا اندازہ ہو گیا۔ ویدو کی طرف سے جت کو کھکے ہوئے خط کے آگے سے بنے چا کاٹوں کی طرح ٹکک رہے تھے۔ جینا میں سن تھچے آراوی میں کلا لاک کے راستے طور اس کے کس کس کرلوں گی۔

چند بجائے میں چٹائی کی غیر کی اور خاص طور پر خاندانی دشمن کی بیانیہ گفتگو اور کرنے کا پیغام تک پہنچانے کی ذمہ داری اسی تھی۔ ورنہ اسے ہیڈ پرزیدوسٹ اعتماد کیا اور تین دن تک ایک خلع پہنچنے کی صورت میں اس کا خود کشی کر لینا پیش تھا، جس کے ساتھ ایک عورت کا ہی عورت پر اعتماد کا جنازہ نکل جائے گا۔ ایک عورت کی بد اعتمادی دوسری عورت کی موت میں کی۔

”میں نہیں..... میں اس کی منتظر نہیں ہوں گی۔“ چنانچہ لرز کر ہونٹیں۔ مگر پھر اسے احساس ہوا کہ دنیا والوں کو یہ بات معلوم ہو سکتی تو دنیا کیا کہے گی؟ کیا جانے گی؟ یہی کہ جگت کچھ سمجھ سے زیادہ سے بہادر کر ہے۔ یہی کہ چھوڑ کر غیر کو غور کر کے لے گا۔ اگر اس نے خط بھڑا دیا تو اس میں دہرہ ہمیشہ کے لئے ان کے درمیان سے ہٹ جائے گی۔ مگر ایسا خیال چندن کے ذہن

ہرپاؤں، مگر وہ ہاں اور میں یہاں دکھائی دے رہا ہوں۔“

”تم اپنے گھر جانے کی بجائے دوسرے گھر آئے ہو۔“ یہ روتے سخت ہلچے میں کہا۔

جواب میں اس کا ہلکا سا قہقہہ سنائی دیا۔ ”تم نے مجھ سے یہ بات کی اس سے مجھے یہ ہوئی۔“ اس کا کہنا کہ روتے دھڑکوں سے آگے بڑھا مگر وہ روتے اس کے خوفناک پھر پھر دیا۔

”یہ جانا غصہ نہیں پندے کے گھر رہنا۔“

اور اس سے پہلے کہ زینب کو کوئی اور حرکت کرے اور بے کمرے میں جا کر اٹھو سے دروازہ کیا۔ زینب نے دروازے سے دروازہ کھٹکیا۔ ایسے اسے چاہی۔ نیچے آئی۔ وہ دیر پہنچی ہوئی دروازے کا ننگا کر کھڑی ہوئی تھی۔ اسی نے سنا چاہی اور زینب کو سر کھٹکیاں کر رہے تھے۔ چاہی بھو سارا میں شریک بھی سوچ کر دیر دیکھنے لگی۔ وہ دھڑکیاں دے کر دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں سوئی رہی۔ دوسرے دن چپ چپ بھر کے کام میں لگ گئی۔ اُسے اب اس کمرہ والوں سے نفرت نہ ہو گئی تھی۔ چاہی نے پرتل کا کام کیا۔

”بھو! راستے نے زینب کو جاسٹا مارا تھا؟“

ویرودھوناک نظروں سے جا بجا کر دیکھنے لگی۔ ”صرف چائٹائی مازا ہے۔ اگر خنجر ہوتا تو نہ می اُس کہتے کئے پیٹ میں مار دیتی۔“

”دیو.....!“ چاچی گرجی۔ مگر اس گرج کا کوئی اثر نہ ہوا۔ مجرورہ نرم لہجے میں دیو سے پو  
آدی لٹے میں کہو اس کرتا ہے۔ مگر اُسے جانا نہیں مارنا تھا۔“

”میں نے بھی اُس کا لٹاؤ کرنے کے لئے جاننا مارا تھا۔“

دوب گیا ہے۔ گھر اور کھیت بھی اس کے پاس گروی ہیں۔ وہ چاہے تو سیل بھی لگا سکتا ہے۔ پھر کاری بن جائیں گے۔“

”اس کے لئے میں کیا کر سکتی ہوں؟ اپنے بھتیجے کو غلط راستے سے روکیے؟“ ویدو نے جواب دیا۔  
 ”ویدو! تم جابو تو بہت کچھ کر سکتی ہو۔ عورت کا اسے شوہر کے لئے قربانی دینا اب نہیں۔“

”چاہی! مگر وہ دھم سے سرخ ہوئی۔ مگر وہ دھم سے سرخ ہوئی۔“

”مجھے دھمکیاں دے رہی ہے؟“ حاجی اسنے اصلی رُوب میں آگئی اور بولی۔ ”تمہارے

یہ سودا منظور کر لیا ہے۔ میں کہتی ہوں خاموشی سے یہ سودا قبول کر لے روند میں تجھے بری نظر مگر دزدوں کی۔“ پھر جاتے ہوئے آخری حرف آفاما۔ ”تم جو دھری کے لڑکے رہو سے گھر آنا“

یہ اعلان کرنا میرے لئے مشکل نہیں۔ اور تیرا شوہر اس کا گواہ بنے گا۔ کبھی؟“

اُس کی برواشت سے باہر تھا۔ یہ سب جمع ہو کر اسے برباد کرنے پر تلے ہوئے دکھائی دے گا۔ ایک راہ یہ تھی اُس کے پاس اور وہ "خودکشی" مگر خودکشی کر کے اللہ و دنیا کے جہاز کو

کو چھو کر گزرا گیا۔ گاؤں میں چلی ہوئی لڑکی کو سیدھی سادھی بات پر اعتد تھا کہ سچا پیارا تو وہ ہے۔ میں اپنا چھوٹ جانے کے متعلق ذرا سا شک نہ ہو۔ کسی کم کی بد امتی کا خیال نہ ہو۔ وہنا اسے کچھ بھی کہے مگر انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ جلد سے جلد اسے خط کو جن کی امانت ہے اس پہنچا دینا چاہئے۔ پھر اپنی سب تقریر پر چھوڑ دیا بھتر ہو گا۔ اس نے مضبوط فیصلے کے بعد ویر کا پھونپھونایا کی ڈب میں رکھ لیا۔ وہ جس سرئی سے روزانہ اپنی پیشانی میں سہاگ کا نشان ثبت کرتی اس سرئی کی ڈب میں وہ اپنے امتحان کا نشان رکھ بھی گئی۔

چند دن ویر کا بیٹام جگت کی پہنچانے کی آکھن کا شکار ہو گئی۔ وہاں سے جگت کا کوئی بیٹا آئے اس کا انتظار وہ نہیں کر سکتی تھی۔ اور یہاں اس کی کوکبت کے بچے کے متعلق کچھ معلوم نہیں تو ساس کی بات سب طرح کہے؟ شاید وہ اس کے اقتدار کی مخالفت کریں۔ اس کی کو ویر سے ہم تھی اس کے باوجود ہو گا کھٹ لٹ جانے کے خطرے کے پیش نظر شاید وہ اس کی بات نہ مانے۔ سرور ناموں کو اس بات کا پتہ لگے تو سمیت ہو جائے گی۔

”بھئی آج تم آکھن میں کرنا نظر آ رہی ہو۔“ ماں بی نے اچانک پوچھا۔ چندن خاما سے سر جھکا کر ہنسی دئی۔ ماں بی نے دوسرا سوال کیا۔ ”کیا جگت کا خیال آ رہا ہے؟“

چندن کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ اس نے سوجا بے مروت کیفیت ہے۔ ”ماں بی!۔۔۔“ چندن نے کہا مگر زبان لگی۔ ”مجھے آپس ایک بیٹام بھیجنا۔۔۔ ایک خام بیٹام۔۔۔“ آخری الفاظ پر چندن کا دباؤ ماں بی سے چھپ نہ سکا۔ انہوں نے کہا۔

”وہ خاندان میں جگت کا بیٹا ہر آئے گا تب بھیج دینا۔“

”مگر ماں بی! بیٹام آج چاہتے ہیں۔“ چندن نے جلدی سے کہا۔

”آج؟“ ماں بی نے تعجب سے کہا۔ ”ایسا کیا بیٹام ہے؟“ پھر الفاظ کو سمجھتی ہوئی بولیں۔ ”اوسے میں بھی کسی جاہل ہوں کہ میان بوری کی باتوں میں دل دینے لگی۔ ابھی ہار ہے۔ دو پہر ہزارہ کہنا کھانے آئے گا تب کوئی صورت نکالیں گے۔“

دو پہر کے وقت ہزارہ، چندن کو کام کرنے کی غرض سے بڑے بچا کو گھوڑا لے کر کمرے روانہ ہوا۔ جب ساس نے بہو سے پوچھا۔ ”بہو! جگت سے کہیں جو کچھ کہا ہے، وہ سن ہزارہ سے کہہ دوں؟“

چندن نے کپڑے میں بگڑی ہوئی ڈب سے ساس کے ہاتھ میں حماد دی۔ ”انہوں نے ہاتھوں میں تھو جائے تو میرا کام ہو جائے گا۔“ ماں بی اور ہزارہ ایک دوسرے کو تعجب نظروں سے دیکھنے لگے۔ چندن کے چہرے پر فکری کی لہریں آئیں۔ ”اس نے بلند آواز میں کہا۔“ ”ماں بی کو میری وجہ سے تکلیف اٹھانا پڑی ہے۔ اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔“ پھر ذک کہہ۔ ”جب تک ماں بی سلامت و ادب میں نہ کھانا پانی کو کھا نہیں گاؤں گی۔“

چندن کے الفاظ تھیں کو تعجب سے دکھائی دیئے۔ ماں بی نے محسوس کیا کہ ضرور کوئی سنجیدہ بات ہے جو ظاہر نہیں کی جا سکتی اس لئے چندن چھا رہی ہے۔ اور جو بات چندن کہنا نہیں چاہتی اسے پوچھ کر پریشان کرنے سے قانکہ ہو گیا۔ وہ ہزارہ کی جانب کھم کر بولیں۔

”بھائی! کام ختم کر کے جلدی لوں گا تاکہ بہو کے دل کو مطمئن ہو جائے۔“

”بھئی! اگر نہ کرو۔۔۔ میں بھائی کو کو حوصلہ کالوں گا۔“ ہزارہ کھٹے سے جواب دیا اور گھوڑے کو لگا کر روانہ ہو گیا۔

آوی پوچھتے پوچھتے لٹاکا بیچ جاتا ہے، بات سمجھ ہونے کے باوجود کوئی تلاش کرنے پر بھی انہوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ بھائی بھوکا سپرد کیا ہوا کام ختم کرنے کے لئے ہزارہ ہر سمیت بھیننے کو بھڑکا۔ جگت تک پہنچنے کے لئے اسے کسی بڑا اعتد و خبر کی ضرورت تھی۔ اس سے کہاں ملا جائے؟ خبر بیک پر یقین نہ کرے کہ وہ جگت کا ماس ہے، اس پر اعتد و نہیں کر سکتا۔ پولیس کا خبر جان کر ان کے کوئی اسے جگت کا پتہ نہ بتائے۔

ہزارہ کے وہاں میں ایک ترکیب آگئی۔ جگت جس گاؤں میں شادی کرنے آیا تھا وہاں اسے راوینے والا ایک شخص یاد آیا۔ وہ اسے جگت کے ماسوں کی حیثیت سے پہچاننا تھا۔ اس سے جگت کو کھٹ معلوم ہو سکتا تھا۔ ساری رات بنگ کر اسے چار ڈبوں کا سہارا لینا پڑا جب جگت کو اطلاع کہ ماسوں اس کے لئے کوئی بیٹام لایا ہے۔ ہزارہ کو بہت سے گھروں کے چکر کاٹنے پڑے، جب کہ اسے خیال ہوا کہ بھائی نے پولیس سے بچنے کے لئے کیا اقدام کیا ہے۔ پھر بھی بیٹام لینے کے لئے جگت نہیں آیا۔ ساقیوں نے اسے آنے نہیں دیا۔ یہ کام ختم ہوا۔ اسے لگاؤ کی کہ ہزارہ نے پوچھا۔ ”جگت کیوں نہیں آیا ہونا؟“

”ماں! آکا کا بھڑ نہیں تھا۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ پولیس ساری پارٹی کو گھیرنے کے لئے جال پھیلا ہے۔“

”ہزارہ ایک دن میں ہم لگا دے لے والے ہیں۔ جگت ان چاروں میں لگا ہوا ہے۔“

”ماں! بتایا۔ ہزارہ یہ سن کر ناراض ہوا۔ اس نے جوں نازی سے بولا۔ ”ماں! تم ناراض نہ ہو۔“

”ماں! میں خفا رہنا پڑا ہے۔ یقین رکھیں، مجھے سے کہا ہوا ایک ایک لفظ جگت تک پہنچ جائے گا۔“

”بات نہیں ہونا مان؟“ ہزارہ نے تفصیل سے کہا۔ ”چندن کو نے خاص بیٹام ایک ڈب میں لے کر کے بھیجا ہے۔“ اتنا کہہ کر اس نے جب سے ڈب نکال کر اسے دکھائی۔ اور ہر نے داکس سے نکال دہ کھانا نہ چھوئے کی قسم کھائے تھی ہے۔ اس نے سوچا اگر آیا ہوں تو جواب بھی لے کر ان۔۔۔

”اسی کیا بات ہے؟“ ہونا نے تعجب لہجے میں پوچھا۔

”ہوا تو کچھ نہیں۔ البتہ چندن کی آکھن اور گھبراہٹ کچھ ہونے کا پتہ دے رہی ہے۔ ہمیں مانتے نہیں بتایا۔“ پھر ہزارہ نے اسے یہاں تک پہنچنے کی تفصیل سنا دی۔ ہونا نے ہزارہ کو ن کی خبر سنائی۔

”جس دن بھائی نے مجھ سے بات کی تھی، میں نے جگت سے کہا۔ اس دن سے اس کا داغ ہے۔“ آپ ان سے جا کر کہنا کہ جگت آپ پر ناراض نہیں ہے۔ اور اگر اس بیٹام کا جواب وہی ہے تو سن خود کمر آ جاؤں گا۔ بھائی سے کہنا نظر نہ کریں۔“

ہزارہ کو جگت کے اڈے تک جانے کی خواہش ہوئی مگر کھر جا کر چندن کو انہیں سے بروا کرنے

کا خیال اپنی جگہ تھا۔ چنداواہن ہو گیا۔

اب کربال نے سوال کیا۔ "یہ دیر کو کن ہے بخت؟"

ہنومان جواب دیتا جاتا تھا مگر اس کے لب لہر کر رہے۔ بخت نے کہا۔ "ڈاکو بننے وقت ہم نے جن میں آدھوں کو لیا تھا، ہمارے اُن دشمنوں میں سے ایک کی بیوی۔"

یہ سن کر تینوں حیرت میں ڈوب گئے۔

"دشمن کی بیوی ہم سے بدنام کر رہی ہے؟" ہوشیار سنگھ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں..... کیونکہ ہم نے اسے دشمنی نہیں۔ بخت نے ہشمار روپیہ کی داستان سادی۔ دیرو نے اس کے لئے کیا کچھ برداشت نہیں کیا؟ میں سوچتی ہوں زبردستی بیچ کر کس طرح مدد کی۔ دیوار اس پر جس طرح ظلم کرتے۔ بخت سے لئے کے جرم میں شوہر کشتا مارا۔ اس نے جوش میں یہ تک کہا کہ میں نے گئے گئے میں جو سوچ رہا ہوں وہ دیر سے ہی اسے یاد کر دیتا تھا۔"

"ڈاکو بننے سے پہلے وہ دیر کو جس نے مدد کی ضرورت پڑنے پر مدد سے کہہ دیا تھا۔"

کربال اور ہوشیار ایک ساتھ بولے۔ "پھر اس میں پوچھنا کس سے ہے ہمیں؟"

مگر بچپن اس دوران خاموش بیٹھا تھا۔ بخت نے اس کی جانب دیکھا۔ بچپن کی خاموشی سب کے لئے تکلیف دہ تھی۔ کیونکہ بخت نے ہی اس کی تجدید کو انکار کر دیا تھا مگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ شاید بچپن اس کا ساتھ نہیں دے گا۔

"بچپن! بخت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "تیرے دل میں جو کچھ ہو، بتا دے۔ اچلا اگر اس دن چہرہ ہو تو میں اسے افوا کر لیتا۔ مگر دوست اس مجبور تھا۔ عورت پر زبردستی کرنا کتنا ہے۔"

پھر بھی بچپن خاموش رہا۔ بخت سے یہ برداشت نہیں ہوا۔ "بچپن! آخری خاموشی تیرے حیر کی طرح بھری ہے۔ کچھ بول! "

"بخت! اتم ظالم اندازہ لگا رہے ہو۔ بچپن نے مردانہ جھجکاؤ کہا۔ "ابھی میں اچلا کی بات یاد نہیں کر رہا تھا۔"

"پھر.....؟"

"میں یہ سوچ رہا تھا کہ اس پر بچے کے پیچھے پولیس کا ہاتھ تو نہیں ہے؟ دشمن بدلے لینے کے لئے پولیس کے آکر کارہی گئے ہوں اور دیر کو اس کے لئے تیار کر لیا ہو۔"

"بچپن! بخت کرج کر بولا۔ "تم جو کچھ کہو رہے ہو وہ اندازہ نہیں اہرام ہے۔ دیر میری نظر جان کی بازی لگ سکتی ہے۔ تم نہیں جانتے ہماری کسی دوستی ہے۔ تم اسے نہیں پہچانتے۔"

"تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ دیر سے زبردستی تمہارے نام خط لکھوایا گیا ہو۔"

بچپن کی دلیلوں نے دوسروں کو خیالات میں کم کر دیا۔ مگر بخت اپنی بات پر جہاد رہا۔ وہ زور سے کہتا۔ "میں نہیں..... اب کیا نہیں ہو سکتا۔ یہ اگرایا ہوتا تو چندوں کو کی معرفت ہے یہ بچہ یہاں تک نہ آتا۔"

"بخت کا سانس پھول گیا جیسے وہ دیر کو تکلیف کا احساس کر رہا ہو۔ اسی طرح بھاری آواز ملی بولا۔ "بچپن! انہیں سمجھانے کے سلسلے میں نہیں ایسا نہ ہو کہ ہم جائیں اور سب کچھ ختم ہو جائے۔ وہاں ہمیں دیر کی لاش دیکھنے کو ملے۔ یہ کہہ کر بخت نے منہ پھیر لیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو

پڑے تھے۔ چاروں ساتھیوں نے بخت کی کردی دیکھی۔

چندوں کی معرفت بخت کو ملتا ہوا۔ چہرہ کر بخت کو دہلی جھکا لگا۔ اسے لمبے عرصے تک اس نے دیر کی خبر نہیں لی اس کے متعلق اس کا دل پچھتا رہا تھا۔

"تیرے لئے جس نے اسے شوہر کے بے پناہ ظلم سے اس بھاری کوتاہی اس حال کو پہنچایا تھا کہ آج وہ خود کشی کرنے پر تیار ہو گئی۔ بخت بڑبڑایا۔

دیر زیادہ اُن بچپن میں نہیں کرے قدم اٹھا رہی ہے، اس کا بخت کو یقین تھا۔ اسے تعجب تو اس بات کا تھا کہ چندوں نے مشورہ کر کے یہ پیغام فوراً اس تک پہنچایا تھا۔ اپنے سہاگ کو خطرے میں ڈال کر دوسری عورت کو بچانے کی کوشش کرنے والی چندوں کا فیصلہ دبانے کی حد تک اس نے اقدام کیا تھا یہ سوچ کر اسے اپنے آپ سے نفرت محسوس ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی دیر کو شوہر کی چوڑی گلا کا انتقام کی آگ بجھانے کے خیال سے اس کے جسم میں لاوا اٹھنے لگا۔

مگر دیر کی تمن دان کی مہلت کب پوری ہو گئی؟ وہ سوچنے لگا۔ کیا اسے پہنچنے میں دیر ہو جائے گی؟ ساری رات بخت نے بے چینی میں گزار دی۔ اس کی دوسری اُن بچپن ساتھیوں کو اس بات کی ذرا تک سمجھانے کی تھی۔ ایک ہنومان کے علاوہ دیر کے متعلق کوئی واقف نہیں تھا۔ اب

اچانک ان کے ذہن میں یہ بات کس طرح آئے گی؟

صبح کے وقت اس نے چاروں ساتھیوں کو نیند سے جگا اپنے کوئی اچانک خطرہ سر پر منڈلا رہا ہو۔ اسی طرح چاروں ساتھی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ وہ آنکھیں لڑ کر بخت کو دیکھنے گئے۔ ہنومان نے کہا۔

"بخت! انہاری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ اس وقت تم کیا چاہتے ہو؟"

مگر بخت مذاق کے نود میں نہیں تھا۔ سب کے سامنے اس نے دیر کا خط دکھ دیا۔ ہنومان صرف اتنا جانتا تھا کہ چندوں نے ہزاروں کے ہاتھ خام پیغام بھیجا ہے۔ مگر بھائی کو مدد کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے ابتر کر کے ہوئے کہا۔

"کس نے مدد مانگی ہے؟"

"دیر نے۔ بخت نے مختصر کہا۔

"دیر نے؟" ہنومان کو تعجب ہوا۔ مگر کربال، بچپن اور ہوشیار یہ قوتوں کی طرح بخت کی صورت دیکھنے لگے۔

"ہاں دیر نے۔ اس نے پرے میں لکھا ہے کہ تم دن میں اس کر میں نے اسے افواہ کیا تو وہ خود کشی کر لے گی۔"

"مگر..... ہنومان اُن بچپن میں ڈوب گیا۔ یہ پیغام چندوں بھائی کی اپنے ہاتھ سے بھیجا ہے۔"

"یہ سچ ہے۔ مگر خط کا پیغام بڑھ کر یہ چلے ہے کہ دیر نے اس کا دل جیت لیا ہے۔ بخت نے کہا۔ "شاید اس پیغام کے متعلق گھر میں بھی کسی کو نہیں معلوم۔ ورنہ ہاں میں اس پیغام کو یہاں نہ لاتے۔"

بچن کو بہت دکھ ہوا۔ اُس نے جگت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”مجھے منظور ہے۔ مگر ایک شرط ہے۔“

”کہہ ڈال۔“ جگت اُس کی جانب دیکھے بغیر بولا۔

”آخر تک تمہارا ساتھ ڈوں گا۔ اور دعا ہونے کی صورت میں دو چار کونے کروں گا۔“

”بیارے۔۔۔“ جگت نے بچن کے زخماں پر دم لائے۔ پھر بلند آواز میں بولا۔ ”بیٹری کرو۔“

○○○

دو دن اور دو راتیں گزرنے کے باوجود جگت کی گھوڑی کی ٹانگیں ستاتی نہیں دیں۔ لہذا اوپر دے وال میں چل ہوا آمید کا چراغ بجھنے لگا۔ شاید چند دن سے میرا بیٹام ہی نہیں پہنچایا ہوگا۔ غیر محنت کو اٹھانے کے کام میں شوہر کا ساتھ کون بیوی دیتی ہے؟ اب اُس کے پاس صرف ایک راستہ تھا کہ اپنے آپ کو لگاؤ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کے سپرد کرے۔

دو روزوں سے ایک کمرے میں بند کر دی گئی تھی۔ اُسے بھی یہ قید پسند آئی۔ وہ جانتی تھی کہ تین دن تک کوئی اُسے نہ چھیڑے اور زندگی کے آخری لمحات میں کسی کے ساتھ جھگڑا فساد نہ ہو۔ وہ طبعاً ناز سے مرنا جانتی تھی۔ اُس کے بعد اس کے سر ہر جسم کے ساتھ اُس کی چاچی، شوہر اور رہبر شوہر کیا کریں گے؟ اُس کی اُسے مطلق پرواہ نہیں تھی۔ مگر محل مرنے کے لئے کرتے سے باہر نکل کر اور جی خانے تک پہنچنا ضروری تھا۔ تیسرے دن دو پہر کو دروازہ کھولا گیا اور چاچی کمرے میں آگئی۔ اُس نے بے چارے پر سے لہجہ میں کہا۔

”بھو! اس طرح ضد کر کے کیوں خوار ہو رہی ہے؟ دو دن سے میں کھانا دے جاتی ہوں مگر تم نے چھوٹی تک نہیں ہو۔ میں جو کہہ رہی ہوں اسے مان لو۔ بھگوان نے تمہیں جو روپ دیا ہے، ہلکا ہوا جو بن ہے۔ مگر تمہارے شوہر میں باپ بننے کی قوت نہیں ہے۔ اس صورت میں تم کیوں کھانا خاری ہو؟ رہبر شوہر کے پاس تمہارا رویت اور بہت سے مکان ہیں۔ وہ تمہارے نام ہو جائیں گے۔ مگر شرط یہی ہے کہ تم اپنے شوہر میں رہبر شوہر کو پہننا کر اُسے دو گھڑی خوش کرو۔“

دو روکا ذہن چل اٹھا۔ اُس نے سوچا خود محل مرنے سے پہلے چاچی کو جلا دے تاکہ دھرتی کا جھٹکا ہو۔ مگر ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس کی بجائے اُس نے چاچی کو دھوکے دینے کا پروگرام بنایا۔

”مگر چاچی! مجھے بند کر کے تمہاری منواتا جانتی ہو تو یہ ناممکن ہے۔“

”ایسی بات نہ کہہنا! چاچی کی آواز میں دینا بھر کی شفاں ملتی ہوئی تھی۔“ اگر میری بات مانو میں تمہیں راستہ دکھا سکتی ہوں۔ مگر یہ کچھ رات گھر میں نہیں ہوگا۔ تم کہو تو میں رہبر شوہر کو اس کی برکڑوں۔ وہ دستاویز کے کاغذات لے کر رات کو آجائے گا۔“ پھر بھڑکی مسکراہٹ کے ساتھ لی۔ ”مرد لکھی میسز اسکے حق ہیں۔ ان بھوکے دردوں کو جگت کے جال میں پھنسا کر ہم عورتوں کو خوش ہونا چاہئے۔“

روزانہ صبح جاتے اور لمبی مالا جیسے دالی اور عرصہ کی بیوہ لکھی باتیں کرتی ہے۔ آوی کا دل اندر سے کٹتا کٹتا ہوتا ہے؟ مگر چونکہ دیر کی زندگی چند گھنٹوں کے لئے ہی لہذا اُس نے اپنے ذہن سے اپنی کی برائی نکال دی۔ ورنہ جوا کہا۔

”لکھی بات ہے چاچی۔ میں عورت کا اصلی روپ بتاؤں گی۔ آج آپ مجھے اپنے ہاتھ کا پکا

ہوا اچھا کھانا کھا لیں۔ اور صندوق میں سے میرا شادی کا جوڑا اور پرکال دیں۔ آج تو زندگی جوا کھیلنے کے ارمان میرے دل میں جھل رہے ہیں۔" ویرو نے زندگی سے بھرپور مسکراہٹ لیں پھیلا کر کہا۔

"شاہش ویرو! شاہش۔۔۔" چانچی نے ہز سرت اعزاز میں ویرو کی پشت چھینائی۔ چندن کی بے چینی بدلتی جا رہی تھی۔ ذہن میں ہونے والی جگہ وہ کسی سے کچھ نہیں سکتی تھی ویرو کی خوشی کا خیال ہلے اس کے ذہن پر کچھ کے لگا رہا تھا۔ "چندن! آپ ہمارا پورا آپ کے چکر لگا رہی ہو۔ کیا بات ہے، تم کیوں پریشان ہو؟" اس نے۔ ویرو کو چانچ پر چھا۔

"ماں ہی اول کی شادی کے لئے گردوارے جانے کوئی چاہتا ہے۔" چندن نے دل کی بات زبان پر نہ آنے کے ڈر سے جلدی سے کہا۔

"ہنس دیکھ رہی ہوں۔ میں دن سے تم مجھ سے کوئی بات چھا رہی ہو۔" "ماں ہی گردوارے سے واپسی پر آپ کو سب بتا دوں گی۔" چندن نے ذمہ کے ساتھ کچھ شام کو پانچ بجے ماس اور کچھ گردوارے جانے کے لئے گھر سے باہر نکلیں۔ بکت سنگھ کے بھی باپ گئے تھے لہذا مصدر دروازے کی چوٹی کھڑی کا تالا بند کیا، پردوں میں انہوں نے کہا: "آدھے گھنٹے کے لئے مصدر جا رہی ہیں۔ بکت کے باپ جب آئیں تو انہیں بتا دیں۔" دوسری جانب ویرو سہاگ کا ستھارہ کے موت کی گود میں جانے کی تیاری کر رہی تھی۔ چانچی بکھو بدھ جب بکھیر سنگھ کو بیٹام دینے کے لئے آئی تھیں مگر کا پڑا دروازہ اندر سے بند کر کے سب کچھ مٹا رہا تھا۔ مٹی کے تیل کا آدھا لہجہ کھر میں تھا۔ زندگی ختم کرنے کے لئے اتنا سامان کافی تھا۔

"اچھا تو ویرو! میں بھی جا رہی ہوں۔ چولے پر دال رکھی ہے، اس کا خیال رکھنا۔ جیسی اعتراض نہ ہو تو میں مصدر دروازے کو باہر سے تالا لگا کر چل جاؤں؟"

چانچی کو شاید خوف تھا کہ ویرو دھوکہ دے کر فرار نہ ہو جائے لہذا جانے سے پہلے وہ کچا کھر کا جاتے تھی۔ مگر اسے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اسی سے مصدر دروازے کو مٹی نے زور سے ٹھوکا رہا۔

"دروازہ کھولو۔۔۔!" گرجدار آواز سنائی دی۔

چانچی اور ویرو ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ اسی لمحے کسی کی گرجدار آواز بھرتائی دی۔ "دروازہ کھولو۔۔۔!" آواز سن کر چانچی کھانچاں چٹکی کی ویرو کو یہ کرن کسی کی پیار بھری صدائی طرح معلوم ہو رہی تھی۔ بکت کی آواز وہ بچکان چٹکی کی ویرو دروازہ کھول دیا۔ کھوڑی کی سوار بکت رائل کا نشانہ باغ سے دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ سنگھار ہوئی ویرو کو دیکھ کر کراہی

نے رائل کی نال بھکاری اور کھوڑی سے کھو دیا۔

"بچا ڈاکو! کیا ہے۔۔۔!" کی آواز بھی بکت نے سنی۔ چانچی نے پہلی بار کچا کو دیکھا۔ وہ دھڑک چانچی تھی مگر آواز وطن میں پھنس گئی۔ اس کی نظر کے سامنے بکت نے ویرو کا ہاتھ تھام لیا اور چانچی

سے گرجدار آواز میں بولا۔

"میں سے انکار کر کے لئے آیا ہوں۔ کبھی کوئی مجھ روکنے والا کھر میں موجود ہے؟" چانچی پیچھے ہٹ گئی۔ وہ چھپ جانا چاہتی تھی مگر بکت کی رائل کی نال کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کے ہرگز میں سے چپک گئے۔ وہ دیکھتا ہے ہونے ہاتھ جوڑ کر بولی۔

"آپ اسے لے جائیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی چانچی کا بھاری جسم زمین پر گر کر اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ ویرو نے اشاروں میں تالا پر مکان میں کوئی نہیں ہے۔ بکت نے ویرو کو گود میں اٹھا کر کھوڑی پر بٹھا دیا اور چندن سے کہا۔

"تم آگے بڑھو۔۔۔ میں آ رہا ہوں۔" پھر مخالف سمت میں اپنے مکان کے دروازے کو دیکھا جہاں تالا پڑا ہوا تھا۔ چھت پر بھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کھوڑی کو ابڑ لگا کر اس نے بلند آواز میں کہا۔ "اس کے شوہر نے کہا کہ کوئی امر دے تو اپنی بیوی کو آواز دے گا کہ لے جائے۔"

گاؤں کے لوگوں کو اپنی آہن اس میں چھوڑ بکت نے پھر میں کھوڑی دوڑا تاہم نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ضرورت نہ پڑنے پر متعلقہ کے لئے میں سب آج آج سے دوپہر سے گاؤں کو گھیر لیا تھا۔ مگر بکت کو ویرو کے انکار کے دوران ایک بھی دھماکہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔

چندن اور ماں مٹی کو کسی نے گردوارے جا کر غریبی کی بکت تھارے گھر کے قریب آ کر کھڑا ہوا ہے۔ دونوں سانس بہت پر تالا دوڑتی ہوئی مکان کی طرف آگئیں مگر وہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ ویرو مٹی لپٹے کھوڑے دوڑتے ہوئے آگئیں دکھائی دیے۔ پڑی اب کھڑکیاں دروازے سے کھولی کر ویرو کے مکان کی جانب دیکھ رہے تھے۔

چندن نے دیکھا کہ میں ویرو کی چانچی چٹ ہوئی تھی۔ اس نے ماں کی کان میں کہا۔

"ماں ہی! امدادی دھماکا آگئی۔ ویرو چٹ گئی۔" "میں نے انہیں یہ بیٹام بھیجا تھا۔ بھلائی نے لاج رکھ لی۔" پھر چندن کو ویرو کی تسلیل سمجھانے کے لئے گھر میں لے گئی۔

بکت ویرو کو لے کر اپنی پارٹی کے ساتھ آدھے راستے پر پہنچا، وہاں اسے اس کے ایک خبر نے دیکھا۔

"ہمارے آڈے کو پولیس نے گھر لیا ہے۔۔۔ جلدی نہیں۔" بکت نے ناقصین کو آواز دے کر کہا۔ "متحضر ہو کر پولیس کو گھیر لو! آڈے میں موجود ہمارے

ناقصین کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ ہم پولیس سے آخر دم تک لڑیں گے۔" سب لوگ ہوشیار ہو گئے۔

پولیس ایڈیشنل سپرنٹنڈنٹ کا ایک ڈیوٹ میمنے سے پرے گردو پر چھاپ مار کر اسے فتح کرنے کے ان ہاتھ ہاتھ پھول مٹی مٹی مٹی کا کرکڑا دیں کے ڈر لیے ہوئے گردو کو ختم کرنا ممکن تھا۔ جتنی راہیں بکت نے گردو پر ڈالنا چاہا بکت انہیں غریب دے کر اسے تمام ناقصین کو کھال لے

لیا۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ بری طرح بدنام ہو گیا۔ اب شیر کے غار میں داخل ہو کر شکار کرنے کا خطرہ

مول لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

پولیس کی ناکامی پر لوگ خوش ہوئے تھے۔ چنگ کی بہادری کے گیت پر پورے پنجاب میں گانے گاتے تھے۔ کھلے عام کہا جانے لگا کہ چنگ کے آگے پولیس بالکل لاپرواہ ہے۔ مگر سنا سنا تھا کہ قیام پولیس بھاری پینٹ کی خاطر یہ فرض انجام دے رہی ہے جبکہ ڈاکو سر پر کھن باغیہ کر ڈالے ڈال رہے ہیں۔ تعداد میں پولیس کی طاقتور ہونے کے باوجود وہ ڈاکوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ڈاکوؤں کے ہرکس انہیں اپنی زندگی پر مبنی ہے۔ جبکہ ڈاکو اصل پر جان لے بھر رہے تھے۔ مسلح ڈاکو کی طرح کم نہیں تھے۔ جبکہ اصول تھا کہ ڈاکو ڈالنے کے بعد جتلیاؤں کی خریدی جاتی، پھر رقم پٹ پٹانی کے تمام ساتھیوں میں تقسیم کردی جاتی اور بقیہ رقم اس میں سے ان کے خاندانوں کی پرورش کے لئے بچھ دی جاتی۔ میں و آرام ان کے لئے حرام تھا۔ ہر انعامداری اور باہمی اتحاد کے بندے نے چنگ کے کرد کو مضبوط تر بنا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سنا سنا ڈاکوؤں کی تلاش کے سلسلے میں فی چال آزمائی۔ کسی ایسے شخص کی تلاش ہونے لگی جو انہیں ڈاکوؤں کے اڈے تک پہنچا سکتا۔ اخبار شہر چارہ ہے تھے کہ پولیس سو رہی ہے۔ مگر ایسا نہیں تھا۔ سنا سنا جا رہا تھا۔ جی جی سخت کے بعد اسے ایک کلیہ ملا۔

پندرہ دن تک اپنے ساتھ رکھ کر اور بھلا بھلا کر اس نے پٹان شیر خان کو اس کے لئے چاہا۔ شیر خان کو ایک مجرم تھا جو اپنے بددھنی کے لئے دہلی سے فرار ہو کر پنجاب میں چھپا پھرا تھا۔ وہ چنگ کے گرد وہیں شامل ہو کر کچھ کرنا چاہتا تھا۔ چارہ تک یہ کارہہ کر دے چنگ نے چھوٹے بڑے کام کرنے لگا۔ مگر ایک بار بھی چنگ تک پہنچنے کا اسے موقع نہیں ملا۔ وہ اپنی صورت حال سے آگاہ چاہتا تھا۔ وہ دھوکا سے مل کر اپنے لئے کوئی راہ نکالنا چاہتا تھا۔ اس کا غریب جوش مارنے لگا۔ پٹان نے سوچا پٹانی ایسے آپ کو کیا سمجھے ہیں؟ آدمی کو پوری طرح سمجھنا بہرہ ور کرنے کے لئے اتنا لہجہ ضروری نہیں۔ چنگ کا اصول یہ تھا کہ ایسے آدمی کی بھڑائی کی جائے جس کی پشت پر خاندان ہو، رشتے دار ہوں۔ اس کی نظر میں ایسا آدمی دنیا بڑی کی بہت کچھ کر سکتا تھا کیونکہ نگرانی کرنے والے کے پورے خاندان کو کھن کرنے کے متعلق ڈاکوؤں کا اصول مشہور تھا۔ لہذا اگلے رہنے والے شخص کو پٹانی میں شامل کرنے کے سلسلے میں اس کا دل نہیں اٹھتا تھا۔

”جناب! پٹان چنگ بھی بے وفا نہیں کرتا۔ مگر چنگ نے مجھ پر ایمہہ نہیں کیا۔ اس کا بدلہ لینے کے لئے میں آپ کا ساتھ دے رہا ہوں۔“ شیر خان نے سنا سنا صاف صاف بات کہی۔ سنا سنا اس کے بدلے شیر خان کو اس کے شہر شاد رنگ پہنچانے کی ذمہ داری اپنے سر لی۔

”شیر خان! سنا سنا اپنے وطن سے نہیں بھرے گا۔ وہلی کی حدود میں تم نے جو جرم کئے، ہمیں ان کی پروا نہیں۔ تمہاری دود سے چنگ کو ختم کر کے اور ہمیں انعام کی رقم دے کر پٹا دو پٹیاؤں کو چاہئے سنا سنا مضبوط لہجہ میں کہا۔

ساری رات پٹان کو سامنے بٹھا کر سنا سنا کے چنگ کے اڈے کا نقشہ تیار کیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کسی جگہ ڈاکوؤں نے اپنا مقام بنا لیا تھا۔ جگہ کے درمیان چھائی بیٹھے

اپنی کھڑی رہا بھوت چوٹی میں دن میں بھی کسی کا داخل ہونا تو ڈر کی بات، قریب سے گزرنے کی گھنٹیں کر سکتا تھا۔ گھنٹہ بے بات مشہور تھی کہ اس طرف جانے والا زندہ واپس نہیں لوٹتا۔

بچپن میں سال پہلے اس چوٹی کو ایک وقت کے بادشاہ نے وردوں اور سینوں کے حکار کے ہاتھ لیا تھا۔ جب اس کے دل میں دونوں میں سے کسی ایک کے حکار کی خواہش پیدا ہوئی تو وہ اپنی جہت میں قائم رہا۔ یہ کمال ہو کر ترپے ہوئے جانے والا تھا۔ اس کے دوشیزہ کو شہی کرنے کے بعد ترپے کے منظر کو دیکھ کر بڑی سرت ہوئی تھی۔ ایک دوشیزہ اس کے قابو میں نہیں آئی۔ اس کے علم سے مسلسل تین روز اس کے جسم پر سے تمام لباس اتار کر جسم کے مختلف حصوں کو ہٹی ہوئی سلاخوں سے ڈالنا گیا۔ اس کی دل بٹا دینے والی پنجوں سے رات کا سنا دارم برہم ہو گیا۔ تڑپ تڑپ کر اس عقیم اور مقدس دوشیزہ سے مرزا پسند کیا مگر اپنی قسمت مصلوٹا رکھی۔ اس کے بہر کو جی کے پیسے سرک میں دفن کر دیا گیا۔ مگر اس کے بعد روزانہ رات کو چوٹی میں اس کی جھپٹیں لگنے لگیں۔ بادشاہ بالکل ہو کر تڑپ تڑپ کر مر گیا اور اس کے بعد زپ بگ بگ بھوت بگ بگ بن گیا۔ یہ وہی کھڑی رہا چوٹی کی داستان کہ سنا سنا راج کر رہا۔ چنگ نے بڑی محفوظ جگہ پٹانی کی۔

”ڈاکوؤں نے بھوت کو بھگا دیا ہوا۔“ دوسرے کو جنگ کر پڑایا۔ ”اسے بھوت بچنے میں نہیں ڈروں گا۔“ سنا سنا کی ہتھیلی کھینچ گئیں۔ انھوں نے شعلے لگائے تھے۔ پورے گرام پر تھا کہ

مر کے وقت نیلے کو گھیر لیا جائے اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ڈاکوؤں کو قہقہہ کر کے ریلے ٹوڑ کر دیا جائے۔ بھوت بچنے میں داخل ہونے کا راستہ بہت ٹھن تھا۔

چوٹی کی جانب سے تین اطراف میں لیلے کی سیدی دیوار تھی۔ چوٹی چاب و داخلے کے اواز سے قریب ایک گہرا تالاب تھا جو برسات کے پانی سے چنگ رہا تھا۔

اس وقت کے بادشاہ نے کشتی رانی کے لئے اسے خاص طور پر بنوایا تھا مگر برسوں سے استعمال نہ ہونے کے سبب اس تالاب میں گچھڑ بڑی طرح جمنے کے باعث دلدل بن گیا تھا۔ ڈاکو اس دلدل سے گزر کر کسی طرح بھوت بچنے تک جاتے ہوں گے؟ یہ کھل سونے کی بات تھی۔ مگر پٹان نے سنا سنا کو جگہ بتایا ہے کہ سنا سنا سوئے کے چال اور بے گھل لوگ کسی کا رنگ بھی اور چال اور دکھائے

یہ۔ تالاب کے دونوں طرف کلاں پر درخت تھے جن کے ساتھ مضبوط اور اونٹوں سے بندھے ہوئے تھے۔ گزے گز ڈاکو بھوت بچنے میں داخل ہوتے تھے۔ اسی طرح لوٹے ہوا تھے۔ وہ اسی راستے سے اتر لے جاتے تھے۔ مگر اس طرح رے پر چل کر ایک سرے سے اترے سرے تک پہنچنے والے ڈاکو بھی یقیناً کسی سرکس کے کھلاڑی تھے۔ ایک بات سنا سنا چنگ تھا کہ چنگ کا کردہ آسانی سے شکست تسلیم نہیں کرے گا لیکن بے دلوں، بہنوں یا کمزوروں تک مقابلہ ہوتا ہے؟ ان کے پاس بارود ختم ہونے پر ان کی شکست یقیناً ہوئی اور زندہ و مقابلہ کرنے میں جواب نہیں دیتے تھے۔

دوسرے دن صبح کے وقت پولیس پٹانی کو بھوت بچنے والے لیلے تک پہنچانے کے سلسلے میں ہرچاہا اور کھنچا سنا سنا اپنے کمرے میں مل کر رہا تھا۔ اپنے دو تین انگوٹوں کے علاوہ اس پر ورگام کے حلقے اس نے کسی کو پہن نہیں ہونے دیا۔ پولیس پٹانی کو صرف یہ حکم تھا کہ انہیں تیار رہا ہے۔

سے دکھائی دیتی ہوئی راتھوں کی ٹائیں آگ آگھل رہی تھیں۔ جواب میں پولیس والے بڑے  
 اُڑوں کی گاڑی سے روانہ کر لیاں چارہ تھے۔

سہیلی یہ چال تھی کہ ڈاکوؤں کو بچانے میں مصروف رکھ کر تین چار آدمی بیٹھے پر چڑھ جائیں۔  
 انوکھی کی گولیاں بڑے جھڑپوں سے گھرا کر چنگاریاں بکھیر رہی تھیں اور پولیس کی گولیاں بچنے کے  
 طور پر ڈوب جاتی تھیں۔ کوئی گولی تین تانے پر نہ لگتی۔ خود سہیلی جان بال جان بال بچ گئی جب ایک  
 گولی اُس کے پیٹ میں سوراخ بناتی ہوئی آ کر پارہل گئی۔

جگت نے جوان اور بچن سے کہا تھا کہ عقب سے حملہ کرنے میں جلدی نہ کی جائے بلکہ موقع  
 کی طرح حملہ کیا جائے۔ اس کے لئے میں پہلی گولی فائر کروں گا۔ لوگ ہم اس موقع کا انتظار کرو گے۔  
 جگت سر کٹا ہوا سہیلیا سے میں بچیں گے کہ قاتل پر پہنچ کر ایک اور ایک چکر کی آواز میں جینڈا کھڑے  
 ی کے عقب میں بیٹھ گئی۔ وہ پہلا تانہ سہیلیا کیلٹا جاتا تھا۔ دو دریاں کا کیلٹ تھا سہیلیا  
 ہلک کر تھبتی ہوئی تھی۔ بچن میں کھیل کے دوران کھیل اور چھن کر ایک ساتھ اسی طرح چھپتے تھے  
 کہ تانہ نہ لگے۔ بعد اس میں کھیل میں دو داس کا ساتھ دے رہی تھی۔

جگت نے سہیلیا کیلٹا لیا۔ گھراس کے فائر کرنے سے پہلے ہی وہ نے جگت کا ہاتھ دیا۔  
 "جگت! ابھی لوہے پر دو آدمی چڑھ رہے ہیں۔"

جگت نے چوک کر دیکھا، دو پولیس والے آہٹ کے بل رینگتے ہوئے اوپر پہنچ چکے تھے۔ اگر  
 دھڑالے سانسی غافل رہے تو اس صورت میں پولیس والے بچنے میں داخل ہو جائیں گے۔ جگت کو  
 لہرہ محسوس ہوا۔ دنیو نے توجہ نہ دلائی ہوئی تو بہت نقصان ہوتا۔ جیسے ہی دونوں پولیس والے دوڑ  
 کر ایک دوسرے جگر سے پیچھے چلے گئے، جگت نے تانہ لے کر فائر کئے۔ ایک پولیس والا کھٹکوں  
 ہاتھ میں پڑ گیا۔

"یہ دھماکہ کہاں سے ہوا؟ کس نے کیا؟ ڈاکو تو بچ چکے میں موجود ہیں۔ ہر عقب سے کس  
 نے پولیس پر فائر کیا؟" اُس نے بلند آواز میں کہا۔  
 "بوشہار... ڈاکو عقب میں بھی موجود ہیں۔"

سب لوگ خوفزدہ ہو کر محفوظ مقام کی گھر میں دوڑنے لگے۔ جگت کا دھماکہ سن کر بنو مان نے فائر  
 کر کے نیلے بچنے والے دوسرے پاس کو بھی تانہ بٹایا۔  
 بچن نے نیچے کمرے سے پولیس والوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ بچنے میں موجود ڈاکو پہلے  
 گھبرا گئے تھے۔ مگر پولیس پر عقب سے فائرنگ ہوتے دیکھ کر کچھ گئے کہ جگت اور دوسرے سانسی  
 دھکے لے آ گئے تھے۔ ان کا جوش بڑھ گیا۔ چھ گھنٹوں میں پولیس والے گولیوں کی بارش میں کمر  
 کر رہ گئے۔

چند روز میں صحت کے بعد اچانک بھوت بچنے کی جانب سے فائرنگ بند ہو گئی۔ پانچ منٹ تک  
 سا چاکا۔ اس ناشی میں سہیلیا کچھ گیا کہ بچنے والے ڈاکوؤں کے پاس اسلحہ ہو گیا ہے۔  
 اُس نے جے بیٹن کے لئے دو تین فائر کئے مگر جواب نہیں ملا۔ وہ پھر بڑبڑا جوش لگے۔ انہوں نے  
 پولیس پارٹی کی ہی کمک دھکے کے بعد پیچھے کا پیغام دیا تھا۔ اُس وقت تک ڈاکوؤں کو روکا تھا۔

کہاں جاتا ہے؟ اس کی تفصیل سے سب لاعلم تھے۔ مقام کا نام لینے پر کھن تھا پولیس فورس کے  
 لوگ روایتی داستان کی وجہ سے خوفزدہ ہو جاتے۔ مگر دوپہر کے وقت شیر خان اچانک دوڑتا ہوا  
 کے قریب آ کر ڈکا۔

"ڈاکو شاید اس منصوبے سے واقف ہو چکے ہیں جناب!" شیر خان نے مضطرب لہجے میں  
 "وہ اپنا ڈاکو تبدیل کر رہے ہیں۔"

"کس...؟" سہیلیا نے انہیں پھیلانے سے روک دیا۔  
 "مگر وہ نہیں بلکہ دو پہیوں کے سامان کی تبدیلی کوئی کی گئی ہے۔ مقام بدلنے سے پتہ

اپنا سامان ہٹا دیتے ہیں۔"  
 انہیں سہیلیا نے اپنا منصوبہ دوہرا کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا ڈاکو اس کے منصوبے  
 اس طرح واقف ہوئے؟ لیکن اس کے باوجود ہر وقت پر وہ موقع پا رہے تھے۔ نہیں جانے دینا چاہتا  
 تھا۔ روای دو پولیس پارٹی کے ساتھ شیر خان کے ساتھ ہی بھوت بچنے کی جانب روانہ ہو گیا۔ مگر قریب  
 کے کھیل خالے ہیں۔ بچا اُس وقت اپنے آگے گروہ کے ساتھ دوڑ کر ڈاکو خالے کیا تھا۔ اُس  
 صرف میں آڈی اڈے میں چھوڑے تھے۔ مگر کس وقت ہی بھوت بچھ چھوڑ دینے کا پروگرام بن  
 تھا۔ لہذا وہ لوگ تیار کی کر رہے تھے۔ بچا، دوڑ کر لے کر دھکیل لیا تو اس سے بہتر بھوت بچا  
 پولیس کے گھر سے میں آچکا تھا۔ اگر جگت کا خوف راستے ہی میں انہیں اطلاع نہ کرتا تو انہما  
 میں وہ پولیس سے جا گرا۔ مگر اب چکا پولیس کو گھرنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ جگت نے اپنی پار  
 کے تین حصے کر دیئے۔ بچن، بنو مان اور خود وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ تھیں اطراف سے کھم  
 کے عقب میں پہنچ کر اچانک حملہ کرنا چاہتے تھے۔

دو پولیس کھل آئے کے اندر پہلے کے تحت باقی ساتھی دوسری جانب مورچہ بند  
 دیئے گئے۔ دوڑ کو محفوظ مقام پہنچانے کے متعلق جگت نے کہا تو دنیو نے مذہبی  
 "آپ لوگ مجھے اگلے کیوں سمجھ رہے ہیں؟ رات میں چلا گئی کوئی گولیاں تو سینے پر کھانسی  
 ہوں۔"

"مگر دو دریا عورت کا یہ کام نہیں۔ یہ مردوں سے کھیل ہیں۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔  
 "ہم... کیا کوئی عورت اپنے مرد کا چھوڑ کر فرار ہوتی ہے؟ فرض کرو کہ میں بھی ڈاکو ہو

جوں ہوں، وہ بھی اسی وقت سے تو؟" دنیو نے متان کہنے ہوئے کہا۔  
 جگت کا موقع نہیں تھا۔ نصف میل کے قاتل پر کھڑوں سے آگے کر پیچھے چھپانے انہوں نے  
 نیلے کے تینوں طرف سے ایک ہر حملہ کر دیا۔ دوسرے راتھل کے پہلے دھماکے نے جگت کا اطلاع کر  
 دیا اور دھماکے نے دوران جنگ میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ بچن پیچھے ہوئے فضا میں پھرکا نہ گئے۔  
 جگت میں چاروں طرف جانور خوفزدہ ہو کر بھاگنے کے خون کے سرنگ رنگ میں ڈوبا ہوا سورن  
 مغرب کی سمت جگت کا ہاتھ سورج غروب ہو گیا تھا۔ جگت نے سہیلیا کیلٹا اور ڈاکو کا پیغام تھا۔ جیسے  
 میں چکا کو غم کرنے کا اس نے پہنچ کیا تھا، وہ اُس نے قریب نظر آ رہی تھی۔  
 جس اس بچنے کی کھڑکیوں سے سر نکال کر سہیلیا کو قریب بار بار دیکھی۔ مگر ساتھ ہی بچنے کی کھڑکیوں

نیل اور اس کے ساتھ جا رہے تھے سے آگے ہو کر پڑھائی۔ جگت اس وقت بنوان کی گھر میں تھا۔  
 پہلے میں داخل کے دوران ایک بار بنوان نے اس سرگ کا پتہ لگایا تھا۔ ایک کمرے کے  
 بالوں سے بھر کے پھر کے پیچھے سرگ کا راستہ تھا۔  
 "دیکھو اس سرگ میں اس پاگل بادشاہ کا خزانہ ہے۔" بنوان نے انہیں بتایا ہے کہ وہ نے کہا  
 اور بس اس دینے تھے۔ اندھیری سرگ جیسے کہ کبھی کی گاندھو ہے۔ بنوان اندھ جانے پر  
 ہو گیا۔ "میں اندھ جا رہا ہوں۔ جو میرے ساتھ آئے گا خزانہ میں اس کا آدھا حصہ۔" بنوان  
 پہنچ گیا۔

سب نے اسے روکنا چاہا مگر وہ سرگ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت جگت جو خود بھی تھا۔ ویران  
 لب میں بنوان قابو ہو گیا۔ مشعل کی روشنی بھی غائب ہو گئی تھی مگر بنوان اندھ کر گیا تھا۔  
 فگت گزرنے کے بعد بھی بنوان دابھی نہیں ملا۔ سب لوگ گمراہ ہو گئے۔ اسے آواز دی مگر  
 اس نے جواب نہیں ملا۔ سب لوگ گمراہ گئے۔ ایک شخص کو اس کے پیچھے سبھا کر وہ کچھ دور جا کر  
 اطرار کھانا ہوا وہاں آ گیا۔

حریے ایک مختصر گزرنے کے بعد اچانک پھٹ کے دروازے میں بنوان انہیں کھڑا نظر آیا۔  
 بے پیکر سب کے چہرے سرت سے مل گئے۔ سارا اس سیاہ دور تھا۔ بالوں میں جالا لگا ہوا  
 اور ہارچہ سیاہ دور تھا۔ سب تعجب سے اسے دیکھنے لگے اور نتیجہ کار نہ کر سکے۔  
 سب کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ سرگ دراصل ایک راستہ ہے جو پہلے سے آدھے فرلا گ  
 ہوا تھا ہے۔ پھر اس نے بتایا کہ اس نے سرگ میں ایک خوفناک سیاہ ناگ دیکھا اور ایک  
 ہال کا ڈھانچا بھی دیکھا اور ایک کھانے کی دکان بھی دیکھی۔ جگت سوچ رہا تھا آج پھر بنوان  
 مار کے گیا ہے۔ اور اس کے خوفناک لڑنے کی عادت لگنے لگا۔ اچانک ایک فائز نے اسے چونکا  
 اور اس نے فوراً ترکش میں جواب دیا۔

"اب صرف چھینٹ ہی ہے۔ پتہ بھی گویوں کے۔" وہ بڑے جگت کی توجہ مبذول کرتا ہوا کہے کہ  
 جگت نے فکر نہ کیا نظروں سے پھٹ کے ایک جانب دیکھا۔ وہاں کوئی حرکت نہیں تھی۔ وہ لوگ کسی  
 نہ ہوں گے؟ کچھ سوچ رہا تھا۔ وہ کھڑ تھا کہ بنوان کی طرح پہلے میں پہنچ جائے۔ اور دوسری  
 فگت دوسری ملک کا پتہ تھا۔ اور وقت گزارنے کے لئے وقتے وقتے سے غائر کر رہا تھا۔  
 ت کی نظریں دور مشعل کی روشنی کو تلاش کر رہی تھیں۔ مگر مشعل اب بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔  
 نصف گھنٹے کے بعد پہلے کی طرف سے ایک دھماکا ہوا۔ سناہو گیا۔ جگت کے چہرے پر  
 رت جھلک گئی۔ بنوان پہنچ رہا تھا۔ اس دھماکے کا بھی پیغام تھا۔ اس نے دیکھا پہلے میں تین  
 نظریں چلے گئیں۔ بنوان سب کو سرگ کے راستے دکھانے کی تیاری کر رہا تھا۔ سناہو کچھ  
 روشنی سے دیکھ رہا تھا۔ آتی رہے کہ بعد اچانک ایک دھماکے نے اس کا ذہن نافک کر دیا تھا۔ وہ  
 کوئی تھی نہ وہ۔ سلا مشعل کی روشنی نے اسے حریے میں گھن کر دیا۔ اس نے پہلے کی جانب  
 مار کا رخ کر کے جواب نہیں ملا۔ اب سناہو گیا۔ جنگل میں سے دندلوں کی آوازیں سنائی  
 دیتیں۔ شاید وہ کوئی لومڑی دور سے پہنچی تھی۔ اس علاقے میں درندے بہت تھے۔ پوئیں

اس صورت میں اندھ اور باہر کے ڈاکوؤں کو تباہ میں کیا جاسکتا تھا۔  
 اس طرف جگت بھی انہیں میں گمراہ کیا۔ وہ جانتا تھا وہ سپر کوئی اس نے اسلحہ اور ہاتھ  
 ذخیرہ کی جگہ پہنچا دیا تھا۔ جگت ہوا تھا اس کے ساتھیوں نے چوٹک دیا۔ اب کیا ہو گا؟  
 ہونے ساتھیوں کو کسی طرح بتایا جائے؟ اسے اسے محسوس ہوا جیسے عقب میں پیٹ کے بل  
 رینگتا ہوا آ رہا ہے۔ جگت نے چونک کر راتفل کے لڑائی پر انگلی رکھ دی۔ مگر آنے والے نے  
 مار کر جگت کو روک دیا۔ "میں بنوان ہوں۔"  
 جگت گمراہ کیا۔ "کیا ہوا بنوان اندھ ہو گیا ہے؟" وہ روک رہا تھا کہ وہ پیٹ کے بل  
 ہوا اس کے قریب آ گیا۔ "کیا ہوا بنوان؟"  
 "جیسے کچھ نہیں ہوا۔ بالکل ٹھیک ہوں۔ ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے۔" بنوان  
 بغیر بے کہا۔ جگت کی آنکھیں پھٹنے لگیں۔  
 "جلدی تیار۔۔۔"

"میں سرگ کے راستے پہلے میں جا رہا ہوں اور سب کو وہاں سے لاتا ہوں۔ تم لوگ دھج  
 آگے بڑھتے سے روکو۔"

مگر بنوان اٹھارے پاس مشعل نہیں ہے۔ اس اندھ سے میں سرگ میں داخل  
 خطرناک ہے۔ تم ایک بار دن کے وقت مشعل کے رکھ گئے تھے تو وہاں تم نے ساپ دیکھا تھا۔  
 علاوہ اس طرف پوئیں ہونے کی صورت میں دکان خطر ہو گا۔ اگر جانی سے تو دونوں ساتھ  
 گئے۔ "جگت نے کہا۔

"تم ہمارے دور ہو۔ مگر اس وقت جگت کرنے کا موقع نہیں ہے۔ ہم دونوں جائیں اس  
 بہتر ہے۔ ہے کہ تم ذہن کو دیکھو، میں مشعل پر آؤنا تھا ہوں۔" یہ کہہ کر بنوان جگت کے جواب کا انتظار  
 بنیہ لوٹ گیا۔ وہ دیکھے پاس آ کر جگت سے نہ رونا بھری۔

"وہ موت کے منہ میں جا رہا ہے۔ سرگ سالہا سال سے یہاں ہے۔" پھر اس نے حریے کو  
 "مگر اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔"

پہلے سے پھر کے کرنے کی آواز سن کر جگت چونکا۔ کوئی نیلے پر چڑھ رہا تھا۔ اس نے فوراً  
 کیا اور اس کے ساتھ دوسری جانب سے ایک سپاہی نیلے سے لٹکا ہوا پھٹ گیا۔ جواب میں سنا  
 جانب سے جگت پر گویوں کی ہوجا ہونے لگی۔ وہ جگت سے لپٹ گیا جیسے کسی تل اپنے ساتھ  
 درخت سے لپٹ گیا ہو۔ اس کے فولادی سینے پر اس نے ہانک ہاتھ پھیرا۔ شاید وہ جگت کے  
 کی دھڑکن سن رہی تھی۔ وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ گہرے اندھ سے اس دور ہوا میں گمراہ  
 جیسے مرد کے پہلو میں گہری محسوس کرنے لگی۔

وہ دیکھ کے سینے سے گزرنے کی تمام خوشیاں بھول گئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکا  
 لگا۔ کپکپاتی آنکھوں نے گلے میں پہنے ہوئے جگت کے تصویر کو چھو لیا۔ جگت کی جگت کی آگ آ  
 کے دل میں بھڑکنے لگی۔ تصویر جگت کی زندگی کی حفاظت کے لئے خود اس کے گمراہ کر دیا تھا۔ کسی کے  
 سہاگ کو قتل رکھنے کے لئے شاید اس نے جگت کے گلے میں تصویر پہنایا تھا۔ وہ رو چٹوڑن کہ



”میزے قدموں کی وجہ سے سب پر آفت آئی۔“

”نہیں نہیں۔۔۔ ایسا نہ کہیں دیر دہیں!“ بچپن نے درمیان میں دخل دیا۔ ”ہم تو اس وقت کو دُعا پڑھیں جب آپ کو اغوا کر کے لئے نکلے اس وقت پولیس نے ہمارے ٹھکانے کو گھیرا۔ ورنہ ہرچیز مشکل تھا۔“

”مکروید بہن! جنمان نے مسکرا کر کہا۔ ”آپ کے اغوا کے سلسلے میں ابھی خاصی بحث ہوئی۔ لیکن سوچ رہا تھا کہ ہمیں گرفتار کرانے کے لئے چرچہ کرنا آپ کی سازش کی ہے۔“

درویش کی جانب دیکھ کر مسکرا دی۔ اس مسکراہٹ میں کچھ کام کا اثر نہیں تھا۔ بخت نے بات کا  
 ردیال لیا۔ لے کے نکلے کہا۔ ”اے اہلِ اہلِ ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہم میں سے عدا کو کون ہے؟ جس نے ہمیں  
 نہیں کھجور کی۔ ہمیں کھجور کو بھٹکے کی خبر کس نے پہنچائی؟“ پھر انھیں کھاتا ہوا بولا۔ ”اس عدا کو  
 کھانے کے اندر ہوتا جائے۔“

پچھا قوتیہ لگا کر ہٹ دیا۔ سب متوجہ سے ہو کر اُسے دیکھنے لگے۔ ہنومان کو فیسی ناگوار گزری۔  
 "ہیں اتہ اُس خبر کو جانے ہو شاید۔"

”بالکل..... میں یہ کہنا بھول گیا کہ پٹھان شیر خان نے بختری کر دی۔“  
 ”پٹھان.....؟“ جو مان نے دانت چیس لئے۔ ”وہ شیر خان؟ میں اُسے دیکھ تو نہیں چھوڑوں گا۔  
 اُسے پہلے اُسے قُسم کروں گا۔ ورنہ میرا نام جو مان نہیں۔“

ہنومان کا یہ زور دیکھ کر دیر و چونک گئی۔ ڈاکو جس پر اہماد کرتے ہیں، اُس پر جان فحشاء کر جاتے ہیں۔ مگر غدار کو کوئی مارے میں زرا دیر نہیں لگاتے۔

”ہو مان! تم اُسے تلاش کرنے کہاں جاؤ گے؟ وہ تو پولیس کی حفاظت میں ہے۔“ بھجن نے  
میں بھگے ہوئے ہو مان کو چھیڑا۔

”بچن! تم یہ کہہ کر مجھے رو دکنا چاہتے ہو؟“ ہنومان گرجا۔ ”میں سنبھا کے گھر میں داخل ہو کر اُسے ہل ماروں گا۔ ساتھ ہی موقع دیکھ کر سنبھا کو بھی لٹا دوں گا۔“ ہنومان سنبھا کے خون کا پیاسا تھا۔

”مگر شاید ہمیں اُس کی تلاش میں قبرستان جانا پڑے گا۔“ بچن نے راز سے پردہ اٹھانے کی نیت سے کہا۔

"قبرستان؟" سب لوگ تعجب سے اُٹے دیکھنے لگے۔

”ہاں قبرستان۔۔۔“ بچکانے دودھ سے مرہلا کر کہا۔ ”میں نے فرار ہونے سے پہلے اسے لے لگا دیا تھا۔ لہذا اس کی لاش قبرستان میں ہی مل سکتی ہے۔“ بچکانے سینہ تان کر کہا۔

سب خاموش ہو گئے۔ جگت نے بچن کی پشت شاباش کے طور پر ہتھپتائی۔

ویر نے ہومان کے ہاتھ سے رائفل لے کر ایک جگہ رکھ دی۔ لیکن نے تفصیل بتائی۔

ہوپولیس سے الگ نظر آنے والے شخص کو میں نے غور سے دیکھا۔ اندھیرے میں بھی میں نے یہ پہچان لیا کہ یہ کد اُس کا پٹھانی سا حاذق صاف نظر آ رہا تھا۔ میں موقع کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے اُس

والوں کے دل دھڑکنے لگے۔ کچھ دفعے کے بعد بچکے کی جانب سے تین دھماکے سنائی دیے۔ یہ فر ہو جانے کا اشارہ تھا۔ مگر بچکے میں مشعلیں اب بھی جل رہی تھیں اور کھڑکیوں میں صاف دھمکے دھمکے رہے تھے۔

دیرو نے یہ دیکھ کر اس سلسلے میں ہجرت سے استفسار کیا۔ ہجرت اُس کی بات سن کر مکرملیا اور دوا  
”جہ پوئیں کو چکر دینے کا اہل طریقہ ہے دیو دا وہاں نشانہ لے کر بیٹھے رہیں گے اور ہم کھسکا  
جائیں گے۔“

سہا کی آنکھیں اب بھی جاری تھیں۔ کچھ قاتر اس نے سامان کو نشانے کر کے گر شاہی نشانہ خالی جا رہے تھے۔ اگر دوسرے قاتر تک بند ہوگی۔ اس نے سوچا اگر دوسرے ڈاکوؤں کے پیام بھی شاہی کوٹیاں ختم ہوگئی ہوں گی۔ اگر وہ اس طرح ختم ہو جائے گی وجہ سے فراہمی ہو گئے تو پتھانوں کے ڈاکو نہیں کتے۔ اسے جتنے میں گرے ہوئے ڈاکوؤں سے زیادہ دلچسپی تھی۔ کیونکہ نہ جانے کیوں اسے یقین سا تھا کہ جگہ کے خاص ساتھیوں کے مراد جتنکے ہی میں ہوگا۔

چھپے چھپاتے ہوئے ایکسپریس سہیل پر چڑھنے لگا۔ کیونکہ خطرہ موصول کے بغیر کامیابی ناممکن تھی۔ مگر نصف نیلے پر پہنچ کر اس نے گردن کھمائی۔ دُور سے مشطوں کے جھلس کی شکل میں پولیس پارڈ آرہی تھی۔ اُس نے ہوائی ٹائر کیا، جس کا مطلب تھا: "دوڑ کر جاؤ۔"

چاروں سمت سے جنگلوں کو گھیر کر سناہو اُپر پہنچ گیا۔ "اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔۔۔ کھیل ختم ہو گیا۔" سناہنے کی جگہ کہا، مگر جواب نہ دیا تو کھا۔ کمر کی میں نظر آنے والے صافے کو لیں کہ یوجھاڑے آف مکے کسی قسم کی آواز نہیں ہوئی۔

”تم سب باہر آ جاؤ اور نہ بچکے کو آگ لگاؤں گا۔“ سنہانے پھر جج کر کہا۔ مگر اس مرتبہ بھی کچھ اسکوٹ تھا۔ سارا بچہ جھان ڈالنے کے باوجود بھی ڈاکوؤں کا سراغ نہیں ملا۔ نہ ہی چند چھوٹی

موتی چیزوں کے علاوہ کچھ ہاتھ لگا۔ دُور جنگل سے لومڑیوں کے رونے کی آواز آنے لگی۔ منہا کا

ہو یا نہ ہو کمال کرو یا نہ تھا.....!

پولیس کے ہاتھ سے نکل کر فرار ہونے والے تمام لوگ جب نئے لٹکانے پر جمع ہوئے تو ہومان کی تعریف کرنے لگے۔ خزانے کی تلاش میں جو ہومان سرگرمی میں داخل ہوا اور مجتبیٰ بن کر واپس لوٹا۔

تھا۔ اس وقت اس کا مذاق اڑانے والے اور اسے ڈانخنے والے سماجی آج کلان چمڑ کر یہ بات کر رہے تھے کہ اس سرگم اور ہونام کی ہمت نے انہیں بچا لیا تھا۔

لیا نہیں تھی۔" چندن! جو کہ ہوا اس کی اب فکر کرنے کی بجائے اس بات کو پیٹ میں رکھ لیتا۔  
ہر کوئی کہیں انہوں کو کہنے لگے کہ یہ نہیں جانتے۔" بھیس؟"

رات کو سوئے کچھ مکان میں داخل ہوئے۔ چندن کی جان آدمی ہو گئی۔ وہ بھینٹا باہر سے کچھ من  
آئے ہوں گے یہ ان کے قدموں سے اظہار ہو رہا تھا۔ ہاتھ نہ دھو کر انہوں نے باہی سے،  
اچھا۔ "بھو کہاں ہے؟"

"باورچی خانے میں ہے۔" باہی سوال کا مطلب سمجھ کر بولیں۔

چندن کان لگا کر سن رہی تھی۔

"جب اس کو بکت نے انہوں کا تم لوگ کہاں کی جن؟"

"کر دوارے درشن کر گئی تھیں۔" باہی نے جواب دیا۔

"گاؤں میں سب کدہ رہے ہیں کہ وہ اپنی خوشی بکت کی گھوڑی پر بیٹھ گئی۔" باہی خاموش

ہیں۔ "سوئے کچھ بولے۔" بھو کہ سب شان کر رہا ہوگا۔ اسے لاس دینا۔ نہیں وہ نہ بھیجے کہ

ہر دوار بکت کے درمیان پرانی دوستی ہے۔" سوئے کچھ نے دروازے سے لائین کی روشنی میں

چندن کی پر جھانک دیکھی اور کچھ گئے کہ چندن دروازے کی اوٹ میں کھڑی ہو گئی ہے۔ لہذا بلند

آواز میں بولے۔ "ڈاکوؤں کی چال بازی اپنے ذہن میں نہیں آتی۔ شوہر سے بدلہ لینے کے لئے

ہی کو انہوں نے کیا ضرورت تھی؟" پھر انہوں نے دیکھا کہ پر جھانک غائب ہو گئی۔

باہی نے دم بٹھ لے کر سوئے کچھ سے کہا۔ "ہماری بھو ابھی کر دوار دل کی تھیں۔ اس کا اخذ

ہی کچھ قرار ہے۔"

چندن کو یہ یقینان ہوا کہ بکت کچھ اس کے سر کی تار منحنی سے بچ گیا۔ کچھ نے ہٹا کر لڑھی۔

اسی نے کہا تھا کہ وہ جڑھنے سے تاج پہاں ہوں گے۔ لہذا چندن کو نیند نہیں آ رہی تھی۔

رات کے سامنے میں چندن نے باہر والے مکان کے صدار دروازے کی کچھ کھٹنے کی آواز

سنی۔ کسی کی بڑا ہمت سناٹی دی۔ کھڑی ہو کر دیکھ کر کسی کے پاس پہنچی۔ وہ تین آدمی وید کے

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ شاید وہ دروازہ پر شوہر آتا تھا کیونکہ چھوٹی کھڑی کھٹے ہی وہ

اولی آدمی کے بازو تھام کر اترے گئے۔ چندن نے کسی کو کہتے سنا۔

"تیری غیر ماسری میں میری بیوی کو انہوں نے لے گیا۔ بکت۔ میں بھی اسے دیکھوں گا۔"

اگر اس شخص سے نہ ملے، تو کھڑی کھڑی گاؤں نہ سننے کی خاطر چندن کے کانوں پر ہاتھ رکھ لے۔

مٹا بہت زیادہ ہی لئے میں تھا۔

چاندی پیچھے کو کھلی دے رہی تھی یا اسے بڑبڑاتی ہوئی تھی کیونکہ چندن نے سنا وہ کبھی تھی۔

"اسکی ذلیل عورت میں نے بھی نہیں دیکھی سوئے کچھ اہلک ہے شرم۔" میری نظر کے سامنے

پتے ہوئے وہ ڈاکو ہاتھ تھام کر گھوڑی پر چڑھ گئی۔ رہنے کی۔ پھر کسی کھڑے ہوئے بولی۔ "وہ

تم میں جاتے مگر انہوں سے ہے کہ اپنے زیورات بھی لے گیا۔"

یہ سن کر چندن سر آدھ بھرنی ہوئی کھڑکی سے ہٹ گئی۔ اب وہ سنا جانتی تھی کہ سامنے والے

کان کے دروازے کی جانب سے سر کوٹیاں سنائی دیں۔ کھڑکی کے قریب جا کر وہ فورے سننے

اطمینان ہوا تھیں؟"

بنو مان سرست سے اچھل کر بولا۔ "بھرتو آج اس خوشی میں محفل ہو جائے۔ غدار کی مور

سرت کی علامت ہے۔ لہذا وہیں لگاؤ۔"

سب جھوٹے لگے سر بکت وید کی موجودگی نہیں بھولا تھا۔ اس نے دھجے لہجے میں کہا۔

"نہیں بنو مان! پھر کسی۔" آج ہمارے پاس مہمان ہے۔

سب کی نظر میں وید کو دیکھ لیں۔ وہ بچنے دیکھنے کی، بکت کا مطلب سمجھ گئی اور آہستہ آواز میں

بولی۔ "میری وجہ سے اپنی خوشی خراب نہ کریں۔ پھر میں اب مہمان نہیں رہی۔"

"وہ داکو نہیں خیر نہیں۔ بنو مان پتنے کے بعد بے قابو ہو جاتا ہے۔"

بکت کے بعد بنو مان نے تائید کی۔ "جق بات ہے وید مین! اگر آپ مجھے اس حال میں

دیکھیں گی تو مجھ سے نفرت کریں گی۔ لہذا ہر گرام تھوڑی۔"

"مگر میں تو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گی۔"

"نہیں وہ ویدی اچال ایک مینے کے لئے میں نے دوسری جگہ تمہاری رہائش کا انتظام کر۔

کے متعلق سوچا ہے۔ کیونکہ تمہارا اس پورے کھیتے میں آدمی جگہ جائے گا۔ نہیں، کچھیں بدلتی پڑیں گی۔

پھر بکت، بچن کی جانب متوجہ ہوا۔ "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم کل وید کو انہوں کے کمر چھوڑ آئیے

گے۔" بچن نے آنکھ کے اشارے سے اثبات میں جواب دیا۔

وید نے فوراً پوچھا۔ "اچال کون ہے؟"

"مگر میں نہیں جانتے ہوئے راستے میں بتاؤں گا۔" بکت نے مختصر کہا۔ وہ جانتا تھا کہ ہر

سے ملے گی وید کو کادل ڈکھائے گی۔

اس رات بکت، وید اور بچن سوئیں گئے۔ بچن کو اچال کی یاد ستا رہی تھی جبکہ وید اور بکت ایک

دوسرے کے خیال میں کچھ جاگ رہے تھے۔

چندن کی اس بے ہوشی پر کڑی نظر پڑی تھی۔ وید کو انہوں نے کا پیغام اسی نے بکت تک

پہنچا تھا۔ یہ سن کر ان کی خوشی ہوئی کی مگر ساس کو سننے میں دیکھ کر چندن کو عجیب سا جھکا لگا۔

ساس کو خالالت کی وادی سے نکالنے کے لئے چندن نے انہیں بلایا دیا۔ "ماں۔۔۔ میں سنے

غلط تو نہیں کیا؟"

ماں کی دیکھ کر بکت اسے دیکھتی رہیں، پھر بولیں۔ "بھو بچو! آج صبح پتا ابھی کیسے لگتا

ہے؟ وید مجھے بھی پیاری تھی مگر۔۔۔"

"مگر کہا ماں؟" چندن کی آواز میں کچھ تھی۔ ماں کی کہنا اچھی تھی کہ وید بکت کے ساتھ

رہے گی تو شاید تم شوہر سے ہاتھ دھو بیٹھو اور ہم بننا گواہیں گے۔ مگر اس بات کر کے وہ چندن کا

دل دکھانا نہیں چاہتی تھیں۔ لہذا وہ بولیں۔

"چندن! تم سب سے پہلے اپنا نام کوست بتانا۔ ورنہ وہ تم پر خفا ہوں گے۔ تم نے ایک عورت کی وہ

کر کے ٹیک کا کام کیا ہے مگر مردوں کی نظر میں دشمنی کا ہر بھرجا جانے کے بعد اسے اتنا مشکل ہوا

ہے۔ تمہارے بڑے سر وید کے نام پر کھو گئے ہیں۔" ماں کی کچھ دیر تک دیکھ لیں۔ ان کی آنکھوں

لگا۔ ایک شخص چائی کے قریب کھڑا تھا۔ چائی کھڑی تھی۔  
 ”نہیں، سگھادیو کو تو میں راستی کر چکی تھی۔ سگھادیو کے وہ تیار بھی ہو گئی۔ میں تم سے کہتے۔  
 لے آ رہی تھی مگر وہ ڈاکو جا بک رہا۔ پڑا اور آخری وقت میں تہہ دارا شکار بچھین لے گیا۔“  
 ”چائی جاکھنا؟“ سرو کی آواز سنائی دی۔ ”زیر طارت دیو روپنے تھی یا تم نے غائب کر دیئے؟  
 کسی گورت ہو یہ میں جانتا ہوں۔“

”نہیں راجھ پر الزام دھرتے ہو؟“ چائی کا لہجہ شکایت آمیز تھا۔ ”بھیکے کی بیوی کو تہہ دار  
 معشوق بنانے کے لئے تیار ہو گئی مگر بھی اصرار کون؟“  
 ”نیکیا وجہ یہ بھلا جس لئے تم پڑا اور اصرار کیا آتا۔“ وہ شخص جس سے بولا۔ ”میرا کیا ہے؟“  
 قرض وصول کرنے کے لئے کہتے پر قبضہ لے لاؤں گا۔“ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ چائی زور سے کھڑکی بند  
 کے اندر چلی گئی۔

پن کر چندن کو اطمینان ہوا کہ اس نے دیو کو جہنم سے بچا کر نیک کام کیا ہے۔  
 پچھلے پھر اسے نیند آ گئی۔  
 ”جنا آنا آگئے۔ سوہن سگھ چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے، بیٹہ گئے۔ ماں جی نے تانا کے چہرہ  
 چھوئے۔ تانا پینڈہ خشک کرتے ہوئے چار پائی پر بیٹہ گئے۔“  
 ”اپنا دھوپ میں اس وقت آئے ہو۔ اس سے دو پہر ڈھلے آتے تو بہتر تھا۔“ ماں جی نے کہہ  
 شروع کیا۔

”تانا کچھ دیو سانس درست کرنے کے بعد بولے۔“ تم دھوپ کی بند کر رہی ہو؟ میں نے کل ج  
 کچھ سنا اس سے میرا انداز گرم ہو گیا۔ دشمن کو زندہ رکھ کر اس کی بیوی جنت کے انوار کر لی۔ اسے کہے  
 ہو گیا۔ کچھ میں بھی آتا۔“  
 چندن کو آدھری منزل کی سرحد پر پہنچی تانا کی باتیں سننے لگی۔ ماں جی خاموش رہیں۔  
 سوہن سگھ نے سوچا اپنی کہیں کچھ کہنا چاہئے۔ ”میں سوچا ہوں دوڑے مارنے آیا ہو گا۔ وہ کہہ  
 نہیں تھا بلکہ اس کی بیوی انوار کر لی۔ بلند آواز میں کہنا بھی کیا کہ مر رہے تو اپنی بیوی بھی سے چمڑا  
 کر لے جائے۔“

”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اس کے جیسا ڈاکو پوری اطلاع کے بغیر اس طرح بھری دو پہر دوڑا  
 آئے گا؟“ تانا غبار ہٹا کر کہنے لگے۔ ”مجھے پہلے ہی شک تھا کہ جنت اس کی بیوی کو یہ وہ نہیں دیکھنا  
 چاہتا۔ تہہ دار سے زندہ روپنے دیا گیا ہے۔“

ماں جی نے غصے سے کہا کہ باپ کچھ زیادہ کہہ دیں گے تو بہو کو ہارے گا لہذا ان کا دھران بنانے کی  
 غرض ہے کہ۔ ”بہو۔ بیٹا تانا کے لئے کسی بنا کر لاؤ۔“ چندن اور بیوی خانے میں چلی گئی۔  
 یہ دیکھ کر تانا دھتھے کچھ بولے۔ ”میں معلوم ہے۔ ہزارہ کو بھی اس نے قسم دی ہے کہ تم  
 دشمن کو گھن کر دوں گے۔ مجھے تو جنت کی حرکات انھیں نظر نہیں آتیں۔“

کسی نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا۔ باور چائی خانے سے کسی بنانے کی صاف آواز آ رہی  
 تھی۔ چندن کسی کے دو گھاس رکھ کر چلی گئی۔ پھر تانا نے کہا۔ ”بہو کا بھی جنت نے خیال نہیں کیا۔“

”لوگ کہہ رہے ہیں کہ ابھی شادی کو دو مہینے میں گزرے اور پرانی عورت کو اغواء کر کے لے  
 لیج کر مر والی کو یہ بتانے کے لئے شادی کر کے لایا ہے؟“  
 ”ابو! اب پر جو کچھ کہا جا رہا ہے اسے کمر میں نہ دہرا میں۔ میرا بیلی ہوگی۔“ جنت کی ماں نے  
 جکی سے کہا۔

”میں اپنی تو بات کہہ چکی ہوں۔ تجھے جس قدر رہنے کے لئے ملن ہوئی ہے، بہو کے لئے خیال  
 آتا؟“ پرانی بیوی کو کمر میں لا کر کھانے پینے سے نہ بچتا ہے ہر لوگ اسے اس کے باپ کے سپرد  
 دے۔ ”تانا کا گھر بیٹا جا رہا تھا۔ ساتھ ہی چندن کی اچھن کی بیوی مر رہی تھی۔  
 مگر ماں جی سب کچھ بھٹنے سے بچا کر کھانے پینے کی گواہی کی آگ میں مت جھوٹو۔ اس میں  
 رہتے ہوئے کہا۔ ”میں تو پہلے سے کہتی تھی کہ جہان کی کوئی بھی آگ میں مت جھوٹو۔ اس میں  
 آگ تھہ نہیں۔ مگر جب تو آپ اسے جوش دلایا ہے تو مجھے لکھوں سے جلنے والی دھنکی کا بدلہ  
 ہے۔“ ماں جی کی آواز لرزنے لگی۔ ”آج آپ کو پرانی بیوی کا خیال آ رہا ہے، اس وقت اپنی بیوی  
 لیل نہیں کیا؟ میں اس کی ماں ہوں مجھ پر کیا قیامت بیت رہی ہے یہ آپ نے کیوں نہیں  
 ؟؟ آپ نے ہی اسے آگ میں جھونک دیا۔ آپ نے ایک ماں سے اس کا بیٹا جھین لیا۔ ایک  
 اسے اس کا شہر بچھین لیا۔“ ماں جی کی آنکھوں سے شلوں کی طرح آنسو گر رہے تھے۔ پچھلی بار  
 اس نے اپنے باپ کے سامنے زبان کھولی تھی۔ اور پھر یہی طرح روئے تھیں۔

”تم پرانی باتیں کر کے دھم پر نیک پاشی کیوں کر رہی ہو؟“ سوہن سگھ نے سر کا خیال کر کے  
 بیٹی کے آنسو کو ہٹا کر داند لی۔ ”مگر وہ ایسی طرح منسوبی سے بیٹھے رہے۔“  
 ”بیٹی! جس وقت کہنا ہے تو سن۔“ تیرے سسرال کے خاندان کا انتظام لینے کے لئے میں ڈور  
 تلاش نہیں کر سکتا۔ میرا بھی ایک بیٹا ہے اس کا نام آگیا۔ دوسرا بیٹا ہزارہ زندہ ہے مگر بھی  
 کمر میں اس کی جدائی برداشت کر رہا ہوں۔ میں نے اسے تم ہی کے کچھ تک دن زندہ  
 ہرے کمر میں ہزارہ قید نہیں رکھے گا۔ کچھ بچے چارے نہیں ہیں؟“ آخری الفاظ تانا نے  
 کی آواز میں ادا کئے۔ اس کے بعد ان کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ چندن کچھ کہنا چاہتی تھی مگر  
 وہ خاموش رہی۔

”خام کو دابھیں لوٹنے ہوئے تانا نے پھر بات شروع کی۔“ میں ہزارہ سے کہتے پر تل کر اسے  
 کے پاس بھیجوں گا اس پیغام کے ساتھ کہ تم سے اٹھا کر لے گئے ہو اسے واپس چھوڑ جاؤ یا ختم  
 دیں۔ تم کو اس کمر کے دروازے پر ہم پہنچ کے لے بند ہیں۔“ تانا کی آواز میں منسوبی تھی۔  
 ”میں تو راپل آگئیں۔“ بھو! اپنی بیوی کی کیا ضرورت ہے؟ دے دیے بھی وہ مجھے دے دینے میں  
 ہار آتا ہے۔ جب سے آگیا ہے اس کے لئے دروازہ بند ہی ہے۔ پتھارہ چر کی طرح  
 سے کی دیوار کو درمیان میں داخل ہوا ہے۔“

”میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔“ تانا گرج کر بولے۔ ”دشمن کی بیوی سے اپنا پیلو گرم  
 نے والے کے لئے اس کمر کے دروازے بند ہی رہیں گے۔ تم بھی؟“ یہ کہتے ہوئے تانا  
 نے کے اندر والی کھڑکی کو لے لگے۔ ماں جی انھیں روکنا چاہتی تھیں مگر باپ کی خند کے

چندون نے اُدھر دیکھا، ماں جی مسکرا رہی تھیں۔ سوہن سنگے بھی غور سے سن رہے تھے۔ چندون نے خط کا آخری جملہ پڑھا۔ ”محبت کرنے والی اپنی ساس کو میری طرف سے بہت سارے سلام۔“ چندون نے جاسوسی سے خط دو تین بار اور پڑھا جیسے یوں۔

اسی لمحے سانسے والے مکان میں ایک خط دیا گیا۔ مومن سنگھ خضے میں بھرا ہوا اپنی چاچی کو سنار ہا

”میں اپنی مرضی سے کھرچھوڑ کر جا چکی ہوں۔ پولیس میں جبر و پوٹ کھوسا تو میری طرف سے تحریر کر دینا کھرچھوڑ کر ختم کر چکا ہے کی خاطر اپنی بیوی کی عزت ختم کرنے والے شوہر سے شکاک کر بھی خودکشی کرتی ہے یا بار بار فرار اختیار کرتی ہے۔ اس انکار کے سلسلے میں دوسروں پر ہونے والے جرائم دھرے ہوئے شاید تم لوگ اس دنیا میں جی جی جاؤ گے کھرچھوڑنے والے مانگ کر کیا جواب دو گے؟ کیا مذہب ہے جسے شادی کے بعد بدن میں جکڑ کر تہوار کی عزت بنایا تھا، اُسی جاپتا سے تم بدکار کرنا چاہتے تھے۔ اب اپنے انکاری سزا کے تم خود ڈار دو گے۔ مجھے تمہارے پوپ جس حد دار نہیں ہے“۔

موبہن سنگھ دانت چیتا ہوا ہوا۔ "مفرد و عورت۔۔۔ گناہ اور نیکی کی باتیں کر رہی ہے۔ اُسے خبر نہیں کہ ایک دن میں اسے اپنے قبضے میں لے کر ایسی سخت سزا ڈال گا کہ۔۔۔" موبہن سنگھ بڑی لڑجھکھاٹنے لگا۔ اور اس کے آخری الفاظ میں ہی سر رہ گئے۔

بہت جگہ سے دھوکہ دے کر جب ڈاکو فرار ہو گئے تو منہائے محسوس کیا کہ چکا کو ختم کرنے کی گیس اس کے ہاتھ میں نہیں ہے ورنہ دوبارہ تقریباً ہاتھ میں آیا ہوا بھرم بھفافت نکل جانے میں کامیاب نہ ہوتا۔

لوگ کہتے تھے جگا کو کسی فقیر کی دعا ہے کہ تیری موت پولیس کی گولی سے نہیں ہوگی۔ منہا اس بات پر فخر دیتا۔ وہ اس کا یہ مطلب نکالنا کہ پولیس کی گولی سے نہیں تو پھانسی کے تختے پر موت ہو گی۔ جگا زندہ و گرفتار ہوگا۔ اس سے انہیں خاصا انعام ملے گا۔

جنت پہنچنے سے خالی ہاتھ لوٹے ہوئے سہا سوج رہا تھا۔۔۔ انہوں نے کمر جاگنے کے بعد  
 عقب سے ان کی دعو کو لوگ آتے تھے؟ چٹانوں نے قریہ اطلاع دی تھی کہ پورا گردہ بموت پہنچے  
 تھے۔ پھر ابریا کیسے ہوئے؟۔۔۔ انہوں کو گھیرنے کا منصوبہ اس نے آخر تک کسی کو نہیں بتایا  
 تھا۔ انہوں کو یاد تھو کہ وہ جتنا کڑی دھڑائی ہو سکتے ہیں۔ چٹان کو اندر سے میں پہچان کر

[illegible]

ہمارے ان کی ایک نئے چلے گی سوچ کر وہ خاموش رہیں۔ انہوں نے اپنے شوہر کی جانب دیکھا مگر وہاں کچھ بھی اس بات میں ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں تھے۔ دوسرے چھک کر بیٹھے رہے۔

”نوک جانے بابا!“ کبھی ہوتی چہن کرے سے باہر آئی۔ ماما کے جسم پر گئے۔ چہن نے جانے کیا کہہ دے گی؟..... یا اس کی بھرائی ہوئی نظروں سے چہن کو دیکھنے لگیں۔

سناٹا کرنا..... اب اپنے کواے پر چہرہ ڈالنا تمام ضرور ہے۔ دکن کی جڑی بوٹیوں  
کرنے کے متعلق آپ کی نقلی ٹھیک ہے۔ گرما چلا پلو گرم کرنے والی بات گھر کے لوگ دیکھے جاتے  
بغیر کہہ رہے ہیں تو مجھے کہنا پڑا ہے کہ اگر آپ کو اپنے خون پر اعتماد نہیں ہے۔ "چند ایک لمبے کتے  
گئے۔ اس کے لئے اس کے اندازے سے خیال بنائے گئے ہوں گے۔ اس نے حرہ کہا۔" آپ  
انگوٹہ کا گھر میں داخلہ بند کرنے کا حکم دے رہے ہیں تو جراثیم ماموں سے بھی بچنا دینا کہ وہ  
مجھے آکر لے جائیں۔ "چند کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے۔" یہ بات سن کر انہیں میں جی  
گئے۔ چند کرب کے اندر جانے کے لئے آگے بڑھنے کی ہوا انہوں نے کہا۔

”بہو بیٹی! میں کس حراج کی وجہ سے اگرچہ غلط کہہ گیا ہوں تو تم اس کا خیال نہ کرنا۔ میں تو تمہاری بھلائی کی خاطر اسے دھکی دیتا جا رہا تھا۔ مگر اب مجھے کچھ کہیں کہنا۔ میں ہزارہ سے ملے بغیر دھرم چارو چاہا ہوں۔ تمہارے سہاک کی حفاظت کرنے والا اوپر موجود ہے۔ یہی اُس کی مرضی۔“

ماتے نے اپنے ہاتھ بندھ کر کہے تو مجھے اُٹھنے سے روک دیا۔

مین چار دن بعد۔۔۔ دوپہر کے وقت ماں جی اور چہن برآمدہ میں بیٹھی ہوئیں مگر کام کرنا  
 رع نہیں، دروازے پر دستک ہوئی۔ ماں جی نے دروازہ کھول کر دیکھا تو ایک مگر ابوا تھا۔ "ڈاک!"  
 کہتے ہوئے اُس نے ایک پتہ لافاف آگے بٹھا دیا۔ ماں لافاف ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھنے لگی۔

پھر کڑی ہند کے اندر آئیں۔ بہت عرصے بعد ان کے آگن میں ذاکہ داخل ہوا تھا۔ سوئے ہوئے سوہن سنگھ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ماں گجائے لٹائے پر نام پڑتا ہوا پھر چہون کو دیکھتی ہوئی بولیں۔ "بھوکا خط ہے..... شاید میکے سے آیا ہے۔"

چند دن کے فاصلہ پہنچاؤ نہ ہونے پر چار باہر نکال لیا۔ اور رکھا ہوا تھا۔  
 ”میرا بھائی کو چند دن بہن۔۔۔۔۔۔ سو فراموشی اس نے کھنے والے کا نام دیکھنے کے لئے خط۔۔  
 فتح دی کیا۔۔۔۔۔۔ تمہاری ہمیشہ کی ارجان مند دیو۔۔۔۔۔۔“ لکھا ہوا تھا۔ چند دن کے چہرے پر گزرتے دیکھ  
 کچھ کے ماس ماسی کا تجسس یہ نہ گیا۔

چند دن اگس کا خط ہے؟“  
چند دن کچھ دیر تک ساس کو دیکھتی رہی، پھر مجبوراً پولی۔۔۔ ”ویرو کا۔۔۔“ محبت کی ناں نے جھٹکے۔۔۔  
گردن ہلا کر شوہر کی جانب دیکھا۔ سوہن سنگھ نے غصے سے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

خطا کی ابتداء میں درود نے چونکہ اس کا اسباب نام تھا۔ جنت کو پیغام بھیجے ہوئے بچا لینے کے حکم سے اس کا شعر یہ ادا کیا تھا۔ چونکہ ان الفاظ کو چھوڑ کر آئے ہوئے نہ تھے۔

”بہن! میں تمہیں اہل تقاضا سے دلاتی ہوں کہ تمہارے سہاگ میں حصہ بنانے کا یہ اخیال تک دل میں نہیں لاناؤں گی۔ ایک عورت کی طرح رحم سے کہتی ہوں کہ مجھ کو برا متا د کرنا۔“

"صاحب! غضب ہو گیا۔ یہ سچا منگھ کی بیوی کو اغوا کر کے لے گیا۔"

"کیا؟۔۔۔ کب؟۔۔۔" اس ہی آفت نے اسے چکر اکر رکھ دیا۔

"شام کے وقت۔۔۔" خود ہارنے غصہ اڑا کر کہا۔ اور یہ سوچ کر سر جھکا لیا کہ ابھی اسے سہا پکڑ کر پھینک دیا۔ مگر سہا کچھ اور سوچ رہا تھا۔ وہ چکا کو گرفتار کرنے کے لئے جب اس ٹھکانے پر پہنچ رہا تھا اس وقت چکا ریتا میں عورت کو اغوا کرنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ تو کیا واقعہ اس کے خلاف جاری ہے ہیں؟ سہا کی خاموشی خود ہار کو کھلے دیتی تھی۔ وہ بولا۔

"میں اس وقت برابر والے گاؤں میں چوری کے سلسلے میں تھک رہا تھا۔ جب ریتا پہنچا تو اس کی بیوی کو اغوا کر بیٹھے۔"

"تھکے ڈاکوئے تھے ہاں؟" سہانے سوال کیا۔

"صاحب! چند روز سے میں کے قریب ہوں گے۔ لیکن مونہ ٹکھ کے مکان کے قریب مرلو تین ڈاکو نظر آئے۔ مگر کچھ کسانوں نے پندرہ یا بیس گھوڑ سوار گاؤں کے ارد گرد دیکھے تھے۔" "جب عورت کو ڈاکو اغوا کر رہے تھے اس وقت گاؤں کے کسی شخص نے مداخلت نہیں کی؟"

"سہانے خود ہاری انھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"صاحب! لوگ کہتے ہیں گورت دریا پانی مرضی سے ہنسی مسکراتی اس کے ساتھ گھوڑے سوار ہو گئی۔ پھر اپنی چالاکیاں کرتے ہوئے کہا۔ "مگر صاحب! میں نے رپورٹ میں درج کیا ہے کہ

چکا نے اسے زبردستی اغوا کیا ہے۔" مگر سہا پر اس بات کا اثر نہ دیکھ کر وہ کھو کھلی ہنسی بولے۔ "صاحب! آج آپ تھکے

ہے مجھے بتائیے۔" "صرف تھکا ہوا نہیں، ہمارا ہوا بھی ہوں۔" سہا کا دل بات کرنے کو نہیں چاہتا تھا، اس سے

باد جو غصہ اُچھوت بچکے والا دلا خود ہار کو بتایا۔ خود ہار نے افسردہ انداز میں کہا۔

"صاحب! مجھے ساتھ لے جاتے۔"

"اب سہا گرم ہو گیا۔" کیوں؟۔۔۔ کیا تہہ ہاری راتوں میں کوئی جادوی کوئی ہے جو اعراس میں چکا کو تلاش کر کے اس کے سینے میں سوراخ کر دیتی؟ خود ہار شرمندہ ہو گیا۔ سہانے سر دھکا

بھری۔ "چکا دشمن کی بیوی کے ساتھ پولیس کو چاراضف کی عزت بھی لے گیا۔"

"اس رات سہانے فیصلہ کیا کہ بیٹھیں دن وہ چکا کے قاتل ہیں میں دن رات ایک کروے گا۔" اس کا خیال تھا کہ جب انجام قریب ہو تو آدمی کا ضبط کم ہو جاتا ہے مگر وہ ایسا نہیں ہونے دے

گا۔ وہ آخری لحاظ تک جدوجہد جاری رکھے گا۔

"بچیں تیس سہاؤں کے ہاتھ کے ساتھ روز سنا ڈاکوؤں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا۔ گاؤں، گھٹ، جنگل، ہر جگہ بھٹکتے ہوئے مشکوک شخص سے پوچھ چوکھ کرتا، اسے دھکا دے گا۔ رات کو چھان

موج ہوتا ہوا ڈاکوؤں اس طرح پانچ چھ دنوں کو آرام کے لئے کھرا دہاں لوتا۔ پھر سپاہی بدل کر دوسری سمت میں تلاش کے لئے نکل کھڑا ہوتا۔ ڈاکوؤں کے متعلق معلومات جمع کرتا۔ کہاں جانا ہے اس کے متعلق کسی کو نہیں بتایا جاتا۔

"اس ڈاکو نے آپ کا سٹھ بتا دیا۔" اس بی بی پر ہمارا دوی اُسے کہتی۔ "نفس لپی جگہ ہے مگر ہمارا بھی خیال کریں۔ ڈاکو کی گرفتاری پر آپ کو انعام ملے گا مگر ترقی ہوگی۔ لیکن اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو ہمارا کون ہے؟ ہمارا بڑا خاندان نہیں ہے، ایک بیٹی ہے۔ اسے بڑا حال کیا کر دیں گے؟ بڑا ہوا دیں، پھر میں سکون ہوگا۔ مگر آپ کیوں رات میں جان خطرے میں ڈال کر ہمارا ذکر کرتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں؟ بیٹھے بیٹھے کھا سکتے ہیں، اتنا بھوکا نہیں دیا ہے یہی بہت ہے۔"

"بیوی کی آنکھوں میں چپکے ہوئے آنسو دیکر سہا خاموش ہو جاتا۔ وہ بیوی کی حالت دیکھتا تھا۔

"پھر ہا؟ تم بہت زیادہ فکر کرتی ہو۔ غصہ بڑا اعتماد ہے تو سب بگڑاں سر پہنچو۔ اب زیادہ دن اور نہیں۔ یہ سب ختم ہو گا اور فیصلہ ہو جائے گا۔ انسان کو ہمارا دیے سے مرنا چاہنا چاہیے۔"

"اس وقت اس کی چھ سالہ بیٹی اپنی سہا سے سوال کرتی۔ "باپا! کیا چکا ڈاکو ہار قبول نہیں کرتا؟"

"نہیں سہا! میں اپنی ڈاکو کو پولیس سے بچنا چاہیے۔" سہانے غصہ لہجے میں جواب دیا۔

"مگر باپا! ہم کل ہی چور پولیس کیسے ہیں اس وقت چور نہیں پکڑا جاتا اور پولیس تھک جاتی ہے۔ اس وقت چور دھرتا ہے چوریں خود کو تہہ ہار سے حوالے کرتا ہوں۔ مگر چکا تو آپ کے ہاتھ میں

"تا۔" رانی نے "مصرم لہجے میں کہا۔

"میری پیاری رانی! اچھوں کے کھیل میں ایسا ہوتا ہے۔ پھر بیٹی امیں تھک نہیں گیا اس لئے چکا

اوپر آپ گرفتار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" سہانے بیٹھے ہوئے کہا۔

چکا کے لئے اب ایک جگہ غمزدگی مشکل ہو رہا تھا۔ پولیس بری طرح اس کا قاتل کر رہی تھی۔

ہے خبر تھی کہ پولیس بارانی نے چند میل دور کی گاؤں کے قریب پہنچا ڈاکو اس لئے اسے رات میں جگہ تبدیل کر پڑی۔ چائیں آدھوں کا قافلہ، اچھا مال اور دوسری چھوٹی بڑی چیزوں کی

بھرتی اور تیز رفتاری سے ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل بہت مشکل ہو جاتی، اس لئے چکا نے

پہ کر وہ کورڈروں میں تسلیم کر دیا۔ اس لئے اپنے ساتھ جوان اور بچوں کے علاوہ پندرہ سرفرازا

لے۔ اور دوسرے حصے کے لئے ہوشیار اور کمال کو رازدار کے لئے منتخب کیا۔ بقیہ افراد اس

سرے حصے میں تھے۔ گردہ کے دونوں حصے الگ الگ علاقوں میں رہتے تھے، پھر پھر ایک

سرے سے رابطہ دستور تھا۔ پولیس کے متعلق اطلاع ایک دوسرے کو دے دی جاتی تھی۔ سہا کو

یگانہ کرنے کے لئے چکا جلدی جلدی ڈاکے ڈاکے لگا دیا۔ گاؤں لوگ لگا لگا بار تو ایک ہی رات

بہت قلق ستوں کے گاؤں میں ڈاکو ڈال کر ڈاکو تھا۔ لیکن میں ڈال دیتے۔

اس سکیم کے جواب میں اپنے سہا نے بھی دو سے تیار کر لئے۔ اپنے اسٹاف ارجن سکھ کو

سرے دے دی ڈاکو ہاری ہر دی۔ ارجن سکھ اور سہا کے ایک ساتھ کام کرتے ہوئے بھی اُن

نکام کے طریقے میں فرق تھا۔ ایک بہاری شخص اس کا آفسیر ہے بات ارجن سکھ کو کہتی تھی۔ وہ

تا۔

"جہانی ڈاکو جہانی ہی ختم کر سکتا ہے۔ یہ کام بہاری کا نہیں۔ ڈاکوؤں کے مقابلے میں

افت سے کام لینے کی بجائے انھیں دھوکے سے بھٹانا چاہیے۔ چاکا ارجن سکھ دل میں یہ

”براع کرو۔ اب رنگ جے گا۔“

”نہیں۔“ جت نے زعب سے کہا۔ ”ابھی قرض دیکھنے کا ہمارا مزاج نہیں ہے۔“  
 واوہر کا بیٹھی روی۔ ارجن کو فہم آ گیا۔ اُس نے کہا۔ ”راجکار اگر قرض دیکھنا نہیں تھا تو آپ یہاں تشریف لائے کی تکلیف کیوں کی؟ آپ نے والی کا حسن دیکھنے؟“

حجت بھی غصہ میں آگیا۔ ”مے خاکی لباس والے! اپنی حیثیت سمجھ کر بات کر۔ ہمیں عورت کا ہاتھ دیکھنے میں لطف نہیں آتا۔“

”راہنکار صاحب!“ قبضہ لگا کر ارجن نے کہا۔ ”آپ بھی عجیب بات کرتے ہیں۔ پینے سے بکواس کر رہے ہیں۔ باقی عورت کا نہیں تو مرد کا دیکھتے ہیں؟“

”ہاں۔۔۔ ہم تمہارے جیسے مردوں کو نجات دے چاہتے ہیں۔“ محبت نے سرو لہجہ میں کہا۔

جنت کا آسمان بھی پستول کے دستے پر جم گیا۔ "اس کھلونے سے کسی اور کو ڈراتا، مجھے نہیں۔"

”جنت نے مذاق اڑانے والے اعداد میں کہا، پھر سکرا دیا۔“ ”تھے میں نشانہ خطا کر جاؤ“

محبت نے جنوں کو آنکھ ماری۔ جنوں درمیان میں آتا ہوا ہلا۔ "ارے خاکی لباس والے احمق نہ بازی میں پار جاؤ گے۔"

”مجھے خاکی لباس والا کہتا ہے؟“ ارجن شک سے میں پاگل ہو گیا۔ ”میں پولیس آفیسر ارجن شک  
 ہوں۔ کچھ مجھ سے سیلوں میں ڈور بھاگتا ہے۔“

”اچھا.....؟“ بنو مان نے اسے پانی پر چڑھایا۔ ”جو چمک کی گرفتاری کے لئے میدان میں آئے  
.....؟“ بنو مان نے اسے پانی پر چڑھایا۔ ”جو چمک کی گرفتاری کے لئے میدان میں آئے

”میں تو سنہا صاحب کے یہاں سے جانے کا انتظار کرنے کی غرض سے عیش کر رہا ہوں۔“

جن نئے میں بول رہا تھا۔ ”جب میرا بھرا آئے گا پھر جگا کو بتاؤں گا۔“  
 راجہ کا ارجن کی باتیں سن کر مضطرب ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ جگا سامنے

”ارجن سنگھ انھیں نشانے بازی کا بہت گمان ہے تو ہم آزمائیں؟“ پھر پستول چھت پر لٹکتے

نئے قانون کی جانب کرتا ہوا یولا۔ "اس کے زوری جسے میں موسمِ بقیِ جلِ ربی ہے، اُسے بچانے  
 چاہتا ہوں تصور کیا جائے گا۔ اور جیسے والا جو کچھ کہے گا، ہمارے والے کو کڑا بڑے گا۔"

”مغفور۔۔۔!“ ارجن سنگھ نے عجیب کی کہانی سنی۔

چاہتا تھا کہ سہاچک کو گرفتار کرنے میں کام رہے۔ اس صورت میں اس کا عہدہ آئے۔ طے۔  
 ڈاکوؤں کو اپنی قوت بتانے گا۔ سہاچک کی قسم کا انعام نہ ملے، یہی وجہ تھی کہ اور جن سنگھ دل سے  
 نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اپنی پادری کے ساتھ کسی ڈکوں میں قیام کرتا اور گاؤں کے لوگوں کو اپنی خبر  
 برامدور کرتا، یہی طوائف کے گھرے رات بھر کرتا۔

جگا کو ایک رات پتہ چلا کہ برابر والے لگاؤں میں اور جن سگہ کا قیام ہے اور وہاں کی مشہور ہو گا۔

”اگر اکیلا مجھ سے ٹکرا جائے تو میں اس کا پانی ناپ لوں گا۔“ مردہ مجھ سے ڈر کر فرار ہو جاتا ہے۔

چکا بنے ہنواں سے کہا۔ "آج ہم اس بے ایمان ارجن کو ٹھیک کریں گے۔"

”چلو..... پھر بندہ تیار ہے۔“ ہنومان نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اُسے ایسی باتوں سے دلچسپی تھی۔ پولیس کو دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آتا۔ سہاگے سامنے ارجن کو ٹھک کر لے

”مگر حجت! ہمیں اُسے پہچاننے کے لئے جاننے والی کے گھر جانا پڑے گا۔“ بھوننے لگی۔

دولایا۔ ”تاچے والی کوٹھے پر قدم رکھو گے تم؟“

جنت جگہ کیا کہ پنن اسے طعنہ دے رہا ہے۔ اس نے کہا: ”مہم باپنے والی کے کھر میں کرتے نہیں جا رہے، دشمن کو نچالنے کے لئے جا رہے ہیں۔“

جگت، بیچن اور ہنومان جب کوٹے پر پہنچے، طبلے پر قاب پڑی تھی۔ سادگی کے سرچر  
تھے اور پائل کی جھکڑ کے ساتھ گیت گونج رہا تھا۔ تینوں ڈاکو بغیر بدل کر کوٹے پر آ گئے۔

سے پہلے ہنومان اندر داخل ہوا۔ انہما نے غصے کو بے دھرمک محفل میں داخل ہوتے دیکھ کر تاجی و ادھیکا کے جھگڑم گئے۔ ہنومان اُس کے قریب گیا اُس نے رادھیکا کے کان میں کچھ کہا اور رادھ

کیسا کر دھکی۔ ناچ رگ کیا۔ نئے میں جھوٹا ہوا جہن سنگہ چٹنا۔  
 "کون سے بڑے تیر ہمارے محفل میں داخل دے والے.....؟"

راوی کا کچھ کہنا چاہتی تھی مگر ہنومان نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ ارجن سنگھ کے برابر بیٹھ کر اس نے کہا: "آج زباناں بولنے لگی ہیں۔"

"ہیں..... ابھی سے ہمارا لی؟" بخت نے طر کیا۔ "یہ تو کچھ نہیں..... میں آنکھوں پر  
باندھ کر نشانہ لوں گا۔ پھر تو تمہیں اعتراض نہیں ہے؟"

"ہاں..... یہ کچھ ٹھیک بات ہے۔" ارجن ٹھیک ٹھیک سی ہنسی نہا۔

بخت نے آنکھوں پر بیٹی باندھ کر نشانہ لیا، گولی پٹی اور شیش بھٹی۔ ہومان جی آٹھا۔  
"شاہاں! پھر خیال آیا، لہذا جلدی سے بولا۔ "مستافی صاف حضور۔ شاہاں! راجکارا"

ارجن ٹھیک نے سر جھکا لیا۔ بخت نے صدم دیا۔

"خون کھڑے ہو جاؤ! اب جوش کبوں کو دیکھو گے۔"

ارجن ٹھیک جگمگایا۔ "میں بیٹھنا نہیں ہوں۔"

"مجھے سر دکا کاغذ دیکھنے کا شوق ہے اور وہ بھی عزت کے کہاں میں۔" بخت نے سخت لہجے  
کہا۔ ارجن ٹھیک کو سخت ناگوار گزرا۔ اس کا ہاتھ بے توتلی کی جانب ہوا۔ بخت گر جا۔ "خبردار! اب تو  
پر ہاتھ نہ رکھنا!"

"ہارنے کے بعد بد معاشری کر رہا ہے۔" ہومان نے ہتھول جھیننا لیا۔

بخت نے ساز عدول کو ساز بجانے کا اشارہ کیا۔ بھول کے شرا جگر پر اٹھی رکھ کر ارجن تک  
کھڑا کیا اور رادھیکا سے بولا۔ "ہنادو پڑا سے اوڑھا دوا!"

ارجن ٹھیک شے سے سرخ ہو رہا تھا، مگر جھجوری بھی اسے لے لیا کیا تھا، سپاہی مدد کے لئے آگے  
بٹکتے تھے۔

"جب تک شکیت جاری رہے گا، بغیر ڈکے اور قس نہیں کیا تو پھر بھوک ڈوں گا۔" بخت  
داغ میں گر گیا۔

ارجن ٹھیک تو کھڑا ہوتا ہی طرح ناچنے لگا۔ دیکھنے والے بڑی مشکل سے ہنسی دبا کر دیکھ رہے  
تھے۔ قس کرتے ہوئے ٹھک کر چہرہ ہونے کے بعد ارجن ٹھیک فرش پر گر گیا۔ بخت نے کھڑے ہوئے

ارجن کے چہرے پر شراب چھڑکی۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے سامنے ہوتا  
کا نشانہ لے کر بخت کھڑا تھا۔ ارجن نے درمطبع اعزاز میں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"میں پارکیا کنور صاحب! آپ کسی سے نہ نہیں۔ میری عزت جانے گی اور میری ترقی ترقی کر  
جائے گی۔"

بخت کا قبضہ گونگ آٹھا۔ "جس میں طوائف کے کوشے پر بیٹھ کر ترقی حاصل کرتی ہے؟" گا  
زور دار لالت مار کر بولا۔ "جگا ڈاکو تم سے ڈور ہاتا ہے۔ کیوں ایسا نہیں ہے۔ آنکھیں کھول!"

دیکھو! کہ وہ تم جیسوں کو بچانے کے لئے خود فوج کرا رہا ہے۔"  
"اور....." کہتے ہوئے ارجن ٹھیک کے ہوش اڑ گئے۔ بخت اور اس کے ساتھی سب کچھ وہ  
زورہ چھوڑ کر بچنے لگے!

سناہ کی جانب سے فوری بلاوا آیا، اس کی وجہ ارجن ٹھیک بھگیا۔ چکا نے اس کی جوئے عزتی  
اور بات کا اُسے پتہ چل گیا۔ "اگر سناہ نے کچھ غلط روایت لکھ دی تو برا افسر بنے گی اس کی  
پریم ہو جائے گی۔ اس بار کی طرح اسے سناہ کو راضی کرنا تھا۔ یہی امید لے وہ سناہ کے پاس  
گیا۔

"کمرے کیوں ہو؟ چٹہ جاؤ....." سناہ نے ارجن ٹھیک سے کہا۔ پھر کاغذ پر کوئی نقشہ ترتیب  
دینے لگا۔

"بھتر جناب....." کہتا ہوا ارجن ٹھیک بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد پتھر ایک طرف رکھ کر ایک کھڑکھٹا نے اس کی جانب دیکھا۔ چکا کی کیا خبر ہے؟"  
اس طرح پوچھ رہا تھا کہ کچھ کی رشتے دار کی خبر معلوم کر رہا ہو۔ مگر ارجن ٹھیک اس سے نظریں نہیں ملا  
اور جھکا کر بولا۔

"صاحب! اوہ کھٹک گیا۔"

سناہ کو اس شخص پر دم آگیا۔ انسان جب جرم کر لیتا ہے تو اس سے کوئی بات پوچھی جائے، اس  
اجرم ذہن وہی بات تصور کر لیتا ہے جس کا اسے خوف ہوتا ہے۔ اس نے عیبزدہ لہجے میں کہا۔

ارجن ٹھیک میں طوائف کے کوشے والی بات نہیں پوچھ رہا۔

"پھر بھی میں غلطی قبول کرتا ہوں۔" ارجن نے اپنا دفاع کیا۔

"پوچھو چھو وہ تہا رہی بھول نہیں، لا بر دای می۔" سناہ نے آخر کار کہا۔ ارجن ٹھیک سے آگیا۔  
نہانے حریہ کیا۔ "یہ تو اچھا ہوا کہ چکا نے نہیں صرف بچا کر چھوڑ دیا، ورنہ....."

سناہ کے بٹلے کو ارجن ٹھیک نے اپنے ذہن میں پورا کر لیا۔ "ورنہ تم اس وقت میرے سامنے زعمہ  
ہو۔"

موقع دیکھ کر ارجن نے ایک جھوٹ کھڑا۔ "صاحب! مجھے اطلاع ملی تھی کہ رات کو جگا طوائف  
کے کوشے پر آئے گا لہذا میں نے اسک لیتا حساب بھتا۔"

اب سناہ راض ہو گیا۔ غلطی قبول کرنے کی بجائے یہ شخص بڑا بک رہا تھا۔ اس نے سختی سے  
کہا۔ "آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہوگی۔ چکا کی طوائف کے گھر نہیں جاتا اس لئے اس نے  
بلی تھیں کو بھی منع کیا ہے۔ یہاں وہ ہے کہ وہ اب تک سلامت ہے۔"

"صاحب! اچھا کوئی مہانتا تھوڑی....."

مگر سناہ نے ہاتھ اٹھا کر ارجن ٹھیک کے بولے سے روک دیا۔

"نہ۔" بخت قسم کرو۔ "دیکھو! میں نے ایک نقشہ تیار کیا ہے۔ اس میں سب کے اندر چکا کی

ایسی دونوں پارٹیاں چندہ میں میل کے قائلے پر ہوئی چابٹیں تاکہ خطرہ محسوس ہونے پر ایک سے دوسرے کو خبر کر دی جائے یا ہمد کے لئے پہنچا جائے۔

”کیوں..... سنہا کی دی ہوئی مہلت ختم ہو رہی ہے، اس وجہ سے کہہ رہے ہو؟“ بنومان نے ٹوٹے ہوئے کہا۔ ”وہ ہمارے سامنے آئے تو ہم تم تائیں کہ اس کی بیوی کی چڑیاں لٹوٹی ہیں یا نہیں؟“ بنومان بہت زیادہ جوش میں نظر آ رہا تھا۔

”بنومان!.....“ بخت نے عقیدہ لیجے میں کہا۔ ”اب اسہیں نہیں بولنا چاہئے۔ مردکی کی عورت کو یہ بتانے کے لئے جنگ نہیں کرتے اور سرے والے بہادر کی ہمد کو کچھ کہہ رہا ہوں یہ سر جھکا پتے میں دم یا نفرت نہیں جتاتے۔“

”بخت جی کتنا ہے بنومان!.....“ بخت نے بنومان کو سمجھایا۔ ”اسی سنہا نے چندن بھی بھی کو اکھنڈ دھار گہرونی کی زعمادی تھی۔ ایسی بات چوتے ذہن اور دل کے آدمی نہیں کر سکتے۔“

”سمجھا..... مگر کیا سنہا کی نہیں آدنی انٹری کی ہے؟“ بنومان چڑ گیا۔ ”وہ ہم پر گولیوں کی بارش کرے اور ہم ہتھے ہوئے اس کا استقبال کریں؟“

اسی لمحے دور سے گھڑ سوار تانہ کھائی دیا۔ بنومان خوش ہو کر بولا۔ ”میرا پارکھانے کا سامان لے کر چلی آ گیا۔ درنہ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ سنہا کا تپا ہم پر لہزا ہو گا مگر پانچ گے گا۔“

گھڑا تے والے کے چہرے پر گہرے اکت کے اثرات تھے۔ اس نے فریادی۔ ”پولیس نے آگے آؤ ڈالا ہوا ہے۔ میں نے شمشان میں مردہ لے جانے والے لوگوں کو آپس میں بائیں کرتے سنا ہے اور وہیں سے لوٹ آیا۔“

”پولیس خلیات میں کم ہو گیا۔ سنہا سے مقابلے کا وقت آن پہنچا تھا.....!“

”پولیس کتنے قائلے پر ہے؟“ بخت نے سوال کیا۔

”چار یا پانچ میں پر..... شاید اس سے بھی قریب۔“ آنے والے نے جواب دیا۔

بخت نے سر اٹھا کر گڑ بڑ دیکھا۔ سورج نصف آسمان پر چمک رہا تھا۔ ڈوہیر کی ڈھوپ جسم سے پھینکی ہوئی گرمی پھیلا رہی تھی۔

”نصف دن باقی ہو گیا ہے۔ پولیس پارٹی کا اس جانب آ جانے کا امکان زیادہ تھا۔ مقابلے کے لئے ہر جگہ درست نہیں تھی۔ بخت نے جوت میں کوئی سکیم ترتیب دے رہا تھا۔ بنومان اور بخت، بخت کے علم کے قلعہ تھے۔“

آخر کار چمک چمک سوچ کر بولا۔ ”پولیس ہمیں تلاش کرتی ہوئی اس مقام تک پہنچ جائے گی۔ اس سے پیشتر ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے اور ہماز یوں کے درمیان اپنے آپ کو چھپا لینا مفید ہوگا۔ انہوں کی تعداد اور جگہ سے واقف ہونے کی صورت میں مقابلہ خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔“

”مگر پولیس پارٹی یہاں آئے گی، اس بات کا کیا ثبوت ہے؟“ بنومان نے مشکوک لیجے میں کہا۔

”شمشان جانے والوں نے ہمارے آدمی کو کھینچ لیا ہے۔ جب یہ لوگ مردہ جلا کر واپس لوٹیں گے تو پولیس ان سے پوچھ کر کچھ کرے گی۔ ہو سکتا ہے ان میں کوئی اس جانب اشارہ کر دے۔ اس

دونوں پارٹیاں یکم ہیں۔ دو لوگ ایک رات سے زیادہ کھیں نہیں رکھتے۔ انہیں چھاننے کے ہمیں دن رات بھٹکانا پڑے گا۔ درمیان میں گھنے جنگل، ہمازیاں اور کھیت پھیلے ہوئے ہیں۔ کچھ میں چھوٹے کے قریب کھل گھڑی ہے جس میں چھپنا ان کے لئے آسان ہے۔ ہمیں دونوں جا سے اُن پر یاد ڈالنا پڑے گا۔ ساتھ میں پورا اسلحہ اور بارود ہونا چاہئے۔ آٹھ دن مسلسل ہمیں بے اور کھیت پارک کر کے بیڑھنا ہے۔ آپ مغرب سے آئیں، میں مشرق سے آؤں گا۔ درمیان اگر کھیں دو لوگ مل گئے اور ہنگامہ شروع ہو گیا تو رات نکل کے دھماکے کن کر ایک دوسرے کی مدد کے لئے پہنچنا پڑے گا۔“

”اور صاحب!..... اگر اس کو ہم نہیں کچھ کرے؟“ ارجن نے ٹک کا اظہار کیا۔

”پھر آج سے کیا ہوگی دن تیری سید پر بیٹھ جانا! میں اپنے گھر میں بیٹھ جاؤں گا۔“

”اور جن کچھ کے سوال کرنے سے نفرت ہو گئی۔“

”نہیں صاحب..... ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اسے جہاں میں گرفتار کروں گا۔“ ارجن نے سید بھلا کر کہا۔ جبکہ اس کی نظر سنہا کے عہدے پر تھی۔

”ٹھیک ہے..... بہر حال کل رات وہ جا میں کسی کی اور کو آپ پر منصوبہ نہ تائیں۔ بارود اسٹاک ہونا ضروری ہے۔“ سنہا نے کہا اور دونوں مصافحہ کر کے الگ ہو گئے۔

سنہا اس رات سو نہ سکا۔ بائیں کے کئی واقعات فلم کی طرح اس کی نظروں سے گزرنے لگے۔ اس کا ذہن گہرے خیالات میں غرق ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ میز پر سے اٹھا کر خلع لیٹنے لگا۔ خلع پورا کر کے ایک لفافے سے بند کرتے ہوئے لفافے پر اکھنڈ سوہا گیا۔

پر بھادی..... اکھنڈ سوہا گیا ذہنی لیٹنے ہوئے اس کے اچھلنے لگے۔ شاید وہ اس صبح سے نڈل ہوئے؟ اس نے اسی سبب وہ خلع اپنی بیوی کے نام لگا تھا۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے دوسرا خلع تیزی سے کھینچا جس کے لفافے پر اکھنڈ سوہا گیا۔ ذہنی چندن کو گھر پر کیا۔ اسے یاد آ گیا کہ اس نے ہی چندن کو گھر کو اکھنڈ سوہا گیا۔

”زعمادی تھی۔ دو میں سے کسی عورت کا کہاں آج جائے گا، کسے معلوم؟“.....“ شاید دونوں کے با۔ کا بیدار مرنے جائے؟“ اس نے سوچا۔

دونوں لفافوں کو اکھنڈوں سے لگا کر سنہا نے انہیں الماری میں رکھ دیا، پھر اپنی آنکھیں شکا کر کے ہوئے رات نکل صاف کرنے لگا۔

○

سوئے جا گئے دن رات بخت کے ذہن پر سنہا کے خیالات کا قہر اور ہوا۔ بار بار سنہا کا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے آ جاتا۔ اس نے اپنے دل کو ٹولا۔ اُسے یقین تھا کہ اس کی ڈھکی ڈھکی نہیں ہو رہی، بلکہ یہ شاید ہی جسم کا ذہنی اشارہ ہے۔ کسی خطرے کے احساس کے طور پر اس نے ذہن اسے پہلے سے خبردار کر دیتا تھا اس لئے اس نے اپنی چھٹی حس کے اشارے پر غفلت نہیں

ہوتی۔ اس نے اپنے سامنیوں کو ہوشیار کر دیا۔

”بخت!..... بنومان! کچھ ہونے والا ہے۔ ہوشیار اور گرفتار کر دو۔ وہ چھگنے دھیں



صورت میں پولیس اس جانب آئے گی۔ پھر گھوڑے کے قدموں کے نشانات بھی انہیں مار دکھائیں گے۔" بگت نے انہیں سمجھایا۔

"میں ہوشیار تھو اور کپال تنگو کو بھی ہوشیار کر دینا چاہئے۔ تاکہ اس جانب سے پولیس آ۔"

تو وہ اس سے ہٹنے کے لیے تیار ہیں۔ "بگت نے تجویز پیش کی۔"

"ہاں۔۔۔۔۔ اس کا مجھے خیال ہے۔ مگر میں ایک دوسری ہی حکیم بتا رہا ہوں۔" اٹا کہہ کر بگت۔ گھوڑا سواری کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔ "مغرب کی جانب کپال کے اڑے پر جاؤ۔ اس سے کچھ شمال کی جانب جا رہے ہیں۔ وہ لوگ سیدھے آنے کی بجائے لمبا پتھر کاٹ کر شیشان کے پاس ہمارے ساتھ ہو جائیں۔ اگر دشمن زیادہ ہوتے تو ہم سب ل کر مقابلہ کریں گے۔ شام سے پچہ راست کاٹ کر پہنچنا ضروری ہے۔"

گھوڑا سوار نے کہا۔ "اجھار سار۔۔۔۔۔ میں جا رہا ہوں۔" اور گھوڑا اپنی منزل کی طرف دوڑا۔

اُس کے جانے کے بعد بگت نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"چلو اسامان حق کرو۔۔۔۔۔ ہمیں بھی یہ سبکہ چھوڑ دینی چاہئے۔ چلو ہنومان! تم میری ماتک کو کر کے آؤ۔ ہم تمہارے پیچھے پیدل آ رہے ہیں۔ خطرہ نظر آنے پر چھپ جانا اور گھوڑی کو دانا لونا دینا۔ ہم کچھ جا میں سے راتقل کا دھاکا کسی صورت میں نہ کرنا۔" بگت چاہتا تھا کہ اس گھوڑا ایک طرف سے حملہ کرنے کی حماقت نہیں کرے گا۔ مگر کون تو یہ دونوں طرف سے گھیرنے کے کوشش کرے گا۔ شام تک مقابلہ ہونے کے امکانات تھے۔ لیکن ہے رات ہی گراؤ ہو جائے۔ مگر ایک جھاڑی میں داخل ہوتے ہوئے بگت نے بولا۔

"ادبے نہیں ایک سال پہلے جب فروغ میں تھے اور اسی طرح فراہی کی تادی کر رہے تھے ہمیں ڈانٹتے تھے ایک ایک سال ہو گیا۔ ابھی موسم تھا نا؟ اس ایک سال میں کیا ہو گئی ہو گی۔"

"ہاں بگت۔" بگت نے آگے بڑھ کر جواب دیا۔ "مگر ماسکی کی طرف دیکھنے کی بجائے ہیر مستقبل پر نظر رکھنی چاہئے۔"

بگت خاموش رہا۔ وہ اپنی جگہ ڈک گیا۔ اُسے دیکھ کر سب حتم سمجھے۔ وہ ایک بڑے درخت آ دیکھنے لگا۔ اُس نے ایک ماسکی سے کہا۔ "درخت پر چڑھ کر دیکھو اور دیکھو نظر آتا ہے؟"

فراہی وہ شخص بندر کی سی چرتی ہے اور پتھ چل گیا۔ چاروں سمت نظر میں تھا کہ اُس نے دیکھا۔ ایک طرف لہلہاتے ہوئے کیت تھے اور دوسری جانب کئی زمین، تیسری سمت جنگل نظر آ رہا تھا۔ چوتھی جانب شیشان میں چار جمل رہی تھی۔ وہ غصے نیچے آ گیا۔

"سردار! یہ سبکہ مناسب ہے۔ درخت پر سے بہت دور تک دکھائی دیتا ہے۔ شیشان کی جانب سے ہنومان گھوڑے پر دابھ لوٹ رہا ہے۔ چنا چنا والے دابھ کی دابھ لوٹ رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ ہمیں چار ڈاؤن والا" بگت نے غم دیا۔

پکھو دیر بعد ہنومان واپس لوٹا۔ اُس نے کہا۔ "بگت! اس جانب چڑیا کا بچہ بھی نظر نہیں آتا۔"

اس جانب سے پولیس کا خطرہ نہیں ہے۔

"مگر غروے کو لانا والے لوگ ملتی ہوئی چار چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہیں؟" بگت نے

ایکجا۔ ہنومان چونک پڑا۔ پھر اُس نے پوچھا۔

"جی نہیں یہاں سے کیسے پتہ چلا؟"

بگت نے درخت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہماری چونکی ہے۔ یہاں سے ہم آس اس کی گمرانی کر سکتے ہیں۔"

"ناہ۔۔۔۔۔" کہتا ہوا ہنومان درخت پر چڑھنے لگا۔ وہ چاروں طرف کا جائزہ لینے کے بعد نیچے ترے کی بجائے اوپر ہی چڑھ گیا۔ بگت نے اُسے آواز دی۔

"زیادہ دیر بیٹھنے سے کسی کی نظر میں آ جاؤ گے۔ پولیس والوں کے پاس ذور بین ہوتی ہے۔" ہنومان نیچے آ گیا۔ "بگت! بہت زیادہ بھوک لگی ہے۔ خالی پیٹ سے لڑائی میں مزہ نہیں آئے گا۔ کچھ انتظام کرنا پڑے گا۔"

"تو کیا ایک وقت بھوکا نہیں رہا جاسکتا؟" بگت نے مسکرا کر کہا۔

ہنومان نے منہ تالیا۔ "ہاں بھوکے پیٹ تقریر ابھی نہیں ملتی۔ راتے میں کچھ خرگوش ملے تھے مگر راستل کا کاٹنڑخ تھا زیادہ سیر کرنا پڑا۔"

"مگر پکارے انکار ملنے پر کسی اسے پکا یا کس طرح جاتا؟ ہم یہاں آگ تو جلا ہی نہیں سکتے۔ لیکن آگ کے ساتھ ذروں کی لاری ہے اور ذروں پولیس کی رہنمائی کے لئے لگے ہیں۔ اس لئے تم کمانے کا خیال چھوڑ دو۔" بگت نے کہتے ہوئے کہا۔

"میں نی الحال وقت سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ میں انتظام کر لوں گا یا بھائی! تم اہمات تو ڈ۔" ہنومان بھوک سے دو اندھ ہوا تھا۔

"مگر پکاؤ کے کپاں؟" بگت کے پیچھے کی الجھن تھی۔

آدھی منگھوری کی سی یہ کچھ کر ہنومان گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ "اس کی فکر مت کرو۔۔۔۔۔ مجھے

رکب سوچ چکی ہے۔" ہنومان نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور واند ہو گیا۔ سب کو بھوک لگی تھی لہذا ہنومان کا پیش آئیں پسند آیا۔ بگت نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر اپنی مرضی پوری نہ کرے تو اسے ہنومان کون کے گا؟"

ڈیر ڈکھنے بعد پیسے سے تر ہنومان واپس لوٹا۔ اُس کے لباس پر خون کے دبے تھے۔ گھوڑی پر سے پڑا اُسے اندر سے کر دیا۔ "مگر کون سا مشکل مسئلہ مڑا یا رو۔۔۔۔۔" پکا ہوا بکرا دیکھ کر

ب کے سر میں پانی بھرا آیا۔ بگت نے حیرت سے پوچھا۔

"ہنومان! تم کہاں سے نکلا آئے؟"

"میں بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے پیٹ بھرو!۔" ہنومان نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور سب آ م کے بڑے ہڈی کو ڈر کر ان پر گھسٹ دیکھ کر کھانے لگے۔ پانی کی مشکلیں اُن کے پاس موجود تھیں۔ پیٹ بھر کر کھانے کے بعد ڈاکار لیتے ہوئے ہنومان بولا۔ "آج مجھے تھائی اور بارہی دونوں بڑنا پڑا۔"

شیشان کی چٹا پر بکرا پکا تھا کھاتے ہوئے دل خراب نہوں اس لئے میں پہلے نہیں کہا۔ پھر یہ بھلا کر کہا۔ "اب سب کمانے دو۔۔۔۔۔ دو دو ہاتھ کر لیں گے۔"

سورج مغرب کی جانب بھگ رہا تھا۔ بگت اور اُس کے ساتھی لیٹ گئے۔ دو آدھی چمکیداری

محمی جہاڑوں میں داخل نہیں ہو رہی تھی۔ ورنہ جہاڑوں کے نیچے آکر سڑک کے بڑے پتھریلے کی وجہ سے آواز پیدا کر رہے تھے۔ اس لئے پولیس کو بہت زیادہ احتیاط سے آگے بڑھنا پڑا تھا۔ درختوں کے نیچے پیچھے ہٹا رہے تھے۔ انہیں کچھ جہاڑوں میں اندر بھی گیا۔ آچا کھن کی آواز کرتی ہوئی گولی آئی اس کے شانے کے باطن غریب سے نکل گئی۔۔۔۔۔ کے بعد دوسرے چار فائر ہوئے اور آہستہ آہستہ پولیس میں گرے۔ فائرنگوں نے کیا تھا۔ وہ سنہا کو کشتہ نہانا چاہتا تھا مگر اس کا کشتہ نہ خطا ہو گیا اور باگڑا شروع ہو گیا۔۔۔۔۔ اُن کے درمیان کچھیں تھیں مگر کا فاصلہ تھا۔ ڈاکو اور پولیس تقریباً ایک دوسرے سے قریب تھے۔ سنہا نے پولوں کے فائر سے جواب دیا۔ متاثرہ میں تین فائر ہوئے۔ اس طرح ایک واقعہ فائرنگ شروع ہو گئی۔ سنہا ایک سڑک سے بچے کے پیچھے سے بھاگتا ہوا تھا۔

”جان چلاری ہے تو واپس لوٹ جاؤ.....“

مکرمینہ کی کوئی بات اس کا بیچ بچل کر لیا۔ مہرہ کچھ دیر رک گئے۔ انہیں جلدی نہیں تھی کیونکہ ان کو عواذ منہ فارغ ہے سوائے کا تو اسے شائع ہونے کے اور کوئی فائدہ نہیں تھا۔ پولیس کو اس وقت تک انتظار نہ تھا یا ان کو ان کو کچھ اچھے رکھنا تھا جب تک کہ ان کی بارانی کے بغیر افراد واپس جائیں گے ان کو کچھ نہیں۔ پولیس کی جانب سے فارغ کی کی محسوس کر کے محنت چھوٹ کر ان کو کچھ طلب کرنا کو چاہیے۔

[illegible][illegible]

”یہ بہت معمولی دھم ہے۔ تمہارے گھر کے دو بچے سنبھا کا لٹا دلیا۔“ میں آج سنبھا کے بچے کو نہیں چھوڑوں گا۔ چاہے میری کڑی سی ہوشیاری ہو۔“

”سنبھا! آج صبح چارویں صبح کو۔“ میں پہلے دھڑکن کی طاقت کا اندازہ کرنا ہے۔“ محبت نے

نومان کو کھنکھارے گا۔ چاہے کچھ دیر کے لئے محبت اور سنبھا کی باریشوں کے درمیان مکمل خاموشی رہی۔

مگر سنبھا ہنسنے کی تلاشی میں تھا اور محبت حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔

کے فرائض انجام دینے لگے۔ ایک ہر آدھے گھنٹے بعد درخت کے اوپر چڑھ کر ہر طرف کا جائزہ لیتا تھا۔ چار بجے کے قریب درخت پر سے آواز سنائی دی۔  
 ”پولیس والے نظر آ رہے ہیں۔ ہوشیارا“

جنت خورد وخت پر چڑھ گیا۔ سب کے ہاتھ ایک دم اپنی اپنی راہوں پر پھٹ گئے۔ تقریباً دو گنا دور کھینچوں کے درمیان اسے غامی لباس والے حرکت کرتے ہوئے نظر آئے۔ جنت نے آواز دے کر کہا: ”بھیرے اگلاڑے کے مطابق یہ بارہ آدمی ہیں۔ مگر سہا صرف اسے آوی نہیں لیا۔ گا۔“ پھر اس نے گہری نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ مغرب کی سمت بھی اسے مشکوک قسم سرگرمی نظر آئی۔ اس نے نیچے اتر کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”تین طرفہ صلے کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں تیار رہنا ہے۔“ اس کے بعد جگانے جلدی اپنے تمام ساتھیوں کو مختلف جگہوں پر تعینات کر دیا۔ اس نے ایسا کرتے ہوئے سستوں خیال رکھا تھا۔

ایکٹر سلہا بڑی ہوشیار سی ہے آگے بڑھ رہا تھا۔ اُس نے اپنی پانی تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے تھکے ہوئے جرج کو دے دینا کے لیے اُس نے ابھی طرح جائزہ لیا تھا کہ خلاف سمت دیا جائے تو اس میں ہار کا کس کسروں کا ہے۔ سادہ لباس والوں کو اُس نے مختلف سمتوں میں دوڑایا۔ گھوڑے کے قدموں کے نشانات سے اُس نے اندازہ لگا لیا کہ اگر کوئی کسی قربی پہنچے ہوئے ہیں، شام تک انہیں گمراہ کیا جائے۔ اگرچہ شک کی پانی یہاں پہنچ جائے اس صورت میں چارپوڑیوں سے گمراہ ڈالا جاسکتا تھا۔ گھبراہٹ کو اگرچہ اس صورت میں اُس نے تین اطراف سے حل کر کے پانچ تیار کیا۔ اگر کوئی چوکی سمت قرار ہوں گئے تو اس صورت میں اگرچہ کچھ باتھ گھس گئے۔

پہلا دھماکہ ہوا اور جنگل پرندوں کے شور سے گونجنے لگا۔۔۔ شمشان کی جانب سے ایک ساکنہ روڑا ہوا آ رہا تھا۔ جگت اور اس کے ساتھیوں نے رائفلیں سپردی کر لیں۔

”نہیں...!“

”تنتے ہیں؟“ جنت نے پوچھا۔

”آٹھ سے لویا۔۔۔ انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ گھر میں فائر سے بچ کر رہیں آگیا ہوں۔“ وہ بری طرح پائپ رہا تھا۔ بگت فوراً کھڑی پرستار اور دو دمے صاحبوں کو اپنے ساتھ لیا۔ دوسرے آدمے صاحبوں کو آدھے فرما لک کے قافلے پر ایک بجہ چنپا دیا۔ ان سے کہا گیا کہ ضرورت سے پہلے نہ ہٹیں۔ ایک جگہ ٹوٹ پڑا ہے۔

پیش پانی کی پیمینوں سے اب دوڑا اور ڈاکٹر کو فرما کر اس سے سہا غصے میں خبر گیا۔ ”جیسے تھی کیا جلدی تھی ہیوف؟ اب دوڑا اور ڈاکٹر کو فرما کر اس سے سہا غصے میں خبر گیا۔“

جہاز میں داخل ہونے کے بعد سنبھار کنا ہو گیا۔ راستہ بہت گھٹا تھا۔ بڑے گھٹے درختوں کے درمیان ڈاکو آسانی سے چھپ سکتے تھے۔ عقب سے حمل ہونا ممکن تھا۔ ہر قدم پر موت اُن سے قریب ہو رہی تھی۔ صورت حال خاصی نازک تھی۔ سورج غروب ہونے میں ابھی دیر تھی مگر روشنی

"بچیں، ہومان! ہم ایک ایک کر کے پیچھے سرک جائیں۔ ہمیں پیٹ کے بل دیکھتے ہوئے پیچھے ہے۔"

اس کے ساتھ بحفاظت پیچھے ہٹ جائیں اس غرض سے جگت نے سناہوالی ست فائزرنگ سر کردی۔ مجرورہ فائزرنگ کرنا ہوا خود پیچھے ہٹا جاتا تھا کسی لمبے سناہنے اس پر فائزرنگ ہو جانے سے تقریباً چھپتے ہوئے چکا کو ستور کیا۔ "تمناو جگت!"

اور اس کے ساتھ جگت پہلو کے بل غمور کی گئی اس کی پشت پر سے گزر گئی۔ بچن نے سناہ پر فائز کیا۔ اور اسی دوران جگت ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ سناہ نے سچاؤ کو فرار ہوتا پایا۔

جس نے اس لئے اس نے فوراً غم دید۔

"آہستہ آہستہ آگے بڑھو۔"

جگت اسی سے کا انتظار کر رہا تھا۔ جیسے ہی پولیس والے درختوں کے پیچھے سے باہر آئے۔ فائز کیا۔ ایک دشمن لپٹ گیا۔ ہومان سنے پر چڑھ کر سناہ کو فٹانے لگانے کے لئے تیار ہو گیا۔ مگر اس سے پہلے سناہ کی گولی اس کی پٹلی کے آدھ پار ہو گئی۔ اس نے ذم کی پرواہ کئے بغیر سناہ فائز کیا مگر کوئی سناہ نے درخت کے تن میں گھس گئی۔

اسی وقت دور سے راتوں کے سنے سے ہوا تھوڑے۔ سناہ ہوائی فائز۔ فوراً ہی جگت بھگ گیا۔ کربال اور ہوشیار کی پادہ کی لے آگئی ہے۔ مگر سناہ کھانا کراہن کا دست آ گیا ہے۔ ہونا جوش میں آ گیا۔ سناہ نے سر باہر نکالا اور ہومان نے فائز کیا۔ اسی لئے سناہ کی پٹولی گری ا ہومان کی پٹلی میں سوراخ ہو گیا۔ وہ غلاباری کا تھا ہوا بچے گرا۔ جگت نے غمور کیا کہہ ہومان بے دردی ہونے کی صورت میں متاہ کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اس نے ہومان کو ا طرف کھینچا لیکن اس نے جگت کو کھینچ لیا۔ پھر اس نے سناہ پر فائز کیا۔ اس مرتبہ ہومان کی کو کام کر گئی۔ گولی سناہ کے پیٹے میں اتر چکی تھی۔ وہ بھی لٹکا اور گرا۔ ہومان دوسرا فائز کرتا تھا مگر جگت نے اسے پیچھے کھینچ لیا۔ زمین پر خون کی ٹیکر بن گئی۔ پٹلی پر ہاتھ دبا کر ہومان چچا تھا مگر جگت نے اسے پیچھے کھینچ لیا۔ گڈ۔ درخت۔ اسے خود گھڑا ہو کر اس سے متاہ کر دیا گیا۔

سورج ڈوب رہا تھا اور آہستہ آہستہ ہر طرف اندھیرا چھیلنا جا رہا تھا۔ گولیوں کی بو چھاڑنا تھا۔ سختی سختی دھم ہونے کے باوجود سناہ کے اوسان ابھی متاہ تھے۔ اس نے غم دید۔

"خبردار۔۔۔ کوئی پیچھے نہیں بچے گا۔"

اور اس کے ساتھ ہی وہ دھم بھر کے باوجود ایک دم تن کر کھڑا ہو گیا۔

دوسری جانب ہوشیار اور کربال آجمن میں گرفتار تھے۔ دشمنوں اور ساتھیوں کا اندھیرے عر اعزاز لگا مشکل تھا۔ کربال نے ایک ترکیب آزمائی۔ گوارے سے درخت کاٹ کر اس پر صافے کپڑا کر کے مشعل بنائی۔ اسی سے ایک سناہ ہوائی گولی مشعل کی روشنی میں سے مگر دھم کی مشعل کو روشنی میں غامی لباس والا صاف نظر آ گیا۔ کربال سگھ نے ہوشیار سگھ سے کہا۔

"غمن سامنے کی سمت ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی تائی ہوائی ست فائزرنگ شروع کر دی۔

جگت اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر ہومان کو کھینچے لگا۔ اس نے بچن سے کہا۔ "میں ہومان کو پیچھے ایک دمک میں پھونکا تا ہوں۔"

ہومان تنم پیش ہو گیا تھا۔ ایک اب اس کی پٹلی اور پٹلی سے بے تماش خون بہہ چکا تھا۔ جگت کو ہر جیت کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اپنے پیارے ساتھی ہومان کو کھانا جیت قبول کرنے کو تیار نہیں تھا۔ آدھے گھنٹے کی محنت کے بعد جگت ہومان کو کھانا جیت کے پیچھے نے آنے میں کامیاب کیا۔

گیا۔ وہ بری طرح ہانپنے لگا۔ خون سے اس کا تمام لباس بھیک گیا۔ دو ساتھی لینے کے لئے کھڑا ہی وقت اس نے اندھیرے میں چھٹی ہوئی سناہ گھڑی دیکھی۔ اس نے فوراً آواز دی۔ "ایک۔۔۔!" گھڑی فوراً قریب آ گئی۔ اس نے گھڑی کی پشت چھتیا کر جیت کی طرف اشارہ کیا، پھر ساتھیوں کو فرار ہونے کے لئے ہوائی فائز کر کے اشارہ دیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ جاتا تھا کہ پولیس پر آگوں کی دھماکے سناہنے کے لئے بے غم پر ضرور تھی۔

اس کے ساتھ ہی وہ اس بات سے بھی واقف تھا کہ چار پولیس والوں کے مرنے سے دشمن کی فرت کم نہیں ہوئی۔ جگت گھڑی کے پیچھے چلا ہوا دیکھتے ہیں داخل ہوا۔ چھوٹے آدھے دھان کے گیت میں پولیس کی نظر میں آنے کا خطرہ نہیں تھا۔ کچھ دور روشنی دکھائی دیتے ہی جگت اس جانب چلا دیاں کسی کسان کا چھوٹا سا مجرورہ نظر آ رہا تھا۔ جگت نے گھڑی کوڑے کا نشانہ دیا، مجرورہ اپنی پشت پر کھلے ہوئے ہومان کو زمین پر لٹا کر اس نے جوتیز دی کا رو دادہ کھینچا۔

جگت نے آواز دی۔

کچھ دیر بعد ایک غمور کی دہلی ہوئی آواز سنائی دی۔ "میں ہوں بھائی! تم جیسی ہوا اندر آ جاؤ۔ مجھے آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔"

جگت دروازے کو کھول کر اندر پہنچا۔ ایک بڑا سیار چابی پر پڑی ہوئی تھی۔

"ہاں جی! دشمن پر لگنے کی کوئی دوا ہے مگر میں۔"

"ہاں۔۔۔ سامنے چلی میں پڑی ہوئی ہے۔" بڑا سیار نے کہا۔ "کیا کوئی لگی ہے؟"

"ہاں ماں جی۔۔۔!" کچھ کر جگت نے دیکھی جڑی بوٹی لی اور ہونڈوں سے باہر آ گیا۔ پھر اس نے وہ دوا ہومان کے دشمنوں سے لگا دی اور سامنے کی دیوایں اس کے گرد زنبور پر بیٹھ گئیں۔ دوسرے سب بے ہوش ہومان دور سے لگا رہا تھا۔ اس مختصر عرصے میں خون کافی نکل کر زمین پر پھیل گیا تھا۔ پٹلی دشمن خنجر کا تھا۔ ہومان کی یہ حالت دیکھ کر جگت کا دل آ رہا۔ ہر گھڑی ہومان کو موت سے قریب لے جا رہا تھا۔ وہ ابھی اپنے کام سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اس نے دور ڈراچ کی روشنی حرکت کرتے دیکھی۔ وہ چلا۔

"پولیس خنجر کر رہی ہے۔" جگت بڑبڑایا۔ "شاید وہ یہاں تک خون کے نشاہت دیکھتے ہوئے پیچھے ہیں۔"

اس کا کچھ دھم سے سرخ ہو گیا۔ مگر اس کی کوئی بھی حرکت ہومان کی زد کی قسم کر سکتی تھی۔ اس لئے اس نے قید سے کام لیا۔ وہ قرار ہونے کے متعلق سوچنے لگا۔ اس کی نظر ایک چابی پر پڑی۔ اس نے چابی کے چاٹوں پائے کاٹ دیئے۔ اس طرح چابی کو پلستر کی طرح بنا کر

فورا ہی دروازے میں ایک عورت نظر آئی۔ مگر داخل ہوا تو دیکھ کر وہاں لوٹ گئی۔ بخت نے  
 موزی کو اور قریب لے جا کر کھراڑا دیا۔ ”کیون ساگاؤں ہے؟“

اس مرتبہ ایک مرد آیا۔ بخت نے اسے اندر سے باہر کی طرف آتی ہوئی دم ریشی میں اس  
 کی بخت کا چہرہ دیکھا اور بولا۔ ”شاہی آپ لوگ نکلیں ہیں کیا تیار ہاراساچی زعمہ ہے؟“ اس نے

فی خیر لکھے میں کیا۔ بخت کو اس کے لیے جو خضر کیا مگر اس نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔

”میں جو چاہوں یہ کیوں ساگاؤں ہے؟ یہاں کوئی ڈاکٹر لے گا؟“

”ڈاکٹر؟“ کہتے ہوئے وہ شخص سوچ میں ہو گیا۔ بخت کا دل چاہا کہ اسے گولی مار دے۔

لہجہ بھر بولا۔ ”اس کا مطلب ہے آپ کا ماساچی زعمہ ہے۔ اس شیطاں کے بچے سے کوئی دوا نہیں

میں ہوتا۔“

بخت مزید ضبط نہ کر سکا۔ وہ داخل ہو کر اس شخص کا نشانہ لے کر بولا۔ ”میں جو چاہوں یہاں

ہاں بات کا جواب دوا“ اس کے لیے میں ایک دم درندگی آگئی۔ ”دروندگی بارودوں کا بچہ؟“

”بھائی صاحب! میں بھی یہی کہہ رہا تھا۔ مگر آپ جلد باز ہیں..... ہمارے بچوں ساگاؤں کے

بہان ایک ہی ڈاکٹر ہے۔ دوسری جانب چرچ کے قریب جاؤ وہاں کچھین ڈاکٹر ہے۔ وہ بخیر

یہ علاج کرتا ہے۔ بہت زور عمل آتی ہے۔“

بخت نے مزید نہ سنا سمجھ سکا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔ بخت نے اسے گولی دیا۔

اس نے جلدی سے ہونام کو اس پر لٹا دیا۔ جھوٹری سے ایک مضبوط ریشی لگا کر اس نے ہونام  
 چار پائی سے باغھا، پھر اسی ریشی کے دوسرے اس نے کسی کمرھوڑی سے باغھ دیتے، پھر  
 جست لگا کر گھوڑی کی پشت پر سوار ہو گیا۔

”ناک.....!“ اس نے گھوڑی کو ایڑ لگائی اور ناک بندوٹی کی گولی کی طرح روانہ ہو گیا

تھوڑے تھوڑے وقفے سے بخت ہونام پر نظر ڈال رہا تھا۔ دروازے کے قاصر پر پہنچنے

اچانک پیچھے سے فار ہوا..... پھر تو پیچھے گولیوں کی بارش ہونے لگی۔ بخت دوڑتی ہوئی گھوڑی

پشت پر بیٹھے ہوئے اپنی جہاز کی طرف تگ کرنے لگا۔ بخت کا تعاقب کرتے ہوئے جھوٹری تک پہنچنے

تھوڑے سہانے کے بعد ڈھشت اختیار کر گیا اور وہ خود بہ خود نہر کا قاصد بن گیا۔ وہاں پہاڑی کھا کر کرنا۔

کے باوجود اس کا ہتھول دون دنوں کا تعاقب کرنے لگا۔ مگر اس کی آنکھوں میں اندھیرے نے

دائرے دھس کر دیے تھے۔ بخت کو فرار ہوتے دیکھ کر اس کا دل چند ہوا تھا۔ اور اس وقت تک

دانت نہیں کرے عہد کر رہا تھا کہ اگر ہونام مر گیا تو وہ اس وقت تک اپنے دوست کی چٹا نہیں ملا۔

کا جب تک سہارا تو پتا نہ کرنا دے۔

چاند کے لپکے اچالے میں بخت تھری سے راستے کو رہا تھا۔ پانچ سال پہلے آگے نکل کر:

نے گھوڑی روک لی۔ پولیس اب تعاقب نہیں کر رہی ہے یقین کرنے کے بعد وہ گھوڑی سے

گودار گھوڑی سے پیچھے اسٹریچر لایا چار پائی پر کھٹکتا ہوا ہونام اب بھی پیش قدمی کر رہا تھا۔ اس کی سانس

رہی تھی۔ مگر بخت نے غصے سے اس کی سانس کی رفتار بہت مست ہے۔ ہونام چرچ سے ہے۔ اس

گرو صاف کی، پھر پھر کہ پھانسا ہوا صاف کھول دیا۔ اس نے مزید تعاقب چار پائی نہیں۔ ہونام

کی پہلی کا خون اب بھی بند نہیں ہوا تھا۔ اس نے یہ پتیاں بھی اس کے ذمہ کر کے باغھ دیں۔

کی تکلیف سے ہونام ترپنے لگا۔ اس کے چہرے پر مشدہ تکلیف صاف خشک رہی تھی۔ بخت

آٹھیں بجھ گیا۔ وہ بھراٹے ہوئے لکھے میں بولا۔

”دوست! کچھ دیر ضبط کر لے۔ ابھی میں تیرا علاج کرتا ہوں۔“ اس کے سلیق میں الفاظ اٹک

رہے تھے۔ پھر وہ گھوڑی پر سوار ہوا اور ناک دوڑنے لگی۔

ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ راستہ سناٹا ہونے کی وجہ سے وہ کچھ بے فکر تھا۔ کچھ راستے

کھینچے ہوئے اسٹریچر کی عجیب سی آواز کی دھک دھک دہانے دل میں غصوں کر رہا تھا۔ کبھی قریب سے

دور سے کسی پرندے کی چیخ یا پروں کی چڑچڑاہٹ سے سخت دل والا ڈاکو پکپکا جاتا۔ بار بار

نور کے کچھ لیتا تھا۔ وہ دیکھ کر ہوا کہ موت کا فرشتہ اس کے دوست کی جان لینے تو نہیں آ رہا؟

دوٹی نظر آگئی تھی۔ بخت کے دل میں امیدوں کا چہرہ روشن ہو گیا۔ اس نے ذہن پر زور دیا کہ

کون ساگاؤں ہے؟ مگر کچھ دیر نہیں آ رہا تھا۔ شاید وہ پہلے اس کی طرف نہیں آیا۔

”جی جی ہو۔“ وہ بڑبڑایا۔ ہونام کی جان بچانے کی خاطر وہ بڑے سے بڑا خطرہ مول لیا

کوتیار تھا۔

دوشتاں قریب آ گئیں۔ دوایک کتے آئے دیکھ کر بھونکے لگے مگر وہ پڑاؤ کے بغیر آگے بڑھ

گیا۔ ایک جھوٹے سے قریب پہنچ کر اس نے آواز دی۔ ”کوئی ہے؟“

”ڈاکٹر صاحب! میرے پاس رات بھر بے ہوش نہیں۔“ بکت نے جواب دیا۔  
 ”تم اس کی پہلی سے تو بے ہوش کی کوئی نگاہ نہ کی۔“ ڈاکٹر کا سوال اور اس کی نظروں کی تاب نہ لا  
 رجعت نے سر جھکا لیا۔ وہ چپک چپا کہ اس کا بھوت بکڑا تھا۔  
 ”کیا ایسے آجی آجی؟“ بھانڈی چل چل گئی تھی؟“ بکت نے سوچا۔  
 ”جو بکت نہیں ہو سکا وہ کبھی کیا دے گا؟“ ڈاکٹر نے ذہن میں دبا بھرتے ہوئے کہا۔ بکت کے  
 ہاتھ ڈاکٹر کی بات لگ گئی۔  
 ”ڈاکٹر صاحب! میں نے بھوت ہوا تھا۔ مگر آپ کا احسان چکانے میں بے ایمانی نہیں کروں  
 میں۔ شکاری نہیں، ڈاکو ہوں۔ اسے میری گولی نہیں لگی، بلکہ پوئیس کی گولی سے زخمی ہوا ہے۔“  
 ”سب کچھ ایک سانس میں کہہ گیا۔“  
 ”تجربہ دار نام؟“ ڈاکٹر نے کسی تاثر کے بغیر کہا۔

”بکت چنگو۔“ بھکتے بھگتا ڈاکو کے نام سے نکارتے ہیں۔“ ڈاکٹر ایک جانب ہٹ گیا۔  
 رکی دراز کھول کر کچھ ٹکا لے لگا۔ بکت نے پڑھ کر رات بھر کی بات سے لگا دی اور  
 رجا۔ ”خبردار اگر کوئی چھپا کر تلاش کرنے کی کوشش کی۔“

مگر ڈاکٹر کے چہرے پر گھبراہٹ کا تاثر نہیں تھا۔ اس نے چپنے ہوئے کہا۔ ”بھتیجا رات بھر لیٹا  
 ہے گا کچھ انوکھ جوجھو رہے ہوا ہیں۔“ پھر اس نے چھوٹی سوتی دکھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ  
 خیال میں کسی کے ذہن پر مانتے کے لئے نہیں بلکہ سینے کے لئے استعمال کرتا ہوں۔“ ڈاکٹر کے  
 رے پر پھیلا ہوا اور دوسرے خونی کے ساتھ ان کی آواز میں چٹکی ہوئی مٹھاس دیکھ کر بکت ایک بار  
 زخمی بند ہو گیا۔ رات بھر دوسری جا پار کی پر پھینکا ہوا قاتل لیجے میں بولا۔

”ڈاکٹر! آپ کو کبھی ہماری طرح موت کا ڈر نہیں تھا؟“ ڈاکٹر نے سر ہٹا کر کہا۔ ”ڈاکٹر ذہن میں رہا تھا۔  
 ”پھر مجھ کو ڈاکو کے ذہن میں فرق ہے۔ دوست! ڈاکٹر نے سزا کر کہا۔“ ڈاکٹر ذہن میں رہا تھا۔  
 رتی ڈور کا گلاس لے کر کہا۔ ”اس کے دوسرے ہاتھ میں ڈھیل روٹی کا سلاخ نظر آ رہا تھا۔  
 ”بھتیجا تو بھلا کھا لے۔“ یہ کہہ کر اس نے بکت کے ہاتھ سے لپ لے لیا اور ڈور کا گلاس  
 ٹاویا۔ میری کی آواز میں چٹکی ہوئی مٹھاس نے بکت کو اس کی یاد دلادی۔  
 ”میری! بکوں ہے تم جانتی ہو؟“ ڈاکٹر نے اوپر دیکھے بغیر کہا۔ ”بکڑا ڈاکو ہے۔ جس کے سر پر  
 چمچ ہوا اس میں کھانا تھا۔ بکت کی جانب سے۔“

جگانے کن اکھیں سے دیکھا، یہ کن کر بھیا کے چہرے پر گھبراہٹ نہیں تھی۔ اس نے اسی  
 رات سب سے لیجے میں کہا۔ ”بھتا ڈور کا غصا ہوا جائے گا۔ لی لے!“

بکت کو یہ سب عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ خونی ڈاکو ہے یہ جانتے کے باوجود دونوں میں  
 سے کسی کو اس سے ڈر نہیں لگا۔ نہ صرف کان لکھتا کرتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں؟ بکت کو یقین نہیں آ  
 تھا۔ ”شاہین! ڈاکٹر نے کہا۔ ”میں کوئی چال نہیں ہوں۔“ بکت نے سوچا۔ مگر جب بھیا نے تھری  
 اُسے ڈور کا ڈھیل روٹی دیکھ کر اس کی ہدایت کی تو اس نے کہا۔

”نہیں ماں جی۔“ بھکتے بھکتے نہیں۔ ڈاکٹر صاحب جب تک یقین نہ لا دس کر میرا

لیپ رکھ دیا۔ پھر دونوں چارائیوں کے اسٹریچر کو اٹھا کر ہوائی کمانڈر لے آئے۔ اسی وقت ڈاکٹر  
 کی یہی کمانڈر آئی۔ اس نے ہوائی کمانڈر لے آئے میں اُن کا ساتھ دیا۔  
 ”میری! تم یہاں گرم کرو۔“ میرے کہتے ہوئے ڈاکٹر نے ہوائی کمانڈر کو پھینک پھینک دیا۔ پھر بکت کی چار  
 دیکھے بغیر پھینکا۔ ”جنگل میں دور سے اسے ڈھکی کیا ہے؟“  
 ”نہیں ڈاکٹر! اسے کوئی گولی ہے۔“ بکت نے جواب دیا۔ ڈاکٹر کے ہاتھ براہ کام کر رہے  
 تھے۔ پہلی کی بجائے تینوں کا فوراً چھوٹ گیا۔ ڈاکٹر نے ہر جلدی سے تینوں کی سدی اسی  
 میں میری کی پٹریں کا سامان اور دوائیں لے کر آئی۔ ڈاکٹر سر جھکانے کا کام کر رہا تھا۔ وہ درمیان  
 بکت سے بات بھی کر رہا تھا۔

”گھر ذہن ہے۔ کس نے گولی ماری اسے؟“  
 بکت جواب دیتے ہوئے پھینکا، پھر بولا۔ ”میں نے گولی ماری۔“ ڈاکٹر نے جھٹکے سے سر آ  
 کر اس کی جانب دیکھا۔ بکت نے ٹھہر کر بھکتے میں تاکہ اس کا بھوت چھپا رہے۔  
 ”تم نے اسے ڈھکی کیا اور علاج کرانے بھی لے آئے۔“ عجیب سی بات ہے۔“ ڈاکٹر نے اُن  
 ہوئے کہا۔

بکت نے تفصیل بتائی۔ ”میں تو ہم دونوں گھر سے دوست ہیں۔ مگر شکار پر ہمارا جھگڑا ہو گیا  
 میں نے اسے مار دیا۔“ بکت نے ٹھہر کر بھکتے میں تاکہ اس کا بھوت چھپا رہے۔  
 ”تم نے اسے ڈھکی کیا اور علاج کرانے بھی لے آئے۔“ عجیب سی بات ہے۔“ ڈاکٹر نے اُن  
 ہوئے کہا۔

بکت نے تفصیل بتائی۔ ”میں تو ہم دونوں گھر سے دوست ہیں۔ مگر شکار پر ہمارا جھگڑا ہو گیا  
 میں نے اسے مار دیا۔“ بکت نے ٹھہر کر بھکتے میں تاکہ اس کا بھوت چھپا رہے۔  
 ”تم نے اسے ڈھکی کیا اور علاج کرانے بھی لے آئے۔“ عجیب سی بات ہے۔“ ڈاکٹر نے اُن  
 ہوئے کہا۔

بکت نے تفصیل بتائی۔ ”میں تو ہم دونوں گھر سے دوست ہیں۔ مگر شکار پر ہمارا جھگڑا ہو گیا  
 میں نے اسے مار دیا۔“ بکت نے ٹھہر کر بھکتے میں تاکہ اس کا بھوت چھپا رہے۔  
 ”تم نے اسے ڈھکی کیا اور علاج کرانے بھی لے آئے۔“ عجیب سی بات ہے۔“ ڈاکٹر نے اُن  
 ہوئے کہا۔

بکت نے تفصیل بتائی۔ ”میں تو ہم دونوں گھر سے دوست ہیں۔ مگر شکار پر ہمارا جھگڑا ہو گیا  
 میں نے اسے مار دیا۔“ بکت نے ٹھہر کر بھکتے میں تاکہ اس کا بھوت چھپا رہے۔  
 ”تم نے اسے ڈھکی کیا اور علاج کرانے بھی لے آئے۔“ عجیب سی بات ہے۔“ ڈاکٹر نے اُن  
 ہوئے کہا۔

بکت نے تفصیل بتائی۔ ”میں تو ہم دونوں گھر سے دوست ہیں۔ مگر شکار پر ہمارا جھگڑا ہو گیا  
 میں نے اسے مار دیا۔“ بکت نے ٹھہر کر بھکتے میں تاکہ اس کا بھوت چھپا رہے۔  
 ”تم نے اسے ڈھکی کیا اور علاج کرانے بھی لے آئے۔“ عجیب سی بات ہے۔“ ڈاکٹر نے اُن  
 ہوئے کہا۔

بکت نے تفصیل بتائی۔ ”میں تو ہم دونوں گھر سے دوست ہیں۔ مگر شکار پر ہمارا جھگڑا ہو گیا  
 میں نے اسے مار دیا۔“ بکت نے ٹھہر کر بھکتے میں تاکہ اس کا بھوت چھپا رہے۔  
 ”تم نے اسے ڈھکی کیا اور علاج کرانے بھی لے آئے۔“ عجیب سی بات ہے۔“ ڈاکٹر نے اُن  
 ہوئے کہا۔

بکت نے تفصیل بتائی۔ ”میں تو ہم دونوں گھر سے دوست ہیں۔ مگر شکار پر ہمارا جھگڑا ہو گیا  
 میں نے اسے مار دیا۔“ بکت نے ٹھہر کر بھکتے میں تاکہ اس کا بھوت چھپا رہے۔  
 ”تم نے اسے ڈھکی کیا اور علاج کرانے بھی لے آئے۔“ عجیب سی بات ہے۔“ ڈاکٹر نے اُن  
 ہوئے کہا۔

”میں ابھی اس کا فیصلہ کر دیتا۔ مگر پھر کبھی اسے نبھاؤں گا۔ کیونکہ دھماکہ کر کے میں پولیس گاڑی

۲۱ ہے تو انسان کے ذہن میں انقلاب جنم لیتا ہے۔ اور جب انقلاب جنم لیتا ہے تو اس کے ہاتھوں

جب سے پاکت واپس نکال کر ڈاکٹر نے کہا۔ "تمیں بچے ہیں۔"  
"بچہ میں اسے لے جاتا ہوں ڈاکٹر!" بکت نے عاجزانہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"کیوں..... اتنی جلدی کیا ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"مج سے پہلے مجھے بھجواتا ہے تمھارے بچے جانے چاہئے۔"

"میں اسے لے جانے کا مشورہ نہیں دوں گا تم جانکتے ہو۔" ڈاکٹر نے جواب میں کہا۔

"اور جی پوس میں اس کی پھر؟" اس نے ڈاکٹر کو آواز دے کر کہا۔ "یہاں تک پہنچنے کے

لئے انہیں خطائیں مل جائیں گی۔ اور آپ ہونا کو پوس کے سر درگاہ میں گئے۔"

ڈاکٹر سوچ میں ڈوب گیا۔ "تمہاری بات سچی ہے۔ کیونکہ موت کے بچنے سے بچنا میرا فرض

ہے۔ مگر قانون کے بچنے سے نہیں بچا سکتا۔ جاؤ، اسے لے جاؤ! ویراج اس کی حالت کریں

لے۔ یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر نے گردن میں لگتے ہوئے سر اس کو اکٹھوں سے لگا لیا، پھر ہستہ جانے کے

دکھت اور ڈاکٹر نے ہونا کو چار پائی پر لٹا دیا۔ مگر دیکھ گئے ڈاکٹر کو دیکھنا دیا پھر کچھ یاد کر

لے اور اگلے کمرے میں گیا، کمرے میں ہوتی مری کے سامنے اس نے سر جھکا دیا پھر میر پر پڑے

اے دودھ کے گلاس کو لی کیا اور ڈبل روٹی کے دھڑکے جب میں رکھ لے۔

"ماں جی سے کہنا دودھ بہت میٹھا تھا۔" یہ کہتے ہوئے بکت کی آواز بھرا گئی۔ ڈاکٹر نے اس

کے ہاتھ میں دو پڑیاں تھما دیں۔

"یہ مرہم زخم پر چار چار گھنٹے بعد لگاؤ اور دو دن آپ اسے دو عموں ہو پانی میں ڈال کر بنا دیتا۔"

ڈاکٹر نے اسے دوا کے استعمال کا طریقہ بتایا۔ بکت نے بگڑ کر ڈاکٹر کے پیچھے چوسے۔

"میں آپ کا احسان زندگی نہیں بھولوں گا ڈاکٹر!" بکت نے بیکلی ہوئی آواز میں کہا۔ اس

کی آنکھوں کے کونے پر ہیک گئے اور اپنے آسٹوں کو چھپانے کے لئے وہ جلدی سے پشت پھیر کر

اپنی آنکھوں سے دھیمے دھیمے گھبراہٹ سے ڈاکٹر کی آواز سے اس کے قدم روک لے۔

"تمہارے دم سے مجھے بھونچنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا بھول گئے؟"

آنکھیں خشک کر کے بکت ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ ایک کانڈ پر کچھ کھڑے تھے۔ انہوں

نے اس کو تہہ کر کے بکت کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"کیا اس میں دوا بھی ہے آپ نے؟" بکت نے پوچھا۔

"ہاں۔ مگر تمہارے لئے۔ آج ان کے اور شام سونے سے پہلے اسے پڑھ لینا۔ کچھ لینا مجھے

جانور مل گیا۔" ڈاکٹر نے سر اٹھا کر کہا۔ بکت کی آنکھوں سے حیرت بھاگنے لگی۔ اسے ڈاکٹر بالکل

سچ بتا رہا تھا۔

"مجھے معاف کرنا ڈاکٹر صاحب! میں نے آپ پر غلط شک کیا تھا۔ آپ عظیم ہیں۔" وہ زیادہ

دل رسا۔ کیونکہ آواز میں اس کی انگلی تھی۔ پھر وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔

بکت اور ہونا کو بھجواتا تھا۔ وہاں کے دیکھ کر سامی سرست سے بیچ اٹھے۔ بکت نے سب

سے پہلے پوچھا۔ "میں تم سے اور کتنی ڈنکی ہوئے؟"

سب لوگ چپ ہو گئے۔ بچن نے کہا۔ "دھم دھم ہوئے اور چار کام آگئے۔"

کی مٹھیاں کس جاتی ہیں اور بھاتوں کے شطرنج بکے گئے ہیں مگر....."

ڈاکٹر اپنے گنگے میں پڑے ہوئے کراس پر اٹھان بھیرنے لگا۔ ہونا کو کے ہونٹ ایک بار

متحرک نظر آ رہے تھے۔ ڈاکٹر اور چھ دنوں اس کے قریب آگئے۔ ڈاکٹر نے اس کی ہنسی دیکھ

پھر سر پر ہاتھ رکھا۔ "دوا کا نشہ ٹوٹ رہا ہے اور بخار چھڑ رہا ہے۔" ڈاکٹر نے سمجھ دیکھے میں کو

اس کی بیوی آرام کر رہی ہے بیٹھے بیٹھے سو چکی تھی۔ اس لئے ڈاکٹر نے خود پانی میں کپڑا بھگو کر جوٹا

کی پیشانی پر رکھا۔ بکت نے ڈاکٹر سے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب! یہ کام مجھے بھی آتا ہے۔ آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔"

ڈاکٹر مکر آیا۔ "آرام نہیں ہو سکتا ہے!" ڈاکٹر کی آواز میں گھر بھگ رہی تھی۔ "ابھی

خطرہ میں ہے۔" بکت کا دل کاشپ کیا اس کے ہاتھ کی مٹھیاں کس گئیں۔

"اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں اس کی سزا کروں گا۔" ڈاکٹر نے ٹھہری ہو

"کی کو قہر کرنے کے خیال سے تم اسے زندگی نہیں دے سکتے بکت!" ڈاکٹر نے ٹھہری ہو

آواز میں کہا۔ "مگر میں اسے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ تم مجھے پورا معاوضہ دو گے۔" ڈاکٹر

ہوٹوں پر پر اساری سرکراہٹ تھی۔ بکت نے غصے سے ڈاکٹر کی ایک بات بار بار دہرا رہا ہے!

مجھ سے کیا بدلہ چاہتا ہے؟ آخر اس نے کھنکھارے اٹھا دیے۔

"ڈاکٹر صاحب! اگر آپ مجھے گرفتار کر کے باج بزار روپے وصول کرنا چاہتے ہیں تو....."

کہہ کر وہ ٹپک گیا، پھر چار پائی پر پڑی ہوئی راتھل اٹھا کر بولا۔ "پوس میں مری لاش کا بھی اتنا

انعام دے گی۔ اس لئے مجھے زندہ سپرد کرنے کی بجائے آپ مجھے گولی بار دیں۔" بکت کے گلے

میں ہارے ہوئے جواہر کا سا دکھ تھا۔

"تو تم میرے ہاتھ سے گل ہوتا چاہتے ہو؟" ڈاکٹر نے عجیب سوال کیا۔

"ایسا نہیں تو پھر میں خود کو گولی مار کر تم کو لوں گا۔" بکت نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"خود کی کرنے سے زور کو نقصان ہوتا ہے بے اٹھا دماغ ہوتا ہے۔ کیا نہیں نہیں معلوم؟"

بکت سوچ رہا تھا کہ وہ ہر بات میں شکست کھا رہا ہے۔ اس کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ

کیا جواب دے؟ مگر ڈاکٹر اس طرح بزدل نہ تھا۔ "تم بہت زیادہ جلد باز مت بنو! پہلے اپنے سامنے

کو ٹھیک ہونے دو۔"

کچھ دیر بعد چھ کو بیٹھے بیٹھے خند اٹھی۔ اسے کچھ احساس نہیں رہا۔ ڈاکٹر نے اس کے شانے

ہلانے خود چپک کر جاگ گیا اور اس کا ہاتھ راتھل کے دے پر جم گیا۔ مگر کمراتے ہوئے ڈاکٹر

دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔ "اب تمہارا سامنے خطرہ سے باہر ہے۔ لہذا میرے پر جا کر لیٹ جاؤ!" ڈاکٹر

نے کہا۔

مگر جواب میں بکت کھڑا ہو گیا اور ہونا کی پیشانی پر ہاتھ بھیرنے لگا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "میں

نے اسے خند کی گولی دے کر مٹا دیا ہے۔ کیونکہ تکلیف سے یہ ہاتھ بھرنے لگا تھا۔"

"ڈاکٹر صاحب! آپ نے مجھ پر بہت برا احسان کیا ہے۔" یہ کہتے ہوئے بکت نے دھواں

جانب دیکھا مگر گھڑی نہیں تھی۔ لہذا ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیا تھک ہوا ہے؟"





ہوئی۔ یہ زمین کی دعا برآئی، جیسی ہنگام کی سرمنی۔

کچھ دیر بعد اُس کے جی میں تکلیف شروع ہوئی۔ ران پر ہاتھ دبا کر اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ ڈاکٹر نے فوراً انکسٹن لگایا۔ پھر اُس نے کچھ دیر بعد آنکھیں کھول دیں اور ڈاکٹر سے پوچھا۔  
 ”ڈاکٹر! کتنے دن ہسپتال پر رہنا پڑے گا؟ اگر جلد ہی کھڑا کر دو تو آخری بار چکا کا تعاقب کروں گا۔“  
 ”سو آخری بار“۔ سنبھا کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔ ڈاکٹر کے لئے سنبھا کی بات کا ترجمہ دینا انجمن والی بات تھی۔ سر میں کو یہ نہیں تھا کہ اس کا چکر لگا دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نے سب سے کہا تھا کہ ایسی خوفناک خبر دینے میں جلدی نہ کرنا۔ شاید مریض نے برداشت نہ کر سکے۔

ایچا یک خود بخود سنبھا کی نظریہ کی جانب لگی۔ اور وہی ہوئی جاوڑ کے نیچے کی جانب جگہ خالی تھا آنے لگی۔ وہ چونک گیا۔ دروہیری نظروں سے اُس نے ڈاکٹر کی جانب دیکھا۔ ڈاکٹر نے نظریہ جھکا لیا۔ یہی اُس کی جانب آلا بھری آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ وہ کچھ گیا۔ اُس نے ہاتھ پاؤں کی ران کو ہلانے کی کوشش کی مگر بھر پور حوا ہو گیا۔ سر میں نے یہ صدمہ برداشت کر لیا ہے اور کاقین کر لینے کے بعد ڈاکٹر نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”انسپیکٹر! ائی ایم وی سوری۔ ہمارے پاس دوسرا کوئی علاج نہیں تھا۔ اور آپ سے اپنا دل لینے کا وقت بھی ہمارے پاس نہیں تھا کہ آپ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر سکتے۔ لہذا ہمیں سے اجازت لے کر ہمیں آپ پریشن کرنا پڑا۔“

”تھک ہو ڈاکٹر!“۔ سنبھا نے ہماری لہجے میں کہا۔ مگر اب اُس کی پیوری طرح رونے لگا۔ سنبھا نے سنی دینے لگا۔ ”اری پگلی! اس طرح رونے سے کیا فائدہ؟ اب تمہیں مجھے سہارا دینا ہے، ہم پیوری کوشہر کا آواہانم کہتے ہیں۔ اگر میرا بایاں پیر کر گیا تو کیا ہوا؟“  
 ارجن سنبھا نے بھی ساتھ دیا۔ ”ہاں مین! فرض پورا کرنے کے سلسلے میں صاحب! آخری لمحے تک لاتا رہے۔ ہمارے جیسوں کو تو ان کی بہادری سے سبق لینا چاہیے۔“

سنبھا نے ارجن سنبھا سے کہا۔ ”قدرت سے کھیل ڈالے ہیں۔ چکا کو تم نے نہ سکا تو میں پولیس پر ایجاؤنٹ کی میز پر ایجاؤنٹ جاؤں گا یہ میرا عہد تھا۔ جب مدت پوری ہونے کا وقت آئے اس وقت پیر کر گیا۔ اب میز پر ایجاؤنٹ نہیں چڑھ سکتوں گا۔“ سنبھا نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ارجن سنبھا کے کچھ سننے کا خشتہ تھا۔ سنبھا نے اُسے مخاطب کیا۔ ”اب ساری ذمہ داری تم پر آئے گی۔ میں اپنے انتہی میں تمہاری سٹارٹ کروں گا۔“

ارجن کے چہرے پر حسرت کی لہر دوڑ گئی۔ سنبھا کی پیوری کو اس کی خوشی ناگوار گزری۔

پولیس انسپیکٹر بننے کے بعد پہلی بار جب ارجن سنبھا اپنے سابق انسپیکٹر سنبھا نے لے کیا تو اُس کی چال سے غور و جھگڑ رہا تھا۔ اُس کے منہ سے بد آواز اُٹھ گئی۔ سنبھا نے اُس سے مصافحہ کیا۔

”سبا کہادوتا ہو میں ارجن سنبھا! جس ڈاکٹر کو میں نے چکا کی میری دعا ہے کہ اُسے چکا ملے میں تم کا میاں ہو۔“

”صاحب!“۔ ارجن سنبھا کے لئے صاحب کا لفظ اکرنا اچھا محسوس نہیں ہوا مگر مجبوراً وہ...

ب جیسے اپنی قوت دکھانے کا موقع ملا ہے۔ میں چکا کو دیکھ لوں گا۔“

”نہو کر کے آئے ہو قافلہ۔“۔ سنبھا نے طنز یہ لہجے میں کہا۔

ارجن سنبھا کی بات ناگوار گزری۔ ”جی ہاں صاحب! آج خوشی کا دن ہے۔ لہذا ڈراما۔“ مگر ارجن سنبھا نے محسوس کیا کہ اب مصافحہ دینے کی ضرورت کیا ہے؟ وہ اکر کر بولا۔ ”مگر میں آپ کا دشمن نہیں آیا۔“ سنبھا اس دیا جیسے کہہ رہا ہو۔ ”انسپیکٹر بننے کے لئے میری سٹارٹ اچھی تھی۔ مگر یہ مشورہ بھی اچھا نہیں لگے گا۔“

سنبھا کی ہنسی سے ارجن سنبھا متشعل ہو گیا اور اُس کے دل کی بات زبان پر آ گئی۔ ”تمہارے اور رے کام کا طریقہ مختلف ہے۔ زندگی گزارنے اور کام کرنے کے سلسلے میں ہمارے راستے مختلف ہوتے۔ ڈاکٹر کو چکانے کا عہد بھی کیا اور اُس کے پیوری کے سر پر ہاتھ رکھ کر سدا سہاگن رہنے کی مانگی دی۔ اسی وقت میں کچھ کیا تھا کہ یہ کام تمہارے ہاتھوں انجام نہیں پائے گا۔ ڈاکٹر کے نشتے روں سے بھلائی نہیں؟ اب تم دیکھنا! اُن میں اس کے ساتھ کس طرح چین آتا ہو۔“ ارجن سنبھا نے جوش انداز میں کہا اور چل دیا۔ سنبھا نے صرف اتنا کہا۔

”تم جس طرح مناسب سمجھتے ہو کرو۔ مگر صرف اتنا یاد رکھنا! پولیس انسپیکٹر اور ڈاکٹر کا سروار خردوں ہی انسان ہیں۔“۔ مگر ارجن سنبھا کی اُن کی کرتا ہوا باہر چلا گیا۔



۱۔ "چندن کو نے عاجزانہ لہجے میں کہا۔  
 "تمہیں جانتا ہے تو مجھے کوئی انکار نہیں۔" "مومن عجب نے ہم رضامندی کا اظہار کیا۔" "مگر تمہیں  
 ان کی ذمہ داری ضرور رکنی پڑے گی۔"  
 "ان سے بھی کچھ نہیں گئے۔" "مال جی نے مضبوط لہجے میں کہا۔

○

"رتا گاؤں سے دو عورتیں آپ سے ملنے آئی ہیں۔" منہا کی بیوی نے کمرے میں داخل ہو کر  
 ہاتھ کہا۔ "میں انہیں اندر بلاؤں۔"  
 "رتا سے کون آیا ہے؟" منہا نے سوچتے ہوئے کہا۔ "انہیں بلاؤ۔"  
 چندن کو اور اس کی ساس کو دیکھ کر منہا حجب ہو گیا۔  
 "اے آپ لوگ آئی ہیں۔۔۔۔۔ تشریف لے رہیں؟" منہا نے جلدی سے کہا۔ بھراچی بیوی سے  
 لا۔ "پر بھائی! انہیں پکارتی ہو۔۔۔۔۔ چکا کی ماں اور بیوی ہیں۔"  
 پر بھائی نے انہیں ہاتھ جوڑ کر کہنے کی عمر اس کی آنکھوں میں عجیب سی آنکھیں تھیں۔ جس ڈاکو  
 نے اس کے شر پر جان سے مارنے کی کوشش کی، اپنا چکر اس کی زندگی چاہ کر دی، اس کے  
 شے داروں کا یہاں کیا کام؟۔۔۔۔۔ چندن کو اسے انہیں ملے ہی پر بھائی سر جھکا لیا۔  
 "آپ لوگ تشریف لے رہی ہیں؟" منہا نے ماحول کی کشیدگی محسوس کرتے ہوئے کہا۔  
 اس جی نے بھی سانس لے کر کہا۔ "ہاں صاحب! ہم تو تشریف سے ہیں۔ لیکن ہمیں اس کا  
 لمس ہے۔" "اس کی کا اشارہ منہا کے دماغ پر کی طرف تھا۔  
 "اس جی! اور کیا بھی ہوتا ہے۔" منہا نے سناٹ لہجے میں کہا۔ "جنگ لڑنے کے لئے میدان  
 میں جانے والوں کو ایسے حالات سے بھی کرنا پڑتا ہے۔ ہمارا تو کام بھی یہی ہے۔"  
 چندن کے چہرے پر اُن کی اُن کی حالت سے بھی کرنا پڑتا ہے۔ "صاحب! اس نے آپ کا کھیر کاٹ دیا کیا ہے۔" چندن نے  
 کچھ دیر بعد دیکھے کچھ میں کہا۔  
 "ہاں بہن! اس کے علاوہ جان بچانے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔" پھر منہا نے چادر ہٹا کر بھر  
 دکھایا۔ "گوئی بہت گہری آنکھیں تھیں۔"

کتنا ہوا ہر دیکھ کر چندن کو کے منہ سے آنکھ لگی۔ پر بھائی نے دیکھا کہ اس نے کچھ  
 چھپانے کے لئے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ پھر کچھ دیر کھلی چلا ہوا تھا کچھ آنکھوں میں آنسو ہیں۔ ساس  
 بچہ کے متعلق پر بھائی کے دل میں جو جرات پیدا ہوئی تھی، ختم ہو گئی۔  
 "پر بھائی! ان کے لئے کچھ لے آؤ۔" منہا نے کہا۔ پھر ماں جی سے پوچھا۔ "کسی جینس کی آپ  
 لوگ؟"

"میں صاحب! آپ کین کٹیف کرتے ہیں؟"

"اس میں کٹیف کی کیا بات ہے؟ آپ لوگ کتنی دور سے میری عیادت کرتے آئی ہیں۔"  
 پر بھائی کمرے میں چلی گئی تو ماں جی نے کہا۔ "صاحب! آپ ہماری نظر میں بہت نیک  
 آدمی ہیں۔ اس لئے ہم آپ سے جوت نہیں بولیں گے۔ ہم صرف عیادت کرتے نہیں آئے۔"

ہوئی منانے کے لئے بیٹھ گئی ہوئی چندن گھبراہٹ ہوئی سرال لوٹی۔ اس نے پولیس کے ساتھ  
 چکا کے کئی ممبروں کی خبریں سنیں۔ وہ بری طرح سے بچھن تھی۔ اخبارات میں بھی یہ خبریں شائع  
 ہوئی تھیں کہ پولیس سے افساد کے دوران چار ڈاکو مارے گئے اور کچھ سخت زخمی ہوئے۔ چکا غرا  
 ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بھی شدید زخمی ہے۔ چندن اس لئے مگرمت  
 تھی کہ اگر واقعی چکا زخمی ہو تو اس کی نگہداشت کے لئے آئے جگہ کے پاس ہونا چاہئے تھا۔ وہ  
 نے بھی دوسرا خط نہیں لکھا تھا اور نہ ہی کالی تھا۔ چکا کا کوئی آدمی آیا تھا۔  
 مگر میں داخل ہوتے ہی اس نے دریافت کیا۔ "ماں جی! ان کی کوئی خبری؟"  
 ماں جی بھی کچھ لہجے میں بولیں۔ "جی! ابھی تک کوئی اطلاع نہیں کہ وہ کیا ہے۔"  
 "آپ نے سنا منہا کا بھیر کاٹ دیا کیا؟" چندن نے ماں جی سے کہا۔  
 "ہاں۔۔۔۔۔ اب انہوں نے نوکری بھی چھوڑ دی ہے۔ ان کی جگہ راجن عجب کو مقرر کیا گیا ہے۔  
 بھائی سے منہا کو اپنا بھیر کاٹ دیا کیا؟" ماں جی نے سر دھاتے ہوئے کہا۔ بھراچی آپ کو کئی  
 دینے والے لہجے میں بولیں۔ "یہ اچھا ہوا کہ اس کی جان بچ گئی۔ جس کو تو ہم تیار کیا پاپ ہو جاتا۔"  
 "میں ایک بات سوچ رہی ہوں کہ۔۔۔۔۔ چندن کچھ کہتے کہتے دنگ تھی۔  
 "کیا سوچ رہی ہو چندن؟" اس جی نے پوچھا۔

"میں ان کی عیادت کے لئے جانا چاہئے۔" چندن کو نے بھٹکتا کہا۔ شاید ماں جی کو اس کی  
 یہ بات پسند نہ آئی، یہ سوچ کر اس نے بات کا ٹورغ موڑ دیا۔ "منہا صاحب سے ہی ان کے بارے  
 میں صحیح خبر مل سکتی ہے۔"

ماں جی اپنی بیوی آنکھوں میں دیکھتے گئیں۔ منہا اب پولیس انسپکٹر نہیں رہا تھا اس لئے ماں جی  
 کے خیال میں اس کی عیادت کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ اس کے علاوہ جب کہ وہ پولیس انسپکٹر  
 بھی تھا تو اس نے اپنے شو چنگ کی بیوی کو عادیہ میں کسی بھی قسم کے عمل۔ کام نہیں لیا تھا۔ اس  
 لئے جو کی بات ماں جی کے دل کو گئی۔

"مگر تمہارے سر شاہد ہمارا بات سے اختلاف کریں گے۔" ماں جی نے ٹک کا اظہار کیا۔  
 "پاکو میں سناؤں گی۔" اس نے اپنے بچے کے متعلق اطلاع کے لئے وہ بھی سے بچھن ہوں گے۔  
 رات کھانا ختم کرنے کے بعد سونے کچھ کے سامنے پروگرام چلی گیا۔ پہلے تو انہوں نے  
 انکار کیا۔ "جگت نے جسے ڈی کر کے اپنا بچہ دیا وہ ختم تو گوں کو اپنے کمر میں داخل ہونے دے  
 گا؟ عے غزنی ہونے سے نہ جانا ہجر ہے۔" "مومن عجب بولے۔  
 "مگر پاپو! وہ ایسے آدمی نہیں ہیں۔ پولیس انسپکٹر تھے جب بھی انہوں نے ہم سے غلط بات

"کچھ بھی کام میرے لائق ہو، آپ بے شک آجائیں۔ میں اب پولیس انسپکٹر نہیں رہا۔" سنبھا نے مسکرا کر کہا۔

پربھادتی انہیں دو دروازے تک وضاحت کرنے کے لئے آئی۔ باہر ہزارہا ٹکھ کھڑا تھا۔ ماں جی نے اس کو تحائف کرایا۔ "میرا چھوٹا بھائی ہے۔ ہم نے آپ کا مکان نہیں دیکھا تھا اس لئے اسے اچھے لے آئے۔"

"آپ اندر کوئی نہیں آئے بھائی؟" پربھادتی نے ہزارہ سے پوچھا۔  
ماں جی نے جھٹ کہا۔ "سنبھا صاحب نے اسے تھلے بیٹھا تھا۔ شاید اس لئے ناراض ہے۔ مرد لڑی دھنی میں بھولے ہیں۔" پھر تینوں پربھادتی کو کہنے کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ پربھادتی انہیں اتنے دیکھ کر رہی۔

جب وہ لوگ گھر پہنچے کڑی کا باہر سے بندھی۔ پردی ان کی جانب دیکھ رہے تھے، اس لئے وہ بوجھیں کو کڑی گڑبڑ ہوئی ہے۔ اسی وقت جگت کے بڑے تایا بھی دوڑے ہوئے آئے۔

"کیا ہوا؟" انہوں نے ہاتھ پوچھے۔

"ہم تو اچھی بات سے آئے ہیں۔" ہزارہ نے جواب دیا۔

"مجھے کسی نے تایا کو پولیس سونٹھ کو لے گئی۔" تایا نے بتایا۔

"مگر کسی جرم میں؟" جگت کی ماں نے پوچھا۔

"چلو۔" گھر میں چلیں۔

اندر جا کر انہوں نے پورا مکان الٹ لپٹ کر دیکھا۔ سارا سامان گھرا ہوا تھا۔

"معلوم ہوتا ہے ان لوگوں نے مکان کی تلاش بھی کی ہے۔" ماں جی کا دل بھڑا رہا۔ ہزارہ ٹکھ

ان جی کے سر اٹھانے کے یہاں کیا تھا، وہ بھی اس وقت ساتھ تھا۔ وہ ایک دم گھر گیا۔

"میں سمجھتا ہوں۔ یہ بے پولیس انسپکٹر اہل جنس ٹکھ کا کام ہے۔ میں تو ہمدار کے پاس جا رہا

ہوں۔ یہ سمجھتے کیا ہیں؟" ہزارہ نے دانت چبیں کر کہا۔

"ہزارہ! تایا کو ساتھ لے جا۔ جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پولیس سے دشمنی مول

نہیں لینی چاہئے۔" ماں جی نے اسے سکھایا۔

تایا اور ہزارہ کو گدی کروڑ ہمدار بھیجا۔ اس نے صرف اتنا بتایا۔ "انسپکٹر صاحب خود آ کر سونٹھ

ٹکھ کو پکڑ لے گئے۔ کہتے تھے آپرے سے ہم ہوا ہے۔ لوگوں کو ڈاکو تائیں اور ان کے رشتے دار

ہمکن سے ہیں یا سچے ہیں نہیں۔" جگت کو پکڑ نہیں سکے تو غصہ ہم نیٹے اور پڑا اس شہر میں پرتا رہے

ہیں؟" ہزارہ نے ٹکھ اور وائس کہا۔ مگر تایا نے بات سنبھائی۔

"ہزارہ! اس میں جو ہمداد صاحب کا کیا قصور ہے؟"

"قصور کسی کا بھی ہو، جب جگت کو پکڑے گا تو پنجاب میں طوفان آ جائے گا۔" اتنا کہہ کر ہزارہ

نیٹے سے ٹل کھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ ہزارہ کا جی چاہتا تھا کہ اگر اسے کہیں سے بند وقلیل جائے تو وہ

اور جن ٹکھ کو کوئی مار دے۔

جگت کی ماں نے سر جھکا کر شرمندہ لہجے میں کہا۔

"کیا آپ پر پھر کوئی نئی مصیبت آگئی؟" سنبھا مسکرا لہجے میں بولا۔

"صاحب! ہم جگت کی غیریت بھی معلوم کرنے آئے ہیں۔ پولیس کے تعاون کے بعد اس کا

اب تک کوئی خبر نہیں ملی۔" اخبارات میں پڑھا کہ وہ دنگی ہو گیا ہے اس لئے ہماری جان اگلی ہو رہی

ہے۔" ماں جی کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"ارے آپ لوگ بیکار نظر کر رہی ہیں۔ اگر وہ دنگی ہوتا تو اتنی آسانی سے فرار نہ ہو جاتا۔ مجھے

یاد ہے آپ تحریک میں نے اس پر اعداد و عدد کو لیاں برسائیں مگر بھگوان نے اسے بھالایا۔" سنبھا نے

سنبھیدہ لہجے میں کہا۔ "اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔ ماں جی اور چندن کو گرواٹھیمان ہو گیا۔ پھر گرو

چندن نے غصوں کیا شاید سنبھا انہیں خوش کرنے کے لیے ایسا کہہ رہا ہو، اس لئے اس نے پھر کیا۔

"صاحب! آپ پر میں پورا اعتماد ہے۔ سچی تو ہم یہاں آئے ہیں۔ کیا آپ کو سچ معلوم ہے

کہ....."

"ارے چندن کو راجا میرے ہاتھ سے ڈھکی ہوتا تو مجھے انعام و اکرام سے نوازا جاتا۔ میں

کیوں جھوٹ بولوں گا؟" سنبھا نے مسکرا کر کہا۔ اس لیے پربھادتی کسی کے کٹس لے کر آگئی۔ سنبھا

نے کہا۔ "آپ لوگ کسی بیٹیں اہل غلط آہو گا۔" سنبھا کی چھوٹی بیٹی رانی کو یہ چلا کہ چکا ڈاکو کی ماں

اور بیوی اس کی عداوت کرنے آئی ہیں تو وہ دوڑتی ہوئی کمرے میں آگئی۔ مگر ان دونوں کو دیکھ کر

اپنی ماں کی پشت پر اس طرح چھپ کر بیٹھے دوڑ گئی ہو۔ سنبھا دیا۔

"ارے رانی! سنی۔" سنبھا نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ "دیکھو! اپنے گھر مہمان آئے

ہیں۔ انہیں میسے کرو۔"

مگر رانی دوڑیں ساس ہو کر ناخوش اور نظروں سے گھرنے لگی۔ چندن نے عبت سے اسے

قریب بلایا۔ "بیٹی! آپ کا نام کیا ہے؟" پھر بھی رانی خاموش رہی۔ چندن نے دوبارہ کہا۔ "کیا تم

ہم سے ڈھکو؟"

رانی نے اناہٹ میں سر ہلایا۔ سب چونک گئے۔ وہ فرش کی جانب دیکھ کر بولی۔ "میرے باپ

کو جگہ سے گولی کیوں ماری؟"

"ارے اتنی بات میں ان سے ناراض ہو گئی میری بیٹی؟" سنبھا نے اس کے سر پر جھٹ لگا کر

ہوئے کہا۔ "مجھے چکا کی کوئی نہیں لگی بلکہ اس کے سامنے کی کوئی سے ڈھکی ہوا ہوں۔" سنبھا کی ہاتھ

سں کر رہے رانی مطمئن ہو گئی۔ وہ چندن کی جانب دیکھنے کی جگہ پھر سوچ کر اس نے اپنے باپ کے

کان میں ہتھ کیا۔ سنبھا قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ پربھادتی کا رخسار چھپتا ہے ہونے لگا۔

"یہ کہہ رہی ہے ان دونوں کو ہمارے کمرے میں بند کر دیں باپ! اس طرح بھی چکا پکڑا جائے

گا۔ کیونکہ وہ ان دونوں کو پکڑنے کی ضرورت آئے گا۔" لڑکی کی چالاکی پر سب ہنس پڑے۔ رانی شرمناک

کمرے سے بھاگ گئی۔ کچھ بعد چندن نے کہا۔

"ہم جانے کی اجازت سے چاہتے ہیں صاحب!"

"اچھی بات ہے۔" سنبھا کی بیوی نے پہلی بار کہا۔ مرد و کمزوری ہو گئیں۔

”نہیں ہومان! وہ لاپرواہی نہیں ہے۔ تجھے یاد ہے جب ہم چھوٹے سے تھے تو فرشتوں کی نئی سنتے تھے جو انسانوں کی بھلائی چاہتے ہیں اور ان انسانوں کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے۔ ڈاکٹر ایسا ہی کوئی فرشتہ نظر آتا ہے۔“

ہومان نے سوچا جگت اس کا دل بھلانے کے لئے کہہ رہا ہے۔

”کیا تم جگت بول رہے ہو کہ اس نے مفت علاج کیا؟“

”میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر اس نے تمہاری جان بچائی تو میں اسے سدا کا انعام دوں گا۔ مگر اس نے مجھے یہ جواب دیا کہ تمہیں کیا لگتا ہے؟ مجھے کہو کیا ہے۔ یہ کہہ کر جگت نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر چڑھا۔ ”انعام لینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس جذبے کو اپنے دل سے نکال دینا اپنے۔“ کوشش کرو! ایسور تمہارا مدد کرے گا۔“

ہومان چونک گیا۔ پھر اس کا مطلب سمجھنے کے لئے کچھ دیر تک اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اردو اچانک زور سے چیخا۔ ”اس کاغذ کو مجازاً درجت ایک دوا ہے۔ مجھل جاؤ اس نصیحت کو۔“ نوان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ ”آنکھیں بند کر لیں آئی ہیں۔ یہ جوش انداز میں اس نے مضامین کس کی گردن میں اس آئینے کی اور جسم سینے سے ہٹا کر ہو گیا۔ جگت بھی طرح گھبرا گیا۔ اس نے نوان کی چیخاں پر ہاتھ رکھا پھر اس کا سینہ آہستہ آہستہ ہلنے لگا۔ اُسے کچھ یاد آیا اور ڈاکٹر کی ہوتی پڑی اس سے دوا نکال کر اس نے اپنی منگو لیا اور کہا۔

”ہومان! تم جذبات میں مت آؤ۔ ابھی تمہاری جان خطرے میں ہے۔ دوا لی لو۔“ جگت کا جو بہت نرم تھا۔

ہومان نے جگت کی جانب دیکھا۔ ”نہیں..... چلتا تم ڈاکٹر کی کبھی کوئی ہیئت کو پیچھ کر دو۔ اور میں تمہاری کوئی بات نہیں منوں گا۔“ ہومان کی آواز میں جوش جھٹک رہا تھا۔ ”ہومان! تم سمجھتے کیسے نہیں؟ اس کاغذ کو چھو دو۔“ جگت نے کچھ دیر ہوگا۔ ابھی تک میں اس کے ارادہ کا کام لوں۔ اس پر لکھا ہوا ایک ایک لکیر میرے ذہن میں ہے۔ میں نے ڈاکٹر سے عہد کیا تھا کہ اس کا یاد رکھنا میرا شام ضرور پڑھوں گا۔“

ہومان خاموش رہا۔ اس نے دیکھا جگت کی آواز میں بھاری پن آ گیا ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ جس شخص نے اسے بچانے کی خاطر اپنی جگت کی اس سے صرف ایک ذرا کی بات پر غصہ کرنا بھی بات نہیں تھی۔ اس نے سعادت مندانہ انداز میں دوا لی لی۔ کچھ دیر بعد ہومان نے اپنے ارادہ کو دیکھا۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کا جواز دیا، پھر چونک کر بولا۔

”کیا کہاں ہے؟“ تصادم کے دوران کہیں وہ۔ ”ہومان کی آواز سے خوف جھٹک رہا تھا۔ ”نہیں نہیں..... ہومان! وہ بالکل سلامت ہے۔“ جگت نے اسے اطمینان دلا دیا۔ میں نے اسے دیر دیکھنے کے لئے بھیجا ہے۔“

ہومان نے آنکھوں کو اپنے انداز میں حرکت دی۔ ”گھر کیوں؟“ ”تمہاری تیار داری کرنے کے لئے۔“ کچھ نہیں کب تک بستر پر رہتا پڑے؟ وہ تمہارا اچھی طرح خیال رکھے گی۔“ جگت نے کہا۔

ہومان نے ہوش میں آ کر سب سے پہلا سوال یہی کیا۔ ”کیسا شہنشاہ ہو گیا؟“ جگت اس کی صورت دیکھنے لگا۔ دشمنی اور انتقام انسان کو کس قدر پاگل بنا دیتا ہے۔ موت قریب ہو کر بھی انسان اپنے دشمن کی موت کی خواہش کرتا ہے۔ کیا انتقام کا زہر انسان کی دگ میں آتا جاتا ہے جو قریب الگ ہو کر بھی جین نہیں لینے دے؟ ”ہومان!“ جگت نے نرمی سے کہا۔ ”مہم اب اس وقت تمہاری زندگی کی گھر کر رہے ہیں ان جہیں سنہاریا رہا ہے۔“

ہومان نے جگت کی نظروں سے بچنے کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ بیوشی میں بھی وہ شہنشاہ موت کی خبر معلوم کرنے کا خواہش مند تھا مگر ہوش میں آنے کے بعد اسے اپنی ہوتی۔ جسم کی تکلیف کی پردہ کئے بغیر اس نے کہا۔ ”جگت! تم کا خواہش وہاں دقت پر درمیان میں آئے اور مجھے سمجھ کر زور لے گئے۔“ پھر کچھ دیر تک کہ بولا۔ ”اگر وہ ایک فائر اور بھوک دیا تو نہیں کو اس کی لا ملے۔“ ہومان ہلنے لگا۔ وہ خود کس قدر زخمی ہے اسے اب اس کا احساس ہو چکا تھا۔ جگت نے اُپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر یاد پھرے لیجے میں کہا۔

”اسی احوال بحث بند کرو۔ شہنشاہی تمہاری طرح دبی ہو گیا ہے۔ ہمارے ساتھی نے اپنی آنکھوں سے اسے سوچتے دیکھا ہے۔ پولیس والے اسے دبی حالت میں اُٹھائے گئے ہیں۔“

ہومان نے سر دھام بھری۔ ”بھرتو وہ دغا جائے گا۔ مرنے سے پہلے میرے دل میں صرف یہ خواہش رہ جائے گی۔ اگر مجھے اس کے مرنے کی خبر مل جاتی تو میں کتنے سکون سے سرتنگ تھا۔“ ڈاکٹر اسے بچائیں جگت!

”ہومان! تو اس کا تم میں سوچا کر۔“ جگت نے کچھ دیر سے کہا۔ ”اس کا جو کچھ ہوتا ہے اس کی تم کوئی پروا نہیں۔ تم جگت میرے لئے یہی بہت بڑی بات ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ مکمل آرام کرنے سے تم جلدی ٹھیک ہو جاؤ گے۔“

”ڈاکٹر؟“ ہومان نے متحجب لہجے میں پوچھا۔ ”کون سا ڈاکٹر؟“

”کچھ نہیں ڈاکٹر۔ اس نے ساری رات تمہارا علاج کیا۔ تمہارے سینے سے گولی لگائی۔ یہ کم کر جگت نے پولیس سے تصادم کے بعد کی تمام زور دوا سادی۔ ہومان دھچک سے ہستار ہوا۔ اس طرح اس کے دودھا احساس کم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جگت کو اطمینان ہوا مگر ہومان کو شک ہوا۔ ایک ڈاکٹر کا جان بچانے کے لئے ڈاکٹر نے اتنی جفا کشی کیوں کی؟

”جگت!... شاید ڈاکٹر کو یہ پتہ نہیں چلا کہ ہم لوگ ڈاکٹر ہیں اور تمہارے سر پر پانچ ہزار انعام ہے۔“

”پتہ تو میں نے یہ بات چھپائی۔ مگر وہ بہت زیادہ چالاک تھا۔ آخر میں نے مان لیا کہ میں ڈاکٹر ہوں۔“

ہومان کے چہرے پر حیرت اُبھر آئی۔ ”پھر میں اس نے میرا علاج کیا؟ شاید تم نے اسے گم ہونے کی رقم کا وعدہ کیا ہوگا۔“

”کیا۔۔۔؟“ محبت نے چونک کر پوچھا۔ اس نے بھی اس کے متعلق سوچا یک نہیں تھا۔ ”مگر اب۔۔۔؟“

”کل شام چالیس ایکسپلاراجن جنہ دھم دھم کر آئیں گے تو فائر کر کے لے لیا۔“ تجربے کہا۔ ”محبت کی آنکھوں سے ٹپپے سے نکلنے لگے۔ جن نے تجربے سے پوچھا۔ ”مگر کون سے جرم کے تحت اس نے انہیں گناہ کیا ہے، اور انہیں کہاں لے گئے ہیں؟“

”مجھے یہ نہیں معلوم ہوا جناب، مگر خانے میں نہیں ہیں۔ لوگ کہتے ہیں جگا کو بس کرنے کے لئے ارجن سنگھ نے یہ پال بھی ہے۔“

”سب لوگ اس خبر سے تحت سے تھیں ہو گئے۔ ہومان جواب تک خاموش تھا، دانت ہیں کر گئے۔“ اس ارجن سنگھ کو میں موت کے کھاتے اندر ڈوں گا۔ ”مگر پھر اسے اپنی حالت کا خیال آیا اور لکھری آواز میں بولا۔ ”اگر میں ٹھیک ہوتا تو پھر۔۔۔“

”ہومان اتریں اس کی اکرمت کرو۔“ محبت نے کہا۔ ”اپنے باپ کی عزت سے کیلئے والے کو میں ہلکا کا دودھ یاد کر دوں گا۔“ مگر خبر کی جانب گھوم کر بولا۔ ”تم میرے گھر جا کر باقی قسم کی لکھری کریں۔ اور باپ کو کہاں رکھا گیا ہے، اس کے متعلق مکمل اطلاع تک جی کر جلدی سے واپس آؤ۔“

”اروہ خود ہی بڑ بڑایا۔“ اس ارجن سنگھ کو میں نے طوائف کو کھٹے پر پٹایا تھا۔ شاید وہ پہلا سبق دلایا گیا ہے جو معاشق۔“

”محبت کا جنون دیکھ کر ہومان خوش ہو گیا۔ ہومان کو خوشی تھی کہ اب ڈاکٹر کی صحت چگا کے ذہن سے نکل جائے گی۔“

○

”مجھے میں مل کھاتے ہوئے نا ارجن سنگھ سے ملے پہنچ گئے۔“

”آئیے۔۔۔ آئیے نا ارجن سنگھ نے عیار مان لکھے میں کہا اور کڑے سے ہو کر نا ارجن سنگھ کو استقبال کیا۔ اس کے چہرے سے ٹپپے کے آثار محبت گئے۔ ارجن سنگھ کی سرسراہٹ پر بھی، اسی رشتے سے اس نے نا ارجن سنگھ کو نا ارجن سنگھ کے گرم داغ سے واقف تھا اس لئے وہ ان کے سامنے چلا گیا سے اہل رہا تھا۔“

”مجھے یقین تھا کہ آپ آئیں گے نا ارجن سنگھ نے نرم لہجے میں کہا۔“

”تم میرے دادا کو پھر جرم آٹھا کر گئے تھے ظاہر ہے مجھے اتنا تھا تھا۔“ نا ارجن سنگھ کو بولے۔ وہ اپنے تھے کہ انہیں سارے علاقے کی پولیس کے چیف سے کام نکالنا تھا۔“

”کیا کریں نا ارجن سنگھ میں بھی آپ کے حکم پر عمل کرنا پڑتا ہے۔“ ارجن سنگھ نے مختصر کیا۔

”مگر جب تمہاری جگہ سہا تھا تو اس نے بھی محبت کے گھر والوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا۔“

”اچھا، ارے آئی ہو تم کو میں سمجھتا ہوں۔“ جینا بائی ہو جائے تو اس کی سزا باپ کو دے؟“ نا ارجن سنگھ نے اس کی طرح پوچھا۔

”ڈاکو ہونا تو کوئی خاص بات نہیں۔ مگر کسی جی ہو جی کو اغوا کرنا اس طرح برداشت کیا جاسکتا ہے؟“ ارجن سنگھ نے نا ارجن سنگھ کے چہرے پر ہلے تاثرات دیکھے۔ مگر یہ کہا۔ ”مواہن سمجھ آپ کا

ہومان سوچ رہا تھا، محبت اس کے لئے کتنا گرمند ہے۔ یہ خیال آتے ہی اس کی پلکیں ہلکی ہو گئیں۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ محبت ہونے کے باوجود بھی شاید اس کی زندگی بے معنی رہے۔ سارا زندگی اس کے سہارے کی ضرورت ہوئی۔ اس سے تو بہتر ہے کہ۔۔۔ اس سے آگے وہ سوچ سکا۔ پھر اس نے ذہن کھلے لہجے میں کہا۔ ”محبت! میرے لئے یہ سب کچھ کرنے سے بہتر ہے کہ میرے سینے میں گولی مار دو! اگر اس حالت سے چھٹکارا مل جائے۔“

اس کے الفاظ ختم ہوتے ہی محبت نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”جو اس بندہ کو۔۔۔ تو۔۔۔ تو۔۔۔ اس کی بہت سی باتیں کرتا ہے۔“ چچا کی آواز میں ایک عجیب سا ڈھنگ تھا، ایک عجیب سی محبت تھی۔ وہ دیکھ کر ہلکا ہوا اور ہومان کو متعلق نظروں سے دیکھا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

”شام تک سب خاموش رہے۔ سب کے دل پر کسی قسم کا ہوا تھا۔ چچا کو کی باتوں کی سنی تھی وہ پر پختہ نظر آتے تھے۔ سہا سہا سے متاثر ہونے والے ساتھیوں کا نظم بھی انہیں سنا رہا تھا۔

”میرے ہونے کو اس کے گھر والوں کی بدولت کے خاصے رقم پہنچا دی تھی۔ محبت نے غصے سے انتقام لیا تھا۔ اس کے باوجود جب بھی ایسے حالات پیدا ہوتے اس وقت ہر کسی کے ذہن میں یہ سوال گونجتا۔ ”کیا ڈاکو کی زندگی ایک ایسا راستہ ہے جس سے کوئی نکل سکتا ہے؟“

رات کو کچن، اوپر دو کمرے آگیا۔ اس نے ہومان کے بارے میں سن کر ایک خوشخبری سنائی۔ ”سہا کا بیڑا نکلا۔“

ہومان تو اس کی موت کی اطلاع سننے کا خواہشمند تھا، پھر بھی اس کے دل کو اطمینان ہوا۔ ”اب وہ کسی بیوی کی طرح گھر میں بیٹھا رہے گا۔“ پھر دانت ہیں کر کہا۔ ”محبت! چچا وہاں شام کرتے کے غراب دیکھ رہا تھا۔“

”محبت دیرو کو گھر سے دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آواز دینا چاہتا تھا۔ دیرو نے شرمناک سر جھکا لیا۔ محبت نے پوچھا۔ ”تم اتنی کڑو دیکھو ہوئی ہو، دیرو! کیا دل کا ماحول تمہیں موانع نہیں آیا؟“

دیرو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ کھنکھاتا ہوا آواز میں کہا کہ جی ہاں، اس سال کو پہنچا دیا۔ مگر اس نے کہا۔ ”یہ تو آپ نے مجھے کافی دن بعد دیکھا ہے اس لئے اب محسوس کر رہے ہیں۔“

”یہ اچھا نہیں ہے یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔ مجھے ان کا بچہ بہت پسند آیا لگتا ہے۔“ آخری الفاظ میں دیرو کے ہاں بچنے کی خواہش جھلک رہی تھی۔

”محبت کا جی چاہا کہ دیرو کو باقی باتوں کے متعلق میں سمیٹ لے۔ دیرو اس سے قریب ہو کر بھی اس کے لئے ڈور تھی۔ مگر اس نے اپنی خواہش پر قابو پا لیا۔ چہنار اور دیرو جیسے دو شخصے ہر طرف کے درمیان ہونے کے باوجود خود وہ جیسا تھا۔ جولائی کی یہ جیسا شاید اب عبادت کرنا چاہتی تھی۔

”دیکھا جائے گا۔۔۔“ اس نے دل میں کہا۔ اب وہ سننے دکھانے کے متعلق پروگرام سب کرنے کے متعلق سوچ میں ڈوب گیا۔ محبت اور اس کے ساتھیوں نے ہونی کا تجویز نہیں کیا کیونکہ وہ بھی اپنے بارے جانے والے ساتھیوں کا سوگ سارے تھے۔ دوسرے دن محبت نے ایک دل دہلا دینے والی خبر سنی۔

”تمہارے باپ کو پولیس نے لگی۔“ تجربے نے یہ کہہ کر مسکرایا۔

ہاتھ ل کر آ رہا ہوں۔" بزارہ نے اُن کی بات پر عمل نہیں کیا مگر اس کا جوش خفا ہونے لگا۔ اس قدر چند نانا کی بات سننے کے لئے بے تاب تھیں۔

"کیا ہو؟"

"وہ کہتا ہے بکت دشمن کی بیوی کو دوا میں کر دے تو وہ بکت کے باپ کو مگر بھیج دے گا۔"

"یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟" چندن کی زبان سے نکل گیا۔ نانا کی بات ٹھک گئی مگر انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔

"ایسا غم ہے اور بے دیا گیا ہے۔ دشمن کی عورت کو ساتھ رکھنے سے بہتر ہے کہ اسے قتل کر دے۔ جان چھوٹ جائے گی۔" چندن کا دل بیٹھ گیا۔ ماسی خاموش رہیں۔ بزارہ ہنسنے لگا۔ اس کے منہ کے تاثرات بڑھ رہا تھا۔ "ارجن گھنہ کہتا ہے کہ عورت خود اگر پولیس قاتلے میں درج کر لے کہ میں راضی خوشی کمر چھوڑ کر گئی ہوں، پھر اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔" نانا نے اُن لوگوں کو دیکھا۔

چندن کو اس بات میں پولیس کی چال نظر آ رہی تھی۔ وہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ صرف راضی خوشی نہیں بلکہ شہر کے قلم سے نکل آ کر بھاگ گئی ہے۔ اس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے مگر اس خاموش رہتا مناسب سمجھتا ہے۔ بات نانا سے کہنا بھی مناسب نہیں تھا۔ نانا نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ اُس نے چپ چاپ سمجھا لی ہوں کہ اگر وہ اپنے باپ کو چاہتا ہے تو وہیرو کو دوا میں بھیج دے۔

چندن کو یہ کہنا بھی نہیں آ رہا تھا۔ اُس نے اُس سے کہا۔ "ابو! اس بار مجھے نہیں روکو گی۔ اُس نے ہر ایک سے وہ کسی طرح ٹھیک نہیں۔" چندن چپ رہی۔ اُس نے محسوس کیا مگر میں جھکا شروع ہو گیا۔ بزارہ نے نکو اور کوٹھی پر تاج دی چھڑی۔

○

خبر نے آ کر بکت کو مطلع کیا کہ پولیس کیا چاہتی ہے۔ بکت کے تہن بدن میں آگ لگ گئی۔ "کیا وہیرو کو دوا میں بھیج دوں؟ اُس روئے کے ہاتھوں میں؟..... نہیں ایسا کسی طرح نہیں۔" بکت کی احتیاس کس نہیں۔

"مگر نانا نے یہ غم بھیجا ہے۔" خبر نے کہا۔ "بکت نے سخت غصے میں کہا۔" "وہیرو! نہیں ہمیشہ بکت کی آگ میں سرخ ہو نہیں۔" نانا..... بکت نے صاف بات کہہ دی۔

"لکھی ہے۔ مگر اس سلسلے میں میں ان کی کبھی بھی سنوں گا۔" بکت نے صاف بات کہہ دی۔

"بہری وچ سے مصیبت آگئی ہے بکت؟" وہیرو کو کہنا چاہتی تھی مگر بکت نے ہاتھ اٹھا کر اسے دیا۔

"وہیرو! تجھے کچھ نہیں کہنا۔ میں اس سب کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہیرو کو ساتھ رکھ کر میں باپو کی کو مار کے ہاتھوں سے چھڑا سکتا ہوں۔ اس قدر تو میرے بازو میں ہے۔" پھر بولا۔ "باپو! کہاں گیا ہے؟"

"سنا گاؤں کے برابر والے سکول میں۔" جینیوں نے اُن میں اس لئے سکول بند ہیں۔ چار چھ دوا لوں کا پیرو ہے۔"

خاندانی دشمن سے بھر بھی اُس کی بیوی کو اغوا کرنا بہادری نہیں ہے۔ لوگوں کو ہم کیا جواب دیں گے؟ نانا کو اس بات کی توقع نہیں تھی کہ ارجن سنگھ یہ کہے گا۔ وہیرو کے اغوا پر نانا بھی بکت سے کہتا ہے۔ بھر بھی دفاع کرنے کی غرض سے بولے۔ "وہ عورت تو خود بکت کے ساتھ گئی ہے۔"

"آپ سے کس نے کہا؟" ارجن سنگھ نے پوچھا۔

"لوگ کہتے ہیں..... یہ کسی نے نہیں دیکھا کہ عورت نے کوئی احتجاج کیا تھا۔"

"نانا! آپ بھی کہاں لوگوں کی باتوں میں آ گئے۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ وہیرو اور بکت کے درمیان جان بوجھ کر مشق تھا۔ مگر ہم اس پر کس طرح یقین کر سکتے ہیں؟" نانا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس سے پتا چلا کہ وہ مشکل ہو جائیں۔ ارجن سنگھ نے کہا۔ "مگر بیٹا! کس طرح ارشدت کر سکتا ہے؟"

"اس کا مطلب ہے اس عورت کے بدلے میں آپ میرے دانا کو بند کر رہے ہیں۔" نانا نے سخت لہجے میں کہا۔

"جیل میں کیسے بند کر سکتے ہیں نانا؟ ہر نے انہیں بڑی حفاظت سے رکھا ہے۔ جب کیا اپنے آدمی کو اٹھا لے جائے اس صورت میں کیا کر سکتے ہیں؟ جگہ کے لئے یہ سخت ضروری تھا۔" ارجن سنگھ نے آخری جملہ سخت لہجے میں کہا۔

"مگر تم کب تک اسے نظر بند کر دو گے؟"

"یہ ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ آپ اپنے توانے کو کھلوادیں کہ وہ وہیرو کو دوا میں بھیج دے۔" ارجن سنگھ نے چال چلی۔

"تو تم سووے ادا کرنا چاہے ہو؟" نانا کا ذہن زنا نے میں آ گیا۔

"آپ اس طرح جلد بالائی نہ کریں۔ نانا! ذرا خشنہ دماغ سے سوچیں۔ اگر وہیرو بکت کو نہیں آتا چاہتی تو یہ ممکن ہے کہ وہ پولیس قاتلے میں آ کر کہہ دے کہ میں ارجن سنگھ سے کمر چھوڑا آئی ہوں۔" ارجن سنگھ کی بات کا رد عمل نانا کے چہرے پر دیکھنے لگا۔ نانا خاموش رہے۔ ارجن نے بھر کہا۔ "ادھر سے کسی غم ہوئے ہیں۔ جلد یا بدیر سو ان سنگھ کی زمین ضبط کر لی جائے گی۔ مگر تم نے آپ کی وجہ سے اس غم پر فورا عمل نہیں کیا۔"

نانا کھڑے ہو گئے۔ اب وہ شدید آجھن میں تھے۔ ابھی کچھ ایسی دسی بات کہہ کر وہ پولیس چیف سے لگاؤ نہیں چاہتے تھے۔ شاید بات غراب ہو جائے۔ انہوں نے جاتے ہوئے کہا۔

"میں سوچ کر واپس آؤں گا۔"

اس جواب سے ارجن سنگھ کا ذہن بھی اچھل گیا۔ وہ نانا کو جانے دیکھا رہا۔

نانا بکت کے گھر آ گئے۔ ماسی، چندن اور بزارہ سخت غصے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بزارہ نے کمرے کو مار کھینچ لیا، دل میں کوئی فیصلہ کر لیا تھا۔ ماسی جی اور چندن اسے سمجھانے کی کوشش کر رہے تھیں۔ نانا کو دیکھ کر جی کو اطمینان ہوا۔

"شکر ہے باپو! مجھے۔" پھر نانا کو دیکھ کر پولیس۔ "باپو! اسے سمجھائیے۔ کل رات سے خند کر رہے ہیں کہ ارجن سنگھ کو قتل کر کے بکت کے ساتھ ڈاکو بن جاؤں گا۔"

نانا کے ذہن میں کھول ہوا غضب ابھر آ گیا۔ لڑکے انکو اور کوٹھی پر لٹکا دے۔ میں ارجن

دوسری شام کو پانچ بڑے آدمی شوہرا سنگہ دیکل کو ساتھ لے کر ارجن سنگہ کے پاس پہنچ گئے۔ وہ دو گھنٹے تک چٹا کے باپ کو کوئی چھڑا نہیں آیا اس کی وجہ سے وہ سخت الجھن میں تھا۔ سات نوادہوں کو کھد ہو کر آتے دیکھنے یا ارجن سنگہ نے انہیں خطرہ کرنے کا ڈانٹ کر روانہ کرنے کا اہم فیصلہ کر لیا۔ کچھ دیر بحث ہوئی، دہلیس دی جانے لگیں۔ مگر دیکل نے قانون کی رو سے سوہن کے حرامت میں لے جانے کو پہنچ کر دیا۔

"اگر تم جلدی کا نہیں سنو گے تو ہم اوپر فریاد کر کے سن" یہ بھی کہہ دیا گیا۔  
وہ بڑے خلاف کرکڑا کر آئے، تاہم دیکل کی قیادت میں لوگوں نے ذرا ڈنک میں دی۔  
"وہ دود کو جگت نے انکار کر لیا تو پھر اس سے نئے۔ سوہن سنگہ کو درمیان میں لانے کی کیا دلت ہے؟"

حافظ ابور دیکل کے مل پر چلنے والے ارجن سنگہ نے اپنی ذمہ داری پر سوہن سنگہ کو حرامت میں فائدہ کر بات اوپر کی تو اس صورت میں جواب دینا مشکل ہو جانے لگا۔ جگت کے باپ کو حرامت لینے کے بعد فوج بھی کیے کہ سنا اس سے اچھا تھا۔ ارجن سنگہ کہہ چکے تھے کہ ارجن کی ذات کے لی کو پریشان کرنا ہے۔ اچھا کہنا ہے کہ ارجن کی آرزو پر لوگوں نے پانی پھیر دیا۔ پھر بھی جلدی لکھنے کی خاطر اس نے سب سے کہا۔

"آپ لوگ جگت کو کیوں نہیں سمجھتے کہ وہ دود کو چھوڑ دے۔"  
"مگر وہ دود اپنی مرضی سے جگت کے ساتھ نہیں آئی اس کا ثبوت کیا ہے؟" دیکل نے دلیل دی۔  
"میں یہی تو کہہ رہا ہوں۔" ارجن سنگہ نے جلدی سے کہا۔ "ایک بار سامنے آ کر دود کو کہہ دے اپنی مرضی سے مگر چھوڑ گئی ہے، اس صورت میں جگت کو چھوڑ دے ہو جائے گا۔"

"اس کا ثبوت ہمارے پاس ہے۔" چٹانے جوش میں آ کر کہا۔ "اس کی جانب سے کھس گئے ہیں اس نے بتایا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے مگر چھوڑ گئی ہے۔ اس کی سہ انور نہیں کیا۔"  
"کس نے پر اس نے خفا کیا ہے؟" ارجن نے مگر کر پوچھا۔ "کیا ہے وہ دفعہ؟"  
"انٹا شاید کہہ دیں کہ کہہ دوئے چندن کو خفا کیا ہے۔ اس ڈر سے دیکل نے جلدی سے کہا۔  
"ابھی ہمارے پاس نہیں ضرورت پڑنے پر اسے عدالت میں پیش کیا جائے گا۔"  
ارجن ہونٹ کانٹنے لگا۔ بازی ساتھ سے نکلی ہوئی نظر آئے تھی۔ اسے معلوم تھا کہ دود نے اپنے دیکل سنگہ کو اس طرح کا خفا کیا ہے۔

"کیا وہ خندن کو لوگوں کے ساتھ گیا ہوگا؟" ارجن سنگہ کا مگر نہ لگا۔ "میں ابھی آ رہا ہوں۔"  
مگر خندن اندر والے کمرے میں چلا گیا۔ تیار دیکل کے سامنے مگر ادائیے۔

"اب دھلا ہوا۔" وہ بڑبڑایا۔  
ارجن سنگہ نے الماری کھول کر بوتل نکالی اور دود چار گھنٹے کے کو کوئی راستہ نکالنے کی انہیں پڑ گیا۔ کچھ دیر بعد اس کا ایک اردی کر سے میں آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لٹاؤ تھا۔  
"مگر ایک شخص بیٹا لایا ہے۔"  
ارجن سنگہ نے جلدی سے لٹاؤ کھولا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ پھر پڑنے لگا۔

"ابن قتیاری کو ارد ارجن سنگہ کا دل داغ درست کر ڈوں گا۔" جگت نے دانت میں کڑو ہونا یہ سب چپ چاپ دیکھ رہا تھا۔ انتقام کو بھول جانے کے متعلق دیکھا ہوا ڈاکٹر کے اثر جگت کے ذہن سے نکل گیا، ہونا کو یہ دیکھ کر کچھ بے حد حسرت ہونے لگی۔



تاہم، اس کی اور چندن کو متوجہ چھوڑ کر حرم پر چلے گئے۔ ساس بھو کے دل گھر ادبے ویر کی اداسی کی بات پر جگت کی قدر جوش میں آئے گا پھر گاؤں کا جگڑا مگر میں آگ کا۔ پھر پولیس کی نظر بندی میں جگت کے پلو کے کیا حال ہوں گے؟ ماں کی بھی فکر تھی۔ انہیں خود ہاتھ پائیے ان کی زندگی ختم ہو جائے مگر اسے شوہر کا چہرہ وہ نکس دیکھ سکی تھی۔

جگت کے تاج بچہ گھر آئے، ماں جانی پیٹے چیکے دردی تھیں۔ چندن باورچی خانے میں رہی تھی۔ تاج کے قدموں کی آہٹ سن کر ماں جانی نے جلدی سے آئینہ خشک کر لے کر وہ اتار دیکھ بیٹھے تھے۔ "میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ جگت جیسے بہادر کی ماں آئینہ باری ہے۔"  
پانی کا لٹاؤ رکھتے ہوئے ماں جانی نے کہا۔ "یہ جگت کی ماں نہیں رو رہی بلکہ تمہارے بڑے بھو رو رہی ہے۔"

پانی پیٹے ہوئے تیار ڈک گئے۔ گھونٹ مٹل کے نیچے اتارتے ہوئے بولے۔ "میں مطلب سمجھ گیا ہوں۔ چھوڑا ہائی پولیس کی حرامت میں ہے اور ہم خود کو کی طرح پیٹے ہیں۔ یہی کہنا چاہتی ہو؟"

"میں جگت کی آپ کا کہہ رہی تھیں۔ میں تو کہہ رہی تھی ان کے خیال سے دل پیٹنے لگا ہے۔" تم مجھے مطمئن کرنے کے لئے کچھ بولے مگر میں جگت کا پتا ہوں۔ جگت کا پتا اور سوہن بجائی۔ سوہن اگر دود میں مگر نہیں آیا تو میں زندگی بھر نہیں دکھاؤں گا۔" چٹانے میں پانی لے کر مہر کیا۔ ماں کی رائے تھی۔ چندن کی کال کھلا کر دود ڈاڑے کی آڑ میں کھڑی تاجا کہہ رہے تھے۔ "ابھی میں نے اپنے گھر اپنی ذات کے پانچ سات بڑے آدمی بلائے۔" جگت کے گناہ کی سزا باپ کو ملے اپنی ظلم برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ کل وہ کسی اور کو پریشان کر تھیں۔ لہذا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر ارجن سنگہ نہیں مانتا تو اس صورت میں اوپر والے فیصلہ بات کی جائے گی جس کے لئے شیخوہرہ کے دیکل شوہرا سنگہ کو ساتھ لے جائیں گے۔ ضر پڑنے پر عدالتی کارروائی کی جائے گی۔ کیا ارجن سنگہ کے باپ کا راج ہے کہ وہ جیسے چاہے خا میں لے؟"

"مگر جیو جی اپولیس چیف کا سامنا کر کے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" ماں جانی نے فکرو لیے میں کہا۔

"تم صرف دیکھتی رہو۔ سب قانونی طور پر ہوگا۔ اس طرح کسی سے دنیا ضروری نہیں۔" نے کہا اور پھر جاتے ہوئے وہ کھم کر بولے۔ "میں رات بھر اپنی جھانی کو سونے کے لئے بچھو کر تم لوگ کسی بات کا فکرو نہ کرو۔" بیٹھ کے ان الفاظ سے ساس بھو کو اطمینان ہو گیا۔ تاہم اسے راستہ انہیں بھر دکھائی دیا۔

اُن کا سینا چہرہ اُس کی نظروں میں گھرنے لگا۔ وہ بٹنے میں بڑبڑایا۔

"توقف ہو، مگر غلہ ایسی خوبصورت عورت کے لائق نہیں ہے۔" پھر منجھوں پر تازہ دیتا ہوا گل کی رات دین میں ہو جانے کی۔" پھر گلانے کو بوسہ دے کر جب میں رکھ لیا۔

پھر میں بچے سے پتیل کے درخت کے نیچے مادہ لباس میں پریس موجودگی۔ پتیل کی کھٹی فٹ میں مسافروں کے آرام کا قدرت کے انتظام کر دیا تھا۔ کافی پرانا درخت تھا۔ ارجن سنگھ رستے سے تاب تھا۔ چار بجے ہی اُس نے ہلنا شروع کر دیا۔ کئے درخت کی شاخوں پر کچھ پروردہ پریس والے بھی ہوئے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کسی بڑے تصادم کی تیاری کی گئی ہو۔ درخت میں پھول لے کر آنے والی خالی اس دوسرے وجہ سے تھے۔ سائے چار بجے ارجن سنگھ سب کو اُس میں چھپ جانے کا حکم دیا۔ ہر پانچ منٹ بعد وہ چھپ کے پانٹ واپس نکال کر اچھل لیتا تھا۔ مگر کڑی کی سونہ کی سریل پتل کی طرح کھٹکتی نظر آ رہی تھی۔

ایک بجے اور پشانی پر پتلی کی آذر کے اُس نے دُور دور تک نظر دوڑائی مگر کوئی ریڑھا دکھائی دیا۔ پھر وقت گزرنے لگا اور مزید بیٹھائیں منٹ گزرنے پر اسے وقت مائل آزار محسوس ہو گیا۔ اُس نے سوچا کہ جب لے کر وہ سامنے جائے مگر یہ بھی ممکن تھا کہ جگہ لے آئے یہ خوف کی کوشش کی ہو۔ پھر چار بجے ہی دُور سے ایک ریڑھا آیا اور دکھائی دیا۔

پھر شیار! ایک جب ریڑھا آ کر کڑے، چھپے رہا۔ "ارجن سنگھ نے کہا۔ پھر جب ریڑھا آدھے دُور تھا وہ پتیل کے رستے کے عقب میں چھپ گیا۔ یہ امکان نہیں تھا کہ جگہ اس طرح اُس کی پناہ پاتا ہو۔

پتیل کے درخت کے نیچے آکر رُخ سے والے نے کام نہ سمجھنے کی اور ریڑھا نکال گیا۔

"جناب! آپ کا مال آگیا۔"

ایک لفظ سن کر ارجن سنگھ خوش ہوئی۔ ہاتھ میں پتیل تمام کر اُس نے آواز دی۔ "مال کو اس بیچ دو!" رُخ سے والے نے مزاحم کر کے کہا کہ ارجن فریاد ہی کرتے والی عورت ریڑھے سے لے کر پتیل تھا کیا تھا کس کی کٹاری زین پر رکھتے رہی تھی۔ پھر میں چلے ہوئے اُس کے پیروں نے۔ ارجن سنگھ کو اس کے جوتے میں پھول پھرتے نظر آ رہے تھے۔

تو دیکھ آ جاؤ! "اُس نے سخت مگر پیار پھر سے کہا۔ وہ چوتھم دور ہو گئی جب اُس چھپ سے زوال نکلا اور چار دن تک بارودوں نے برتنے والی کٹھن اڑا لیا۔ پانچ آدمیوں نے کٹھن اڑا کر رُخ سے والے کے ہوش غائب ہو گئے۔ اُس نے تو یہ کہا تھا کہ یہ خاتون چھپنے کی خاص مہمان ہیں۔ مگر اس کی بجائے یہاں بندوق کی مال سے اُس کا استقبال ہوا جن سنگھ نے پتیل کی بجلی پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

پھر اُس نے پتیل سے تو اسے ہاتھ نہیں لگاؤ گی۔ جس طرح کہوں اسی طرح میری بات لے لو! "پھر میں؟" ارجن سنگھ نے گرد آواز میں کہا۔ پھر تکرار دیا تھا۔ ارجن سنگھ خوش ہو گیا۔ اچانک میں بیٹھ جاؤ۔ "ارجن سنگھ نے کہا۔" میرے کہنے پر عمل کر دی تو میں جنہیں کسی قسم کی پکھن پہنچاؤں گا۔" برتنے والی کو جب میں سواہ ہونے میں دقت ہوئی تھو ارجن سنگھ نے

اُس کے چہرے پر سرت جھلکے گی۔

"یوں نہ دے کیا ہے؟ اسے مت جانے دو۔" یہ کہہ کر اُس نے ارجن کو دھپایا، لفظ جیب دکھا کر بٹنا ہوا پر آگیا۔

"میں آپ کی مدد کر سکوں گا مگر مجھے ایک دن کی سہلت اور چاہئے۔ مجھے اپنے چیف کو پڑے گا۔ کل صبح غروب ہوئے تھے سو میں سنگھ اپنے گھر پہنچ جائیں گے۔" ارجن سنگھ نے نرم میں کہا۔

"میں صاحب! آپ کی سہمائی۔" تینا نے خوش ہو کر کہا۔ "میں معلوم تھا کہ آپ وہاں ایسٹل گئے۔" سب جانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

ارجن سنگھ نے کہا۔ "مگر ایک شرط ہے۔ یہ بات کل شام تک کسی کو بتائی نہیں جائے گی۔ یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کس کا بڑے آفسیئر کو چل گیا تو حالہ خراب ہو جائے گا۔"

"ہم اس کا یقین دلاتے ہیں جناب!" تینا نے ارجن سنگھ سے کہا۔ "ہم سات کے آٹھویں فیس کو پتھیں چلا گئے۔" وہ مجھے تو رازہ بند کر کے ارجن سنگھ نے جب سے لفظ نکال تیسری بار پڑھا۔ گھٹا تھا۔

"پریس چیف! ارجن سنگھ!

جگا ڈاکٹر پر کرتا ہے کہ دیر اور گھر بار سے پاس آکر یقین دلا دے کہ وہ اپنی مرضی سے مگر گھر گئی ہے تو اس صورت میں اُس نے پھر سے باپ کو چھوڑنے کا وعدہ کیا ہے۔ تم اس شرط پر مل کے۔ اس اعتماد کے ساتھ ہم کل شام باجے گاؤں کے باہر بڑے پتیل کے درخت کے قریب دیر کو پہنچ دیں گے۔ اس کے ساتھ ہماری صرف ایک شرط ہے۔ دو وقتہ بار سے ملاہ کسی کو چھوڑ دیکھائی کی۔ وہ ہر وقتہ کہیں کر رہے ہیں اُس کی۔ تمہارا کوئی آدمی آئے ہاتھ نہ لگائے یہ جب دیکھتا ہے نہیں اطمینان دلائے کہ بعد وہ جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ تم اسے روکو نہیں گے۔ اس کے پاس ایک پتیل بھی ہوگا۔ اگر تم اس شرط پر عمل نہیں کرو گے تو وہ کسی کو بھی بھون دے گی۔ اُس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ کل شام پانچ بجے۔"

ارجن سنگھ خط پڑھ کر دُور سے اُس دیا۔ پھر یاد آنے پر دُور دھکول کر اپنے اردلی کو بلا دیا۔

دُور سے پتا ہوا آ رہا تھا۔

"جناب! اپنا نام دیجئے والا شخص غائب ہو گیا۔" اُس نے ایک کر کہا۔

ارجن سنگھ کو اس کی پرواہ نہیں تھی۔ "اب میں سب سے فائدہ لوں گا۔" وہ خط پڑھ کر پتیل نے تینا سے پریس کئے کا وعدہ کیا تھا۔ دیر کے قابو میں آنے کے بعد سون سنگھ کو حرات میں لے گیا تھا۔ اسی وجہ سے تو اُس نے یہ بات ظاہر نہ کرنے کا وعدہ لیا تھا۔ کچھ دیر کے لئے اُس۔

سو چاہیے خط اسے یہ خوف بنانے کے لئے تو نہیں لکھا گیا ہے؟

مگر اس میں کبھی اسی شرط لکھا کہ اُسے اطمینان ہو۔ جگا یہ سمجھتا ہو گا کہ دیر وہ اُسے اطمینان دلائے کہ بعد وہاں لوہے کی مگر شاید وہ ارجن سنگھ سے کبھی طرح واقف نہیں۔

مگر میں داخل ہو کر اُس نے ایک پتیل ملنے سے نیچے اتاری۔ دیر کو اُس نے دو ایک بار دُور





”تم کون ہو؟ کس سے کام ہے؟“ خوالدار نے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
 ”صاحب۔ صاحب۔“ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کچھ نہ کہہ سکی۔ پھر اندر کی جانب دیکھ کر پوچھا۔ ”کوئی اندر ہے؟“

”کیا مطلب؟“ خوالدار حشوک ہو گیا۔ اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ ”تم کون ہو؟ یہ کونسا بیان تم کام سے آئی ہو؟“

”دوبہرت زیادہ گھبرا گئی۔“ صاحب! پولیس انسپکٹر اندر ہیں؟ مجھے اُن سے کام ہے۔“ اُس عورت نے کہا۔

”پچھلے تم اپنا نام اور کام بتاؤ! پھر میں جواب دوں گا۔“ خوالدار کی آنکھوں سے جنس جھٹک رہا

ا۔ ”میرا نام دیرو ہے۔“ اُس عورت نے کہا۔ ”میں چکاؤ کے پاس سے فرار ہو کر آئی ہوں۔“

”ن کر خوالدار میں ہو گیا۔ اُس نے پہلے دیرو کو دیکھا پھر صاحب! اُس کا نام سننے کے بعد اُس نے دیکھنے سے زیادہ ضروری اُس کی بات سنا تھا۔ پتوئل ہاتھ میں لے کر وہ جلدی سے بولا۔

”یہاں بیٹھا! اور آرام سے بات کرو۔“ خوالدار نے اُسے چار پائی کے برابر دو تین پر بیٹھنے کو کہا۔

”کیا آپ پولیس انسپکٹر ہیں؟“

”جنس میں خوالدار کو اس رنگہ ہوں۔“ وہ اکر کر بولا۔ ”مگر جب تک تم مجھے پوری بات نہیں بتاؤ

میں اس وقت تک پولیس انسپکٹر کی خدمت سے ملاقات نہیں ہوگی۔“ خوالدار سوچ رہا تھا کہ دیرو اُس کے

دھوکے سے لہذا اُس کے لئے کچھ ایسا کرنا چاہئے۔

”آپ کے ساتھ اکیلے میں بات کرنی پڑے گی۔“ دیرو نے نظریں جھکا کر کہا۔ پھر اُس پاس

وہاں نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ”اگر ڈاکو میرا تعاقب کرتے ہوئے ادھر آ گئے اور میں

ماری دے لی، پھر۔۔۔“

خوالدار کڑوا ہو گیا۔ ڈاکو اگر اُس کے تعاقب میں ہوں تو اس صورت میں انعام و اکرام سے

وہ خطرے کی توقع بھی۔ ”چلو! ہم اندر چلے کر باتیں کریں گے۔“ دیرو کے آگے چلتے ہوئے

خوالدار نے کہا۔ ”پہرے پر موجود چار سچ پولیس والے خوالدار صاحب کے ساتھ ایک عورت کو

تے ہوئے تعجب نظروں سے دیکھتے گئے۔ خوالدار نے ایک شخص کو قریب بلایا پھر ان کے کان

”کہا۔“ ”شاہد ڈاکو اس طرف آئیں گے، اس لئے چلے جانا تھا کہ اُس کے قدم ڈگ گئے۔“ وہ خرا کر بولی۔ ”ہم

خوالدار و دیرو کو کمرے میں لے جا رہا تھا کہ اُس کے قدم ڈگ گئے۔“ وہ خرا کر بولی۔ ”ہم

اُن کو اکیلے کچھ گھبراہٹ ہو گئی۔ ”پھر اندر چلے گئے۔“ وہ خرا کر بولی۔ ”ہم

خوالدار نے محسوس کیا یہ حسین عورت کافی چالاک ہے۔ دیرو، خوالدار کا چہرہ دیکھتی ہوئی اُس

باجی سے کے تاثرات دے رہی تھی، پھر آہستہ سے بولی۔ ”آج صبح کے وقت چکا کی پاری کے ساتھ

دیکھی گئی۔ بہت دن سے فرار کا موقع تلاش کر رہی تھی۔ صبح حاجت کے زمانے کچھ دیر دھرت گئی اور

حاجہ جان رہا تھا، اُس میں پچھلے سے سوار ہو گئی۔ جہاں رہے گا راستہ دوسری طرف جاتا تھا

”وہ فکر مند نہیں ہوں گے۔“ ارجن سمجھنے لگا۔ ”آپ کے سر کے ساتھ میری تفصیلی بات

بکلی ہے جس کی رو سے جگت دیرو کو ہمارے سپرد کر دے گا۔ اس بارے میں وہ بھی ماضی ہیں۔“

”اس کا مطلب ہے اُس عورت کی وجہ سے مجھے قید کیا گیا ہے۔“ سوہن سمجھ دیرو کا نام سن

سرخ ہو گئے۔

”آپ اس طرح گرم نہ ہوں محترم!“ ارجن نے انہیں غصا کیا۔ ”نا خود کو دیکھ رہے تھے“

”دشمن کی عورت کو جگت اپنے ساتھ رکھے اس بات سے انہیں سخت اختلاف ہے۔ جگت نے!

کیوں کیا؟ میری سمجھ سے باہر ہے۔ گھر میں بیوی ہونے کے باوجود غیر عورت کو اغوا کرنے۔

آپ کے خاندان کی بدنامی ہوتی ہے۔“ پھر آہستہ سے کہا۔ ”پولیس ڈیپارٹمنٹ کو بھی اس اغوا

کیس کو انعام تک پہنچانا ہے۔“

سوہن سمجھ رہا ارجن کی بات سے کافی اثر ہوا۔ جگت کے اُٹانے پولیس کا ساتھ دینا تھا پھر انہیں

کیا کہنا تھا؟ پھر جی انہوں نے پوچھا۔ ”پھر تم نے مگر کی تلاش کیوں کی؟“

ارجن نے عجیب سی سکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”میں کچھ ظاہر کرنا تھا۔۔۔“ پھر جاتے ہو۔

بولا۔ ”میں طرح آپ کو تکلیف دے رہا ہوں خوالدار کو میں نے تاکید کر دی ہے۔“ پھر اُن کے ہاتھ

ایک کتاب دیتے ہوئے کہا۔ ”گرو گتھ لانا! یہاں۔“ فالٹو بیٹھے ہوئے بھگوان کا نام لیں۔

سوہن سمجھ کر پولیس چیف شریف آگئی دکھائی دیا حکومت کی ملازمت میں ایسا بھی کرنا پڑتا۔

اس بات کا انہیں بھی تجربہ تھا۔ دشمن کی بیوی کو اغوا کر کے جگت سے منہ کا جھگڑا مول لیا تھا پھر

محسوس کرنے لگے۔

چوتھے دن دوپہران کے برآمدے میں خوالدار چار پائی پر بیٹھا تھا کہ دیرو سے چائیک کے قریب

کسی عورت کو پولیس والوں سے بات کرنے کی آواز سنائی دی۔ دونوں کے درمیان کچھ بحث

رہی تھی۔ پھر دیرو بعد اُس عورت کو وہیں روک کر ایک سپاہی خوالدار کے پاس آیا۔

”صاحب! ایک عورت آپ سے ملنا چاہتی ہے۔“

”کون ہے؟ مجھ سے؟ اُسے کیا کام ہے؟“ خوالدار نے تجسس لہجے میں پوچھا۔

”صاحب! وہ اپنا نام نہیں بتاتی۔“ پتھی ہے صاحب کا خاص کام ہے۔ جلدی ملتا ہے۔“ سپاہی

نے بتایا۔

”جاؤ اُسے بھیج دو۔ مگر تم غائب ہو گے۔ اور گوری عمرانی کر دو!“

خوالدار نے اپنی بڑی ٹھیک کر کے کمر پر پتوئل کا پینہ درست کیا، پھر آتے والی عورت کا قہقہہ

کرنے لگا۔ وہ دوپٹے سے چہرے کا پینہ تنگ کرتی ہوئی خوالدار کے قریب آگئی۔ جہاں

خوبصورت اور اچھے کمر کی عورت نظر آ رہی تھی۔ خوالدار نے سوچا کہیں چکا کی بیوی تو نہیں ہے؟ مگر

وہ کس سلسلے میں آئی ہوگی؟ چکا کے باپ کی یہاں موجودگی کے متعلق اُس نے کسی کو نہیں بتایا۔ پھر

بھی وہ پرس ہو کر بیٹھا رہا۔ وہ اُس کے قریب کھڑی ہو گئی۔ ”صاحب! کچھ دن سے اُس کا سینیچر

سرخ ہو رہا تھا۔ ہائپتہ کی وجہ سے اُس کے سینے کا اُتار اندر نظر کو دیکھ رہا تھا۔ قہقہے سے قہقہے دے دے

سے وہ گھبراہٹ کی وجہ سے پیچھے دیکھنے لگی۔

”تم جھجھتی نہیں ہو۔ سپاہی حکم کے تابع ہوتے ہیں۔ انہیں شک ہو، ایسا کوئی کام نہ کرتا۔“

جکت انہیں آزاد کرانے آیا ہے۔ باپ بیٹا ملے۔ مگر جیسے ہی سون نگھ کی نظر پڑی وہ ان کے ہاتھ پر چل پڑ گئے۔ وہ جکت سے ڈر ہٹ گئے۔

”اپنا آپ سبک رہنے گا میں سپاہیوں کو کھانے لگا کر آتا ہوں۔“ جکت نے کہا۔

پھر بھی وہ ہتھ نہیں ہولے۔ جکت کچھ کچھ کیا کہہ کر دو دو کچھ کر پاؤں مارا جس سے وہ دو کو ساتھ لے کر وہ باہر آیا۔ اسی دیر میں بچن کہیں سے دُور حاصل کر کے تین پولیس والوں کو متنبہ ہوتی سے باندھ چکا تھا۔ چوتھے کو جکت نے دھکا دیا۔ ”جو میں کہتا ہوں وہ کر دو ورنہ جان سے مار ڈوں گا۔“ جکت نے راتسل تانے پر اونچے موٹا ڈھرا پکڑے کھڑے رہے۔ سپاہی کھیلانے لگا۔ جکت نے سگیم کیا۔ ”باہر مہرے پر موجود شخص کو یہاں بلاؤ۔ اُسے دانا شاد مار کر تو میں تمہیں کوئی مار ڈوں گا۔“

پولیس نے بہرے دار کو آواز دے کر کچھ کا اشارہ کیا۔ جکت اور بچن دیواری کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ دُور کرتے ہوئے پھر بار کے جسے کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ پھر بار اندر داخل ہوا اور اچھی کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے بچن نے عقب سے اُس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیا۔ وہ جت آغا۔ بچن نے اُس کی پشت سے ڈھنگے کی ٹوک لگا کر کہا۔ ”بند تو پیک دو!“ اُس نے راتسل میک کی دی خورانی اور دُور کھڑی جلدی سے گھوڑی اندر لے آئے۔ جکت نے اندر جا کر تین سپاہیوں کو کمرے میں دھکیل دیا اور اپنے باپ کو کمرے لے آیا۔ بچن نے دو کھیمے سے باندھ دیا اور ان کے منہ میں پکڑاٹھوس دیا۔ سون نگھ کو گھوڑے پر بٹھا کر جکت نے بیٹھایا۔

”اسے پکڑو کہ وہ دینا چکا اپنے باپ کو آزاد کرانے لے گیا ہے۔ اب جو تم نے میرے کسی رشتے دار کو ہاتھ لگایا تو میں اُس کے پورے خاندان کو قلم کر ڈوں گا۔“ پھر مزید کہا۔ ”اُسے یہ بھی بتا دینا کہ وہ یہاں اس لئے آئی تھی کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ وہ بھی ہماری پارٹی کی کمر بستی ہے۔“ پھر باہر آ کر بچن سے بولا۔ ”تم سب لوگ دو روگے کر اپنے اڈے پر پہنچ جاؤ میں باپ کو کمرے پر دے میں بٹھا کر آتا ہوں۔“ اور یہ سب کچھ کچھ کہہ کر گزرتے ہوئے طوقان کی طرح نکلا۔

بیٹے نے خطرہ مول لے کر انہیں آزاد کرانے لے آئے۔ اسے سرت کی بات بھی کمران کے چہرے پر چمکی نظر آئی تھی۔ جکت نے اُن سے بات کرنے کی غرض سے کہا۔ ”اپنا آپ کو پولیس والے تک تو نہیں کرتے تھے؟“

”بالکل نہیں۔۔۔۔۔“ سون نگھ نے مختصر جواب دیا۔ جکت کو یہ اچھا محسوس نہیں ہوا مگر اُس نے بھی چپ سا دھلی۔ ریتا کی سمت جاتے ہوئے رچے میں بٹھا کر اُس نے باپ سے کہا۔

”اپنا آپ اب بھی مجھ سے ناراض ہیں؟“ جکت کا محبت بھرا رویہ دیکھ کر باپ کا دل چمک گیا۔ مگر وہ یہ کہ خیال کرتے ہوئے کمران کے چہرے پر بخٹی آئی۔

”تم نے مجھے آزاد کرانے سے خوشی ہوئی۔ مگر تمہیں کی مفروضہ صورت کو ساتھ کیوں لاتے؟“ جت کے دل کو باپ کے الفاظ سن کر دکھ ہوا مگر وہ نرم لہجے میں بولا۔ ”اب وہ تمہیں کی صورت نہیں رہی۔“

”تو کیا وہ تمہاری ہو گئی ہے؟“ باپ کے منہ سے اچانک نکل گیا۔ جکت کی آنکھیں پھیل گئیں۔ غصے میں وہ گرد نہ پڑا چاہتا تھا کہ ہاں امیری ہو گئی ہے۔ مگر کچھ بولے بغیر ہوش کاٹا ہوا گھوڑی پر

بٹھ گیا۔ پھر پیچھے ہٹ کر دیکھے بغیر اُس نے گھوڑی دوڑا دی۔ سون نگھ اُسے نظر دے اور اصل و ننگ دیکھنے لگے۔

○  
حوالدہ کے ساتھ جیب میں آتے ہوئے ارجن سنگھ نے راتے سے سون نگھ کو ساتھ لیتا ہو رہی سمجھا۔ کیونکہ اُس نے کہا تھا کہ اپنے شوہر کی سامعری میں دیر دو اکوڑن کے متعلق اطلاع نہ کی۔ یہ بات اُسے حوالہ دے تائی تھی۔ پھر گزرتا تھا کہ اُن کی راتے میں پڑتا تھا اس لئے وقت مانع کرنے کا سوال نہیں تھا۔ مگر سے روانہ ہوتے ہوئے سون نگھ چاچی کو خوشخبری دینے سے خود اُنہرے روک گیا۔

”چاچی! دیدو پولیس کی حراست میں ہے۔ ڈاکوؤں کے پاس سے فرار ہو کر آئی ہے۔ میں سے لڑا بھی آتا ہوں۔“ اُس کے کہنے پر چاچی سرت سے دیوانی ہو گئی۔ حکار ہاتھ آ رہا تھا۔ دیتا ہے آدھے سیل کے قائلے پر آتے ہوئے رچے کو کراس کر کے ارجن کی جیب تیز دھاری سے دوڑتی ہوئی آگے نکل گئی۔ ارجن سنگھ یا حوالہ دے پیچھے چھو کر کچھ بھی دیکھ لیا ہوتا تو انہیں پڑے میں سون نگھ بیٹے نظر آتے مگر کامیابی کا شہ جب چڑھ جاتا ہے تو آدمی کو کسی جاب دیکھنے اور نہیں رہتا۔

سکول کے بچانک کے قریب آ کر جیب کھڑی ہو گئی۔ حوالہ کو قہقہہ ہوا۔ پھر سے دار کیوں اب نہیں؟ ارجن سنگھ نے طنز یہ لہجے میں کہا۔ ”عورت کی خدمت میں اندر چلا گیا ہے کیا؟“

پھر جیب ڈسکتے ہی دو لوگ زمین پر رو گئے۔ ارجن سنگھ دوڑتا ہوا بچانک میں داخل ہو گیا۔ وہیں سنگھ اور حوالہ اُس کے عقب میں دو روپے تھے مگر اندر داخل ہوتے ہی ارجن سنگھ کے پاؤں کو پیسے زمین سے چکرایا۔ کھیمے سے دیکھے والے بندے ہوئے تھے جن کے منہ میں کچرا شاد ہوا تھا۔ وہ قہرا کر رہا تھا۔ حوالہ کے سامنے اُس نے آنکھیں پھیل کر دیکھا۔ اُس کی آنکھیں منے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ ارجن سنگھ نے باپ یاں پر اٹھا کر اور حوالہ کے پیٹ میں ٹھوکر ماری اتنی۔ مگر پھر وہ چارہ دار آواز میں بولا۔ ”بڑے شاخو سے مجھے خوشخبری سنانے دوڑ آیا تھا۔ یہاں ہری عزت کا شلایام کر دیا۔“ حوالہ کے کچھ کانپ رہے تھے۔ ارجن سنگھ نے پھر بچ کر کہا۔ ”اب ن کے منہ کو کھانا کھینھاری اور میری ناموسی کا داستان سننے کو ملے۔“

سون نگھ کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ روک گھر لاتے ہی سخت ترین سزا دے

ا۔ پولیس والوں کو رسیوں کی قید سے آزاد کیا کیا تو انہیں نے سارا واقعہ بتایا۔

”ہاں۔۔۔۔۔“ اب تم بھی مگر جا کر چڑیاں بول لو! ارجن سنگھ کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔

”دوسرے تین سپاہی کہاں گئے؟“ حوالہ دے پوچھا۔

”اُس کمرے میں۔۔۔۔۔“ اُس نے انہیں باندھ کر بند کر کے دیں۔“

”اُس کا مطلب ہے جگانیے اپنے باپ کو بچرانے کے لئے یہ چال کھیلی تھی۔“ ارجن سنگھ

اچھے ہوئے بولا۔

”جی ہاں جناب۔۔۔۔۔ آدھے کھیلے چلے جا اُسے لے گیا۔“ ایک پولیس والے نے بتایا۔ پھر اُس

نے ارجن سنگھ کو جگا کا پیغام سنایا۔ ارجن سنگھ کا رُکا ہوا ہاتھ مپاکی پر اُٹھ گیا اور ایک ذوردار چاہے مپاکی کے منہ پر چڑا۔

”بزدل!۔۔۔ تم اس طرح نہ کرو کہ رہے ہو جیسے بہادری کی بات ہو۔“

ارجن سنگھ فوراً جب میں بیٹھ گیا، ڈاکوؤں کا تعاقب کرنے کے لئے حوالدار اور دو پولیس وا۔ ساتھ لئے۔ سوہن سنگھ اعتوں کی طرح منہ پھاڑے دیکھ رہا تھا۔ مگر پیچھے کے لئے اُس کے پیرو میں جان نہیں تھی۔

○○○

چانچا نے پندرہ منٹ میں پورے گاؤں کو بتا دیا کہ دیوڑاؤں کے پاس سے فرار ہو کر پولیس کی حفاظت میں آگئی ہے۔ اُس وقت جگت کے گھر پر اُس کے تایا بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ارجن سنگھ نے وعدہ کیا تھا کہ اُردو سورج غروب ہونے سے پہلے سوہن سنگھ یقیناً گھر آ جائیں گے اسی اطمینان پر تایا گھر آ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر شام اُٹھنے کے باوجود جب سوہن سنگھ کی آمد کا پتہ نہیں چلا تو وہ کافی بے چین ہو گئے۔ اسی دوران ویر دہالی بات سنائی دی اس لئے بھی اُنہیں میں گرفتار ہو گئے۔ تایا نے سوچا، یقیناً ارجن سنگھ کو پتہ تھا کہ دیوڑاؤں کی حفاظت میں آ جائے گی اُس نے چوبیس گھنٹے میں سوہن سنگھ کو رہا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ جب وہ ارجن سنگھ کے پاس تھے اُس وقت ایک پیغام سرخاس پیغام لے کر آیا تھا۔ یہ بات کرنے پر پوری کڑی لگ گئی۔ مگر چند منٹ بعد سوہن سنگھ کی اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دیوڑے ایسا کیوں کیا؟ جگت سے الگ ہو کر وہ بھاگ آئی ہوگی۔ مان جی کا دماغ تو اس پتھر کو سمجھنے میں ناکام رہا تھا مگر چند منٹ بعد ہی اُسین چار کردار اُس کے درمیان لگا بیٹھے تو اُس کے اُچانے میں سوہن سنگھ برآمدہ میں داخل ہوتے ہوئے نظر آئے۔ چند منٹ کے بعد سے آپسرت چھانچا۔

”سو۔۔۔ وہ آگئے۔“ تایا نے ہنس کر کہا۔ مال جی جگت کے باپ کو نظر بھر کر دیکھنے لگیں۔ اُن کا خیال تھا کہ سوہن سنگھ کا جسم سوکھ گیا ہوگا۔ مگر وہ بالکل ٹھیک ٹھاک تھے۔ اُنہوں نے فوراً پانی کا لوٹا سوہن سنگھ کے قریب رکھا۔ سوہن سنگھ نے ہاتھ منہ دھو کر دو کھونٹ پانی پیا۔ پگڑی کھنٹی پر رکھ دی اور پھر پانی پر بیٹھ گئے۔

”ارجن سنگھ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔“ تایا نے بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

”کون سا وعدہ؟“ سوہن سنگھ کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

”تم کو رہا کرنے کا۔“

”مگر مجھے اُس نے رہا نہیں کیا، بلکہ جگت نے آ کر رہا کر لیا ہے۔“

”اچھا۔۔۔۔۔؟“ تینوں نے ایک ساتھ کہا۔ جگت کی ماں، بیٹے کی بہادری پر وادی ہو گئی۔ چند منٹ کا

قول سرسرت سے ڈولنے لگا۔

”کیاں تو ہم نے یہ سنا تھا کہ دشمن کی بیوی پولیس کی حفاظت میں آ گئی ہے؟“ تایا نے پڑیش لہجے میں سوال کیا۔

”تم نے غلط سنا ہے۔“ سوہن سنگھ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”وہ جگت کے ساتھ مجھے رہا کرانے آئی تھی۔“ چند منٹ کے لئے یہ ڈوکی سرسرت تھی۔ مگر سرسرت کے الفاظ سن کر اُس کے دل کو دھچکا سا لگا۔ ”لب جگت اُسے دشمن کی بیوی نہیں مانتا۔ میں نے اُس سے کہہ دیا کہ وہ دشمن کی بیوی تو کیا تیری

”وہم! ہم اس وقت یہاں؟“ چاہے کے بچکے اُچالے میں دور کو دیکھ کر جکت چلا۔ ”کیا خند نہیں آتی؟“

”سچی آپ سے کیا ہو چھینے آئی ہوں۔ میں دور کھڑی ہو کر دیکھ رہی تھی کہ آپ بار بار پہلو بدل کر سوسے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شام کو کبھی میں نے آپ کو اُداس دیکھا تھا۔ کیا بات ہے؟“

”ہوئے بے یقین لمحے میں ہو چکا۔“

جگت غور سے دیر و کو دیکھنے لگا۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔ اُس کی آنکھوں سے  
 وہ اور ہزار بیار جھلک رہا تھا۔ جگت خاموش رہا۔ لہذا دیر و مرد بولی۔ ”دیکھیں، آپ کو کتنا پسند آ رہا  
 ہے۔“ دیر و نے دوپٹے کے پورے جگت پر چڑھ کر ہنس کر کہا۔ ”اگر آپ کا جسم تو دھک  
 دھا ہے۔ اتنا تیز بخار ہونے کے باوجود دیکھی خاموش ہیں۔ مجھے کیوں نہیں بتاتا؟“ یہ کہہ کر جگت  
 کے سر کے قریب بیڑہ کر اُس کا سر دبانے لگی۔ دیر و کے ہاتھوں کی چوڑیوں کی جھلک سنا لی دینے لگی۔  
 اُس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا جھلک آ رہا تھا۔ گورت کے سر سے اُس پر عجیب سی کیفیت طاری کر رہی تھی۔ وہ  
 دیر و کو ایک جگہ میں نظر دوس سے دیکھنے لگا۔ دیر و نے جگت کی آنکھیں نیچے دیکھ کر کہا۔  
 ”کیا دیکھ رہے ہیں؟“ جگت ہند کر کے لیٹ جائی۔ ابھی نیند آ جائے گی۔“

سفاوت مند بچے کی طرح جگت نے آنکھیں بند کر لیں۔ لیکن کچھ دیر بعد خود بخود آنکھیں کھل گئیں۔ وہ مسکرا کر بولا۔ ”آنکھیں بند کرنے کے باوجود بھی تم ہی نظر آتی ہو تو تمہیں کھلی آنکھوں سے کیوں نہ دیکھوں؟“ جگت کی آواز میں شرارت تھی۔

درو نے اُس کا دھیان بٹانے کے لئے کہا۔ ”آپ نے مجھے بتایا نہیں کہ شام سے اُداس کیوں ہیں؟ کیا بپا سے کوئی بات ہو گئی؟“

”جب تم سمجھ ہی گئی ہو تو کیوں پوچھتے ہو؟“

”مجھے آپ کی زبانی معلوم کرنا ہے۔“ درو نے کہا۔ ”ہاں مجھے جرن نغروں سے ذکر کر دیتے ہیں۔“

ماہی مانی ہی خراب ہوں مجھ؟“

”تم کو دل ملا کرتی ہو ویر؟“ مجت کا ہاتھ ویر کی کلائی کی جانب بڑھ گیا۔ اُس کے ہاتھ لگ گئے۔ چڑھوں کی چھٹا خانوں کو بھی۔ مجت کی آواز میں ٹپکیا پڑی تھی۔ ”ساتھ رو کر جدائی لگوں ویر؟“

”مجت نے ویر کی پھٹی کاپے بچنے کے دو زمان دیا۔ مجت کے جسم میں برقی رو بڑھنے لگی۔ وہ اپنے ہاتھ نے آگے بڑھ کر ویر کی گت کے جسم میں جھپٹے۔ تم کو الگ کرنا چاہتے ہیں۔ میں سب کا فائدہ لے کر چاہتا ہوں ویر! دووں جدائی کی روش میں مبرہہ تھے۔ انہیں اتار کر مانی اچھا محسوس نہیں ہو رہا تھا۔“

”جگت سنگھ!“ دوڑ کے ہونٹ شدت جذبات سے کپکپائے۔ ”مائل سستے ہی کم ہوں مگر نظام کی آگ کم نہیں ہوتی۔“ اس کے بعد وہ عین سوچے ہوئے کر انہیں کیا کرنا چاہئے؟ دیر ہو گئی۔ ”جگت سنگھ!“ دوڑ کے ہونٹ شدت جذبات سے کپکپائے۔ ”مائل سستے ہی کم ہوں مگر نظام کی آگ کم نہیں ہوتی۔“ اس کے بعد وہ عین سوچے ہوئے کر انہیں کیا کرنا چاہئے؟ دیر ہو گئی۔

بیوی ہے؟“  
تایا کو دوسری فکر لگ گئی۔ ”اب کیا ہوگا؟“ یہی سوال چند دن کے دل میں کھٹک رہا تھا۔

سب ساتھی خوش تھے۔ ارجن سنگھ کو دوسری کسٹ کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ چالی گامیاب  
 تھی۔ پھر وہ نے بہت کرس کے مس طرح حوالدار کو بیوقوف بنا کر کجرت کے پاپ کو چھڑانے میں  
 کردار سن و خوبی سے ادا کیا۔ پھر وہ نے کچھ کو اپنے کام میں آسانی دی تھی۔ کجرت خود اپنے  
 میں شیل پاپ تھا۔ وید کے متعلق پاپ کے کیے ہوئے الفاظ اس کے لئے سو اُن دُوح بن  
 تھے۔ پائل پاپ خدا کے چننوں سے عداوت، پورپوش سے جنگ، اس کی کراؤں سے بھری  
 پن سے گا؟ کیا یہ دوسرا وید گناہ تھا؟ وہ ایک محرم کی بھوری کیوں نہیں سمجھتے؟

نیزکر کے تمام سامی بھگتو! ناچ میں مشغول تھے جب وہ واردِ حرکت ہوئے ان کے ہنسنے کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ جنہوں کا دل بھی خوشی سے لبریز تھا گر اپنی حالت دیکھ کر اس کا چہرہ اتر گیا۔ ارہ وہاں کے ڈالنے میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا یہ خیال ہمارے بارے میں بیان کر رہا تھا۔ کیا۔ ساری زندگی دوسروں کے سہارے نہ رہنا پڑے گا؟ کسی قسم کی دوز بھانگ نہیں۔ ہو پس۔ مقابلے میں گولیوں کی مستحاجت، ڈاکے ڈالنے کے لئے چھانے والا ناسہرہ، بھگتو صرف ایک خواب میں ہی گیا تھا۔ گولی کے درخیز ہمنے سے ٹکر کر کوئی قتل۔ وہ بھگتو بیٹھ سکتا تھا۔ ساتھیوں کو سہا ہو کر دھن کر کے ہوتے دیکھ کر اس کے پیچھے حرکت کر رہے تھے مگر اب وہ بھی اسی طرح دھن نہیں کر سکتے گا۔ سوچ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہیو نے پوچھا۔ ”جنہاں بھائی! آپ! آنکھوں میں آنسو کیوں؟“

جنوان کے کہوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ”وہ پرہیزگار، ایسے تو مسرت کے آنسو ہیں۔ میرے دوست  
جگت کا نام مشہور ہے۔ دیکھ کر میں اطمینان سے ہر مسکراہٹ کا۔“ جنوان نے کہا۔  
”بہادری زبان پر مرنے کی بات اچھی نہیں لگتی جنوان بھائی! دیکھو تو یہ جھروانہ لہجے میں کہا  
”دیکھنا، میں نے دن دن تم کمرے سے باہر جاؤ گے۔“

سائے بھڑکا ناچ ہو رہا تھا۔ ہمارے چلنے کی کڑک سے ڈر کر وہ بان تپیں کر دے تھے مگر جگت کسی اور  
غیاثی قتلہ دو چپ بیٹھا ہوا تھا۔ پرو جاننی بھی کہہ گئے کہ اپنے آسے دیکھ کر مزہ پھر لیا تھا۔ اگر  
قتلے سے دو بجے دل ہی دل میں ڈر نہ لگی۔ اس نے جگت کا گلشن چرو دیکر کرناؤں کی گاتھا کر کے  
اب بیٹے میں اس کے سبب تلخ گفتگو ہوئی ہو گی۔ لیکن جگت سے اس کی تقدیر کرنے کے لئے  
جنگالی کی ضرورت تھی۔ موسم گرما کی رات نصف منزل سے گزر رہی تھی۔ اب رات میں کچھ نکل  
نکل گئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کی جیسی ویسی لہریں سوئے والوں کو کھینچاں وے رہی تھیں۔ مگر جگت سترم  
زپ رہا تھا۔ وہ بار بار پہلو بدل کر سونے کے لئے جدوجہد کرنے لگا۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ  
سکی چار پائی پر بیٹھا ہے۔

”جکت! یہ اس وقت میں ہے۔ کہو کہ مناسب نہیں۔ صبح تمام حساب چکا لیں گے۔“  
 آخری الفاظ سن کر کربال لڑکھاتے ہوئے بولا۔ ”حساب لینا ہے تو یہ بجائی پڑے گا۔ کیوں۔  
 ہوشیار! ہم تمام اطلاع جمع کر کے لاتے ہیں۔ کام ختم کر کے ذرا عیش کر لیا تو کیا ہو سکتا؟“  
 لیکن خاموش رہا۔ جکت منہ پھیر کر چلا گیا۔ بچن نے دونوں کو مل کر اطمینان کی سانس لی۔ مگر صبح  
 ہو کر ہونے والا ہے۔ صبح کرے بچن ہو گیا۔ جو ان رات والی بات سے بے خبر تھا۔ اس نے  
 جب صبح بچن سے تمام واقعہ سنوا تو وہ بھی بے چین ہو گیا۔ ”ایسی گستاخی؟۔۔۔۔۔ بچے خیر ہوتا ہے کہ  
 یہ دونوں ہماری پادری کے کھوے کر دیں گے۔ بستر میں پڑے ہوئے ہیں کیا بار انہیں باتیں کرتے  
 من چکا ہوں۔ چکھو اور ساتھیوں کو بھی انہوں نے ساتھ ملا لیا ہے۔“ جو ان نے بتایا۔

بچن یہ سن کر دل ہل گیا۔ پھر بھی اس نے جکت سے بات نہیں کی۔ کل رات والی گفتگو سے متعلق  
 ہوشیار اور کربال بات مسافہ نہ کریں اس وقت تک وہ خاموش رہتا جاتا تھا۔ دوسرے ساتھیوں کو  
 اور حاضر کر کے جکت نے کربال اور ہوشیار کو بلا یا۔ جو ان کے بستر کے پاس جا رہے تھے ہونے  
 تھے۔ ویرو کو جکت نے بار بار جی خانے میں بھیج دیا تھا۔ کربال اور ہوشیار کے چروں پر ہاتھ تھا۔ بچن  
 نے شروعات کی۔ ”تو کب تک چلائے گا؟“

کربال نے تمام مشقیں بتا دیں۔ جکت اس بات میں دلچسپی نہیں لیتا وہ منہ پھیر کر بیٹھا رہا۔  
 اپنی برائی ہوئی کبیر سے کسی چٹلی کھا رہی تھی۔ ہوشیار تو جی نظر میں سے جکت کو دیکھ رہا تھا۔  
 کربال کی بات ختم ہوتے ہی جکت نے کہا۔ ”پھر پینے کے لئے کیوں گئے تھے؟“

”کام پورا ہو گیا اس لئے خوشی منانے کو جی چاہا۔“ ہوشیار نے جواب دیا۔ دونوں میں سے کسی  
 کے چہرے پر شرمندگی نظر نہیں آ رہی تھی۔

”اور سوئی بانی کے کوئے پر بھی خوشی منانے گئے تھے؟“ جکت نے پوچھا۔

”کیسا سمجھو۔۔۔۔۔“ کربال نے بے دھڑک کہا۔

جکت نے تھکانے سے ہوئے کہا۔ ”تمہارے جواب میں بڑائی اور بے ادبی کی بو آ رہی ہے  
 کربال! ایک بار جاسول میں چکا ہے اس کو توڑنا مجھے ہی طرح پہنچا ہے۔“

کربال اور ہوشیار خاموش رہے۔ اُن کی یہ خاموشی جکت کو گلے گئی۔ بچن چاہتا تھا کہ بات بگڑ  
 اچانک ہڈاؤں سے نہ ہٹے۔

”ایک بار جکت سے میری بحث ہوئی تھی، جیسے یاد ہوگا۔ اس وقت میں جذبات میں اُلگ  
 ہونے کے لئے تیار ہو گیا تھا مگر جکت کی بات سن کر خاموش ہوئی ہے۔ طوائف کے چکر میں پھنسے  
 ہونے ڈاکوؤں کو کوئے سے گرفتار کرنے کی پوئیں کی مثالیں موجود ہیں۔“ پھر مضبوطی سے جی میں کہا۔  
 ”پھر یہاں خیر و مل نہیں لے سکتے۔“

”سچ کہتے ہو بچن! مگر اسول کی پابندی سب کے لئے لازمی ہوتی ہے۔ ہماری جوانی بھی کبھی  
 اچھی صورت کا شباب دیکھنے کے لئے ترستی ہے۔“ کربال نے ہنسنے میں کھل کھا کر کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔۔۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس نے اسول کو توڑا ہے؟“ بچن نے پوچھا۔

”جی توئی میں عورت کو کیوں رکھا جائے؟“ کربال نے کہا۔

جکت نے جلدی سے دوسرا ہاتھ ویرو کے سرخ ہونٹوں پر رکھ دیا۔ ”ویرو! تم اپنے آپ کو  
 احساس کمتری میں کیوں مبتلا کر رہی ہو؟ مجھے یہ بات نہیں ملنی سمجھیں؟“ جکت کے اُٹھنے کے لمحے  
 ویرو کے ہونٹ کھپکا رہے تھے۔ اس کی کیا بات میں بڑی جاس تھی۔ جکت کی جاس کا کافر  
 شانے تک پہنچ گیا۔ اُن کی رگوں میں کسی برقی طور پر خون دوڑنے لگا۔ جکت نے ویرو کا نشانہ  
 دیا، چار ہڈی بات سے مطلوب ہو کر اسے بھٹکے سے اسے قریب کر لیا۔ جکت کا چہرہ قریب ہوتے تو  
 ویرو کی آنکھیں پر سے نکلیں۔ گرم آنکھوں کے قطرے جکت کے زخموں پر بہنے لگے۔ جکت کے ہاتھ  
 کی گرفت ڈھکی ہو گئی۔

”ویرو! تم دور رہی ہو؟“

جکت کے ہاتھ کے بھٹکے سے جیسے ہی وہ اس کے سینے سے ٹکرائی اس کی چوڑی چمن کے سے  
 ٹوٹ گئی۔ ٹوٹی ہوئی چوڑی کا ایک ٹکڑا فرش پر گرتے ہی عجیب سا شور ہوا اور اس کی آواز جکت کو  
 ویرو کے دلوں کو چھری گئی۔

”ویرو! جا سنا۔۔۔۔۔“ جکت نے کہا اور پہلو بدل کر لیٹ گیا۔ اس کی آواز میں ذکھ جھلک رہا تھا۔  
 وہ کمزری ہو گئی اور جکت کے دونوں ہریوں کو چھوتی ہوئی ہماری قدموں سے آگے بڑھ گئی۔ بالی  
 رات جکت اور ویرو نے جاگ کر گزار دی۔ صبح کے وقت دونوں کے دلوں اور جگر پر بوجھ تھا۔

کربال اور ہوشیار کو ڈاکے سے متعلق خبر فراہم کرنے کے لئے صبح سے بھیجا گیا تھا، کافی رات  
 تک وہ واپس نہیں لوٹے تو جکت اور بچن کا دل گھبرانے لگا۔ دونوں جیسے بدل کر گئے تھے پھر بھی  
 انہیں خوف محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں پولیس کے چکر میں نہ آجائیں۔ خان ڈوگر کے ایک زمیندار  
 کے کمر میں ڈاکو ڈالنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ وہ بڑی آسانی سے لہذا کا بانی ہاتھ لگنے کی اُنہی  
 تھی۔ ساتھ ہی ہوشیار کی ضرورت بھی تھی۔ کیونکہ زمیندار نے دو شکریاں کئے ہونے سے وہ  
 چار چکر لادوں سے زیادہ تھے۔ خود زمیندار اچھا نشانے باز تھا۔ کربال اور ہوشیار کو مفصل معلومات  
 مائل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ تقریباً چار بجے دونوں واپس لوٹے۔ اُن کے ہر لڑکا  
 رہے تھے لہذا یہ سمجھنے میں مشکل پیش نہیں آئی کہ دونوں نے میں ہیں۔ جکت اس حرکت کے بڑے  
 خلاف تھا۔ باہر جا کر پادری کے کسی شخص سے لے کر تمام جمع تاکہ وہ نئے کی حالت میں گرہ  
 کاٹا نہ جاتا دے یا کسی دوسری شکل میں دیکھ سکتے تھے۔ کربال اور ہوشیار نے نہ صرف اس شخص کو  
 توڑا تھا بلکہ اُن کی باتوں سے بے چارہ ہاتھ کر دے کہ موتی بانی کے کوئے پر بھی رہے تھے۔ وہ سنا  
 میں کہہ رہے تھے۔ ”موتی بانی حسن کی دیوی تھی۔ کیا اس کا جوہن تھا۔۔۔۔۔ شباب اس کے جسم سے  
 پھوٹ رہا تھا۔“

جکت کا دماغ گھوم گیا۔ اس نے آنکھیں کھلے ہوئے دونوں کو گھورا۔ کربال اور ہوشیار ان  
 کے منہ سے آگاہ ہو گئے لیکن پھر بھی نئے میں اس کی پرواہ نہ ہوئے پھر بکواس جاری رہی۔ جکت نے  
 ہاتھ حرکت میں آ گئے۔ اس کا جی چاہا کہ وہ انہیں ایک ایک پانا جڑ دے۔ مگر بچن نے سنا  
 سنبھال لیا۔

میں سے پروگرام بنایا جا رہا تھا۔ ”ہنومان نے کہا۔  
 ہنومان کی بات سے ہوشیار اور کربال چونک گئے  
 افسوس جہی ہو گئے اور جگت نے چاہا کہ اُس کے زُ  
 نکلا۔

مخاطب کے گورے پولیس آفیسر نے شو پروہ کے پولیس انسپکٹر ارجن سنگھ کو سخت تسلیم کیا۔ ڈاکو کو قہقہے میں لے کر باجوں کا مکمل نہیں ہے۔ جگہ کی پریشانی اب بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ سہا عاشق پریشانی میں نہیں پولیس انسپکٹر بنایا تھا مگر سہا کے اعتماد پر وہ کریمیں اپنی بدنامی نہیں موسم برداشت قریب ہے۔ اس نے پشیمور چھائی کی ٹوٹی کو کھنڈ کرنے کی تمام تر تمہیں آزمائشیں ملیر پورٹ پیچھے رہو۔ ڈاکو کی جنگی سازشوں کو تم جال بچھاؤ اور وہ سامنے آکر بعض نام۔ ان کا تعاقب جاری رکھو جس سے وہ کسی ایک جگہ تک نہ پہنچیں۔ لوگوں کے دلوں میں سے ان کا خوف دور کرو۔ انہیں یقین دلاؤ کہ پولیس ان کی حفاظت کے لئے ان کے ساتھ موجود ہے۔ ان کے آخر میں گورے آفیسر نے طویل قریب کیا تھا جسے پڑھ کر ارجن سنگھ کا دل ڈوب گیا۔ یقین نام، تم اپنے کام سے مطمئن نہیں کرو گے تو خارجہ جگہ کی دوسرے کو بتا دے گا۔ ارجن سنگھ کو کئی کئی ڈھکی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ سابق پولیس انسپکٹر سہا اس کے اچھے کے پاسکے نہیں کھینچیں۔ میں جگا اور گورے آفیسر کو جگا کہتا ہے کہ جس جگہ جیسا اس باجوں کے ساتھ ہے۔ مگر گورے نے ہر بار میں چڑھا ضروری تھا۔ ہر کوئی کو نہیں کہتا پڑھو گے کہ ہے۔ میں سہا کی طرح ڈاکوؤں کی کوئی سے اپناج نہیں بنانا چاہتا۔ ڈاکو تم کو چاہیں اور بندہ تم سے ایسی ترہیں آزمائش گا۔ شہید ہو کر تمہیں میڈل حاصل نہیں کرنے بلکہ زندہ رہ کر لیجی ہیں۔ زندگی کا پیش اٹھانا ہے اور۔۔۔

مکروٹس کی خواہش کو تسلیم کرتا ہوا اسی طرح چچا اوپر تلے ڈاکے ڈالے لگے۔ خان دو ڈاکے سے بڑھ کر لگا، اُس وقت سارے علاقے میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ دو دھلائی کنوئیں اور بالوں کی پرداہ کے نیچے چچا کی ٹوٹی جیتی جواہرات لے گئی۔ چچا نے خان دو ڈاکہ جیسے دیندہ راگو لایا جس کی سب سے پہلی روئے گئے اور یہ سوچنے لگے کہ چچا کو کادے سے والہ ابھی پیدا نہیں ہوا۔

پھر دھلائی کنوئیں کو کھینچ کر باطن آئے گا۔ خان پر سیاہی اُتر چکا تھا۔ چچا نے پھر بھی پادش سے دھرتی روپا۔ پھیل گئی ہوئی عیاں شوروچا نے لگیں اور دھرتی نے اپنے سینے پر بریلی کا فرش بچھا دیا۔ سب رعایت سے خوش تھے مگر راجن سنگھ محسوس کر رہا تھا کہ عیانی نالوں سے اُٹھتا ہو یا نی اُس کی حرام خونی کو بھا کر لے جا رہا ہے۔ گورے آتش کی طرف سے دانگن لٹ چکی تھی۔ اب اُس کی دھلائی پر بھی برسات کا پانی پڑا تھا۔ راجن آقا رہا تھا۔ چھتوں پر سے بپ پڑتے ہوئے پانی کے قطرے کے پانی پر دم دھم سے چلے رہے تھے۔ دو دھلائی کنوئیں کی دھک دھک تھی۔ پھر بھی چچا نے اپنی پیش منہ جنت قہقہہ ڈالنے کی منگھڑی طلب کر لی بلکہ دوسری طرف سے چچا نے مزید چچا چاہا۔

تغلب کی۔ اُس نے سوچا آخری کو کوشش کر لی جائے۔

محبت کی آنکھیں جل اُٹھیں۔ مگر بچن نے کہا۔ ”تم دیر کی بات کرتے ہو؟ اُسے یہاں ۱۱ کے متعلق ہم سب نے فیصلہ کیا تھا۔“

”کریاں! ادا بان سنبھال کر بات کرو۔“ بخت مرگا۔  
 ”تم دیکھیں! بدو بخت! میں تم پر غلام الزام نہیں دیتا۔ یہ رہا اس کا ثبوت۔“ یہ کہہ کر کہ  
 نے جیب سے چوڑی کا ٹکڑا نکال کر سب کو دکھایا۔ ”میں یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ بخت کے  
 میں دیوہی کی چوڑی کا ٹکڑا ملا ہے۔“

دیوہندی نے باہر چلی گئی۔ کشیدہ صورستہ حال نے اسے گھبرا دیا تھا۔ اس کے جانے کے جوت نے کپال سے کہا: ”کپال! اقم نے بہت غلط اندازہ لگایا ہے۔ میں دوستی کی قسم کھا رہی ہوں کہ میں نے دیوہے کو کسی کوئی حرکت نہیں کی۔“ جوت کی آواز بھاری تھی۔

”پھر پوچھ کر انھوں نے یہ سنا تو اسے یہاں رکھنے کی ضرورت نہ تھی؟“ کپال نے کہا

”کی فری دیکھ کر انھوں نے چڑھ گیا۔“

بہنے کی ضرورت کیا تھی؟“  
 ”ڈاکو بہنے تھے تمہارا ساتھ دینے کے لئے۔ میرا ب زیادہ نہیں بہے گی۔“

”بھئی...؟“ ہومان نے دانت چسپائے۔  
 ”بھئی یہ کہ میں نے اور ہوشیار نے اگ ہونے کا پروگرام بنالیا ہے۔“ ہوشیار بولا۔ ”تم جگڑا کر کے اگ نہیں ہونا چاہتے۔ دہشتی قائم رہے گی اور ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کی کرنے کے عہد کے ساتھ اگ ہوں گے۔“

”مگر کربال کی بات سے یہ محسوس نہیں ہوتا۔“ جنت نے کہا۔  
 اس بچن نے بولنا ضروری سمجھا۔ ”کربال اتم نے نکل، جو کہ کیا اس کی معافی مانگتے تو وہ  
 بات ہوتی۔“

”میں سوچوں گا۔۔۔“ کربال نے مختصر سا جواب دیا۔  
 ”پھر تم بھی میں لو! جب تک اس پارٹی میں ہوا سب کچھ ٹوٹا جا رہا ہے۔“ مجھے؟“ جنت کربال  
 ”فحش ہے۔“ مجھے ہمارا ساتھ دینا ہوا ہے۔ یہی صورت آگئی جا رہی ہے۔“ کربال نے شرمناک  
 جنت کا جواب دینے سے چشمہ دوکر سے میں داخل ہو گئی اور ہماری کچلے کچلے ہوئی۔ ”م  
 وجہ سے تم کو کربال کی ضرورت نہیں ہے۔ میں چلی جاتی ہوں۔ میرا جوتہ جاتا ہے،  
 رہے گا۔“ کربال نے بل کر کہی۔

دیو نے جگت کی جانب دیکھا جیسے اجازت طلب کر رہی ہو۔ اس کے چہرے پر حیران  
آنے کی جگت کھڑا ہوا اور اس کے ہاتھ سے کپڑے کا ٹنڈل جھین لیا۔ ”مرو! تمہیں جانا  
ضرورت نہیں۔ جب دل اگ ہو چکے ہیں تو تھارے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“  
نے مرو سے کہا۔

”سچ بات ہے ویرو، لیکن تمہارا تو کرپال نے بھانہ جایا ہے۔ باقی انگ ہونے کے حلق،



ہوا کی ہلکی سی حرکت سے اُس کی سفید رادھی ملی رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر عجیب طرح کا  
کون نظر آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس نے آنکھیں کھول دیں اور سب کے چہروں کو دیکھتے ہوئے بولا۔  
”اب کو! کیا جانا چاہتے ہو تم لوگ؟“

”ہم اپنے جینے کی ہولناکی سے متعلق جانا چاہتے ہیں مہاراج!“ تاپا نے جلدی سے جواب دیا۔  
”مستقل جاننے کے لئے دل بڑا ہونا چاہیے۔ ابھی، بری سب باتیں انسان کی زندگی میں  
پاتی ہیں۔ اس لئے کہنا ہوں مجھ سے وہی پوچھو جس کی ضرورت ہو۔ جس سوال کا جواب تم  
داشت کرو سکو، وہی سوال کرو۔“ بابائی نے بھاری آواز میں کہا۔

”اچھا مہاراج۔۔۔؟“ تاپا نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ ”مگر آپ پرشاد میں کیا لیں  
پہلے یہ بتائیں۔“

”ہو سکے تو ایک کروڑ دو سو پلاؤ۔“ نانا ج میں بارہ سال سے نہیں لیتا۔ بابائی نے کہا۔  
”چند کرو چاندی کے کنوے میں دودھ دے آئی۔ تاپا نے چند کنوے بابائی کے سامنے  
رکھے تو کہا۔ ”سادھو بابائی تمہارا ہاتھ دیکھیں گے۔ لہذا تم جو کچھ پوچھنا چاہتی ہو ان سے پوچھو  
“ تاپا نے چند دن کہا۔

بابائی نے خیمے میں سے ایک کتاب نکالی اور پوچھا۔ ”کیا اس کی جیم کٹائی لے گی؟“  
تاپا سوکھ کھڑے طرف دیکھنے لگے۔ جگت کے پاپو سوج میں ڈوب گئے، چندن کو کی جیم کٹائی  
پاس سے لے گی؟ شادی کے وقت جیم کٹائی لگانے کا سوال ہی نہیں تھا۔ مگر چاک ان کی آنکھیں  
لے گئیں۔ ”ہاں ہاں۔۔۔ شاید ہوگی۔“ انہوں نے کہا۔ ”چندن کو چوٹی کی جب جگت سے اس کی  
کٹی کرنے کے سلسلے میں ہم نے کٹائی نکالی تھی۔ شاید بڑے صندوق میں ہوگی۔ اسی میں جگت کی  
کٹائی بھی ہوگی۔“ سوکھ گھگھ کر جوش اعزاز میں کمرے ہوئے اور کہا۔ ”بابائی آپ غصہ نہ  
کیجئے۔ اس کی تلاش کر کے لاتا ہوں۔“

اب بادشہم کی جیم۔ سادھو نے خیمے میں سے کسی جیم کی بڑی بونی نکالی اور دودھ میں گھولنے  
لگا۔ ”تاپا کی بڑی بونی ہے۔ بس یہی میرا جو جیم ہے۔“ سادھو نے اُن سب سے کہا۔  
سادھو دودھ کی بڑی بونی کے کنارے سے سوچوں پر لگا ہوا دودھ صاف کرنے لگا، مگر چندن  
بولا۔ ”ہاں ہاں، اب دیکھا اپنے ہاتھ کی گھیریں۔“ چندن نے لپٹا ہوا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ سادھو  
اُس کے ہاتھ کو گھوما تو اس نے لکڑے ہوئے بیٹے غور سے دیکھنے لگا۔ تاپا اور ماں کی جیمیں نظروں سے  
ہٹ کر چہرہ دیکھنے لگے۔ چندن نے نظریں جھکا لیں۔

”خیر ابھاگ تو بدارش ہے بی!“ سادھو نے خوش ہو کر کہا۔ لیکن۔۔۔  
”نہیں کے کھٹے نے سب کے سامنے روک دیئے۔ اسی دوران سوکھ آگے آگئے۔ اُن  
ہاتھ میں چار جیم کٹائیاں تھیں۔ ”مجھے مہاراج چندن کو اور امار سے بچوں کی جیم کٹائیاں مل  
لی۔“

امہاراج جیم کٹائیاں ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگے، مہر ان میں سے دو واپس لوٹاتے ہوئے  
لے۔ ”ان کی تو زندگی تم ہو گئی ہے۔“ ان کے منہ سے آدھل گئی۔

”اب جس گھگھ اپنی عقل کو داد دینے لگا۔۔۔“ عقل کے سامنے تو بہادری بھی پاتی مہرتی ہے۔“  
بڑبڑایا۔ اور دل کو مضبوط کرنے کی غرض سے سوچوں پر تڑا دینے لگا۔

○

پہلی بادشہم کی خوشی میں چندن راب تیار کر رہی تھی۔ باورچی خانے کی کڑکی سے وہ چھتوں سے  
بہتی ہوئی برسات کو دیکھ رہی تھی۔ اور زمین سے اُٹھتی ہوئی سونگھی خوشبو سے لطف اندوز ہو رہی  
تھی۔ برسات کے موسم سے اُس کے دل کو جذبات سے لہر پر کر رہا تھا۔ اُس کے دل میں دور دورہ  
وہ آرزوئیں چل رہی تھیں جو ایک گاؤں کی کسی لڑکی جانتا کے دل میں چلتی ہیں۔ اُس کا جسم بھر کی آگ  
میں جھل رہا تھا۔ اور اس آگ کو برسات کا پانی اور تیز کر رہا تھا۔ دوسری رات ہی کاش اُس کا شہر  
بھی گاؤں کی دوسری لڑکیوں کے شوہروں کی طرح کسان ہوتا تو وہ آج اُس کے پاس ہوتا اور  
اپنے شوہر کے ہمراہ اس موسم کی بہادری میں جھولا جھولتی اور پھر دوسرے کچھ ہوتا جو ایسے موسموں  
میں ہوتا ہے۔

”بہار راب! جل تو نہیں گئی۔۔۔“ فراد نکلتا۔ ”برآمدے میں بیٹھی ہوئی اُمی کی آواز پر چندن  
چمک اٹھی۔ اپنی آنکھوں میں سہرے دنوں کے خواب سہائے وہ شریعہ اعزاز میں مسکرا دی۔ جلد  
سے اُس نے نیچلی چڑھنے پر اُٹھنا۔ ماں کی آواز سے اُسے پچھلے دور سے لے کر آج تک  
کر لیں۔ اسی گئے سمندر دروازے پر دھک بھری اور دودھین آدھل کی آواز میں سنائی دیں۔ کچر  
قدموں کی آہٹ کے ساتھ تاپا بھی کسی سے کہتے سنائی دیئے۔

”آئیے بابائی۔۔۔؟“ مگر بولے۔ ”جگت ماں انا تالیہ سے سادھو بابا آئے ہیں۔“  
”سکھ رہو ماں کی۔۔۔!“ سادھو بابا کی آغوش پر سنائی دی۔ چندن نے اُٹھا دیا کہ ماں کی

لے ان کے چہرے چھوئے ہوں گے۔ پھر وہ بھی سر پر دو پٹا دودھ کر باہر آگئی۔  
چندن اور چہرہ دیکھنے ڈاڑھی، ہاتھ میں پچھلے کپڑے، ہاتھ میں پٹا۔ سادھو کو دیکھ کر چندن نے  
جھکا لیا۔ سوکھ گھگھ بولا۔ ”تاپا دیکھو! کچر خوش ہو گئے۔ سادھو نے فوراً ڈاڑھی۔  
”بھلا! دھرج دوسروں کی بھی کچھ پانے کے لئے کھٹ بھی اُٹھانے پڑتے ہیں۔“ بابائی نے  
ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”سوکھ گھگھ اور تاپا حیرت میں ڈوب گئے۔ یہو کے من کی بات سادھو بابا دیکھتے ہی  
مجھ گئے۔ یہ دیکھ کر سادھو پر ان کا لہجہ اور مضبوط ہو گیا۔

انسان جب چاروں طرف سے مصیبت میں گھر جاتا ہے تو اُسے اپنے مستقل میں جھانکے کی  
خواب پیدا ہوتی ہے۔ شاید آگے ایسے حالات کی امید ہو تو آدمی جیتنے والے دھک ڈالتا ہے۔ یہ  
لیتا ہے۔ اسی لئے سادھو نے تاپا نے کہا تھا۔ ”اگر امارا بہو کے انیب میں کچھ نہ ہو تو یہ ہو تو یہ  
بات اس کے سامنے نہ کہنا۔“ اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔“

سادھو نے کچھ نہیں کہا، جیسے اُس نے سنائی نہ ہو۔  
”آپ پرشاد میں کیا لیں گے بابائی؟“ سوکھ نے پوچھا۔ مگر سادھو آگے بڑھ کر گھبرا

فصل ہوگا مگر بزرگوں کی وجہ سے خاموش رہی۔ پہلی بار سادو نے جگت کی جتم کنڈلی ہاتھ میں لے کر دیکھی، پھر چندن سے کہا۔  
 "بیٹی! اپنا ہاتھ دیکھنا!"

چندن نے دائیں پہلی اس کے آگے بڑھا دی۔ سادو بھی کتاب، کبھی جتم کنڈلی اور کبھی چندن کی سبک دیکھنے لگا۔ سب سانس روک کر بیٹھے تھے۔

"جب بوجھ ہی لیا ہے تو کہنا پڑے گا۔" سادو بی اٹھا کہ کر دک گئے، پھر کچھ حساب لگاتے گئے۔ سب لوگ خاموش تھے۔ آخر سادو بولے۔ "لڑکا دوسری شادی ضرور کرے گا۔"

سادو کے یہ الفاظ سن کر سب اس طرح لرز گئے جیسے آسمان ٹوٹ چاہا۔ وہ زمین علی بنی ہو۔ ایک لمحہ کی جڑ چرائی جگہ خاموشی، بڑ سگون سی۔ سو اٹھ سال چارپالی پر سے کھڑے ہو گئے۔ وہ

نت چیں کر دھڑکیں اٹھوں کی ہتھیلیاں آہیں میں ملنے لگے۔ مگر سادو نے حالات کی پرواہ کئے بغیر اپنے الفاظ مکمل کر دیے۔ "لیکن تمہاری خواہش کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوگا۔" یہ کہتے ہوئے سادو

لہڑے ہو گیا۔ چندن نے سر جھکا لیا۔ پھر سادو نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "بیٹی! میں نے جو دیکھا تھا۔ لڑکا بیگناہ پر اصرار دے گا۔ وہ تم کو دیکھنا چاہتا ہے۔" سادو کو کچھ دینا چاہتے تھے مگر انہوں نے

ناکار دیکھا۔ "مگر خیر یہ کو دینا۔" انہوں نے کہا، پھر تباہ کے ساتھ باہر نکلے گئے۔ اُن کی کھڑاؤں

باکت کھٹ کھٹ کر دیواروں سے ٹکرائی اور ختم ہو گئی۔ مگر سادو نے جو شخص تباہی کا شہر

بہن سنگھ کے دل کی دیواروں سے پار پار کر رہا تھا۔ "لڑکا دوسری شادی ضرور کرے گا۔"

جگت کی ماں کے کانوں میں بھی سادو کے آخری الفاظ گونج رہے تھے۔ "لیکن تمہاری خواہش

کے خلاف کچھ نہیں ہوگا۔" تو کیا چندن، دیروالدی سوکھ بٹالے کی؟ یا پھر اس نے پہلے سے سب

بارگاہ بتایا ہے۔؟

○  
 دو سال پیش جگت اسی موسم میں دیروکے دیو گھن سنگھ کو قتل کرنے کے بعد گھر سے فرار ہوا تھا۔

سنگھ راج نے چار پانچ دنوں قاتیاتھ پر بیڑ کر خوب رخصت کیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب

کچھ دیو آرام کر رہا ہو۔ دیوار پانچ روز سے تھے۔ دونوں کناروں سے چھٹکتا ہوا پانی پھرتی کر کھل

یا غار رہا تھا۔ چار پانچ دن کے بعد سادو کو چٹان کے کچھ کر لوگ خوشی تھے۔ حوت اور برادھوں میں

دھڑک رہی تھی۔ یہ ان کے دھڑکنے سے ہوئے بیڑوں کی جتم کنڈلیاں تھیں۔ چندن

کوری جتم کنڈلی دیکھتے ہوئے دھوج میں گم ہو گئے، پھر ہاتھ کی تھیریں ملائیں۔ تباہی مہر نہ کر سکے۔

وہ بولے۔ "مہاراج! ابھی آپ نے کہا ہے کہ ان کا بھائی گردن سے لکھن۔۔۔ لیکن کیا ہے؟"

سادو ہانے تباہی کا باب دیکھا۔ "لیکن جیون میں بڑی کھڑائی ہے۔ قدم قدم پر کاتے بچے

ہوئے ہیں۔" سادو ہانے تباہی۔

"ماں جی نے سر دیا۔ بھری۔" ان سے پوچھ کر بھری گود بھرے کی؟ کہ میں جھولاب آئے

گا؟" ماں جی کی بات سادو میں سمجھ گئے۔ وہ کنڈلی دیکھنے لگے، پھر ہاتھ کے بغیر کہا۔

"سنان کہ پورا ہے کا۔" سادو نے کہا اور ان کی پردوں پر کھٹے گئے۔ پھر چندن کی

جانب دیکھا۔ اُس کی جگہ ہوئی چٹان میں بھگی اور زخمی کی۔ چچرے پر بھی کی سکر اٹھ گئی۔ سادو

نے کھیر لیے ہیں کہا۔ "ماں بننے کے لئے دھیر دھیر رہتی پڑے گی۔" ماں جی نے غصہ کیا جیسے وہ

بلندی سے ایک دم نیچے گر پڑی ہوں۔ وہ بولیں۔

"بھئی دھیر دھیر رہتی پڑے گی؟ کب تک؟"

مگر تباہی نے سن کی بات کہی۔ "مہاراج! اب ہمارے بیٹے کا یعنی ان کے بچے کی زندگی کے

مخالف ہاتھ ہے۔"

سادو انہیں گھورتے ہوئے بولے۔ "جو میرے سامنے بیٹھا ہے میں اُس کے متعلق بتا سکتا

ہوں۔ اور ایک گھر کے ایک ہی آدمی کی قال نکالنا ہوں۔"

تایا ملاں ہو گئے۔ وہ سن سنگھ نے کبھی بات دوسرے طریقے سے پوچھ لی۔ "تم کو بھوکے

سو بھائی کے بارے میں جانا چاہیے تھے مہاراج۔"

سادو غصہ دینے اور اپنی سفید داڑھی پر ہاتھ پکڑتے ہوئے بولے۔ "بھوکے سو بھائی پر بہت

سے کھنکھ لے آئیں گے۔ بار بار ان کی آگنی پر دیکھا ہو گی۔ میں صرف اتنا ہی بتا سکتا ہوں۔"

ماں جی ملاں ہو گئیں۔ وہ سن سنگھ کا چہرہ دیکھا دیکھا۔ پھر بھی چندن کو کہ چہرے پر شامی دیکھ

کر سادو بولے۔ "بیٹی! ان بھی نے سوال کئے تھے۔ تم نے کبھی نہیں پوچھا۔ کیوں؟ معلوم ہوتا ہے

تھیں بیگناہ کو پورا بھر دوسرے۔ بیگناہ نے تمہارے مستقبل میں جو بھی لکھا ہے وہ جیسی صورت

ہے۔ زندگی پر اتنا بڑا اعتماد میں ہے کہ انسانوں میں دیکھا ہے۔ تم جاہو تو آخری سوال کر سکتی ہو

بیٹی! سادو کی آواز میں ہمدردی تھی۔ اسی لئے اُس کے سر نے اشارہ کر کے اُ۔ عروک دیا۔ جو

چندن کو پوچھنا یا جاننا نہیں تھا وہ انہوں نے پوچھ لیا۔

"مہاراج! امیرا بانی چٹا زخم کی عورت کو اٹھا کر لے گیا۔ دل میں ڈوبے کہ کبھی وہ اُس سے

شادی نہ کر لے۔" وہ بولے۔ "آپ سے یہ بات پوچھتے ہوئے شرماتی ہے۔ ہم سب اس اُنکھیں میں دنوں

رات سے بیٹھ ہیں۔ کر پا کر کے اتنا دلدارہ دیکھتے تاکہ کن کو خوشی ہو۔" چندن نے جھٹکے

سر جھکا لیا۔ جو بات اُس کے دل میں بھی نہیں آئی اسے یہ لوگ کیوں کھولنا چاہتے ہیں؟ اُس

نے سوچا، سادو سے کہہ دے کہ مجھے ایسا کچھ نہیں جانتا۔ میرا سو بھائی اٹھنے سے اس سے زیادہ میری

کوئی خواہش نہیں ہے۔ اس سو بھائی کی کوئی بھی دارا جیسے پھر بھی جو میرے نصیب میں ہے وہ کم

آواز بڑھائی۔ "وہ مجھے بہت اچھی لگتی تھی۔ وہ ایک بار کہ بھی چکی تھی کہ تمہارے جیسی سانس مجھے ملی ہوئی تو۔۔۔ اس وقت مجھے اُس کی بات اچھی لگتی تھی۔ مگر میرے اوپر میں اسے اس گھر میں نہیں آنے لڑوں کی۔ میں یہ کہہ دیتی ہوں۔" "ماں جی نے مجھے سے کہا کہ ہاں ہاں ہاں جی خانے سے باہر چلی گئیں۔" "چند دن مل گیا دل میں ہوئی۔" "میں نے جیسے سے زیادہ انہیں میری فکر ہے۔ ایسی سانس کو پانے کے لئے دوسری بھی آجائے تو مجھے کوئی فکر نہیں کرتی تھی۔"

○

اوپر سے بڑے صاحب کا حکم آیا ہے، اس لئے میں نے جنہیں بلایا ہے۔" "ارجن سنگھ نے سوہن سنگھ کو بڑا الفاظ دکھا کر کہا۔ پھر تباہی کی جانب دیکھ کر بولا۔ "اچھا ہوا تم بھی ساتھ آ گئے۔"

دونوں بھائی خاموش رہے۔

"گورے صاحب بہت خفا ہیں۔ بھگت سنگھ جیسے شخص کو چھانی پر لٹکا دینے والی حکومت چگا کر کب تک برداشت کرے گی؟" "ارجن سنگھ نے دونوں کی جانب باری دیکھ کر کہا۔ وہ خاموش رہے۔ "اب مجھے کچھ کام لینے کا حکم ملا ہے۔" "دونوں سنگھ کو دونوں کی خاموشی کھنگر رہی تھی۔ اُس نے حریف کی۔" "میں تمہارا لکھ بھائی ہوں، میں تمہارے گھر میں کھڑا ہوں۔ مگر مجھ پر جو آفسر ہے اس کے لئے کوئی غرض نہیں۔ وہ تو ہر حال میں چگا کر گورائی دیکھنا چاہتا ہے۔ دوندہ مجھے ہٹا کر دوسرے کے لئے آئے گا۔" آخر میں بھی اوپر والوں کو جواب دہ ہوں۔"

"ج بات ہے۔" "تباہی مانی تھی۔"

"انہوں نے کھسارے کے چگا کے کچے منڈ کرلو۔ راجستان میں تمہاری بڑی زمین ہے اس پر جی ان کی نظر ہے۔ سب منڈ کر لینے کا حکم دیا گیا ہے۔" "ارجن سنگھ نے کہا۔

سوہن سنگھ کے سامنے کی تکیس تن گئیں۔ تباہی نے ٹھہرے ہوئے لیے کچھ کیا۔ "اس کا مطلب ہے ہر کار بھی لوٹ چلا رہی ہے۔"

"جیسا بھی سمجھو۔ مگر تم تباہ ہو جاؤ گے۔" "ارجن سنگھ نے مزید کہا۔ "اگر اُس نے ویرو کو ہمارے پروردگار دیا تو اس ملک بدلت نہ پھڑکی۔ اس کی بجائے اُس نے مجھے دیکھ کر دی اور اُس عورت کے ذریعے مجھے دکھایا۔"

"مگر جینے کے جرم کی سزا ہر کو کو کس طرح مل سکتی ہے؟ لیکن سا قانون ہے؟" "تباہ منڈیو لے میں لوئے۔" "یہ زمین جائیداد تو ابھی سوہن کی ہے۔ وہ زندہ ہے، جب تک بھگت کا اس پر کوئی حق نہیں۔"

"راجستان میں تمہاری جوت زمین ہے اس کے بارے میں، میں نہیں چاہتا تھا کہ کچھ کہوں۔ لیکن تم منڈنا چاہتے ہو تو سنو کہ تمہارے باپ نے انور ڈاکٹر کی مدد کی تھی اور حکومت کو تباہی میں رکھ کر ایک طرف انہیں نے انور ڈاکٹر کو سنا ساز باڈر کی تھی، دوسری طرف حکومت سے یہ ملے لیا تھا کہ انور ڈاکٹر کو حکومت کو ریٹائن نہیں کرے گا۔ اس کے بدلے میں حکومت سے وہ زمین تم کو لوگوں کو تفویض میں ملی تھی۔ مگر اب حکومت اُس زمین کو واپس بھی لے سکتی ہے۔" "ارجن سنگھ نے گرم لہو سے غریب لگا لی۔"

تھی۔ جب سے سا وصال نکال کر گیا تھا، اُس وقت سے سانس اور سسز بھی کسی آہن میں سرکوشیاں کرتے نظر آتے تھے۔ چند دن سا وصال کی بات سے اطمینان ہوا تھا۔ جب سب ٹھیک ہوا ہے تو پھر بہت کیوں باری جائے؟

سوہن سنگھ نے پکڑی سر پر دھک کر جاتے ہوئے اُن جی سے کہا۔ "میں بڑے بھائی کو لے کر ارجن سنگھ کے پاس جا رہا ہوں۔ تم گھر نہ کرنا۔"

اُن کے جانے کے بعد اُن جی نے صمد روڈ سے کی کڑی بند کر لی اور بارہمی خانے کی جانب پڑھیں۔ "بھئی اُن جی سے ایک بات پوچھنے کوئی چاہتا ہے۔" "ماں جی نے کہا۔

"ضرور پوچھیں ماں جی۔" "چند دن کے عرصے کے الفاظ اُن جی کو ابھن میں ڈال رہے تھے۔ کوئی غلط بات کہہ کر اس کے دل کو کیوں دکھایا جائے؟ وہ اس خیال سے خاموش ہو گئیں۔

"کچھ نہیں۔۔۔ کوئی خاص بات نہیں۔" "کہہ کر وہ لوٹے لیکن مگر چند دن انہیں روک لیا۔

"ماں جی! کہہ دو کہ تو کس کا جو بچا ہو جائے گا تو کس کی کشتن جا رہی ہے؟ آپ مجھے دیکھ کر ابھن محسوس کر رہی ہیں مگر مجھ سے آپ کچھ بھی نہیں کہیں۔ آپ تو مجھے ڈانٹنے کا بھی حق رکھتی ہیں۔" "چند دن کے مسکرا کر بیٹھے لیے ہیں۔"

"اوسے میری بھولی بھولا" "ماں جی نہیں دیں۔" "میں نے کہا کہ میں جنہیں ڈانٹنے آئی ہوں؟" "مگر میں کوئی ڈانٹنے والا نہ ہوں تو ایسا کچھ بھی کھٹکتا ہے۔" "چند دن کے کام کرتے ہوئے کہا۔

"تباہ کیا پوچھتا ہے؟" "چند دن اُن جی کبھی بھی ہو، یہ نہیں جانتی ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جنہیں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔" "ماں جی بھاری آواز میں بولیں۔

"دیکھ کچھ میں سب ساتھ ہیں ماں جی!۔" "چند دن نے سنجیدہ لیے میں کہا۔

"جی! ایک دوسری شادی کر لیا ہوگا؟" "ماں جی نے بڑی ہمت کر کے پوچھا۔

"کیا ہوگا؟ گھر میں دوسری بھوت آئے گی۔ ہم دونوں ہی آپ کی خدمت کریں گی۔ مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آپ کچھ اور پوچھیں گی۔" "چند دن نے جیسے ہوئے کہا۔ اُن کے موتیوں جیسے دانت چمکے گئے۔

"چند دن!۔۔۔" "ماں جی بولیں۔" "مگر میں مانگ اچھی ہوتی ہے مگر مرنے کی ہوتی ہے۔ تم میرا خیال کرتی ہو مگر یہ سچ نہیں ہے۔"

"سب خوشیوں ایک نہیں ہوئیں۔" "چند دن کا قدرت پر اعتماد کافی مضبوط تھا۔ ماں جی ابھن آئینہ نظروں سے چند دن کیسے لگیں۔

"یہ تو ہم کس طرح تباہ تھے ہیں جی! کہہ دو۔۔۔ اس گھر میں اُس جی کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک روا رکھے گی، مگر۔۔۔"

"وہ۔۔۔؟" "چند دن کی آنکھیں پھلن گئیں۔" "آپ سے یہ کس نے کہا کہ۔۔۔"

"کچھ گاؤں۔" "چند دن جاتی ہوں کہ وہ کس کی کرنے کی خاطر بھگت سب سے لارواہ ہو کر

بہی کرے گا۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے بے پناہ پیار ہے۔" "ماں جی کی آنکھیں بیگم لگیں اور

"بھری کیا کرنا چاہئے؟" سوہن نگہ نے گھبرا کر پوچھا۔  
 کچھ دیر تک ارجن نگہ انہیں گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ آخر ہمت سے بولا۔ "جگت سے کہو کہ وہ خود کو قانون کے حوالے کر دے۔"

"مگر کیا کوئی باپ بیٹے سے یہ کہہ سکتا ہے کہ چٹائی پر چڑھ جائے؟" تابیائے پوچھا۔  
 "میں چٹائی پر چڑھنے کے لئے نہیں کہہ رہا بلکہ قانون کا احترام کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔"

ارجن نگہ نے جواب دیا۔  
 "ہم کبھی نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"  
 "حکومت سے معافی مانگ لے۔" ارجن نگہ اب آہستہ آہستہ اصل بات پر آرہا تھا۔  
 "اگر حکومت معاف نہ کرے پھر؟" تابیائے اصرار کرتے ہوئے پوچھا۔  
 "اندرونی طور پر سب کچھ لپٹا جائے گا۔ حکومت جگت کو باطل تو خیر معاف نہیں کر سکتی البتہ چار پانچ سال کی قید جگت کو زندگی بھر کا تکہ ہو جائے گی۔"

"اور آپ کو بھی اطمینان ہو جائے گا۔" تابیائے کہ وہیں میں ہی فخرہ آیا مگر وہ اذاتہ کر سکے۔  
 "جگت کو ممانا مشکل ہے۔" سوہن نگہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پھر اس کے عوض زمین چاہئے اور اگر زمین چاہئے تو اس کو لٹاؤ گے۔ یہ حکم دلا نہیں جاسکتا۔ ابھی وقت ہے مگر بعد میں چھٹانے کا موقع نہیں ملے گا۔ کیا وقت بھر اچھے نہیں آتے؟"

سوہن نگہ اور تابیائے ایک دوسرے کو سولہ نظروں سے دیکھنے کے بیچے ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں کہ اب کیا کیا جائے؟ یہ جاننا مشکل تھا کہ ارجن نگہ کے دل میں کیا ہے؟ کیا فخرہ ارجن نگہ اپنی بات سے مکر جائے یا حکومت چکا کو صاف نہ کرے اور چٹائی پر چڑھا دے اس صورت میں بیٹے کا تھیں سر ارجن نگہ کے ہاتھ میں دیا جاسکتا ہے؟

"تم لوگ اگر میری بات پر سوچنا چاہتے ہو تو میں تمہیں کچھ وقت اور دے سکتا ہوں۔" ارجن نگہ نے تجاوب طلب کرنے والے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ہم مکر کا کوسو گئے۔ مگر اس طے میں جگت سے کس طرح ملا جائے یہ ایک سوال ہے۔" تابیائے نے کہا۔ ارجن نگہ خاموش رہا۔

"تم لوگ جب سے نہیں ملتے، میں نے یہیں بان سکتا۔ پیغام کا جاڑو تو ہوتا ہوگا؟"

اب تابیائے بال نہیں سمجھتے تھے۔ "جب سے مکر چھوڑ کر کیا ہے اس کے بعد سے میں نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا۔"

"تو پھر میری بات اسے سمجھاؤ۔ پھر میری زندگی وہ تہاوری نظروں کے سامنے رہے گا۔"

"جیسی بھگوان کی مرضی۔" یہ کہہ کر دونوں نے ارجن نگہ سے اجازت لی اور آگے بڑھنے لگے۔ ارجن نگہ انہیں جاتے ہوئے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ اس کا تیر لٹانے پر لگے گا یا نہیں؟

باہر آکر سوہن نگہ نے کہا۔ "میں جگت سے تابیائے بات کر رہی تھی۔ اگر وہ یہ کام اچھے میں نے اس تو جگت کو ممانا جاسکتا ہے۔ مگر اس سے پہلے ارجن نگہ کی چال سمجھ لیتی چاہئے، انہیں وہ نہیں چھٹائی نہ دے۔" تابیائے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آسمان پر سورج ہانڈوں سے مکر گیا

تھا۔ کسی بھی وقت بارش کے ٹوٹ پڑنے کا اندیشہ موجود تھا اس لئے وہ تیز قدموں سے مکر کی جانب بڑھتے گئے۔

سوچتے سوچتے سوہن نگہ کی آنکھ نہ جانے کب لگ گئی۔ چاروں نے وہ سخت الجھن میں گرفتار تھے۔ باران کی دھن میں ارجن نگہ کے ادا کئے ہوئے الفاظ گونج جاتے جن میں دھکی بھی تھی اور دلا بھی تھی۔

دھرم پور جا کر انہوں نے مسرور کوسا جی کی قال اور ارجن نگہ کی پیشکش کے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔

نانا جیسے ہوشیار آدمی بھی یہ باتیں سن کر الجھن میں پڑ گئے تھے۔

جگت کا بیٹا ایک باز بھارت کر کے پولیس کا ناخ ہو جائے یہ ناممکن تھا۔ پھر دشمن کی صورت کو مگر میں بھڑانے بھی کسی طرح؟ جگت اگر دیو سے شادی کر لے اس صورت میں ان کے لئے ان کا ٹرانس مرنے کا برابر تھا۔ پھر ارجن نگہ کے کہنے کے مطابق جگت کو بھارت سے روک دینا کس طرح ممکن تھا؟ بجائے انہوں نے خود اس کے ذہن میں انتقام کی آگ بھڑکائی تھی۔ اب یہ آگ کس طرح بجھائی جاسکتی گی؟ تابیائے نے دانا سے صرف اصرار کیا تھا۔

"دیکھنا ہوں، شاید اس کی رات سوچا ہو جائے۔ دو تین دن تک میں خود تہا رہے پاس آؤں گا۔"

مگر آج چوتھے دن بھی نانا نہیں آئے تھے اس لئے آج سوہن نگہ بڑی مشکل سے سوئے تھے۔

چائیک برآمدہ سے میں دھماکا ہوا اور وہ چونک کر بیٹھ گئے۔ "کون ہے.....؟"

"میں ہوں بابو....." جگت کی آواز سنائی دی۔

سوہن نگہ برآمدہ کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت نے انہیں پر نام (سلام) کیا۔

چائیک ان کے کند سے نکلا۔ "کسی رہو بیٹا۔" پھر انہیں یاد کیا کہ جگت جب انہیں پولیس کی راست سے چھڑانے آیا تھا تو وہ اس سے ناراض ہو گئے تھے۔ جگت نے منہ سے نقاب الگ کر کے جوئے آندے اور آہستہ سے پوچھا۔

"سب ٹھیک تو ہیں؟" سوہن نگہ نے سر جھکا کر اثبات میں جواب دیا اور لائین کی لو کچھ اور بھاری۔ اذاتہ اور ارجن نگہ نے کہا۔ "ابالے میں بیٹے کا چہرہ دیکھ کر انہیں سرت ہو رہی تھی۔ انہوں نے جگت کو انہوں میں سب سے کیا۔

"بیٹا! تم ہمیشہ ایسے ہی دم آجالے میں آتے ہو۔ اور ابھی تمہیں جی بھر کے ہم دیکھ بھی نہیں دے کہ تم انکھوں سے اونچل ہو جاتے ہو۔"

مال جی دوروازے میں کھڑی باپ بیٹے کا ملن دیکھ رہی تھیں۔ جگت نے انہیں دیکھا اور ذرا ڈن چھوٹنے کے لئے ان کی طرف بڑھا۔ "اس..... اس نے پکارا اور مال کے بیٹے سے سر کا لڑکا موش ہو گیا۔" مال اس کی پشت پر ہاتھ بھینسے لگی۔

"اگر سے بیٹھ گیا ہوا ہے۔ پہلے کپڑے تبدیل کر لے! میں کرنا مگر پرانے پکا کر لاتی ہوں۔"

سائے بیار بھری آواز میں کہا۔ "جگت مکر لیا۔"

"اس آواز کی رات تک کوئی بھوکا رہتا ہے؟"

"بیٹا! میری رات میں تو تم جب سے مکر چھوڑ گئے ہو بھوکے ہی ہو۔ میرے ہاتھ سے

صرف ایک بار ہیٹ بھر کھانا کھا لیا اور بدل کو کھڑک ہوئی۔ "ہاں نے کہا۔  
"ابھی بات ہے ماں! پھر میں گرم دودھ پیوں گا۔" بکت بولا۔ "اور سونا! زیادہ شور نہ ہو۔"

"پہلے میں بہنو کو چٹائی ہوں۔" اس بی بی نے کہا اور بیڑیوں کی جانب بڑھیں۔  
"بکت نے ناک پر انگلی رکھی۔" میں اسے چٹاؤں گا۔"

بی بی کی شرارت کچھ کر ماں مسکرائی۔ دودھ لپی کر بکت بے آواز قدموں سے اُپر گیا۔ اُپر کی منزل کے کمرے کا دروازہ دایسے ایٹکا ہوا تھا اس نے ٹھوڑا سا مدھکا دینے پر مکمل کیا۔

چند گہری نیند سو رہی تھی۔ ہوئی بنگلی پر بار بار اس کے کھلے ہوئے پاؤں کو ڈاڑھی تھی۔ ایک دو تیس اس کے چہرے پر بھی کھیل رہی تھیں۔ لیوں پر انگلی کی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ بکت اس کے سر پرانے کچے کمرے سے اس کی حسین صورت دیکھنے لگا پھر اس نے پست سے لگی ہوئی لائٹن کی کوچری۔ اس کے قدموں کی آہٹ اور چڑتے ہوئے آجیلے سے چند جاگ گئی۔

ذرا پر کسی کی پر چھائی ہوئی دیکھ کر وہ چمک پڑا اور چادر کے سینے پر اوڑھ لی۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو جسے وہ خواب میں دیکھ رہی تھی وہی صورت دکھائی دی۔ بکت خاموش کھڑا تھا۔ صرف اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ چند لمبے سوچا کہیں یہ خواب تو نہیں؟ اس نے آنکھیں مل کر دیکھا کہ وہ خواب کبھی تھا۔ بکت نے ہاتھ بڑھایا اور جلدی سے اٹھ لی۔ اس کے ہونٹ کھپکھپا رہے تھے۔

"آپ؟" بکت کے ہوتے ہوئے ہاتھ پر اس نے اپنا ہاتھ کر دیا۔ جب ہاتھ دیا گیا تو اسے یقین ہو گیا۔ "آپ کب آئے؟ میں تو سو رہی تھی۔" غریبی نہیں ہو گئی۔

"میں جان بوجھ کر بہت آہٹھی سے آیا تھا تاکہ کہیں سوتے ہوئے دیکھ سکوں کہ کسی لگتی ہو۔" بکت اس کے برابر بیٹھ کر بولا۔

چند لمبے کچھ دیکھنے لگی۔ مگر اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑا گیا۔ دھڑکنے سے پرے چادر ہٹ گئی۔ بکت کی آنکھوں میں طوفان جاگ اُٹھا۔ چند ہاتھ پیچنے کی کوشش کرنے کی سرکول میں جو خاموش تھی، وہی ہاتھ اور دودھ سے دبانے لگے۔ پھر وہ بکت کے سینے سے لگ گئی۔ دونوں کے درمیان فاصلہ صفر میں آیا۔

"اے دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور۔۔۔ اور لائٹن بھی جل رہی ہے۔ اور سونو۔۔۔"

مگر اس کا قہرہ اوجھڑا رہ گیا۔ بکت کے ہونٹ اس کے ہونٹوں تک پہنچ چکے تھے۔ دھاتی رداہٹ کرتے ہوئے دو دروں کا مٹاپ دیکھ کر مسرت سے جھوٹے ہوئی پرکھا دھاتی گونچنے لگی۔

سارے دوش پر پانی کی بوندیں ٹپکنے کے راتے اندر آئی ہوئی مٹی کی مٹھلی ہوئے تھیں۔ مگر قہر لائٹن کے شیشے سے ٹکرانے مگر دونوں کو اس کا ہوش نہیں تھا۔ پھر دوسری بار پانی کے پھینٹنے لگے۔

یہ شرابا لائٹن بچھ گیا۔۔۔۔۔

گاؤں کے چوکیدار نے جب دو کا ٹھنڈ بھایا تو اندر سے میں لپٹے ہوئے دو ہاتھ لرز گئے۔

سب باؤں میں جھکی گئی اور وہاں کا شور مچی گا ہوا گیا۔ بکت کا دھیان چندن کے لٹکے کی جانب گیا۔

"ابھی داغ نہیں گیتا؟" اس کی آواز میں عجیب سا ڈھک تھا۔ بنگلی بار جب وہ چندن سے لپٹا

تھا تو اس نے چندن کے حلق کو دبا دیا تھا۔ اس وقت کی چیخ اب تک اس کے ذہن میں گونج رہی تھی۔ اس کا چہرہ بچھ گیا۔

"کیوں، پھر گناہ دانے کوئی پتا ہے؟" چندن نے بکت کا دوسرا ہاتھ اپنے گلے پر رکھ کر غراوتی لپٹے میں کیا۔

بکت نے ہاتھ واپس کھینچ لے پھر دونوں ہتھیلیاں پھیلا کر بولا۔ "اس حرکت کے بعد ہی چلا کر کھانا خونی ہاتھوں کو گاک میں جلاؤں۔"

چندن چونک کر بکت کے چہرے کو دیکھنے لگی، پھر مسکرا کر اس نے بکت کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں قلم لیا اور غور سے ہاتھ کی لکیریں دیکھنے لگی۔ بکت قہر سے چندن کو دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" بکت نے پوچھا۔  
"دیکھ رہی ہوں کہ آپ دوسرا کارنامہ کب انجام دیں گے؟"

"کون سا اور کیا کارنامہ؟"  
"ویسا ہی جیسا آپ نے مجھے بتا کر کیا تھا۔" چندن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

بکت نے اس کا کان مروڑتے ہوئے کہا۔ "ایک ہے اس پر بھی ظلم کرتا ہوں۔ دوسری کون آئے گی؟"

"سادو بلانا تو کہہ رہے تھے کہ ضرور آئے گی۔" چندن نے کہا۔ پھر ساری بات سادی اور آخر میں بولی۔ "اس بی بی اور بابو کی نیند خرام ہو گئی ہے۔"

"اور تمہاری نیند؟" بکت اپنے سوال کا جواب سننے کے لیے غور سے چندن کا چہرہ دیکھنے لگا۔  
"میں تو جڑ سے سوتی ہوں۔ آپ نے ابھی چپ چاپ آکر دیکھ بھی لیا۔ ویسے کیا کوئی تلاش کرے؟" چندن کے ہونٹوں پر غر پر مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

"ہم۔۔۔۔۔" بکت کا منہ کھلنے لگا۔ چندن غصی کر دی تھی کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اسی لیے چوکیدار کی آواز گونجی۔ "چوکیدار! اور کھٹ پر لٹکے ہوئے چوکیدار کے قدموں کی چاپ رات کے سناپ نے اُن کے ذہن میں ڈال دی۔ دونوں خاموش ہو گئے۔ چوکیدار آگے نکلا لیکن اس کے باوجود

خون کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

بکت کھڑا ہو گیا۔ چندن نے بھی نظروں سے اُٹے دیکھنے لگی۔ اُسے جانا دیکھ کر اس کی آنکھیں کھڑکی تھیں۔ "کی۔۔۔۔۔" مگر چندن نے کچھ بھی نہ کہا۔ بکت دروازہ کھول کر بیٹھے چلا گیا۔

ساتھ اسی باپو اسے دیکھ کر کہے ہوئے۔ بی بی سے بہت کچھ کہنا تھا مگر گزرتے ہوئے وقت بالکام سے اُن کے ذہن میں چلنے ہوئے الفاظ کو رک دیا۔

"کیوں چوکیدار کو کچھ شک نہ ہو جائے اس نے مجھے اب جمل دینا چاہئے۔" بکت نے کہا اور

انڈے کی دیوار کی جانب بڑھ گیا۔  
"اے چوکیدار! جاؤ مگر۔۔۔۔۔" اس کے پاؤں نے کہا، پھر ڈک گئے۔  
"بکت ان کی جانب دیکھنے لگا۔ "بھر گیا پاؤں؟"

"ہو کے تو دو ایک دن میں اپنے نانا سے مل آنا۔ بہت اہم کام ہے۔ وہی جہیں تائیں گے۔"



”عورت اپنے شوہر پر پیار کا حق رکھتی ہے۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں۔“  
 ”مگر سب عورتیں ایسی نہیں ہوتیں دیر اور چندن بھی ایسی نہیں ہے۔“  
 دیر و جنت کو فخر سے دیکھنے لگی۔ ”یہ کس نے کہا؟“

”چندن نے۔“ جنت بولا۔ ”مچرول کی بات کہہ دی۔“ اگر تم نصیب کی بات کرتی ہو تو میرے نصیب میں دوسری عورت ہے۔ یہ بھی چندن نے ہی مجھے بتایا اور وہ بھی جتنے ہوئے۔“  
 ”وہ شاید آپ سے مدافعت کر رہی ہوگی۔ آپ کو زنا کرنا چاہی ہوگی۔“  
 ”نہیں دیر! وہ کسی شہنشاہی سے قال و دیکھ کر کہا ہے کہ میرے نصیب میں دوسری عورتیں ہیں۔ جی ہے کہ چندن کے علاوہ مگر وہ ایسی بھی انہی سے پریشان ہیں۔“ جنت نے مسکرا کر کہا۔ ”دیر وہ فام ہوئی۔ اس کی وجہ سے جنت نے کھڑی میں جھگڑا شروع ہو جانے کا اس خیال سے اس کا دل لرز گیا۔“  
 ”آپ کو نہ انے شاید اس لئے بلایا ہوگا۔“

جنت درو کی بات پر مسکرایا۔ ”میں نہ اسے کہہ دوں گا کہ باجوں کی لیکروں میں جو کچھ ہے اسے مٹانے کے لئے وہ کیوں بھڑکیں؟“  
 ”ایسا کہہ کر مگر دالوں سے بغاوت کریں گے؟“  
 ”وہ تو جو کچھا ہوں۔ عورت اگر مگر چھوڑ کر فرار ہو جائے تو اسے لوگ ڈاکو سے زیادہ خطرناک سمجھیں ہیں۔“

”اب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے غلطی کی تھی۔“ دیر کی آنکھیں پھر اٹھیں۔ ”کاش اسی بجائے میں بدل مری ہوتی تو آج آپ کی زندگی میں شعلے نہ بھڑکتے۔ جس چندن نے مجھے پیار کی خاطر آپ کو بیٹھنا مجھوایا میں اس سے خدا کی قسم کھاتی ہوں؟“ دیر دیکھ بلک کر کہہ گئی۔ وہ نہ زبان سے بگڑنے کے باوجود جنت کے چار کی پیاسی تھی۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے ذوق کو قابو میں رکھتی شاید اس سے کسی غلط قسم سے جنت کی زندگی آئندہ کیوں کی نہ ہو جائے۔ سب قسم ہو جائے۔ وہ اس ڈر سے اپنے آپ کو روک رہی تھی۔ مگر پھر فامیٹو رہی۔  
 ”اچھا دیر۔ میں جا رہا ہوں۔“ جنت نے کہا۔ دیر کی سسکیاں دگ گئیں۔  
 ”مجھے آپ سے ایک بات پر پھنسی ہے۔ ابھی آپ نے کہا تھا کہ انتقام اور پیار میں آپ انتقام سے نہیں جیتے۔“ دیر نے جنت سے کہا۔

”ہاں دیر۔۔۔“ جنت دیر کی بات سننے کو بے تاب ہو گیا۔  
 ”اگر انتقام اور پیار آٹنے سامنے ہوں اس صورت میں آپ کیا کریں گے؟“ دیر نے مہ کیا۔ اب جواب سننے کی باری دیر کی تھی۔

”میں تمہاری بات نہیں سمجھاؤں؟“ جنت نے اُلجھن اُچھیرے میں کہا۔  
 ”یہ سمجھیں کہ پیار کی خاطر اگر آپ کو انتقام موقوف رکھنا پڑے تو کیا آپ انتقام لینا چھوڑ دے گی؟“

”میں کے خلاف انتقام کی بات کر رہی ہوں؟“ جنت بڑبڑایا۔ وہ سوچ رہا تھا شاید وہ اس شوہر کے خلاف انتقام قبول جانے کی بات کر رہی ہے۔

”آپ سوچتے تھے اسے اس لئے ہے کہ آپ انتقام کی خاطر اپنے پیار کو چھوڑنے پر تیار ہو جائیں گے۔“ دیر نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

”نہیں دیر! میں یہ سوچ رہا تھا کہ تم کس سے انتقام کی بات کر رہی ہو؟“ جنت نے کہا۔  
 ”جنت کی جیسے برائی یا دوسری ستاریاں ہوں۔“ آپ اسے نہانا کے ساتھ جب کھڑائے ہمارے کمر میں لوگ کبڑے سے تھے تو کھنکھاتا آگیا ہے۔ گاؤں کے لوگ کبڑے سے تھے پرانی انتقام کی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ جب میں نے آپ کو کھنکھاتا تو اسی وقت دل میں عہد کر لیا تھا کہ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔“ دیر سانس لینے کے لئے وہ کی پھر بولی۔ ”آپ کے وہ بھائی اسی انتقام کی آگ میں جل گئے۔ آپ کی ماں سے مجھے محبت تھی۔ اب میرا بیٹا بھی اگر دشمنی کی بیعت چڑھ گیا تو اس صورت میں اُن کا دل بھٹ جائے گا میں یہی سوچ رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ آپ کو بھگانے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ مگر اس سے پہلے آگ بھڑک اٹھی۔ میرے کمرے لوگوں نے میری راہ روک لی۔ پہلے چکارا کیا پھر میں پھر آپ کے ہاتھوں کھنکھانے۔ میرے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔“ اتنا کہہ کر دیر و جنت کو دیکھنے لگی۔  
 ”مجھے کھنکھانے کو کس لئے تھی کرنا؟“ جنت نے پوچھا۔  
 ”اس لئے کہ اس نا افاق نے میری حسرت پامال کرنے کی کوشش کی تھی۔ آپ کو یہ چل گیا۔ آپ مجھے سچے سچ لے پیار کرتے ہیں یہ مجھے یہ تھا۔ پیار میں سچائی ہونا نہیں جنت اُچھاٹوس وہ پیار انتقام کی آگ بھڑکانے میں کامیاب۔ اسی لئے میں آج پوچھ رہی ہوں کہ کیا پیار کی خاطر آپ انتقام چھوڑ سکیں گے؟“

”تم تو اس کرچہ میں آکر جیسی بات کرتی ہو۔“ جنت نے فحش کر کہا۔ ”مگر مخالف لوگ جب دشمنی بڑھا رہا ہے تو میں اکیلے کیا کر سکتا ہوں؟“

”آپ اکیلے نہیں ہیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں اور ہوں گی۔“ دیر نے مضبوط لہجے میں کہا، پھر آہستگی سے بولی۔ ”نہ اسے میری وجہ ہے جھگڑا نہ کریں یہی کہنے کے میں نے آج اتنی بات کی ہے۔“

”اچھا، مگر میں چلا۔“ یہ کہہ کر جنت نے دیر کو پیار بھری نظروں سے دیکھا۔ ”میری فکر نہ کرنا۔“

”اچھی بات ہے۔ آپ کی دہائی کے بعد فکر نہیں کریں گی۔“ دیر نے مسکرا کر کہا۔

گھوڑی کی پشت پر کھڑے ہو کر دیر آٹے کی دیوار پر چڑھ گیا اور اندر جنت لگا دی۔ آسمان ماف تھا۔ آٹے میں ہی چار پائی بچھا کر آٹا گھری بندھ سوراہے تھے۔ دیر ایک کتا بھوک کر امش ہو گیا۔ دیر ک دات کا سناٹا پھللا ہوا تھا۔ جنت نے آٹے بڑھ کر معدودہ دانے کو کھولا اور گھوڑی آٹے میں داخل کر دی۔ پھر دیر دہن کر دیا۔ دیر دانے کی آواز سے نہانا جاگ اٹھے۔ چاندنی کی آنکھوں کی روشنی نام نہان چلی گئی پھر گئی گھوڑی کو دیکھ کر وہ کچھ گھٹے کو کون آیا ہے۔ پھر

جتنے لیے میں بولے۔ ”وہ تہذیبی زمین دہانہ کا دشمن کرنا چاہے ہیں۔ اور وہ ہمارے دادا کی زمین  
 بھی ان کی نظر سے۔ کہتے ہیں انور دادا کو کہ زور پر وہ زمین آکھیں گی تھی۔ چکا ڈاکو کے بھائی  
 بھی لیں گے۔“ نانا کی آواز بلند ہوئی تھی۔ اسی کے ساتھ باہر سے کونڈھ ابلت کی آواز سنائی  
 دی۔ وہ ماموں ہو چکے تھے حرکت کا باز دھام کر بولے۔ ”چلا اندر چل کر بات کریں گے۔ یہاں  
 کی کوٹنگ زور سے کا۔“ پھر اندر جا کر بیٹھ گئے۔ جت سے کوئی بات نہیں کی۔ نانا کی کوٹنا بڑا۔

”ابھارے باپ کا مکان انہی ضلع کارنے کی بات کر رہے ہیں۔“  
 ”اُن کے باپ کا حال ہے جو پڑھ کر کہیں گے۔“ جنت جیسے میں بھڑک کر بولا۔ ”مضلی لانے  
 اور دو بج کر کہیں جا سکے گا۔“ جنت محسوس کر رہا تھا مجھے بہت آدمی پولیس کی سرکسوں میں  
 ہے۔ جنت نے جنت کی یادداشت سے باہر تھی۔ ”نانا! ابھی آپ ایسی دھمکیوں سے گھبراہٹے؟“  
 ”جنت! ابھی گھر آیا ہے میرے کی گھر کی مضلی لانے والے کو اگر تم غم کر دو گے تو  
 اگر ان پولیس تھانے باپ کو کہیں گے جرم میں ملوث کرنے کی۔ ایسی حرکت کرنے کے لئے اُن  
 ہاتھ میں قوت اور قانون دونوں ہیں۔ اس کے بعد تمہارے باپ کو پھانسی پہنا دیا جائے گا  
 ہاتھ میں ہے۔“ نانا نے غصے سے ہاتھ دھوئے لیٹے میں کہا۔

"میں نے آپ کو کہا ہے کہ میں کبھی اسے نہیں دیکھتا۔" جنت نے ایک آکر کہا جا رہا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ کبھی اسے نہیں دیکھتا۔ "ابو! اے جب آپ سے بات کرنے کا حوالہ دیا تھا تو ایسی وقت میں بھی گیا تھا کہ یقیناً کوئی بات ہے۔" تاجنہ انھیں کیا کرتا ہے؟" جنت نے سوال کیا۔

"جنت! بات کر کے ہوتے نہ سمجھاؤ والے نانا جو بدیہ فاسوس ہو گئے، پھر آتے سے کہہ شروع کرتا۔" جنت! اور سن کر غور کرو، ٹھیکس از پیار مفت تم سے شک آیا ہے۔ تم نے ان کی ساری عزت میں ملادی ہے۔ یہ سچ ہے جسے بھی راز ہے کہ وہ تک مکمل گئے ہیں۔ اپنی عزت رکھنے کے لیے جب تک کہ گزر کریں گے۔" نانا نے کہا۔

”مگر بھی میں اپنی تمام تر طاقت کام میں لادوں گا۔ سارا پنجاب کہہ اٹھے گا جتنا جیسا کوئی ڈاکو ہے۔“

سب باتا اہل بات برآ گئے۔ "ارجن سنگھ نے دوسری بات بھی کہی ہے۔" مگر جت نے ان کی پوچھا کہ ارجن سنگھ کیا چاہتا ہے؟ مٹانے کہا۔ "وہ کہہ رہا ہے کہ سچت کو بغاوت سے روک دی دو چار سال کی قید کر کے اُس کی جان چھڑالوں گا۔ باقی سادی زندگی آرام سے گزار سکے

’نانا۔۔۔!’ جگت غصے میں کھڑا ہو گیا۔ اس کی سانسیں تیزی سے چل رہی تھیں اور چہرہ سرخ لگا تھا۔ اس کی منہاں کس نہیں۔ نانا سمجھ گئے کہ شیر بھر گیا ہے۔ وہ خاموش رہے۔

آپ کی جگہ اور کوئی ہوتا تو میں اس کی زبان پر بندوق کی نال رکھ کر لکلی دیا ہوتا۔" جنت نے جیسا کر کہا۔ اس کے چہرے پر ہنسنے کے قطرے جھک رہے تھے جسے اندر بھڑکنے ہوئی آگ کا پتلا تھا کہ باہر نکال رہی ہو۔ اس نے سوجا دیہات میں پنچودھائی دی آگے بڑھ گیا۔ چاہے تو آگے چلا بھی جا سکتے تھے۔ مگر نانہ نے اپنی آستین سے چہرے کا پتہ منک کیا۔

خودی دھیمے لہجے میں بولے۔

”آؤ نواسے! سو برس چلو۔ تمہیں یہ یاد کرتا ہوا سوا تھا۔“ حجت ہانا کے قدموں پر چکا  
نے اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ پھر ساتھ ہی چار پائی پر بٹھا دیا۔ ”آج برج نہیں۔ یہ اچھا  
ورنہ تم بجتے ہوئے آتے۔“ ہانا نے حجت سے کہا۔  
”جائے! سو برس سات ہمارے لئے مفید ہوئی ہے کیونکہ کھوڑی کی چابیں سناں نہیں دیتی۔“ حجت  
مسکرا کر کہا۔

ناتانے اب گھوڑی کی جانب دیکھا۔ "اے ہاں! ایک کاکھوچہ پھرنے کا خیال ہی نہیں دیکھو اس طرف آنے کے لئے کتنا زور لگا رہا ہے۔" ناتانے نے کہا اور چل کر کاکھ کے پاس پھرنے کی پٹی پر چارے ہاتھ بھیرنے لگے۔ ایک خوش ہو کر کاکھ کے جسم سے گردن کوڑنے انہوں نے لاڈ سے کہا۔

”ناگہ! بہت دنوں بعد ملی ہے۔ کیوں؟ جنت کا پورا خیال رکھنا۔“ پھر وہ جنت کا پاس آ کر بیٹھ گئے۔ ”میں جے لانا ہوں، بھولی ہوئی۔“ نانا نے جنت سے کہا۔ جنت جب چھوٹا سا تھا تو وقت سے دیکھ رہا تھا کہ نانا کو گھوڑی سے بہت محبت تھی۔ ایک بار وہ دوسرے گاؤں جا رہے اس وقت کسی نے اُن کی گھوڑی کو کھینچ دیا۔ وہ خود اسے اتار آئے اور اس شخص کو جاننا شروع کرنے لگے۔ ”ناہو، رہے اس لئے اس پر ظلم کر رہے ہو؟“ پھر جنت کو گھوڑی پر کھڑے کرتے ہوئے

”اس کو تھے جانور کو اپنے ساتھی کی طرح سنبھالنا۔ اگر یہ شدید دغمی ہو جائے تو اس صور میں ایسے تروپانا نہیں بلکہ فوراً گولی بار دینا۔ سمجھے؟“

کھوڑی کے لئے چنے لگاتے ہوئے نامناسب سوچ رہے تھے کہ کجحت سے بات کس طرح شروع  
جائے؟ آٹھ دن سے ایک ہی الجھا ہوا مسئلہ اُن کے ذہن میں گرہیں ڈالنا جاری تھا۔ وہ کچھ فیہ  
میں کر سکتے کجحت کو بے گناہت کے راستے ہے کس طرح والہیں لائیں؟ اور یہ کس کی بھلائی میں بھی،

”پولیس انسپکٹر ارجمت سیکھ رہا تھا کہ وہ ایک ڈانکے کی خوش کر رہا ہے۔ تیرے باپ کو اُس نے بلایا تو  
ن کے ساتھ خیر سے تایا بھی گئے تھے۔ پڑ چلا ہے کہ اسے انگریز انفرنے فنی کے اقدامات کرنے  
کا حکم دیا ہے۔“

”اُس کی سختی سے کون ڈرتا ہے نا؟“ جنت نے زعب سے کہا۔ ”موت کا ڈر ہوتا تو بھارت لڑتا۔“

”مگر جنت اس میں اب تجھ اکیلے کی بات نہیں ہے۔ وہ لوگ تیرے مارے خاندان کو برا لانا چاہتے ہیں۔“

”یعنی؟“..... جب تک میں زندہ ہوں وہ کسی طرح میرے لوگوں کو کسی پریشانی میں مبتلا کر کے  
 گا۔ میں اُن کے خاندانوں کو نیست و نابود کر دوں گا۔“

”حکمت! تم ذرا سکون سے میری بات سنو۔ اس طرح جلد بازی سے کام نہیں، چلے گا۔“



"نانا! میں ضرور سوچوں گا۔ مگر اگر جس تکھ جیسے بے ایمان فحش پر اعتماد کرو گے تو مجھے اپنے موت کے منہ میں دھکیل دو گے۔ اس سے بھتر بیگی ہے کہ پولیس سے لڑتا ہوا بہادری سے اٹھیں۔ آپ مجھ سے سوچنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ میں بھی آپ سے سوچنے کی انتظار کر رہا ہوں۔ آپ کو صاف کرنے والے پولیس آفیسر میں نے نہیں دیکھے۔ ہاں، ایسا بہانہ بنا کر دغا دینے ضرور دیکھتے ہیں۔" جگت نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

○○○

"جگت! اچھا ہوا تمہارے دل میں جو حق تم نے کہہ دیا۔ تمہاری عمر میں اگر میرے باپو بھی یہ کہتے تو میں بھی یہی جواب دیتا۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا خون فضا ہوتا جا رہا ہے ورنہ میں تم سے اسکا بات نہ کرتا۔" نانا کی آواز بھرا ہوئی۔ جگت نے انہیں چار پائی پر بٹھا دیا۔ کچھ دیر نظر کر چکا کہ بیمار رہا، پھر نرم لہجے میں بولا۔

"نانا! آپ کو جو کچھ کہنا ہے کہہ دیں۔"

"فراسے بیٹا! اس وقت مجھے تمہاری ماں اور اپنی بیٹی کے وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں جب ایک بار وہ دکھ کے بوچھے سے کہہ اٹھی تھی کہ میں نے ہی اس کے بیٹے کو انتقام کے راستے پر لگایا ہے۔ اپنے جگر کے ٹکڑے کے ہوتے ہوئے مجھے کوئی مان کیے والا نہیں۔ اس کے دل کا دکھ اب میں سمجھ رہا ہوں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے تمہاری بیٹا ہٹا کی زندگی بھی ویران کر دی۔ شوہر ہونے کے باوجود اس کا بستر سونا رہتا ہے۔ یہ سب میری جگہ سے ہوا ہے جگت! اس کے بجائے میں اکیلا تمام دشمنوں کو فتح کر کے بیٹے ہوئے چاہی پالیتا تو ٹھیک تھا۔" نانا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"نانا! آپ مجھے غم تو دیں۔۔۔۔۔ آپ کہیں کہ تو میں چاہی کے سچے پر بھی چڑھ جاؤں گا۔"

"فحش بیٹے۔۔۔۔۔ میں تم کو چاہی پر چڑھانے والے کے ٹکڑے اڑاؤں گا۔ جگت! اہم تو تمہیں صحیح سلامت ٹھہراؤں لانے کے لئے ہی دل جلا رہے ہیں۔" نانا نے جگت کو جگت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نانا! جاٹ کے بیٹے کو عزت پیاری ہوتی ہے یا جان؟" جگت نے پوچھا۔

"میرا سکھانا ہوا سچ مجھے ہی بتا رہا ہے؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ میں آپ سے سچا سچ لے رہا ہوں۔"

"جگت! یہ نہ بھولو کہ میں نے تمہیں جو سچ سکھایا تھا وہ سبق تم پر چھپے ہودشمن کی عورت کو اغوا کر کے۔"

"اس کا مطلب ہے آپ کو یہی بات ٹھک رہی تھی۔" جگت بھر پور گرم ہو گیا۔

"تم نے جب اس عورت کے شوہر کو زندہ چھوڑ دیا تو میں بھی سمجھ گیا تھا ورنہ جب قانون سے

بناوٹ ہی کرتی تھی تو میں نے اسے ساتھ چھپو بھی تم کر دیتے۔" نانا نے منہ بنا کر کہا۔

"وقت آنے پر اسے بھی تم کر دوں گا۔" جگت نے دانت چب کر کہا۔

"وہ وقت کب آئے گا؟ میں جانتا ہوں۔ جب تمہیں اس کی بیوی سے شادی کی ضرورت محسوس ہوگی۔"

"آپ نے مجھے فصد دلانے بلایا ہے نانا؟" جگت کھڑا ہو کر بولا۔ "اگر یہی بات ہے تو میں

چلا۔ مجھے یقین تھا کہ آپ آخر یہی بات کریں گے۔"

"میں تمہیں نہیں روکتا بیٹے! مگر میری بات پر سوچنا ضرور۔ اپنی زندگی سدھارنے کے لئے نہیں

تو میرے سفید بالوں کا خیال کر کے۔" نانا کی آواز میں انتہائی۔

اُن جیسے گرم دماغ شخص نے بھی اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔ جگت نے محسوس کیا کہ اس

طرح گستاخانہ طور پر چلے جانے سے ان کے دل کو نہیں لگے گی۔ اس نے یہی سوچ کر کہا۔

ہائے وہ خود کار بھی مجھے کرے اس کے ساتھ چلے گا۔ آج وہ دعوہ پورا کرنے کا وقت تھا۔ جگت نے اسے کھڑی رکھ دیا۔ وہ دن نکلنے کے کھیت کے درمیان ایک اکٹھا نما درخت تھا جو مختلف تلوں میں پھیلا ہوا تھا۔ اس درخت کی شاخوں کے درمیان درخت تنگہ کے پھول کی جھنجھکی بنائی تھی۔ مل کے وقت وہاں بیٹے کرچہ کچا دیو بھی ہو سکتی تھی اور وہاں مہمانوں کو بھی نصیرا یا جاسکا تھا۔ دیکھا جھنجھکی میں ڈال رہا تھا۔ وہ کھڑی سے اتر گیا۔ کھیت میں داخل ہونے سے ایک ایک کرتا دھتکے گا۔ اس کی پرواہ کئے بغیر وہ کھیت کو بچر کی سمت لے جا رہا تھا۔ دوسرے کئے بھی جو کھیتے تھے۔ برسات یا طوفان جاری کی وجہ سے ایک ڈھلانا کرکٹوں کی جانب پھیل گیا۔ وہ بچے کے کمرے میں دوڑ دوڑ سے جو کھیتے گئے۔ کھڑی بھڑک کرکٹوں پر حملہ کرنے کے لئے زور کرنے لگا۔ مگر جگت نے اسے تالیم میں رکھا۔ اسی لئے ایک کونے سے کسی نے ہانک لگائی۔

"کون کہتے ہیں تمہارے اس وقت؟" "یہ دوشنگ کی آواز تھی۔  
 "مہمان ہوں۔" جنت نے جواب دیا سر پر چھلکا اڑا کر ایک نوجوان لائین ہاتھ میں  
 نہ دوڑ کر قریب آیا۔ اُس نے لائین آؤ بھی کر کے جنت کا چہرہ دیکھا۔ اُس کے چہرے سے  
 نبیت کا انیسویں باب تھا۔ یہ دیکر جنت نے پوچھا۔ "دشنگ کتنے ہیں؟"  
 "جی ہاں۔ مگر آپ کو تو نہیں معلوم؟"

جنت اپنا نام نہیں بتانا چاہتا تھا۔ مشکوک جواب دینے سے کہیں لوجوان کو شک نہ گزروے اس  
چہ بولا۔ "اُن کا دوست ہوں۔ راستے میں بارش نے آنکھیں اس لئے سر چھپانے کے لئے ابھر  
جاتا۔"

”چاچا آسمانی جہنم میں سو رہے ہیں۔ مگر ابھی اٹھے نہیں ہوں گے۔“ نوجوان محنت کو سہری  
 روٹ سے دیکھ کر بولا۔  
 ”جلو..... ہم انہیں چمکائیں گے۔“ جلت بولا۔

”میں نہیں جس..... چاہا کو تین دن سے نہیں چکا یا سکتا۔“ غصے ہو کر چائنا مار دیے ہیں۔“  
 ایک شمس دیا۔ وہ کھڑکی کو ساتھ لے کر آگیا اور اپنی جگہ پر بٹھا۔ ”چلو! ساتھ ساتھ ہوں۔  
 اپنے ہمارے چاہا کچھ نہیں کہیں گے۔“ بکٹ نے کہا۔ وہ جوان کو بکٹین آگیا کہ یہاں چاہا  
 خاص دوست ہے۔ مگر اس نے اپنا نام نہیں کہیں کیا تھا؟ پھر اس کے شانے کے پرانے کتے کی طرح  
 گدی ہر سات کے پانی سے بھانے کے خاطر چوڑے کے کورے ڈھک دیا گیا تھا۔ بکٹے ہوئے  
 کے بچے کا دوسرا طے صاف نظر آرہا تھا۔ وہ جوان کو راتسل براد کا کام پوچھنے کے خواہش  
 کرتی۔“

”مہمان! آپ نے اپنا دستِ بزمِ تانا۔“ ”نو جوان نے پوچھا۔  
”تمہارا کیا نام ہے مجھے؟“ ”جنت نے اگلا سوال کر ڈالا۔  
”مگر نام ٹھک۔“ ”اُس نے کہا۔ پھر حریفِ کہا۔“ ”آپ نے مجھے بھیجا کہا ہے اس لئے مجھے اپنے  
”کام جانا چاہئے۔“

محبت سمجھ گیا لڑکا ذہین ہے۔ نام چھپانے سے اُس کا تجسس اور بڑھنے لگا تھا۔ اس لئے اس

گاؤں کے پیریدار نے تین کے گھنٹے بجائے، اس وقت جنت دہرم پور کی حد باور کے گھوڑے کو تیزی سے جنگل میں دوڑا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا دامغا چٹا چٹا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس سے ٹکرا رہے تھے تجربی اس کے چہرے پر بیسنے کے قطرے تیر رہے تھے۔ ماک اڑی چلی جا رہی تھی۔ بیش چاقو چند ہونکر اس کی پشت پر بیٹھنے والا سوار آج صرف گلاب کے اس کی پشت پر سے دو حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ روزہ نمونہ ہوتا تھا کہ وہ کسی اس کی پیٹھ جھپٹتا، کسی اڑھ کاٹا۔ حفاظت خود اختیاری کی بنا پر اٹلے سیدھے راستے پر لڑا۔ کسی ماک کو پیار تجربی آواز میں جوش ڈلاتا۔ "شاہاش ماک شاہاش۔۔۔" مکر آج وہ کسی جگر کے ترانے ہوئے جسے اس نے محسوس کی طرح بیٹھا تھا جیسے اس کے دل میں بہت بڑا الاؤ دیک رہا ہو۔ اتانے اس نے قانون کے سامنے اختیار ڈالنے کے لئے کہا تھا۔ چنانچہ اس نے جی کر کج سلامت گھر لوٹنے کے لئے سب بھرا نہیں لے گئے۔ اس خطرناک راہ پر کیوں لگیا۔۔۔ لوٹ، قتل، ہنگامے، دودھ بھاگ ان سب کا مطلب کیا؟ میرے سامنے کیا کہیں گے؟ یہ راہ اختیار کرنا آسان نہیں تھا۔ دوسرا رہا تھا۔ چکا کے نام پر آج پیریدار دروازے پر تھیں اور خبر سے خبر فرم کر رہے ہیں۔ خود کو پھینک کے سہرہ دکنے والے چکا پر یہ لوگ کیا کہیں گے؟ میں اس کے پاس کھڑا نہیں آؤں گا۔ اس نے مگر دہرم سے سب بھرا کر گھر میں چھپا رہا ہے۔ اتانے کیا سوچا؟ اس نے اُس وقت دوستی سے کہیں نہیں کہہ دیا کہ ان کے مشورے پر عمل نہیں کر سکتا۔ جس بات پر وہ سوچا نہیں چاہتا تھا وہی بات ماک کے ذہن میں چکر رہی تھی۔

اچانک بارش ہونے لگی۔ وہ چونک ڈرا۔ مجھے بھر میں بیچ ہونے والی تھی۔ اس کا اس طرح کھلے عام جانا خطرے کی بات تھی۔ اس نے لگام سنبھال کر گھوڑی کھیت میں ڈال دی۔ ابھی کافی راستہ باقی تھا۔ وہ اسی آٹھاس بی بی چلتا تھا کہ بارش کا زور بڑھ گیا۔ ساتھ ساتھ ٹھنڈی ہوا زور سے پھیلنے لگی گھوڑی کی رفتار کم ہو گئی۔ جگت نے لگام کو سلاخ دے کر کہا: "اے کاکو! پتھر راستہ اور پار کر لے۔" پھر کہیں آرام کر گئے۔ گھوڑی رنگ میں آگئی۔ گردن جھکا کر وہ برسات اور ہوا کا مقابلہ کرتی تیزی سے دوڑنے لگی۔ صبح محض میں اُسے ڈال طلوع ہونے سے اپنے اپنے مقام پر رکھ دیا جاتا تھا۔ قمار باہر کی ٹھنڈک اور انداز کی گرمی نے جگت کی نینے کی خواہش بیدار کر دی۔ راستے میں دوڑتے جگت کو کھیت کا خیال آیا۔ اس نے جگت سے ایک پار پیڑھ کر کے پتھر کا کاوندہ لے لیا تھا۔ آج اس وعدہ کو کدھر کا کھانا! ایک مرتبہ جب وہ ایک گروفر ہار پر تھا اس وقت درخت سکھ نے اُسے آسرا دیا تھا۔ جگت کا اصول تھا کہ ڈاکر ڈالنے کے بعد اسے ٹھکانے تک پہنچنے سے پہلے نخر نہیں کرنا چاہئے۔ درخت سکھ نے اصرار کیا تو اُس نے وعدہ کر لیا تھا کہ ایک پار پیڑھ

نے کہا۔ "جگت سنگھ۔"

گرم نام سنگھ اسی طرف دیکھنے لگا، پھر اس نے نظر پھیر لی۔ بڑے نزدیک آ کر اس نے کہا۔ "آپ نیچے رہیں، میں چاچا کو جگانا ہوں۔" گرم نام نے کہا اور درخت پر چڑھ گیا۔ جگت نے کھوڑی درخت کے تنے سے باندھ دی۔ جو پہنچوڑی تک پہنچنے کے لئے ایک میٹری تھی۔ پڑا ہوا میں ایک ڈور لنگ رہی تھی۔ پارش اب دوسری پڑ چکی تھی۔ جگت نے گرم نام کی آواز سنی۔

"چاچا اٹھو۔ کوئی سہانہ آئے ہیں۔"

"کون ہے؟" درخت سنگھ نے جڑ سے ہونے لپچے میں کہا، پھر پہلو بدل کر فوجوان کی بات سننے لگا۔

"جگت سنگھ۔"

گرم نام کی زبان سے نام سننے ہی چاچا تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جیسے کو بڑا تعجب ہوا۔ جو پہنچوڑی کا دروازہ کھلا، جگت گرم نام بلند کر کے اس کا انتظار کرنے لگا۔ درخت سنگھ نے اس کی فکر ٹھکرائی، دوسرے لمبے درخت سنگھ اپنے بھائی جسم سمیت ڈور پکڑ کر سرسٹا ہونے لگا اور "چکا" کہہ کر لپٹ گیا۔ دونوں ہاتھوں کے ذریعے اس نے چکا کو سینے سے دبایا، پھر زرخشا پر دوڑا اور۔

بوسہ دیا۔ جگت نے درخت کے کان میں کہا۔ "آپ جیسے کے سامنے ڈاکو اٹھنا ہوا۔"

گرم نام اپنی دیر میں نیچے آ گیا۔ درخت سنگھ کو جیسے کا خیال آیا۔ اس نے گرم نام کو ڈایا۔ "اے بڑے۔ یہاں کھڑا ہو گیا دیکھ رہا ہے؟ چاچا سہانہ کے لئے گرم نام کی دو دیاں لے آئے۔"

گرم نام دوڑ گیا۔ جاتے ہوئے اس نے دوبارہ پیچے ٹوک دیکھا۔ چاچا اور سہانہ بڑ پر چڑھ کر جو پہنچوڑی جا رہے تھے۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ جگت دیکھ کر گرم نام سنگھ جو پہنچوڑی اور نیچے کھڑی ہوئی کھوڑی کو گورو سے دیکھتا رہا۔

"آؤ دوست جگانا آج تم نے وعدہ پورا کیا۔" درخت سنگھ نے بڑ جوش لپچے میں کہا۔ مگر چکا سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ درخت نے پھر کہا۔ "پاراش تیرا احسان کھڑ ہے؟"

جگت چونک کر سرگرا ہوا، پھر بولا۔ "درخت سنگھ! کیا تمہارے جیسے پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟"

"اوسے ابھی یہی سوچ رہا ہے؟" جگت نے پچ سے پچ سے ابھی نامی تھمھ ہے۔" درخت سنگھ نے کہا۔ پھر شراب کے دو ٹکے جگت کے سامنے رکھ کر کھڑے ہوا۔ "بھائی بھائی دونوں بیک کی بیماری میں سر گئے۔ یہ میرے پاس ہی بڑا ہوا۔ دونوں بھائیوں کے خاندان کا ایک ہی دوا ت ہے۔ پھر ابھی گاؤں کے لوگ اسے آٹا سیدھا ساقی دیتے رہتے ہیں کہ تیرا چچا زمین میں حد نہیں دے گا۔ مگر میرا زہب ایسا ہے کہ میرے سامنے ہی نہیں سکتا۔ آخر میری جائیداد ابھی یہی مالک ہو گا۔ آخر چھوڑ داس قہقہے کہ اب چٹا خروش کرو۔" درخت سنگھ نے بے تکلف لپچے میں کہا۔ درخت سنگھ کو پانی کی جگہ شراب پینے کی عادت تھی۔ بھاری جسم، بڑی بڑی سرخ آنکھیں، گرم دماغ اور چرب زبان۔ گاؤں کا سوبہ بھاری درخت سنگھ کی عزت کا تھا۔ اس سے کوئی غلط بات کرنا تو کھڑی میں جھپٹی ہوتی تھی فوراً پرا جاتی۔

گرم نام سنگھ کی کی رازی اور چار رکھ کر جلا گیا۔ پھر دونوں کھانے بیٹھے۔ درخت سنگھ نے جیسے سے جیسے گرم نام کی زبان سے نام سننے ہی چاچا تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جیسے کو بڑا تعجب ہوا۔ جو پہنچوڑی کا دروازہ کھلا، جگت گرم نام بلند کر کے اس کا انتظار کرنے لگا۔ درخت سنگھ نے اس کی فکر ٹھکرائی، دوسرے لمبے درخت سنگھ اپنے بھائی جسم سمیت ڈور پکڑ کر سرسٹا ہونے لگا اور "چکا" کہہ کر لپٹ گیا۔ دونوں ہاتھوں کے ذریعے اس نے چکا کو سینے سے دبایا، پھر زرخشا پر دوڑا اور۔

بوسہ دیا۔ جگت نے درخت کے کان میں کہا۔ "آپ جیسے کے سامنے ڈاکو اٹھنا ہوا۔"

گرم نام اپنی دیر میں نیچے آ گیا۔ درخت سنگھ کو جیسے کا خیال آیا۔ اس نے گرم نام کو ڈایا۔ "اے بڑے۔ یہاں کھڑا ہو گیا دیکھ رہا ہے؟ چاچا سہانہ کے لئے گرم نام کی دو دیاں لے آئے۔"

گرم نام دوڑ گیا۔ جاتے ہوئے اس نے دوبارہ پیچے ٹوک دیکھا۔ چاچا اور سہانہ بڑ پر چڑھ کر جو پہنچوڑی جا رہے تھے۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ جگت دیکھ کر گرم نام سنگھ جو پہنچوڑی اور نیچے کھڑی ہوئی کھوڑی کو گورو سے دیکھتا رہا۔

"آؤ دوست جگانا آج تم نے وعدہ پورا کیا۔" درخت سنگھ نے بڑ جوش لپچے میں کہا۔ مگر چکا سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ درخت نے پھر کہا۔ "پاراش تیرا احسان کھڑ ہے؟"

جگت چونک کر سرگرا ہوا، پھر بولا۔ "درخت سنگھ! کیا تمہارے جیسے پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟"

"اوسے ابھی یہی سوچ رہا ہے؟" جگت نے پچ سے پچ سے ابھی نامی تھمھ ہے۔" درخت سنگھ نے کہا۔ پھر شراب کے دو ٹکے جگت کے سامنے رکھ کر کھڑے ہوا۔ "بھائی بھائی دونوں بیک کی بیماری میں سر گئے۔ یہ میرے پاس ہی بڑا ہوا۔ دونوں بھائیوں کے خاندان کا ایک ہی دوا ت ہے۔ پھر ابھی گاؤں کے لوگ اسے آٹا سیدھا ساقی دیتے رہتے ہیں کہ تیرا چچا زمین میں حد نہیں دے گا۔ مگر میرا زہب ایسا ہے کہ میرے سامنے ہی نہیں سکتا۔ آخر میری جائیداد ابھی یہی مالک ہو گا۔ آخر چھوڑ داس قہقہے کہ اب چٹا خروش کرو۔" درخت سنگھ نے بے تکلف لپچے میں کہا۔ درخت سنگھ کو پانی کی جگہ شراب پینے کی عادت تھی۔ بھاری جسم، بڑی بڑی سرخ آنکھیں، گرم دماغ اور چرب زبان۔ گاؤں کا سوبہ بھاری درخت سنگھ کی عزت کا تھا۔ اس سے کوئی غلط بات کرنا تو کھڑی میں جھپٹی ہوتی تھی فوراً پرا جاتی۔

گرم نام سنگھ کی کی رازی اور چار رکھ کر جلا گیا۔ پھر دونوں کھانے بیٹھے۔ درخت سنگھ نے جیسے سے جیسے گرم نام کی زبان سے نام سننے ہی چاچا تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ جیسے کو بڑا تعجب ہوا۔ جو پہنچوڑی کا دروازہ کھلا، جگت گرم نام بلند کر کے اس کا انتظار کرنے لگا۔ درخت سنگھ نے اس کی فکر ٹھکرائی، دوسرے لمبے درخت سنگھ اپنے بھائی جسم سمیت ڈور پکڑ کر سرسٹا ہونے لگا اور "چکا" کہہ کر لپٹ گیا۔ دونوں ہاتھوں کے ذریعے اس نے چکا کو سینے سے دبایا، پھر زرخشا پر دوڑا اور۔

بوسہ دیا۔ جگت نے درخت کے کان میں کہا۔ "آپ جیسے کے سامنے ڈاکو اٹھنا ہوا۔"

گرم نام اپنی دیر میں نیچے آ گیا۔ درخت سنگھ کو جیسے کا خیال آیا۔ اس نے گرم نام کو ڈایا۔ "اے بڑے۔ یہاں کھڑا ہو گیا دیکھ رہا ہے؟ چاچا سہانہ کے لئے گرم نام کی دو دیاں لے آئے۔"

گرم نام دوڑ گیا۔ جاتے ہوئے اس نے دوبارہ پیچے ٹوک دیکھا۔ چاچا اور سہانہ بڑ پر چڑھ کر جو پہنچوڑی جا رہے تھے۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ جگت دیکھ کر گرم نام سنگھ جو پہنچوڑی اور نیچے کھڑی ہوئی کھوڑی کو گورو سے دیکھتا رہا۔

پھر وہ صوبیدار کے گھر گیا۔ اس وقت اس کے بیڑ لڑکھڑاہے تھے۔ مگر وہاں میں اس کے جسم میں بھری تھی۔ ارجن سنگھ نے اس کی بات سن کر اسے دلائی شراب کے دو گھونٹ پلائے۔ گرام نامے جانے جاڑی سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ "آپ کو اطلاع کر دی ہے اس کا پتہ چاہا تو کہیں چلنا چاہئے صاحب؟"

ولیس اسٹیکر نے اسے یقین دلایا۔ "جوان امت گھبرا۔ تیرا چاہا تیرا کہیں نہیں پکڑو گے گا۔" اسے ہتھکڑی ڈال دی جائے گی۔" پھر اسے خبردار کرتے ہوئے کہا۔ "جب تک ہم وہاں پہنچ نہ جائیں تو کوئی ایسی حرکت نہ کرنا جس سے انہیں شک ہو جائے۔ اسی طرح مشغول رہنا جسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔"

○

چاک گھڑی تہبانی اور حرکت خیز سے چمک پڑا۔ چھو بھڑکی کا دروازہ کھول کر اوپر سے دیکھا، مالک اپنے دونوں بیڑوں پر الف گھڑی ہو کر گرام پر حملہ کرتی نظر آئی۔ گرام کے ایک ہاتھ میں تیرے چمک والاکوئی ہتھیار تھا اور دوسری گھڑی کی گردن کے ذمے سے خون بہہ رہا تھا۔ اسے پہلے کہ جگت تیار کر دے کہ گرام کو دیکھ، گھڑی کے سینے سے گرام سے۔ گرام کی پیچ و دوڑ کمرنگ ہوئی۔ جگت فوراً کوڑہار اور گھڑی کی کام پکڑ لی۔ گرام پر حملہ کرنے کے لئے دو در در بھی۔ پیچھے کی پیچ کر درجن سنگھ بھی جاگ اٹھا۔ جگت نے دیکھا گھڑی کو دھتے سے ہانڈنے والی ڈوری درمیان سے کٹی ہوئی تھی۔ گرام کھپکھپا رہا تھا۔ لمبے مہر میں جگت سب کچھ سمجھ گیا۔ اس نے کہا۔ "لڑاکے! تم گھڑی کو کیوں پیچھے رہتے ہو؟"

گرام کے ہونٹ ہلے، مگر وہاں نہیں بکلی۔ گھڑی ابھی غصہ ہی نہیں ہوئی تھی۔ جگت چمک گیا، ضرور کوئی خطرہ ہے۔ اتنی دیر میں درجن سنگھ بھی نیچے آگیا۔ زمین پر چت پڑے ہوئے پیچھے کے سینے پر بیڑ رکھ کر بولا۔ "پول اسکر کیا کر رہا تھا؟"

مگر جواب دینے کی بجائے گرام کھٹک کھٹک کے کنارے کی جانب دیکھنے لگا۔ چاکا کا فصد جاگ اٹھا۔ اس نے گرام کے جڑ سے ہلات اڑی۔ "بیوقوف! وہاں کیا دیکھ رہا ہے؟"

جگت نے تیار کاٹوں کے پیچھے کی آواز سن لی۔ وہ فوراً گھڑی پر سوار ہو گیا۔ "درجن سنگھ! اتیرے پیچھے سے غدار کی ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ اگر زعفران ہاتھ اس کا صاحب لینے والی ہے آؤں گا۔" جگت نے کہا کہ گھڑی کو اوپر لگا دی۔ ارجن سنگھ نے جب سے اترتے ہی دیکھا کہ جگت فرار ہو رہا ہے۔ اس نے فوراً دو قاتر کے گردن پر کھٹک کھٹک کیا۔ دھکی گھڑی کھٹک پادکر کے تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ ارجن سنگھ جب میں بیڑ کر جا۔

"اس کا تعاقب کرنا آج اسے زندہ نہیں چاہئے ڈوں گا۔" جب بھگتے سے روانہ ہوئی۔

"مالک! امیری لاج تیرے حوالے ہے۔" جگت نے تعاقب میں آتی ہوئی جیپ کو دیکھ کر گھڑی سے کہا۔ پھر کمرے پھول کھینچ کر اترنے والی آفت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ گاڑے پچھڑ کو روک دی۔ ہوئی گھڑی طوفانی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ جگت کی منزل تین چار فرلانگ کے فاصلے پر پہنچی ہوئی تھی۔ اگر وہ وہاں تک سلامت پہنچ جاتا تو ارجن سنگھ کو ڈانچ دے سکتا تھا۔

نہر کے بعد چٹانوں کا سلسلہ تھا اور جب کے لئے وہ رات بیکار تھا۔ اس تین فرلانگ کے فاصلے پر ڈنگری اور موت کا فیصلہ ہوا تھا۔ دو فرلانگ جگت نے پارکر نے کھراب جیپ اور گھڑی کا درمیانی فاصلہ بہت کم کر دیا تھا۔ ارجن سنگھ اب برابر کا رنگ رہا تھا۔ جگت نے ایک ترکب آڑنی، نہر قریب آدھی تھی۔ دونوں کنارے چمک رہے تھے۔ نہر پر ایک بل تھا۔ جگت نے حساب لگایا، پار جیت کی باڑی اسی جگہ ہے۔ اس نے گھڑی کے پہلو میں اڑ لائی۔ "مالک! اپنی پوری طاقت ڈرنا۔" اور کہ تیر کی طرح ہو گی۔

ارجن سنگھ پریشان ہو گیا۔ جگت نہر پار کرنے کی فکر میں تھا۔ جب کے لئے وہ رات بیکار تھا۔ ارجن سنگھ نے سوچا جگت نہر پار کرتے ہوئے سیلاب میں بہہ جائے گا اس لئے اسے بل پر سے لٹا کر پانا بہتر رہے گا۔ اس نے ڈر تیار کر دیا۔ "جب کو بل کی طرف مولو دو!"

گھڑی بہت لگا کر نہر میں کود گئی۔ جگت قازان پر برقرار رکھنے کی خاطر گھڑی کی گردن پر جک لگایا۔ ایسا کرتے ہوئے اس کی پکڑی پانی میں گر گئی۔ گھڑی سیلاب کا سینہ چرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ وہ قازان پار رہے مالک کے خطرے کو محسوس کر چکا تھا۔ اس نے جان لیوا ڈنگری دی۔ ایک وہ پارک گھڑی کی پیٹھ سے گرتے گرتے بھاگ۔ ارجن سنگھ موقع کا فہم جیپ میں دوڑا آ رہا تھا۔ مگر پھر آخری لمبے منٹ میں جا دوں ہو گیا۔ گھڑی نہر پار کر کے چٹانوں کے پیچھے غائب ہو گئی اور ارجن سنگھ انہیں مل رہا دیکھا۔ پھر بھی جگت کے لئے فرار مشکل تھا۔ آدھے گھنٹے ہی میں ارجن سنگھ لی پلائی ہوئی پولیس نے اس پاس کھرا ڈال دیا۔ انہیں اتنا خوشین تھا کہ چکا کو یہاں سے باہر جاتے کسی نے نہیں دیکھا۔

جگت اس وقت ایک غار میں جا پہنچی ہوئی گھڑی کے عقب میں چمک کر کھڑا تھا۔ غار کے اس بن چٹانوں پر کوئی ہوئے ہماری جوتوں کی آواز اسے بتا رہی تھی کہ اسے تلاش کیا جا رہا ہے۔ وہ چٹانوں کے درمیان والے غار میں سانس روک کر چھپا ہوا تھا۔ اس کی رائٹل اور پھول تیار تھی۔ چٹانوں کے درمیان غار میں چھپنا جگت دو تین گھنٹے تک سانس روکے چھپا رہا۔ غار سے باہر لوٹنے ہوئے پولیس کے ہماری جوتوں کی آواز سن آئے چٹان ہی میں۔

"پھچرو! دالے راستے پر گھڑی کے تھروں کے نشان پولیس والوں کو کہیں مل سکے تھے اس لئے جن سنگھ کا ٹھک منبھڑ ہو گیا کہ چکا فرار نہیں ہو سکا۔ وہ اسی جگہ میں چھپا ہوا ہے۔ پھر اکرلے پانے ملے پولیس کے گھیرے سے زعفران کر کہیں جا سکا۔ پولیس اسٹیکر کے دل میں چکا کو فٹم دینے کی خواہش زور کر گئی۔ آخر میں جب وہ اس پر قازان پکڑا تو اس نے چکا کو تالچ ہوئے پیغام بھیجا تھا۔ چکا پیچھے خرابک ڈاکو کا ہے وہ پکڑ نہ سکا لیکن تالچ کر لیا ہیں اس کے لئے پوری تھی۔ عزت بھی جاتی جائے اور سیٹ بھی سلامت رہے اس نے نیکی سوچا تھا۔ مگر آج چکا چاک مالک کے چکل میں پھنس گیا تھا۔ ایسا اچھا منگوا پھر ک مالک تھا؟ تلاش میں ناکام ہونے کے بعد ام فٹلے ارجن سنگھ انجمن میں گرفتار ہو گیا۔ اس نے آدھی پولیس کی حیرت کو گاؤں گھیر لینے کی بات دی تاکہ اگر چکا گاؤں میں کہیں چھپا ہوا تو باہر نکل سکے۔ مگر سوال یہ تھا کہ چکا سورج کی ٹی میں نظر کھپ کر گاؤں میں کیسے داخل ہو سکا ہے؟ اس کی گھڑی کہاں چھپائی جا سکتی ہے؟



بھائی! "مگر تم کسی سے سوئے کی بات نہیں کر سکتے۔ گاؤں میں جہاں لڑکے کی موت ہو اور ہم بچہ پارک میں لوگوں کو بچہ چلا رہا ہوں اس کے"۔ پھر کھڑا انشپٹر سے بڑے قحطانے چلا گیا۔

اگلے رات تک ہم کا ارجن غلگلی خدمت میں رہا۔ ارجن سمجھ کر یقین کیجے میں بار بار کہہ رہا تھا۔ "جگا گاؤں میں چھپا ہوا ہے۔ کل صبح میں ایک ایک لڑکی غلگلی لڑکی کا۔ آپ کو کسی پر شک ہو تو شہرہ گردنا۔ جرت کے آدی تو جگہ موجود ہوئے ہیں۔"

"صاحب! ہمارے گاؤں میں اس کا کوئی تجربہ نہیں ملے گا۔ یہاں وہ بھی ڈاکو ڈالنے نہیں آیا۔ اگرچہ آپ کہتے ہیں تو ہم ہر گھر کی غلگلی دیں گے۔" کھانے ارجن سمجھ سے کہا۔

"خفت ہوئے وقت ارجن سمجھ سے کہا۔ "کل صبح میں خود تمہارے گھر آؤں گا۔ پھر ہم غلگلی غلگلی کریں گے۔"

منت سمجھ کا دل دھڑکنے لگا کہیں پولیس انسپٹر کو غلگلی تو نہیں کرے گا اس کے گھر میں ہے؟

اُسے ملاقات کے لئے جانے ہوئے جگت نے وعدہ کیا تھا کہ صبح کو رات آؤں گا۔ مگر وہ پہر  
 تک اس کی واپسی نہیں ہوئی تو چچن اور دیر و دگر مند ہو گئے۔ بہنو جان بھی نے جینوں ہو گیا کہ کہیں کوئی  
 لڑکھات تو نہیں ہوئی؟ شام تک میز پر کے انتظار کیا، پھر سب کے دل دھڑکنے لگے۔ دیر و کے  
 بارہ چوہان بھی بار بار پرے پٹنی کا اظہار کر رہے تھے۔  
 ”تم نے اُسے اُٹھایا کیوں جانے دیا؟ میں اپناچ ہوں اس لئے وہ میری بات نہیں سنتا۔ میں  
 نے سبھی اُسے اُٹھایا نہیں چھوڑا تھا۔“  
 ”جگت کو کچھ ہوا تو چپ نہیں سکتا۔ دن کے وقت نکل نہیں سکا ہو گا تو رات کو لوٹ آئے گا۔“  
 بھائی نے کہا۔  
 دیر و دن بھر بھوکے رہی۔ وہ آجیئیں تو نہیں کھائے کو ہاتھ لگاؤں گی۔ یہ عہد اس نے دل میں  
 تھا۔

رات خبر ملی۔ "پولیس نے جہت کا تعاقب کیا ہے۔ نہر گاؤں گھیر لیا گیا ہے۔ دوسرے ڈھائی پولیس والوں کا وہاں پڑاؤ ہے۔" پیڑھا نے بتایا۔ بنو مان خٹسے میں بھج گیا۔ "میں نے کچھ تاحق کو گولوں کی لاپرواہی تھی اُس کی جان بچنے کے لیے گئی۔"

"چچن گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ ویروا اُس کے پاس آکر کہنے لگی۔ "چچن بھائی! جس طرح ممکن اُسے پولیس کے پنجے سے چھڑاؤ۔" بھگوان چندن کو رکھا جہاں پر قرار رکھے۔ "یہ کہہ کر ویروا نے گئی۔ چچن نے سب ساتھیوں کو اکٹھا کیا۔ صورت حال سمجھائی۔

”آج ہمارا امتحان ہے۔ جت کہ چھڑانے کے سلسلے میں ضرورت پڑنے پر ہم میں سے ہر ایک ہمارا نمونہ رکھ لیا جائے گا۔ سب لوگ بیس بدل میں۔ راتقل چھپا کر فہرہ کاؤں میں منتظر ہو کر موصوعاں۔ جت کہ کہاں چپا ہے؟ اس کی اطلاع ہمیں کہاں کی؟ اور کب جت کہ چھپائی ہے۔ پھر بدل کر آئے ہوں۔ سب کا بدل میں کیے۔“ آخر میں کہا کہ ”اور اگر کسی پولیس کے چکل میں چپ جائے تو اس صورت میں اندھاوند قاترنگ کر کے آنے کل جائے گا موصوعاں فراہم کر

کی۔ جنت کو یاد آگیا۔ حالانکہ جنت میں اس بات پر فہم نہ تھا۔ مگر اس گاؤں میں ڈاکو اپنے موقع نہیں آتا تھا۔ اب اس صورت حال میں اُسے سنت سگھے سے فائدہ اٹھانا تھا۔ گاؤں کی طرف بڑے سوتوں اور کھجوروں کے ساتھ دو بھی چلے گا۔ اُس نے ٹیکے بالوں سے چہرہ ممکن حد تک چھپا لیا تو ادوار پتوں بھی اُس کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ پہلے جنت درمیان میں چل رہا تھا مگر آہستہ آہستہ سرکا ہوا دو گاؤں کے کھجور کے برابر پہنچ گیا۔ گاؤں میں داخل ہوئے ہی سب سے پہلے نظر آنے لگی۔ سب سے جھکا کر چلے گا۔ اس سے پہلے کہ مرنے والے کا گھر قریب آئے ادوار پتے منتشر ہو جائیں۔ دو یا تین مقتدر ہو گیا۔ جانتا تھا۔ جنت کے ساتھ سے پہلو میں پلکا سا ٹھوکہ دیا۔ سنت سگھے نے اُس کی طرف دیکھا۔ اُس نے فیض انہی کو دکھائی دیا۔ جنت نے کہا کہ اُن کا گھر آگ لگا کر اُسے چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ کھجور ہوا جنت نے جنت سے وہی حرکت آواز میں کہا۔

”میں جگا ہوں اور آج تمہارا مہمان بننے کے لئے آیا ہوں۔ کیا تم پر اعتدال کر سکتا ہوں؟“  
 نکھاسوچ میں ڈوب گیا۔ عجیب کشش کی مگزی تھی۔ سارا کاؤں پیس نے گھبرا ہوا تھا اور  
 کاؤں کے کھار کی حیثیت سے پیس کا ساتھ دینا اس کا فرض تھا لیکن دوسری طرف آؤ اس سے  
 پتا نہ کہ وہ کیا تھا۔ اس کاؤں والوں کو کچھ نے بھی نہیں ستایا تھا۔ اس احسان کا بدلہ کاؤں کی جانب  
 سے دھڑکنے کی فمرداداری اس کی تھی۔ یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اس نے صرف اتنا کہا۔  
 ”جگا ہے میرے ساتھ چلو۔“ اور بہت کم نظروں میں آئے بغیر کھانا کھر میں داخل ہو  
 گیا۔ کھر میں داخل ہوتے ہی کھانا کی عورت نے کہا۔

”پچیس! پچیس! صاحب آئے ہیں۔ وہ آج رات اسی گاؤں میں ٹھہر جائے۔ کہیں یہیں چگاڑا کا  
 گاؤں میں داخل ہو گیا ہے اس لئے آپ کو کھانا کھا کر ان سے ملاقات کے لئے جانا ہے۔“  
 سست سست سے چگاڑی کی جانب دیکھا، سست نے کیا کیا نظروں سے جھلکتا ہوا استاد پوچھ لیا۔  
 ”کھانا۔۔۔ کھانا۔۔۔ جہیز کے لئے ہے کیا۔“ اس مہمان کو میں گنہم دکھاؤں۔ سو دار کر کے بھر  
 کھانا کھاؤ گا۔ جہیز بھرنا ہے۔ وہ ملاقات ہو گئی تھی۔“

”پھر میں یہاں کا کھانا بھی تیار کرتی ہوں۔“ یہ کہتی ہوئی وہ باورچی خانے میں چلی گئی۔ کھانا  
 کے کمرے کے عقب میں گائے بھینس باغ بنے گی جگہ بنی ہوئی تھی۔ اُس کے برابر گندم اور اناج  
 بھرے گاؤں کی لکڑی کا بنا ہوا گودا تھا۔ سنت سگھ چنگ کو ہاں لے گیا۔ وہاں گندم کی لاتعداد بوریاں چنی  
 ہوئی تھیں۔

”آپ یہاں چھپ چائیں! گرو گوبند کی کرپا ہے آپ کو آٹھ مہینے آئے گی اور ہمارے گاؤں کی لاج رہ جائے گی۔“ پھر جاتے ہوئے مزید کہا۔ ”آپ کی مہمان نوازی کرنے کو بہت جی چاہتا ہے مگر مجبوری ہے۔“

”اُسی فکر نہ کریں۔ مجھے تو اپنی ذات کا تحفظ مل جائے یہی سب سے بڑی مہمان خوانی ہے اس وقت۔ ورنہ جان بچوں میں ڈال کر ایسے شخص وقت میں کون ڈاکو کی مدد کرتا ہے؟“

اندھ سے عورت کی آواز سنائی دی۔ کچھ گودام کے دروازے بند کر کے چل رہی ہے اندھ چلا گیا۔ گھر والوں کو سمجھا دیا کہ پیاری جلدی میں قمار اس لئے کھانے کے لئے نہیں آیا۔ پھر اس نے

باتیں کر رہی تھیں۔ "ارجن سنگھ نے کہا۔

کھیا نے سر ہلایا۔ "مگر اس کا دل جھڑک رہا تھا۔ گودام کی جالی تو اس کے پاس تھی اس لئے اسے اس بات کی فکر نہیں تھی۔ مگر چچا وہاں بھوکا پیاسا پڑا رہے گا اسے بے چینی ضرور تھی۔ ارجن سنگھ یہاں سے بچنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

بچن نے سہرے سے پانچ میل دور پڑا ڈالا تھا۔ ہر دو چار گھنٹے بعد پتھر آ کر اطلاع دے رہا تھا۔ مگر حرکت کہاں چھپا ہوا ہے؟ اس کی اطلاع انہیں ابھی نہیں ملنی تھی۔ بچن نے اعزازہ لگایا حرکت کاوی سڑی میں ہے۔ دور دراز ضرور دھکا دے کر بچھ گیا ہوتا۔ دو دن بیت گئے۔ پولیس نے کچا نہیں دیا۔ بچت باہر نکلتی نہیں تھی۔ چچا نے دوسرے دن بھی سڑی تھا۔ جب تک چچا کے بارے میں خبر نہ ہو کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ارجن سنگھ نے ان گاؤں کے تمام گھروں کی تلاشی کرتے ہوئے۔ اس کے بعد ارجن سنگھ نے کہا۔ "خست گاہ تہا رہا گمراہی ہے۔"

کھیا بھڑک کر فوراً اس نے اپنے آپ پر قابو پا لیا۔ "صاحب امیرا بھڑکی آپ کا بچا کھر ہے۔ آپ کے لئے دو روزے کئے ہیں۔ ابھی نہیں۔"

ارجن سنگھ زور بھر کر مارا۔ ہاتھی دو ربک سخت سنگھ کا دل تڑپا رہا۔ آخر ارجن سنگھ بولا۔ "کھیا! تہارے گھر کی تلاشی ہو سکتی ہے؟ اگر ایسا ہو تو پورے گاؤں کا ناکا نکٹ جائے گا۔" ارجن سنگھ کی بات پر کھیا نے اطمینان کی سانس لی۔

"صاحب! آپ کی مہربانی ہے۔ ویسے چچا گاؤں میں ہو تو خالی اچھ آپ کو دابیں نہ لوٹاؤں۔" کھیا نے کہا۔ ارجن سنگھ پھر دوسری باتوں میں مشغول ہو گیا۔

بچن نے سمجھ کر اسے ایک تریب آدھائی۔ ارجن سنگھ نے گاؤں میں مشغول دور کے گاؤں پر ڈاکر ڈالا۔ لوٹ کا مال نہ کر جاتے ہوئے گاؤں والوں کو اس نے فوج کیا۔ "اپنے پولیس انسپکٹر سے کہنا کہ چچا کو پکڑنے کے لئے اسے دھماکہ لپٹا دیا جائے گا۔"

ڈاکر کی اطلاع ملنے ہی ارجن سنگھ غصے سے پاگل ہو گیا۔ چچا کے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا؟ وہ تین دن سے دوسرے پولیس والوں کا پڑاؤ ڈالے یہاں پڑا ہوا تھا اور وہاں سے صرف وہی میل دور چچا کو کھانے کو کھانے کر چلا رہا۔ چچے کو دے دیئے ہوئے دل سے ارجن سنگھ نے کھیا سے کہا۔ "تہا رہا ہی بات تھی۔ چچا گاؤں میں نہیں تھا۔" پھر پولیس وہاں سے نکالی گئی۔ رات بچت کو کھدیم کی یوریوں کے پیچھے سے نکالا تو اس کا جسم بھل رہا تھا۔ بھونک پیاس اور جانتے رہنے سے اس کی حالت خراب تھی۔ بچت کھیا سے کہت تھا۔

"خست گاہ تہا رہا مہمان فوادی زیدی مگر نہیں بھولوں گا۔ تم نے جان کی بازی لگا کر میری جانت کی اس کا احسان منجھ لئے پرچا کھن بھولوں گا۔" بچت نے بھاری لہجے میں کہا۔ "میں نے تو صرف گاؤں کی عزت بھاننے کی کوشش کی تھی۔ چچا جیسے دلیر ڈاکو ہمارے گاؤں سے گرفتار ہوئے ہیں وہیں مرنے چاہئے۔" خست سنگھ نے بے غشوں آواز میں کہا۔ "مگر ہاتھ میں تھی ہوئی بڑی سی پوٹی بچت کو کھتا ہوا بولا۔ "اس میں کھانا ہے۔ راتے میں پیٹ بھر لیا! بھوکے پیٹ مہمان کو زخمت نہیں کرنا چاہئے۔ میں اس صورتحال میں نہیں رکوں گا نہیں۔" کھیا نے کہا۔

گئے۔

نصف شب تک بچت کے تمام ساتھی صبر کاؤں میں داخل ہو چکے تھے۔ گاؤں کے حالات کافی خراب تھے۔ گاؤں کے لوگ ساری رات سوئیں سکے۔ گاؤں میں اتنی ساری پولیس بھی نظر نہیں آئی تھی مگر کھر چکا کی باتیں ہو رہی تھیں۔

صبح اٹھ کر کھیا خود بیٹیس دو بچے بھیجا۔ مگر دالی سے کہا۔ "پولیس انسپکٹر صاحب ناشتہ یہاں کریں کہ لہذا جلدی جلدی دو چار اچھی چیزیں بنا دو۔" پھر بڑ بڑایا۔ "ڈاکو کو پکڑنے کے لئے پولیس بچارے گاؤں والوں کو پریشان کرے گی۔" پھر بچانے کیوں اپنی بیٹیس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ٹھکوی! اچھے معلوم سے اسے دوش کھائے اسے پیچھے کھل کر دیا۔" بیٹیا چچا ڈاکو کے متعلق پولیس کو خبر دے آیا تھا۔ پھر دوش کھائے اسے کھل کر زندہ رہنے دیتا؟ "کیسے؟ حقیقت ہے۔"

ٹھکوی بیٹیس کے بھانے دو بچت تک بے پیغام بھیجا رہا تھا۔ "کل کر کے پیارہ فرار نہ ہو سکے۔ اب ساری زندگی جیل میں گزارے گی۔ بچائی پر لٹکا دیا جائے گا۔ مگر کچھ بھی ہو سکے۔ بچہ مہمان کی خاطر جان دے رہا ہے۔" آخری جملہ اس نے بچت کو اطمینان دلانے کے لئے کہا تھا۔

دو سڑے کبہ رہا تھا۔ "آج گاؤں کے تمام گھروں کی تلاشی ہوئی۔ مگر چچا گاؤں میں ہوتا انہیں لے۔" یہ سن کر گندم کی پوریوں کے پیچھے چھپا ہوا چکا کھر ادا۔ اچھا! وہ اس نے کھیا کے گھر میں پڑا لے لی۔ اچانک کھیا نے گودام کا دروازہ کھول کر دھکا پٹکا دوڑا اندر گر دیا۔ "کل رات کے بھوکے ہو۔ کیا جانا۔"

اسی لمحے دو روزے پر ارجن سنگھ کی آواز سنائی دی۔ "کھیا کہاں ہیں؟" پھر ارجن سنگھ سیدھا باٹس سے آیا۔ "کیا حال ہے کھیا؟" "باتیں کر رہے ہو؟" ارجن سنگھ نے پوچھا۔

کھیا ہوشیار ہو گیا۔ وہ فیس کر لیا۔ "آئیے آئیے صاحب! اس نے باتیں کروں گا کیا؟" ہمارے ٹھکوی کی یہ عادت ہے کہ کچھ بولتے نہیں، لیکن ٹھکوی طرح دودھ دیتی ہے۔" پھر آدھی گھری ہوئی پانی اٹھا کر ارجن سنگھ کو گھر میں لے آیا۔ "آئیے بیٹے! کھیا نے کہا۔ ارجن سنگھ ایک باہر پل پر بیٹھا۔ کھیا کی گھر دالی نے دودھ کا پانی دیکھ کر پوچھا۔ "کیوں۔" ٹھکوی نے آج صرف اگ سا دوڑ دیا؟"

"بھئی ایسی ہو جاتا ہے۔ جانور بھی کدو کدو کدو بھی دیتا ہے۔ کیا ہوا؟" کھیا نے اپنی بیوی کو گھورتے ہوئے کہا۔

سارا دن تلاشی ہوئی رہی۔ کئی ٹھکوی لوگوں کو دھکا دیا۔ کسی کو انعام کالاج دیا گیا۔ "دیکھ اگر چچا تہارے گاؤں سے بکڑا کیا تو اس گاؤں کا نام پورے پنجاب میں مشہور ہو جائے گا۔" "کہہ کر اس نے لوگوں کو جھٹک دلائے کی کوشش کی مگر اس کی تمام تر بیٹیس بچا رہا بت ہوئیں۔ کھیا سوچ رہا تھا پولیس انسپکٹر تک کر لوت جائے گا مگر ارجن سنگھ نے بے یقین لہجے میں کہا۔

"چچا اسی گاؤں میں چھپا ہوا ہے۔ میں اس کا پتہ نکالے بغیر نہیں گاؤں کا۔ دیکھو! کھانے دن تک چھپا رہے گا؟" کھیا پولیس انسپکٹر سے الگ ہو کر گھر جانے کی فکر میں تھا مگر اسے ارجن سنگھ الگ نہیں ہونے دے رہا تھا۔ "تم نبی الہی میرا ساتھ دو! میرے ساتھ کھانا پیتا رہے گا۔ دونوں

منت مانی ہے۔ اس کا پر سادہ سب کھانکس کے۔

مگر جگت کے چہرے پر سرست نظر نہیں آ رہی تھی۔ اُس نے ہماری آواز میں کہا۔ "تم ضرور دہوی کی منت کرو۔ مگر میں کھانکس کا نہیں۔"

سب اُس کے آداس چہرے کو دیکھنے لگے۔ پھر اُس نے بتایا۔ "آج خوشی کا دن نہیں، سوگ کا دن ہے۔ ناک مر گئی۔ میری صحت کی وجہ سے۔" فقرہ ادھورا چھوڑ کر اُس نے بزم کی طرح مڑ جھکا لیا۔

ناک ساتھ کیوں نہیں آئی؟ یہ بات سب لوگ خوشی میں بھول گئے تھے۔ یہ سن کر سب خاموش ہو گئے۔ سر جھکا کر بیٹھے جگت کی آنکھوں کے آنسو ہنوں نے دیکھ لئے۔ وہ ابھی طرح جاتا تھا کہ جگت کو ناک سے کتنا پیار تھا۔ ایک بار جگت نے کہا تھا۔ "ہنومان ایک تم، دوسری ناک۔ تم دونوں کے بغیر میں قانون سے زیادہ دن بے نوا ہوں نہیں کر سکتا۔" ہنومان سوچے لگا، وہ اپنا جین گیا اور ناک مر گئی۔ اس اپنی میں جگت ہمت تو نہیں جا رہا ہے گا؟ اُس نے جگت کا ڈھک بٹکا کرنے کے لئے کہا۔

"یہ تو بڑا ذکرم کس طرح پھنس گئے؟"

جگت نے پوری تفصیل سنادی۔ "نہر گاؤں کے کھیا نے ہمت نہ دکھائی ہوتی تو میں تمہارے سامنے موجود نہ ہوتا۔"

مگر ہمارے بچن نے بھی ذہانت کا کم مظاہرہ نہیں کیا۔ تمہارے نام سے مجاہد والے گاؤں میں ڈاکہ ڈال کر ارجن کو چھوڑ دیا۔ وہ آجھ تیار رہ گیا ہو گا نا لائق۔" ہنومان نے ارجن تکھ پر غصہ کیا۔

مگر وہ وہاں سب سے الگ کچھ اور بات ہی سننے کا انتظار کر رہی تھی کہ ٹانے اُسے کیوں بلایا تھا؟ جگت ویر کی فکر نہ کیا۔ کچھ اور خاموش رہ کر بولا۔ "ٹانے کہا ہے کہ مجھے بے نوا ہوتی غم کرو دینا چاہیئے۔" پھر سرد آہ بھر کر بولا۔ "ارجن تکھ سوئے ناز کی نے تیرا تار ہو گیا ہے۔"

"کیا؟" بچن بھوک اٹھا۔ اُس نے غصے بھری آواز میں کہا۔ "پولیس سے ہاتھ سے ہاتھ ملائے جائیں؟"

"نہاں گاؤں پر ہے کہ پولیس گھروالوں کو بہت زیادہ پریشان کرے گی۔ ذہن اور جائیداد ضبط کر کے سب کو تیار کر دے گی۔" جگت نے اسی طرح کہا جیسے بچن کی بات سنی ہی نہ ہو۔ جگت ساتھیوں کے خیالات جاننا چاہتا تھا۔ اُس نے دیکھا ویر کا چہرہ کچھ نیچا۔ ہنومان نے منہ بنا لیا اور بچن واپس چلے گئے۔

"اس کا مطلب ہے وہ دھونس دھکی کے ڈرے تم پر تو پتا چاہتا ہے۔" بچن کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"تو؟" جگت آنکھیں پھیلا کر بولا۔ "تو بکرے کی بات کرنے والے کو میں تیار کروؤں۔"

"پھر دھمکے لکھ میں بولا۔ "وہ دھوکا دے رہا ہے۔ مجھے پکارا اپنی کسی کی حفاظت کرنا چاہتا ہے۔"

جگت رات کے اندر سرے میں پٹا گاؤں سے باہر نکل گیا۔ باہر نکلے ہی اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ گھوڑی کا کیا ہو گا؟ تین دن سے وہ اُس کی خبر نہیں لے سکا تھا۔ چٹا لوبی کے درمیان غار میں نظر پڑے ہی اُس کے ہیز دین سے چپک گئے۔ گھوڑی چٹ پڑی ہوئی تھی۔ اُس کے اگلے ہی منہ سے من پٹا ہوا تھا۔ "آنکھیں بند کھلی نہیں۔" جگت ڈر گیا۔

"ناک اچھے کیا ہوا؟" جگت نے سچ کر کہا اور گھوڑی سے لپٹ کر ہلک ہلک کر رونے لگا۔ گھوڑی اُس کے حکم کے مطابق وہاں سے نہیں اٹھی تھی، بھوک پیاس پر تپ کر سر گئی۔ ناک کو بچا کر خود پھینک دی۔ یہ جانور کی وفاداری اور قربانی کی ایک روشن مثال تھی۔ اس وقار و جانور نے مرنے سے پہلے کئی تکلیف اٹھائی ہوئی جگت کو اپنی ذات سے نفرت ہوئی۔ صرف اپنی جان بچانے کی خاطر وہ کیوں اتنے طویل عرصے چھپا رہا؟ ناک کی لاش پر بھی مڑھوڑ چڑھا تا ہوا وہ بھول گئی ہوئی آواز میں صرف اٹا بولا۔

"ناک! اچھے معاف کرنا۔ میں صرف اتنی دُعا کرتا ہوں کہ بھگوان اگلے جنم میں مجھے تیرا مقام بنائے تاکہ میں اس جنم کا بدلہ آتا رسکوں۔"

جگت سچ سلامت اپنے مکان سے پہنچ گیا مگر اُس کا دل اپنی پیاری گھوڑی کی موت سے سخت غمگین تھا۔ کب تک یہی گولی مار کر کسی کی بھی جان سے لینے والا سخت دل چکا ڈاکو ایک جانور کی موت پر اتنا آداس ہو جائے گی؟ بظاہر کچھ میں آئے والی بات نہیں تھی۔ مگر حقیقت یہی تھی۔ اُسے اس بات پر زیادہ نفوس تھا کہ ناک کی موت اُس کی لاپرواہی کا نتیجہ تھی۔ چپکے ناک پر سوار ہو کر بڑے کاٹا سے انعام دیتے تھے۔ حالانکہ بے زبان جانور بول کر اُس کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا مگر ہر آفت کے وقت ناک نے اُس کی پوری حفاظت کی تھی۔ وہ گھوڑی بھوک پیاس مر گئی؟ چپکے ہی سوچا میں بھی نہیں تھا کہ اس کے اتنے سامنے جہاز کا بھگوان کا بدلہ دے گا؟ مگر گھوڑی کی موت نے اُس کی ذہن کو بے چین کر دیا۔ اپنی جائیداد گھوڑی کی جدائی کے جھنگلے نے پہلی بار بے نوا ہوتی اُس کے دل میں نفرت پیدا کی۔ اُس کا بچا چاہتا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ دے "آج بے نوا ہوتی غم۔" مگر اُسے دیکھ کر اُس کے سامنے سرست سے تپنے لگے۔ بچن دودھ کر اُس سے لپٹ گیا۔

"یہ چار دن ہم نے سسکے ہوئے گزراوئے ہیں۔" اتنا کہتے ہوئے اُس کی آواز بھرا گئی۔ ہنومان نے کھڑے ہوئے کی خوشی کی گھر بستر پر گر پڑا۔ جگت نے دودھ کر اُسے سنبھال لیا۔ دودھ دودھ کر کرے میں آگئی۔ جگت سے آنکھیں ملنے ہی اُس کی بڑی بڑی آنکھیں برے نکلیں۔ جگت کو اُس کے آنسو خشک کرنے کی خواہش ہوئی، اُسے ہاتھوں میں لے کر پیار کرنے کوئی چاہا مگر سب کی موجودگی کے سبب وہ ایسا نہ کر سکا۔

"چار دن سے بغیر کچھ کھاے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" ہنومان نے بتایا۔ "اس کی حالت ہم سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔" پھر ویر کو بھانسنے لگا۔ "اب کیوں دوسری وہو دیوین آئیے سچ سلامت لونا ہے۔ اس خوشی میں کوئی اگلی چیز چکا لونا۔"

ویر دے آنسو پونچھ لے۔ "میں پہلے دہوی کے دشمن کر آؤں۔ میں نے بکرے کی قربانی کی



گم؟ "چندن جب جانوروں کے پاؤں میں جھاڑو نکال رہی تھی، رونے کی آواز سن کر دوڑتی ہوئی آئی۔ "تانا کہہ رہے تھے۔

"ہیٹا میں نے جگت کو سمجھانے میں کوئی کمر نہیں چھوڑی۔ تم خیال تو کرو اچھا رہے باپ کا دل اتنا مضبوط ہے۔ اس نے آج تک اپنی موٹھ چوک نہیں کھنی ہوئے دی۔ تیرا خیال کر کے اور بہو کا سونگہ سلامت دے رہی ہے اس کے لئے میں نے جگت کو لوٹانے کے لئے سر جھکا دیا۔ جگت کے سخت چلنے بھی سنے۔ اب بھی اگر وہ لوٹ آئے تو آسمان زمین ایک کرنے کو تیار ہوں۔" تانا نے سر دھو لہجہ کہا۔

"ہاوا! مجھے آسمان زمین ایک نہیں کرنے۔" ماں روتے ہوئے پولیس۔ "ہیٹا اور ہو ایک ہوں تو تمہیں کی سب کچھ پالیا۔ دوسرے جگن کے گھر کی کچا بھاری ہو گی۔"

تانا بہت دیر تک خیالوں میں گم رہے۔ اُن کا چہرہ تار تار تھا کہ وہ اس انجھی ہوئی تھی کو سلجھاتا نہاچے ہیں۔ کھانا کھاتے ہوئے دوہولے۔ "میں کھانا کھا کر شیخو پورہ جانا چاہتا ہوں۔" تانا نے ماں کی کہی۔

"شیخو پورہ کس کے یہاں؟" ماں بی لے پوچھا۔

"گورے خرنجن صاحب کے پاس۔ پولیس پر اُن کا بہت اثر ہے۔ جگت پولیس کی بات پر انہیں کسے گا کھرا بیٹے بڑے آدمی کو درمیان میں رکھتے ہیں کچھ ہو سکے تو بہتر ہے۔" تانا ہاتھ دھوتے ہوئے بولے۔

"نمبر ایک اچھا ہے۔" چندن کو جو بیٹے پھیرے کھڑی تھی، بولی۔ "ایک بار اپنے نواسے نے میری ملاقات کا اہتمام کر دیا۔ میں انہیں سمجھا دی گی۔ شاید ان جا میں۔"

پانی کا لونڈا کہہ کر تانا بولے۔ "ہوا! تیری بات ماننے سے زیادہ وہ سن کر صورت کی بات سے گم۔" پھر بولے۔ "مردود پڑنے پر میں اس عورت کے سامنے بھی ہاتھ پھیلائے کو تیار ہوں۔"

تانا جاتے ہوئے کھڑی بند کرنے لگے۔ این کی بجلی ہوئی کہہ رہی تھی ہمیشہ سیدنا کر کا کر کا چلنے والا ہے۔" بعض آج حالات کے سامنے جھک گیا ہے۔

"کون؟" تارا راسن سکھ۔ آئے آئے۔" گورے خرنجن نے تانا کا استقبال کیا۔ "بہت دنوں بعد اصرار خیال آیا آپ کو۔" اس کے لیے میں گرجی تھی۔

سلامت کے تانا کسری پر چڑھ گئے۔ تیسری شخصیت کو دیکھ کر وہ کچھ انجمن میں پڑے گئے تھے۔

"آج شیخو پورہ آنا ہوا تو میں نے سوجا صاحب سے مل لیا۔" تانا نے کہا۔

لازم کو پا کر صاحب نے کسی گھوٹالی پھر بیٹھی ہوئی شخصیت سے انگریزی میں کہا۔ "ڈاکٹر! یہ ہمارے سکھ ہمارے ساتھ فوج میں تھے۔ بہت بھادوگر دماغ کے گرم آدمی ہیں۔ وفاداری میں شک نہیں کیا جاسکتا۔"

کسی کی بہت دیر تک تانا نے انتظار کیا کہ وہ شخص وہاں سے جائے تو وہ صاحب سے بات کریں۔ مگر ان کا یہ خیال بیکار ثابت ہوا۔ یہ دیکھ کر انہیں کہنا پڑا۔

"تانا کو کیا جواب دیا؟" بچن نے جلدی سے سوال کیا۔

جگت سہرایا۔ "تانا نے جواب نہیں مانگا بلکہ سوچنے کی بات کی ہے۔ لوسری جیسے ہمسایہ، پیٹے جیسے جانا کہ اور پھر میرے جیسے دغا باز ارجن سکھ پر اعتماد کرنے کے متعلق میں کسی سوچ بھی سکا ہوں؟" جگت کے اس خطاب پر بچن نے اطمینان کی سانس لی مگر دیوہ بچن ہو گئی۔

"پھر تو تانا ناراض ہو گئے ہوں گے۔" دیوہ نے کہا۔

"ہاں۔ مگر ارجن سکھ نے میرے طرح جانوروں پر ظرف گیری ڈال ڈال تھا یہ سن کر تانا کو خیال آ جائے کہ وہ کچھ دھتے زور دیکھو پکڑنے کا خواہشمند ہے۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔

"تیسری شخصیت میں آتا کہ یہ مفرد شخص نہیں ایسا مشورہ کیسے دے سکتے ہیں؟" وہ کسی کی مجلسوں دھکی میں آئے والے نہیں ہیں۔ "ہنرمندان کے یہ سوچ رہا تھا مگر اسے سوال کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک پیغام پر اپنا ہوا داخل ہوا۔

اس نے پولیس کے تازہ اعلان کے بارے میں بتایا کہ پولیس نے نئے احکامات دیئے ہیں کہ چکا کو جہاں دیکھا جائے شوٹ کر دیا جائے۔ یہ سن کر جگت نے نظریں لیں، لیٹا اور مگر جا۔

"ارجن سکھ نے اپنی مسمیٰ پر عمل کیا ہے۔ لیکن میں بھی اسے براہ کرا جواب دوں گا۔ آج سے ہر دو دن میں ایک ڈاک ڈال ڈال جائے گا۔ دیکھا ہوں مجھے کون شوٹ کرتا ہے۔"

دیوہ جگت کے الفاظ سن کر گڑبگئی۔ جگت اور ارجن سکھ ایک دوسرے کے خلاف ضد چلا گئے تھے۔ اُن کی کارروائیوں سے کبھی اندازہ ہوتا تھا۔

پھر وہی ہوا جو کچھ چکا نے کیا تھا۔ وہ دنوں دن گزرتے کہ کسی گاؤں کے کولے جانے کی خبریں آئے لگتیں۔ اسپیکل ارجن سکھ نے بڑائی کارروائی کے طور پر چکا کے رہنے والوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ ہفتے میں دو ایک بار پولیس جگت کے گھر پر چاہے۔ بارہی اور گھر کی چیزز اٹ پلٹ کر ڈالتی۔ اس کارروائی کا جواز ارجن سکھ نے دیا کہ چکا نے ڈاکے کا مال یہاں چھپایا ہے اس لئے تلاشی ضروری ہے۔ اُس کے پاس یہ بہانہ موجود تھا اس لئے اُسے اپنی حکام کا خوف بھی نہیں تھا۔

اسی دوران اُس نے ایک مرتبہ ایک صندوق سے چندن اور کی شادی کا جوڑا نکلا اور چلا دیا۔ اُس نے اصرار کیا کہ یہ لوٹ کا مال ہے۔ گھر کے کبھی لوگ مجبور دے رہے ہوں کہ اس شیطان کی عمل کو خاموشی سے دیکھتے رہے۔ پھر اُس نے ایک رات سوئیں سکھ کے کیمت میں آگ لگوا دی۔ تمام فصل جل گئی۔ پولیس خود دھک کر رہی تھی اس لئے فریاد کون سناتا؟

بزارہ سکھ کو تانا نے راجستھان کی زمین کی دیکھ بھال کے لئے بھیج دیا تھا۔ پولیس کی اس پر بھی نظر پڑی۔ بارہا کی تلاشی سے تنگ آ کر چندن اور اُن کی تانا کے گھر پہنچ گئی تھیں۔ سوئیں سکھ کو گاؤں سے باہر نہ جانے کی پولیس کو ہدایت تھی لہذا وہ اپنے کیمت پر پڑے رہے تھے۔ مگر ارجن سکھ کے پاس بہت راستے تھے۔ اُس نے کرائے کے آدمیوں سے نصف شب کو اُن کے گھر کو آگ لگوا دی۔ اچھا ہوا کہ کھلے واسے دوڑ آئے ورنہ کچھ بہت ختم ہو جاتا۔ آگ کی خبر دھرم پونجی، اُس وقت جگت کی ماں کے طویل عرصہ سے ڈکے ہوئے آکر تمام بندن توڑ کر پہنچے گئے۔

"پولیس واسے میں براہ کرا کے بغیر اطمینان کی سانس نہیں لیں گے۔" پاپو ایس سب کتبک ہو

ہے۔ باقی سر پولیس کے تازہ حکم نے پوری کر دی ہے۔" نانے موقع دیکھ کر تعقیب سے ہٹایا۔  
 "اور سن سگھنے کے بارے میں کتنی ہے؟" سرجن صاحب نے نانے سے پوچھا۔ "ڈاکٹر جوزف بھی ہے  
 سنے کے لئے جس نظر آ رہے تھے۔ وہ کان اس جانب کر کے سنے لگے کیونکہ انہیں اب کم سنائی  
 تھا۔

"خوش ہو گیا ہے کہ جگت تامل ہو جائے۔ اس صورت میں کبھی کمزور کر کے پانچ سال کی قید  
 لیں مٹا دیا جائے گا۔ وہ بھی کہہ رہا ہے۔" نانے بتایا۔

سرجن صاحب نے سنا جلائے اس کا ذہن اس کے میں تباہی کو بوجھلانے لگا۔  
 "آخر وہ بھی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے ڈاکٹر جوزف؟" سرجن نے پوچھا۔

"سرجن صاحب، انکی مرضیں زبانی ہوتی ہیں۔ اگر بعد میں پولیس زبان پلٹ جائے تو اس  
 صورت میں جگہ کے لئے چماکی کا چندا لگتے نظر آئے گا۔" ڈاکٹر جوزف نے کہا۔

"میں بھی اسی وجہ سے ڈرتے ہیں۔" نانے ان کا ساتھ دیا۔ "ہمارے ساتھ دھوکہ بھی ہو سکتا  
 ہے۔ جگت کو چماکی ہو جائے اور اس کا انتقام لینے کی خاطر اس عمر میں مجھے بھارت کرنی پڑ  
 ائے۔" پھر اپنی سفید کپڑی پر ہاتھ جھرنے ہوئے بولے۔ "آپ جیسے لوگ درمیان میں ہوں تو  
 برسوا جائے۔"

"ہوں۔۔۔۔۔" سرجن گہری سوج میں غرق تھا۔ ناراض سگھ سے اُسے جیت جی۔ طہری کی سرس  
 لے دو دران نانے بھی اُس کی بات رد نہیں کی تھی۔ آج جب انہیں اُس کی ضرورت پڑی ہے تو  
 وہی راہ ضرور تلاش کرنی چاہئے۔ "ابھی بات ہے۔ میں درجن سگھ سے مل کر دیکھتا ہوں۔ اُس  
 نے دل میں پاپ ہو گا تو چھپ نہیں سکے گا۔ آپ آج کی رات یہاں ٹوک جائیں۔ رات ہسپتال  
 وں گا، وہاں اور جن سگھ کو بلا کر بات کروں گا۔ پھر ڈاکٹر جوزف بھی آج میرے مہمان ہیں۔  
 آپ دونوں ساتھ ہوں گے تو اکیلے چلن کا احساس نہیں ہوگا۔" سرجن نے مسکرا کر کہا۔

رات کا کھانا کھا کر سرجن صاحب سول ہسپتال چلے گئے۔ پھر نانے اور ڈاکٹر بائیں کرنے لگے۔  
 گھر جوزف کو یہ جاننے کی بڑی تمنا تھی کہ جگت کیوں باقی ہوا ہے؟ سب کچھ کس نے کیا۔  
 اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس کے دل میں انتقام کی آگ آپ نے بھڑکانی اور برائی کے راستے  
 نہ ہونے لگی تھی اسی آگ ہیں۔" نانے شرمندہ ہو گئے۔

"ہاں ڈاکٹر صاحب، اُس وقت مجھے اُس کی ماں یا بیوی کا خیال نہیں تھا۔ اب اُن دونوں کی  
 پہچانی مجھے ہے لیکن وہ بھی جانی۔ پھر جگت دشمن کی صورت کو غور کر کے لے گیا، وہ باقی میری  
 تہ بھی سننے کو تیار نہیں۔"

"ناراضی سگھ؟" ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "تم لوگ خون کا بدلہ خون کی روایت سے باہر آ  
 رہے۔ یہ دیکھو گے کہ انسان نے کس قدر ترقی کی ہے۔ پہلے پچھلے نا انصافی اور ظلم تم ہو چکے ہیں۔  
 ابی کو ٹھکانا اور گھر کرنا ناجائز جہاد کی جیسے ہے۔ اس صورت میں تم کی نسل کو کیا سکھائے گا؟"

"صاحب! آپ نے ہماری طرح ذہک بھیجے ہوں تو چھ چلے جوں کو تار سے لڑے مارے  
 میں، اُس وقت کیا خون سوار ہوتا ہے۔ اگر ہم ہاتھ باندھ کر بیٹھیں تو سرنے والے کی آتما کو

"سرجن صاحب! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔"  
 صاحب مسکرائے۔ "میں غصوں کر رہا تھا کہ آپ کسی خاص کام کے سلسلے میں آئے ہیں۔  
 پولیس! کیا کام ہے؟" سرجن نے کہا مگر نانہ انہیں شخص کی جانب دیکھ کر خاموش رہے۔ سرجن  
 سمجھ گیا۔ "ان کی آپ فکر نہ کریں۔ یہ سیکھے آدی ہیں۔" سرجن نے اطمینان دلایا۔

"نانہ کچھ سوچ کر بولے۔" میں اپنی بیٹی کے بیٹے جگت کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔"  
 "اودھ! اُس نے تو خوشی کھلا کر ہے پورے علاقے میں۔ پھر آپ نے اُس کی  
 شادی بھی کرادی۔ اُس کی بیوی کا کیا ہوگا؟ اُس کا کیا خیال ہے؟" ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"صاحب! آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگوں کے دماغ پر خون سوار ہو تو کچھ نہیں سوچتے۔" نانہ  
 نے کہا۔

سول سرجن نے اُس شخصیت سے کہا۔ "وہ مشہور ڈاکو جگان کا نوادر ہے۔"

یہ سنتے ہی اُس شخص کے چہرے پر ایک دم عجیب سے تاثرات ابھرے۔ نانہ چونک پڑے۔

شاید انہماں شخص بات کا ڈر سے کچھ نہ سمجھتے تھے۔ دوسری بات تھی۔

"یہ بات ہے۔ وہ تو میرے یہاں ایک ایک رات گزار چکا ہے۔" اُس شخص نے کہا جس کا نام  
 جوزف تھا۔ دونوں جگت سے اُسے ڈھکے لگے۔ اُس نے مزید کہا۔ "کیونکہ اس کا سامنی پولیس  
 سے گھراؤ ہے۔ دوران دہی ہو گیا تھا تو وہ کھلا دیا۔ اور میں نے علاج کیا تھا۔"

"اودھ! ناراضی سگھ! پھر تو یہ تمہارے جگت کی جان بچان والے شخص ہیں۔" سرجن نے کہا، پھر  
 ڈاکٹر جوزف سے بولا۔ "آپ نے اُسے گرفتار نہیں کرایا؟"

کچھ دن ڈاکٹر کے چہرے پر دم کے جذبات ابھرائے۔ "یہ سنا سچ ہے کہ انسان کو  
 معاف کر کے ہی اُس کی زنجیر کو بچایا جا سکتا ہے۔ میں نے اُسے ایسی ہی سبق آموز سزا دی  
 ہے۔" ڈاکٹر کو یہ سب باتیں عجیب سی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ یہاں جرم امید لے کر آئے تھے اس  
 سے ان کے دل کو ڈھارس نہ ملتی۔

"آپ نے اُسے کیا سزا دی؟" سرجن نے پوچھا۔

"اُس کے سامنی کے علاج کے بدلے میں، میں نے اُسے انتقام کا خیال بھلا کر انسانیت کی  
 راہ اختیار کرنے کا سبق دیا۔" ڈاکٹر نے ٹھہری سی آواز میں کہا۔

"تجربہ! اُس نے اس سبق کو بھلا دیا۔ وہ سارے سرگرمی ان کی تھی۔ نہ یہ وہ تھا۔"

"نہیں سرجن صاحب! سچ ہوتے ہی پھل نہیں آتے۔" ڈاکٹر کی آواز میں یقین کی جھلک تھی۔

"سچ کو روز پانی دینا چاہئے۔ مگر مجھے تو محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے اُسے پہلے سے انتقام کا زہر پلا  
 ہے۔" یہ سن کر نانہ نے سر جھکا لیا۔ سرجن نے اُن سے کہا۔

"ہاں! پھر آپ اب اُسے جگت کی کیا بات ہے؟ کسی آفت میں گھرا ہے یا دشمنی ہو گیا ہے؟

دیکھتے ہی کوئی نار دینے سے حکم کے بعد وہ زیادہ دیر نہیں بک سکے گا۔"

"صاحب! گڈی کے کنارے پر مل چکے ہیں۔ اور جن سگھ نے جگت سے مصالحت ہو  
 رضا مندی کا اظہار کیا مگر اُس کو اور جن کی بات پر اعتراض نہیں۔ اب پولیس گھر والوں کو تنگ کر رہی

ن کردہ ہنر سے آٹھ گئے۔ سرجن صاحب ان کی صورت دیکھ کر مسکرا دیے۔ "مارا نک سگلا آپ کا قائم ہو گیا۔ اب جگت سے کہ دردِ مصالحت کر لے۔ ایسا موقع نہیں ملے گا۔" سرجن نے نانا سے لہلہ نانا خوش ہو گئے۔ انہیں تفصیل کا انتظار تھا۔ مگر ڈاکٹر صاحب بولے۔ "ناٹنے کے بعد تفصیل اؤں گا۔" اور نانا سورج طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

بہت دیر تک وہ دو اور جگت ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ ہونٹ خاموش تھے مگر ان کی آنکھیں باتیں کر رہی تھیں۔ دانش ابھی بندش ہوئی تھی مگر ہوش برسات کی ٹہنی ابھی فی سخی۔ آسان پر بدلیوں کے پھونے بڑے ٹکڑے تیرے دکھائی دے رہے تھے۔ ستارے بھی آسان کی ہندی پر سوسوں کی طرح چمکے گئے تھے۔ جیسے وہ ہونے ورختوں کے پتوں پر سے کرنی دی پانی کی پوندیں چلنے کے بجائے جہاز ہی تھیں۔ جگت کی نظر دیو کے حسین چہرے سے ہٹ کر آسان کی اب آنکھ لگی۔ اُس نے سرد آہ بھری۔

"کیوں؟ کچھ بولے نا خاموش کیوں ہیں؟" دیو نے کہا۔  
 "تم بھی تو خاموش تھی تھی۔ لیکن بعض اوقات خاموشی میں بھی لطف آتا ہے۔" جگت نے دیو کی چڑیوں پر ہاتھ پیرے ہوئے کہا۔ دیو نے نظر سجھا لیں، بھر دھمکے کچھ میں بولی۔  
 "آپ نے سرد آہ کیوں بھری؟"

"دیو.....! جگت نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں قلم کر کہا۔ "جھپٹیں یاد ہے کہ ایک بار میں ہارے مگر آج قلم جھپٹیں سونے کے ٹکڑے پہنائے۔" پھر کچھ دیو بلند ہوا۔ "مگر تمہارا شوہر آگیا اور جھپٹیں ٹکڑے پہنائے۔" اب بھی دیو خاموش رہی۔ مگر اب وہ زور پھر مکرار کر رہی تھی۔ جگت نے ہاتھ پر سے قلم لے کر مقدّمہ لڑنے کے لئے کو لو دیئے۔ مگر اب تمہاری خواہش پوری کرنے کو تھی بتا ہے۔"

"معمور میں زہر دی کی بھوی ہوئی تھی۔ مگر مجھے سونے کے ٹکڑے کی کوئی خواہش نہیں۔ آپ کے نون چپٹائی ہوئی کاج کی چڑیاں میرے لئے سونے کے ٹکڑے سے زیادہ قیمتی ہیں۔" دیو کے پے سے پیار جھلک رہا تھا۔

"مگر کاج کے ٹکڑے تو ٹوٹ جاتے ہیں وہ ہمارا پیارا بیکر نہیں۔" جگت نے دیو کا ہاتھ ٹوٹے تک لے جا کر چومتے ہوئے کہا۔ ہوا کے ایک ٹکڑے سے جو گئے نے دیو کے سینے سے پڑا ڈاڑیا۔ اُس کا سینہ سانس کے ساتھ حرکت کر رہا تھا۔ اُس کے دل میں طوفانِ کروشیں بدلے سینے کے زیرِ بوم سے پہلے رہا تھا کہ اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ہے۔ اب جگت کا سراپا تھا۔ دیو کی پشت پر کھڑی گیا۔ جگت کا ہاتھ اُس کی چپٹی پشت پر پھل رہا تھا۔ دیو دست بدمی ہوئی گئی۔ اُس کی ٹھوری پر جگت کا ہاتھ چمکا رہا تھا۔ جگت نے دیو کی طرف دیکھ کر کھڑبات ہو پھل ڈاڑیاں میں کہا۔ "دیو! اب یہ شرم کب تک آئے گی؟"

دیو کے دل میں جگت کے چھوڑے سینے میں سر چھپا لینے کی خواہش بیدار ہو گئی۔ مگر اپنے لپٹاتے ہوئے جم کو اُس کے حوالے کرنے سے پہلے اُس نے خود پر قابو پالیا۔ جگت نے دے

کس طرح جمن لگاؤ؟" یہ کہتے ہوئے نانا جمن میں آگئے۔  
 "اس عمر میں بھی آپ کا خون جلدی گرم ہو جاتا ہے ناراض سگلا!" ڈاکٹر پڑا مینان انداز میں بولا۔

"ہاں! میں اپنے دل کے دھڑکے کو دکھانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ میں اس کا عادی نہیں۔ مگر جب تم دھڑکنے لگے تو مجھے بھی جواباً کچھ کہنا پڑا۔"

کچھ دیر تک ڈاکٹر جوزف خاموش رہے۔ اُن کے چہرے پر ڈھک کی پرچھائیاں رقص کرنے لگیں۔ پھر وہ دم صبح میں بولے۔ "جگت قسم میں جس طرح اُس فوج میں تھے اسی طرح میرا 22 سالہ جوان بیٹا بھی نظری میں تھا۔ ہمارا دل بیٹا اُس وقت بالکل جگت کی عمارت کا قیادہ ولایت میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ میں اور اُس کی ماں میری، بہنوستان میں تھے۔ میری پریشانی ابھی چل رہی تھی۔ راجہ مہاراجا میرے پاس علاج کی غرض سے آئے تھے۔ منہ باگی دولت تھی۔ میں سراپا دیوار بن کر دلایت جانے کے خیال سے دن رات کام میں مگن رہا۔" ڈاکٹر جوزف نے غصّی سانس لیا، پھر بولے۔ "اُس وقت اُن کی آواز بھلی ہوئی تھی۔" فزلی کہ ایک سوڑے پر جارح مارا گیا۔ اُس کے جسم کے ٹکڑے اڑ گئے۔ اُس کا چہرہ پچھلنے کے قابل نہیں رہا۔ اُس کی ماں صدمے سے غڑ خال ہو گئی اور اُس کی حالت اب انگوٹھیں تھیں ہو گئی۔ میں پیسے کے پیچھے بالکل تھا۔ اب مجھے بھی ہوش آ گیا۔ یہ سب کس کے لئے؟ زندگی میں ہمارا لگا ہوا حساب کس کا کام کا؟ پہلے تو بچے کو مارنے والے دشمنوں کو گالیاں دیں۔ میرا اہل چلنا تو انہیں قسم کر دیتا مگر آخر یسوع مسیح نے راستہ بتایا۔ انسان کا سب سے بڑا سراپا ہی انسانیت کی خدمت ہے۔ اُس وقت سے اپنی تعلیم میں لے آئے کیوں کے لئے؟ اشتعال جو جھل پڑا، جس کے آگ میں سراپا نہیں، مگر نہیں، پیسے کے لئے ہمارے کپڑے نہیں۔" سرجن ڈاکٹر کو دیکھ کر ہنس کر پڑا۔ "جگت کراہتا تھا کہ دیکھ لگے۔ اُن کی آنکھوں میں ڈھک کا سمندر کروشیں بدل رہا تھا۔ مگر ساتھ ہی انسانی بھمدی اور دم کے چشمے بھی چھوٹ رہے تھے۔"

"ڈاکٹر صاحب! اعانف کرنا۔ آپ کے ڈھکے میں وہ واقف تھا۔ اس لئے انا سید صاحب کیا۔" نانا نے افسوس کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر صاحب ابھی کچھ اور کہنا چاہتے تھے۔ وہ بولے۔

"بھائی! میں نے تمہارے جگت کو دیکھا اور مجھے اپنا بیٹا جارح یاد آ گیا۔ وہ اپنے ڈھکی سائی کو لے کر لوٹ گیا۔ پھر میری بیوی میری نے کہا۔ اُسے جانے کیوں دیا؟ یسوع مسیح نے مجھے خواب میں بشارت دی کہ اسے میری تصویر کے سامنے لے آئے۔ میری کو قیتم سے یسوع مسیح کے کرم سے اُس کی زندگی برپا دی ہے سچ جائے گی۔" ڈاکٹر کی آواز میں جگت کے لئے محبت تھی۔

ساری رات نانا کے ذہن میں کڑھیں ڈاکٹر کے الفاظ چوکے لگاتے رہے۔ پہلی بار اپنے گے پر چھتتا ہو رہا تھا۔ سٹول سے کھڑی ہوئی افسانہ کی آگ میں جو ان بیٹے اور فوسوں کو جھونک دینے کے باوجود انہیں سکون میں ملا تھا۔ "ڈاکٹر سچ کہتا ہے۔ انسانیت کے علاوہ کوئی چیز انسان کے ساتھ نہیں جائے گی۔" انہوں نے سوچا۔

صبح کے وقت سول سرجن آگئے۔ اس وقت بھی وہ جاگ رہے تھے۔ اُن کے قدموں کی آفت

بلدی اپنے مزاج پر قابو پایا۔ "ویرا تم چاہتی ہو کہ میں بناوت ختم کر دوں؟"  
 ویرو نے سر ہلا کر کہا۔ "نہا۔"

"اس نے کیا ہے؟" بکت کی آواز میں نرمی دیکھ کر ویرو کی ہمت بڑھ گئی۔  
 وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ "تم جو پیچھے ہو اس نے کیا ہے گا، کسی ماں کو اس کا کھوپا  
 ہانا چاہو کہ یہی کوئی ناخوش ہو کر مل جائے گا۔"

"اور کسی کو مسرو ہو کر مل جائے گی۔" اب بکت کے الفاظ میں طنز تھا۔

"بکت! آخر تم غلطی میں مبتلا ہو گئے۔" ویرو نے قائل نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم  
 پچھتے ہو کہ میں اس کمر میں واپس جاؤں گی، پھر فرار ہو کر کیوں آئی، صرف بدنام ہونے کیلئے؟"  
 "میں یہی معلوم کر رہا ہوں کہ تم کہاں جاؤ گی؟ وہ جانو کہ میں ٹھکانے گا۔ وہ تمہارے ہم سفر  
 رہو ڈالے گا۔" بکت نے دانت چس کر کہا۔

"مگر میں اس کے ہاتھوں میں واپس نہیں جاؤں گی۔" ویرو نے اپنی سوچ کا اظہار کرتے  
 ہوئے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ جیل میں رہوں گی۔ میں نے بھی بناوت کی ہے، اس لئے مجھے  
 جیل سزا ہو گی۔"

بکت تجوہ مار کر کہنے لگا۔ "بگ! جیل کا محنت کا کام نہیں۔ بھروسہ نہیں میرے ساتھ جی  
 نہیں رکھیں گے۔ کے خبر کہ وہ عورت پر دم کھا کر چھوڑ دیں۔ اس وقت تم کہاں جاؤ گی؟" بکت  
 نے کہا۔

"میں اپنے نیچے چلی جاؤں گی۔ اور تمہاری زہنی کا انتظار کروں گی۔ چنانچہ میں سے کہوں  
 گی تمہاری موت نہیں، بلکہ میں ہمارے دونوں ساتھ ہیں گے۔" ویرو نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔  
 ات کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"تم نے سب حساب کتاب بنا کر رکھا ہے۔"

"ہاں! ویرو نے ترجمانی نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"اب کا مطلب ہے تم مجھے کچھ نہیں سمجھ کر رہی ہو۔ بکت خوش مزاجی سے بولا۔  
 "پھر جیل سے واپس آنے کے بعد یہ دو دوپ، کپڑے، لوٹ کھسوٹ میری ہو گا۔ اس کا خیال  
 رہی ہو تو دل میں خشک ہو جاتی ہے۔ بکت چپ رہا۔ ویرو پھر بولی۔ "اس وقت ایک ایک  
 لمحہ میں خطرے سے دوچار ہیں۔ میں یہ سب دیکھ کر گزر جاتی ہوں۔ آپ کو جب تک صحیح سلامت  
 رہیں آتے ہیں دیکھیں، دل کو دھڑکا سا لگتا رہتا ہے۔ طرح طرح کے دسم گھیرے رہتے ہیں۔"

ت پھر میری خاموش رہا، پھر اس نے بکت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "کیوں، خاموش ہو گئے؟  
 اگہا اچھا نہیں لگا؟" ویرو نے پوچھا۔ بکت نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"نہیں ویرو! میں اب مجھ میں پر جاتا ہوں۔ اس رات سے کوئی نہیں چاہتا۔ باقی بنے  
 ہر کوئی بھی شریف شہری نہیں ہیں۔ مجھے تو اس بات میں بڑی نظر آ رہی ہے۔ پھر بھی سب  
 اپنا اس بات کو بھجرتے ہیں۔" بکت کی حالت دیکھ کر ویرو دل بھر آیا۔

"تم اسے بڑی دیکھتے ہو؟ میں ابھی بات نہیں کروں گی جس سے تمہارے دل کو ٹھیک

ایک عورت کی جگہ کر اپنے پہلو میں کھٹ لیا۔ ویرو کے جسم میں برقی رد و دوڑ نہ لگی۔ اس سے  
 پہلے کہ وہ کچھ کہتا، بکت کے ہونٹ اس کے گلابی رخساروں کو چومنے لگے۔ وہ جو ان جسم  
 ایک ہو گئے۔ ضبط کے کناروں سے جذبات کی لہریں کھڑکیں گئیں۔ اب ان دونوں کناروں کو  
 توڑنے کے لئے صرف ایک سوچ مند ویز کی ضرورت تھی۔ خود کو سنبھال لیا۔ اس نے  
 اپنا جسم کھینچ لیا۔ مگر بکت کے قابو پورا تھا۔ "ویرو! زندگی کا کوئی دوسرا نہیں۔ پھر پیار سے وہ کرب  
 تک اس طرح کرتے رہیں گے؟ تمہیں کس کا خوف ہے؟ تم مجھ سے الگ کیوں رہتی ہو؟"  
 "بکت! میں نے اگر کسی کو چاہا ہے تو تم ہو۔" ویرو دہرے کو کہتے رہتی ہوئی بولی۔ "میں  
 بھی اسی آگ میں مل رہی ہوں مگر۔"

مگر اس سے بکت کے جذبات اور بڑھ گئے۔ اس نے ویرو کو بھر پور قریب کر لیا۔ وہ ویرو کے  
 اوچھوڑے ہونے کو نظر انداز کر کے بولا۔ "پھر ہمارے درمیان کوئی دیوار ہے؟ کیا تمہارا بڑا دل  
 شور ہے؟ تم کہتو میں اسے آج ہی چھوٹک دوں۔" بکت نے ویرو کو کہنے سے لگا کر کھینچے ہوئے کہا۔  
 ویرو نے اپنا کمر بابت بکت کے ہونٹوں پر رکھ دیا۔ "ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے درمیان وہ

وجہ ہے کہ جو میں نے چن کر لیا تھا۔"  
 "کیوں اس وقت؟" بکت نے بے تاب ہو کر پوچھا۔ جسم میں ہلکے سے ہلکے سے آواز سے اس کا  
 چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ چنانچہ گور اس کے اور ویرو کے درمیان نہیں آئے گی۔ شادی  
 سے پہلے چنانچہ کو اس نے ویرو کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔

"جب تم نے مجھے اچھا کے گھر بھیج دیا تھا تو میں نے وہاں سے چنانچہ کو ایک خط لکھا تھا جس  
 میں میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ اس کے سہاگ میں مجھے رہائش دیں گی۔ اس نے مجھ پر  
 اعتماد کیا ہے۔ میں اسے کیسے بھول سکتی ہوں بکت؟" ویرو نے بکت کو تسلیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر چنانچہ نے مجھے ایسی کوئی بات نہیں بتائی ویرو! اچھا مالپ اسے نہیں سمجھ سکے گا۔"  
 "اسی لئے میں جلدی نہیں کرتا چاہتی۔ میں تمہاری ہو چکی ہوں۔ مگر چار میں میری کمر باندھ  
 ہے۔" ویرو نے سر اٹھ کر کہا۔ بکت کا چہرہ اب بھی کم نہیں ہو تھا۔

"کیوں اس کمر باندھ جائے؟" بکت نے ایسا نہ ہو کر میری لاش کے ساتھ۔"

"ہم ہم۔۔۔ ایسا لفظ نہ بولیں بکت۔" ویرو نے لڑ کر بکت کی بات کاٹ دی۔ "دل کی ایک  
 خواہش ہے۔ بھگوان کی خواہش کب پوری کرے گا، کے خبر؟" ویرو نے لگی۔

"ویرو! تم رورہی ہو۔ میں تمہارا کوئی ارمان اور خواہش نہیں رہنے ڈوں گا۔ تم ایک بار مجھ سے  
 کہہ دو۔۔۔ صرف ایک بار بتا دو کہ تمہاری کیا خواہش ہے؟"

"تمہارے مزاج سے دو ٹوک ہے۔ شاید میری بات ہی نہ سکوا میرا یہ غلط فہمی کی تخریب  
 جائے اس ڈر سے مجھ کو نہیں کہتی۔"

"پھر تو تمہیں بتانا پڑے گا۔" بکت نے ویرو کا سر اٹھا کر کہا۔ "آپ کب تک بناوت جاری  
 رکھیں گے؟" ویرو نے عجیب سوال کیا۔

"کیا مطلب؟" بکت کے ابرو کھینچ دیے گئے۔ اس سوال کا مطلب وہ کچھ چکا تھا۔ اس نے

لگے۔ سامنے جا کر خود پروردگار بنا بدول آدمی کا کام نہیں ہے۔" یہ روئے کہا۔

"مگر وہ دوا میرے ساتھیوں کا کیا ہوگا؟" جنت نے پوچھا۔

وہ روئے کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا۔ اُس کی آنکھیں اب نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ اُس نے جہاں لی، پھر جنت کی راتوں پر سر رکھ کر لیٹ کر اُس کی آنکھیں بند کر کے بیڑیوں کی جیسے خود کلاہی کر رہی ہو۔ "پرہیز اپنا انصاف ہے گردنیا میں آتا ہے۔" جنت اُس کے دہشتی منہ پر ہالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اُسے گھر یاد آ گیا۔ اُس نے سوچا مکمل چوت پر بغیر کسی فکر کے عورت کا سر اپنی گود میں رکھ کر بیٹھے ہوئے پیار کی باتیں کرنے میں کتنا خیر آتا ہوگا؟ وہ تو اس سے بھی زیادہ سکھ اٹھا ہوسکتا ہے۔ کیا راتوں پر چندن کا سر اور دھری پر دیرو کا۔ دونوں کے سر دلوں پر ہاتھ پھیرنے ہوئے پیار کی گفتگو میں کیسا لطف آئے گا؟ پھر نہیں سمجھ سکا کہ بے بات کے خلاف اُس کے ذہن میں جو فطرت پیدا ہوئی ہے اس کی وجہ سے دنیا کے لئے اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی ہے یا وہ روئے نے اُس کی خواہش کو بیدار کیا ہے؟ وہ نیند میں سکر رہی تھی۔ شاید وہ کوئی حسین خواب دیکھ رہی تھی۔ وہ دوا اور چندن کے کھکھی خاطر وہ کیا کہہ نہیں سکتا؟

جنت نے سوچا، پھر ابھی سے سوئی ہوئی دیرو کا سر راتوں پر سے ہٹا کر اُس نے چار پائی پر رکھ دیا اور اُس کے کنارے لیٹ گیا۔ پھر وہاں کے جو کچھ اُسے کہیں زور سے لگے۔ اُسے چندن نظر آئی کہ کھڑکی کی سیلابیں قہار کمزور کی گھڑکی کی راہ دیکھ رہی تھی۔ آؤں بھائی سسکیاں لیتی۔ نہ جانے کتنی راتوں کی جاگتی ہوئی وہ تنگ جاسے گی۔ اُس کی سید کے بندھن ٹوٹ جائیں گے۔ اس کی ٹانگ کا سینہ دھڑل جاسے گا، پھر وہ کس کی راہ سمجھے گی؟ جنت کا دل اب پیار کی حرارت پا کر نیا زوہا اختیار کر رہا تھا۔ نین چاروں سے اُس کا دل اُس کی بات میں نہیں لگا تھا۔ وہ ڈاکڑ ڈالنے جا تا، دوش بہی ساتھیوں کی سوچوں کے باہر خود کو اکیلا تصور کرتا۔ ذہن میں زبردست کشش اور جنگ جاری تھی۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ زیادہ اطمینان ہوئی تو وہ اپنے دل کو بھلا دیا، اب مصافحہ؟ سوال کہاں؟ اگرچہ تنگ ہمارے خلاف خدہ پر آگیا ہے۔ تاہم کوشش نے جواب نہیں دیا، دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم جاری ہو چکا ہے۔ پھر مصافحہ کیسے؟ اب نے اس بات کو بھلا دیا ہے، ہمارے ساتھیوں اس خیال کو ذہن میں جگہ زوہا؟ پھر کسی شام ایک بیٹا پڑا۔

"تمہارے تاتا یہاں آ کر تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ نین میں سے گھر سے روانہ ہوئے ہیں، خان ڈاکڑ کے میاں کے گھر پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔" بیٹا بھرنے پایا۔

"کیا کام ہے، یہ بھلائیو؟" جنت نے پوچھا۔ جوانان اور بچن جتنے انداز میں جواب انتظار کر رہے تھے۔

"یہ نہیں بتایا۔ صرف اتنا کہا ہے کہ خاص کام ہے۔ ان کے ساتھ کوئی ڈاکڑ بھی ہے۔"

"ڈاکڑ؟" جنت سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹ کر کہا۔ "تم سمجھتا ہوں، میں خود جا کر دیکھوں کیا بات ہے۔"

"دوسروں سے پہلے بیٹا بھرنے بولا۔" وہ نہیں آئے کا کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ

سب سے ملیں گے۔"

جنت کا ذہن بری طرح الجھ گیا۔ "سب سے ملیں گے؟" پھر اُس نے اندازہ لگایا کہ مصافحہ کے علاوہ تاناکسی اور کام سے خود نہیں آسکتے۔ پہلے تو سوچا انکار کر دوں۔ مگر اُن کے ساتھ ڈاکڑ کون ہوگا؟ کیا کام ہوگا؟

"انہیں تانا پھر بھانے آئے ہوں گے۔" جوانان نے کہا۔ "مگر ڈاکڑ کا یہاں کیا کام پڑ گیا؟" "آئے دو۔ دو۔" وہ انہیں گتے کو تپہ چل جائے گا۔" وہ روئے کہا۔ پھر اسے خیال آیا کہ رات کی لڑائی میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ بچن خاموش تھا، جنت نے اُسے دیکھا۔

"تمہارے تانا کے متعلق بہت سنا ہے۔ ایک بار انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔" بچن مسکرا کر بولا۔ "دیکھنا چاہتا ہوں" کا قہر اسے برا سمجھا ہوا مگر جنت کا مونہ نہیں تھا۔ اُس نے بیٹا بھرنے کے ساتھ جاؤں گا بھیجے اور کہا۔ "ہوشیار رہنا! ممکن ہے پولیس ان کے قاتل میں یہاں تک متوجہ بجائے۔" جنت کی ہدایت سن کر وہ طے لگے۔ پائی لوگ سوچ میں کم ہو گئے اور وہ جلدی کے مہماؤں کے کھانے کا انتظام کرنے لگی۔ تانا کے ساتھ اُنے والی شخصیت کے متعلق جنت نے اندازہ لگایا تھا۔ مگر بچن ڈاکڑ کا کہنے میں کیا؟ وہ ایک دوسرے کو بچانے دتے۔ مگر تاناکسی آٹھ کے بعد یہ انداز متوجہ ثابت ہوا۔ اُن کے ساتھ وہی ڈاکڑ تھا۔ اُن کا احتیال کرنے والوں کی آنکھوں میں حسرت کے ساتھ حیرت بھی کی جو ڈاکڑ کی نظر سے چھپ نہ سکی۔ جنت ان کی بات سمجھا نہ سکا، اس ڈاکڑ کی وجہ سے تانا ڈاکڑ کو ساتھ لائے تھے۔ دیرو کو دیکھ کر دل میں جاگتی ہوئی فطرت کو چھپنے سے پرہیز کرنے کا تانا نے فیصلہ کر لیا تھا لیکن اُن کے چہرے پر کسی قسم کا تاثر بیدار نہیں ہوا۔ وہ دیرو کو دیکھ کر تانا نے نظر نہ ڈالی۔ یہ دیکھ کر جنت کو قہقہہ ہوا کی ڈاکڑ نے اُن کے دل سے فطرت نکال دی ہوگی؟ بچن کی تاثر کے بغیر دونوں کو باری باری دیکھنا تھا۔ وہ تانا کے چہرے پر اُن کی آمد کا بخندہ تلاش کر رہا تھا۔ انہماں نے لوگوں سے بعد کے ملاقات کے بعد کچھ دیر سب خاموش رہے۔ آخر ڈاکڑ نے جوانان کو دیکھا۔ "یہ میرا سریش ہے۔"

جوانان کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ یہ وہی ڈاکڑ ہے جس نے اُس کو علاج کیا تھا۔ اسی نے جنت کو انتظام بھول جانے کا بھی دیا تھا۔ اب وہ تانا کے ساتھ اُس کے آنے کا مطلب سمجھ چکا تھا کہ یہ لوگ جنت کو ہم سے جدا کر کے دیں گے مگر وہ خاموش رہا۔

"ڈاکڑ صاحب! اسریض ابھی تک بستہ میں ہی ہے۔ زرد کچھ دے تاکہ اسے علاج سے اسے ایک کیا جاسکتا ہے؟" جنت نے کہا، پھر ڈاکڑ بھرنے سے بچ گیا۔ "اس جیسے بھرنے نہیں اس کا اس درجہ زہر رہنا تکلیف دہ ہے۔"

جوانان کو بچن ڈاکڑ کی جانب غور سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے دل میں اس شخص کے متعلق کوئی عجیب بات نہیں کی مگر اسے دیکھ کر نہ جانے کیوں اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ ڈاکڑ نے جوانان کو ابھی راج دیکھا، پھر کچھ دیر کے لئے ایسا عرصہ ہوا جیسے اُس کی یاد دیکھنے سے لوگ آئے ہوں۔

ڈاکڑ جوزف نے کہا۔ "مگر اوپر سے بھرنے کے مگر انداز بھی تنگ اسی طرح ہے۔ اسے علاج ضرورت ہے۔ دیر کرنے پر۔" وہ دنگ لگے مگر جنت کی سوالیہ نظروں کو دیکھ کر ہلکا سا مکمل کر دیا۔

کے درمیان میں ہونے کے بعد بے ایمانی کا امکان نہیں۔ کیونکہ وہ خود انگریز ہیں۔ "ڈاکٹر نے مجھانے والے لیج میں کہا۔ "تو ان کا ساتھ دو۔"

"مگر سے کتنے وقت تمہاری ماں اور چچن نے آنسو بھری آنکھوں سے التجا کی ہے کہ اب تم بڑا چھوڑ دو۔" پھر وہیں بولنے لگیں۔ کچھ کرنا بھی ہوئی۔ تاہم کبھی غصے میں آجاتے تھے ڈاکٹر جیسے شخصے دوامی والے شخص کی موجودگی کے باعث ان کی ذہنی صلاحیت نے بہت کام کیا۔ جب بھی جنت، دیوی کی جاب دیکھتا تو اس کی آنکھیں جنت سے التجا کرتیں، ماں جاؤ! ہم بے کی خاطر مان جاؤ۔"

مگر موبے پر نہیں لگ رہی تھیں۔ بنو مان جیسا شخص بھی پھیلنے لگا۔ شاید جنت کے لئے یہ جاب اچھا ہو، مگر وہ کیوں بات بکا ذکر سب کی ذہنیاں بڑا کر دے؟ مگر چچن اب بھی مضبوط تھا اس لئے اس کی مرضی معلوم کیے بغیر جنت ہاں کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بات فہم کرنے کے لئے اس نے کہا۔ "یہ فیصلہ میں اپنے ساتھیوں پر چھوڑنا ہوں۔ آپ لوگوں کو آٹھ دن میں جواب مل جائے۔ مگر دیو کا کیا ہوگا؟"

"ہم نے اس کے متعلق سوچ رکھا ہے۔" تو انہیں بول اٹھے۔ "اس کی سلامتی کی ذمہ داری ہم اپنے۔" جنت نے انہیں اعتراض کرتے ہوئے چھپائی تو ڈاکٹر نے کہا۔

"اسے ہم کسی کے سپرد نہیں کریں گے۔ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ مجھ پر یقین رکھو۔"

پھر جنت نے آخری شرط کے طور پر کہا۔ "اس مصالحت میں میرے علاوہ کوئی پولیس کے ماننے والے حاضر نہیں ہوگا۔ یہ میری شرط ہے۔"

"نہیں۔۔۔ میں تو تمہارے ساتھ رہوں گا۔" بنو مان نے جج کر کہا۔ "میری بھی یہی شرط ہے۔ ورنہ تمہارے یہاں سے باہر جانے میں اپنی زندگی فہم کر لوں گا۔"

ڈاکٹر نے موقع سے فائدہ اٹھایا۔ "جنت! جنو مان کو علاج کی ضرورت ہے جو اسے جیل کے ہسپتال میں میرا آجائے گا اسے پکڑ کر پولیس پر انہیں دلا سکے گی۔"

چچن نے اس کے خلاف کچھ نہیں کہا۔ یہ دیکھ کر جنت کو حیرت ہوئی۔ وہ سمجھا کہ اپنا جج بنو مان جج کی ٹولی کے لئے ہو جہاں جائے گا اور دیو کے بغیر کوئی اسے نہیں سنبھالے گا۔

"مجھے سات دن کی سہولت دو ڈاکٹر صاحب! آج سے ساتویں دن اگر دیو روکے گا میں آپ کے گھر نہ آؤں تو سمجھ لیں کہ مجھے مصالحت منظور نہیں۔"

انتہائی اور ڈاکٹر بغیر کسی فیصلے کے واپس جا رہے تھے۔ وہ کچھ باپس بھی تھے۔ جنت نے تو اسی لئے دل میں فیصلہ کر لیا تھا مگر جب تک اس کے ساتھی فیصلہ نہ دیں اس وقت تک وہ اپنا ارادہ قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"اگر کبھی علاج نہیں ملتا تو اس صورت میں زندگی بھرا سے اسی طرح ہنسنے پڑے رہنا پڑے گا۔" جنت نے وہ بھری مگر بنو مان گرم ہو گیا۔ "میں۔۔۔ میں اپنی زندگی فہم کر لوں گا۔" بنو مان نے کہا۔

"ارے جو ان آئیے کیا کہہ رہے ہو؟" ڈاکٹر نے اسے غصہ کیا۔ "اپنی دوسرے کی زندگی فہم کرنا بیوقوفانہ ہے۔ جہاں نہیں تم کو فہم کرنا ہوتا تو پولیس کی کوئی پہلو میں جس جانتے کے بعد تم زندہ نہ رہتے۔"

تو غصہ سے۔۔۔ وہ سوچ رہے تھے کہ بات کس طرح شروع کریں؟ دیو نے آکر اطلاع دی۔ "کھانا تیار ہے۔" اس نے جلدی کھانے کا انتظام اس لئے کیا تھا تا کہ اگر جنت میں کوئی آجائے تو اس صورت میں کھانا ہوا سب کچھ بکا نہ جائے۔ جنت نے انہیں کہا۔

جنت کے سوال کرنے کا مقصد تو سمجھ گئے۔ دیو کے ہاتھوں کا کھانا سن کر دوسرے سوتے پر وہ اچھل جاتے۔ مگر انہیں کھانے کو لیا رہے تھے۔ وہ نرم دکھائی دینے لگے۔ انہوں نے صرف اتنا کہا۔ "کھانے کے درمیان باتیں ہوں گی۔"

کھانا شروع ہونے کے بعد بہت دیر تک خاموشی رہی۔ پھر بنو مان نے ڈاکٹر کو پکا سامنے کھانے کے بات شروع کرنے کا اشارہ کیا۔ پھر ڈاکٹر زرب مسکرایا۔ "جنت! میں تم سے بنو مان کے علاج کا غلے بھول کر آئے ہوں۔" ڈاکٹر جوزف نے بات کی ابتدا کی۔

جنت سمجھ گیا، پھر بھی بولا۔ "وہ میں آپ کو کھینچنے بیچ جاتا۔ یہاں آنے کی تکلیف کیوں کی؟ سستی رقم ہے؟"

"ڈاکٹر کو دیا۔" مل کی رقم تو میں نے پہلے ہی کھدی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ جلد یا بدیر تم ادائیگی کر دو گے۔"

بنو مان سمجھ گیا، ڈاکٹر کو ان سائل مانگ رہا ہے۔ وہ درمیان میں بولا۔ "آپ صاف کیوں نہیں کہتے کہ میری جان کے بدلے آپ جنت کی آن خریدنے آئے ہیں۔"

"لڑکے! تم ذرا صبر کرو۔ جنت کی آن کے لئے مجھے تم سے زیادہ کھرب ہے۔" بنو مان کی طرف دیکھ کر کہا۔ بنو مان خاموش ہو گیا۔ ایک بار بات شروع کرنے کے بعد نہ صبر کرنے کے عادی نہیں تھے۔ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ "جنت! اب میں کبھی اب مصالحت کرنے کو تیار ہے۔ یہ تمہارا جواب لینے آئے ہیں۔" جنت سوچ رہا تھا، اس دوران بنو مان نے جنت کو دو مقام

باتیں بتائیں کہ پولیس والے گھر کے افراد کو کس طرح پریشان کرتے ہیں؟ وہاں کی کبھی خراب حالت ہے۔ بچپن ہی میں گھر سے مل کھانے لگا۔ وہ رو رو کر آئے۔ جنت نے صرف اتنا کہا۔

"میں ارٹن کلک فہم کرنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔" ارٹن کلک فہم کرنے سے پولیس فہم میں ہو جائے گی۔ بات کا اٹل دیکھ کر ڈاکٹر بولے۔ "ارٹن کلک فہم کرنے سے پولیس فہم میں ہو جائے گی۔"

اس کی جگہ دوسرا آئے گا۔ اس طرح بات فہم نہیں ہوگی جنت! ڈاکٹر کی آواز میں نرمی تھی۔ پھر انہوں نے جنت کو گھر پر رسول سرنجن سے ہونے والی گفتگو آگاہ کیا اور کہا۔ "ان جیسے آدمی

ہوئے کہا۔

”دیرو بھین! آپ بغیر سوچے سمجھے سے جو سوال کر رہی ہیں، اس کا کیا جواب دوں۔ یہی سوچ رہا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ میں نکتہ کو ”دوسرا“ کیوں مانتا ہوں؟ یہ پوچھ کر آپ میرے جواب کا انتظار کر رہی ہیں۔ میں نے غلط تو نہیں کہا؟“ بچپن میں کسی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

۴۔ ”ویر و نے آہ بھر کر کہا۔

چین جسکی ایسی ہی سائنس تھی۔ مجھے لگا۔ ”مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ قدرت کو کبھی منکروں سے۔ جن کو میں اپنا بھتیجا سمجھتا ہوں وہ بہت جلد جدا ہو جائے ہیں۔ یہ کہنے ہوئے بچپن سے خنڈی سانس لی۔ ویرداس کی آوازی سے بہت سناڑ ہوئی۔ ”آج اوروں کی میری زندگی تھی۔ آج اوروں کو کوئی پکا، اب بھگت سی.....“ چین کا کلا کرانہ ہو گیا اور اس نے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

”جین بھائی! میں تمہارا دم گھسوں کر رہی ہوں کیونکہ میں بھی اسی سلسلہ ہوں۔“ وہ بڑے ہمت کر کے کہا۔ ”محبت سے جدا ہو کر کیا مجھے دو گھنٹیں ہوگا؟“ یہ بھی جاننے والے۔ ”کے پیہ میں بھر ہونا سے مل سکوں گی بھی یا نہیں مگر میں صرف اپنا خیال نہیں کرتی۔ مجھے چندوں کو اور محبت کی ماں کا خیال ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے کوئے کا ہمیں دم دکھ ہوگا۔“ پھر دھجے لہجے میں خود کافی کے انعام میں بولی۔ ”ہم جیسوں کی تقدیر میں ملنے سے پہلے جدا ہونا کبھی ہے۔“ پھر وہ دونوں خاموش ہو

درو نے ہومان کو سمجھانے کی بھی کوشش کی۔ ”آپ اُن کے ساتھ پولیس میں جانے کی ضد کیوں کر رہے ہیں ہومان بھائی؟ آپ کی اس ضد سے شاید وہ اپنا ارادہ بدل دیں۔“ درو تے ہومان سے کہا۔

”ویرو بہن! میں جانتا ہوں کہ تم میرا فیصلہ بدلنے کے لئے دوسرے طریقے سے کوشش کرو گی ہو مگر جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اس میں تبدیلی ناممکن ہے۔“ ہنومان کسی قدر خشکی سے بولا۔ ”میری اور جگت کی دوستی زندگی بھر کی ہے۔ تم لوگ ہمیں جدا نہیں کر سکتے۔“

”مگر پولیس والے آپ کو ساتھ نہیں رہنے دیں گے۔ آپ سے ہسپتال میں چل کی زندگی نہیں گزار دی جائے گی۔“ ذہرہ کھاتی ہوئی بولی۔

”تم اسے زندہ کیوں رہا ہو؟ وہ تو ایک لاش کی طرح ہستہ ہر چہ انور ملو اچھا جسم ہے۔“

ہیری کی کوئی بات نہ تھی۔ اس نے جنت کے تمام چراغ اپنے سر لیلیا جاتا ہوں۔ اپنا بیج جسم اس کے ارد گرد کھینچ آئے گا۔ اس لاش کو پولیس چاہے ہر جہاں سے اچھا ہے۔ اگر تم لوگوں نے مجھے ہٹانے کے ساتھ چاہئے۔ روکا تو اس صورت میں ہر خوشی کروں گا۔ یہ میرا اہل فیصلہ ہے۔“

چونکہ ان کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ بارہا ان کی پٹیوں سے انور دیکھنے کی کوشش کرنے کی کمر آنسو پٹیوں کی وجہ سے روک دیا۔ پتھر اور جنت کے بندھن کی کوشش سے نہیں ہونے وہ خود بھی جاتی تھی۔ جیسے پولیس ہر جہاں ہیری اور گھروں ڈاکو کہتے ہیں ان لوگوں کے دل میں تھی نہ ہی؟

جنت نے جیسے دن کی نصف رات کو تمام سامنے تھے۔ اپر فوٹالی بارش ہو رہی تھی مگر اندر سب کے دلوں میں آگ بجھ کر رہی تھی۔ ہنومان کے ہستہ کے ارد گرد سب لوگ گول دائرے میں بیٹھ

بچن بہت زیادہ ابھرن میں تھا۔ فیصلہ کرنے کے لئے اُس کا وہن گھڑی کے چندولم کی طرف  
 ڈول رہا تھا۔ جگت نے آخری فیصلہ اُس پر چھوڑا تھا اس وجہ سے اس فیصلے کی ذمہ داری کے سلسلے میں  
 وہ اپنے سر پر بہت زیادہ بوجھ محسوس کرنے لگا۔ جگت کی دہی ہوئی سات دن کی سہلت میں سے تین  
 دن گزر چکے تھے۔ اُس نے جگت سے بات نہیں کی۔ اُسے اچھلا یاد آئے تھی۔ مگر زندگی میں اُس کا  
 ساتھ مل جانا تو آج وہ ڈاکو کی زندگی نہ کر رہا تھا۔ اچھلا کے ساتھ یہ امن اور کبھی زندگی گزارنے کے  
 علاوہ اُسے کوئی تفریق نہیں تھی۔ کسی سے اُسے دشمنی نہیں کی۔ مگر اچھلا نہ رہی۔ وہ کسی اور کی ہو گئی اس لئے  
 جتن غلط راستے پر چل نکلا۔ جگت کی روتی تھی اُسے اطمینان نصیب ہوا۔ رات دن کی دودھ و سوچ اور  
 خلیوں سے کھیلنے میں اُسے مزہ آتا تھا۔ وہ اس طرح دل کے گھر کو بھلا رہا تھا۔ بچنے اچھا لڑکے کے شوہر  
 سے بچنے لینے کی امید تھی۔ وہ بھی غم ہو گئی۔ شاید اب وہ زندگی میں بھی اچھلا کو نہ پا سکے گا۔ مگر اب  
 جگت بھی اُسے چھوڑ جانا چاہتا تھا۔ وہ اپنی ماں اور بیوی کے پاس واپس لوٹنا چاہتا تھا۔ پھر وہ اکیلا ہو  
 جائے گا۔ وہ جگت کے بغیر اپنے ساتھی ہونے کے باوجود اچھلا ہو جائے گا۔ مگر جگت کو کیوں لوٹنا  
 چاہئے؟ اُس کے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے تو وہ خود فوج سے فراہم ہوتے تھے۔ پولیس سے دشمنی  
 مول لی تھی۔ اسی کے لئے تو سب کچھ ہوا تھا۔ اور اب وہی ہٹ جانا چاہتا ہے۔ مگر ایسا کیوں؟ نہیں،  
 جگت پر بدلہ لینے کے لئے وہ والا ہے۔ وہ اگر نہیں کہہ دے گا تو اس صورت میں جگت کو پھر سوچے بغیر اُس کا  
 فیصلہ نکل کرے گا۔ اُسے اس بات پر یقین تھا۔ بچن بہت زیادہ ابھرن میں کھر گیا تھا۔ اس  
 دوران وہ بروہی دو ایک بار چین کے پاس آئی تھی۔ ایک مرتبہ وہ بروہی "بچن بھائی آپ نے کیا فیصلہ  
 کیا ہے؟"

بچن نے جواب دیا۔ ”مجھے کیا فیصلہ کرنا ہے؟ میں باقی ہوں اور باقی رہوں گا۔ مگر کسی دوسرے کی مارا نہیں کروں گا۔“

”مگر تم کو آپ دوسرے کیوں سمجھتے ہیں؟“ بچن نے دیر کو تیز نظروں سے دیکھا، دیو کی آنکھوں میں اسے دیکھتا رہا۔ اچلا سے دیو نے بچن کے حلقہ معلوم کر لیا تھا کہ اچلا سے کتنا باقی تھی۔ پھر بھی وہ اس کے اپنے مجبور دے کی شہر اور اپنے بچوں کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھی۔ لوگوں کے غلط فیصلے دوسروں کی زندگی کی بے رحمی کو نشان میں پھیلا دیتے ہیں۔ وہ جیسا کہ بچن کو اچلا سے کتنا پیار ہے اور اس نے بھی دوسری صورت کا خیال تب تک نہیں کیا۔ اور جو کبھی اس کی بھی بے رحمی کے اس کی یاد دہانی کے گزرنے کی خند کر رہا ہے۔ ابھی اس کی زندگی ہے۔

”کیا سوچ رہے ہو بچن بھائی! خاموشی کیوں ہو گئی؟“ دیو نے اسے خیالات سے باہر نکالنے

گئے۔ ایک کو نے میں غلط فہم کرنے کے لئے جلائے گئے اداؤں میں دیر لگایاں ڈال رہی تھی جس سے شعلہ بلند ہو رہے تھے۔ اس اداؤں کی سرخ چلی روشنی پر نظر ہٹا کر جگت گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ بہت دیر خاموشی کے بعد بولا۔ "میں اب لوگوں کا فیصلہ سننا چاہتا ہوں ساقیو!"

مگر سب خاموش رہے۔ کچھ نے سر جھکا لیا اور کچھ لوگ جگت کا چروہ دیکھنے لگے۔ بچن ملحق صاف کرنے کے لئے نکلا۔ اس وقت سب کی نظر میں اس کی جانب مگھم گئیں۔ جگت کے کان چن کی بات سننے کے لئے تیز ہو گئے۔ وہ یہ بھی قریب آگئی مگر بچن خاموش تھا۔

"تم لوگوں نے کیا فیصلہ کیا بچن؟" جگت نے پھر پوچھا۔

"ہم نے فیصلہ کیا ہے۔۔۔ بچن اتنا کہہ کر رک گیا۔ اس نے تمام ساقیوں کی جانب دیکھا پھر مزید کہا۔ "جگت! ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تیرا فیصلہ ہم منظور کر لیں گے۔"

"کیا مطلب؟" جگت کی آنکھوں میں چمک آگئی۔ "میرا فیصلہ کیا ہے یہ میں خود نہیں جانتا میں نے تو سب کچھ تم لوگوں پر چھوڑا ہے۔"

فورا ہی ہنومان بولا۔ "اور ان سب نے تم پر فیصلہ چھوڑ دیا۔" سب لوگ سر ہلانے لگے۔

"مگر ہمارا اصول ہے کہ ایسے فیصلے مل کر کر رہیں گے۔" جگت نے جلدی سے کہا۔ "تم لوگ بغیر جھگے جو تیرے جھگے ہو کر دوا دی فیصلہ میرا فیصلہ ہو گا۔"

"مگر جب ہم کوئی فیصلہ نہ کر سکیں تو اس صورت میں سردار کی حیثیت سے فیصلہ کرنے کی تمہاری ذمہ داری ہے۔" بچن نے صاف کہہ دیے۔

"سردار۔۔۔" جگت نے آدھری۔ "میں سردار اور نہیں رہا۔ جب میں نے معافیت کی بات پر سوچنا قبول کیا، اس وقت میری سرداری ختم ہو گئی۔" جگت نے دیکھے کر مضبوط کہے میں کہا۔ "اس وقت سے بچن نے لوگوں کا سردار ہے اور تم لوگوں کی جانب سے اس کا فیصلہ ناخوشہ پرخش ہے۔ سب لوگ بچن کو دیکھنے لگے۔ اس کے چہرے کے حاضرات بدل رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھرنے لگی۔

"جگت! ابھر ہم سب تمہیں جتنے چہروں سے دوا کر کریں گے۔ مگر ہمارا ایک مطالبہ ہے۔" بچن نے فیصلہ سنا دیا۔

"جگت چمک گیا۔" مطالبہ۔۔۔؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں۔۔۔ تمہارے جانے کے بعد میری بیوی لیچا ڈاکو کی ٹولی کے نام سے پہچانی جائے گی۔"

"جگت کا دل اچھل کر قلع میں اٹک گیا۔ وہ کچھ کہا جاتا تھا مگر دل بھرا آیا۔ الفاظ ٹوک گئے۔ پھر بچن نے کہا۔ "تم ہم سے جدا ہو جاؤ، اس کی پروا نہیں۔ مگر تمہارا نام اپنے سے جدا نہیں ہونے دین گے۔" بچن کی آواز میں سختی تھی۔

"تم لوگوں کی بات سمجھتا ہوں بچن! تم اسے مطالبہ کہہ رہے ہو؟ مگر یہی ہو سکتا ہے کہ میں جہاں جا رہا ہوں وہاں سے مجھے لوٹ کر تم لوگوں کے پاس آنا پڑے۔ تم مجھ کے ہم لوگ میرے نام کو جدا نہ کرنا۔ میں اسے اوروں میں، بلکہ تم لوگوں کی جگت پر فخر محسوس کروں گا۔" جگت نے ساقیوں سے کہا۔ بھران کے درمیان سناٹا چھا گیا۔ یہ فیصلہ کن کر دیر کا دل دور سے دھڑکنے لگا۔ بچن کی جانب

اُس نے احسان منظر ندوں سے دیکھا۔ جواب میں بچن کے ہاتھوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ہنومان نے دیکھا تو وہ کچھ گھبرا کر دیر سے بچن کو سنا لیا ہے۔ ہنومان بہت دیر سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ آخر اس نے خاموشی توڑی۔

"تم لوگ میری ہی سہلی ہو گئے ہو شاید۔ مجھ سے تو کوئی پوچھتا نہیں۔"

"جگت! اس کی بات سن کر خنس دیا۔" ہنومان! تم کہاں کی سنے ہو کوئی تم سے کچھ پوچھے؟"

"اس کا مطلب ہے میں تم لوگوں پر بوجھ ہوں۔" ہنومان نے ناراضگی سے کہا۔

"تم سمجھو ہنومان۔ پولیس تم پر ظلم کرے گی، یہ خیال میرے لئے بوجھ ہے۔" جگت نے سخت لہجے میں کہا۔

"مجھے ساتھ نہ لے جانے کا بہانہ مت بناؤ جگت! ہنومان جوش سے چیخ اٹھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگا۔

"جگت نے اس کا ہاتھ قلم لیا۔" دوست ہنومان! میں تجھے ساتھ لے جانے کو تیار ہوں، اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ تیرا اچھا علاج ہو۔ پھر فضا کی کشیدگی کو دور کرنے کی غرض سے میں کر بولا۔ "تم اچھے ہو جاؤ اور ہم جیل سے چھوٹیں اس کے بعد مجھے تمہارے لئے دھن میں تو تلاش کرنی ہے۔"

"اور اگر تم لوگ کے دو تہا رہا رہا بات میں ہماری پوری ٹولی شریک ہوگی۔" بچن نے غصائی کیا۔

"اور تمہارے بچے کا نام چھوٹکی کی حیثیت سے میں رکھوں گی۔ سمجھے؟" دیر دہاں کر بولی۔

ہنومان نے رافت میں کر دیر کی چمکی بھری۔ الفاظ وہ سب خوش نظر آ رہے تھے مگر اندر سے وہ سب جدائی کے خیال سے ترپ رہے تھے۔ صرف تین آدمی ٹولی سے کم ہوئے تھے۔ جگت، دیر اور دوا ہنومان۔۔۔!



ساتویں دن کی شام کو جگت دیر کو چھوڑنے کے لئے جا رہا تھا اس وقت ہنومان نے کہا۔ "تم کل دو ہفتہ تک وہاں قیام تو لے آؤ گے نا جگت؟"

"کیوں، میری ایک دن کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تم سے؟ یا پھر اس وقت میں کچھ کرنا شاید میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔" جگت نے مسکرا کر کہا۔

"یہ بات نہیں جگت! بلکہ جانے سے پیشتر ہم سب ساتھ بیٹھے رات کو بیٹھ گئے۔ نہ جانے پھر کب چیتے کو لے آؤ گی؟" اس کے کپڑے کا ٹیڑھ لٹل میں دبا کر دیر آگئی۔

"بچن بھائی! ہنومان بھائی! میں جاری ہوں۔ اگر زندگی میں بھی ملاقات ہو تو مجھے پہچان ضرور جانا۔" بچن نے ہنومان کو ہر طرح سے دیکھا۔ سب لوگوں کی آنکھیں جھپک گئیں۔

"تم پہچان کی بات کرتی ہو؟" ہنومان نے معنوی غصے سے کہا۔ "تم نے جس طرح میری خدمت کی ہے، اسی طرح میری ماں کے علاوہ کوئی نہ کرتا۔" ہنومان کی آواز بھر پوری تھی۔

ہول کی دھن میں آدھری باد سے دیر ہول کی۔

"مگر بچن خاموش تھا۔" کیوں بچن بھائی! آپ بھی مجھ سے خفا ہیں؟ میں نے آپ کو جگت سے جدا



”میری! مجھے غیبت نہیں آئے گی۔ شاید وہ دروازہ کھٹکھٹاے اور ہم بیٹا در سے ہوں، اس صورت سے دھوکا دیا جائے گا۔“ ڈاکٹر نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

”تم یہ سمجھتے ہو کہ میں سو رہی ہوں؟ میرے دل میں بھی گھبراہٹ ہو رہی ہے۔“ میری نے رضائی اٹھانے سے روک دیا۔

”اس کی آہٹ سننے کے لئے کان کا کچھ نہیں ہوں۔“

”مگر آج ساتواں روز ہے۔ لیکن یہ وہ دن آئے۔ کیا وہ جوان اپنی سازش کی غلطی کوٹ باز رہی میں



”ہاں بھئی، یہی پکاؤ آج۔“ ڈاکٹر نے ہنس کر کہا۔

چندن سرت سے بے کاہو نور کفر یا بخت لگائی ہوئی ڈاکٹر کے قدموں میں جا کر بیٹھی۔  
 ہوئی چندن کے سر پر ہڑ سے ڈاکٹر نے ٹپکیا جا ہوا تاکہ کمر بھراوے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ڈاکٹر  
 یا" ہر کچھ سوچ کر چندن سے بولے۔ "بیٹی! میں نے عادت کے مطابق انگریزی میں ڈعا دے  
 دی۔ تم کیا کہیں؟"

چندن نے نظر اوپر اٹھا کر جیت بھرے لہجے میں کہا۔ "ڈاکٹر بایو! آپ کی زبان نہیں سمجھ سکی مگر  
 آپ کے لہجے میں جو یادیں کھپکے ہیں اس نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا ہے۔"

چندن کی کمر باندھ دیکھ کر ڈاکٹر نے بے زحمت لہجے میں کہا۔ "کتنی شہداد ہے میری بیٹی۔ بھگوان  
 اب تمہیں زیادہ دین میں سانس دے گا۔"

جدائی کی تسکین کھڑی آگئی..... جنت اور بچن ایک دوسرے کو دیر تک ہاتھوں میں لئے کھڑے رہے۔ "نئی زندگی مبارک ہو دوست ا" بچن کی آواز میں درد جھلک رہا تھا۔ "پھر کون جانے کب بلاتا ہو؟"

اُس کا دل ہلکا کرنے کے لئے جنت کو مذاق سوچا۔ "اُوکو بچن سنگھ جب میرے گھر ڈاکو ڈالے آئے کا تو اُسے میرے ہاں سے کوئی مال ہاتھ نہیں لگے گا۔" جنت نے فقیہ کا کر کہا مگر اُس کی آنکھوں کے کونے جھجک گئے۔

”مگر خیر یہ کیوں ہوں؟“ یحییٰ نے عیروں کو سچے دلاوا چمراؤا کر کہا۔ ”تمہارے جیسے کا مال ہم نے انک کر لیا ہے۔ مگر ان کو کہیں ہزار کا ہوگا۔ تمہارے جیسے اسے باپ اور دادا کا کڑا زینداہی کی قیمتیں ہوگا۔“ سجت خاموش رہا۔ وہ یحییٰ کو سب نفروں سے دیکھنے لگا۔ یحییٰ کو جوت کے اس طرح دیکھنے پر تعجب ہوا۔ ”تمہارے یہاں سے جانے کے بعد ہم یہ مال تمہارے کھر بیچنا دیا ہے۔ یحییٰ

”اس کی ضرورت نہیں دوست؟“ جگت نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”یہ تم سب لوگ آپس میں تقسیم کر لیتاؤ۔ اُوکری ایسا جوا ہے جس میں سب کچھ جیت کر بھی جیت کا مال ڈنڈہ درہو کر نہیں لے جاتا۔“

یعنی۔۔۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”میں اسی لئے خالی ہاتھ جا رہا ہوں کہ جب رائل چھوڑ دی تو رائل کی تالی کے بل پر لونی ہوئی دولت کس طرح ساتھ لے جاسکتا ہوں؟“ چنگا کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ ”پھر خالی ہاتھ نہیں جا رہا ہوں۔ تم لوگوں کی دوستی کے یہ تار دولت میرے ساتھ ہے۔“

کالی جھٹ کے بارو جو جھٹ نے نال لینے سے انکار کر دیا۔ ہنومان نے بھی جھٹ کا ساتھ دیا۔  
 ”میرے ابا کو کوئی کھانے والا نہیں دے رہا تو دینے والے ہمارے سب کو کھاتا ہو میرے لئے۔“ سب  
 لوگ کچھ دیر خاموش رہے۔ صرف آکھیں بول رہی تھیں۔  
 ”وہ بڑا حاکم کیا ہے؟“ ٹیکس ساسھی نے آخر خبر دی۔

یو لے۔ ”بھو بیٹی! ایند اچٹ گئی اس کا السوس نہیں.....“ پھر سرد آہ بھرتے ہوئے یو لے۔ ”وندگی سے ڈر محسوس ہونے لگا ہے۔ تجھ نے میری عزت داؤ پر لگا دی ہے۔“

چندوں کے ہاتھوں کے مجھے جنت کے حصول اگر کوئی غلط ثابت کرتا تو اس وقت وہ سناٹے میں ڈوب جاتی۔ پھر مجھ کے افراد اگر ایسا باقی کرتے تو اُسے اور خیال ہوتا۔ وہ سنی بھی کتاب کی بھلائی کی خاطر یہ دکھ نہیں رہے ہیں۔ سنی وہی کہتا ہے کہ وہ بار بار پڑھتا ہے ہوسکتے۔۔۔" اُس نے ہاتھوں سے اُسے بناوٹی کی جانب دھکیلا ہے۔ اب یہ خیال میری زندگی میں تو گڑس نہا ہے۔ مگر اس کی فرادوس کی جان کروں گی

چند نئے کے ہوئے ہاتھوں پر نانا کا دھیان گیا۔ "بھئی! یہاں چلے میں یہ زبان اٹھی سیدھی بات بک جاتی ہے تم دل میلا نہ کرنا۔" نانا اُس کی بات سمجھے تھے، یہ جان کر چند دن کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ اُن کے بن جانے کے بعد خالی نوکر کی اٹھا کر دو اور نرسی لگائی۔ ہاتھ دھو کر نانا کے لئے کھانا لائی۔ کھانا چار پانچ پر رکھ کر چلے گئے۔ نانا کی اتھوڑا بہت کھائیں۔ جب تک نفیس نہیں برائی لکھی تھی، ہر روایت کرتی رہے۔ اُن پر والا بھی ضرور دم کی نظر کر کے کہے کہ "نانا چند دن کی بات ہے، میرا جوتہ ہے بے گئی۔"

”یہ دیکھنے کے لئے میں ذمہ نہیں رہوں گا۔“ اسی لمحے پر جا کے بعد برآمدے میں نوحی ماں جی نے تانا کے الفاظ سن لئے۔ نزدیک آ کر بولیں۔

”کیوں باپ!.....! صبح کے وقت موت کو یاد کر رہے ہیں؟ بھر کے وقت کتے روئے تھے کہیں یہی

وہ تو کہیں؟“

”جی! بہت خوشی ہے۔ آئے مگر میری جگت کے شائے پر سوا ہر کر جانے کی خواہش اور صوری رہ جانے کی، ابھی انہوں نے اپنے الفاظ پورے نہیں کئے تھے کہ صدر دو دانے کی ٹھکڑی کی ملاٹے کرچین ڈاکٹر کھڑے ہوئے تھے، پیسے کوئی خریدا گیا ہو گا نا جبکہ کرکمرے ہو گئے نہ آن کی دیکھا، میں ڈاکٹر کا محرم رہا، وہ اس کی مراد کے بغیر دو دانے کی حاف دوڑے۔“

”آجیے آجیے.....“ تاکہ بڑے جیسے آواز اس کی چند لمبے پندرہ خانے سے دوڑتی ہوئی باہر آئی۔  
پلے ڈاکٹر، پھر ماں جی کی جانب اُس کی نظر کی۔ ساس بہو ایک دوسرے کو اس انتظار میں دیکھ رہی  
تھیں جیسے ایک دوسرے سے لپٹ جائیں گی۔ مگر اس مسرت کا اظہار کرنے سے پہلے انہیں ڈاکٹر کی  
بات سننی کی۔

”کیسی ہو یا کور؟..... چندن کور!..... تم سب لوگ ٹھیک ٹھاک تو ہو؟“ ڈاکٹر نے چار پائی پر بیٹھے ہوئے پوچھا۔  
”ڈاکٹر صاحب! آپ کے قدم اس گھر میں آتے ہی ہم ٹھیک ہو گئے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا خیر

لئے ہیں؟" "ہاں جی، آواز میں کافی بے چینی جھلک رہی تھی۔  
 ڈاکٹر خواجہ سو رہے، وہ شاید کچھ سوچ رہے تھے۔ تیوں خوفزدہ ہو گئے۔  
 "تم شادی دیکھ رہیں کیا کیا ہو تیں چہلن؟" بھتی میں اس کھانے کا نام بھول گیا ہوں۔"  
 "شیر حلوہ....." چہلن جلدی سے بولی۔

”فہم آسمان ایک کرنے والی پولیس مجھے نہیں جانتی؟“ وہ دہرایا۔ جگت نے راستے پر کھڑے  
 لڑکے کی جانب دیکھا۔ شاید اس کی بچپنی جس اُسے لوٹنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ ”جی ہاں، وہ یہیں  
 ہوئی۔ لوٹ جا!“ مجھے کوئی اُس کے اندر سے کبہرا تھا۔ اُس وقت سنتری نے اُس سے پوچھا۔  
 ”کیوں؟“ کسی کوئی کوجہ سے میں لایا ہے؟“ جگت کو اُس کی گفتگو کا تھوڑا گڑبڑ رہا۔ دانت  
 چڑھ کر وہ حسرتی لگا۔

”تیرے صاحبِ اندر ہیں؟“ جلت نے پوچھا۔ سنتری کو بات کرنے کا انداز کھلک گیا۔  
 ”اس طرح گفتگو کر رہا ہے مجھ سے؟ کون ہے تو؟“ سنتری نے ہنر کر کہا۔ جلت چند لمحے  
 اسے گھورتا رہا، پھر اس کی زبان سے قابو ہو گئی۔

”محبت کچھ“ بخت نے اپنا نام بتایا مگر وہ بھری نہیں سمجھا تو اس نے کہا۔ ”یگذاذ کو۔۔۔!“  
 ”ہیں۔۔۔؟“ بھیرہ نے اسے گھبرا کر کہا اور اس کے ہاتھ سے راسفل چھوٹ گئی۔ بخت زور سے  
 جیوں دیا۔ شرمندہ سنتری سے راسفل اٹھائی، بھیرہ چہرے پر کھینچی لا کر کہا۔ ”پولیس تھانے میں مذاق نہیں  
 ہے۔“ BKH: ”تھانہ مارچو، یگذاذ! دیکھو یہاں نہیں ہے۔“ بھیرہ ہستہ سے لڑا۔ ”مگر اس وقت صاحب سے ملنا  
 ہے تو چوٹی دینی ہے۔“

حکمت نے جینٹ کی جیب میں دایاں ہاتھ ڈالا۔ سنتری کی لاپرواہی نظر میں چپکے لپکے۔ گردو شاہی سے نہیں جانتا تھا کہ گمنام باز نے کی خواہش وہاں سے کئے اس نے جینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا تھا۔ ہانکی لپاس میں سامنے کمرے سے چور جیسے سنتری سے اسے نفرت ہوگئی اور اسے گولی مارکر واپس جانے کو بھیجا۔

”فستری..... کون ہے؟“ اسے کیا کام ہے؟“ سوہیادار کو جبکہ کسٹمرز ایٹشن ہو گیا۔ سوہیادار کے کرب سے بچ گیا۔ سوہیادار اس کے چہرے کو گوارے دیکر رہا تھا جسے یقین کر رہا ہو کہ یہ اسی ہے، مسئلہ ہے کہ اسے رازدشتیہ جڑے والے سوہیادار کے چہرے کی جانب دیکھا ہو اس کا نتیجہ یہ کہ وہ اس کی پستی پر غصے سے کھڑا ہو کر سوہیادار کے سر پر ہاتھ مار رہا ہے۔ لیکن اس نے اس علاقے کی جانچ کر جیوں کو کیا دیکھی تھی کہ وہ کسی جگہ حاضر ہو سکتا ہے۔ لہذا سوہیادار.....

”تمہارے ساتھ رہنے سے میں کون آیا ہے؟“ سوہوہر کی آواز نے محنت کو چکڑا دیا۔  
 ”پہلے یہ بتائیں کہ نانا میں کون سا سرجن ہیں؟“ محنت کے سوال کی بے چینی  
 سے سوہوہر راجہ گی۔ اور تن گدگی کی جاہت محنت کو کچھ بچے چوٹی پر آگے، اس کے نانا اور  
 سرجن صاحبہ کی دہان آئیں گے۔ سوہوہر اور کوئین ہو گیا کہ کچھ ایسی جگہ حاضر ہو گا۔ مردہ بے سوچ رہا  
 کہ کیا کسی شخص کی جگہ ہے؟ جہاں تن گدگی اور چہ نظر آ رہا ہے۔ شاید کچھ کا سامی ہو گا۔ کچھ رہنے سے  
 نہیں بھاگے ہو گا۔ بے چہری جالائی اور مٹائی سے کام لیتا تھا۔

”وہ لوگ آجائیں گے۔ اگر آپ اُن سے ملنے آئے ہیں تو اندر بیٹھیں۔“ صوبیدار نے اچھے مزاج سے بات کی۔

جنت صوبدار کے حقب میں چلتا آفس میں داخل ہو گیا۔ دو تین کمروں کے بعد دو ایک چھوٹی لٹری میں داخل ہوئے۔ صوبدار کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس نے میز کے مخالف سمت تجھے ہوئے ریچر

جگت اور بچن ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ "ہو ماں کو ریڑھے میں لٹا دو۔ بچن اتم میری لائی  
اور رائل موقع ملنے پر گھر پہنچا دینا۔" جگت نے کہا۔

"بہتر.....! " بچپن نے کہا۔ اُس نے آگے بڑھ کر ہومان کے زخماں چوم لئے۔ ہومان دل کو قابو میں رکھنا چاہتا تھا اس لئے بار بار ہونٹ چبا رہا تھا۔ دو آدمیوں نے اُسے اٹھا کر ریڑھے میں بچھائے ہوئے بہتر پر لٹا دیا۔

”دو میل کے بعد اس ریڑھے کو چلانے والا کھڑا ہو گا۔ وہاں تک ہمارا ساتھی ریڑھے کے ساتھ جائے گا۔“ ایک ساتھی نے بتایا۔

”بھر بھی بچن! تم یہ جگہ بدل دینا۔ ممکن ہے اس کی اطلاع پولیس کو مل جائے۔“ حجت نے ہدایت دی۔

”تم ہماری فکر نہ کرو۔۔۔۔۔ خود کو سنبھالو! تم نے میرا کہنا نہیں مانا۔ دو آدمی پولیس چوکی تک پہنچے۔  
کاتھاب کرس گئے۔ بغیر اسلحہ کے جانا ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔“ بھجن کے لیے میرا ہنگام تھا۔ محنت

”میں نے اس کو کئی ضرورت فہم اور ضرورت پڑنے پر پولیس سے بخیر حالہ کا انجانہ سنا۔“

میں پورا زور ہے۔ "مگر بچن کے قریب جا کر کان لگا کر سناؤ گی۔" "دیر دکان میں کھانا کھانا ہوگا۔"

جگت نے کہا، بچہ نے سر ہلایا۔

[illegible]

منزل برآ کر در جاکہ ایستادہ گشتہ آنوقت آنسال کے درمیان سوار رج ہوئی، آسودہ گشتہ

چنگ رہا تھا۔ جلت وڑے سے باہر کو دیا۔ سامنے کوادرثا مکان پر بورڈ لگا ہوا تھا "خان ڈوگر پولیس اسٹیشن"۔

”ہو ماں! میں اندر جا رہا ہوں۔ وہ لوگ تجھے آکر لے جائیں گے۔ مانا اور سول سرجن صاحب

ایک خطرناک ڈاکو اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کرنے جا رہا تھا۔ محنت نے پولیس چوکی کی

جانبِ کدوم بوجائے۔ اس وقت اس نے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ دل کو مضبوط کر کے وہ اسے بوجھا، پھر داخلی دروازے کے قریب آ کر کڑک گیا۔ اس کی نظر درخت کی چھاؤں میں کھڑے سنتری

پریمی۔ مردہ اس طرح لاشعلی سے کھڑا تھا جیسے آنے والے سے ناواقف ہو۔ دھڑکنے والے کو گلا  
میں کر کے جگت آگے بڑھا۔ سنتری اب بھی اسی طرح کھڑا رہا۔ جگت کو تعجب ہوا۔ ”میری تلاش میں

جگت کا ذہن صاف ہو گیا۔ اُسے بٹھایا گیا تو اُسے پتہ چلا اُس کے سامنے بڑا آفسر کھڑا تھا۔

”جگا! تمہارا استقبال کرنے میں کچھ جلدی ہوگئی۔ زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟“ اس نے مسکرا پوچھا۔ دو پولیس والوں نے سہارے کو اسے کھڑا کیا۔

”تم کون ہو؟“ جگت نے پوچھا۔

”میں مسٹر بھلوج تھانے کا انچارج کھنہ ہوں۔“ وہ مونچھ پر تاد دیتا ہوا بولا۔

”پہلے اس بات کو نوٹ کیا جائے کہ میں اپنے ساتھی کے ساتھ پیش ہوا ہوں۔ پھر آپ میرے

اور مرجن صاحب کو بلائیں! ان کے بغیر میں کوئی بات نہیں کر دوں گا۔“

کہنہ کی اسی کوچ لگی۔ اس کی اسی میں عجب سا تاثر تھا۔ "بہت جلدی ہے سمجھیں۔ سب

آہستہ سے ہو جائے گا۔ پہلے تمہارا استقبال کریں اور خان ڈوکر کے صوبیدار کی صفائی کا سد باب

میں، پھر صوبہ ہو جائے گا۔"

جلت نواب خیال آیا کہ اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے ہیں۔ اس نے کہنے کی جائے

وہاں۔ مجھے یوں لگتا تھا جیسے اس نے پوچھا۔  
 "تم صدمہ کا گتہ لے کر آئے ہو؟" "جی۔" کہ سمجھ کر کہہ دیا۔

یہ موضوع پیدار کی لٹائی ہے۔ "جہلت کی جگہ میں چمکے ہیں آیا۔ غنہ لے سم دیا۔" اسے پیچھے۔

جاؤ! میں اراہا ہوں۔ جنت صوبیدار کو کھورنا ہوا کرے سے تھی لیا۔

وہاں سن پتہ اس دے اور موجود ہے۔ سائے میز نظر آ رہی تھی۔ اس میز پر اسے بٹھا دیا گیا۔

”منہ روٹو، ادا بھلا کر مٹ جائیگا“ کہہ کر ادا نے زخمی لہجہ میں کہا۔

دکا کو غصہ آ گیا۔ "میں نے تمہیں سب سے پہلے خبر دی کہ وہاں ایک ایسا مکان ہے جس کا نام ہے۔"

میرا کہا۔ مگر جواب میں اُن کے سسر پر نکاح خاندان سے ہو چکا۔ گویا فریادِ رشتہ اور پہلوئے روزِ آرمی

جنت کو پہنچنے کے لئے کہا۔

”تمہارے ساتھ ریڑھے میں جو بھی ہیں، انذر بلا لُو!“ صوبیدار نے کہا۔

جگت مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ صوبیدار اب بھی اُجھن میں ہے۔ "ریڑھے میں میرا پانچ ساکھی

ہے۔ دو آدمی بیچ کر اے انہما کر لانا پڑے گا۔“

صوبیدار ایک جھپٹے سے کھڑا ہو گیا۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ سامنے بیٹھا ہوا شخص جگ ہے۔ اور

رہنے میں اُس کا سامھی بنو مانا ہے۔

”میں ابھی آدمی بیچ کر اسے اندر بلانے کا انتظام کرتا ہوں۔“ صوبیدار نے کہا۔ اس کے

چہرے پر جوں بھلک رہا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی چمک سی۔ اس وقت تھانے میں چار پولیس والے

نظر آ رہے تھے۔ شاید دوسرے کھانے کے لئے گئے ہوں گے۔ جلتے سوچا۔ صوبہ دار جب واپس

نوٹا اس کے قدموں میں بیزی کی۔ چچا اسی کو بار دروہا اس پانی منگوایا۔ جلتے پانی پیچھے سے آگاہ

مرد دیا۔ سو ہیڈ اوردونوں تھلاں بی کیا۔ سچے میں اس کے ہونٹوں کے کناروں سے پانی بہہ رہا سی

یہ بیچارہ مرنے پر راضی ہے ایک کامیابی کا۔ جس کا دل ہوا۔ سو بیدار ہے۔ کان کے قریب منہ ہے چار اس کے

سکھو بیچارے پیرے کارکن بدشایا، پھر چلے آؤ گے تو ہا ہرنا دیا۔ دو ہندوؤں انداز  
میں جھگڑا کیا۔

”تیار کن سنگم اور سر جو، صاحب مسطہ بھلا، چوبلیں، تھوڑا زرہ چوہا، لکڑی، ہنسی، جلدی، ہوا، مٹا

یہاں تک کہ وہ سر کا صاحب سزا ہو چکا ہے۔ اس کے لیے یہاں تک کہ وہ اپنے

نارائن سنگھ کا واسطہ چکا ہے۔ ”وہ بڑا بڑا۔۔۔ پھر اس نے لاش کی ناک پر ہاتھ رکھا۔ سانس بہت دھیمی دھیمی اس کی سانس لینی پانی تھی۔ نارائن سنگھ نے اس پر کسی کوئی احسان کیا تھا۔ وہ احسان اسے یاد آ گیا۔ اس کے جڑ سے جھج گئے۔ وہ صحت لگا کر کہا آ گیا۔ عتب کے بازو سے ملے کھڑے پر ہزار ہوں کو برقی قندیل سے روانہ ہو گیا۔ گھوڑا دوڑانے میں اس نے اپنا تمام زور صرف کر دیا تھا۔ وہ سبیل زور جاتے کے بعد ایسا کارگردازانی آتی طرف آتی نظر آتی علی بخش کو اس پر غصہ آ گیا۔ اس نے گھوڑے کی رفتار کم کر کے راستہ سے دیا۔ کارخیزی کے ساتھ اس کے قریب سے گزری۔ حرماندہ بیٹھے ہوئے فحش لباس کی نظر چمکی۔۔۔ چلتا۔۔۔

”نارائن سنگھ! اٹھو! اٹھو!۔۔۔“

[illegible]

علی بخشی کے مکان کے صدمہ دزدانہ نے کی گزری کھول کر بتا اور رسول جن ابدر داخل ہو گئے۔ اسی وقت دونوں کے ہی کابڑ رہے تھے۔ اُن کے چہرے میں اور پیٹنے سے بڑھ گئے تھے۔ نُسوں میں گرم خون جوش مارتا اور گڑن کر سنے لگا۔ دل دھڑکنے لگے۔ یہاں صدمے سے ناؤ کی گرفت لگی تھی۔ وہ دیکھ کر لاش کو دیکھ کر چنن کو اور دوا کو مایوس سا مسخس طرح کر سکیں گے؟ وہن سے خیالات ابھرنے لگے۔ اس طرح کرا رہے تھے۔ سرجن نے بھی سے ہوش پہنچ کر بھت کے جسم پر سے چادر ہٹا دی۔ وہاں کے چہرے پر سختی آگئی۔ بھت کی گردن ایک جاہد و ملک کی تھی۔ یہ چہرہ ابوریکما تھا اور ہونٹوں پر خون جھمکا تھا۔ انگوٹھ کی چٹکی بندھ گئی۔ خدا دعا کھلا ہوا۔ ابوریکما جسے موت آس کے جسم میں داخل ہو چکی ہے۔ ناٹا ہے۔

”میرا اہلک...“ اور اسی نام پر جبری طور پر سترہ سترن کو دیکھتے تھے۔ سرسبز چمن ٹانگی ٹانگی موجود تھی۔ اہلک گراہنے کا نام لگ گیا۔ اس نے حرکت کی تبش و بکشی۔ اس نے اپنی چٹائی پر لیگرسر پر ابھرا۔ اس نے تبش و بکشی کی۔ لیگس جیانی اس لیے اسی نام پر بڑھ رہا تھا، ماساں شادی کی شادی ہو گیا تھا۔ جب اس کے ہاتھ کی حرکت کے چوب چوب پر گردن کو تھکے تھے اس کے دل کی چوٹ تھی۔ شادی کے دن میں جانی ابھری تھی۔

”سترن صاحب! آپ غافلوں کیوں ہیں؟ کچھ تو قبولیں۔ میرا دل جیلتا رہا ہے۔“ ٹانگی کہتے

دیکھ کر کہے۔  
 "یارا! جلدی کرو۔ تم سر کے پاس سے اے آٹھالو میں پھر سے تھامنا ہوں۔" سہر جن کی آواز  
 میں تکی کی اسے کلارک لے جا رہا ہے۔ جلدی کرو!"  
 شام نے کہے۔ "جگت کو جھوٹا بنانے کے لیے تم جانا ہے چاہے کپکپاے لگے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو  
 پھٹکے۔ انہیں صبح کے وقت دھوا ہوا کتا آؤ گیا۔ ان کے آجوں میں طاقت نہیں رہی۔

جوڑ میں سخت دور شروع ہو گیا۔ دونوں میں مختلف سطحوں سے کیے جانے والے جس کے ساتھ جھگڑنے کے جوڑوں پر پورا نواز دیا ہوا تھا۔ میرے کنارے پر بھیڑ دینے لگے۔ دونوں کی نہیں تھکتی تھیں۔ جگت کے پیرے پر درد کی گھٹا گھٹا تھی۔ تکلیف ناقابل برداشت ہوئی جاری تھی۔ اُس نے سر اٹھا لیا مگر نہ چلنے کا فیصلہ اپنی جگہ کیا تھا۔ مگر درد کی لہر اُس کے سارے وجود کو بلانے دے رہی تھیں۔ یہی کی نہیں کھینچ کر کوئی تھکتی محسوس ہوتے تھیں۔ یہ شیطان اسے یہی حکم کر دیا کہ وہ کیوں چلتی کی راہ پر چلنے کو تیار ہو گیا؟ تا نا کرچین ڈالکر اور سرچین بڑی بڑی بائیں کر کے کہاں غائب ہو گئے؟ تکلیف کی شدت سے اُس کی آنکھیں باہر لگی پڑ رہی تھیں۔ اُسے جیسا محسوس ہونے لگی اور دل گھبرا اٹھا۔ جگت ضبط نہ کر سکا اور کار لیاں کیٹنے لگا۔ اُس کے ذہن پر اندھیرے کی چادر چھا رہی تھی۔ اُس کے نام سے لڑنے والے آج اس کی یہ حالت کر رہے ہیں۔ اُسے محسوس ہو چیا وہ ویسٹ وہ پیش ہو جائے گا۔ اُس نے غصے کے منہ کو تھوکا۔ "سامے... کتے..." اور عقب میں کھڑے ہوئے پولیس میں نے ڈیڑھا اٹھا کر فریٹ کر لیا۔ "ایک... دو... تین..." کھنکھاتے آواز کے کالوں میں کڑک بکھا۔

"میری تھکی زبان کا پیمانہ میرے پاس علاج موجود ہے بیوقوف!" کھنکھنے سرخ ہو کر کہا۔

"اس کے چہرے پر ہنسی اچھوڑا!"

جگت لڑ گیا۔ خاکی وردی پسینے والے اس قدر رنج اور مدعا ش ہو سکتے ہیں؟ پاخانے کے ڈبے سے ایک شخص مندا کپڑے لے آیا۔ اسے دیکھ کر جگت کو انلیاں سی آنے لگیں۔

یہاں پہنچ کر وہاں کے منہ پر... اور اس منہ ہوا۔ منہ سے ہونے لگا کہ میرے سامنے کچھ ایسا آ رہا ہے کہ  
 بہادر نہیں جانتا ہے۔ دو آدمیوں نے حجت کے شانے قحام لئے اور ایک آدمی نے گندہ کپڑا اُس کے  
 منہ پر چاہ دیا۔ تاکہ بدبو سے بڑے لگی۔ اُسے اپنا کیاں لے گئیں۔ ساتھ ہی اُس کے چوڑے  
 ڈھکیلے پٹے سے چادر ہٹے۔ ہڈیوں کی کڑیاں لٹک گئیں اور ایک جگہ سے سرشانے پر ہرا۔ اُسی لمحے  
 وہاں کوئیس والہ دوڑتے آئے۔

”مکنہ صاحب! خان وڈمرا سے اطلاع آئی ہے کہ نارائن سنگھ اور رسول مرجن اسی طرف آ رہے ہیں۔“ مکنہ کے ماتھے پر گہرئیں ابھر آئیں، بھروسہ ہوا۔

[illegible]

”ایک لاش۔“ پولیس والے نے دیکھے کچھ نہیں تھا۔ ”ایک رات اسے چھپا ہے۔ یہ ہے صاحب کا حکم۔“ پھر چاروں غائب ہو گئے۔ علی بخش لڑ گیا۔ پولیس کو جب کسی کی لاش غائب کرنی ہوتی ہے تو ایسا کیا جاتا ہے کہ اس شخص کو زندہ اور زندہ کر دیا۔

”کون کس غصب ہے؟“ اس شخص کو زندہ اس کا سر سے اٹھائے ہوئے ہاتھوں سے اُس نے لاش پر سے کپڑا اٹھا دل کو کھنٹ کھنکا گا۔ ”اُس کے سر پر جسم سے ہونٹ چھوٹ گیا۔“ یہ



آ جاؤ جس کی انہوں نے اپنے آپ کو سمجھا ہوا ہے اسی سانس لی۔

”آگ کتنی گرم لوگ؟ میں تم لوگوں کا ہی انتظار کر رہا تھا۔“ ان کی آواز بھاری ہو گئی۔ وہ کھٹکارتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

”ماں نے پی پچھا۔“ کون ڈنچی ہو گیا؟“

”تم پہلے بیٹھو۔ سب چکھو چاکھو ہو گیا۔ سرجن صاحب کو ایک ضروری آپریشن کرنا تھا لہذا پولیس چل کر جانے میں لیت ہو گئے۔“ وہ ڈر گئے۔ ”ماں جی اور چند ان کے بچے ہوئے ہوتوں کو گھور رہی تھیں۔“ چند دن کا دایاں اچھے سینے پر تھا جسے اُس کے دل میں درد ہو رہا ہو۔ ”مگر پھر میں وقت پر پہنچ گئے۔“ ناٹانے اور ڈر نظر دھما کر دھسے گئے میں کہا۔ ”خاتم پولیس والوں نے اُسے بہت مارا ہے۔“ ماں جی زیادہ ضبط نہ کر سکیں۔ ان کا جسم کچپکپانے لگا۔

”نایا بیٹی! اور میری دھکوں۔ جگت کو کچپکپک نہیں ہوگا۔ سرجن صاحب اُس کا علاج کر رہے ہیں۔“ ناٹانے اُسے دلاسا دیا۔ ”ماں جی چند دن کی گود میں گر گئیں۔“ ہونے لوٹنے ہوئے دل کو مضبوط کیا مگر آنکھوں پر تانہ پڑا۔ ناٹانے اُس کے آنسو دیکھیں گئے۔ نظر جھکا کر پلے۔

”بیٹی! میں تمہارا بہرام ہوں۔ مگر بہت دن پڑا۔“ اوپر والا میری بات ضرور سنے گا۔ میری باقی زندگی بے گھر گھر سے زندگی بکھل دے۔“

”مگر وہ کہاں ہیں؟“ چند دن بکھل کر پلے۔

”ناٹانے عقب کی جانب اشارہ کیا۔“ آپریشن تھیں میں۔ ڈاکٹر ہمیں بلائے گا۔“ ناٹانے بولے۔ چند دن چکھ چاکھ ماں جی کے چہرے کو جیتنے کی۔

○

رات کی دہ بجے پولیس انسپلر اور جننگٹھ جھانسنے والے انداز میں سول ہسپتال میں داخل ہوا۔ جگت کے ناٹانے اور چند دن کو سخت نظر میں سے گھومتا ہوا سرجن صاحب کے کیمین کی جانب بڑھ گیا۔ جگت کے ناٹانے دانت جیسے لے اور دل میں دو چار دگایاں کیمین کو خاموشی، ہنسنے بھگت کر چپ ہو رہے۔ اور جننگٹھ کی چال میں پولیس کا زعب دکھائی دے رہا تھا۔ اردو نے سلام کر کے کیمین کا دروازہ کھول دیا مگر سرجن کی کرسی خالی تھی۔ ”بڑے صاحب نہیں ہیں؟“ کیمین میں داخل ہو کر اُس نے اردو سے پوچھا۔ ”کہاں گئے ہیں؟“

”میں لیٹ کر کھینچے۔ کیمین میں ملوث ہوتا ہے۔“ اردو نے بتایا۔

”کیا آج شام آیا ہے؟“ اور جننگٹھ نے جلدی سے پوچھا۔ ”کتنے گھنٹے کا ہے؟“

اردو نے کتب ہاؤس کے لئے لکھ کر سرجن کی آواز سن کر وہ چپ ہو گیا۔ ”کیوں۔“ سرجن کی بہت گڑبہ ہے۔“ سرجن نے طنز سے کیے میں کہا۔ ”اردننگٹھ گیا۔ اُس نے کھڑے ہو کر معاملے کے لئے ہاتھ بڑھا کر سرجن نے اُس کی جانب توجہ دی۔ ”دور کی پڑھ گئے۔ شرمندہ سادہ جننگٹھ تھوک کھاکا ہوا ہے۔ بنگلہ سہ گیا۔“ مجھے معلوم تھا کہ آؤ گے۔“ نگارہ کینکٹ کو لے ہوئے سرجن بولے۔ ”اردننگٹھ کو بڑھ چیں کرنے کا تلفظ کئے بغیر انہوں نے کینکٹ بند کر کے کھدیا۔ سنانے میں آیا ہوا اور جننگٹھ خاموش رہا۔ وہ دھرجاتے ہوئے سرجن کے صفحہ کا اندازہ لگا رہا تھا۔

”میں آپ سے ملاقات کے لئے گھر گیا تھا۔ مگر پچھنے چاکھ ایک خاص کیمین کے سلسلے میں آپ ہسپتال میں رک گئے ہیں۔“ اور جننگٹھ نے خاموشی کی ہیر ڈلی۔

”مگر پچھنے پولیس ڈپارٹمنٹ کا کارنامہ ہے۔“ سرجن نے اور جننگٹھ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مگر پولیس انسپلر اتم نے یہاں تک اُن کے سلسلے میں تکلیف کیوں اٹھائی؟“

”میں دیکھا کینکٹ لے آئی ہوں۔“ اور جننگٹھ کو کہنا پڑا۔

”اب سرجن صفحے سے بے تابی ہو گئے۔“ زندہ کر کے ہوئے دیکھا کینکٹ۔“

”میں سمجھا کیمین سرجن صاحب۔“

”تم سب سمجھتے ہو۔ باقی دیکھا کے ہوش میں اُن کے بعد کچھ جاؤ گے۔ اُس وقت تک میں تم سے بحث نہیں کروں گا۔“ سرجن نے نگارہ کا زخموں اور جننگٹھ کی طرف اُجال دیا اور اور جننگٹھ زخموں جھانسنے کے لئے ہاتھ ہلائے۔

”مگر صاحب اور خطرہ کا قصہ ہے۔ ہوش میں آتے ہی فرار ہو جائے گا۔“

”سرجن قہقہہ اور کراسن لے دیے۔“ تمہارا تجربہ ہونے کے بعد اُسے بھی کرنا چاہئے۔“ اور جننگٹھ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر سرجن نے اُسے موقع نہیں دیا۔ ”ابھی وہ میرا ریش ہے۔ ٹھیک ہونے کے بعد پھر کروں گا۔ مگر تمہارے ہاتھوں میں نہیں۔“

”پھر کس کے سپرد کر دیں گے؟“ اور جننگٹھ انھیں پھیل کر بولا۔

”میں نہیں کٹھن کے سپرد کروں گا۔“ انھیں میں نے فوراً بلایا ہے۔ کل وہ پھر ک دہا جائیں گے۔“ پولیس کٹھن کا تاجن کر اور جننگٹھ کا چہرہ اتر گیا۔ سرجن اُس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔ بھر وہ دھسے گئے میں بولے۔ ”اُن دن وقت تک تم کٹھن پر پولیس کے انسپلر ہو۔“

”اردننگٹھ کو کرسی ڈھکی دکھائی دیے گی۔ اچھے اچھوں کو لڑا دیے اور اور جننگٹھ خود لڑنے لگا۔“ ”صاحب اب میری لائیں میں ملوث ہے۔ میرا کوئی قصور نہیں۔“ سرجن صاحب کا دل چاہا کہ چلے ہوا گار اُس کی کیمین زبان پر رکھ دیں، مگر اُن کی شرافت نفس اور جننگٹھ کی چال میں پولیس کا زعب دکھائی دے رہا تھا۔ اردو نے سلام کر کے کیمین کا دروازہ کھول دیا مگر سرجن کی کرسی خالی تھی۔ ”بڑے صاحب نہیں ہیں؟“ کیمین میں داخل ہو کر اُس نے اردو سے پوچھا۔ ”کہاں گئے ہیں؟“

”میں لیٹ کر کھینچے۔ کیمین میں ملوث ہوتا ہے۔“ اردو نے بتایا۔

”کیا آج شام آیا ہے؟“ اور جننگٹھ نے جلدی سے پوچھا۔ ”کتنے گھنٹے کا ہے؟“

اردو نے کتب ہاؤس کے لئے لکھ کر سرجن کی آواز سن کر وہ چپ ہو گیا۔ ”کیوں۔“ سرجن کی بہت گڑبہ ہے۔“ سرجن نے طنز سے کیے میں کہا۔ ”اردننگٹھ گیا۔ اُس نے کھڑے ہو کر معاملے کے لئے ہاتھ بڑھا کر سرجن نے اُس کی جانب توجہ دی۔ ”دور کی پڑھ گئے۔ شرمندہ سادہ جننگٹھ تھوک کھاکا ہوا ہے۔ بنگلہ سہ گیا۔“ مجھے معلوم تھا کہ آؤ گے۔“ نگارہ کینکٹ کو لے ہوئے سرجن بولے۔ ”اردننگٹھ کو بڑھ چیں کرنے کا تلفظ کئے بغیر انہوں نے کینکٹ بند کر کے کھدیا۔ سنانے میں آیا ہوا اور جننگٹھ خاموش رہا۔ وہ دھرجاتے ہوئے سرجن کے صفحہ کا اندازہ لگا رہا تھا۔

○



دل گروے والا افسر ہے۔ قانون کا ہاتھ میں لینے والوں کو وہ جابلو بھٹاتا تھا۔  
 "تم لوگوں کے ہاتھوں میں حکومت آگئی اس صورت میں تم لوگ قانون کی پابندی نہیں کر سکو گے حکومت سنبھالنا تو بڑی بات ہے۔ جو تم قانون کی پابندی نہیں کر سکتی وہ حکومت زیادہ دن نہیں چلا سکتی۔" وہ اکر کہا اس لئے بکت ہے جب قانون کے ہاتھ میں آجے آپ کو سزا دے گا کہ کاپیٹل کیا تو وہ خوش ہو گیا۔ اب میں اسے بہادر کہوں گا۔ "سرجن نے کشتی سے بچ کر نکلتی تھی۔ ارجن سنگھ کو اہر بڑھا دیا۔ وہ بہت زیادہ بے چین اور گھبراہٹا ہوا تھا۔

"میں آپ سے کچھ کہوں، اس سے بہتر ہے کہ آپ خود اس سے سب واقعات سن لیں۔" "سرجن نے کھڑے ہو کر کہا۔ "بھروسوں بکت کے بستر کے قریب آگئے۔ ارجن سنگھ کو بھی بلایا گیا۔ پہلی بار بکت اور ارجن سنگھ کی نظریں ٹکرائیں۔ ارجن سنگھ افسردہ تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ بکت پر ناظم ہوا بلکہ اسے جگہ کے ذمہ دار بنایا گیا تھا۔ وہم صاحب بکت کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔ "ہی ڈوسریک" انہوں نے سرجن صاحب سے کہا۔ ارجن سنگھ کو یہ بات ٹھیک لگی۔

"بکت! صاحب تمہارا بیان لینا چاہتے ہیں۔ میں نے ان سے درخواست کی تھی۔" "سرجن صاحب نے ارجن صاحب کو ایک نظر دیکر کہا۔ "جو کچھ چاہتے ہیں انہیں سناؤ۔" "بکت، یہ تمہارا نام صاحب دیکھنے کا، پھر ارجن سنگھ کی جانب نظریں گھما کر بولا۔ "کیوں؟" "میں نے کچھ نہیں بتایا۔ اس کی آواز میں نفرت تھی۔ سرجن صاحب نے سوچا بکت چکر کو کوئی لفظ بات کر دے اس لئے انہوں نے جلدی سے کہا۔

"صاحب تمہاری زبان سے سننا چاہتے ہیں۔ جلدی کیو! انہیں دیر ہو رہی ہے۔"

"بکت واقعات کی کڑیاں ذہن میں ترتیب دینے لگا۔ جوں جوں وہ کہتا تھا، یہ بات اس کے من سے نکل گئی کہ وہ بیان دے رہا ہے۔ کسی چیز میں اگر مضامین سن لیں، یہ بھی ہونٹ چاہئے لگتا۔ خود بڑک جاتا۔ اس کی آواز کے گوش میں وہ کچھ کو بھی نظر آ رہی تھی۔ اسے یقین ہو گیا کہ اس شخص نے سب کچھ کہہ دیا ہے۔ بکت نے جب سب سنا تو اس نے بکت کی حیثیت بیان کی اور جب اس نے بستی بستی باغیچہ کی صفی تو پھر کشتیوں کے ہاتھ کی مضامین بخت ہو گئیں۔ ارجن سنگھ کو انہوں نے بستی بستی سے گھبراہٹ اور ارجن سنگھ نے سرجن کا لیا۔ بیان ختم ہونے کے بعد بکت کا گوش خفا ہونے لگا۔

"بکت کو دیکھ لگی۔ سرجن نے اسے پانی پلا دیا۔ "بکت! انہیں اور کچھ کہنا ہے۔" "سرجن نے پوچھا۔ "صاحب! کہنا تو نہیں، پوچھتا ہے۔" بکت نے کہا۔ ارجن سنگھ چپک گیا۔ "میرے ساتھ نے والا تو خان کہاں ہے؟" "سرجن اور کشتی سے ارجن کی جانب دیکھا۔ "اُس کے ہونٹ لیے۔" خان ڈوکر اس رکھا گیا ہے۔" "نوعہ میاں فرادہ؟" "سرجن نے طنز سے کہنے میں پوچھا۔ "جیسی حالت میں لا آیا تھا، وہی اسی ہے۔" "کیا مطلب؟" "پولیس کشتی کو ضبط کیا۔" "کس حالت میں آیا تھا؟" "پانچ اورادہ کو تھک۔"

دوسرے دن دوپہر کے بعد بکت کے جسم میں حرکت شروع ہو گئی۔ چند ماہ بھی، اتنا سوکھا سنگھ اس کے چہرے پر نظر میں سامنے بیٹھے تھے۔ "یہ سن میں آ رہے ہیں۔" بکتی بھی دوسری ڈاکٹر کو خبر کرنے دوڑی، چاروں کی ماہوں آنکھوں میں چمک لوٹ آئی۔ بڑوں کی موجودگی کی شرم کے بغیر چند نے شوہر کے سر پر ہاتھ رکھا۔ بکت کے بند ہونٹ کھپکپائے۔ ہنکارو سنا گیا۔ اسی لمحے سرجن صاحب آگئے۔ چند اور دوڑتے گئے۔ ڈاکٹر نے بکت کے پیروں پر ہاتھ رکھ کر مارا مارا۔ "اوہ..... اوہ!" "پریش کی چیخ نکلی اور کمرے میں موجود لوگوں کے دلوں میں اثر مچی ڈاکٹر کے چہرے پر اطمینان ابھرا۔

"بھئی کس گاڈ! اس کے پیچھے گئے۔" "پریش کو دودھ لانے کی ہدایت کی اور پریش کی بیٹی دیکھنے لگے۔ دل کی دھڑکن دیکھ کر وہ بولے۔ "نارائن سنگھ! اتنا اواراج کیا۔ زندہ ہو گیا۔" "چاروں دلوں میں اطمینان دوڑ گیا۔

"تمہارا بہت بڑا احسان ہے ڈاکٹر صاحب! تم نے اسے اپنی زندگی بخشی ہے۔" "نندھی ہوئی آواز میں نانا نے شکر یہ ادا کیا۔ ماں بھی کے ہونٹ بچھکنے کے لئے بھر آواز میں نکلی تھی۔ ان کی آنکھیں رستے نکلیں۔ چند کو انہیں بند کر کے بھولان کر شکر آ رہی تھی۔ "دوست کی خاموشی کے بعد کمرے ہونے لگے۔ ڈاکٹر نے کھول دیں۔ وہ ڈنڈی نظر پہلے تو کسی کو نہ دیکھ سکی۔ مگر پھر آہستہ آہستہ روشنی صاف ہو گئی اور سب سے پہلے اس کے چند ماہ سین چہرہ نظر آیا۔ اس کے ہونٹ مسکرنے کے لئے حرکت کرنے لگے کمرے میں اس نے "اوہ" کہا اور اس کا سر اٹھ کر بڑبڑ کر رہ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ کہنے لگا۔ "مائل..... سو ماہ میری تیری کمال اور میروں گا۔ دعا باز..... بے ایمان! اس کے چہرے پر خون سوار ہو گیا۔ ذات بری طرح ایک دوسرے پر جم گئے۔ جڑے سخت ہو گئے۔ پھر وہ اپنے لگا۔ سرجن صاحب اسے خدا کرنے کے لئے بشت پر ہاتھ بیکر نے لگے۔

"بکت! خاموش رہو۔ دیکھو تو تمہارے سامنے کون کون بٹھا ہے۔" "سرجن نے نرم لہجے میں کہا۔ بکت نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ ماں اب جی کھڑی ہو گئیں۔ نزدیک جا کر اپنا روتا ہوا ہاتھ بکت کے گوش پر پھیرا۔

"جئے! کسی طبیعت ہے۔" "ان کے آنسو بہنے لگے۔

"ماں..... تم دور رہی ہو؟" بکت کا روتا ہوا چہرہ دیکھ کر تپ گیا۔

"جی! بہت دنوں بعد تمہیں دیکھ کر دل بھر آیا۔"

"اکیسے اردو لکے میں داخل ہوا۔" صاحب! پولیس کشتی صاحب آ رہی ہے۔"

"ابھی بات ہے۔ میں آ رہا ہوں۔" ڈاکٹر نے اردو سے کہا۔ پھر نانا سے بولے۔ "آپ لوگ کچھ دیر باہر بیٹھیں۔ چنکا کا بیان لینا ہے۔" "پھر وہ باہر چلا گیا۔

پولیس کشتیوں کے چنچال میں دھماکہ بھی ہوئی تھی۔ اس کی بخت اور بہاندی کا جواب نہیں تھا۔ اختلاہیوں کو دبانے کے سلسلے میں اس نے جس طرح کام لیا تھا اس کی وجہ سے آگ پر سزا کا اس سے خوش تھی مگر بکت، مل عام اس سے ناراض رہتے تھے۔ پھر بھی اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ بڑے

”غلط..... جگت کر جا۔“ وہ ایجن تھا مگر ادھ موٹھیں۔  
 ”تم زیادہ تکلیف مت اٹھاؤ جگت!“ سرجن صاحب نے اُسے ٹوکا۔  
 ”صاحب! آپ میری لگن نہ کریں۔ جلدی جا کر ہومان کو یکےس۔“ پھر وادنت جیس کر بولا۔  
 ”اس کا اعتماد نہ کرنا۔ میں اعتماد کر کے کچھتا رہا ہوں۔“  
 پولیس کسٹر کھڑے ہو گئے۔ ”چلو خان ڈاکٹر پولیس تھانا۔“ اور ارجن سنگھ کے چہرے کی روشنی  
 بجھ گئی۔

○○○

جب تانا نے ارجن سنگھ کو اس بات سے آگاہ کیا تھا کہ جگت اسے ایک ساتھی کے ساتھ پیش ہو  
 گا تو آئی وقت اُس کے عیار ذہن نے پورا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ مشکل صرف ایک تھی کہ جگت کس  
 پولیس تھانے میں حاضر ہوگا؟ یہ تانا نے نہیں بتایا۔ مگر پھر آرتھن جابر اس نے پوچھا مگر تانا کے  
 ذہن سے بات نہ نکال سکا۔ تانا نے بڑی عمدگی سے بات ٹال دی۔ ”مجھے بھی جگت یہ بات آخری  
 وقت میں بتائے گا۔ میں سرجن صاحب کو لے کر وہاں حاضر ہوں گا۔“

ارجن سنگھ کو یہی کانٹا ٹھک رہا تھا۔ وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کے درمیان سرجن صاحب کی  
 حاضری اُسے بڑی لگب رہی تھی۔ جگت جہاں بیٹھ ہو وہاں تانا اور سرجن صاحب کو دیر سے پہنچنا  
 چاہیے، اُسے ایسی ترکیب کرنی تھی۔ وہ سوچتے لگا۔ اُس نے شیخو پورہ علاقے کی پانچ بڑی چوکیوں  
 کے انچارج ملائے اور کہا۔ ”جگا کا ایسا استقبال کرو کہ اُسے زندگی بھر یاد رہے۔ ایک چوکی میں  
 اُسے آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں رہنا چاہیے۔ اور چار چھ گھنٹے میں معاملہ ختم ہو جانا چاہیے۔“ اُس  
 نے انہیں ہدایات دیں۔

تانا اور سرجن ایک چوکی سے دوسری چوکی تک دوڑ لگاتے رہیں کہ مگر جگا انہیں زندہ نہیں ملے  
 گا۔ دوسرے دن جگت ڈاکو کی لاش کہیں سے مل جائے گی اور پولیس مرے ہوئے ڈاکو کا قبضہ لے  
 گی۔ کسے خبر کس نے اُسے کل کروا؟ ارجن سنگھ نے سوچا، وہ کہہ دے گا کہ جی نہیں ہوا۔ اُس  
 کے ساتھی کا کیا کرنا تھا؟ اُس نے یہ بھی سوچ رکھا تھا۔ اُس سے تڑپا تڑپا کر معلومات حاصل کرنا  
 تھیں کہ جگا کی ٹولی کہاں چھپی ہوئی ہے؟ پولیس کا قلم وہ زیادہ دیر سہ نہیں کھینکے گا۔ میں پھر پوری  
 ٹولی پکڑی جائے گی۔ دو سال سے پولیس جس کی تلاشی کے لئے بھٹک رہی تھی، وہ کام ایک ہفتے  
 میں ختم ہو جائے گا اور اس کی تمام شہرت ارجن سنگھ کو ملے گی۔ پھر خود بڑا ایسی تلمی گورنر صاحب  
 اُسے اعزاز دینے کے لئے بلائیں گے۔ ایسا موقع زندگی میں بھی کبھی آتا ہے، اسے کیوں جانے دیا  
 جائے؟ مگر یہ سب اُسی وقت ہو سکتا تھا کہ سرجن صاحب اُس جگہ دیر سے پہنچتے۔ انہیں روکنے کے  
 لئے ارجن سنگھ نے ایک خطرناک داؤ کھیلایا۔ اُس نے شیخو پورہ کے ایک بد معاش کے سپرد وہ خاص  
 کام کیا۔ بھٹک گمارہ جے اُسے دوسرے بد معاش کو خون میں نہلانے کی حد تک جھگڑا کرنا تھا۔ رام  
 پوری چاقو کے پانچ سات واکر کرنے تھے۔ اتنا خیال رکھنا ضروری تھا کہ دوسرے نہیں مگر شدید زخمی  
 ہو جاتے۔ ہیٹ کی استریاں بھی باہر نکل آئیں تو پردہ انہیں۔ یہ سب ہونے کے بعد پولیس جائے  
 وقوع پہنچ جائے۔ زخمی کو سرکاری ہسپتال میں بھیجا جائے۔ اس طرح سرجن کو معروفہ رکھا جائے۔  
 قرض اور انسانی ہمدردی کے مطابق اگر بزرگ سرجن اس خطرناک کیس سے مدد نہیں موز سکتا تھا۔ کم از  
 کم ایک مختصر خراب ہونا تھا۔ اور ایک گھنٹے میں وہ بہت کچھ اُپر سے نیچے کر سکتا تھا۔

”طاقت آزمائی تھی تو مقابلے پر آنا تھا۔ تمہارے سہبا کا بھر جمید نے والا میں ہوں اسی لئے

”ہول! جنیں تو پھر ڈوبنے آجھرنے والا کھیل شروع ہو جائے گا۔“ صوبیدار نے اُسے دھمکی دی۔ ”نکس باس تیری لاش ہی بچے آئے گی۔ آخری موقع ہے۔“

جنومان بیٹھنکل بولا۔ ”تم نے شیل والے اچھے جو پھاسی پر لٹکا دیتے ہیں۔“ دو کچھ دیر کے لئے ڈکا۔ ”جان لکھی ہے تو میری بات کی؟ جلدی کر دو۔“

صوبیدار نے دانت چبیں لئے۔ ”خراہی! تم رگم کے لائق نہیں۔“ صوبیدار فرش پر پھر پھٹتا ہوا بولا۔ ”پھر لٹکا دو اور اسے اسی طرح ختم کر دو۔“ پھلپان قراخص نے ڈور کھینچی اور جنومان لنگ گیا۔

”ااا۔“ وہ تقریباً دو بار بولنے لکچھ میں کہا۔ ”اب کچھ دیر بعد تیرے پاس آ رہا ہوں میری ماں!“

ہرزکی اُسے موت سے قریب کر رہی تھی۔ ایک۔ دو۔ تین۔۔۔۔۔

○

پولیس کسٹر اور ارجن سنگھ کو لے جیب خان ڈوگر کی جانب پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ راستے میں ارجن سنگھ کو ہتھکڑی کرنے کا موقع مل گیا۔ ”صاحب! جگہ کے چلی ہوئے ہے ہمارا کام ختم نہیں ہو جاتا۔ اُس کی پانی کو بھی میں غل کر پی لے گا۔“ جنیں اُسے بھی ختم کر دے گا۔ ”کسٹر خاموش رہے۔ ”سرا! جگہ کے سامنے سے معلومات حاصل کرنے کے لئے تمہارا ذور غلط کرنے کی ہدایت دی ہے۔“

”کوئی تھکا چکا۔“ کسٹر نے پوچھا۔

”شاید جب تک ہم پہنچیں گے اُس وقت تک صوبیدار نے معلومات حاصل کر لی ہوں گی۔“ ارجن سنگھ نے کہا۔ اسی کے راستے کی گرد کسٹر صاحب کی ناک میں پڑ گئی۔ انہیں جھینک آئی اور ارجن سنگھ کا منہ جھک گیا۔

”کیا تم نے کچھ ہو مزار ارجن! جگہ کے اپنے ساتھ اپنے کزور فحش کو پیش کیا ہوگا جو تمہارے علم سے گھبرا کر زبان کھول دے؟“ کسٹر نے کہا۔ اسی لیے جب جان ڈوگر پولیس چوکی کے قریب ہوئی۔ پہلے کسٹر صاحب، پھر ارجن سنگھ نے اپنے آگے۔ دو دروازے پر ریلوٹ کرنے کے لئے ایک پولیس والا بھی نظر آ رہا۔ ارجن سنگھ نے دانت چبیں لئے۔ ”بڑے صاحب آئے ہیں اور اسی وقت وہ کہیں کپ لگنے کے بلے کھٹے کرے۔“ ارجن سنگھ جیسے خود پر فخر آتا رہا۔ کسٹر صاحب نے اُسے تیر تھکڑوں سے کھوڑا۔ وہ اُس کا مطلب سمجھ گئے۔

”سرسر۔“ شاید اس کا استقبال کرنے کے سلسلے میں سب لوگ اندر ہوں گے۔ ”ارجن نے پھر بچاؤ کیا۔ اندر داخل ہونے پر بھی کوئی نظر نہیں آیا۔ تب ارجن سنگھ کا غصہ طوفانی بن گیا۔ ”کوئی موجود ہے یا سب مر گئے؟“

اندروں دروازے پر آہٹ ہوئی۔ دونوں آگے بڑھے۔ دیکھا تو دروازہ باہر سے بند تھا۔ سنسان چوکی دیکھ کر دم صاحب کی پیشانی پر لکیریں سی اُبھرائی تھیں۔ ارجن سنگھ نے دروازہ باہر سے کھولا مگر اندر کا منظر دیکھ کر وہ ڈر گیا۔ ”صوبیدار! اُن لنگ رہا تھا۔ دشت کے دوسرے سرے پر سونے آدی نے پھر بندھے ہوئے تھے۔ اُس کے سر پر خانی ڈرم اُن کا کرشم ایسا فٹ کر دیا کیا تھا کہ وہ بے

”جنومان!“ صوبیدار نے تھکمانہ لہجے میں کہا۔ ”اگر معلومات فراہم کرنے کی تمہاری خواہش ہو تو اپنی خراہش کا اظہار کر دو۔“

جنومان نے دانت چبیں لئے۔ ”آخری خراہش تو یہ ہو رہی ہے کہ تمہارا پولیس کا لباس آنا کر جنیں اُس دم میں ڈوب ڈوبوں۔“ محترم نے خراہش پوری نہیں کر دے۔ ”جنومان نے کہا۔

صوبیدار کا صدر بھڑک اٹھا۔ اُس نے لٹکے ہوئے جنومان کو زور سے لات ماری اور جنومان کا سر سخت آواز کے ساتھ دیوار سے ٹکرایا۔ اُسے پکڑ آگئے۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ جنومان کو کھینچے ہوئے سر پر ہاتھ بکسے کی خراہش ہوئی کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے بے بس تھا۔ اچانک اُسے کچھ یاد آیا۔ ”ایک خراہش ہے۔“ جنومان نے کہا۔

”ہول۔۔۔۔۔“

”تائے کی نہیں، بلکہ کچھ جاننے کی۔۔۔۔۔ جگت کہاں ہے؟“ صوبیدار پہلے غصے ہو گیا، پھر قہقہہ مار کر ہنس دیا۔ جنومان کو اُس کا قہقہہ برا لگا۔ ”کیا تم نے اُس کی بھی میرے کسٹ حالت کی ہے؟“ وہ کر جا۔

”تیری بھی نہیں، تجھ سے بدتر۔۔۔۔۔“ صوبیدار بڑبڑانے لگا۔ پھر اُس نے واڈ پھینکا۔ ”مکر دو تیرے جیسا خدی نہیں ہے۔ اُس نے سرکاری اسپتال میں کسٹر کے پاس قرام معلومات کھسوا دی ہیں۔ اُس نے ساری کسٹ وعات گری کا کہیں ڈم دار غبرایا ہے۔“

”کھٹے! کھٹوت بول کر مجھے غلط راہ پر ڈال رہا ہے۔“ جنومان نے صوبیدار پر قہقہہ دیا۔ ”مگر مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا معلوم کر لیا۔ جگت زندہ ہے۔ اب تم سے جو کچھ ہوتا ہے، مکر کر دو۔“

ایک سیاتی نے صوبیدار کے لباس سے قہقہہ صاف کیا۔ صوبیدار کے ہنرے سخت ہو گئے۔

”ساںہ کوڈی لگاؤ!“ صوبیدار نے غم دیا۔

”سہا سونے آدی نے فوراً دشتی دھکیلی اور لٹکے ہوئے جنومان کا سر پانی میں ڈوب گیا۔ دشتی پھر پانی کی آواز دھکیلی کے ساتھ جنومان نے پھر ڈوب لگائی۔ اس طرح جنومان کا سر باہر پار پانی کے ڈوم میں ڈوب گیا رہا تھا۔ ایک طرف سر پانی میں جا رہا تھا، دوسری طرف کھیراٹ میں اور دوسری جانب دونوں بیرون کے جوڑی پر طرح مچا رہے تھے۔ دو دروازے بری طرح کھینچے گئے۔ اُسے جیسے چلیاں اور کرکری بڑی ٹوٹ جائیگی۔ تین جا پار اُسے ڈوبایا گیا۔ پھر جنومان اُٹھیاں کرنے لگا۔ ایک اور منہ سے سزا انداز بناتا ہوا پانی اندر جانے لگا جس سے اُس کا منی حلقا گیا۔ منی کی گھبراہٹ کھینچ لیں اور انہیں سرخ ہو گئیں۔

”روکو!“ صوبیدار نے غم دیا۔ ”تمہوڑی دم پرچے اُتار لو۔ اسے پیہش نہیں ہونا چاہیے۔“ دوزخ کی بو سے چھٹکارا ملا تو جنومان کا سینہ پھو پھو چکے لگا۔ اُس نے سکون کی سانس لی۔ اسی لئے صوبیدار نیچے جھکا۔ انہیں بند کر کے اُس نے جنومان کے بڑے بڑے پالوں کو بری طرف من مٹا دیئے اور جنومان کی پیچ کھنک گئی۔ وہ کر کے مل اُٹھا چکا گیا۔

”کیا ارادہ ہے تمہارا جنومان؟“ صوبیدار نے انہیں پھیل کر پوچھا۔ جنومان خاموش رہا۔ سانس آتی۔ دے پھل رہی تھی کہ آواز نہیں کھنک سکتی تھی۔ صوبیدار کی اُس بندھی شاید کچھ ڈھکیلا

میرے احساؤ کو شمس پہنچائیں گے۔" سرجن کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"صاحب! اس میں آپ کا کیا تصور؟" جگت سرجن کے گلے میں جھولنے ہوئے اشیخو سکوب کی جانب دیکھنا ہوا بولا۔ "میں آپ کا احسان دیکھ کر مجھیں بھول سکتا۔ آپ نے مجھے غنی زندگی دی ہے۔" کچھ دیر تک دونوں خاموش رہے۔ سرجن صاحب کو جو کہنہ قاتلہ وہی دل میں سوچ رہے تھے۔ جگت ان کی آنکھیں کھجھ گیا۔

"میں خیال میں تم ہو گئے سرجن صاحب؟" جگت نے مسکرا کر پوچھا۔ سرجن صاحب نے اس کی جانب دیکھا۔

"تم کو محنت مند ہونے میں تمہیں پہلے تھیں گے۔ اس وقت تک تمہیں یہاں رہنا ہے۔ میری

دیکھ بھال رہے گی۔" سرجن صاحب نے سجدہ دلچسپی میں کہا۔

"کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھے نیکل جانے کی جلدی ہے؟" جگت نے مسکرا کر کہا۔

"یہ بات نہیں جگت! بلکہ مجھے ڈر ہے کہ..." سرجن کچھ کہتے کہتے روک گئے۔

"انہیں دیکھ کر جگت کی آنکھیں چمکے نکلیں۔" آپ کو ڈر ہے کہ میں فرار ہو جاؤں گا۔ آپ بھی

سوچ رہے ہیں؟"

سرجن سرگراہی سے۔ "تمہارے ساتھ بدسلوکی، بدعہدی اور بددیانتی کی گئی ہے اس لئے میرا یہ

سوچنا کسی حد تک بھی ہو سکتا ہے۔" سرجن نے کھٹاکر کہا۔ "مگر تم جب تک یہاں ہوتھا اور

ڈنڈہ داری مجھ پر تھی۔ تم اگر واقعی بھی سوچ رہے ہو تو اس خیال کو دل سے نکال دو۔ تمہیں اگر غنی

زندگی ملی ہے تو اس سے فائدہ اٹھاؤ! پائلے کی خواہش کو مکمل دو۔"

جگت کچھ دیر تک خاموش رہا۔ کیونکہ واقعی وہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر اسے فرار ہونے کا موقع

مل جائے تو وہ اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھائے گا۔ سرجن نے اس کے دل کی بات جان لی تھی۔

یہ سوچ کر اسے حیرت تھی۔ کچھ سوچ کر بولا۔ "اگر مجھے فراری ہونا ہوگا تو میں یہاں سے فرار نہیں

ہوں گا۔ آپ بے فکر ہیں سرجن صاحب! اگر فراری ہونا ہے تو جیل بھی توڑی جاسکتی ہے۔ مگر یہ

بیلڈ کی بات ہے۔ اس وقت تو مجھے ہونامان کی فکر تھاری ہے۔ پولیس نے اسے بھی نہیں بخشا ہوگا۔

اور اگر اسے کچھ ہو گیا تو..." جگت تباہ کر جگت کی چٹائیوں کو نکلیں۔

اسی لئے جگت بہتر دوزخ میں آئی۔ "صاحب! آؤ ڈنڈہ دارؤ کی ایک مریض کی حالت خاصی

خاؤگ ہے۔ جلدی ہیں!" میٹرن نے کہا اور سرجن باہر پلٹے گئے۔

چند دن بعد آگئی۔ وہ بھی سے تنہائی کی منتظر تھی۔ وہ سٹول کو بستر کے قریب ٹھیک کر بیٹھ گئی۔

مگر شوہر کے سر پر ہاتھ پھرنی ہوئی ہوئی۔ "کیسی طبیعت ہے؟"

جگت اس کے چہرے کو بیکار میری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ہنس دیا۔ "تمہارے ہاتھ کے

اُس سے ٹھیک ہو گیا۔" اس کے کچھ میں محبت کی مٹاس تھی۔

چند دن سے رہنا نہ گیا۔ وہ بیک بیک کر رہے تھی۔ کسی بیداری کے بعد پیلاٹین دن کی روشنی میں

اٹھ اٹھا۔ اس کے آنسو مسلسل بہ رہے تھے۔

"میں نے تمہیں بہت ڈنگی کیا چند دن..." جگت نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "مجھ سے

ہوش ہو گیا تھا۔ نکلے ہوئے صوبیدار نے اُن کے سر سے صاحب کو سلوٹ کیا۔ یہ دیکھ کر کئی حالت

میں بھی کھنکھنہ صاحب بھی زندہ نہ گئے۔ صوبیدار کے منہ پر کچھ زائعا ہوا گیا تھا۔ اور جننگ سے

اُسے آزاد کیا۔ تب وہ ہچکچاہٹا ہوا روئے ہوئے کچھ میں بولا۔

"ڈاکوؤں نے چھاپے مارا اور اپنے ساتھی کو اٹھا لے گئے۔" اور جننگ کے چہرہ فرس سے چمک

گئے۔ کھنکھنہ صاحب بھڑک اٹھا۔

"اور تمہیں یوں فحاش کے طور پر لٹکا گئے۔ شرم... شرم..."

میرا کے کمر سے بے باج پولیس والے بے ہوش نکالے گئے۔ صوبیدار نے میرا سے ہونے

کچھ میں تفصیل بتائی۔ "ان لوگوں کے پاس بے ہوش کر دیئے والی دوا تھی۔ سوچتے ہی ہوش عاثر

ہو گئے۔"

"پانی چھڑک کر انہیں ہوش میں لاؤ اور نہ یہ سر جائیں گے۔" کھنکھنہ قوت بھرے کچھ بھر

کہا اور پھر طنز یہ کچھ میں بولے۔ "اور یہ اپنے بھانوان کا سر ڈوم سے باہر نکالو!" صوبیدار اپنے

انہروں کو تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔ چاک اسے کچھ یاد آ گیا۔ وہ چونک کر بولا۔

"صاحب! وہ مجھے بے ہوش کر کے لٹکا رہے تھے تو میں نے اُن کی ہتھکڑی کٹی تھی۔"

"اچھا یہ بہادری بھی شاندار..." کھنکھنہ صاحب مل کر بولے۔

"ہونامان کسی سے کہہ رہا تھا کہ جگت کو سرکاری ہسپتال میں رکھا گیا ہے، اس کی جھپٹن خیر ہے

تو دوسرے نے کہا تھا کہ ہاں! کچھ کچھ ماسیوں کے ساتھ اسے چھڑانے کے لئے وہاں بٹکا چڑا

ہے۔"

اور جننگ نے فرس پر چڑھ چھا۔ "تم اچھی دیر بعد یہ بات تمہارے ہو؟" اُس نے صوبیدار سے

کہا، پھر کھنکھنہ صاحب نے بولا۔ "صاحب! جلدی ہسپتال میں ہیں۔ دوند چکا کے ساتھی اسے اٹھا کر

لے جائیں گے۔" پھر جب گردہ اُڑائی دلائیں دوڑنے لگی۔ کھنکھنہ صاحب اور جننگ کو ڈانٹ رہے

تھے۔ "تمہارے پاس اتنا اند میرے حرات میں رکھے کہ مجھے کونڈا کو ڈاکو چھڑانے گئے، وہ کچھ

پولیس چوکی ہے؟" پھر جڑا دئے۔ "تو پھر ہسپتال سے چگا کولے جانے سے انہیں کون روکے

گا؟"

اور جننگ بھٹک بھٹک بولا۔ "میں نے جیس سلسلہ سپاہی ہسپتال کے گرد دھیرے دھیرے مقرر کر دیئے تھے۔"

"جھپٹن اب بھی اپنے آؤ دین اور اٹھا ہے؟" کھنکھنہ صاحب طنز یہ کچھ میں بولے۔ کچھ

بعد اندر دے کچھ میں بولے۔ "اور جن! اچھا! چال میں خود بخود رہے ہو۔ اور ساتھ ہی مجھے اچھا

بے عزتی میں مجھے یاد رہا ہے ہونے۔" مول ہسپتال تک پہنچے جب تک کہ اور جننگ کو روک بند رکھا تھا۔

اُس کی پوری بازی اُنٹ جگت تھی۔

○

شیخو پورہ کے سول ہسپتال میں جگت کا بیان لینے کے بعد پولیس کیشن اور اور جننگ کے محلان ڈوگر،

تھانے پر ہونامان کی تلاش میں گئے۔ مگر سرجن اور جگت اکٹھے نہ گئے۔ "جگت! پولیس نے تمہارا

جو حالت کی ہے اس کے لئے مجھے انہوں سے۔ میں سوچ رہی تھی کہ جگت کا کہ یہ لوگ اس طرح

ی سانس لی۔ چندن کھڑی ہو کر تیزی سے باہر چلی گئی۔ سرجن نے جگت کے قریب جا کر کہا۔  
 "صاحب ہنومان کی خبر لائے ہیں۔"  
 "ہنومان کیا ہے؟" جگت نے تسکینی کے بل پیچ کر کہا۔ گردنوں میں سے کوئی کچھ نہیں بولا۔  
 اُس نے ہمزہ ہرایا۔ "ہنومان کی طبیعت تھی کسی ہے؟"  
 "اُس کے بارے میں جیہیں کچھ نہیں بتایا جا سکا۔" سرجن نے کہا اور اُس سے پہلے کہ وہ کچھ  
 اور کہے جگت گرجا۔

"اِس کا مطلب ہے ان لوگوں نے اُسے قتل کر دیا؟"  
 "نہیں جگت! انہوں نے پلین چکی سے فرار ہو گیا۔ اُس کے ساتھی اُسے اٹھا لے گئے۔" اُسے  
 خبر دی گئی۔  
 "اوہ۔۔۔" جگت نے کہا اور اُس کے چہرے کی کڑھکی دور ہوئی۔ اُس کے چہرے پر خوشی کی  
 چمک آگئی۔

"جگت! صاحب کو ڈو تھا کہ وہ لوگ جیہیں بھی یہاں سے فرار کرنا چکے ہوں گے۔" سرجن نے  
 طنز سے کہنے میں کہا۔ "کر مئے یقین تھا کہ اِس باتیں ہو سکتے۔" "اب ارجن سنگھ خاموش زورہ سا۔"  
 "جگت فرار نہ ہو سکے اِس غرض سے میں نے مہتال کے گرد پولیس کا جال بچھا دیا تھا۔"  
 "جگت کے چہرے پر نفرت انگیز مسکراہٹ دوڑ گئی۔" "اب بھی تمہارا غرور کم نہیں ہوا ارجن؟"  
 اُسے انتظام پر بھیڑا اعتماد ہے۔ جگہ کے چہرے پر نفرت بھری مسکراہٹ دوڑتی دیکھ کر ارجن  
 سنگھ بھڑک گیا۔

"ہاں! ابھی تک یہاں موجود ہو، یہ اِس بات کا ثبوت ہے۔" اپنے چیف کی موجودگی  
 غور فرما کر ارجن سنگھ قبضہ کر کرش دیا۔ اُس کی اس حرکت سے جگت کا ذہل جھل اٹھا۔ اُس  
 کی پشیمانی پر گیس پر ابھرا آئیں۔ کچلا ہونٹ داخوں تلے جا کر اُس نے عجیبے سے ہنسنے سے ہنسنے  
 لگا لال لیم۔ وہ دم دقت میں پیچھے ہٹ گیا۔ قبضہ لگاتے ہوئے ارجن سنگھ کا منہ کھلا رہ گیا۔ جگت کے ہاتھ  
 میں قاتل سے ہونے پھول کا نشانہ اُن کی جانب تھا۔ جگت کی اُنٹلی ہلن پر بھی۔ سرجن بھڑک اٹھے۔ وہ  
 کچھ کہنا چاہتے تھے مگر اُس سے پہلے جگت دانستہ قہر میں گر پڑا۔

"یہ پھول کیسے اِس بات کا ثبوت ہے ارجن؟"  
 سرجن نے جہن ہو کر بولے۔ "مجھے ایسا کیا پاگل پنا ہے جگت؟"  
 جگت نے ایک ہاتھ بلند کیا۔ "سرجن صاحب! اپنا منہ مہر کریں۔ آپ سے اپنا کیا ہوا احمد  
 بیٹے یاد ہے۔" پھر جگت نے پھول والا ہاتھ بلند کیا۔ "وہ دم صاحب! آپ فتنی جلد بازی نہ کریں  
 اور اپنا پھول ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔ مجھے ارجن سنگھ سے حساب پکانا ہے۔"  
 ارجن سنگھ سر ہلا کر رہ گیا۔ بھڑکی چہرے سے ہلا پر دہائی کے آثار پید کر کے اُس نے اپنے  
 ہاتھیں چکر کر حرکت دی۔ اُس کی اس حرکت پر جگت نے پھول کی دالی سے اُس کے سینے کا نشانہ لیتے  
 ہوئے تھی سے کہا۔ "چلائی رہ رہتے دے۔۔۔ ورنہ جان سے ہاتھ دھوئے بڑ جاویں گے۔" جگت کی  
 گرفت آواز دس کر ارجن سنگھ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہ دم صاحب اُسے تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

یاد کر کے تم نے سکھ دیکھا تھا نہیں۔"  
 چندن نے اپنا نازک ہاتھ جگت کے ہونٹوں پر رکھ دیا۔ "اِس وقت یہ بات نہ کریں۔ میں سب  
 کچھ جانتی ہوں کہ آپ نے جان خطرے میں ڈال کر خود کو کیوں پولیس کے حوالے کیا۔ صرف ہم  
 سب کے سکھ کی خاطر۔" ہونٹوں پر رکھے ہوئے ہاتھ کو چم کر جگت مسکرا دیا۔  
 "سکھ تو نہ جانے کب آئے گا۔ ابھی تو میں جیل کا کافی ہے۔ باقی قاتل جو جی جی چاہتا تھا گھر آ  
 جاتا تھا۔ مگر اب جیل کی دیواریں ہمارے درمیان وہیں کی۔" جگت نے سر اودھ کر کہا۔ "نہ جانے  
 کتنے سالوں کی جدائی ہو گئی۔"

"ایک دن آپ جتنے کھیلے کرتے آجائیں گے۔ اِس امید پر ہم کئی سال کا ٹیس لیں گے۔" چندن  
 نے جواب دیا۔ "جیل میں آپ صحیح سلامت ہوں گے یہ یقیناً تو رہے گا۔ باہر تھے تو ہر رات  
 خوف کی پرچھائیاں گھیرے رہتی تھیں۔" چندن کچھ دیر خاموشی سے جگت کا سر دہائی رہی۔ زورہ کے  
 متعلق پوچھنے کو بھی اس کا جی چاہتا مگر کس طرح پوچھا جائے؟ کیا پوچھا جائے؟ اسی دوران ایک  
 زس کرے میں داخل ہوئی۔ وہ جگت کے ہم کورم باقی سے پچھتے ہوئے قاتل سے صاف کرنے آئی  
 تھی۔ چندن نے خود سے خدمت انجام دینے کے لئے کہا مگر زس نے کہا کہ یہ اِس کا فرض ہے۔ زس  
 جگت کے جسم پر کچرا پیچھے رہ گئی تو چندن کھڑی ہو کر بولی۔ "آپ یہ کام نہیں۔" اُس وقت تک  
 میں پھل لے کر آئی ہوں۔"

آدھے گھنٹے بعد چندن پھل کی ٹوکری لے کر اندر داخل ہوئی۔ زس جا چکی تھی۔ کمرے میں  
 کوئی نہیں تھا۔ پھر بھی اُس پاس دیکھ کر اُس نے جگت کے کان میں کچھ کہا۔ جگت کی آنکھیں جھپکے  
 لگیں۔ "وہ بھرتی سے اٹھ کر بیٹھا گیا۔" "وہ کہاں ہے؟" "جگت نے بے چینی سے پوچھا۔  
 "دروازہ کے پاس پھول کی ٹوکری اٹھا کر آیا ہے۔ میں نے اُسے اِس جہانے کھڑا کر دیا  
 ہے کہ مزدوری کے پیسے لے کر آگئی آئی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے چندن کی آواز بھرا گئی۔ وہ جگت  
 کے شانے کو دبا کر بولی۔ "نہیں میری قسم! ادھی کی بات نہ کرنا۔"  
 جگت نے لمبی سانس لی اور آنکھوں کی پتھوں کو گردش دینے لگے پھر پیچھے کے سہارے تک کر  
 پڑا۔ "ٹھیک ہے۔ اُسے میری خوشخبری دینا۔ کہا تم نے آخر تک دوستی نہ کی۔ مگر میں ساتھ نہ دے  
 سکا۔"

چہرے کا بیضہ خشک ہو گئی ہوتی چندن تیز قدموں سے باہر چلی گئی۔ جگت آنکھیں بند کر کے  
 سوچ میں ڈوب گیا۔ اچانک کچھ یاد کر کے اُس نے پھول کی ٹوکری کوئی، دو چار گول ڈالے۔  
 اسی لمحے اُس کے ہاتھ کی تخت چہرے گرائے۔ اُس نے تیزی سے دو ہتھ پچے کے نیچے چھائی  
 اور ٹوکری چار پائی کے نیچے سر کاڑی۔ جگت پر آنکھیں گاڑ کر وہ گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ اُس کے  
 کان چندن کے قدموں کی آہٹ پر گئے ہوئے تھے۔

○

کشمش و لم اور ارجن سنگھ پورے زور سے کمرے کا دروازہ دیکھتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔  
 ہنسر پر لیڈ کھنکسے کی چٹاک کھاتے جگت کو دیکھ کر ان کے چہرے پر روشنی آگئی۔ کشمش نہ سکون

کی انہیں جلت کی بات سن کر جرت سے پھیل گئیں۔ جلت اُن کے جواب کا انتظار کرتے بغیر پھر بولا: "فیض میری بات سن کر آپ کو توبہ ہوا ہوگا۔ مگر یہ جس جس کو آپ لوگوں نے چیف کا عہدہ دیا ہے کس حد تک بچے ہے اس کا اگر ثبوت چاہئے تو خود ای سے پوچھ لیں کہ ایک غلطی نے اُن کے حکم کو پانے دوسرے ساتھی کو چاقو سے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا تھا۔ پھر دو گرام کے مطابق اسے ہسپتال بھیج دیا گیا تا کہ آپ کو یمن وقت پر مصروف رکھا جائے۔ اگر یمن جھوٹ بول رہا ہوں تو آپ خود اس کتے سے پوچھ لیں!" جلت کے الفاظ میں حشراتِ نمی۔

جنت کی بات سن کر سر جن کا چہرہ مٹھے سے سرخ ہو گیا اور کشتہ کے ہاتھوں کی منھیاں بھیج گئیں۔  
محرک کے کچھ کہنے سے مسٹر جنت کی آواز ایک بار پھر کمرے میں گونجی۔

[illegible]

وقت ملازمت سے کنکڑوں کی تہوں۔ اب اپنی کمرے جلوت اور پتول کھول کر مجھے دو۔  
مجھ سے اطمینان کی سانس لی۔ اب اس کی انگلی رچا الور کے خزانے سے جہت بھی تھی۔ اس نے کنکڑ کو کھال کیا۔

”صاحب! میرا ہسپتال بھی اپنے پاس رکھ لیں۔“ کشر وپلے نے ایک ہاتھ سے ارجن اور دوسرے ہاتھ سے جگت کا ہسپتال لے لیا۔ ”صاف سمجھ کر دیکھو، دوستی کرنی پڑی۔“ جگت نے ہنس کر کہا۔ ”علاحدہ کرے ہسپتال میں ایک بھی گولی نہیں جی۔ آپ خود کھول کر دیکھ لیں!“ جگت کی بات سن کر کمرے میں موجود تین افراد چونک پڑے۔ جگت نے اپنے لباس سے چھ گولیاں نکال کر سرجن کے ہاتھ پر رکھ دیں۔ ”بچے! میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا اس لئے ہسپتال خالی کر دی۔“ جگت نے سسکا کر کہا، پھر ارجن سمجھ کی طرف عزت بھری ٹھٹھول سے دیکھ کر بولا۔ ”میسے بزدل جن جن کے لئے مجھ سے ہوئے ہسپتال کی ضرورت نہیں پڑی۔“

ارجن سمجھ کا چہرہ سفید ہو گیا تھا جیسے اس کے جسم میں خون نہ ہو۔ سرجن جگت کو حقین امیر

”جگا! اب مجھے یہ بتاؤ کہ یہ پستول تم تک کیسے پہنچا؟“ کشمر نے سوال کیا۔ ”نن کے ذہن میں کافی دیر سے یہ سوال گردش کر رہا تھا۔“

”ساحب! آپ پھر قانون کو جال پھیلا رہے ہیں۔“ جکت نے سکرکر جواب دیا۔ پھر یہی ہوا تو وہ بولا۔ ”جو لوگ خون کو آزاد کر سکتے ہیں کیا وہ مجھ تک پھنسل ہیٹھا سکتے؟“ جکت کی بات سن کر کشر کے چہرے پر اچھن کے آثار نمودار ہوئے جنہیں دیکھ کر جکت نے کہا۔ ”آپ سبکیا بات جانتا چاہتے ہیں کہ پھنسل کہاں سے آیا؟“

محبت کا یہ روپ دیکھ کر وہ سمجھ چکے تھے کہ ذرا سی غلطی اس ڈاکو کو پیش دلا سکتی ہے۔ سرجن بھی اس صورت حال سے خوفزدہ نظر آ رہے تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر جگا کو مزید خسرنا گیا تو کمرے میں لائیں نظر آئیں گی۔

”ارجمت تھیں، تو سنئے کہ کچھ ہو کر اتنا بزدل نکلا۔۔۔ تو اپنا سر اور داڑھی منڈوا دے۔۔۔ سیکھ کر کہا ہوا دیکھو“

سیکھنی چاہئے، بے ایمانی نہیں۔“ جنت کی آواز میں جوش بھٹک رہا تھا۔ ”میں تجھے تیری جا لایاؤں گے، آخر ہر کے لئے صرف پانچ منٹ کا وقت دیا جاتا ہے۔ اگر تو قبوٹ بولا تو اس صدمت میں میرا ہسپتال بھی خاموش نہیں رہے گا۔“ جنت کا لہجہ سرد تھا۔

”میں نے تم کو یہ سنا ہے کہ تم نے ایک عورت کو بے رحمی سے مار ڈالا ہے۔“ اس نے مردود کی آواز میں کہا۔  
 ”مجھے قسم کر کے اور جو خان پر ظلم کر کے اس کی زبان کھلوانے کی آواز میں کہا۔“  
 ”مجھے کچھ خبر۔“ اس نے سچے سچے ہونے پر ہونٹ دکھائے۔ ”کیونکہ جگت کی سرف  
 زائے اس کے گورہی تھیں۔“ مجھے ایک کلاس پائی جا رہے۔ ”اس نے کشمیری کی جانب متوجہ نظر دلا  
 دیا۔“

”ارجن!“ حجت کرج اُٹھا۔ ”پانچ منٹ پرے ہونے کے بعد کوئی کوئی آواز سنانے کے لئے زورہ نہیں رہے گا۔ جلدی تا! آپس چکی میں حاضر ہونے کی صورت میں مار پیٹ کرنے کا تو بے فہم یا قاتل!“ ارجن تنگ سے سر جھکایا۔ ”مجھے تیری زبان سے سننا ہے۔ کس صاحب کو بھی سننا ہے۔۔۔ جلدی زبان کھول!“ جوش میں ارگرج تنگ نے کالی یک دی۔ حجت نے دانتوں کے درمیان زبان دبا کر کرج صاحب سے کہا۔ ”مختفی حیات کو بلا کر آکر وہ نہیں بولا تو اس صورت میں بھجورا میرے سے یہ سوال کو بلا کر ہے۔“

بہرے گا۔ اور چونکہ وہ بڑا بڑا آدمی تھا۔ اس لیے اس نے کہا کہ ”میں نے اپنے لیے ایک کھنڈر کا کھنڈر بنایا ہے۔“

”ارجن نگہ! تمہیں جو کہہ رہا ہے، اسے کہہ دو۔“ کشر نے غصے سے کہہ دیا۔

”ساجب۔۔۔۔۔“ ارجن نگہ نے جواب دیا۔ ”مجھے اپنی غلطی تسلیم ہے۔ میں قصور وار ہوں۔“

”جو کہہ رہا ہے، اسے کہہ دو۔“ کشر نے غصے سے کہہ دیا۔

”لیکن اسے بدل نفس اتنے تو مجھ سے راتے ہیں کہ وہ کہتا تھا کہ اس میں تیرا کوئی ہاتھ نہیں۔“ کشر نے غصے سے کہہ دیا۔

”جنت“ اور بہتوں کو دودھ پھونکنے کا شاندار تجربہ ہوا تھا۔ جگہ جگہ پلٹ کر ایک لمحے کے لئے سر زمین کی طرف دیکھا اور بولا۔

”میں صاحب! ابھی وہ ہے۔ آپ کو اس شخص کی خفا کا اندازہ نہیں۔ ابھی کچھ دیر ہو کر میں۔“ جنت کے ہونٹوں پر خشک سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ پھر اس نے کشمیر کو مخاطب کر کے کہا۔

”آپ صرف اتنا ہی نہ کرنا کہ اپنے پولیس ڈیپارٹمنٹ کی کم ٹرفی سے گھبرا کر ابھی تو آپ کو بہت کچھ سننا ہے۔“ ارجن سنگھ گھبرا گیا۔ دودھ طلب نظروں سے جگہ کی طرف دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو خدا کے لئے اسے مزید بہاؤ دینا چاہئے۔

”سرجن صاحب! آپ پولیس چوکی پر دیر سے پہنچے اور اس کا سبب ایک خطرناک کیس تھا۔  
 سے تا سبکی بات؟“ نجات نے دوبارہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے سرجن کی طرف دیکھا۔ سرجن

گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔ مگر جاتے جاتے اُس نے گردن گھما کر جگت کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں تو بین کے انتقام کی چند گاریں سنگ رہی تھیں۔

○

بچپن سنگھ ستمیوں کے ساتھ رات کو جنگل والے اوڑے پر واہن لوٹ آیا۔ اس وقت ہنومان شرم بے ہوشی میں رو رہا تھا۔ اُس کی گرم پیشانی پر ہنگامہ بڑا بار بار رکھا جا رہا تھا۔ کربال غم کے ہاتھ بچپن سنگھ کو دیکھ کر کچھ گھبرائے۔ ہوشیار سنگھ ہنومان کے چہرے پر کوئی درد انگ دکھا رہا تھا۔

”کیوں بچپن! غالی ہاتھ؟“ کربال سنگھ کی آواز سن کر ہوشیار چوڑھا اور ہنومان کی آنکھیں حوڑی کی شکل گئیں۔ وہ بخار میں زبان بک رہا تھا۔ ”جگت! آج کیا اُسے لے کر آیا؟“

”مگر بچپن کا چہرہ کبھی ہاتھ کی جگت نہیں آیا، یا مجبورہ دلائیں سنگھ۔ بچپن نے جواب دینے کی بجائے جوال کیا۔ ”ہنومان کی حالت کبھی ہے؟ مجھے راتے میں اطلاع کی کہ تم کوک بڑی صفائی سے اسے پھیرا لے ہو۔“ بچپن نے ہنومان کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور چونک گیا۔ ”ارے اس کی پیشانی تو لہ رہی ہے۔“

ہنومان بے ہوشی میں بڑبڑایا۔ ”جگت! تم آگے؟ مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے۔ کتے، ٹالے! ٹالو! آ!“ بچپن نے اُس کی زبان کو ٹکرا رہی تھی۔ اُس نے بچپن کا ہاتھ تھام لیا۔ ”جگت! تم بولے کیوں نہیں؟ کیا ناراض ہو؟“

”میں بچپن ہوں ہنومان!“ بچپن نے کپکپاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”جگت نہیں آیا۔ شاید وہ بھی نہیں آئے گا۔“

کربال اور ہوشیار سن ہو گئے۔ بے ہوشی میں بھی ہنومان ایسے لرز رہا تھا۔ اُس کی ہڈیاں گھٹکیں سے آنسو بہنے لگیں۔ اُس نے کپکپاتے ہاتھ کی صفائی کیں گئیں۔

”کیا ان کوٹوں نے اُسے قتل کیا؟“

”نہیں نہیں ہنومان! جگت! اچھا خاصا ہے مگر میں اُسے لائیں نہ سکا۔“

”کیا پولیس کا انتظام بہت خف تھا جس کے سبب تم ناکام رہے؟“ کربال نے پوچھا۔

بچپن کو اس سوال سے جھک محسوس ہوئی مگر وہ کچھ نہیں بولا۔ وہ شیو پورہ سے چلے ہی تمام راستے میں مل گھسٹا رہا تھا۔ جگت کو پتہ چلے کہ فرار کرنا نا ممکن اور خطرناک تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ اُس نے اپنے فوے لیا تھا۔ کربال اور ہوشیار نے اپنی طرف سے ہنومان اور جگت کو پولیس کے قبضے سے بچرانے کے لئے بچپن سے ہاتھ ڈالے تھے تو بچپن کو بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی۔ لیکن اسے اس باتے پرانے سامنے پھر آئیں میں ایک ہو جائیں۔ یہ ایسا ہی موقع تھا۔ اُس نے خان ڈوگر پولیس اسٹیشن کے ہنومان کو چھڑانے کے لئے کربال اور کربال کو مقرر کیا تھا اور خود اُس نے جگت کو چھڑانے کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی۔ دونوں گروہوں کو تقریباً ایک ہی وقت میں چھاپے مارنے کا نام لگا تھا۔ چاہے وہ چار آدمی تھے یا چار سو۔ لیکن جگت یا خان نے اُنہیں بہر حال پولیس کو تھام لیا تھا۔ خان ڈوگر کو اس کے لئے ایمانی کرنے کا انتظام کیا ہوتا ہے؟ مگر بچپن کو قوت آزمائے کا وقت نہیں مل سکا۔ کربال نے سوال کر کے اُس کی ماپو کو چھیڑ دیا۔ وہ کچھ دیر تک خاموش رہ کر

کھنسنے انہماک میں سر ہلایا۔ جگت نے ہستر پر بیڑ کر عقب والی کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے ہوئے کہا۔ ”یہ بات بہت آسان تھی۔ جگت کی بات سن کر وہ بیٹوں کھڑکی کی طرف دیکھنے لگے۔“ آئے والا تھا کہ فرار کرنا چاہتا تھا مگر میں سرن صاحب سے عہد کر چکا تھا۔“ جگت مسکرا کر بولا۔

”مگر پتہ تو اسے اپنے پاس رکھنے کا جرم تم نے کیوں کیا؟“ کھنسنے نے پوچھا۔

”آپ مجھے پھر میرے جرم نکالنے لگے ہیں صاحب! میں فرار ہونا نہیں چاہتا تھا تو میں نے اپنے پاس پتہ تو لے رکھا تھا؟ آپ مجھ سے یہی پوچھنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو صاف صاف وہ ذل کو اس کی وجہ کیا تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ پولیس نے ہنومان کو بھی نہ بخشا ہوگا اور اس پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی ہوگی۔ اگر آپ اُس کی موت کی خبر لاتے تو اس صورت میں ارجن سنگھ یہاں سے زندہ نہ لوٹا۔“ جگت نے کہا۔

”مگر تمہارا پتہ تو خالی تھا۔“ کھنسنے نے جرح نہایت ذہانت سے سوال کیا۔

”یہ سچ ہے۔“ جگت نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”اس کا سبب یہ تھا کہ مجھے آپ کے اس قدر دل لہنے کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن یہ عارضی طور پر اس شخص کی زندگی بچ جانی لیکن دوسری بار جب یہ میرے پاس آتا تو میں اسے زندہ نہ چھڑاتا۔“

ایسا بے لگ اور چمکی گفتگو کر رہا تھا۔ جگت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ وہ جگا کو حسین اسیر نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ یہ راز آج ان کی کچھ میں آ گیا تھا کہ جگا دو گونوں میں کیوں مقبول ہے؟ کیونکہ وہ عہد کر کے بھی اس سے مخفی نہیں ہوتا چاہے اس طرح اس کی زندگی ہی کیوں نہ ختم ہو۔

جگت نے ہاتھ دھو کر اپنے عہد کے لئے کھنسنے سے عہد کر لیا۔ انہوں نے اُسے بڑھ کر دیکھا۔

”جگت! تمہاری سچائی کی قدر کرتا ہوں تو جاننا۔“

”شکر ہے!۔۔۔“ جگت نے سر جھکا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

کھنسنے باہر جانے کے لئے دروازے کی جانب بڑھے، مگر دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ایک نئے جیسے انجم لکھ گیا۔ ”وہ نوکر دوبارہ جگا کے ہستر کے قریب آئے۔“

”مگر وہ نوکر کیا ہوا؟ وہ کہاں ہے؟“

جگا سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس کے چہرے پر فکر کی پرچھائی نظر آئی۔ ”میں سمجھتا ہوں! عدالت میں پیش ہوگی۔“ اُس نے جواب دیا مگر اپنے کلمے کے توفیق پر ہاتھ جھیک کر بولا۔ ”دیکھئے“

”کیوں آپ کو پولیس چیف نے اُس کے خلاف بھی کوئی سازش نہ کی ہو اور آپ اُس کی سلائی کا یقین دلائیں تو اس صورت میں۔۔۔“

”میں اُس کی سلائی کا یقین دلائوں گا۔ میں خود اُسے لے کر آؤں گا۔“ کھنسنے جگا کی بات سن کر اُسے یقین دلایا۔ جگا کھنسنے کے چہرے کے تاثرات پر ہنسنے لگا۔

”نہیں صاحب! آپ کو ذمہ اتھانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے آپ پر مکمل یقین اور مجبور ہے۔“

کھنسنے دیا۔ اور مجبورہ کچھ بولے بغیر کمرے سے نکل گیا۔ اُس کے پیچھے ارجن سنگھ بھی



غصیلے لپچے میں بولا۔

”میں پولیس کے انتظامات کو خاک میں ملانے کے لئے اپنی جان تک کی پروا نہ کرتا۔ مگر اس سے پہلے میرے دل کو ایک عورت کے آسودگی نے بھگلا دیا۔“  
 ”عورت؟“ کراپال چونک کر بولا۔ ”تو جس جہا کرنے کا سبب بھی ایک عورت تھی۔ اب یہاں پر عورت؟“ کراپال، ویدو کے متعلق کہہ رہا تھا۔ چن سمجھ گیا۔ اُسے کراپال کی اس بات سے اختلاف تھا کیونکہ وہ بات سننے سے پہلے مخالفت کر دیتا تھا۔

”مگر پال! میں چدن کوور کی بات کر رہا ہوں۔ یہاں بھی کوہیلی بار دیکھا کیسے حالات میں ملاقات ہوئی؟“ چن دوپہر کے واقعات کو ذہن میں ترتیب دیتا ہوا بولا۔ ”ہمارے بچے آدھی بجیں بدل کر سرکاری ہسپتال کے ارد گرد پھر کر رہے تھے۔ میں ہسپتال کے دروازے کی گھرنی کرتا ہوا ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا اور موقع ملنے پر اندر داخل ہونے کے پکر میں تھا۔ چاروں جانب سب سے پہلے گھوم رہی تھی۔ کچھ سادہ لباس والے پر صورت کا جائزہ لے رہے تھے۔ ہسپتال کے پیچھے اپنا ایک ساگی گھوڑا لئے تیار کیا تھا۔ پولیس کشتی اور انسپکٹر اندر بے ہوش تھے اُن سب کے باہر نکل جانے کے بعد میرا ارادہ اُس کے قدم پر جانے کا تھا۔ اسنا چٹکی لیکن کچھ کی سر میں کی عیادت کے یہاں نے اندر پھر کر لیا تھا۔ اُس نے آکر مجھے اندر کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد میں نے نکت کے فرار کی ترتیب سوچ لی۔“ چن کچھ چپ ہو گیا۔ کیونکہ ہونا بے ہوشی میں یو پزار رہا تھا تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ پھر بولا۔

”پولیس کشتی اور انسپکٹر جہاں میں بیٹھ کر ملے تھے تو میں کھڑا ہونے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اسی لمحے دو پولیس والے ہوٹل میں داخل ہوئے۔ کسی کو کھٹ نہ کر رہے اسی لئے میں نے چائے کھولی اور اخبار کے پیچھے مل چھا کر اُن کی باتیں سننے لگا۔ ابتدا میں کوئی مطلب کی بات نہیں ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وقت ضائع کر رہا ہوں۔ چائے کی دکانی ہوٹلوں پر روک کر پہلا گھونٹ کھلے سے اُتار تو مطلب کی بات سنائی دی۔“

”میں سمجھتا ہوں کہ اُسے چھائی ہوئی۔“ ایک ساتھی نے زور سے کر کہا۔

دوسرا اُسے ڈانٹ کر بولا۔ ”اُسے ہسپتال میں رکھا گیا ہے۔ یہ بات ہم لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ مگر اُسے چھائی نہیں ہوئی۔ ورنہ وہ خود پولیس کے پیر دیکھ ہوتا۔“  
 ”تم ابھی بچے کو یار پولیس کا کام دکھائی جیسا ہوتا ہے۔ چالاک چالو روکونی سے نہیں مرتا تو اس صورت میں جال پھیل کر تو کھینچ لیا جاتا ہے۔“

”ہاں یہ سچ ہے۔ وہ زندہ رہا ہے۔ یہ اُس کی عورت کا نصیب ہے۔ نہیں تو ہسپتال کی بجائے شیشاں میں ہوتا۔“ درہمان میں چائے کے گھونٹ لیٹے ہوئے کچھ الفاظ دب جاتے تھے۔ میں اُس وقت چونک پڑا جب ایک ساتھی نے کہا۔

”اُس کی عورت کو تم نے دیکھا ہے کسی جہاں ہے۔ میری تو حالت خراب ہونے لگی۔“ مجرود آگے بڑھا۔ ”اس عمر میں بچپاری بیوہ ہو جائے گی۔“ اُس نے دوسرے نے کہا۔  
 ”دیکھو۔۔۔ وہ باہر آ رہی ہے۔“

میں چونک پڑا۔ ہسپتال کے دروازے سے ایک عورت باہر نکل رہی تھی۔ چائے تھوڑی باقی تھی اُسے چھوڑ کر میں نے کاکٹر پر پھینے چکانے اور خاموشی سے باہر آ گیا۔ یہاں بھی کے موڑ پر جانے کے بعد میں نے تیزی سے قدم بڑھا دیئے۔ دل دھڑک رہا تھا۔ جگت کی بیوی سے ملنے کی جلدی کے ساتھ دل میں یہ درمی تھا کیا وہ مجھے پہچان لیں گی؟ میری بات سنیں گی؟ انجانے آدھی سے بات کر رہی کی؟ دوسری جانب پولیس کا خطرہ تھا۔ چدن کوور پر خفیہ پولیس کی نظر رہے گی۔ کوئی ضرورت ان کی حرکات نوٹ کر رہا ہوگا۔ پھر میں اپنا تھیں اُن سے بات کروں اس صورت میں پولیس کی نظروں میں آ جاؤں لازمی تھا۔ پولیس کو یہ شک ضرور ہوگا کہ نکت کو فرار کیا جانے کا یا جگت خود فرار ہونے کی کوشش کرے گا ورنہ اسے سخت انتظام کی ضرورت نہیں تھی۔ میری میٹھ سے نیچے چوڑ کا پتھول تھا۔ پولیس کو کھٹ نہ ہو اس لئے ایک چوٹی دے کر ایک ڈکان سے نوکرا خریدنا تاکہ جیل میں نوکرا دیا دیکھ کر لوگ مجھے ضرور سمجھیں۔ چدن بھی نے مغربی مارکیٹ کے قریب چال بس کر لی۔ میں سوچ رہا تھا وہ خریداری کے لئے جا رہی ہیں، لہذا میرے بھی قدم دست بڑنے لگے۔ اُس نے کسی کی آواز سنائی دی۔ ”اے نوکرے والے!“ میں بھڑک گیا۔ گردن کھڑک گیا۔ آواز دینے والا سیٹھی نہیں تھا بلکہ وہ کوئی بوہاری دکائی دیتا تھا کیونکہ اُس کے پاس زمین پر اکھڑے کا چھوٹا سا بیڈل رکھا ہوا تھا۔ وہ بیڈل کی جانب اشارہ کر کے بولا۔ ”اے اُٹھا کر ساتھ چلو! دو پیسے پیش گئے۔“ یہ عجیب سی نگاہیں والی بات تھی۔ ضرور کو اداکاری ضروری تھی۔ لہذا میری نظروں سے دیکھ کر میں نے کہا۔ ”دو پیسے میں اتار دوں؟ سیٹھا تم خودی اٹھاؤ، پیسے پیچیں گے۔“

اُسے غصہ آ گیا۔ ”میرے بچے! اگر تم ہیں ضروری اندر مزاج تو لایں گا ہے۔“ میں جی چاہا اُسے چاکا ناکار ڈوں کر کہا گیا مناسب نہیں تھا۔ میں اُن کی سی کر کے آگے بڑھ گیا۔ چدن بھی فروٹ والے کی ڈکان پر کھڑی ہو کر چلوں کے بھاؤ پوچھنے لگیں۔ اُن سے کچھ دُور شانے پر نوکرا کھڑک کر کھڑا ہوا گیا مارکیٹ کے دروازہ میری جانب تھوڑے فاصلے پر کھڑے تھے۔ اُن کی نظریں کھد رہی تھیں۔ یہ باہر کا آدمی اپنی دوسری جینٹے کے لئے کہاں سے آ گیا؟ اُنھیں پھیل کر مجھے دکانے والے انداز میں دیکھ رہی تھی۔ چدن کوور کی جانب بڑھا۔ کھڑا ہونے کا انداز تھا مگر اس ناگزیر موقع پر قوت آنا نام درست نہیں تھا۔ چدن کوور کی جانب اشارہ کر کے میں نے نرم لہجے میں کہا۔ ”اُن کے ساتھ ہوں۔“ ڈکاندار چل کر بول رہا تھا۔ میں نے نوکرا اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ”اس میں ڈال دو!“ چدن کوور چونک پڑیں۔ ”مجھے ضروری کی ضرورت نہیں ہے۔“ انہوں نے کہا۔ بڑی ناگ صورت تھی۔ میں نے ہمت کر کے کہا۔ ”میں ضرور نہیں ہوں۔ مجھے نہیں پہچانا جاتا۔“ وہ غور سے میری صورت دیکھنے لگیں۔ ”ابھی بڑھ رہی تھی۔ میں نے مزہ لیا۔“ مجھے بھول گئے؟ میں ہونام کا کہا تھا چن ہوں۔“ آخری الفاظ میں نے سرگوشی میں ادا کر کے تھے۔ شاید جگت کے غم سے وہ مجھے پہچان نہ سکی لہذا ہونام کا نام استعمال کیا۔ ان الفاظ کا فوری اثر ہوا۔ وہ مجھے پہچان گئے میں گمراہ نہیں! انھیں اُنھیں میں دیکھ رہا تھا کیونکہ اُن کے چہرے پر مگرہات کے اثرات اظہار کرتے تھے۔ ڈکاندار نے اپنی مگرہات میں چھپانے سے جلدی سے چل نکلائے، مجھے بھی اپنا کام جلدی فرمنا تھا۔ میں نے کہا۔ ”ہسپتال تک چل پہنچاؤں گا۔“ پھر میری کہا۔

”میرے بھائی کی طبیعت کیسی ہے؟“ انہوں نے جواب دیا۔ ”تمہیک ہیں۔“ مجھے اطمینان ہو گیا۔  
 ”دوا کھانے خوراک کے لیے منع کیا ہے اس لیے پھل لینے آئی ہوں۔“ ان کا کہنا کہ دوسرے پھل  
 دیکھتے ہوئے بولیں۔ ”مگر آپ.....؟“ جواب دینے سے خوشتر میں نے ذکاوندگی کی جانب دیکھا۔  
 ”اگر بھائی آتے بہت سارے پھل لے لے، پھر کیا تو کوری نہیں دو گے؟“ میں نے کہا۔ وہ نہ بکاڑ  
 کر تو کوری تلاش کرنے لگا۔ اتنی دیر میں چند بھانگی میں سے کہا۔ ”میں تمہیں کھنے سے پکڑ لگا  
 رہا ہوں۔ میرے ساتھ میں آ رہی ہیں۔“ چند بھانگی مجھ بھول گئیں۔ ان کے چہرے پر خوف  
 جھلکے لگا۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہیں۔ اس دوران قوری میں پھل رکھ کر اپنے سر پر اٹھاتے  
 ہوئے میں نے چند بھانگی کی جانب دیکھا۔ پہلے..... اب ہم بھلیں۔“  
 بھیم سے باہر نکلے ہی ہم ہسپتال کی جانب بیٹھ گئے۔ ”تو کوری رکھنے کے بہانے میں اندر  
 آتا ہوں۔ سب تیار ہی کھلے۔“ کسی کو اطلاع دینے سے خوشتر ہم انہیں کال لے جائیں گے۔“  
 میں نے ہانگی سے کہا۔ ”ان کے قدم ڈگ گئے۔ میرے سامنے انہوں نے درو بھری نفلوں سے  
 دیکھا۔ ان کی لڑائی ہوئی پکوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ابھی رو دیں گی۔“ انہوں نے جارحانہ ہو  
 اٹھیں؟“ وہ دھیسے لیجے میں بولیں۔ ”دو لوگ انہیں زدہ نہیں رہتے دیں گے۔“ میں نے جواب  
 دیا۔ ہم لوگ اس طرح سرگوشیاں کر رہے تھے کہ کسی کو شک نہ گزرے۔ ”ظلم سے وہ بھاگے تھے مگر  
 قانون کے ہاتھ انہیں ہراسی کے پھندے تک دھکیل دیں گے بھانگی! انہیں پھانسنے کے لئے  
 یہ چال چھیلا کیا گیا ہے۔“ مگر ان کا جواب سن کر میں ہن ہو گیا۔ میری جانب دیکھے بغیر وہ بولیں۔ ”وہ  
 زدہ رہے، لیکن اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کے بچھانے ہوئے جال کو آدھر والا آسانی سے  
 کاٹ دیتا ہے۔ یہ سوال انسان کے چہرے پر ابھار دی کہ انہیں بلکہ قوت کی دی ہوئی زدگی کا ہے  
 بچن بھائی!“ بھانگی کی آواز بھاری تھی۔ راستہ کٹ چکا تھا۔ بھٹ کرنے کا موقع نہیں تھا پھر بھی  
 بچن کہنا چڑا۔ ”بھانگی! ایسی زدگی؟“ بھانگی اس کی منہ سے آئی زدہ تو ذبہ کر ساری زدگی جنہں میں  
 گزارنی پڑے۔ وہ کچھ خاموش رہیں، پھر ایک گئی میں خود نے میری جانب دیکھا۔ ”زدگی کا  
 کیا کرنا چاہتے اس کا فیصلہ زدگی دینے والے پر چھوڑ دیں۔“ بھانگی نے کہا۔ ان کے لیے میں  
 التجا تھی۔ ”کیا ہم خالی ہاتھ واپس لوٹ جائیں؟“ میں نے بڑے جوش لہجے میں پوچھا۔ میرے اس  
 سوال پر ان کی آنکھیں برسنے لگیں۔ وہ دوہونے کے پلے سے آٹھیں خشک کرنے لگیں۔ ”آج پہلی  
 بار ہم کھرے لوگوں کو کھانے کی امید بندھی ہے۔ پانچ سات سال بعد وہ مگر آئیں گے اس خیال سے  
 ہمارے دل مضطرب ہو گئے ہیں۔ یہ سب کچھ یقین لیتا چاہئے تو آپ انہیں لے جاسکتے  
 ہیں۔“ بھانگی کی آواز میں جا بڑی تھی۔ اس کا مطلع ہوا جیسے میرے جسم سے کسی نے ساری طاقت  
 چھین لی ہو۔ بگت میری خاطر اچلا کہ اس کے شوہر سے بچن کر اغوا کرنے کیا تھا تو اس نے بھی  
 بگت کو خالی ہاتھ لوٹا دیا تھا۔ اب میرے پاس صرف ایک راستہ تھا اس لیے پہلے کہ جسم ہو جائے  
 اور ہسپتال نظر آنے لگے مجھے وہ کام کرنا تھا۔ ”آپ آگے بڑھیں! ان کو کرے کی قوری مضبوط  
 باندھ کر آتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ وہ آگے بڑھنے لگیں۔ میں نے ایک کونے میں جا کر فوراً کھولا۔

لباس کے نیچے چھپا ہوا ہسپتال بچوں کے درمیان رکھ دیا، پھر اوپر کچھ پھل رکھ کر قوری مضبوط کئے

جواب دیا۔

”پھر ہسپتال کا کیا استعمال ہو گا؟“ ہوشیار نے پوچھا۔  
 ”کچھ نہیں۔“ کربال نے جواب دیا۔  
 ”بچن نے محسوس کیا کہ وہ دونوں مفرد ہو گئے ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر ممکن نہیں۔ اُس نے فوراً  
 بات سمجھائی۔“ کربال، ہوشیار! میں موقع پر آپ لوگوں نے ہمارا ساتھ دیا اس کے لئے اگر آپ  
 جو کچھ برا نہ مانیں تو میں احسان مند ہوں۔ ہونا منہ کیا، اس کے لیے ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔“  
 ”مگر ابھی اس کی جان کو خطرہ ہے۔“ کربال نے کہا۔

”اُسے میں دیکھ لوں گا۔ صبح تک کسی داکٹر کو پکاراؤں گا۔“ وہ اٹھ لگاؤ گا۔ ”بچن نے نرم لہجے  
 میں کہا کہ کربال اور ہوشیار کے جانے کے بعد جیون سوئے لگا، بگت واپس لوٹ آتا تو ممکن تھا سب  
 ایک ہو جائے۔“

دوسرے دن شش پورہ کی عدالت میں نانا نے دیر کو پیش کیا تو پورے ہال میں سنا جھگڑا گیا۔

”میرے بھائی کی طبیعت کیسی ہے؟“ انہوں نے جواب دیا۔ ”تمہیک ہیں۔“ مجھے اطمینان ہو گیا۔  
 ”دوا کھانے خوراک کے لیے منع کیا ہے اس لیے پھل لینے آئی ہوں۔“ ان کا کہنا کہ دوسرے پھل  
 دیکھتے ہوئے بولیں۔ ”مگر آپ.....؟“ جواب دینے سے خوشتر میں نے ذکاوندگی کی جانب دیکھا۔  
 ”اگر بھائی آتے بہت سارے پھل لے لے، پھر کیا تو کوری نہیں دو گے؟“ میں نے کہا۔ وہ نہ بکاڑ  
 کر تو کوری تلاش کرنے لگا۔ اتنی دیر میں چند بھانگی میں سے کہا۔ ”میں تمہیں کھنے سے پکڑ لگا  
 رہا ہوں۔ میرے ساتھ میں آ رہی ہیں۔“ چند بھانگی مجھ بھول گئیں۔ ان کے چہرے پر خوف  
 جھلکے لگا۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہیں۔ اس دوران قوری میں پھل رکھ کر اپنے سر پر اٹھاتے  
 ہوئے میں نے چند بھانگی کی جانب دیکھا۔ پہلے..... اب ہم بھلیں۔“  
 بھیم سے باہر نکلے ہی ہم ہسپتال کی جانب بیٹھ گئے۔ ”تو کوری رکھنے کے بہانے میں اندر  
 آتا ہوں۔ سب تیار ہی کھلے۔“ کسی کو اطلاع دینے سے خوشتر ہم انہیں کال لے جائیں گے۔“  
 میں نے ہانگی سے کہا۔ ”ان کے قدم ڈگ گئے۔ میرے سامنے انہوں نے درو بھری نفلوں سے  
 دیکھا۔ ان کی لڑائی ہوئی پکوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ابھی رو دیں گی۔“ انہوں نے جارحانہ ہو  
 اٹھیں؟“ وہ دھیسے لیجے میں بولیں۔ ”دو لوگ انہیں زدہ نہیں رہتے دیں گے۔“ میں نے جواب  
 دیا۔ ہم لوگ اس طرح سرگوشیاں کر رہے تھے کہ کسی کو شک نہ گزرے۔ ”ظلم سے وہ بھاگے تھے مگر  
 قانون کے ہاتھ انہیں ہراسی کے پھندے تک دھکیل دیں گے بھانگی! انہیں پھانسنے کے لئے  
 یہ چال چھیلا کیا گیا ہے۔“ مگر ان کا جواب سن کر میں ہن ہو گیا۔ میری جانب دیکھے بغیر وہ بولیں۔ ”وہ  
 زدہ رہے، لیکن اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان کے بچھانے ہوئے جال کو آدھر والا آسانی سے  
 کاٹ دیتا ہے۔ یہ سوال انسان کے چہرے پر ابھار دی کہ انہیں بلکہ قوت کی دی ہوئی زدگی کا ہے  
 بچن بھائی!“ بھانگی کی آواز بھاری تھی۔ راستہ کٹ چکا تھا۔ بھٹ کرنے کا موقع نہیں تھا پھر بھی  
 بچن کہنا چڑا۔ ”بھانگی! ایسی زدگی؟“ بھانگی اس کی منہ سے آئی زدہ تو ذبہ کر ساری زدگی جنہں میں  
 گزارنی پڑے۔ وہ کچھ خاموش رہیں، پھر ایک گئی میں خود نے میری جانب دیکھا۔ ”زدگی کا  
 کیا کرنا چاہتے اس کا فیصلہ زدگی دینے والے پر چھوڑ دیں۔“ بھانگی نے کہا۔ ان کے لیے میں  
 التجا تھی۔ ”کیا ہم خالی ہاتھ واپس لوٹ جائیں؟“ میں نے بڑے جوش لہجے میں پوچھا۔ میرے اس  
 سوال پر ان کی آنکھیں برسنے لگیں۔ وہ دوہونے کے پلے سے آٹھیں خشک کرنے لگیں۔ ”آج پہلی  
 بار ہم کھرے لوگوں کو کھانے کی امید بندھی ہے۔ پانچ سات سال بعد وہ مگر آئیں گے اس خیال سے  
 ہمارے دل مضطرب ہو گئے ہیں۔ یہ سب کچھ یقین لیتا چاہئے تو آپ انہیں لے جاسکتے  
 ہیں۔“ بھانگی کی آواز میں جا بڑی تھی۔ اس کا مطلع ہوا جیسے میرے جسم سے کسی نے ساری طاقت  
 چھین لی ہو۔ بگت میری خاطر اچلا کہ اس کے شوہر سے بچن کر اغوا کرنے کیا تھا تو اس نے بھی  
 بگت کو خالی ہاتھ لوٹا دیا تھا۔ اب میرے پاس صرف ایک راستہ تھا اس لیے پہلے کہ جسم ہو جائے  
 اور ہسپتال نظر آنے لگے مجھے وہ کام کرنا تھا۔ ”آپ آگے بڑھیں! ان کو کرے کی قوری مضبوط  
 باندھ کر آتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ وہ آگے بڑھنے لگیں۔ میں نے ایک کونے میں جا کر فوراً کھولا۔

لباس کے نیچے چھپا ہوا ہسپتال بچوں کے درمیان رکھ دیا، پھر اوپر کچھ پھل رکھ کر قوری مضبوط کئے

مجلسرےٹ نے دیر کی درخواست کو غور سے پڑھنے کے بعد مجرم کے گھر سے میں کھڑی ہوئی دیر کی جانب دیکھا۔ دیر نے سر جھکا لیا۔

”ہیں! کیا یہ درخواست تم نے پڑھی ہے؟“

”نہیں صاحب! میں نے لکھا ہی ہے۔“

”انگریزی میں لکھوائی ہے؟“

”جی ہاں حضور..... آپ جلد ہی پھر سیکھیں اس لئے۔“

مجلسرےٹ کو محض جلال نظر آئی۔ پھر بھی انہوں نے یقین کرنے کی خاطر سوال کیا۔ ”یہ درخواست تم نے اپنی خوشی سے لکھوائی ہے یا مجرم کی تمہارے ساتھ بڑھتی کی ہے اور تم سے دستخط کرائے ہیں؟“

”حضور! چونکہ لکھا ہے، میری مرضی کے مطابق ہے۔“ دیر کو کہیں ڈانکڑے سمجھا دیا تھا کہ عدالت میں مختصر جواب دینے چاہئیں۔ مجلسرےٹ نے بغالبی میں درخواست پڑھ کر سنانے کا حکم دیا۔ کارکن فوراً درخواست کو ترچے کے ساتھ پڑھنے لگا۔

شوہر کے قلم سے شک آکر گھر چھوٹی گئی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً خود کشی کر لیتی۔ ”عدالت میں موجود لوگ گہری نظروں سے دیر کو دیکھنے لگے۔ مگر ان کے لئے مزید حیرت آگے موجود تھی۔“

”حضور والا کے گرد مزید یہ عرض کرتی ہوں کہ میں اپنی مرضی سے ڈاکوؤں کے ساتھ رہی ہوں۔ انہوں نے میرے ساتھ شریفانہ دیا کیا مگر میرے گھر میں شریف کیسے جانے والے میرے رشتے داروں نے مجھ پر قلم کیا۔“

اس لمحے دیر نے اپنا اچھلا ہونٹ داغوں سے دبے لایا۔ عدالت میں ہلکا سا شور بلند ہوا۔ مجلسرےٹ نے نکل کر اچھڑا میز پر مار ڈرڈر آڈر کہا اور ہال میں سناٹا پھیل گیا۔

”مجھے حضور والا سے کہنا ہے کہ گھر چھوڑ کر جانے اور ڈاکوؤں کے ساتھ دینے کی سزا دینا چاہیں تو مجھے اختلاف نہیں مگر اس وقت تک پولیس اور میرے شوہر کی ذمہ داری سے میری حفاظت کی جائے۔“

مجلسرےٹ انہیں میں پڑھے۔ ایسا عجیب نہیں اُن کے پاس پہلے بھی نہیں آیا تھا۔ انہوں نے شام تک کسی فیصلے پر پہنچنے کی خاطر دیر کے شوہر اور پولیس ڈیپارٹمنٹ کے نمائندے کو عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ دیر کے باپ کو بھی لایا گیا۔ دیر و شام تک عدالت کی بیخ بستی رہی۔

پولیس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے مقدمہ تیار کرنے کے لئے مہلت مانگی گئی۔ لہذا مجلسرےٹ نے دیر کو ایک مہر زار کی ضمانت پر چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ مومن سنگھ اور دیر کے باپ کے سر جھک گئے۔ ایک دوسلے سے کمرے پر گھر کہا۔ ”دیر کا شوہر ضمانت دینا چاہتا ہے۔“ دیر چچی۔ اُس نے

کن انکسیر سے اپنے شوہر کی جانب دیکھا، پھر بولی۔

”حضور والا! میں اپنے شوہر کے ساتھ جانا نہیں چاہتی۔“

”ضمانت پر چھوٹنے کے بعد تم جہاں جی چاہے جا سکتی ہو۔ مگر جب کسی شروع ہو، عدالت میں حاضر کرنے کی ذمہ داری ضمانت دینے والے پر ہوگی۔“

دیر سوچ میں ڈوب گئی۔ مومن سنگھ نے اپنے دیکل کے کان میں کچھ کہا۔

”صاحب! خاتون اپنے والد کے گھر جا سکتی ہیں۔“ مجلسرےٹ نے دیر کی سمت دیکھا۔ دیر اپنے باپ کی جانب دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ اپنے باپ کی آنکھوں سے اُس کے ذہن کو پڑھنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔ کچھ دیر سوچ کر بولی۔

”حضور! مجھے سمجھ ہے۔ مجھ اپنے والد کے گھر جانے کو راضی ہوں۔“

پس دن بعد عدالت میں دیر و حاضر ہوئی۔ اُس کے خلاف کوئی مقدمہ تیار نہیں کیا گیا تھا۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ نے کہا کہ دیر کا ڈاکوؤں کے ساتھ جرم میں شراکت کے حقائق ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مومن سنگھ نے عدالت سے کہا۔ ”جو رشتہ ڈاکوؤں کے ساتھ رہ کر خراب ہو چکی ہے اُس کی پر جمائیں بھی میں اپنے گھر میں پسند نہیں کرتا۔“

مجلسرےٹ کو مومن سنگھ کی بات پر تعجب ہوا، پھر اُس نے اپنی بیوی کو ضمانت پر دیر کو لایا؟ دیر کو بھی شوہر کی اس عجیب سی بات پر اُچھٹن میں پڑ گئی۔ عدالت نے فیصلہ سنایا۔

”دیر و پر کسی کا جرم نہیں ہے۔ لہذا آؤ آزاد ہے اور جہاں چاہے جا سکتی ہے۔“

دیر کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی، جہاں مجھے جانا ہے وہاں کون جانے دے گا؟ باپ نے ان میں دلی کے درمیان بیٹھے دے دے کر اُس کا ذہن آٹ دیا تھا۔ اس کے لئے دو ہی راستے تھے۔ ایک جیل، دوسرا گھر۔ مگر جیل کے دروازے نہیں کھلے اور جگت کے گھر کے دروازے؟ فی الحال تو وہی بند ہے جب تک جگت آزاد نہ کر دیا جائے۔

○

پولیس چیف اور جنرل سنگھ کو برطرف کرنے سے خوش چھٹی پر پہنچ دیا گیا۔ اُس کی جگہ مضبوط ہاتھ والے بھٹان دلاور خان کا تعزیر کیا گیا۔ لہذا وہاں ہم اور بڑی بڑی آنکھوں والا دلاور خان پولیس کمشنر کا خاص آدمی تھا تو چھوڑ کر اُس کے اڈر کرنا اور چلے جانے والے اعتدالیوں کو کچلنے کے سلسلے میں دلاور خان نے اہم کردار ادا کیا گیا۔ جگت سنگھ کو کھائی دینے کے بعد اٹھالیوں کی ہم سرد ہو گئی تھی۔ اسی لئے کمشنر صاحب کی مہربانی سے دلاور خان کو خوشی پر دے پولیس چیف کا عہدہ ملا۔ جس جس پولیس چچی میں جگت پر ظلم کئے گئے اُن چوکیوں کے صوبیداروں کے عہدے کم کر دیئے گئے۔ اُن کا تبادلہ چھوٹے چھوٹے چوکیوں میں کر دیا گیا۔ ایک دن کے قیام کے دوران یہ سب کام ختم کئے گئے۔ اُن دنوں اور لوگوں کو لے کر کمشنر، پولیس صاحب کے ساتھ رات گئے تک بیٹھے رہے۔ جگت کے مافی سے واقف ہونے کے بعد اس سلسلے سے کمشنر کی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔

”مگر بھی سرجن! اُس کے نام پر جو کل و عدالت، ڈاکے اور لوٹ مار ہوئی ہے وہ کچھ کم نہیں ہے۔“ دیکھی کا کھونٹ ملنے سے اُنارے ہوئے پولیس کمشنر نے کہا۔ ”چار چوہوں میں عدالت میں کیس داخل کرنا ضروری ہے۔“

سرجن صاحب تشدد کو کسی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اُن کا خیال تھا تشدد کے ذریعے کسی شخص کو نواہ راست پر نہیں لایا جا سکتا۔ غیر قانونی تشدد کرنے والے مجرموں پر انصاف کے نام پر تشدد کرنے کا طریقہ انہیں اچھا نہیں تھا۔ سگار کے ذہنوں کو ہوا میں منتشر کرتے ہوئے وہ کھنکھراتے

جارت کرتی ہے کہ وہ دلیر جوان ہے۔“ کشر نے جواب دیا۔ پھر سر ہلا کر بولا۔ ”میں کس قانون کو اس طرح حامی نہیں ہوتا ہے۔“ سرجن کی آنکھیں جھپکے لگیں۔ ”عدالت میں کس جملے دو۔ میں گورنر صاحب کو اس سلیٹ میں بھجواؤں گا۔ اگلے ماہ ان سے ملاقات ہوگی۔“ کشر نے مضبوطی سے اپنے اپنے منہ پر تان باندھا اور کھڑا ہو گیا۔

”دہری کا نتیجہ آف پوکشنز۔“ ”سرجن نے ولیم سے معافی کرتے ہوئے کہا۔“ ”حضور والا! گورنر کی خدمت میں میری طرف سے بھی عرض کیجئے گا۔“ مجھے اُمید ہے کہ وہ آپ کی بات ٹھکرائیں گے نہیں۔“ ”کشنز مسکرا دیا۔“

اس کے بعد گمشدہ باپ کی جانب بڑھا۔ سرجن اسے گت تک چھوڑنے لگے۔ دونوں نے ایک بار پھر گرجوٹی سے مصافحہ کیا۔ انہیں کے شور کے ساتھ جب ساراٹ ہوئی اور پھر دوڑنے لگی۔ سرجن جاتی ہوئی جب کہ سرخ رخی کو دیکھنے لگے۔ عمر گمشدہ دونوں کو یہ پتہ نہیں تھا کہ قدوت کے کھیل بنارے ہوئے ہیں اور یہ ان کی آخری ملاقات ہے۔۔۔۔۔

○○○

کی جانب دیکھنے لگے۔

”قانون ہاتھ میں لینے والا مجرم جب قانون کے جال میں پھنس جاتا ہے تو اس سے انتقام لیا جاتا ہے۔ یہ بات ہم بہت عرصے سے محسوس کر رہے ہیں۔“ سرجن نے کہا۔

”مگر مجرم کو سزا نہ ملے تو ہر شخص جرم کی جانب راغب ہو جائے گا۔ یہ آپ کیوں بھول رہے ہیں سرجنرل؟“ کشن نے مسکرا کر کہا۔

”سزا پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“ سرجن نے بڑے غصے سے بولے۔ ”مجھے میں کہا۔“ مگر سزا ملنے سے انسان کو راہِ راست پر آ جانا چاہئے۔“ تقدیر پر کمر باندھنے والے انسان کو اچھا شہر کی بنا انصاف دینے والوں کا فرض ہوتا ہے۔ اس بات کو آپ بھی تسلیم کریں گے کشفِ صاحب!“

”میں نے صرف میرے قول کو کرنے سے سب کو بدل نہیں سکا۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ اگر آپ نے اس میں نہ پڑتے تو اس صدمہ میں خطرناک جگہ آگوندہ پولیس کے ہاتھ بھی نہ آتا۔ پولیس نے اس کے ساتھ جھگڑتا ہوا دیکھا، وہ غلط تھا لیکن۔۔۔“ مرجن نے کھنکریں بات غور سے سن رہے تھے۔

”لیکن“ کے لفظ پر کھنکریں ڈک گئے۔ مرجن نے کھنکریں کیہ نظروں سے گھورا کہ یہ نہیں بولے۔

”ہمیں تو اب اسے انصاف کے حوالے کرنا ہو گا۔ اُس کے خلاف قتل کے چار مقدمات درج ہیں انہیں نہیں جھٹایا جاسکتا۔“

سرجن کی بخیرین نیت تھیں۔ ہونوں کے درمیان دبا ہوا سارے گردنے کی حد تک لٹکے لگے۔ اس کی طرف سے جلد کی چھری سے چلنی سے اٹھنے کے لیے ہمارے پاس پہنچا ہوا ٹھنڈے کی جانب سے دھاتی کی گلی تھیں وہانی؟ ہمیں کمرہ کر کے مراد لائے کی حفاظت کا کیا ہوگا؟ میرے درمیان میں آنے کا مطلب کیا ہوا؟" سرجن صاحب نے کہا۔

”اس میں غلط ہو گیا ہے۔“ اسے گلاس میں دھکیں اڑھیلے ہوئے کسٹھری لگے۔ ”مرجن سگھ راسل ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اسے تو کسی کھانے اپنے راستے کا کانا ذرہ در کانا تھا۔“

”مرجن سگھ کا ذکر کر کے ہمیں آج کی شام کا کلف عمارت میں کنا چاہئے۔“ مرجن نے برا سا شہنشاہی کر کہا۔

”پھر مجھے عدالت کی کارروائی میں دخل دینا ہوگا۔“ ولیم بڑبڑایا۔

”میرا عقیدہ ہرگز یہ نہیں ہے۔ کہ میں آپ سے انصاف کا خطاب ہوں۔“ اب سرجن خاص  
 ہنسنے لگے۔ آپ کا۔ ”مجھے یہ انصاف قانون کی کتابوں سے نہیں چاہئے۔ ایک انسان کے دل سے  
 چاہئے۔“ کوشش اس انسانیت دوست ڈائریکٹر کی تھیں سننے لگا۔ ”آپ کی پولیس نے ہمدردی کا  
 چمکا کو کر دکھا رہا ہے تو ہم کا سوال یہی تھا۔ مگر وہ خود آپ کے پاس آیا۔ اگر انسانہ  
 دوست تو نہ جانتے، انہی افسر کے ہاتھوں کتنے لوگ مرنے اور اسے گرفتار کرنے کے پیکر میں آپ کے  
 سامنے آئی۔ آپ جیسے کتنا اسے ان سب خطروں سے ہم کی طرف سے۔ اس کے بدلے میں اسے چھاپنا  
 صحیح انصاف ہو گا۔“

ولیم صاحب نے اوپر تلے تین گھونٹ مطلق کے پیچے اُتار لئے۔ ”تمہاری بات میرے دل کو گنتی ہے۔ کل ہسپتال میں ہاتھ میں پستول ہونے کے باوجود اس نے کمال ضبط کا مظاہرہ کیا۔ یہ بات

ذبحیر میں بکڑے ہوئے جگت کو دیکھ کر اس کا خون گرم ہو گیا۔ "اُس انگر چٹنوں بھائیوں دیرساں میں نہ آ جائیں تو اسے دوست کا یہ حال نہ ہونے دیتا۔ کسے چڑا ب وہ کب ان ذبحیروں سے چھٹکارا جائے گا؟ کبھی کبھی یہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔" وہ سر ہلا کر بڑبڑایا۔ "میں سوچنے پر اسے جھکڑی اور بیڑی سمیت آٹھالے جاؤں گا۔ انگریزوں مانے کا تو بے ہوش کر کے لے جاؤں گا۔ چاہے کوئی عداولت کرے، مجھے اس کی پروا نہیں۔" بچن کی آنکھیں شعلے اُگھری رہی تھیں۔

عدالت میں ہالکا سا شور بلند ہوا اور خاموشی چھا گئی۔ بڑے مگر کی عورتیں چکا کو دیکھ کر ایک دوسرے سے دھجکھڑے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ "ارے یہ تو بالکل نوجوان ہے۔ کیا اس نے قتل کئے ہوں گے؟ دن دیہارے ڈاکے ڈال کر ساہوکاروں کی تجوریوں خالی کرنے والا بھی چکا ہے؟"

جسٹریٹ، ہال میں داخل ہوا۔ سب نے کھڑے ہو کر اس کا احترام کیا۔ بھری ہوئی عدالت میں ایک نظر ڈال کر اس کی نظر میں غم پر جم سکیم۔ وہ بھی آج صبح سے ایسے خطرناک مجرم کو دیکھنے کے لئے ہے جین جتا جگت اُس کی جانب دیکھ کر صرف مسکرا دیا۔ اُس نے مذق سلام کیا، مذعی اپنا سر جھکا کر بھروسوں کے کتھرے میں کھڑے ہوئے جگت نے جھپٹا کر عدالت میں موجود لوگوں کو دیکھا۔ جھپٹ کر تانا، ہانپ، مانا، زوردار کہہ کر دیکھ کر مسکرایا مگر دوسری جانب دیکھ کر شوہر موہن سنگھ کو دیکھ کر اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ موہن سنگھ نے سر جھکا لیا۔ کارروائی شروع ہو گئی۔ الزامات پڑھ کر سناے جانے لگے۔

"جگت نہ صرف دیکھا ڈاکو اور دو سوہن سنگھ قوم جاٹ راجا کا گھرانہ تھا جس سال۔ تین سال پہلے جڑوں میں رہائش پزیر ہوئے۔ جگت کوئی گھر کے لڑکا ہو گیا اور زوردار سنگھ کا قلمی نام اختیار کر کے فوج میں شامل ہو کر رائل کی فریگٹ حاصل کر کے تین فوجی ساتھیوں کے ساتھ فوجی جیب میں فرار ہوا۔ اپنے گاؤں آکر آدمی رات کو گھر سے انگریزوں میں جیت پر سوتے ہوئے موہن سنگھ کے دو بھائیوں اور بھتیجے کو گولی مار دی۔ اس کے بعد باقاعدہ قانون شکنی کی راہ اختیار کر لی۔"

سب لوگ شور سے ایک ایک لفظ سن رہے تھے۔ ہر ایک کی آنکھیں جگت کے چہرے پر اُبھرنے والے نشانات تلاش کر رہی تھیں مگر انہیں جگت کے چہرے پر لا پڑا وہی کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ان سب باتوں کے لئے تیار ہو کر کمرے میں کھڑا ہوا تھا۔ بڑسکون اور لا پرواہ۔ پھر سرکاری دیکھنے کے اُس کے ڈاکو کا حوالہ دینا شروع کیا۔ اُس کے ڈالے ہوئے ڈاکوں کی تفصیل بتانی شروع کی اور لے ہوئے مال کی رقم بتائی جانے لگی۔ پولیس کے ساتھ جہز ہوں کی تفصیل بتائی گئی۔ اور پولیس کے مطابق اُس کے ہاتھوں کے مجھے قتل کی تفصیل بتائی گئی تو اُس وقت جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ جگت کے چہرے پر بڑھے کے آواز نظر آئے لگے۔ اُس کے ہونٹ میچ گئے اور آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ گتھرے پر اُس کے ہاتھوں کی گرت مضبوط ہو گئی۔ وہ بالہ نظروں سے اُس نے دیکھل صفائی کی جانب دیکھا۔ اُسے نظر سے ہی جواب دیا گیا۔ "مستقل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے بعد جگت نے پہلے کی طرح چہرے پر لا پڑا وہی طاری کر لی۔

عدالت میں اچھی خاصی جھجکتی۔ باہر بھی اڑ رہا تھا۔ مسلح پولیس کا سخت پہرہ لگ ہوا تھا۔ صرف شیخو پورہ کے ہی نہیں بلکہ اطراف کے دیہاتوں سے بھی لوگ چکا ڈاکو کو دیکھنے آئے تھے۔ "چکا ڈاکو پولیس کے حوالے ہوا ہے۔" یہ خبر اخبارات میں شرسخیوں میں چھپی تھی۔ اس خبر سے پورے پنجاب میں چھلک چکے تھے۔ بہت سے لوگ یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھے۔ زمینداروں، ساہو کاروں اور سراپہ داروں نے ایمینا کی ساسی کی مگر انہیں بھی پورا یقین نہیں تھا۔ انہیں یقین تھا کہ ضرور اس میں ڈاکوؤں کی کوئی چال ہے کیونکہ اُس کی پارٹی بھی اُس کے ڈالے والی تھی۔ چکا کسی جہ سے بغیر اکیلا اپنے آپ کو پولیس کے سپرد کر لے رہا۔ چکا ڈاکو کا نام احترام ہے لینے والے لوگ بھی اس واقعے کو بڑا سراہہ دے رہے تھے۔ طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔ بہت سے لوگ بھی یہ کہہ رہے تھے کہ دیوئے اُس کا ذہن پلٹ دیا ہے۔ کوئی یہ کہہ رہا تھا چکا اپنے شاگردوں سے لڑ کر پولیس کے حوالے ہوا ہے۔ پولیس اُس سے شک ہو گئی تھی لہذا اُسے معافی کا بہانہ کر کے اپنے جیل میں بٹھالیا۔ باقی دیکھیں وغیرہ سب دیکھا دیا۔

عدالت کے ہال میں دانٹے کے لئے خاص اجازت لینے ضروری تھی۔ جن لوگوں کا کہیں سے کوئی تعلق نہ تھا وہ بھی اس ہال میں نظر آ رہے تھے۔ بہت ساری عورتیں بھی ہال میں موجود تھیں۔ عدالت میں عورتوں کی آہنی بڑی حاضری کا یہ پہلا موقع تھا۔ ہر آگے میں جنس جھٹک رہا تھا دیکھنے چکا کیسا دکھائی دیتا ہے کہ ہر دل میں چکا کو دیکھنے کی خواہش تھی۔ سینکڑوں آنکھیں جھیل گئیں جب پولیس دین میں سے ایک جوان بیرون میں بیڑیاں ہونے کے باوجود کورڈ۔ بیڑیوں کی ٹھکاناٹ سے داخل میں سناٹا چھایا۔ ہر زبان پر ایک ہی لفظ تھا "جگت"۔

سب کے ذہنوں میں ڈاکو کی تصویر پھری اُس کے مطابق چکا کو گھرے ہوئے تھو اور خوفناک چہرے، سرخ آنکھوں اور بڑی بڑی موچھوں والا خوفناک انسان ہونا چاہیے تھا۔ مگر یہ تو اس سے مختلف تھیں اور تو کمر لگا تھا۔ کیا اس نے سارے پنجاب کو ہلا دیا تھا؟ پولیس کو کس نے دوسرا تک ناکوں سے چھپا دیا تھے، یہ وہی چکا ڈاکو ہے؟ ہر ذہن میں سوچ رہا تھا مگر اس کے تعلق جو کچھ سنا تھا، اسے دیکھ کر کچ دکھائی دینے لگا۔ تکی شرافت ہے اس کی رفتار میں۔ معصوم کی مسکراہٹ کے ساتھ وہ سب کو کیسا دیکھ رہا ہے؟ اسے کس پولیس کی پروا نہیں۔ نہ عدالت میں ہونے والی سزا کا خوف ہے۔

نیا پولیس چیف دلاور خان دین کے اگلے دروازے سے باہر آیا۔ جگت اُن کے عتبہ میں عدالت کی بیڑیاں سے کھٹے لگے۔ بیڑیاں ایک مخصوص آہنگ کے ساتھ جتے گئیں۔ جگت کو جاتے دیکھ کر بچن کی آنکھیں بھرا گئیں۔ اُس کے منہ سے آدھ لگی۔ جھکڑی اور بیڑی کی

اس کے بعد شجرت پیش کرنے کے لئے مہلت مانگی گئی۔ وکیل صفائی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مجسٹریٹ نے ایک پتھر کی تار باندھی کپڑے سے ہٹ کر باہر جانے سے پہلے جگت نے تار کی جانب ایک بار دیکھا۔ اس کا چہرہ ہلکا ہو گیا۔ تار جگت سے انکسین چار نہ کر سکے۔ عدالت سے تار سیدھے سرکاری ہسپتال پہنچے۔ سرجن سے ملاقات کے لئے انھیں تھوڑا انتظار کرنا پڑا۔ جگت کو جیل میں رکھا جا رہا تھا۔

”مجھے یقین تھا کہ آپ انہیں گے۔ کیا عدالت میں کس شروغ ہو گیا؟“ سرجن نے منظر سے ہوتے لہجے میں پوچھا۔ انہوں نے تار کا سرخ چروہ دیکھا تھا۔ پھر بھی لا پرواہی کے اظہار کے طور پر سگار جلانے لگے۔

”صاحب! انہوں نے سب الزامات جگت کے سر رکھے ہیں۔ تار ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہولے گروہ زیادہ در ضبط نہ کر سکے۔ مجھے محسوس ہوا ہے کہ پولیس ڈپٹی چال چل رہی ہے۔ ہمیں اندر جہاں ہے میں رکھ دو اور اپنا کام کر رہی ہوں گے۔“

”آپ جگت پر لگائے ہوئے الزامات سن کر متھل ہو گئے ہیں شاید۔“ سرجن سگار کا دھواں فضا میں پھیلنے دیتے ہوئے ہولے۔ ”محسوس میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔“

”کیا مطلب؟“ تار نے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر کہا۔

”مطلب یہ کہ قصداً کے نواسے کے کارنامے پیچھے ہوتے نہیں ہیں۔ پولیس آفس میں اور اغوا کیے گئے شخصوں پر اس کے علاوہ لوگوں کی زبان پر چڑھے ہوئے جرم کو اس طرح چھپانا ممکن نہیں ہو سکتا۔“ سرجن نے آئینیں بھجایا۔

”میں سمجھا نہیں صاحب۔ جب پولیس پر الزامات لگا چکے ہیں تو سزا کیسے ہو گی؟“

”الزام لگانا تو آسان ہے مگر انہیں ثابت کرنا پڑا۔ انکسین ہوتا ہے۔ جرم کو ان کی سوچ و تدبیر ضروری ہوتی ہے۔ قانون انما از دل کوکبش مانا جاتا ہے۔ کویت چاہئیں۔“

پھر بھی تار خاموش رہے۔ انھیں اس بات سے کسی نہیں ہوتی۔ سرجن نے مزید کہا۔ ”ہمارے وکیل کو مخالف پارٹی کے کمزور پراخت حاصل کر کے صفائی پیش کرنا ضروری ہے۔“

”اس کے باوجود پولیس کے پاس طاقت، دولت اور اثر سب کچھ ہے۔ شاید فیصلہ ہمارے خلاف ہو جائے۔“ تار بھلے پر انہیں کر سکے اور ان کا محسوس نچانے خوف سے لرز گیا۔

”اس کے لئے انتظام کیا جا چکا ہے۔“ سرجن نے کہا۔ ”پھر اگر وہ نظریں سمجھا کر ہولے۔“ بات دل میں رکھتا۔

پولیس منظر ذرات خود کو زور صاحب کو اس سلسلے میں سمجھائیں گے۔ پھر کیس اتنی حد تک آگے نہیں دوں گے۔ سرجن کے آخری الفاظ پر تار کی تسکین ہو گئی۔

”پھر تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میری تو جان بھل گئی تھی۔“ تار کے بڑھے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”امی عجیبہ بات میں اس طرح کی جلد بازی ٹھیک نہیں۔ ہفتہ باقی ہے۔ میری یہ آخری کوشش ہوگی۔ چاہے مجھے اس کے لئے اپنی جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔“

دوسری بات جگت عدالت کے کٹھن سے میں حاضر ہوا۔ آج بھی جھوم جھوم ہر طرف سنسنی مچ گئی تھی۔ نامعلوم کیا ہو گا؟ جگت کے تار اور پانچویں آئے تھے۔ ویر کا شہر بھی حاضر تھا۔ وہی اس کیس کا اہم گواہ تھا۔ مجسٹریٹ کے ہال میں داخل ہونے سے جھڑپوں اور خانہ سرکاری وکیل سے گفتگو کر رہا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد مجسٹریٹ آ گیا۔ اُس نے اپنی کرسی پر بیٹھ کر فائل کو ملی، پھر اس کی نظریں عدالت کے ہال کا جائزہ لینے لگیں۔ اُس نے جرم کی جانب دیکھا مگر جگت کے چہرے پر کس قسم کا اثر دکھائی نہ دیا۔ کارروائی شروع ہو گئی۔ سرکاری وکیل نے گواہوں کے نام لے۔ موہن سنگھ، سانیو پولیس چیف سنہا، ارجن سنگھ، راجا گجس کا موہیداس کے علاوہ کچھ انجانے نام لے گئے۔ ”پندرہ ویں سنٹ بعد جگت کو سمجھا دینا دو کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے جس سے پولیس ڈیپارٹمنٹ کلنگ جائے۔ جو ہو رہا ہے اسے خاموشی سے دیکھنا رہے۔“ سرجن نے تار سے کہا۔ تار سر ہلاتے گئے۔

”نہیں جووان۔“ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ میری جگہ مگ ہوتے اور جگت کو اس حالت میں دیکھتے تو ہال لاشیں بچھا دیتے۔“ بچن اپنی انہی فیس میں کہہ رہا تھا۔

جووان نے اسے جگت کو دیکھتے بھجایا تھا۔ اُس نے کہا تھا۔ ”ایک بار تم جگت کو دیکھ آؤ! میں تمہاری آنکھوں سے اسے دیکھنے کی تسکین حاصل کر لوں گا۔ کون جانے قسمت میں اسے دیکھنا لکھا بھی ہے یا نہیں؟“

بچن جھرا ہوا ایس لوٹا اور مدد کرنے لگا۔ ”میں اسے پولیس کے پیچھے سے جھڑا کر ہی دم لوں گا۔“

”اس طرح جلد بازی نہ کرو بچن! جووان نے بھرا سے ہوتے لہجے میں کہا۔ ”ایسی کوئی حرکت نہ کرو جس کی وجہ سے سب مشکل میں پکس جائیں۔ پولیس یہ سمجھ رہی ہوگی کہ جگت کے سامنے اسے آزاد کرانے کی ہر پور کوشش کریں گے اس لئے ظاہر ہے انہوں نے تمام انتظامات کئے ہوں گے۔ اور جگت کو اس صورت میں جھڑا کر لانا بچن کا مکمل نہیں۔“

”تم مجھے اشتعال دلانا چھوڑ دو جووان! ایک بار میں اپنی عقلی کا شہیاد جگت چکا ہوں۔“

چندن بھائی نے در بیان ہی سے مجھے واپس کر دیا۔ ایک جگت دوسری بار عدالت سے سیدھا یہاں آئے گا۔

ایک سہائی ہاتھ ہوا ہال میں داخل ہوا۔ اُس نے دلاور کے کان میں کہہ کہا۔ پولیس چیف فوراً ڈیکر سیدھا ہو گیا۔ سرکاری وکیل کو قریب بلا کر اس سے بھی دلاور سے کہہ کہا۔ اُس کا چہرہ اتر گیا۔ وہاں سے بات مجسٹریٹ کے کالوں تک جا پہنچی۔ وہ بھی چوک گیا۔

عدالت میں تار جگت کا۔ کچھ انہوں کی بات ہوئی ہے شاید۔ وکیل اور عدالت میں موجود لوگ ایک دوسرے کی صورتیں دیکھنے لگے۔ ”کیا ہوا؟“ اندر اندر سرگوشیاں ہونے لگیں۔

شجرت نے میز پر ٹکڑی کا پتھورا بھا کر ”خاموش خاموش“ کی آواز لگائی۔ سب چپ ہو گئے۔

تازہ ہو گئی۔ بحث اور دلیلیں یاد آئیں۔ دل اور بے چین ہو گیا۔ غم بھلانے کے لئے دسکی لینے کی خواہش ہوئی کمرکشور کی موت کے احترام کے خیال سے انہوں نے اپنی خواہش دبا دی۔ دل بھلانے کے لئے آخر انہوں نے ڈاک پر توجہ مرکوز کی۔ لٹافوں پر بھیجے والوں کے نام پر چارہ کروہ کمرے ہونا چاہئے تھے کسی لئے ذہن میں رکھ لی ہو گئی۔ انہوں نے جلدی سے آخری والا لٹاف اٹھا کر فوراً سے دیکھا۔ آٹھیس جرت سے کھیل گئیں۔ ہاتھ لڑنے لگے۔ انہیں طرف کے کونے پر رکھا تھا۔ "فرام بیک و پلم پر بیکش پٹناب (لاہور) ایک جھٹکے کے ساتھ سرجن کرکشی پر بیٹھ تھے۔ کچھ دیر لٹاف کی جانب دیکھتے رہے، پھر آہستہ سے لٹاف کے کنارہ بچھاؤ دیا۔ جلدی سے لڑا کہ کھانا لٹاف کھول کر اوپر کے حصے پر تاریخ دیکھی جاوے گی دن کی بھی۔ خط پڑھتے ہوئے ان کا دل دھڑکنے لگا۔

"یارے اینڈروں....." صاحب نہیں گھٹتا کیونکہ یہ میرا خاص خط ہے۔ آخری ملاقات میں ہمارے تہہارے درمیان سے "صاحب" کا لٹاف ہٹ گیا تھا وہ تو یاد ہو گا..... جدا ہونے کے بعد خط لکھنے کی کئی بار خواہش آجری۔ دل میں خیالات کا طوفان زور کر رہا تھا اسے غصا ہونے کا بھیے انتقاد کرنا تھا۔ خیالات کا دھماکا ختم ہو جائے اور یہی پسکون ہو جائے تو کھانا بھرتا تھا۔ پھر وہ سال کی کارکردگی کے بعد پیچھے نوکر ماسی میں بھاگنے کی خواہش ہوئی۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ میں پولیس کی تعلیم حاصل کر کے حکومت برطانیہ کی خدمت کے سلسلے میں ہندوستان آیا۔ جب میں جویشلاہو جن تھا۔ ہندوستان میں جیسے ہوئے تمام کو فوج کے لوگوں کا دل بیت لینے کی آرزو دل میں تھی۔ میرے خیال میں انہی دنوں ایک آدمیرال کھٹس موہن داس کرم چندا گاندھی مشنٹری فریڈ سے ذہن کی خدمت کرنے کے لیے ہندوستان آیا تو مجھے اس کے اصولوں پر بھی آتی تھی۔ لیکن پھر وہ سال دیکھ بیٹھے اپنے آپ پر پھٹی آتی ہے۔ اسے کرم میرے میں دھاپے ملک کا مہاتما گاندھی بن گیا اور میں اس ملک کے ایک صوبے کا معمولی سا پولیس کمشنر بن گیا۔ اسے اس کے ملک کے کردار ادا کرنے کا پیار ملا۔ مگر مجھے کیا؟ حکومت برطانیہ کے خطابات، لوگوں کی ظاہری خوشامد اور باطن میں نفرت۔ شاید یہ پڑھ کر نہیں بھی آئے گی کہ دسکی لینے کی یہ فخر پر کر رہا ہوں۔ مگر یہ اس کا دشمن نہیں۔ تمہارے ساتھ کی اس شام کی بحث کے بعد میرے اصول جیسے انکڑائیاں لے کر میرے سامنے آ گئے ہیں۔ مگر انہوں نے کبھی بھی جوائی انکڑائی لے کر دوا نہیں آئے گی اس لئے جو کہ باقی رہ گیا ہے اسے سنبھالنے کی خواہش جاگ اٹھی ہے۔ آخری پانچ سالوں کی کارکردگی نے مجھے بڑے انعامات دلائے ہیں۔ اب وہ پانچ سال مجھ سے جواب طلب کر رہے ہیں۔ ملک میں حکومت برطانیہ کا تختہ اٹھانے کی جدوجہد کرنے والے ہر باغی کو میں نے اپنا دشمن مان لیا۔ میں انہیں کھیلنے کے کام میں بھی کر گیا۔ اس لیے ہاں کو بچھائے جو ان بھی تھے جن کی سس بھی انہیں نہیں تھی۔ ایک باغی کی کام میں بھی تھے۔ ذہن کے دوسرے میں موجود ہے جرت کھد کے باوجود بھی نہیں اناس لئے اس کے لیے ہاں کو بچھ کر اسے صحت سے لگا دیا گیا۔ اس کے جسم کا سارا بوجھ اس کے بالوں پر تھا۔ بھر پورے جاگ لگی تھی، اس کی پشت پر بھڑارے گئے مکروہ آخر تک کھارہا۔ "انتخاب زندہ باد..... آزاد وطن زندہ باد....." دنااس نے اپنے ساتھیوں کے

پھر جھڑپ کی آواز سنائی دی۔  
 "آج عدالت کی کارروائی جاری زندہ کیے گی۔" پھر کچھ دیر تک کہہ رہا۔ "پٹناب کے پولیس کمشنر کسی نے ہم پھیک کر ان کی جان لے لی۔"  
 "اوہ..... اوہ....." کی آواز میں ہل میں سنائی دیں۔ "ناکر کس اطلاع سے سخت دھکا لگا۔ دیکھ لے انہیں مزید معلومات لیں۔"  
 "کمشنر صاحب گورنر صاحب سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے کسی انتظامی جان نے ان پر گریڈ پھیکا اور وہ وہیں دھیر ہو گئے۔ وہ جو ان فرار نہ ہو سکا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔" دیکھ لے تیا۔ یہ سن کر ناٹا کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ "انہیں کسوں ہوا جیسے کسی ذوق کٹی ہے۔ جت کو بچا ہے۔ سلسلے میں جس کا سہارا تھا اب وہ سہارا بھی ختم ہو چکا تھا۔"  
 جت کو فوراً عدالت سے باہر لے جایا گیا۔ پولیس جنٹل لوٹنے سے پہلے اس نے ایک نام سنا۔ وہ یہ سن کر چونک رہا۔ "پولیس کمشنر کو بلا کر لینا اٹھس کر دیکھنا تھا۔" جت پر لڑا۔ ساداری ہو گیا اور پھر جت کی آنکھوں میں گرد ہو گیا۔ چہرہ کھم گیا۔ گردن کھٹکے سے جت کی ملاقات فوج میں تربیت کے دوران ہوئی تھی۔ گردن کھٹکے کھد جت میں تھا۔ جت کھٹکے کے شاکر نے آزادی کی جنگ جاری رکھ لی تھی۔ انتظامیوں کو کھٹکے والے پولیس کمشنر سے اس نے انتقام لے لیا تھا۔ اچانک جت کے ہونٹ لے۔

"شامش گردن! شکر اسی کے ساتھ اسے اپنے تصور میں رہا پکڑا ہوا اور بھائی کے چہرے سے کھٹا ہو کر دیکھنا نظر آیا تو اس کے ہونٹوں سے سرد آہ نکل گئی۔" چارے چارہ گردن بٹل..... وہ بیڑا لے۔

لاہور کی شام کا گرمیہ کمرور سے ملاقات کے لئے جانے والے پولیس کمشنر پھیکے گئے گریڈ سے صرف پٹناب میں بنی نہیں ہوئے ہندوستان میں کھیل بادی۔ اس دھماکے نے بہت سے غلام ذہنوں کو چونکا دیا، وہیں کچھ ذہنوں میں گڑبہ پیدا کر دی۔ جت پر چلنے والا مقدمہ، چین کا جت کو چھڑانے کا پلان، جت چھوٹ کر جلدی کر جانے کا۔ اس کے کمر والوں کی یہ امیدیں اور وہ وہ دل میں پھٹکے والے ان مان سب کچھ اس کے ہم کے دھماکے سے لڑا۔ سب کچھ کھڑا ہو گیا۔

پولیس کمشنر لم کے قتل کی خبر نے سول سرجن کو کچھ گھٹنوں کے لئے صحت کر دیا۔ دل کو سنبھال کر نے کے لئے انہوں نے ایک ایم آر بیٹن باجھ میں ایک مگر بیٹن کے پیٹ کو جاگ کر کے چہے ہی انہوں نے دوسرے ہتھیاروں کی جانب ہاتھ بڑھائے ان کے ہاتھ پکپکائے گئے۔ دوسرے انکڑوں نے سرجن کو پریش پھیل پر بھی اتارنا نہیں دیکھا تھا۔ اسٹنٹ سرجن کے سپرد کیں کر کے وہ آر بیٹن نوم سے باہر نکل گئے۔ وہ جتن دل سے وہ کھروٹ گئے میز پر پڑی ہوئی ڈاک پر تنقید کی جارٹافوں کے ساتھ ایڑ لکھ لانا لٹاف لگا کر نظر نہ رہا تھا۔ آخر میں تعلیم حاصل کرنے والے پوتے کا خط پڑنے کی خوشی دل میں جاگی، مگر بھر دل بھرا۔ وہ جس کسی پر بیٹھ تھے اسی جگہ ایک ادا پہلے دہم نے ان کے ساتھ بیٹھ کر شام گزار لی تھی۔ آخری ملاقات کی یاد

اُس کے نام پر غر کر رہا ہے۔

”بگت! تمہیں پتہ ہے؟“ کشمر صاحب گور صاحب سے مل کر تمہارے لئے سفارش کرنے جا رہے تھے۔ اس وقت۔

”مجھے کچھ نہیں سنا تھا۔“ جگت نے سزا چا کر کہا۔ ”گر وہ بگت کے متعلق اگر کچھ کہنے آئے ہیں تو میں لوٹ جاتا ہوں۔“ نانا جگت سے بگت کو دیکھ کر جا رہے تھے۔

”مطلب یہ کہ تمہیں یوں بھی نہیں دو گے؟“ نانا مجھے میں بولے۔ ”تم تمہارے بچاؤ کے لئے خون کا پانی کر رہے ہیں اور تم درازا دی بات پر غر کر اٹھے ہو۔“

”آپ کو یہ بات درازا لگتی ہوگی۔“ بگت نے یہی سانس لے کر کہا۔ ”مگر نانا اگر وہ بگت کے بھی آپ کی طرح ایک نانا ہیں۔ میری طرح اُس کے بھی باپ باپ ہیں۔ مجھے سے صرف دو یا تین ماہ بڑا ہو گا۔“ جگت دُک گیا۔ پھر بلند آواز میں بولا۔ ”مگر میری طرح باپ دارا کی دھننی کا

انتقام لینے کے لئے وہ بھی نہیں بولا بلکہ اپنے وطن کی آزادی کی خاطر برطانیہ جیسی عظیم حکومت سے جھگڑا ہے۔ آپ یہ بات کیوں بھول رہے ہیں؟“

ایک خدایک ڈاکو کی زبان سے ایسے الفاظ سن کر پولیس والا چونک گیا۔ اُس نے دُک کے بندرے کو کھینچ کر کہا۔ ”چکا! آہستہ بول۔“

”اب دوسری باتیں سمجھ کر کم کام کی باتیں کریں۔“ وکیل نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

”مصلحتی کے لئے ہماری باتیں دو مضبوط گواہ ہوں تو کام آسان ہو جائے گا۔“

جگت سوچا میں ڈوب گیا۔ وکیل نے اُسے سمجھایا۔ ”مومن کچھ کے تین بھائیوں اور بھتیجے کے گل کا کيس خطرہ ہے۔ اس کی دھننی مشہور ہو رہی ہے۔ پہلے بھی مارو دھاوا ہو چکی تھی۔ چاہے

تمہارے بھائیوں انہیں گل ہوتے کسی نے دیکھا نہ ہو مگر حالات اور واقعات ہمارے خلاف جاتے ہیں۔“

”اس سلسلے میں آپ اپنی کوئی راہ نکالیں۔ قانون کی حدوں کے متعلق ہم بالکل انجان ہیں۔“

بگت نے کہا۔

وکیل کو جب ہوا۔ ”میں اس حال پر سکون کیوں ہے؟ اُس نے پھر مجھے لیے میں سمجھایا۔

”مصال کے طور پر پیپلز کے وقت تم گاؤں میں موجود ہیں تھے، تم اپنے نانا کے کھر تھے مل ہوا

ی کے مومن کچھ نے تمہاری عداوت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تم کو الزام تراشی کی تھی پتہ چلا تم

رہے ڈر کے نانا کے کھر سے خوار ہو کر فوج میں بھرتی ہو گئے۔ نانا کو بھی میں یہی نہیں گئے۔

ملی کر رہا تھا۔

جگت جس دیا۔ ”واقعی بڑی اچھا پوچھ تلاش کیا ہے۔“

وکیل نے ہونٹوں پر انگوٹھا کر کہا۔ ”آہستہ بولو! پھر وکیل نے کہا۔“ اب رہی دوسرے تین

لوگوں کی بات۔ اس میں تم اکیلے نہیں تھے۔“ وکیل آگے مار کر بولا۔ ”تمہارے تین ساتھیوں نے

کی کیا تھا۔ ان کے نام کے دو۔ اس طرح مصافحہ مکمل ہو جائے گی۔“

”یہ نہیں ہو سکتا۔“ جگت نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

نام بتائے نہ ہی اُس کا پتہ بتایا۔ اُس جیسے اور اسکے ہوئے جو ان کا آخری عمری اور آزادی تھا۔

پولیس چیف ارجن سنگھ کی ہدایت پر چکا ڈاکو اور اُس کے ساتھی پر جو مظالم ہوئے یہ سن کر میں

نے اُسے جھنجکی کہا تھا۔ ”مگر یہ خط بڑھ کر تمہارے ذہن میں بھی میرے لئے یہی لفظ آئے گا۔ میرا

غیر مجھ سے کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ اپنے ملک کی آزادی کے لئے قربانیوں دے رہے ہیں۔

وطن کی آزادی حاصل کرنے کے لئے موت کو گلے سے لگا دے ہیں مگر انہیں چلی کر تو کیا حاصل

کرنا چاہتا ہے۔“ مجھ نے التفات، اونچی کر سی اور کچھ؟ اپنے ضمیر کے سوال کا میرے پاس کوئی

جواب نہیں ہے۔ کی بار گور صاحب کے نام اُس وقت لکھ کر میں بیڑا چکا ہوں۔ وہ کہیں گل جب

میں اُن سے ملے جاؤں گا تو قصہ سے گوشت کی جیب میں اُس وقت ہو گا بھی یا نہیں؟ اگر وہ مصافحہ میں

کچھ لینا کہ میں نے یہ سب کچھ جذبات میں ڈوب کر کھٹا تھا۔ ہاں، تمہارا سپرد کیا ہوا کام ضرور

کروں گا۔ جگت نے اب تک در حقیقت کچھ نہیں لے لے ہیں؟ یہ میں نہیں جانتا۔ مگر فرض کے نام پر میں

نے بھول گئے ہیں اُن کا حساب شاید چکا ہے کسی بڑھ پاتا ہے۔ چکا کی سزا میں اُس کے وعدے

کے بعد میں میں گور صاحب کو اپنا ایشیائی پیش کروں گا۔ آپ لکھی لکھ کر نہ کریں۔ اگر وہ مصافحہ

کیا تو کچھ دن کے لئے تمہارے ہاں آرام کی غرض سے آؤں گا، پھر میں اپنے وطن لوٹ جاؤں

گا۔ مجھے وطن کی یاد بھٹ ستا رہی ہے۔ تمہارا دلیم۔“

خط پورا کرتے ہی سرجن کی آنکھیں ہرستے لگیں۔ وہ چہرے سے روکا ہوا آنسوؤں کا سیلاب بہہ

لگا۔ ایک سوڈ پر آ کر پولیس کشمیر کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ کشمیر کی موت سے سرجن کے دل پر

بہت اثر ہوا تھا۔ اُس نے بڑی احتیاط سے خط پتہ کر کے میری دراز میں رکھ دیا۔ پھر کچھ دیر بعد

وکیل کی بیڑہ سے تفریق کے سلسلے میں لاہور روانہ ہو گیا۔

○

دوسرے دن نانا وکیل کو لے کر پولیس جنل میں جگت سے ملاقات کے لئے۔ وکیل مصافحہ کو

کيس کی تیاری کے سلسلے میں جگت سے ملنے کی اجازت لگ چکی تھی۔ دونوں کو ملاقات کے کمرے

میں لے جایا گیا۔ چھوٹے سے کمرے کے درمیان دونوں دروازوں کے درمیان چھوٹی کمرے کی

جالی تھی جلی جلی جالی اس طرح لگی ہوئی تھی کہ ملاقاتی اور قیدی کے درمیان چوٹ کا

فاصلہ ہے۔ نانا کی نظریں جالی کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ جگت کچھ دیر بعد آ گیا۔

ہاتھ بیروں میں ہماری دیکھیں پڑی ہوئی تھیں۔ دونوں دروازوں پر دھننی کس کر باغی کی تھی

جس کا سارا حاتم کر ایک شتری دروازے میں کھڑا ہو گیا۔ لوہے کی جالی پر دونوں ہاتھ کر بگت

سکرتا ہوا کھڑا رہا۔

”مگر یہ سب ٹھیک تو ہیں؟“ اُس نے کمرے کے حالات پر پوچھے، پھر گلے میں بندے ہوئے

توبہ پر ہاتھ پھر جھکا ہوا بولا۔ ”ہاں کو بگت دلاتا۔ کہا تمہارے بیٹے کو کچھ نہیں ہو گا۔“

”یہ سوچ کر ہم نے بہت کڑی کر لی۔“ نانا بولے۔ ”مگر بگت کچھ دل کی گویں موقع پر ہم بھیگنا

سوچا۔“ بگت کی آنکھیں جرت سے چھلک گئیں۔ مہراں میں غصہ جھلکے گا۔

”نانا! اُس کے خلاف بات کرنے کے لئے آپ کی زبان نے کیوں حرکت کی؟ سارا دلیش



”کوہاوی کے حلق تو اسے دیکل صاحب سمجھا گئے۔“ نانا بڑسرت لہجے میں کہہ رہے تھے۔ ”پیلے اُسے سے معلوم کرو، وہ عدالت میں کوہاوی دے گی؟“  
 نانا، ماں جی اور سوہن سگھ کی نظریں چدن کو پر جم گئیں۔ اُن کی بات کا اشارہ وہ سمجھ گئی۔  
 بھی دو دن پہلے چدن نے دیوے سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی تو بس کی ساس نے کہا تھا۔  
 ”تمہارے سروراد میرے پاؤں پہ پڑنے نہیں کریں گے۔ اس کا نام سننے ہی وہ نرم ہو جائیں گے۔ اور  
 اس وقت وہ تین دن دیوے کے پاس جا کر کوہاوی دینے کے لئے بھجائے کے سلسلے میں عاجزی کر رہے  
 تھے۔“

”مہو! تم دیو کو سمجھا سکو گی۔ ایک جگر کا ڈاکا“ ماں جی نے کہا۔  
 ”اُن کے پٹلے کے لئے مجھے جہاں بھی جانا پڑے ضرور جاؤں گی۔ اُسے سمجھاؤں گی ماں  
 جی! چدن نے نظریں جھکا کر کہا۔ ”کل صبح وہ آؤں گی۔“  
 ”کل کیوں؟“ آج ہی چلی جاؤ! اگلی دو پہر ہے۔ شام سے پہلے لوٹ آؤ گی۔“ نانا جلد باز ہو  
 رہے تھے۔ ”دیسے گی میں حرم پر بار بار ہوں۔“ یہیں چھوڑنا جاؤں گا۔“  
 ”بھرت۔“ اسی ہوئی چدن بار چرخی خانے میں مل گئی۔

○

”دیو! میں! آپ کے یہاں کوئی مہمان آئی ہیں۔“ بڑی کی لڑکی نے ہانے میں آ کر کہا۔  
 اس وقت دیو داڑے میں پرتن صاف کر رہی تھی۔ فوراً ہاتھ دھو کر گھر میں آ گئی۔ چدن کو کو  
 دیکھ کر اُس کے چہرے پر مسکراتے دھس کر گئی۔  
 ”آؤ چدن! آؤ! کچھ چدن نے اُسے کہا۔“ چدن نے اُسے کہا۔ ”لو کی جانب اشارہ کیا۔ دیو سمجھ گئی۔ یہ جان کر کوکون آیا ہے، سارا گاؤں چرک اٹھے گا۔“ اری  
 لڑکی! اتواب جا۔ میرے سر کی ریشہ دار آئی ہے۔ آہام سے کب تک نہیں گئے۔“

دیو کی ذہانت پر چدن خوش ہو گئی۔ اپنی دیو میں اُس کے لئے چارپائی پر رضائی پھیلا دے  
 ہوئے دیو نے کہا۔ ”یہاں بیٹھ جاؤ! بہت دن سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم  
 بارہا میں ہو گی۔“ ٹھیک تو صورت دکھانے ضرور آتی تھی۔

”دیو! میں! تم سے میں ناراض نہیں ہو سکتی۔“ چدن نے دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
 دیو پہلے سے زیادہ مکرور نظر آ رہی تھی۔ اُس نے پانی پی کر کہا۔ ”سروراد جی کو میں ڈانٹ پلاؤں  
 گی۔“ اعاص صاحبہ ساتھ رکھا اور پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ دیکھو تو تم کی کرور ہو رہی ہو۔“ چدن  
 نے دیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دیو نے غصہ کیا کہ چدن یہ الفاظ ایسے ہی ادا کر رہی تھی کیونکہ اُس کی آواز میں طنز نہیں تھا۔  
 ”دیو! دیو۔“ ڈاکوئیں کے ساتھ کھانے کی کیا کی؟ کوکرو تو پاپ کے گھر آ کر ہو گئی ہوں۔“ دیو کی  
 سکرالٹ کے پیچھے چدن کو اُس کا ذک جھلک نظر آیا۔

”میں تمہارا کچھ نہ سمجھتی ہوں میں! ام کو تو کس کا کچھ حق ہے کہ وہ کھیل کر کھانے کے لئے  
 ... ..

”مگر وہ تینوں تمہارے ساتھ تھے یہ بات سب جانتے ہیں۔ پولیس بھی جانتی ہے۔ پھر نام  
 لینے میں کیا اعتراض ہے؟“  
 ”اتراض ہے دیکل صاحب!“ جت نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ”جن لوگوں نے ساتھ دیا،  
 میں اُن پر الزام کر کے کسی طرح فرار حاصل کر سکتا ہوں؟“  
 ”مگر جت! انہیں اُن کے جرائم کی سزا ملنے کا الال سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ نانا نے اُسے  
 سمجھا دیا۔

”پھر میں اُن سے غداری نہیں کر سکتا۔“ جت نے خند کرتے ہوئے کہا۔  
 ”دیکل پریشان ہو گیا۔“ ”ایسا کرو کہ تمہارا دفاع کسی طرح ہو سکے گا؟ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ  
 جہیں میری عرقید یا بھائی کا فورٹیں۔“ ”دیکل نے سخت لہجے میں کہا۔  
 ”ایسا کہہ کر آپ مجھے پکھلا نہیں سکیں گے دیکل صاحب! میں جانتا ہوں کہ آپ لوگ میرے  
 لئے کسی محبت کر رہے ہیں۔ پھر بھی زہر دہنے کی خاطر بے ایمانی نہیں کروں گا۔“  
 ”تو پھر ہم کیا کریں؟“ نانا نے پوچھا۔

”آپ پولیس سے کہیں کر انہوں نے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کریں۔“  
 ملاقات کا وقت ختم ہو گیا۔ دیکل نے نہاتے ہوئے کہا۔ ”پھر بھی جت شکوہ تم سوجنا۔ شاید  
 میری بات تمہاری سمجھ میں آ جائے۔“ ”وہ لوگ چلے گئے۔“  
 گھر جا کر نانا نے داد اور بیٹی پر اپنا غصہ اتارا۔ ”اُس لڑکے کا دماغ محکم کیا ہے۔ اپنے مفاد  
 کو نہیں سمجھتا اور ہر نہاتے ہوئے خند کرتے ہوئے دل سے اندوے کرے  
 میں باتیں کر رہی تھی۔ ان حالات میں گھر کے لوگ دھڑکتے دل سے دن گزار رہے تھے۔ سب  
 کے سر پر فیصلے کی تلوار تک رہی تھی۔ نانا کو سب سے زیادہ بے چینی تھی کیونکہ اُن کے ہی ایماء پر  
 جت نے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کیا تھا۔

”میں بات کی خند کر رہا ہے میرا جت؟“ ماں جی نے اپنے باپ سے پوچھا۔ نانا نے پوری  
 تفصیل بتائی۔ ”دیو کی بات بھی بتائی۔“

”مگر وہ جت کا نام لیا تو وہ تقریر کرنے لگا۔“ کچھ دیر تک مضامین کہتے ہوئے نانا چلے رہے۔  
 ”مضامین کے لئے گواہ کمرے کرنے ہیں۔ ابھی تک تو میں ایک ہی ہوں۔ اور وہ دیکل کہتا ہے کہ میں  
 اس کا ریشہ دار ہوں لہذا عدالت میری گواہی کو اتنا وزن نہیں دے گی۔ کوہاوی کے لئے دشنے دار  
 نہیں تو کیا دشنے آئیں گے؟“ نانا بڑبڑاتے ہوئے اچانک کمرے ہو گئے۔ اُن کے چہرے پر  
 اچانک مسرت جھلکے تھی۔ کچھ دیر سوچتے رہے، پھر دھڑکتے لہجے میں بولے۔ ”ایسا کرو! ہماری ایک ایسی  
 دکن بھی ہے جو ہماری طرف سے گواہی دینے آئے گی۔“

”کون؟“ ماں جی اور سوہن سگھ نے ایک ساتھ پوچھا۔  
 ”دیو! ...“ نانا نے جواب دیا۔ ”دیو۔ جس کا نام لیتے ہوئے ہمیشہ نانا کو غصہ آ جاتا تھا  
 اب وہ نام انہیں اچھا لگ رہا تھا۔ اُن کی بات سن کر سب چوہک گئے۔  
 ”دیو! ...“ سوہن سگھ نے کہا۔ ”وہ کیا گواہی دے گی؟“

"میں تو اپنی کہانی سنانے چڑھی۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ محبت کچھ ہے کیا حال ہیں؟"  
جواب دیتے ہوئے خوش چہرہ نے گھر میں چاروں طرف دیکھا۔ "کیا اور کوئی گھر میں نہیں ہے؟"  
"نہیں..... باپ کو پتہ ہے کہ میں..... چھوٹی بہن ماموں کے پاس رہتی ہے۔ کیونکہ میری بدنامی  
کی وجہ سے کوئی اس کا ہاتھ نہیں تھامتا۔ اس لئے ماموں نے رشتہ طلاق کرنے کا کام اپنے ذمے  
لے لیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ ڈک کی، پھر بولی۔ "مگر ان کے کیا حال ہیں؟"  
چند دن کے بعد وہ لوگوں کے متعلق بڑی ترغی۔ "وہ ٹھیک ہیں۔ میں اسپتال میں ان کے  
ساتھ رہی مگر اب وہ پیش میں ہیں۔" چند دن کے بعد پتہ چلے ہوئے تھا۔  
"مگر یہ تو بچہ کن کی بات ہے چند؟" دیر نہ لے کر اس کی بہت بدحوالی۔ "فیصلہ ہونے کے  
بعد وہ گھر آئی جائیں گے۔"

"کسے معلوم؟" چند نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "تم ان کے متعلق بے چین ہو رہی طرح  
انہیں تہہ پاری کر رہے۔ مجھے یقین تھا کہ تم اسپتال آؤ گی۔" چند اگلے کچھ کچھ ہوئے ڈک کی۔  
دیر نہ لے کر سر ہلکا ہوا۔ مگر اس نے جب نظریں اٹھائیں تو اسے چند کی آنکھوں میں یہی  
سوال نظر آیا۔ اس نے کہا۔

"عدالت نے مجھے رہا کیا۔ وہاں سے سیدھی غیر متعلو معلوم کرنے کے لئے آتا ہے اپنی جی مگر....."  
"مگر کیا؟" وہ چپ ہوئی تو چند نے سوال کیا۔  
"جہاز سے ڈانے انکار کر دیا۔ کیونکہ تمہارا اس سے کیا رشتہ ہے؟" یہ کہتے ہوئے دیر  
رو لے گی۔

"ڈانے ایسا کیا؟" چند بڑبڑائی۔ پھر دل میں سوچا۔ "اب میں اس سے کس منہ سے گواہی  
دینے کے لئے کہوں؟"

"کیا سوچ رہی ہو چند؟" دیر نہ لے کر اس کے ذہن کو بیدار کیا۔ "ڈانے کی بات کا میں نے برا  
نہیں مانا۔ میری وجہ سے تمہارے گھر میں کافی بھڑکا ہوا۔ اب اس بھڑکے کو بڑھانا ٹھیک نہیں  
تھا۔" چند کافی دیر تک خاموش رہی۔ دیر نہ لے کر اس کے لئے کسی نے آئی۔ "رات کا کھانا کھا کر سی  
جاؤ گی۔" دیر نہ لے کر وہ اٹھیں۔

"نہیں دیر بہن!" کسی کے دو چار جھوٹے کہنے چند نے کہا۔ "تمہارے باپ کے آنے  
سے پہلے ہی میں چلی جاؤں تو بہتر ہے۔ میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی۔ میں تمہارے پاس  
ایک کام کے سلسلے میں آئی ہوں۔"  
"میں پرانی ضرورت ہوں مگر خوش نہیں۔ جو کچھ تمہارے ہاتھ لگے کہو چند! کہیں غلطی ہوئی ہوگی تو  
معافی مانگ لوں گی۔"

"نہیں بہن! معافی کی کوئی بات نہیں۔" چند نے جلدی سے کہا۔ "میں تمہارے پاس کچھ  
مانگنے آئی ہوں۔"

"میرے پاس مانگنے والی باتیں نہیں، بلکہ مجھ کو بتاؤ یہ دیتے ہیں کہ تمہیں حق ہے۔"  
اب چند کو اطمینان ہوا۔ "وہ بہن! تم جانتی ہی ہو کہ بد حالت میں ان پر تمہارے دیروں

کے حق کا حقدہ چل رہا ہے۔ ان کی معافی کے لئے کوہاں کی ضرورت پڑے گی۔" چند رونک  
لگی۔ "وہ دھوکے دل سے سن رہی تھی۔" "ناٹا اور باپ کی گواہی کا وزن نہیں پڑے گا۔ تمہارے کسی  
کوئی باپ کی....."

"کیوں بچکاری ہو چند؟" دیر نہ لے کہا۔ "میں گواہی دے ضرور آؤں گی۔"  
"مگر تمہارے شوہر اور باپ کو غصہ....."  
"مجھے کسی کی پروا نہیں شوہر کا گھر چھوڑ چکی ہوں۔ ضرورت پڑنے پر باپ کا گھر بھی چھوڑ  
ڈوں گی۔" دیر نہ لے کر چند نے بچہ میں بولی۔ "انہوں نے پہلا ہی میری وجہ سے کیا ہے۔" دیر نہ لے کر  
نے کر دئے تھے۔

چند ان کی پشت پر ہاتھ بھینونے لگی۔ "بہن! میں سب کچھ جانتی ہوں۔" دیر چونک  
پڑی۔ وہ آنکھیں خشک کر لی ہوئی چند کو غور سے دیکھنے لگی۔ چند نے پھر کہا۔ "ہاں دیر بہن!  
میں سب کچھ جانتی ہوں۔ تم دونوں کے درمیان کئی عبت ہے وہ بھی میں جانتی ہوں۔" چند نے  
الفاظ میں شہر اور تھا۔

دیر دلزدگی۔ کسی محبت ہے یہ جانتے کے باوجود چند کے لیے جس میں کسی کی بڑا دہشت نہیں  
تھی۔ جو بات اس کے دل میں چل رہی تھی وہ ہونٹوں پر آگئی۔ "چند! اپنے شوہر کے ساتھ کوئی  
پرانی محبت بھاگے؟ اس کے ساتھ طویل عرصے سے پھر بھی....." دیر کی زبان ڈک کی۔  
"پھر مجھے کوئی پتا نہیں ہوا۔ یہ کہنا چاہتی ہو کہ دیر؟" چند نے میں کر کہا۔  
"اثر ہو گیا ہوگا تو بھی تم کا نام آئے برداشت کر لیتی ہوگی۔"

"تم بھول رہی ہو دیر بہن! تمہارا بیٹا میں نے ہی پہچان لیا تھا انہیں۔" چند نے کہا۔ پھر  
جلدی سے بولی۔ "مگر یہ سب باتیں فرصت میں ہوں گی۔ آج تو صرف اتنا پوچھنے آئی ہوں کہ  
ضرورت پڑنے پر گواہی دے آؤ گی؟"

"چند! تم کو کبھی دینے کی بات کرتی ہو؟" دیر نے پڑ جوش لے میں کہا۔ "ضرورت پڑے  
پر میں ان کے لئے جان دے دیتی ہوں۔" دیر نے بھی نہیں بچکاری کی۔  
"بہن! ایسا وقت بھگوان کر دے نہ آئے۔" چند کھڑی ہوئی ہوئی بولی۔ "فی الحال یہ خیال  
دے کہ بات باہر نہ جائے۔ کسی کو پتہ چلا کہ تم کو گواہی دیتے جا رہی ہو تو پڑیٹاں بڑھ جائے گی۔"  
"تم نے گھر پر ہوا میں سب سمجھتیوں کا مقابلہ کر کے عدالت میں آؤں گی۔" دیر نے مضبوط  
لے میں کہا۔ چند نے اسے پہلے اس سے لپٹ لی۔  
"بھگوان ہم سب کی سمجھتیوں کا عدالتی حاکم کرے۔"

چند گور کے جانے کے بعد وہ بہت دیر تک بیٹھی ہوئی یادوں کے سیلاب میں بہتی رہی۔

تین ماہ کے طویل انتظار کے بعد فیصلہ کا دن آ گیا۔ باپ بارہوی ہوئی تار نہیں جیسے فیصلے کے  
ان کو بہر کرتی محسوس ہو رہی تھی۔ مگر یقیناً ہر تاریخ فیصلے کے قریب تر ہو رہی تھی۔ گواہیاں  
لیکھیں، قانونی محکمات، بیعت سب نے جگا کی قسمت کو ڈانوں ڈول کر دیا تھا گاؤں گاؤں، گھر

تھا کہ میرے کھانے میں زہر ہے۔ مجھے اس کا پتہ چلا، لہذا میں نے وید کو سزا دی اور اس پر گہری غور رکھا تھا۔" شوہر کی ایسی جھوٹی گواہی سن کر ویدویشی کی طرح بھڑکی۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ گرتھ صاحب پر ہاتھ رکھ کر دیکھ لوں گی کہ تم کیا کر رہی ہو؟ خود بخود پھوٹ پھوٹ کر گواہی عدالت کے ہال کی بجائے مجسٹریٹ کے ججز پر سن لی گئی۔ جکت کے گھر سے اپنے اپنے جھگڑاؤں کا ذکر کرتے ہوئے دوہرایا۔ "جکت کی ماں نے میرے ساتھ جس جنت کا اظہار کیا تھا ایسی محبت مجھے میرے گھر والوں نے نہیں لی۔ جکت نے دھرم پور سے واپس آنے کے بعد بھی کبھی ہم سے دشمنی نہیں دیکھی۔ میرا شوہر مجھ پر ظلم کرتا جب وہ عدالت کرتے، اس کی وجہ سے میرے شوہر کو اس پر غصہ تھا۔ میرا شوہر اس حد تک مجھ سے حرا جاتا تھا کہ مجھے میرے دیوروں کے ساتھ کسی گھر میں آکر نہیں رہنے دیتا تھا۔ میرے گھر میں شرابی دوست جمع کئے جاتے تھے۔ ان کی جگہ پر ویدو نظر آتی۔ اس کی اس جگہ جب شکایت کرتی، وہ مجھے جانوروں کی طرح مارتا۔ گروی دے گئے مکان اور محبت چھڑانے کی خاطر میری صحت کا سوا کر کے ہوئے بھی میرا شوہر نہیں بچھڑایا۔ وہ اور اس کی چابی مجھے برہاد کرنے پر تیار ہو گئے۔ جب مجھے گھر چھوڑنا پڑا۔"

"مگر برسات کی رات کو تمہارے دھیر کا قتل جکت بگھڑی ہی نے کیا تھا؟" سرکاری وکیل نے سوال کیا تو ویدو چپکے کو خاموش ہو گئی۔ پھر گھر کا اس نے کر لیا۔

"نہیں۔ وہ قتل میرے شوہر کے ہاتھوں ہوا تھا۔"

سننے والے چونک گئے۔ مجسٹریٹ اور دوسرے حاضرین کو اس کے علاوہ خود جکت لڑ گیا۔ وہ دھوکہ کھاتا چھوڑ کر مجسٹریٹ نے اسے روک دیا۔ ویدو نے جان بوجھ کر جکت کی طرف نہیں دیکھا۔ "ایک ڈاکو کو بھانے کی خاطر میں اپنے شوہر پر اس کے بھائی کے قتل کا الزام لگا رہی ہوں۔" سرکاری وکیل نے سچے سچے کہہ دیا۔ پھر مجسٹریٹ سے مخاطب ہوا۔ "حضور والا! عدالت کو غلط ہواہ پر ڈالے کے لیے یہ عورت بول رہی ہے۔ لہذا اس کی بات کا نوٹس نہ لیا جائے۔"

"نہیں حضور والا!" جکت کا وکیل فوراً بولا۔ "اس کی پوری بات سے بغیر ایسا اندازہ قائم نہیں کرنا چاہیے۔ میں کہہ اور سوالات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

مجسٹریٹ نے منظوری دے دی۔ پہلے قتل کی صفائی کے لئے سننے والے اسے معذور پوچھتے کے متعلق وکیل صفائی نے سوچا یہی نہیں تھا۔ وہ جوش نہ لایا۔ اس نے ویدو سے سوال کیا۔

"ہم۔۔۔ تو اس رات تمہارے دھیر کا قتل تمہارے شوہر نے کس طرح کیا تھا؟"

سرکاری وکیل نے پھر قانونی پوچھتے آف آڑا کر اٹھایا۔ "جنت والا! ویدو کے شوہر نے کس طرح قتل کیا تھا اس طرح کا سوال نہیں کرنا چاہیے۔" مجسٹریٹ نے یہ پوچھتے منظور کر لیا۔ جب جکت کے وکیل نے سوال دوسری طرح کیا۔

"اس رات تمہارے دھیر کو کتنے حالات میں ہوا تھا؟"

سرکاری وکیل مجسٹریٹ سے کہنے لگا۔ "ویدو نے کس کی جانب دیکھے بغیر کہا۔" "نہیں اس شام چیت ڈیکھے کا بہانہ کر کے کھیت سے گھر آ گیا تھا۔ میرا شوہر موت کی پہلی بارش کا نشانہ کرنے گیا ہوا تھا۔ جب میرے دو دوپٹیل میں تھے، لیکن نے مجھے برسات میں نہانے کی غرض سے چھت پر بٹھکا دیا۔"

گھر اس کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کچھ لوگوں کا یہی اندازہ تھا کہ پھانسی یا عریضہ ہوگی۔ کچھ بڑے امید نظر آ رہے تھے۔ عدالت میں پہلی بار مقدمہ ہونے والی ماں کی اور چھٹوں کو درویشوں کی سیٹھ وہ بچہ جنم سیکر کر رہی تھی جیسے چتر کی دھڑائی ہو سکتی ہیں۔ جکت کو بڑی سزا ہوئی پھر اس خوف کے بر اثر انہوں نے تین ماہ توپ کر گزارے تھے۔ وہ عرصہ عریضہ سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ دن رات اٹھتے بیٹھتے یہی جینا کہ خیال ان کے ذہن کو دس رہا تھا۔ بڑی میں مائیں، لاکھ کوشش کرنے کے باوجود دل ان کی خیالات میں گھلا رہا تھا۔ دونوں کی عدالت میں نہ آنے کے لئے نانا نے بہت کھنچایا۔ "ذہان عورتوں کا کام نہیں۔ اگر غلط فیصلہ ہو تو برداشت نہیں ہوگا۔" نانا نے دونوں سے کہا تھا۔

"پاپا! اگر غلط فیصلہ ہوا تو کھر بیٹھے بھی دل ڈوب جائے گا۔ آنکھیں بند ہو جائیں گی۔" ماں بھی نے بھڑائی ہوئی آواز میں دلیل دی۔ "اس سے بہتر ہے کہ جکت کی صحت دیکھ کر مرنے والوں کو زندہ کر دینا ہوگی۔"

چھٹوں نے دوسرے طریقے سے دلیل دی۔ "نانا! شاید وہ رہا ہو جائیں گے۔ اس صحت میں نہیں رہے۔ خبر ہو کہ اور ہماری جان آگے رہ جائے گی۔ لہذا ہمارا دل جانا ضروری ہے۔"

"بہتر ہے۔ تم لوگ آ جاؤ۔" نانا نے ٹھک آ کر کہا۔ "مگر دل معذور رکھنا ہوگا۔"

یہی وجہ تھی کہ دونوں بھڑکی ہوئی سڑکی کی طرح کھنچی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ گیارہ بجے سے پہلے عدالت پوری طرح بھڑکی۔ نانا کے برابر موہن سنگھ اور ہزارہہ بیٹے ہوئے تھے۔ کرپشن ڈاکو جکت کے وکیل سے کوئی مشورہ کر رہے تھے۔ پولیس چیف ارجن سنگھ اور ویدو کا شوہر آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ درمیان میں انہں دیتے۔ پولیس کی جانب سے سب سے معذور گواہی انہی دونوں کی تھی۔ ارجن سنگھ اپنی ذات کا بدلہ لینے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا چاہتا تھا۔ کھنڈر دیم کے قتل کے بعد وہ جوش میں آ گیا۔ عدالت کے کھنڈر سے میرے گھر سے ملائے ہوئے گھر کو اس نے خنہ خنہ کر دیا۔ حیوان آواز نکھڑایا۔ اس کے ہاتھوں لوگوں پر اور تشدد کے علاوہ پولیس کے افسروں پر بکے گئے ظلم کا بیان اس نے زار مانی انداز میں کیا کہ کتنے والوں کے دلوں کو کھڑے ہو گئے۔ بغیر پوچھے جب اس نے کہا کہ پولیس کی کوئی سے بچ جانے والے اس راکھش کو قانون کے نیچے سے نہیں چٹا چاہئے تب مجسٹریٹ نے اس کو ڈانٹ دیا۔ "ارجن سنگھ! تم گواہ ہو، وکیل نہیں۔ پولیس چیف کی حیثیت سے تم جو دیکر کہنے کا چلا یہ سرت کرو۔"

مجسٹریٹ سے ان الفاظ سے عدالت میں موجود لوگ ہنسنے لگے۔ اس طرح ارجن سنگھ کی زوردار گواہی کا اثر آدھا رہ گیا۔ "ویدو کے شوہر نے روٹی صورت بنا کر بیان دیا۔" میرے تین بھائی اور بیٹے کا قتل جگا کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ اس کا مجھے یقین ہے۔ میری چوٹی پر بھی اس کی بڑی نظر تھی۔ میری غیر حاضری میں میرے گھر آ کر وہ اسے برکتا تھا، جھوٹا لالچ دے کر وہ میری چوٹی کو گھر سے انواء کر کے لے گیا۔ اب بھی اس کی جھوٹی باتیں دے کر ویدو جی بات سے نہیں کھینکتی۔ مجھے عدالت میں گواہی دینے سے روک دینے کے لئے اس کو دیکھنا نہیں ہے۔ موت کی دھمکی دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے پولیس کی حفاظت مانگی ہے۔ ویدو کو اس شخص سے بھی کھنچا





جسٹریٹ نے فیصلے کے کاغذات پر دستخط کرنے کے بعد دروازہ دے کر بہن توڑ دی۔ یہ دیکھ کر چند دن کا دل بیٹھے لگا۔ جسٹریٹ نے مجرم کی جانب دیکھا۔ سزا سن کر جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا جو آہستہ آہستہ اصلی حالت پر لوٹ آیا۔ پھر وہ جسٹریٹ کی جانب دیکھ کر بڑی نفرت انداز میں مسکرایا۔ کٹہرے سے اُس کا ہاتھ بلند ہوا۔ تب سب نے سمجھا کہ وہ جسٹریٹ کو سلام کرے گا۔ مگر وہ اپنی پگلی مونچھ کے کنارے کو ہل دیتے ہوئے دانت بیس کر جسٹریٹ کو گھورنے لگا۔ کڑبین ڈاکٹر جلدی سے کھڑے ہو گئے اور جگت کے وکیل کو لے کر مجرم کے کٹہرے کے پاس گئے۔

”افسوس جگت! ہمارا اندازہ جو ٹاٹا بت ہوا۔“ وہ بھرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہے تھے۔ ”مگر تم بہت نہ ہارنا۔ ہم ہائی کورٹ میں اپیل دائر کریں گے۔“

جگت پھیکے انداز میں مسکرایا، مگر کچھ بولا نہیں۔ دلاور خان تیز قدموں سے چلتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ باہر عدالت کے میدان میں شور مچ گیا تھا لہذا اُسے فکر ہو رہی تھی۔ جگت لکڑی کے کٹہرے سے باہر آ کر مسلح سپاہیوں کے درمیان چلتا ہوا وہاں سے باہر جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر ماں جی بے تاب ہو کر کھڑی ہو گئیں اور ہاتھ پھیلا کر رولی ہوئی اُس کی جانب بھینسیں۔ کڑبین ڈاکٹر اور چند دن نے انہیں بازوؤں سے تمام لیا جب وہ زمین پر گر پڑیں۔ سون سنگھ کے علاوہ سب کی آنکھیں ماں کی تڑپ دیکھ کر بجک گئیں۔

دوسرے دن لاہور کی جیل کا دیو پیکل دروازہ کھلا، بیڑیوں سے جکڑے ہوئے جگت ڈاکو کو دیکھنے کے لئے جیل کے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ دروازہ بند ہو گیا۔ تب سب کو یقین تھا کہ بیس سال سے پہلے جگت یہ دروازہ کھلتا نہیں دیکھ سکے گا۔

جگت کو پتہ نہیں تھا کہ کچھ دن بیشتر کشن کے قتل کے مجرم گرد بخش کو پھانسی کی سزا سن کر اسی جیل میں رکھا گیا ہے۔

”جگت سنگھ جگا“ کی یہ بچی داستان  
ابھی جاری ہے، بقیہ واقعات کے لئے  
جلد دوم کا مطالعہ کریں.....

دوستوں کو جلتے سنگھ جگا کی دوستی پہ ناز تھا  
اور ویر و اس کے پیار پہ قربان تھی !

# جگت سنگھ جگا

شمیم نوید

②

اشکات :-

مکتبہ القریش © سرکھر روڈ  
اردو بازار، لاہور - ۲۔ فون: ۷۶۶۸۹۵۸

بیس سال۔۔۔ مجسٹریٹ کے یہ الفاظ چندن کو کور کا چچا نہیں چھوڑتے تھے۔ فیصلہ سنے دو دن بیت گئے تھے پھر بھی اسے معلوم ہوتا پیسے کچھ نکالتے پہلے سنا جو۔ عدالت ایک فرد کو سزا دیتی ہے مگر اس فرد کے ساتھ بندھے ہوئے دوسرے افراد کو بھی ایک یا دوسری طرح وہ سزا پہنکتی ہوتی ہے، اس کا کوئی خیال کرتا ہے؟ دو دن سے گھر میں چولہا نہیں جلاتا۔ ماں جی کی آنکھوں سے آنسو خشک نہیں ہوئے۔ ہر بات میں سرد آہ بھر کر کہتی ہیں۔ ”بھگوان! اب تم مجھے کب تک زندہ رکھنا چاہتے ہو؟ ابھی مجھے کیا کیا دیکھنا باقی ہے؟“ جیسے جوان بیٹا مر گیا ہو اس طرح گاؤں کی عورتیں ماں جی کے پاس تعزیت کرنے آ رہی تھیں۔ چندن کو درمجنہ لگتی۔ وہ سب اس کی جانب ہمدردانہ نظروں سے دیکھتی ہیں۔ وہ نظریں جیسے اس سے کہہ رہی ہیں۔ ”بھمن! تیری زندگی خراب ہو گئی۔ تیرا جو بن ویران ہو گیا۔ خالی گود اب بھی نہیں بھرے گی۔ بیس سال کے بعد تم ماں بیٹے کے قابل نہیں رہو گی۔“

دن کو آنسو پی کر چندن رات کی خاموشی میں مکھلے دل سے رو رہی۔ کبھی مکان کے باہر نظر میں جاسے تھنوں کھڑی رہتی۔ کھڑکی کی سلاخیں اسے جیل کی یاد دلاتی تھیں۔ اس نے کبھی جیل دیکھی نہیں تھی پھر بھی سنی ہوئی باتوں کے اندازے پر جیل اس کی نظروں کے سامنے آ جاتی۔ سیاہ پتھر کی بلند دیواریں، بڑے بڑے دیوہیکل دروازے، چھوٹی کوشخیاں، لوہے کی سلاخوں کے دروازے، اندر بند کیا ہوا قیدی لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا، بندھے ہوئے ہاتھوں سے سلاخیں تھامے کھڑا ہوگا۔ جیل کے خیمہ اپنے والے اندھیرے میں گھروالوں کو یاد کر رہا ہوگا۔ مگر نہیں۔۔۔۔۔ کہتے ہیں جیل میں سخت مزدوری کرائی جاتی ہے۔ سارا دن چکی چیں کر، پتھر توڑ کر تھکا ہوا شخص کسی کی یاد میں کس طرح جاگ سکتا ہے؟۔۔۔۔

سردی میں بھی چندن کی پیشانی پر پینے کی بوتلیں تیرنے لگیں۔ کھڑکی کی سلاخوں میں سے اس نے اپنا سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا، بے شمار ستارے لرزاتے ہوئے نظر آئے۔ چندن محسوس کرنے لگی جیسے آسمان ایک بڑی جیل ہے اور ستارے اس میں بند کئے ہوئے قیدی۔ چاند



[illegible]

”حجّت کی بات! سب بھگوان پر آمنا کر دو۔ سب اس پر چھو دو۔ اس کی سزا کو کمرے کے لئے ہم جو کچھ ہو سکتا ہے کریں گے۔ انسان جرم کرے تو اس کا بدلہ ملنا چاہیے۔ یہاں کی عدالت میں میں تو آج ان کی عدالت کی یہ بد ضرور ملتا ہے۔“ پھر جاتے ہوئے انہوں نے کہا: ”حجّت ملے گی جب زبا ہو کر آئے گا تو اس کے سامنے ہر آدمی کو اصل پتچے ہوں گے۔ وہ ایک صحت مند انسان بن کر کمرہ لوگے۔ کیا یہ کم ترست کی بات ہے؟“

یہ سن کر ماں بی بی بڑھا اٹھیں۔ ”مگر یہ دیکھنے کے لئے میں زندہ نہیں رہوں گی، ڈاکٹر صاحب!“  
 ”نہیں نہیں، ماما کو۔۔۔!“ کرچین ڈاکٹر لڑکا جھروں اور ہاتھیاں مالاں جی کے سر پر رکھتے  
 ہوئے بولا۔ ”یہ بھی ممکنوں کے اندر کی بات ہے۔ انسان نہیں، بلکہ اعتدال مضبوط ہے۔“  
 صبح جب بیدار ہوئی تو چند نر کوڑا جسم تھکا ہوا تھا گردن میں معلوم پھرئی محسوس ہوئے مٹی۔

رات کو جیل جیسا دکھائی دینے والا آسمان صبح حسین فطرنے لگا۔ طلوع ہوتے ہوئے سورج کی سنہری کرنیں ایسے کہہ رہی تھیں کہ انسان نہیں، یقین مضبوط ہے۔ جسم کی سستی اور دل کی ممانی جھلک کر وہ نچلے آگئے۔

کسی کے شک میں گولا ہونے کی آواز سن کر ماں جی چونک گئیں۔ مگر خاموشی سے ہر ستر میں چڑی رہیں۔ کچھ دیر بعد باور جی خانے میں برقی کڑے لٹکے چہلچالایا کرتا اُپلے کے دوسری سی دیو لگنے لگی۔ آبی جلیجے پھرنے لگے، لیٹے ہوئے ماں جی سوچ رہی تھیں۔ ”چانک مگر میں زندگی کہاں آے گی؟“ آبی جلیجے پھرن کر بیان کر رہی تھیں۔ ”ماں جی! اٹھئے۔ داب لیجئے۔“ چدن کی آواز میں انوکھی بات تھی۔ ماں جی انکا نہیں کر سکتیں۔

شانے خاتم کر چدن نے ماں جی کو بٹھاوا اور جلدی سے پانی کا کونا اور بڑی سی پیٹ لائی۔ لیجئے! چار صاف کر لیجئے۔۔۔ جیسے ماں بچے کو پیار سے ڈانڈ رہی ہو، اس طرح چدن کبہ رہی تھی۔ ماں جی مگر۔۔۔ کبھی وزیر مگر چدن نے زبردستی انھیں راب چلا دی۔۔۔ سو بن سگھ کو کسی کا پیالہ دھر کر اسی طرح سے کہا۔ ”میں پراٹھے مانگتی ہوں۔“ بغیر کھانے آپ پانچ نہیں جائیں گے۔“

کرودو سے۔۔۔ وہاں لوٹ کر چدن نے ساس مسر کو ناشتہ کرایا، تب ماں جی بول اُٹھیں۔

”بہو بیٹی! تم بھی ساتھ کھاؤ!“

”ہمیں ماں ہی! میرے لئے الگ تاشو ہے۔“

سمن سگوداں ہی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بھوکہ حرکت اٹھیں آج ہراسر اور نظر آنے لگی۔ مگر بھائی بھوکہ لڑنے کے اس لئے وہ کچھ نہیں۔ چندن تاشو کرنے بھی تھا۔ اب ہی پاورچین خانے سے جا کر دیکھنے کا چشمت روک نہیں سکیں۔ بھوکہ تھاں میں دو پر اٹھے، پیاز کے دو اور تھوڑا سا سبک دو ہو چکا تھیں۔ چندن! بھڑی اور دال کم کھا لی گی جواس طرح ٹوکے کے پراٹھنے لگی ہو۔“ پھر ڈانٹ کر بولیں۔“ اور لسی صبح ہی بتائی ہے۔ پراٹھے پر کھن لگانا بھول گیا کیا۔۔۔؟“

جیسے چوری پکڑی گئی ہو اس طرح چند دن نے کردن جگمگائی۔ مگر خاموش رہتا مناسب نہیں تھا۔  
 ”ماں جی! بھڑی اور وال بہت ہے۔ لیکن بھی ہے۔“ چندن نے کہا۔

”پھر.....؟“ ماں جی نے تعجب لہجے میں کہا۔  
 ”آپ ناراض نہ ہوں!“ چوہن دھمے لہجے میں بولی۔ ”آج سے میری یہی خوراک رہے گی۔“

”مگر کیوں؟“ ماں نے جے ہاتھ لیے میں بوجھا۔ ”ہم یوزوں کو اچھا کھلا کر تم دو کھانا چاہتی ہو تو یہ نہیں چلے گا۔ یہ کیسے؟ اب آپ آدھ چیز کی منت لینے کی ممانعت نہیں ہے۔“

”جسٹن رو کھا پھر اٹھا چلی ہوئی ہو۔“ اس میں منت کی بات نہیں ماں جی! تیل میں آپ کے جے کو ایسا کھانا ملتا ہے۔“

اب ماں جی کو خیال آیا کہ اپنی خوراک الگ پکانے کا چرچہ نہ کیوں کہا تھا۔ پانی کے کھوٹ سے نوالہ ملے ہوئی چندن سے انہوں نے پوچھا۔ ”جسمیں کس نے کہا خیل میں ایسا کھانا“

”تین پوچھ آئی ہوں۔“ چرن نے سر جھکا کر کہا۔ ماں جی دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گئیں۔  
 ”کس سے پوچھ کر آئی ہو؟“  
 ”میروداد سے۔ وہ اب تو بے ہوئے سیکہ چاچی کے گھر چلی گئی۔“  
 ”کیونہ؟ گھر سے کیا ہوئے؟“  
 ”اُن کا بیٹا سو دس سال کی بیل کاٹ کر آتا ہے۔ چنار اور روٹی اور ساڑھ بچھو

کھانے میں دیتے ہیں۔ کہہ تھا کہ آٹے میں سینٹ ملا کر روٹی پائی جاتی ہے۔۔۔ چند دن کی آنکھیں بھگ گئیں۔ پھر ناس نے سر پڑ گیا۔۔۔ ہائی ماں! آپ کے ذریعہ وہ جس نے اس میں سینٹ نہیں ملائی۔۔۔

”اچھی بات ہے۔ پھر بھی مجھے ایسا ہی کھانا دینا۔“ ماں بھی کڑی ہو کر پولیس۔۔۔ وہ تہمارا شوہر ہے۔ مگر میرا بیٹا بھی ہے۔۔۔ چندن کیا ہو گا؟

لاہور کی جیل میں کھانے کی کھٹی بیٹھ لی اور بھوکے قیدیوں کے چہروں پر روشنی پھیل گئی۔ بجت کان تیز دھک کر کھڑی کے دروازے کے قریب بٹھا ہوا تھا۔ پہلے دو دن تو اس نے کھانے کی پرواہ نہیں کی۔ دس بائی بارہ کی کھڑی میں اس کا دل گھبرا اٹھا۔ ایک کونے میں پتھر کی بڑی بٹکی تھی۔ گھنٹوں کھڑے رہ کر اس وزن دار بٹکی کو کھاتا ہوئے اس کے پیروٹے نکلے۔ بازو ٹھل ہو جاتے۔ راکھل قاتنے والے ہاتھوں میں بٹکی کا ڈنڈا اٹھاتا اچھا نہیں لگتا تھا۔ دوڑنے والے پیر گھڑے گھڑے سے من ہو جاتے تھے۔ چٹری کی دیوار پر ہاتھ مار کر دو بج ڈھٹا۔۔۔ بیس سال تو کیا میں بیس دن بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا؟ ”کرپشن ڈائریکٹر نے فصحت بھی گئی۔“ بجت! اور جرح مرہ! ہمت نہ ہارنا۔۔۔ مگر بیس سال اس جہنم میں رہنے کی ہمت کیسے ہو سکے گی؟ اس بات کا یقین دو دووں میں آئے ہو گیا۔ پہلے دن اس نے ”سینٹ“ نہ کھا۔۔۔ مجھے حاجت ہو رہی ہے۔ دروازہ کھولا۔۔۔ جب وہ ”سینٹ“ آئے غور سے دیکھنے لگا، چکا ڈاکو کی جگہ دوسرا قیدی یہاں تو قیدیہ مار کر فیس دیتا۔ پھر بھی وہ کھرا لے۔۔۔ مہر تو سوسا مٹھا اور حاجت کے لئے اندر ہی انتظام ہے۔ کوئے میں ڈوب پڑا ہوا ہے۔ وہ اس کے لیے ہے۔

”بجت کو ایا کی سی آنے لگی۔ کوئے میں چڑے ہوئے ڈبے کو زور سے لات ماری۔ دیواروں سے کھرا کر ڈوب گیا۔“ دانت پیتا ہوا وہ بڑبڑایا۔۔۔ ”سالا۔۔۔ یہ کیسا انتظام ہے۔ جہاں کھانا سونا، وہیں حاجت۔۔۔“ بی بی خیلر نے شام کو آکر اسے بھیجا۔ ”توسو ماٹھ اس قدر جلد بامامت ہو۔ کچھ دن برداشت کر لو۔“ تیخو پر رسول ہسپتال کے سرمن صاحب نے سو پر صاحب سے تہوار سے لئے خاص سفارش کی ہے۔ لہذا تہوار سے لئے علیحدہ انتظام کیا جائے گا۔“ مہرا نے اور تک بھی دی۔ ”تب تک تم کسی قسم کی بڑبڑ نہیں کرو گے۔ جیل کے مریضیں تہوار سے نام کے نیچے سرخ روشتا لے کر گھروالی گئی ہے وہ خبر تک قیدی کی نشانی ہے۔ جی جی جی کہ تم جیسے چاکی والی کو بھی دیکھیں؟ میں کھانے سے۔“ جب بجت گھبرا کر اس کے اندر آئے اس کے بعد بھی اس کے بعد بھی ہاتھ باندھ کر دیکھے ڈاکو کی زندگی اس کے انتظام کے متعلق سفارش چل رہی ہے۔ یہ جان کر اچھا لگا۔۔۔ دیکھو ڈاکو کی زندگی میں کہاں دکھ نہیں اٹھایا؟ کئی بار بھوکا رہنا پڑا۔ ایک بار مرنے کی چتا پر بھرا کر کھایا۔ کوئی سے تو اُسے آلتی آ جائے۔ اُسے جیل کی زندگی برداشت کرنی پڑے گی۔ ہمیں تو فرما کر سارا سٹاک کرنا پڑے گا۔۔۔!

باہر کے دروازے کا تالا کھڑکا۔ کھانا دینے والا سیٹ بغل میں روٹی کا ڈبہ دے دیا۔ سامنے کھڑا تھا۔ سنتی نے تالا کھولا۔ ہر کھڑی کے باہر کھلا چوک جیسا حصہ ہوتا ہے جس کے اوپر مضبوط سلاخوں کی سمیت ہوتی ہے۔ چوتھیں گھنٹے بند قیدی کو شام آج آوا۔ آوا کھاتا اس چوک میں چھلنے کی

بجوت دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کھڑی کا تالا بھی نہیں کھلتا۔ روٹی، پانی وغیرہ بھی چوک میں کھڑے رہ کر اندر کی کھڑی کی سلاخوں میں دی جاتی ہے۔ بجت کے سلاخوں سے ہاتھ باہر نکال کر دونوں ہاتھوں کی پٹیلیاں پھیلا دیں۔ پسند کی چیز جھین لینے کی قوت رکھتے والا ڈنگا ڈاکو روٹی کے ٹکڑے سے لے کر ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہوا تھا یہ دیکھ کر اس سینٹ کو لمبی ذات پر جہاں فخر محسوس ہوا، وہاں شرم بھی آئی۔ بھوک بڑے بڑے طاقتوروں کو بزدل بنا دیتی ہے۔ یہ اُس نے ہی بارہ دیکھا تھا اور اس حیرت ناک سحر میں آج دیکھنے کو تھا۔ چوک کا فلاوی دروازہ بند ہوا۔ تالا کھلا گیا اور سنتی کے عقب میں چلتا ہوا سینٹ دوسری کھڑی کی جانب بڑھ گیا۔ بجت نے پر اٹھے کا پھیلا کھڑا منہ رکھا۔ اُسے کسی کی گرج سنائی دی۔

”نہیں چاہتے تہوار یہ کھانا۔“ جا کر کئے کو کھلا دروازہ اور اسے صاحب کو کہہ دو کہ میں چور ڈاکو نہیں ہوں۔“

بجوت غورا کھڑا ہو گیا۔ ان دو دونوں کے دوران اس نے سوچا چاک نہیں تھا کہ برابر والی کھڑی میں کون ہے؟ دروازے کی سلاخوں پر ڈنچہ مار کر وہ بھی گر جا۔ ”اوسے سینٹ! یہ کون کیا ہے؟ روٹی نہیں کھاتا ہے تو بھوکا مر جا۔ لیکن بجت چور ڈاکو کیوں کا لیا اور دیتا ہے؟“

برابر والی کھڑی سے وہی آواز سنائی دی۔ ”تو کون ہے درمیان میں دخل دینے والا؟ سالا! جیل والوں کو سسکا لگتا ہے؟“

چاکی کی سفلیاں کس گئیں۔ ”زبان سنہاں بیوقوف! ڈنگا فیس میں گر جا۔“ جس ہوں تیرا اپ ڈنگا ڈاکو۔“

ادوراس کے بعد دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔ سنتی اور سینٹ چکر لگے۔ چکا ڈاکو کا نام سنتے ہی جیسے اس قیدی کے لوہے کا تالا کھٹک گیا۔ بجت کو بھی حیرت ہوئی۔ وہ دھن اچھا چپ کیوں ہو گیا؟ دو کون ہے؟ چاکی کی کھڑی کا قیدی ایسا بڑا نہیں ہوتا۔ کیا وہ اسے پچھتا ہوا؟ دو کا؟ چند روزے صحت میں جیل میں بات نہیں لگتی۔ قیدی نمبر 958 بھوک بڑبڑا رہے۔ جیلر صاحب دوڑتے ہوئے آئے۔ بجت کو دے دیا۔ وہ دیکھنے کا لطف آیا۔ جیلر سے وہ قیدی کہہ رہا تھا۔۔۔ ”میں سیاحی قیدی ہوں۔“ مجھے اچھا کھانا چاہیے۔ رہنے کے لئے اچھی کچلی چاہیے۔ میں بھوکا مر جاؤں گا مگر یہ قلم برداشت نہیں کروں گا۔“

جیلر اسے سمجھانے لگا۔ دونوں کے درمیان انگریز ہی میں دلیس ہوئے تھیں۔ اس وقت بجت چکا۔ دو کوئی تعلیم یافتہ قیدی تھا۔ جیلر سے بہت کوشش کی مگر وہ نہ مانا۔ بجت سے رہنا نہ گیا لہذا اس نے پوچھا۔ ”جیلر صاحب! یہ کون نواب کا بیٹا جیل میں آیا ہے؟“

”اے نہائی مسیت ہے۔ چاکی پر لٹکے سے پہلے ہماری ناک میں دم کر دے گا۔“ جیلر نے ہاتھ میں لیے میں گیا۔ ”پوٹیشن کھڑی کر کے والا انتہائی ہمارے نصیب میں کہاں کھاتا تھا۔“

یہ سن کر بجت حیرت زدہ ہو گیا۔ برابر والی کھڑی میں گر گئی بند ہے؟ جیلر کو بجت کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔ یہ اچھا ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کی جان پچھانے والے خطرناک قیدیوں و نادر میں رہنے کا خطرہ وہی مولی نہ لیتا۔ بجت کو اب خیال آیا کہ اس کا نام سن کر برابر والا کیوں

کر کے ناک پر سے لگے جتانے کی کوشش کی مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس طرح کی حرکت کرنے سے ذودھ کی دھار اس کے زخماں پر پڑنے لگی۔ بکت تلخہ کھنکھناتی ہوئی مگر بھوک بھگ گئی۔ دماغی توازن نے ہم بچنے سے پہلے ہی صاف کرادی گئی۔

آدھا پالہ ذودھ اس کے پیٹ میں گیا ہوا کہ اگر دشمن بری طرح مشتعل ہو گیا۔ اس نے ہاتھ پیروں کا ایک ساتھ ڈھک کر ڈاکٹر کو ذور دھکیل دیا۔ اس کے دھکے سے ڈیڑھ فٹ کے برابر پڑی ہوئی پانی آلت میں۔ سارا ذودھ فرش پر پھیل گیا۔ گرد و خشت کے چہرے پر بڑھیمانہ سکرابت دھس کر گئے۔ ڈاکٹر نے کاپیٹن خشک کیا۔

”جہان! اگر تم بھاگ کر دوڑ کے تو ہمیں ہاتھ بھر باندھ کر جہیں خواہاں دیتا پڑے گی۔“ ڈاکٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

”اگر ایسی ضرورتی کرو گے تو میں وہاں دواؤں میں کل کر سر جاؤں گا۔“ گرد و خشت نے جوابی دھک دی۔ ڈاکٹر اور وہ اپنی آڑے ہوئے چہروں سے ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔ ان کی آنکھوں میں سوال تھا ”اب کیا کریں؟“

شام کے وقت بکت کو ان کے تیل سے چھلنے کی خاطر ہار نکال گیا۔ سلاخوں کی چھت سے اس نے آسمان پر پھیلی ہوئی شبنم کی سرخی دیکھی جیسے آسمان پر بگلائی رنگی ٹکڑے ٹکڑے دیبا گیا ہو۔ دن میں دوبار اسے آسمان دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ بخت نے بخت سے میں بند شری کی طرح وہ اس چھوٹے سے پارو فٹ کے چوک میں پھٹا ہوا غلط آڑا تھا۔ برابر والی کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور بکت کے کان بچکے گئے۔ سٹری دوسری کوٹھڑیاں کھول گئے۔ اتنی دیر میں اس نے دیکھے سب کچھ سیکھ لیا۔

”گرد و خشت۔۔۔“

”بول بکت۔۔۔!“ اس نے دیوار کے قریب آکر کہا۔

”یہ بھوک بھرتال کا کیا وار دار ہے؟“ بکت نے بے چینی سے گرد و خشت سے لہجے میں پوچھا۔ کچھ دیر تک جواب نہیں ملا۔ سٹری اب آخری کوٹھڑی کھول رہے تھے۔ بکت نے بھر سوال کیا۔ ”جلدی بتا دیکھا وار دار ہے؟“

”بکت! یہ وار دار نہیں۔ تریب ہے۔ فرار ہونے کی تریب۔ تم خاموشی سے دیکھتے رہو! تمہارے بھی کام آئے گی۔“ گرد و خشت نے کہا۔ اسے سٹری کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

”بکت! یہ بھوک بھرتال کا کیا وار دار ہے؟“ بکت نے بے چینی سے گرد و خشت سے لہجے میں پوچھا۔ کچھ دیر تک جواب نہیں ملا۔ سٹری اب آخری کوٹھڑی کھول رہے تھے۔ بکت نے بھر سوال کیا۔ ”جلدی بتا دیکھا وار دار ہے؟“

”بکت! یہ وار دار نہیں۔ تریب ہے۔ فرار ہونے کی تریب۔ تم خاموشی سے دیکھتے رہو! تمہارے بھی کام آئے گی۔“ گرد و خشت نے کہا۔ اسے سٹری کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

”بکت! یہ وار دار نہیں۔ تریب ہے۔ فرار ہونے کی تریب۔ تم خاموشی سے دیکھتے رہو! تمہارے بھی کام آئے گی۔“ گرد و خشت نے کہا۔ اسے سٹری کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

جب ہو گیا تھا۔ دو دن سے پرانے دوست پڑوسی ہونے کے باوجود دونوں میں سے کسی کو اس کا خیال نہیں آیا تھا۔ گرد و خشت کی صورت دیکھنے کی اسے خواہش ہوئی۔ مگر وہ کیوں بھوک بھرتال کر رہا ہے؟ اسے چاہی دینے کا دن مقرر ہو گیا ہے۔ یہ سب جانتا پڑے گا۔ اس کے باوجود کسی کو یہ پتہ نہیں چلتا چاہئے کہ گرد و خشت سے اس کی گہری دوستی ہے۔ اب یہ کوٹھڑی چھوڑ کر اس سے دور بھی نہیں جائے گا۔ کچھ دیر بعد داخل ہو سکون ہو گیا۔ لہذا بکت اپنی آواز گرد و خشت کی کوٹھڑی کی درمیانی دیوار سے لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اس طرح دیوار کو تھپتھپایا جسے وہ ان کی محبت میں اس کی تھپکی کی ہوئی قربانی کی یاد دہا رہا ہو، ساتھ ہی کھڑکی کی زنجیر کھٹکائی۔ اسے فوراً دوسری جانب سے اسی طرح کا جواب ملا۔ بکت کی آنکھیں خوشی سے چمکے لگیں۔ اس نے بھر دیوار پر ذور دھار مارا۔ پڑوس سے جواب ملا۔ وہ اس طرح دیوار سے یہ دھک کر کھڑا ہو گیا جیسے لے کر عرصے کے بعد اپنے پیارے دوست سے مل رہا ہو۔ پندرست نماز میں اس کا دل دھڑکنے لگا۔ شام کو تین پندرست پندرست پندرست صاحب آئے۔ انہوں نے گرد و خشت کو بہت سمجھایا۔ سیاسی قیدی کی حیثیت سے انتظام کے مطالبے کے لئے درخواست کھینکے کی تجویز بتائی۔ چار چور میں اوپر سے جواب آئے، اس صورت میں ممکن حد تک چھوٹ چھٹا دینے کی تیاری بتائی مگر گرد و خشت اپنی بند پر اکتا رہا۔ اسے درخواست نہیں لکھنا چاہتا۔ تم گورے سے ہمارے دیش کے ناک میں بیٹھے ہو۔ گرد و خشت نے تمہاری جھانکوں کا۔ جب تک میرا معاملہ منظر نہیں ہوگا اس وقت تک بھوک بھرتال جاری رہے گی۔

یہ پندرست صاحب سر جھکا کر ہوئے چلے گئے۔ جیل کا معمولی قیدی بھگتا سزا ایک کا بھتیجا۔ اٹھا لے تو جیل والے بولکا جاتے ہیں جبکہ دو انقلابی قیدی تھا۔ بھرہ بھی چھائی والا۔ سوہ صاحب کی نیند حرام ہو گئی۔ انہوں نے وار رنگ دے دی۔ ”ہات باہر نہیں جانی چاہئے ورنہ اخبار والے رانی کا بہت کر دیں گے۔“ روٹی کے وقت جیل کا ڈاکٹر جس قسم کے بھتیجا لے کر آئے۔ کما بھر کے ہاتھ میں ذودھ کی بوتل تھی۔ دوسرے ہاتھ میں جانی وار رکھ کر تھی۔ ان کے ساتھ ڈیڑھ جیلز اور ایک مین تھا۔ گرد و خشت کی کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ اسے باہر چوک میں لایا گیا۔ فرش پر اسے لایا، شامنے کے کچھ لپک کے لئے پارہ لٹکانے کا بھتیجا مگر کے لگا یا نیت نے اس سے بھر قیام لے۔ گرد و خشت نے بھر اچھال کر اسے ذور دھکیلنے کی کوشش کی مگر اس کے دونوں ہاتھ بھی بری طرح مچلے ہوئے تھے۔ جیل کے ڈاکٹر نے اپنا کپٹن اٹھا کر اس کے ایک شانے پر گرہ کرنا سے دلیا۔ مگر بخش شوکر نہ لگا۔

”نہیں نہیں۔۔۔ میں ایک قطرہ بھی مرہ نہیں جانے ڈول گا۔“ یہ کچھ کرنا سے دانست بند کر لے۔ بکت اپنی کوٹھڑی کی سلاخیں قیام کر دھڑکتے ہیں۔ سن رہا تھا۔ وہ کچھ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ دھنک کچھ کر سکتا تھا۔ اسے افسوس ہونے لگا کہ گرد و خشت نے دانست بند کر کے مگر جیل کے ڈاکٹر کو اس سے ذرا تکلیف نہیں ہوئی۔ انہیں تو ناک کے راستے خوراک پہنچانے میں روانہ کرنا تھی۔ جالی داد گونو کے ساتھ چڑی ہوئی ریز کی دوسرے کنارے پر دو دھون میں ہوائی پٹی تھی۔ گرد و خشت کے ناک پر انہیں بھرا کر اس نے ڈیڑھ جیلز کو کہا۔ ”اب کوٹھڑی میں آج بھیک ڈالنا شروع کریں۔“ اگلے اور کسی کے دس اور ذودھ لگا کر میں بیٹھے گا۔ ناک میں آج بھیک کیا تو گرد و خشت بولکا اٹھا۔ اس نے ذور

جانے کے لئے وہ تین آدمیوں سے پہلا ہو کر مدخل کی گھڑی پر پہنچ گیا۔ پہرے پر موجود دو سترجین نے دروازہ دیکھتے ہی اس پر صاحب کا استقبال کیا۔ اپنی گھڑی میں بیکل بیٹھے ہوئے جگت کے ہاتھ ڈنگ کے، جتوں کی آہٹ سے آئے پتھل گیا کہ بڑے صاحب آئے ہیں۔ گردکش کی گھڑی کی جانب چھوٹے بڑے صاحبوں کی بار بار آمد ہو رہی تھی۔ وہ لوگوں کی بات بچت اور چوں کے تاثرات سے حالات کا اندازہ لگا رہا تھا۔ آج ہر شخص ذات صاحب کے ہاتھوں میں سرکاری کاغذات دیکھ کر اس کا شش بڑھ گیا۔ ہر شخص شخص ذات صاحب نے اشارہ کیا۔ اسی لئے ایک سترجی نے آگے بڑھ کر گردکش کے کتل کا دروازہ کھولا۔ ہر شخص ذات صاحب کے جوتے کی آہٹ چوک کے فرش پر ہوئی مگر کتل اوڑھے ہوئے گردکش کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ ہر شخص ذات نے آواز دی۔ "قدیدی نمبر سو اٹھادس آؤ رڈر آگیا ہے۔"

مگر اس کی بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ تب اسے خوف محسوس ہوا۔ اشارہ کر کے اس نے سترجی کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ پہل میں داخل ہو کر ہر شخص ذات صاحب نے گردکش کے چہرے پر سے کھل اتار دیا۔ "شکر ہے سانس چل رہی ہے۔" سوہ بڑ بڑایا۔ پشانی پر ہاتھ رکھا۔ وہ بری طرح جل رہی تھی۔ پانچ دن کی بھوک ہڑتال سے اس کے چہرے کی ہڈیاں کھل آئی تھیں۔ اسے جلا جلا دیا۔ جب وہ بجلی آواز میں گرہا، سوہ صاحب کہنے لگا۔

"تمہاری بھانسی کا حکم آ چکا ہے۔ آج سے بارہویں دن۔۔۔ سمجھے؟ میں چڑھ کر سنا تا ہوں۔" مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ "بارہویں دن اس کی لاش کو ہی بھانسی دینی پڑے گی۔" وہ بڑ بڑاتا ہوا بارہ بج گیا۔ آگے پیچھے چلتے ہوئے جھدار کو اس نے حکم دیا۔ "جاؤ جلدی سے ڈاکٹر نہیں کو لاؤ۔۔۔" جگت چوک گیا۔ ہر شخص ذات صاحب کا چہرہ بتا رہا تھا کہ معاملہ کافی پیچیدہ ہے۔

گردکش کی گھر سے اس بات کا سوہ صاحب کو پتہ نہیں چلتا چاہے لہذا اس نے دوسرے طریقے سے کہا۔ "میں صاحب۔۔۔ پانچویں دن انڈیا پر خط پڑ گیا۔ سالا بھانسی سے ڈر گیا۔ لہذا ہر ایک ہڑتال کا فراڈ کرنے لگا۔" سوہ کو اس کی بات سننے یا جواب دینے سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ دل ہی دل میں بڑ بڑایا۔ بھانسی کا آئے وقت کا تو پھر اس نے تاج کو رحم کی اپیل کی کہ نہیں کی؟ مگر قبول بائی۔ اس صورت میں زندہ تو رہتا۔ ڈاکٹر سٹین کو اس نے تاج زیادہ دیر نہیں لگی۔ اسے جھوٹی کرتے میں دیکھ کر سوہ سمجھ گیا کہ وہ پھر کی قید پھوڑ کر دوڑا آتا ہے۔ دوسری صورت میں ڈاکٹر کا یہ دیکھی لباس سیکھیں صاحب کو کھٹکا۔ سین کے "گڈ آفٹرن" کے جواب میں سوہ نے کہا۔

"اچھا ہوا آپ نے کپڑے تبدیل کرنے میں وقت ضائع نہیں کیا۔" ہر ہاتھ میں تھا سے ہوئے کاغذات دکھاتے ہوئے بولا۔ "قدیدی کو بھانسی کا حکم بارہ سنانے آیا تھا مگر۔۔۔"

ڈاکٹر سٹین زیادہ دیر نہیں گئے بغیر داخل ہو گیا۔ جھدار کے ہاتھ سے بیک بنے کر اس میں سے اسٹینڈ اوپ کھینچ کر جلدی کے فرش کو دیکھنے لگا۔ گردکش کا حکم گرم ہو رہا تھا۔ سانس کی رفتار بڑھ رہی تھی۔ نہیں کی رفتار کم ہو چکی تھی۔ سوہ بے چین نظروں سے ڈاکٹر کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"گردکش کی تھوڑی میں ہم بھی بھوک ہڑتال شروع کر دیں۔" اس پر اشارہ بھی ہوا، اس پر اختلاف بھی ہوا۔ سارا دن سخت محنت مزدوری کر رہے ہیں اور بھوکے کس طرح رو سکتے ہیں؟ آدھا گھنٹہ رو لیٹ ہو جائے اس صورت میں جھدار کے نام سے گالیوں کا طوفان چاٹنے والے بھوک ہڑتال کس طرح کر سکتے ہیں؟

سب سے بڑا دھماکا کاجیل کے قانون کے مطابق ہڑتال کوئی معمولی جرم نہیں تھا۔ جن قیدیوں کے ایسے چال چلن سے ان کی سزا میں تھوڑی بہت راحت ملی ہو ان پر اس کا کٹنا ننگ لگ جاتا ہے۔ دو مہینے رشتہ داروں کا منہ دیکھنے اور ان سے دو بائیں کرنے کا راستہ بھی بند ہو جاتا ہے۔ ڈیڑھ کی آنکھوں میں آ جاتے ہیں۔ اس صورت میں چوری جیسے بڑی یا دوسرے بے نیکی کی عادت ہونے پر پکڑے جاتے پر سخت سزا سننے کی پاری آ جاتی ہے۔ گردکش جیسے بھانسی کے قیدیوں کو چاہے نقصان نہ ہو مگر جیل میں دن کسی گڑبڑ کے بغیر کاٹ رہے تھے اور وہاں لوٹنے کی خواہش میں زندہ تھے ان کے لیے یہ ناقابل برداشت بات تھی جیسے راستہ پتے ہوئے ساپ کا ہاتھ میں پکڑ لیا جائے۔

اس طرح قیدیوں کی تھوڑی بھوک ہڑتال کی بات ہوا میں رہی۔ مگر اس سے ایک فائدہ ہوا۔ ایسی بائیں نے قیل کی فضا میں سنی پھیلا دی۔ قیل انسان کی ناک قیدیوں میں بغاوت کی بو باکر پھیلنے لگی۔ "گردکش کی منہ کے سامنے کچھ بھی اختیار کرنے میں ہمارا کیا بڑا ہے؟" ایسی دہلیس دینی جانے لگیں۔ اگرچہ سوہ صاحب کی فیض اور بھوک حرام ہو گئی تھی۔ لیکن ان کے پیچھے پڑ چکے تھے۔ "لاہور قیل میں محبت و نگر گردکش پر تشدد ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔" بڑ بڑا آٹھ دالے قیل ہر شخص ذات سیکھیں کی حاکمیت۔ "ایسی خبریں جی شام سوہ صاحب کے دل پر جھکے گئے تھیں۔ اس کے باوجود گورنری اختیار کرنے کو راضی نہیں تھا۔ پولیس کسٹروئل کے قائل سے نرم ہڑتال کیا؟ گردکش کی منہ کے جواب میں اس نے بھانسی کا دن جلدی مقرر کر دیا اور حکم نامہ سنایا۔

گردیا۔ "آج سے بارہویں دن اسے بھانسی دلی جائے۔" قیل کے ہر شخص ذات صاحب کے لیے اس حکم سے شکایت بڑھ گئی۔ ہم جان قیدی کی بھانسی کس طرح دی جائے؟ ممکن ہے بھانسی کے دن سے پہلے ہی گردکش کا دم ٹوٹ جائے؟ اس صورت میں سخت آفت آ جائے۔ قیل کوڈ کا اصول سے کرہے گئے میں دلی ڈال کر بھانسی دلی جانی ہو اسے کسی اور طریقے سے نہیں مرنے چاہیے۔ ایسی تو اس پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ بھانسی کا قیدی قدرتی یا غیر قدرتی موت سے پہلے مر جائے اس صورت میں قانون کا شکنجہ بھی جاتا۔ دو سال سیکھنے کے جرم میں بھانسی کی سزا پائے ہوئے ایک قیدی نے نہ جانے کس طرح دلی کا انتقام کر لیا۔ دو قیل میں ہی لنگ گیا تھا۔ سوہ صاحب کے نصیب اچھے تھے کو اس کی جان بچ گئی سترجی نے اسے دیکھا۔ کیا فوراً ہی اس کا منہ بیکل فریٹن کیا گیا۔ اسے موت پاب کرتے کے لئے سیکھیں صاحب پھٹکا گئے تھے وہ اپنے گئے بیکل کو موت کے منہ سے بچانا چاہتے ہوں۔ ایک ہفتہ بعد اسے بھانسی دے کر ان کی فریڈاڈا کرنے والی روح نے جگ کا فخر چھڑکیا۔

نیں، جب ہی ہر شخص ذات صاحب کو گردکش کی تکراری تھی۔ بارہویں دن بھانسی دینے کا حکم

ہسپتال میں آنے جانے کا راستہ تھا مگر ایمر بخشی کے لئے دیوار میں ایک دروازہ دکھا گیا تھا۔ گرد بخش کو اس دروازے سے لے جایا گیا۔ سو پر بھیکن، گرد بخش کی بکڑی ہوئی حالت کو مٹھن حد تک چھیدہ دکھانا چاہتا تھا حالانکہ بھوک ہڑتال پر آ رہے ہوئے قیدی کو ہسپتال میں لے جانے کا یہ نیا واقعہ نہیں تھا۔ پھر بھی سو صاحب اتنی رازداری بہت رہا تھا۔ کیا کچھ اچانک ہوئے والا ہے؟ سوال اس کے ذہن میں ٹھنک رہا تھا۔ ڈاکٹر سین نے اس خاص مریض کے لئے ہسپتال میں کونے والا کمرہ خالی کر لیا تھا۔ ہوا اور روشنی کے لئے ایک سلاخوں والی ٹکڑی بھی اسی کمرے میں تھی اور اس پر نظر رکھنے کے لئے شیشہ کا دروازہ تھا۔ ڈاکٹر سین نے فوراً مریض کا علاج شروع کر دیا۔

گھڑک چڑھانے کے لئے گرد بخش کی پھنکڑی نکال دی گئی۔ حرکت نہ کر سکے، اس نے انجکشن دیا گیا۔ مریض کے پیٹ کے برابر ایک نرس بٹھائی گئی اور دروازے کے باہر دو مسلح سپاہیوں کا چہرہ دکھایا گیا۔ گھڑکوں کے پانی کی دوسری بوتلی خالی ہوئے تک خام ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر سین دیکھا، سامنے سچے دئی کی کردہ بوتلیں خالی ہونے کے بعد پیٹ پر کتا بننے سے دست بردار ہو گیا، دیکھا، سامنے سچے نچ پکے تھے۔ نصف گھنٹہ بعد اس کی ڈیوٹی ختم ہوئی تھی۔ گلائی کی نبض سے سوئی نکال لی گئی۔ اس وقت مریض کے لبوں سے کراہ نکلی تھی۔ نرس کی پشت دروازے کی سمت تھی۔ نرس مریض کے سر کی جانب کڑی پور اس کے بالوں میں انکھیاں بھیرنے لگی۔ پھر مزید کہے میں بولی۔ "مگر وہ..." مریض کی ٹھیک حرکت کرنے لگیں۔ لہذا دوسرے چکر اس کے کان میں بولی۔ "طوفان..."

جادوئی اثر ہوا۔ گرد بخش کی آنکھیں فوراً کھل گئیں۔ دو چار ہزار اس نے آنکھیں جھپک کر دیکھا۔ نرس کا ذہن لا چہرہ اب صاف نظر آنے لگا۔ پھولوں کی پتیوں کی طرح گرد بخش کے لب کھلے۔ "سونا پانا" چار آنکھیں ملیں۔ گرد بخش کے ہاں رہ گئے۔ دل کی گئی زور کرنے لگی۔ پانچ سات لمحوں کی خاموشی سے بہت کچھ کہہ دیا۔ گرد بخش کے سونا پانی ریلوں کی طرف دیکھا اور اس کی نظر سونا پانی کے انچر سے پڑ گئے۔ وہ کہنے پر تیار ہو گیا۔ سونا پانی گرد بخش کا مطلب سمجھ کر مسکرائی۔ "میں بارہا یہی کہتی ہوں۔ یہاں تک پہنچنا ضروری تھا۔" نرس ایک لمحہ کے لئے ٹک گئی۔ پھر عجب میں دیکھ کر اس نے مزہ لیا۔ "تم ہوش میں آ گئے، اس کی اطلاع کرنے جا رہی ہوں۔ پھر میری ڈیوٹی ختم ہو جائے گی..."

کہتے ہاتھوں سے گرد بخش کی پٹیں بند کر کے نرس باہر چلی گئی۔ پھر پہرہ دیتے ہوئے سپاہیوں کو سنانے کے لئے پڑوائی۔ "مریض ہوش میں آ رہا ہے۔ میں ڈاکٹر کو اطلاع دیتے جا رہی ہوں..." سپاہی انہیں شش ہو گئے۔ ڈاکٹر سین کے آنے سے بعد گرد بخش نے آنکھیں کھول دیں۔ "میں کہاں ہوں؟ مجھے یہاں کیوں لایا گیا؟" وہ پڑ بولا۔

ڈاکٹر نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا، پھر اسٹتھو اس کو پ سے اس کو جانچنے لگا۔ "جوان! یہ نیکل کا ہسپتال ہے۔ اب تم کو اپنی عمرانی میں ہو..." پھر نبض پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "مجھے امید ہے کہ یہاں تم اپنی ضد جاری نہیں رکھ سکو گے..."

گرد بخش نے ڈاکٹر کے برابر کھڑی ہوئی نرس کی جانب دیکھا مگر وہ نظر مگر کام میں لگی تھی۔ گرد بخش نے کزور دروازہ میں کہا۔ "ڈاکٹر! اگر دوبارہ مجھے اس کوغزری میں لے جاؤ گے تو اس

"سرا! میں کہتا ہوں اس فوری طور پر ہسپتال میں ڈاکٹر کرنا پڑے گا۔ کیس میری ہونے سے میٹر اسے ملتی اعداد و بی ضروری ہے۔" ڈاکٹر سین جیک کو بند کر لگائے۔

سو پر کا چہرہ اتر گیا۔ چپاکی کا خم سنانے کے سلسلے میں ہونے والی دیر اسے ٹھنک دی تھی۔ "آل رائنڈ ڈاکٹر..." اپنی رپورٹ اور ستر سترچ بچا دیں۔

"اوکے سرا" کہہ کر ڈاکٹر جانے لگا۔ ٹھیک سنا صاحب کی دایت اس کی پشت سے ٹکرائی۔ "ڈاکٹر اس قیدی کی چوکیداری کا تخت انتظام کرتا ہوں۔ مگر آپ کچھ پیسے دے رہیں۔ کوئی ایسی دوا اس کے ہاتھ نہ لگے جس..."

ڈاکٹر نے سر جھکا کر انہماک میں حرف بھائی۔ "ڈونٹ دیو سر۔!"

جنت کام کرنے کے بہانے کوغزری میں سے سب کچھ دیکھ اور اس رہا تھا۔ سو پر اور ڈاکٹر کی اگر بڑی بات چیت سے وہ صرف اتنا سمجھ سکا تھا کہ گرد بخش کو چپاکی دینے جانے کا دن مقرر ہو چکا ہے۔ مگر اس وقت کی بھاک دوزخ سے سو پر کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ جنت کو گرد بخش پر قضا رہا تھا۔ فرار ہونے کی ترکیب کے سلسلے میں بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ اور اب وہ خود اپنے جال میں پھنس گیا۔

ٹیل کا ستر سترچ لے کر دو صلیب پوش وارڈ آئے۔ جنت کو خوف سا محسوس ہوا۔ کیا گرد بخش کو یہاں سے لے جا رہے ہیں؟ گھبرا دیتے والی اس کالی کوغزری میں چند دلوں کا ساتھ ملا تھا وہ بھی جہنم گیا۔ مگر وہ لوگ اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟

"ڈاکٹر اسٹبل کے..." سو پر وارڈ دروازے سے کھڑا رہا تھا۔ اب جنت سے رہائش گیا۔ وہی پینہ بند کر کے دروازے کی سلاخیں دونوں ہاتھوں سے قیام کر گھر مندہ نظر دلوں سے باہر کی جانب دیکھنے لگا۔ ستر سترچ کا وزن اٹھا کر ایک وارڈ باہر نکلتا نظر آیا۔ جنت کی ٹھیک پینے سے بھگد کی۔ اس نے آنکھیں پھیل کر دیکھا۔ گرد بخش کو کھن اوڑھا دیا ہوا تھا۔

"سنا ایک ہزار اس کا چہرہ دیکھنے نہیں آئے گا؟" جنت کا دل ایک بار جھک اٹھا۔ ستر سترچ میں پڑا ہوا جسم شانے تک میل میں لپٹا ہوا تھا۔ اسی لمحے گرد بخش کا چہرہ نظر آیا۔ اسے دیکھ کر جنت کے دل میں درد ہونے لگا۔ جنتکے ہونے جڑ سے، اندر دھکی ہوئی آنکھیں، لبوں سے جھکی ہوئی

جنت کا ہتھکڑی کی خواہش ہوئی مگر اسی لمحے ستر سترچ کو لئے ہوئے وارڈ آئے گا وہ گئے اور اس ایک بل میں گرد بخش نے ایک کھول کر جنت کی جانب دیکھا، پھر آگے بند کر لی۔ جنت نے یہ بھی دیکھا کہ گرد بخش کے لبوں پر بھی یہی ستر سترچ تھی۔ ستر سترچ کے پیچھے چلتے ہوئے سو پر کے

جھوں کی آواز بند ہوئی۔ اسی لمحے اس کے ذہن میں چمکی پڑا ہوا۔ کیا گرد بخش ہوش بن گیا تھا؟ اس کی ترکیب کا پیلا حصہ پورا ہونے پر اس کے لبوں پر نظر آنے والی ستر سترچ کی خوشی تھی؟ جنت کے ذہن پر اب بھی سوار ہو گئی۔ گرد بخش کو یہاں سے لے گئے۔ اس کا غم کیا جائے

یا خوشی سنا لی جائے؟

جنت کی تیس فٹ بلند دیوار کے پیچھے ہی ہسپتال تھا۔ ویسے تو جنت کے صمد دروازے سے

کریں چرچ کے بڑے پوری کا ستارش خطا جعلی و متخلفوں کے ذریعے پایا۔ چرچ کی جانب سے جیل کے ہسپتال میں خدمت کی عرض سے ڈاکٹر انکریں بھیجی جاتی تھیں۔ سائش پر عمل کرنے کا پتہ نام گردش تک اس کے کل میں کس طرح پہنچایا گیا یہ بات اب تک راز میں رہی ہے مگر تیسرے دن گردش نے منصوبے کے تحت بمبوہ ہڑتال شروع کر دی۔ اس وقت سے سونا جیل کے ہسپتال میں اس کی آمد کی منتظر تھی۔ چار باچ دن سے اس کے کام کو یکہ کر ڈاکٹر انکریں فرج ہو گیا۔ "میں ڈاکٹر انکریں سے زیادہ فکر کرنے کے لائق ہوں۔" "میں نے کہا۔ سونا کو ڈاکٹر انکریں سے ایجو سر ڈاکٹر اس سے محبت شروع نہ کر دے۔

○

مجھ میں نہ آئے والے بچے جی نے محبت کو گھیر لیا۔ گردش نے متعلق معلوم کرنے کی غرض سے اس نے دوپہر سے شام تک مجھ چار بار مختلف طریقوں سے کوشش کی۔ اسے گرد و پیش کی خبر سنا رہی تھی۔ کسی کو کوسوں نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ "وہ انتہائی ہیچو بھی آجی زندہ ہے؟" اس نے مستری لے کر چھڑا کر مستری نے لاپرواہی سے کہا۔ "بمبوہ ہڑتال پر آتے ہوئے قیدیوں کی میں کچھس کو ایک تک زندہ رہنے کی مثالیں موجود ہیں۔ تو سوا اٹھاون کو اٹھو یا کچھس دن ہے۔" "دوئی دینے کے لئے آئے ہوئے میں سے محبت نے طرے لیے کھینچ لیا۔ "اب تو بارہوی کو ایک قیدی کے لئے کم دینا پڑتا ہے؟" اس کی بمبوہ ہڑتال کی وجہ سے۔ "جیل میں بیٹھا ہوا ہے ڈاکٹر کیسے عجیب خیالات رکھتا ہے۔ سوچ کر میں مسکرائی۔" "ارے بھائی! یہاں تو روز باچ دن بھر ہی ہو کر آتے ہیں۔ ایک قیدی کی بمبوہ ہڑتال سے کھانا کھیں ہو جاتا۔"

"مگر تمہارا خیال ہے؟" "جست سے پوچھتے بغیر نہ پایا گیا۔ اُسے عجیب سا جواب ملا۔ "زندہ رکھنے دو؟" اسے ڈاکٹر انکریں دن اسے مرنے پڑا۔ "کافی کر پچاسی چڑھا ہوتا تو زور کو تکین ملتی۔" "یہ ن کرکٹ کا دل کھینچنے کا۔ کھانے کی روٹی اس نے ایک کونے میں رکھ دی۔ گردش کا ایک جلائے جری کھڑی میں گونجنے لگا۔ "یہ تو قرار ہونے کی ترکیب ہے۔ تمہارے بھی کام آئے گی۔" "نہیں نہیں۔ گردش انکم نے جلدی کر دی۔ مجھے اشارہ کرتے تو میں تمہیں راستہ بتاتا۔ دوست انکم ایکے جیل کے سخت انتظام سے کیے قرار ہو سکو گے؟"

جیل کے برابر ہی انکریں کے کوارٹر تھے۔ ڈاکٹر انکریں ہر ماہ سے میں آرام کر ہی رہا تھا۔ میں ہار یا اس کے ذہن سے کوئی نہ ہو رہی تھی۔ باچ جیلوں کے ساتھ سے اس خصوصیت لڑکی کی تصویر نہیں سال سے خالی پڑے ہوئے دل پر نقش کوئی تھی۔ اس پر محبت کی بارش کرنے کو ڈاکٹر کا دل چاہنے لگا۔ "حسین ہونے کے باوجود غرور نہ ہو، الفاظ میں امرت تک رہا ہو، مگر کچھس ہونے کے باوجود حرکات ہندوستانی ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر کے دل میں اس سے کھر کھرا لیا تھا۔ ڈاکٹر سوچ رہا تھا۔ "شلو اس کی ہندوستانی ہوئی اور وہ مجھ سے ہونے کے باعث کرچین بناتی تھی ہوگی۔" "ڈاکٹر کا تجسین ہو گیا۔ اس لڑکی کے ماں باپ کے متعلق معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ گردش کے پوری سے مل کر اس کے متعلق اطلاعات فراہم کی جائیں۔ پھر۔ پھر۔ ہار یا کے شے کی بات۔" ہار یا کے متعلق خواب دیکھتے ہوئے ڈاکٹر انکریں آرام کر ہی رہے ہوئے۔

صورت میں میری خبر جاری رہے گی۔" ڈاکٹر کے پاس اس کی بات کا جواب نہیں تھا۔ یہ اس کے بس سے باہر کی بات تھی۔ اسی لمحے سے گردش کے دھوکے کی آہٹ سنائی دی۔ اس کے ہاتھ میں کائنات نظر آ رہے تھے۔ گردش کو ہوش میں دیکھ کر اسے اطمینان ہوا۔

"ویل۔ میں اپنا فرض پورا کرنے آیا ہوں۔" اس نے کہا۔ گردش کو اس کی پرواہ نہ تھی۔ سو رہنے کا ڈھ پھلا کر پچاسی کا آڈر رستایا۔ ڈاکٹر کے چہرے پر تجدی کی چھائی۔ نرس کے ہیر کر ڈالے گئے۔ اس کے دل کی جھڑکی بڑھ گئی۔ "مگر اس سے چہرے پر لاپرواہی کا نقاب ڈالے رکھا۔ سو رہنے سوچا تھا کہ پچاسی کا سخت میری قیدی کی قیام مارے گا، ہاتھ دیڑھانے گا۔ کم از کم وہ ضرور بھرے گا۔ مگر اس کی بجائے گردش کے کوئی پرستار ہو دوئی۔ تب سو رہنے دیکھا لگا۔ شب الوئی کے مضبوط جذبے سے اس جوان کو صدمت کے متا ہے میں کتنا ہے خوف یاد تھا۔

سات بج گئے۔ رات کی ڈوئی والی نرس کے سر میں داخل ہوئی۔ جب ڈاکٹر سن سے سونیا سے کہا۔ "میں سارا تم اب جانتی ہوں۔" "جھیک یو ڈاکٹر؟" کہہ کر ماریا نے قدم بڑھائے۔ بات وقت ایک نظر گردش پر ڈالی۔ گردش نے انکھیں بند کر لیں اور سونا کے سیلوں کی ڈور ہوتی ہوئی آواز سننے لگا۔ پچاسی کی خبر سے سونیا کے صدمہ دل میں محسوس کئے گئے صدمے کی لڑائی ہوئی آواز دو سیلوں کی آہٹ میں محسوس کر رہا تھا۔ محبت انسان کو کسی بھی قسمی قریباں دینے کا عزم نہ ہوتی ہے؟ چار سال پہلے سونا لاہور کے کالج میں انکریں کی ملا لگی۔ اس وقت اس نے کھلی بار گردش کو دیکھا۔ ڈاکٹر، آؤ تمہارے آکھوں میں سے بیٹھی، آواز میں اور دھری محسوس کی۔ سونا کے دل کی گردش سے مقام حاصل کر لیا۔ گردش نے پوچھا۔ "سوئی! میں کھنکھندہ ہندو بزرگ ہوں؟ یہ یاد رکھیں! میں گئے۔"

جب سونیا کے چہرے پر عزم جھلکے لگا۔ "مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میری ڈاکٹر بننے کی خواہش ہے۔ جب تک میں صبر کرنا چاہے گا۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

چھ ماہ کے دوران ہی ایک ایک ایک ناموڑا گیا۔ گروئے کا کالج بند کر دیا۔ وہ انتہائی بوس کی ٹولی میں شامل ہو گیا۔ "سوئی! میری راجہ دل تھی ہے۔ اب دلش کی آزادی تک میں مل کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

چار سال بیت گئے۔ سونا میڈیکل کالج کے تیسرے سال میں پہنچ گئی۔ سرباب واپس آنے آئے ڈوئی سے لاہور تعلیم کی غرض سے بھیجا اور وہ ہاسٹل میں رہتی تھی۔ لہذا گردش کی نظر گراؤ ڈا سر کرچین میں سناجھ دینے لگی۔ انتہائی دبی ہوتے یا چار ہوتے ان کا علاج کرتی۔ اس کی وجہ سے دوسری چار لڑکیاں بھی اسی خطرناک ہم میں شامل ہو گئیں۔ مگر پچیس فکٹر پر ہم جھپٹتے ہوئے گردش کی گرفتار ہو گیا۔ سونا نے محسوس کیا کہ اس کے تیار کے چہرے پر چہرہ ہو گئے۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ گردش کو دے جانے والی پچاسی دیکھنے کے لئے دو زندہ نہیں رہے گی۔ جب مرنے سے ایک بار آخری کوشش کیوں نہ کر لیا جائے؟ جس دن گردش جیل میں داخل کیا گیا سونا بھی اُنکی دن کس ماریا بن کر جیل کے ہسپتال میں داخل ہو گئی۔ کرچین نرس نے گردش سے گردش کے کنو پند لے لیے یاد رہی بالوں کو کاٹ دیا۔ کھنکھ میں کراس بین لیا۔ گردش کے متعلق سے لاہور کے

اُس نے اپنی حیرت جلدی سے سمیت کر مسکرا کر جواب دیا۔ "گند مارنگ ڈاکٹر!" وہ پھولوں کے کچے کو پتہ پر چھائی ہوئی بولی۔ "آج جلدی آگئے ہیں؟" ڈاکٹر کی نظر میں سوجا کے سراپے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اُس کے ہاتھ میں تھا سے ہوئے پھول پر نظر میں ٹھہر گئیں۔ نرم مسکروٹ کے ساتھ کھولا۔

"ہا! آج کچھ زیادہ خوش نظر آ رہی ہو۔ پھول لے آئیں۔"

"اوہ!" سونیا نے پی نازی سے کہا۔ "میں تو پھول لے گئی تھی۔ آپ کے لئے یہاں کے باغیچے سے تو کھلا کر لائی تھی۔" یہ کہہ کر اُس نے پھولوں والا ہاتھ بڑھایا۔

ڈاکٹر نے کچھ منٹس کہہ کر سونیا کی سرمر میں انگلیاں دباتے ہوئے پھولوں کا چھما لے لیا۔ شاب کی تازگی اور چش بھرے کس سے ڈاکٹر کی لبوں کا شفا خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ سونیا نے خفت سے ہاتھ کھینچ کر نظر میں چھکائیں۔ ڈاکٹر کو اس حرکت میں کنواری شرم دکھائی دی۔ اُس نے لمبی سانس لے کر پھولوں کو سونگھا۔ "آہا!۔۔۔ کبھی کبھی خوشبو ہے۔ جیسے تیز ادل سوگند ہو رہا، ایسا محسوس ہو رہا ہے۔" وہ کئی نازی شام کی طرح بڑبڑایا۔ سونیا نے کھینچنے کے لئے رست واچ کی طرف دیکھا۔

"جسرا! میں جا رہی ہوں۔ وقت ہو گیا۔" مس گارانی کو تاریخ کروں۔" اور وہ تیزی سے اندر جانے لگی۔

"ڈونٹ بی فائلڈ اریا!" اُس کے کانوں سے ڈاکٹر کا جملہ گرجا۔ "نہیں، میں کہہ چکے۔" ڈاکٹر کی بات کو اُن کی ہی کرتی ہوئی وہ جلدی سے غائب ہو گئی۔ گرد و پیش کے کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ باہر بیٹھے ہوئے پہرے دار جھانک لے رہے تھے۔ سونیا کو دیکھ کر اُن کی آنکھوں کی چمک تیز ہو گئی۔ فراک پہنے ہوئے لڑکی کے ڈھلے ہوئے پیروں کی گول اور میں پڑ لیاں دیکھتے ہوئے دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ سونیا سرسرائی ہوئی اندر چلی گئی۔

گرد و پیش کے بیٹے کچھ دُور دیوار کے سہارے ستوں پر بیٹھی ہوئی مس گارانی نے سونیا کے قدموں کی آہٹ سن کر سر آٹھائی۔ "اوہ!" کتاب بند کر لی ہوئی وہ کھڑی ہو گئی۔ سونیا کی بے چین گردش پر گرد و پیش میں جگمگایں گئی تھیں۔ وہ ہوشیار ہو گئی۔

"سر میں کیا ہے؟" اُس نے عام انداز میں پوچھا۔

"ذرا بھی حریف نہیں دی۔ ساری رات سو رہا ہے۔" یہ کہہ کر گارانی نے کتاب دکھائی۔ "لہذا یہ جاسوسی کہانی پڑھ کر وقت پاس کر رہی تھی۔ بدشاہن کی قید میں پھنسا ہوا جاسوس فرار کے لئے پلان بنا رہا تھا۔ یہ پڑھ رہی تھی کہ تم آنکس۔" کتاب کو پھٹل میں دبا لی ہوئی وہ بولی۔ "اب کھر جا کر پڑھوں گی تب تسلی ہوگی۔" دیکھیں جاسوس کس طرح فرار ہوا ہے؟" یہ سن کر سونیا کا چہرہ اتر گیا۔

"اچھی بات ہے پڑھ کر کل بتا کر خیر میں آؤ؟" اُس نے ایسے ہی کہا۔

"نہیں، بہن!۔۔۔ جاسوسی کہانی کا انجام کدہ دینا اچھا نہیں۔" نہیں دیکھی ہو تو کل کتاب لاؤں گی۔ تم پڑھ لیتا۔"

"ارے باپ رے۔۔۔" سونیا خردو انداز میں بولی۔ "مجھے لگتی کہانی پڑھتے ہوئے خوف

پھیل سے تھیں میں کے فاصلے پر لاہور کی کھٹی آبادی والی گلی میں چار منزلہ ایک بلڈنگ کمرے میں شے کے اُبلانے میں انتھائیوں کی سینک بوری تھی۔ سونیا کی رپورٹ سن کر سب چہروں پر اُمید کا اُجالا پھیل گیا۔ گرد و پیش کا سب سے قریبی سا گلی مراد بولی اُٹھا۔

"پچاس کی آبادیوں میں ہیں۔ ہم اسے چاروں میں فرار کرادیں۔ کیوں نہیں؟"

بشش کچھ دیر سوچتا رہا، پھر بولا۔ "آج چھتہ ہے۔ سام آگے کے بعد آسمان کا اندر صرامہ ثابت ہوگا۔"

"مگر سونیا کی ناصت ڈیوٹی اتوار کو ہوگی۔" گوپال نے یاد دلایا۔ "اتوار کی صبح کرسچنوں تہج جاتا ہوتا ہے۔ لہذا ناصت لے سکتے تو۔۔۔"

"یہ اچھا ہے۔ ہم ایک ساتھ دو صبح کے کریں گے۔" مہر ایہ سب سے لہجے میں بولا۔ "مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ گھر کے وقت گورنر میں دہلی جائیں گے۔"

سب کی آنکھیں جوش سے چمکنے لگیں۔ مہر نے پلان سمجھایا۔ "گرد و پیش کو ایک اور دو پہرے دیوان ہسپتال سے فرار کر کرپ میں لے جانا ہے۔ لاہور دشمن سے چار میل دور ایک بڑا بازار ہے۔ وہاں گورنر کی ٹرین کو الٹ دینا ہے۔"

چار گھنٹوں کے لئے سب کے سانس رک گئے۔ مہر بولا۔ "سونیا! کل صبح گرد و پیش کو پلان دینا۔ چاروں میں اسے کاپی کر طاقت جمع کرنی ہوگی۔ اتوار کو رات ایک بجے۔"

اُسی سے ہوا کا جھونکا کمرے میں داخل ہو گیا اور شمع بج گئی۔ اس تپتی اندھیرے نے سب خاموش کر دیا۔ سونیا کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ کیو ایک ایک انجام کا اشتراہ تھا۔

تیز قدموں سے چلتی ہوئی وہ ہسپتال کے گیٹ میں داخل ہوئی۔ چوکیدار اب اُسے پچھانے لگا تھا لہذا پاس دکھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ شب بیداری اور تپ کے باعث ٹھکی ہوئی آنکھیں گرد و پیش کا جائزہ لینے کے لئے تیز رہی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ سات کی ڈیوٹی ہونے کے باوجود

پولے سات بجے آگئی تھی۔ بلند دیوار والے گیٹ میں داخلے کے بعد ان والا میدان آ گیا تھا۔ میدان کے دو مہان گول چھوٹا سا باغیچہ بنا ہوا تھا۔ قیدیوں کے آگے ہوئے پھولوں کی تہ

تھیوں پر اچھی شمع کے قندے سے جھلک رہے تھے۔ جے کی یاد تازہ کیے گئے ہوئے پھولوں کو بوجھتے دیکھ کر وہ ڈک گئی۔ جبکہ کر اُس نے موگرے کے پھولوں کا ایک کھانڈو ایس موگرے کی تازہ کنواری

خوشبو اپنے سانس میں سوتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ برسوں کی عادت کے مطابق اُس کا ہاتھ موگرے کے پھولوں کو بالوں میں لہرانے کے لئے پھانگ کر انگلیاں ہٹی ہوئی لٹوں کو چھو گئیں۔ اس

وقت کو دیکھا کچھ ماحسوس ہوا۔ وہ سونیا کی جگہ باریاں نہ تھے۔ یہ حقیقت وہ لمحہ جے کے لئے پھول کی تھی۔ اب اسے خیال آیا کہ اندر جلدی پہنچ جانے میں اُس کی جلد بازی ظاہر ہو جائے گی۔ اُس نے

جلدی سے رست واچ کے کانٹے کو پندرہ منٹ آگے بڑھا دیا۔ دھیرا دھیرا رستے کے کدے وہ ہسپتال کی میز عیال سے کھڑے ہو گئی۔ اُسے لگتی ڈاکٹر کی استیصال آواز سنائی دی۔ "گند مارنگ لاری۔۔۔"

اور باریاں سانس میں آگئی۔ روز تھوہے آئے والا ڈاکٹر سین آج جلدی آ گیا تھا اور کس باریاں سے نام سے پکارنے کی بجائے آج صرف باریاں کہا تھا۔

"وہی فاقی.....! ڈاکٹر سن اسے علاج کی تعریف کرتا ہوا بولا۔" پچیس گھنٹے میں تمہارا قیدی چھینے لگے گا۔"

"اے کب خدراک دیا جائے گا؟" سو پر نے دوسرا سوال کیا۔  
 "فی الحال تو اسے آج تک دیا جا رہا ہے۔" ڈاکٹر کو بھرپور کر بولا۔ "ہاں صاحب! یہ بار بار کہہ رہا ہے کہ اگر مجھے پھر آئی کوٹھی میں بند کیا گیا تو اس صورت میں خدراک نہیں لوں گا۔ اس کا یقین ہو جانے پر وہ خدراک لے گا، مگر کہہ رہا ہے۔" ڈاکٹر نے بتایا۔  
 "اے سخت مند ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟"

"اگر اسے خدراک ملے تو چار یا چھ دن میں چلے گا۔" پھر بغیر پوچھے پڑسرت لہجہ میں ڈاکٹر نے کہا۔ "سر آپ گھر نہ کریں۔ چاکلی کے دن سے پہلے میں اسے 'میلنگ فٹ' کا سرنکلیٹ دے سکوں گا۔"

"ڈاکٹر! یہ بوجھاری میٹلین کو کتنی گراہم ہوں گی! حد یہ کہ زیر اثر مسکرا کر اس نے کہا۔  
 "ڈاکٹر! تم میری طرف سے اسے یقین دلاؤ کہ اسے آخر تک ہسپتال میں رکھا جائے گا۔ تمام سہولتیں دےں گے۔" اتنا کہہ کر وہ اہل لوٹ گیا۔

سو پر نے پراسرار بات اور حرکت نے ڈاکٹر کے ذہن کو سوچ اور الجھن میں گرفتار کر لیا۔ ایسا سخت آدمی اچانک اتنی نرمی اختیار کرے؟ مگر اس میں کوئی امرار ہے۔  
 اسی لمحے میٹلین اپنے قیل کے آفس میں بیٹھا اس منہ کو کل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "وہ انتہائی ہسپتال میں رہنے کی خد کیوں کر رہے؟ ضرور اس کی کوئی چال ہوگی۔" وہ سوچنے لگا۔ پھر اپنی تھکری پر خوش ہوتا ہوا بڑبڑایا۔ "مگر کوئی گرتھیں۔" ڈاکٹر کے یقین دلانے پر وہ جلد اٹھتا ہوا جانے لگا۔ اس کے فوراً بعد چاکلی کی اسے چل میں لڑاؤ شروع کر دیا۔ چاکلی کا قیدی زیادہ تر آخری دن خراب ہوتا ہے۔ اس کی بہت سخت طبیعت ہوتی ہے اور وہ اپنی حالت میں فو کی کی کوشش کرتا ہے۔ مگر میں اس انتہائی بے گویا مروجہ ایس میں ڈس گا۔ بیٹے! ہم اگر بڑا ایسے انتہی نہیں۔ ورنہ تم لوگوں پر اتنا غرور حکومت کس طرح کر سکتے تھے؟

○

جب تک بھی چکا پڑتا ہو اگر کوئی کے خیالات میں کم تھا۔ آج سچ کیوں لانے والے جعدار نے کہا تھا۔ "اب تمہارا کام آدھا کر دیا گیا ہے۔ صاحب تم سے بہت خوش نظر آ رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے اس انتہائی سے ڈاکٹر اچھا جڑا رہی گا تو نہیں کرتا۔" مگر جب کو سو پر صاحب کی بات سن کر خوش نہیں ہوئی۔ وقت آنے پر وہ بھی اپنا ہتھکڑا تھانیا بیٹھ بولے گا۔ جب اس کی بیچھ میں آئے گا کہ ڈاکٹر کی گڑبڑ تمہارے جیسے اگر بڑا کو پیدائشی ہے۔ فی الحال اسے گروٹھ کی گرفتار رہی تھی۔ قیل ہسپتال کے کچھ معلومات فراہم ہوتے پڑے۔ گروٹھ کی فرار کی ترکیب بھی سکھاتا تھا۔ مگر اس سے پوچھا جائے؟ کس طرح پوچھا جائے؟ وہ زیادہ جس کی صورت میں مشکوک ہو جائے گا اور پوچھا کر گروٹھ نے ہسپتال سے فرار ہونے کے لئے یہ داؤ لگایا ہے۔ گروٹھ کی گرفتار کے ذہن کو سکون نہیں دے رہی تھی۔ چکی پیٹنے میں وہ قیل میں لگ رہا تھا۔

مخس ہوتا ہے۔" ڈاکٹر کو لڑکی۔" کا خطاب دے کر گارانی روانہ ہو گئی۔ سو پر نے اطمینان کی سانس لی۔ دروازے پر بیٹھے ہوئے پیر ہاروں کو دیکھا، پھر گروٹھ کے بلے کے قریب سرک آئی۔ موگرے کے پھولوں سے گروٹھ کے زخماں پر تھپتا کر اُسے چکانے کا منصوبہ بنایا تھا وہ تو ڈاکٹر سن نے خراب کر دیا تھا۔ کام اٹھوں کے پیر دیا۔ زم زم سے گروٹھ کے لب مسکرا دیتے۔ پھولوں کی پتیوں پر چسکی ہوئی ختم کی طرح اس کے پتلے پر روشن تھے۔ سو پر کو وہ بچہ لینے کی خواہش ہوئی مگر ماریا کے جھپٹنے سے اُسے روک لیا۔ ایک غلط قدم مارا پالان ختم کر دے گا۔ اُس کو خوف محسوس ہوا۔

"ڈاکٹر! لڑکی آگئی؟" گروٹھ نے ٹیکس جھپکا تے ہوئے کہا۔ سو پر جب اٹھی۔ وہ لاڈ لڑتی ہوئی ہوئی۔

"اچھا۔ سو پر نے کی اداکاری کرتے ہوئے جاسوس کی طرح کس گارانی کے ساتھ میری بات چیت کر رہے تھے؟"

"گارانی نے تم سے غلط کہا کہ میں ساری رات گہری خند سو رہا تھا۔"  
 "پھر.....؟" اُس نے اطراف میں نظر پڑھتا ہوا سوئے پوچھا۔

"نصف شب سوچ کر اور باقی نصف شب یاد کرتے ہوئے گزار دی۔" گروٹھ نے پتے ہوئے کہا۔ "گارانی کے ساتھ کچھ، بلکہ خواب میں تمہارے ساتھ رات بسر کر دی۔"

یوں تو سو پر نے بھی اسی حالت میں رات گزار دی تھی، پھر بھی گروٹھ کی بات نے اُسے کچکا دیا۔ حالات آخری چار سالوں سے اُن کے درمیان دوچار ہوا رہے تھے۔ دن بدن گروٹھ کی دوجار بلند تر ہو رہی تھی۔ قیل کی دوجاروں سے بھی زیادہ بلند اور مضبوط۔

"چپ کیوں ہو گئیں سو پر؟" گروٹھ نے اُسے خیالات سے بیدار کر دیا۔ سو پر نے چونک کر گڑبڑ دی۔ "ڈاکٹر کے راول کا وقت ہو گیا تھا۔" وہ ایک آج آج لہذا ہم اشارے سے بات کریں گے۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔" اُس نے کہا، پھر کام کرنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "اتوار تک سب ٹھیک کر لیا ہے۔"

"پالان مکمل ہو گیا ہے؟" گروٹھ کی آواز بدل گئی۔ نرمی کی جگہ سختی آگئی۔ مجھے مختصر بتا دے۔ تاکہ میں سوچ سکوں۔"

"ابھی نہیں....." سو پر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "پیر ہاروں کی ڈیوٹی بدلنے کے بعد پھر بات کریں گے! انہیں شک ہو جائے گا۔" اور سو پر میں کو آج کرنے کے لئے سامان لے کر مگرے سے باہر چلی گئی۔ ڈاکٹر سن اُن کی انتظار کر رہے تھے۔ سچ سے ابھی سجدہ بات چیتنے کے متعلق اُن کے ذہن میں شکلیں ہی ہو رہی تھیں۔ وہ مضبوط کر دے کہ وہ کہنا چاہتا تھا اسی لمحے قیل میں شہر نشین میٹلین اپنے خاص قیدی گروٹھ کی حالت معلوم کرنے آیا اور ڈاکٹر کے ذہن میں گھومتی ہوئی بات دہرائی۔

"ڈاکٹر اس کا پڑ پڑ گئیں کیا ہے؟" سو پر نے سوال کیا۔



"بھئی کسکا؟" جت کی آنکھیں جھلک گئیں۔  
 "اگلے آگیا ہوا تھا۔" ستری زہر لب مسکراتا ہوا بولا۔ "جیل کی طرح اُس نے دنیا سے بھی  
 ہٹکا رہا لیا۔ بے چارے نے زہر لیا۔"  
 "اوہ۔۔۔" جت نے آدھ بھری۔ چمکارے کا اُس نے کیا مطلب لیا تھا؟ اسی لئے جیل کا  
 ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پر آیا لہذا ستری نے اس کو روک دیا۔ پھر بولے۔

○

"جوان! تمہارا مطالبہ سو صاحب نے منظور کر لیا ہے۔" ڈاکٹر سن نے راولٹ لگاتے ہوئے  
 گردن کی بٹے کے قریب جا کر کہا۔ "تمہیں آخر وقت تک اسی جگہ دکھا جائے گا۔ اب تو تم بھوک  
 پر تال چل رہے ہو۔"  
 گردن کی سوچ میں زوہب گیا۔ مگر ڈاکٹر کے عقب میں سرلیٹ کا چارٹ لے کر کھڑی ہوئی سونا  
 نے اشارہ کیا، لہذا گردن نے کہا۔ "ابھی بات ہے۔ میں بھوک پر تال چل رہی ہوں۔" اُس نے گردن کی  
 وہ اتنی آسانی سے مان جائے گا کہ اس کی ڈاکٹر کو امید نہیں تھی۔ "مگر بھائی! اس نے گردن کی  
 کا شانہ بچھتا ہے۔ ہونے سے سرت کا انکار کیا۔ "مگر ایسا کیا ہو گا؟" سونا نے کہا۔ "مگر اُس کے  
 دے۔" ڈاکٹر نے کہا۔ "مگر اُس کے دے۔" سونا نے کہا۔ "مگر اُس کے دے۔" سونا نے کہا۔ "مگر اُس کے  
 الفاظ تو ہرانی ہوئی سونا ہوئی۔ "مگر بھائی! اس نے گردن کی بہت خوش ہے۔ جوانی کی طرح  
 مہمان نوازی کر رہا ہے۔" پھر آنکھیں پٹی ہوئی بولی۔ "مگر خیال ہے، جوانی ہو گئے؟"  
 "سوئی۔" یہ تعانی کی مہمان نوازی ہے۔ "مگر رمانت نہیں کر بولا۔ "نہی کرنے سے پہلے  
 کرے کو کھلا کر کرنا چاہتا ہے۔"  
 "مگر ڈاکٹر کو برا تعانی نہ مانے۔ فرار ہو جائے گا۔ پھر بھائی سے سر پر کر دیکھیں گے۔"

پھر دونوں خاموش ہو گئے۔ پھر بعد سونا کو یاد آیا، آج کرنے کا پالی غصہ اور ہوا تھا۔ بڑی  
 آدھ میں سرلیٹ کو دیکھ کر پانی میں لیٹ کر بھوکا آج کرنے میں مشغول ہو گئی۔ پھر بھوکا پھر آدھ میں  
 کے جسم پر گردش کر رہا تھا کہ اس کے سونے کے دل میں کوئی گونگی ہونے لگی۔ اپنے محبوب کی  
 خدمت کرنے کا پہلی بار موقع ملا تھا۔ تعانی کی وجہ سے شغل ہونے کے بعد گردن نے بہت کم  
 ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ یہ بھی سونا کی یاد میں تھا۔ "مگر یہ دلش چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور وہ اس ختم  
 میں گردن کے نہیں مل سکے گی۔ پھر دل میں ہی مل سکیں گے۔" سونا نے کہا۔ "مگر اگلیاں اور تو  
 دوسرے ختم میں اوروں سے ارمان ہوئے۔" چار سال کے بعد گردن کے ساتھ رہ کر چار دن  
 کے لئے اُس کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھی۔ یہاں سے فرار کے  
 بعد نہ جانے کب گردن کے ساتھ ہوگی؟ وہاں پہنچیں اُس کی گردن کی کے لئے زمین آسمان  
 ایک کر دے گی۔ پہلے کشتہ کھل اورد اب گورز کے کھل کے لئے۔ سونا کے ہاتھ دھک گئے۔ گردن کی  
 فٹے نظر بھر کر دیکھ رہا تھا۔

ہوئے سونا کے ہاتھ کو دبا کر کہا۔ "تمہیں محسوس نہیں ہو رہا کہ تم بہت زیادہ خطرے میں ہو؟ فرض  
 ہوئے سونا کے ہاتھ کو دبا کر کہا۔ "تمہیں محسوس نہیں ہو رہا کہ تم بہت زیادہ خطرے میں ہو؟ فرض

ستری اودھم تک باہر کھڑا قیدی کی بے چینی دیکھ رہا تھا۔ "اوسے نو سو ساٹھ اچکی میں دان  
 ڈالے بغیر چلا رہے ہو۔ ذہن کیا لگ رہا ہے؟" جت چوک چکا کہ سر کھڑا کر دیکھا۔ اودھم تک  
 بڑگ چہرے کی خبریں سن رہی تھیں۔ "کیوں۔۔۔ مگر یاد آ رہا ہے؟" قیدی کو نام سے  
 پکارنے پر باندی کے کاہنہ ستری کے لیے میں اپنا تھی۔ پشانی کا پینٹنگ فلک کرتا ہوا چمکار  
 کے دروازے پر آ گیا۔

"چا! تمہارے جیل خانے نے پینے کی ایسی عادت ڈال دی ہے کہ دانے قہم ہونے کے  
 باوجود ہوش نہیں رہا۔"

"اوسے ہاں۔۔۔ مجھے پتہ چلا کہ تمہارا کام نصف کر دیا گیا ہے جو تم نے فوراً ختم کر لیا۔"  
 "نہی تو محسوس ہے چا!۔۔۔" جت نے ستری کو اٹھا دیا۔ "اب وقت کر  
 طرح لکھا؟ البتہ تم وہ گھڑی کا ہنس کر نے میرا ساتھ دو۔ آخر وقت کی بحث کیا جائے گا۔"  
 اودھم تک بھی جیسے اس وقت کا شہر تھا۔ بولا۔ "جگا بات تو یہ ہے کہ دو تین دن سے میں  
 سے کچھ پر چھٹا جا رہا تھا۔" جت کا دل دھڑکنے لگا۔ "مگر کیا ہو چکا ہے؟"

"نہی لڑکا روک رہا ہے کہ باپو آپ جگا ڈاکٹر کو پوچھ رہے ہیں پھر مجھے اس کی بہادری کی کہانی  
 کیوں نہیں سناتے؟ لڑکا اپنے سکول کے بچوں سے خیر ہے کہتا ہے کہ میرے باپو جیل میں جگا کا بہادر  
 دیتے ہیں۔"

جت خوش ہو گیا۔ جیل کے ستری کا لڑکا اُس کے نام پر فخر کرتا ہے کہ جگا جیل میں اچھا محسوس  
 ہو رہا تھا۔ اودھم تک جگا کی کہانی سننے کے لئے جت جگا تھا۔ "جگا جگا بولا۔" چا!  
 میں اٹھا ہوتا رہوں اس میں لطف نہیں۔ آپ نے بھی تین سال جیل میں چوکیداری کی ہے۔ آپ  
 کے پاس بھی بہت کہانیاں ہوں گی۔"

"مگر یہاں اچھی باتوں میں بارود عازدی گری نہیں ہوگی۔"

"کیوں نہ ہوگی؟ یہاں ہر جسم کے قیدی آتے ہیں۔" جگا نے کہا۔ "پھر کچھ دھوک بولا۔"  
 "سب لوگوں نے جیل پوری پائی تھی کی ہوگی۔ کوئی ضرور جیل تو ڈر کر بھاگے گی کوشش کر چکا ہوگا۔"

دوسری جوتن میں قیدی کا کہنا تھا کہ اودھم تک چوکیدار کو دیکھ کر جگا کے کارنامے سننے کی ہوس میں  
 اُسے شک نہیں محسوس ہوا۔ "ڈاکٹر تھا بولا۔" اہاں۔۔۔ مجھے ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ اچھی چوہا  
 پہلے کی بات ہے۔ چار سال کی قید پر آیا ہو گیا جیل کے باہر سے کام کرتا ہوا فرار ہو گیا، ساتھ  
 ہی بھاری ہسپتال کے چوکیدار کی ملازمت بھی لیتی گیا۔"

"مگر ایسا کیسے ہو گیا؟" جگا کا جتس بولا۔ "ہسپتال میں بھی جیل جیسا سخت انتظام ہوگا۔  
 وہاں سے کسی طرح فرار ہو سکا۔" پھر جت نے محسوس کیا کہ اُس نے جلد بازی کی ہے کیونکہ اودھم  
 ٹھہر چکا تھا۔ جواب کے لئے جت کو انتظار پڑا۔

"ہسپتال سے فرار اس وقت آسان تھا اور قیدی نے بہترین ترکیب آزمائی۔ بائیس کی گھاس  
 لے جانے والی گاڑی میں چھپ گیا۔" ستری کہہ رہا تھا۔ "مگر وہاں انتظام سخت کر دیا گیا  
 ہے۔ دیواریں بلند کر دی ہیں۔ چمکارے کا ایک راستہ ہے جو اچھی آڈیاں پاسکتا ہے۔"

”ہم۔۔۔“ مگر دھنیش کیسے میں بولا۔۔۔ ہاں لگنے کے بعد مجھے کسی پہرہ دار کی رائٹل چھین لینی چاہیے گی۔ جس کے سہارے یہ حال باہر چاٹ سکاں گا۔“  
 ”جی ہوتے کب کی کو یہ نہیں چاہتا چاہئے کہ تم فرار ہو چکے ہو۔“ سونیا نے منہبوط لیے میں کہا۔ مگر دھنیش قہر سے اُسے دھمکے لگا سونیا کام کے یہاں پائش کے پیچھے دوڑ گیا۔  
 باہر جبرہ دار تھیں ہلکے رہے تھے۔ مگر دھنیش کے قریب آکر سرگوشیاں کیے میں بولی۔  
 ”خیر کو کھر کے وقت گورڈز پیش روئیں سے وہی جا رہا ہے۔ وہاں دھماکہ کر کے میں پورے ہندوستان کو خندے پیدا کرنا ہے۔“

مگر دھنیش غصہ کیا۔ اس کی آنکھوں میں شعلے دیکھنے لگے۔ مگر زکوٰۃ کرنے کی خواہش اُسے پوری ہوتی نظر آئی۔ ”شاہنشاہِ اترم نے غضب کا پلان بنایا ہے۔“  
 مگر سونیا کو بیادوی پانت بھی پانی تھی۔ ”میںی وجہ ہے کہ تمہارے لئے جیل کی دیوار چھانڈنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کا پڑنا قفس میں سبکی کی بجائے لگانے میں میرے پاس سے مل جائے گا۔“  
 اسے ذہن میں بٹھا کر کاغذ پانی کے ڈیسک پر اس کے صاف کردیے۔  
 ”اس کی فکر نہ کرو۔۔۔ ضرورت پڑنے پر میں کاغذ کھانچ بھی سکتا ہوں۔“ مگر دھنیش کے جسم میں چمڑی آگئی۔ مگر سونیا نے اُس کا شاندار کارڈ لٹا دیا۔ ”اور مگر دھنیش انھیں، اتوار تک جسم میں کھڑو کی ادھکاری چاڑی رکھنی چاہئے۔“

”دھماکہ کوئی حکم۔۔۔؟“ مگر دھنیش نے مزاحاً پوچھا۔  
 ”ہاں۔۔۔۔۔ جیل کی دیوار کے اوپر پہنچ کر تم پیچے اترنے سے پہلے ٹیلی سمٹ میں ساتھیوں کے سٹیل پر نظر رکھنا نہ بھولنا۔“ سونیا نے کہا۔  
 ”سٹیل؟ کس بات کا سٹیل؟“

”نصف فرائیگ سے نصف فرائیگ کے واسطے پر گئے دو ہفتے سے سبز روشنی چمکی ہے۔ یہ سلاطی کا شاندار ہوگا۔ وہ لوگ وہاں جب میں تمہارا انتظار کریں گے۔ جب وہاں سے ریلوے اسٹیشن کی سرک پر غائب ہو جائے گی۔“ سونیا کی سانس میں بولی۔  
 ”اور پھر ہم کدھماکہ۔۔۔“ مگر دھنیش بولا۔۔۔ ”اب میں اتوار کی نصف شب کا انتظار کروں گا۔“  
 سونیا کیلئے اندازہ میں سکارا دواں سے چلی گئی۔

○

بدھ کو ڈاکٹر سین نے سونیا سے کچھ کیے کی بہت پیدا کر لی۔ ”داریا! اتوار کو تم کیا کرو گی؟“ تب سونیا زکوٰۃ کی کیا ہے اتوار کے پلان کا یہ چیل کیا ہے؟ ڈاکٹر نے فیصلہ سے کہا۔ ”میں یہ کہہ رہا تھا کہ اتوار کو اگر تم فری ہو تو میرے ہاں کھانے کا پروگرام رکھا جائے۔ چھٹی کا دن اکیلے بورکے ہے۔ تم بھئی دو کی۔“  
 سونیا فرار ہونے کی فکر کرنے کے لئے کہا نہ پڑا۔ ”جینکس ڈاکٹر! مگر اتوار کا پروگرام مجھے چھ چھ میں ٹھہرا دے گا۔ بالکل باجی ہو۔“ یہ سن کر ڈاکٹر کی سرست جھک گئی۔ لہذا سونیا نے جلدی سے کہا۔ ”مگر ساجب! اگر کوئی نام کر کہیں تو ضرور آؤں گی۔ ہسپتال سے فارغ ہو کر فری رہتی ہوں۔“

مگر اگر تمہاری اصلیت کا یہ چل جائے پھر کیا ہوگا؟“  
 ”مگر! ایچھے اپنی فکر نہیں۔ میں نے ہمارے کدھماکہ خود یہ کام اپنے سر لیا ہے۔ شاید اس میں بھی قسمت کا کوئی اشارہ ہو۔ دیکھو! تمہاری خدمت کا ہاں سونے موقع مل گیا۔“ سونیا کے الفاظ میں محبت کی چاشنی تھی۔ مگر دھنیش محبت کے جوش کو نہیں روک سکا۔ اُس نے سونیا کا ہاتھ پیر کر رکھا اُس کی انگلیاں چم میں لیں۔ سونیا کا دل ڈنڈر دھڑاتا ہے دھڑکنے لگا۔ پیار کی یہ خودی میں ڈوب جانے کا اُسے دھڑکھن ہوا۔ اُس نے پھر بھی سے اپنے ہاتھ پیر کر اچھ شروع کر دیا۔ پارٹیشن کی آؤ میں اُسے نے زیادہ کام کرنا تھا۔ مگر دھنیش کو اتوار کی رات کا پلان سمجھا دینا تھا۔

”غور سے سنتا۔۔۔۔۔“ سونیا نے کہا۔ ”میں ساری باتیں سمجھنے ہونے کی وجہ سے اتوار کو چھ چھ جاتی ہوں۔ مجھے نائنٹ ڈیوٹی ملے گی۔ سوری کی اندھیری رات ہوگی۔ رات کو بارہ بجے جھکراؤ ٹر پر لگے گا۔ چوکیدار اُس وقت تک انھیں نہ رہیں گے۔ ایک بچہ ہسپتال کے پہرے والوں کا چاہئے کا وقت بچا ہے۔ جب وہ ہادی بادی سرے والے ہادی کی خانے سے بیٹے جائیں گے۔ تم غائب ڈیوٹی والوں کو بھی وہیں چاہئے چنی ہوئی ہے۔ اتوار کی رات کی چاہئے روز کی طرح نہیں ہوگی۔“ سونیا سانس لینے کے لئے ڈکی۔ مگر دھنیش غور سے من رہا تھا۔ ”بارہ بجتے ہی میں تمہارے کمرے سے چلی جاؤں گی۔ اُس رات چاہئے جانا سے تم خودی دیکھی لوں گی۔ مجھے چاہئے میں ٹھیک لانے والا ڈاکٹر ملانا ہے۔ بیٹے والوں پر اس کا اثر اُسے کھٹے میں ہوگا۔ لہذا ڈیوٹی چھ تمہارا کام شروع ہوگا۔“

”بہت اچھے۔۔۔۔۔“ مگر دھنیش ختمین آہ نظر سونیا کو دیکھنے لگا۔ وہ انھیں کیل کے ساتھ رہ کر منہبوط دل والی ہونے چکی تھی۔ یہ سب کہتے ہوئے اُس کی آواز میں لرزش نہیں تھی۔ ”مگر سونیا کمرے سے باہر جانے کا راستہ اس کی لڑکی کے درہیلے ہوگا؟ اس کی سلاطیں مجھے کھٹک رہی ہیں۔“  
 ”یہ کام آسان ہوگا کمرے میں کھلی ہوا دینے کے لئے روز بج شام آدھا گھنٹہ لڑکی کو کولی جاتی ہے۔ کھلے سے میں لڑکی دھنیش کے وقت سلاطوں کے کمرے سے تمہارا خود ایدہ پھر چکی رہوں گی۔ درمیان کی تین سلاطیں دھنیش کرنی چس کی۔ اتنی جگہ کیا ہوگا؟“

سونیا سنجیدہ انداز میں پورے دھنیش۔ ”مگر مگر دھنیش نے مذاق میں کہا۔ بالکل۔۔۔ میں زیادہ سنا نہیں ہوں سنی۔ ویسے میرا خیال ہے یہ ترکیب ہمارے دامرگ کی پیداوار ہوگی۔ اُس نے تم سے سلاطوں کے درمیان فاصلہ بھی پوچھا ہوگا؟“

سونیا نے اذیت میں سر ہلایا لہذا مگر دھنیش نے مزید کہا۔ ”میں بھی یہاں نہیں اندازہ لگا رہا تھا۔ میں نے سونیا چھ دو سلاطیں کافی رہی گی۔ اب مجھے محسوس ہوا ہے کہ سلاطی کی خاطر بڑا سوراج ہونا چاہئے۔ مگر ایڈیٹر ڈھکڑا کیوں ڈالنا چاہئے؟“

”مہر! اسے یہ کیسی سوال کیا تھا۔ جب یہ چلا کر اُس کا حساب کتاب صحیح تھا۔ اُس نے ٹھیک کہا تھا کہ سلاطیں اتنی ڈھنیش نہیں چاہیں کہ کھل کے دیکھیں کو شک ہو جائے۔ مگر جیل کے پہرہ دار بھی دور سے کھڑکی کی سلاطیں دیکھتے رہیں۔ انہیں آخر تک سلاطیں بھی نظر آتی چاہیں۔ مہرا کو اندر کے منتقل اس قدر ایک ایک پیچے کی خبر ہے کہ مجھے قہر ہوتا ہے۔ میں روز یہاں آئی ہوں پھر بھی اندھاریا ہو رہا ہے اس کی اُسے مجھ سے زیادہ خبر ہے۔“ سونیا نے بتایا۔

ایک گھنٹہ پہلے سے باہر پیرا اردوں کی لہجیل سنائی دی۔ لہذا گردکش ہست میں بیٹھ گیا۔ کمرے میں اصرار تھا۔ اسے اپنا سانس سنائی دے رہا تھا۔ ایسی خاموشی تھی۔ وہ آہستہ سے کھڑا ہو گیا۔ گردخی آہستہ سے کھول دی اور سلاخوں کے باہر دیکھنے لگا۔ مگر اصرار، غصہ اور اوار سناؤ دیکھ کر گردکش کھٹکا کر رہ گیا۔ درمیان کی سلاخ چکر زد ہو گئی۔ بجلی کی آواز کے ساتھ سلاخ الگ ہو گئی۔ گردکش کچھ دیر سانس لینے کے لئے زکا، پھر پیرا کے قدسوں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ جانے لپا کر آئے تھے۔ چہرہ مٹ کے بعد گردکش نے سلاخیں نکال دیں۔ پیرا پر سے آہٹ سنائی دی۔ اسی لئے ہوا سے نئی آہٹ آئی اور اس نے اچانک آہٹ ہوئی چپک کر روکا۔ ڈیڑھ بجے دو گھنٹہ کے پیرا گردکش۔ گردخی زمین سے فٹ بندھ گیا۔ پیرا زمین سے اٹھ کر آئے اس کی آنکھیں غصہ سے چمک چکی۔ کچھ اچھٹ کیا جس سے بجلی آواز ہوئی۔ اس نے زور سے جھٹکا مارا اور گردخی سے الگ ہو گیا۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔ خوف انسان کو کتنا فرس جاتا ہے؟ پیرا کی زنجیر بجلی آواز میں گھڑکی۔ وہ سانس روک کر کھڑا رہا، پھر نیچے لپٹ کر گھاس میں بیٹ کے تل سے گئے۔

سب کچھ جان کے مطابق ہو رہا تھا۔ لہذا گردکش کی ہمت بڑھ گئی۔ ڈور ایک دیوار کے ساتھ عزیزی بن کر چلتے ہوئے چھوڑا گیا سایہ نظر آیا۔ وہ سمجھ گیا کہ چائے کا ٹپ چڑھ رہا تھا۔ درمیان کی ایک دیوار چڑھ کر پار کرنے میں تکلیف ہوئی۔ زنجیر کی بجلی کی آواز ہوئی، پھر مٹی کچھ نہ ہوا۔ اب صرف میں فٹ کے قاصیلے پر دیوار نظر آرہی تھی۔ گھاس پر سر نہکا ہوا وہ اس کے قریب پہنچا جاتا تھا۔ غصہ کی گھاس کے کس سے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے تھے۔ دس فٹ کا قاصیلے ایک میل کے بار محسوس ہونے لگا۔ دو قدم سرک کر وہ کچھ آگیا تھا۔ اطراف میں نظریں گھما کر دیکھ لیتا تھا۔ اصرار سے آسمان میں چپکتے ہوئے ستارے دیکھنے کی آواز کی جالاک پر نظر آ رہے تھے۔ چہرہ فٹ کا قاصیلے کیا، اسی لئے گھاس میں سربراہتی محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی زوردار پھٹکے سنائی دی۔ گردکش کا جسم پیسے میں بیٹھ گیا۔ آنکھوں کے سامنے چمکتی ہوئی ساد آنکھوں والا ناکا پر کھڑا رہا تھا۔ گھاس کو مارا مکین راستہ روکے کھڑا ہوا۔ تاگ پر جھٹ کر اس کا منہ چکل دیسے کی خواہش ہوئی مگر یہ آسمان کا من نہیں تھا۔ وہ سانس روکے، گھاس میں سرک کر کہہ کر آئیں بندے کی لپٹ گیا پیسے دو تاگ دیکھ کر پراس کر کے راست چھوڑ دینے کی التجا کر رہا ہو۔ کچھ دیر بعد گھاس میں پھر سربراہت ہوئی۔ اس نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ راست صاف تھا۔ اب یقین ہو گیا کہ اسے کوئی روک نہیں سکا۔ اس یقین کے تل پر وہ مزید پانچ فٹ پار گیا۔ سر دی میں غصہ ڈر، ڈار کو چوتے ہی اسے قدرے سکون ملا۔ پھر وہ سانس لینے کے لئے ڈکا۔ اطراف میں نظریں گھما لی، پھر چکر کی دیوار پر ہاتھ پیرنے لگا۔ کچھ دیر ہاتھ میں پھنس آ گیا۔ اسے خوف محسوس ہونے لگا۔ کیا نہرا ڈور لگا نہیں سکا ہو؟ گھاس پر آئے پیرا کی رائٹل چمک کر جان پر کھٹا پڑے گا۔ گھاس کے ہوا کے جھوٹے سے دیوار سے لگی ہوئی کوئی چیز حرکت کرنے لگی۔ سمت سے اس کا دل دھڑکنے لگا۔ آہستہ سے مرک کردہ اس جگہ گھٹ گیا۔ ڈور کو چوتے ہوئے اسے محسوس ہوا پیسے دو جنت کی سریشی ہو۔ اب اسے خیال آیا کہ اس نے ڈور سیاہ رنگ سے رنگی ہوئی تھی لہذا اصرار سے میں نظریں اٹھائی گردکش کی ہاک سے نہ کوئی کی بو بھرائی۔ مبرا کی چالاک پر وہ خوش ہو گیا۔ اس کی آسانی کے لئے رقی میں

”شام۔۔۔ ڈاکٹر پھر خوش ہو گیا۔ شام کا وقت ہی ایسی گھنٹہ کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ اس کو اس نے کیوں خیال نہیں کیا؟ یہ لڑکی کا بی بھدار ہے۔ وہ بولا۔۔۔ غمزدہ۔۔۔ پھر لڑکی کی شام کی بات کہی۔“

”اد کے۔“ سونا نے لپک کر کہا اور ڈاکٹر کو ذہن پاروں پہلے لڑکی کی شام کا سلاخ ہو گیا۔ جمرات کو ستر ہسپتال کے گرد آسے چپک کرنے آ پہنچا۔ کمرے کی گردخی پر اس نے جھوٹے سے دھڑکیں لگائیں، جب گردکش کے دل پر چوٹ لگی۔ مگر ستر کے لئے یہ روز کا معمول تھا۔ اسے کوئی غلط بات محسوس نہیں ہوئی۔

جھوٹ کوئی خاص بات نہیں ہوتی مگر کچھ کوج سوچا نہ آ کر گردکش کے غصے کے نیچے تھکے کا اندھ کھڑا وہ۔ خبر فار ہونے کے جان کا پیلا حد عمل ہو گیا۔ سونا کا دل دھڑکنے لگا مگر اس نے گردکش کو محسوس نہیں ہونے دیا۔ شام جدا ہونے سے چوٹ آکھوں کے اشاروں میں دونوں نے بات کر لی۔ ”اب کل شام ہماری آخری ملاقات ہوگی۔“

آواز کا دل گردکش کو کافی لہا محسوس ہونے لگا۔ پار بارہ فٹ تھکے کو ذہن میں ڈیرا نہ لگا۔ اب اسے بند کا تھا۔ گردخی کی آنکھیں ٹھک رہی تھیں۔ پیرا کو کمر کے دت گردخی ٹرین کو الٹ دیسے کا دھماکا ذہن میں گونجنے لگا۔

آواز کی دات آگئی۔ سونا نے سارا دن انھیں میں گزارا تھا۔ یہ بات اس کے چہرے سے نظر آرہی تھی۔

”سب ٹھیک شک ہے؟“ گردکش نے پھلڑی پر چنچا۔ سونا آج کم ہونے کا فیصلہ کر کے آئی تھی۔ ممکن ہے آخری لمبے مٹی کو شک ہو جائے اس صورت میں باڈی لپٹ جانے کا وقت۔ اگر آخری لمبے گڑب ہو جاتی ہے۔ لہذا مسکرا کر اشارہ کیا۔ ”بالکل ٹھیک ہے۔“ آدھے گھنٹے بعد گردکش کے پاس اسے پھر لگا جانا تھا کیونکہ اب مریض اچھا ہو چکا تھا۔

”نہ۔۔۔ کیا رو۔۔۔ پارہ۔۔۔ جیل کا گھنڈہ سر دی کی دلت میں گرج اٹھا۔ سونا آخری بار گردکش سے ملنے کے لئے آگئی۔ قریب مایا کا پارہ مگر گردکش کے منہ میں دیکھنے کے لئے قدرے بجلی۔ گردکش نے ہاتھ بڑھا کر اس کی گردن تھام لی۔ پھر آہستہ سے نیچے گھٹایا۔ سونا نے گردکش کی چوٹی پر چپے ہوئے لب رکھ دیے۔ آنکھ پر سے سر نہکا اور گردکش کے زخما پر گرا۔ چوٹی کی سانس کے ساتھ وہ بولی۔۔۔ ”گردکش! آسمان!“

”تم بھی سمجھنا سوئی۔۔۔“ گردکش بھرائے ہوئے لہجہ میں بولا۔ جدا ہونے کے کلمات دونوں کو بلانے لگے۔

”میں جاری ہوں۔“ کہتی ہوئی سونا زور دہٹ گئی۔ گردکش کے کانوں میں اس کے الفاظ گونجنے لگے۔

”مرخص ہو گیا۔۔۔ دو روزہ بند کر دینا۔“ سونا نے جانتے ہوئے پیرا اردوں سے کہا۔ تعویذ زور جانے پر اسے دو روزہ بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ اس نے اطمینان کی سانس لی۔

کمرے میں داخل ہوا۔ پیرہیوں کو انگریزی میں گالی دے کر بولا۔ "خوش اس کرے سے  
گوں باہر گیا تھا۔"

"نرس۔ کمرہ میں نرس۔ ایک پیرہیادار نکلیا تھا بولا۔

"کیا اس نے وہ؟" سو پر نے حکم دیا۔ "اُسے پکڑو"

سارا ہسپتال کھال ڈالا گیا کمرہ سنا نظر نہیں آئی۔ ڈاکٹر سین کا چہرہ اتر گیا۔ اسی لمحے ایک  
پیرہیادار وہاں آیا۔ "صاحب! پاتھروم کا دروازہ اندر سے بند ہے۔ کمرہ یا کمرہ کوئی جواب نہیں  
دے رہا۔ نہ ہی دروازہ کھولتا ہے۔"

"دروازہ تو قفل ہے۔" میکلین کا چہرہ صریح ہو گیا۔ "جلدی۔"

دروازہ تو قفل نہ تھا۔ ایک مگر مری سفید زمین پر سفید لباس والی نرس ہسپتال میں سر دیے پڑی  
ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نے اس کی ناک کے پاس انگلی دہی۔ سانس ابھی کچھ باقی تھی۔ چہرے پر موت  
کے سائے عکس ہا رہے تھے۔ برابر میں ایک بیل پڑی ہوئی تھی۔ اس پر "نوبل" کا لیبل لگا ہوا تھا۔  
ڈاکٹر سین کا دل بکرا بکرا اٹھتا ہوا ہے۔ لیجے میں وہ بیٹھ چکا بولا۔

"اسے اٹھا کر اندر لے آؤ۔ جلدی۔"

میکلین کے جڑ سے اٹھ اڑے۔ دوسرا نکلا رہی ہاتھ سے کھل رہا تھا۔ نرس کے جسے جسم سے  
نظریں ہٹا کر وہ بولا۔ "ڈاکٹر! اسے مرنے دینا۔ ہر طریقے سے اسے بچا بولا۔" اس کے آخری  
لفظ میں ایسی عاجزی تھی جیسے ایک باپ اپنی اکلوتی بیٹی کی زندگی بچانے کی کوشش کر رہا ہو۔ مگر ڈاکٹر  
اس کا مطلب سمجھ گیا۔ ماریا کے پاس سے انتہائی گروپ کی اطلاع حاصل کر لی تھی۔ اس سانس  
میں اور کون سا شل ہے؟ اس کی کڑی ملاطمت۔ ڈاکٹر سین خاموش رہا۔ ماریا کے پاس اندام سے  
اُسے سخت صدمہ پہنچا تھا۔ بار بار ان کا ہاتھ اس کی خواہش اکر اس نے دبا نہ رہی ہوئی تو یہ  
وقت نہ آتا۔ پھر بھی اسے بچایا جاسکتا تھا۔ اس نے زہریلی پوری شیشی قلع میں اغری لی تھی۔ یہی  
دج تھی کہ جلدی اثر ہوا تھا۔ اس کے گلابی چہرے پر موت کی سیاہی چھائی جا رہی تھی۔ ہاتھ جو  
خون سے موریے تھے۔ چہرے پر زندگی کی جھلک نہیں تھی۔ اس کے چہرے پر درد کی کھیر تک نہیں  
تھی۔ کیا زہریلی کثیف کا اسے احسان نہیں ہوا تھا؟ کتنے مضبوط دل والی لڑکی۔ کیا یہ ایک  
اندام کریم تھی؟ مگر اس نے خود کشی کیوں کی؟ مگر قاری کے ذریعے؟۔۔۔ ماریا کو موت کے چنے  
سے بچرانے کے لئے ڈاکٹر جی سے علاج کرنے لگا۔ بہت میں سے زہر کھانے کے لئے اٹھیاں  
کرائیں۔ ناگشنگ لگایا جس کے کس نے ڈاکٹر کے جسم میں سرت جبری دیا۔ اسی ماریا کے خنجر سے جسم  
پر ایک ہاتھ چھو تا تو ڈاکٹر کا جسم کھپکھپا اٹھا۔ کتنا سوچنا ہے کچھ حرکت کی۔ برابر میں مٹیاں کس  
کرکڑے سے میکلین کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

اسی لمحے گر ویش کا مرنہ وہ جسم جن سے لت پٹ اتر پڑا ڈال کر لایا گیا۔ ڈاکٹر کی توجہ ادھر ہو  
گئی۔ ابھی شام ہی جاتے ہوئے اس نے مسکرا کر گر ویش سے کہا تھا۔ "جنگ میں آؤ پھر دو گریگ  
ہوئی ویل۔" (تو جوان اقم تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہو) تب مریض کس طرح فری سے  
مسکرایا تھا۔

ہر دوش پر ایک کاغذ لٹائی گئی تھی۔ جگت سنگھ کا نام لے کر گر ویش کاغذ میں جھکا انگوٹھا لگا کر بڑی  
ہوشیاری سے میں خنجر بلند دیوار پر چڑھا۔

اُدھر جنیل پر ششزٹ میکلین کو خندیں آ رہی تھی۔ اچانک کچھ ہونے کے خطرے کے پیش نظر  
شام سے اس کا ذہن خام ہوا تھا۔ وہ بستر سے اٹھ گیا۔ کی بارود بستر چھوڑ کر باہر نکل جاتا۔ یہی وجہ  
تھی کہ جنیل کے چہرہ پر خند چہانے کی بہت نہیں کر سکتے تھے۔

ایک ہاتھ میں اپنا پتول اور دوسرے ہاتھ میں نارنجی قلم کر وہ باہر آ گیا۔ ڈاکٹر ایک پیرہیادار کو  
اوجھٹ کر دیکھ کر اسے خنجر آ گیا۔ نارنجی قلم کے لئے اس نے نارنج کے سونچ پر انگلی دہی۔ اسی لمحے  
چتر سے کمرہ گر ویش کی گنگنی آواز سنائی دی۔ وہ چھو گیا۔ دیوار کی بلندی پر سفید لباس کا بیولا نظر  
آیا۔ گر ویش نے بلندی پر پہنچ کر دیکھا اسے باہر مثال کی جانب نصف فلاک کے قاسلے پر سبز  
ریشی نظر آئی۔ اسے سختی دے کے لئے حاضر تھے۔ اب اسے ڈور کھینچ کر دوسری جانب  
لٹائی تھی۔ پھر وہ نیچے جاسا تھا۔ ڈور کھینچنے کے لئے وہ قور سے جھکا مگر۔

اسی لمحے رات کی سیاہ چادر کو چری ہوئی سفید روشنی کی لکیر اس پر چھائی۔ گر ویش کو کڑا  
گیا۔ پہنچے کوئے کے لئے وہ تیار ہو گیا۔ اسی لمحے میکلین کے پتول سے سنائی ہوئی گولی لگی۔  
گر ویش کے پتول کو کڑا کر مریضی سے اس نے سنبھالا اور جنیل کے اندر گرے ہوئے جسم کو  
زور کر کے باہر کی جانب بھیج دیا۔ میکلین کی پتول سے لگی ہوئی دوسری گولی خالی گئی۔ زمین پر  
وزن دار چتر کرنے کا دھماکا سنائی دیا۔ سنبھال جنیل پر دھماکے سے، پھر اللام سے گونجنے لگی۔  
جیسے زلزلہ آیا ہو اس طرح دوڑ بھاگ اور دھڑک گیا۔ پیرہیادار نے صدمہ دروازہ سنبھال لیا۔ قیدی  
آنکھیں ملے ہوئے۔ "کیا ہوا؟ کون فرما رہا؟" کی پوچھ چوچھ کرنے لگے۔ جانتے ہوئے جگت  
منہ سے اچانک نکل گیا۔ "گر ویش۔"

گر ویش کو کمرہ دیکھ کر میکلین نے کچھ ہونے بغیر باہر کی جانب دوڑ لگائی۔ فرار ہوتے ہوئے  
قیدی کو کوئی مارنے کے پتول اس کے ہاتھ میں تیار تھا۔ نارنجی طرح میں جل رہی تھی۔ مگر  
دیوار کے عقب میں چھپنے ہی اس کے جسم سے۔ نارنجی کی روشنی میں اس نے گر ویش کو پہچان  
لیا۔ خون میں تپتہ پتہ تھے۔ جو اس کو دیکھ کر ناگہم کر میکلین کا گھبراہٹ سے چتر سے کمرے  
کی وجہ سے نصف کھو پڑی ٹوٹ چکی تھی۔ نیچے جھک کر میکلین نے اس کی بغلی دھکی۔ گر ویش کی  
مٹھی میں دلی ہوئی دھول آہستہ آہستہ جل رہی تھی۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا۔ سیدو دھکی کی طرح جل  
رہا تھا۔ زبان لٹکڑا رہی تھی۔ "انتخاب۔۔۔۔۔ انتخاب اس کے منہ سے باہر آ رہا تھا مگر زندہ  
پاؤں کیسے تک وہ زندہ نہیں رہا۔ ابھی آئی، جسم مسکرایا اور گر ویش کو شک کی اور دوڑ نکلی گئی۔  
میکلین نے اس کا جان بچا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ صرف اتنا بولا۔

"فرار ہو گیا۔"

دوڑ کر آئے ہوئے چکر ماروں نے لاش کو قیدہ میں لے لیا تو میکلین دروازے کے اندر داخل  
ہو گیا۔ ہسپتال میں مٹتی بجلی لگی۔ ڈاکٹر سین دروازہ آ گیا۔

"ہر ایک کی تلاشی لو کوئی باہر نہ جائے۔" سو پر گرجا۔ جب لرزہ مچے۔ میکلین، گر ویش والے

ڈاکٹر اوس گرینٹ کو گزویو۔" (جی ہاں ڈاکٹر اس کا سب آپ کا علاج ہے)  
 مگر اس گردن کی کمرہ نہ ہم، خون سے لت پت چہرے کو دیکھ کر ڈاکٹر لڑ گیا۔ مگر یہ سوچ  
 موجودگی کے یاد دہودہ بڑھایا۔  
 "خیر ہو گیا۔"

"ڈاکٹر دیکھو! وہ ہوش میں آ رہی ہے۔" سوہنے نے اُس کی تہہ زس کی جانب مرکوز کی۔ سونا،  
 پلکیں حرکت کر کے کچھ اوپر اٹھیں۔ سوہ اور ڈاکٹر نے جہن ہو گئے۔ انہیں کسی کو تلاش کرنے  
 والے انداز میں گردش کرنے لگیں۔ شاید اُسے وحشتناک نظر آ رہا تھا۔  
 گردن پر دیکھتے ہوئے اس پرچہ پر پڑے ہوئے گردن پر نظریں ٹھہر گئیں۔ اُس کی آنکھوں  
 میں زندگی کی چمک آگئی۔ زور کر کے اُس نے گردن اٹھائی۔ ڈاکٹر کو بتانا چاہتا تھا "نارایا! نارایا!"  
 اُس کی گردن کی رگیں کھینچ نکلیں اور وہ ہستر پر گر پڑی۔ جسم میں جھکا سا لگا۔ دھڑکتے ہوئے سینے  
 دکھا ہوا کراس لارڈز پر ٹھہر گیا۔ سویا کی ذوق چلی گئی۔ مگر انہیں کھلی رکھ گیا۔ آگے کے کونے سے  
 سرکے ہوئے دو آنسو زخاں پر پتے ہوئے ہستر پر گرے۔  
 "اگہا؟!" "میگن! ہاتھ دھا ہوا کیا!" "ہم نے اسے بھی کھو دیا۔"

ڈاکٹر سین سینے میں زور کر کے اٹھتے ہوئے درد کو دبانے کے لئے ہونٹ بند کر کھڑا رہا۔ اُس  
 کی نظر سونا کی بندھی ہوئی چمکی۔ وہ چمک گیا۔ دائیں ہاتھ کی مٹھی میں سے کوئی سلیو جھڑک کر آ رہا  
 تھا۔ میکانیکی طور پر اُس نے مٹھی کھلی دی۔ اندر سے تھک گیا ہوا اور سر جھکا ہوا کانڈ باہر نکل آیا  
 میگن کی چمک گیا۔ گزرتے ہوئے ہاتھ سے ڈاکٹر نے تھک چکی گردن کو کھینچ کر دھنا شروع کیا۔  
 "اگر انہر پی کے دل میں انسان کی آخری خواہش کا احترام ہو تو میرے آخری سسکار ہند  
 طریقے سے کرنا۔" مجھے دخل ہے۔ "گردن پلکیں کی سونا۔"

ہند طریقے۔ گردن پلکیں۔ گردن پلکیں۔ ڈاکٹر بڑبڑایا۔ دل میں بٹھائی ہوئی ماریا جیسے اسی لئے  
 دم توڑ گئی ہو۔ ڈاکٹر کے دل میں سنا جھانکا گیا۔ میگن نے دیکھا پیرے اور ہسپتال کے لوگ اپنے  
 چہروں پر بچھا ہوا سوک چھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہاں کھڑا نہ ہو سکا۔ گورڈ کو اس پوزیشن  
 سے آگاہ کرنے کے لئے بتانا ضروری تھا۔ اُس کے قدم تیزی سے اٹھنے لگے۔ گورڈ صاحب کو سر  
 کے وقت دہلی جانا تھا اس سے جیٹر انہیں اطلاع کرنی چاہیے۔ گردن پلکیں کے شوٹ ہونے کی خبر  
 عوام میں گڑبڑ مچا دے گی۔ طوفان ہوں گے۔ مگر اس وقت میگن کو گردن پلکیں کے چھانے سے  
 پھلنے سے نکل جانے کا افسوس تھا۔ پھر اسے دوسرا ہیمائک خیال آیا۔ تب وہ کھڑا گیا۔ گردن پلکیں  
 کو لی رانے والے کا اتمام لینے کی خاطر کوئی انتہائی حلقہ لے لے لٹھڑا اسے ہوشیار ہوتا چاہیے۔ مگر  
 گورڈ صاحب اُس کے کام سے خوش ہوں گے یا پھر اس سادش کی آئے آخر تک نہیں آئی اور  
 کے لئے اسے ڈانٹیں گے۔ جاتے ہوئے میگن مختلف قسم کے خیالات میں غرق تھا۔ گرچہ زس  
 اسرار اسے زیادہ بھی بے بار تھا۔!

جس طرح ایک آبا ہوا طوفان تپائی لانے کے بعد گزر جائے، اسی طرح جیل کا شور مچ گیا۔  
 جیلر، ڈپٹی جیلر، سنتری، جمدار، میٹ سب ایک ایک آئی ہوئی آفت کی وجہ سے ہوشیار ہو گئے۔ وہ  
 ان سب ملائی کا سانس لیتے ہوئے گزرتے ہوئے حالات کے تانے بانے ملا رہے تھے۔ ہر ایک  
 کو ہسپتال کے پیرے اور دل پر دم آ رہا تھا۔ فرس نے پراٹھیں سزا ہوئی تھی۔ قیدی اپنے  
 ٹیٹ کے پاس سے اطلاع حاصل کرنے کے لئے بھیجے تھے۔ اب اندھیرے میں ایک چمکی سی دی۔  
 شوٹ کر دیا گیا۔ اس خبر نے سب کے دل دہلا دیے۔ تب اندھیرے میں ایک چمکی سی دی۔  
 "کس نے اسے مارا؟" "کس نے اسے قتل کر ڈالا؟" "سنا؟ چھان گیا۔ ساری جیل خاموش ہو گئی۔" "یہ  
 دھکیا کس نے دی تھی؟ سوہ صاحب اُس کی کھال اُتار دی گئے۔" "خطرناک قیدیوں کے قتل کی  
 جانب سے آئے والی آواز؟" "جگا ڈاکٹر؟" کی گئی۔ سنتری اور مٹھکے دوڑتا ہوا آیا۔ جگت کے قتل میں  
 ہار جی کی روشنی چمکی۔ ہاتھ کی ٹیپوں میں سلاخیں قاتلے کھڑے ہوئے جگت کا پیرہ دیکھ کر وہ ڈر گیا۔  
 روشنی نے جگت کی آنکھیں بند کر دیں۔ اور مٹھکے کی آواز سنائی دی۔  
 "جگا! پلکیں پلکیں بن ہے۔" "کس دھکی دی جاتی ہے؟"

"دوسرا سنتری بھی آ گیا۔" "کمال ہے۔" یہ روز اُس انتہائی کوکھیاں دیتا تھا۔ اب اُس کی  
 موت سے بھر اٹھا ہے۔"

"تم سب نہ ہوا۔ وہ دیش کے وطن ہو۔" جگت کا خون شیلے پر سار ہوا تھا۔ "ایک جہان دیش کی  
 خاطر قربانی دے کر شہید ہو گیا اور تھارے خون میں گری نہیں آئی؟ چھوڑا جہن لوگ۔"  
 "جہان نے ہی نہیں لڑی تھی؟" "سنتری بول اٹھا۔" "تجسے میں انتہائی کو  
 جہازانے کے لئے وہ لڑی کرتی ہیں زس کہ بہن کو ہسپتال میں داخل ہو گئی تھی۔" کچھ درد کر رہا۔  
 "اُس نے چارے کے ڈبیر کی کھوٹ لی۔" "اور مٹھکے نے دیکھا ہے۔ سن کر جگت سینے میں آ گیا۔  
 اُس کے چہرے کا کھنڈا آہستہ آہستہ کم ہونے لگا۔ سلاخیوں پر سر دکھ کر وہ جب چاب کھڑا رہا۔  
 اپنا ایک ایک سسکی سنائی دی۔ پھر راج کی روشنی میں دیکھا۔ جگت کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے  
 تھے۔ وہ تنہا ہو کر آسے دیکھنے لگے۔ یہ ڈاکٹر انتہائی کی موت پر چھوٹے بچے کی طرح ہلک ہلک  
 اور ہاتھا۔

ڈپٹی جیلر آ گیا۔ "کون جی رہا ہے۔؟" اُس نے سخت لہجے میں کہا۔ سنتری اور مٹھکے نے  
 اٹھن کو گورڈ سے سلوٹ کیا۔ ڈپٹی کچھ کہے، اس سے جیٹر اُس نے اشارے سے نو سو ساٹھ نمبر  
 کے قیدی کے قتل کی جانب اسے متوجہ کیا۔ کسی کے روکنے کی بدم آواز آ رہی تھی۔ اسے بھی سخت  
 نعت ہوئی۔ پھر جیسے ہی عام بات ہو اس طرح ہلا۔ "اپنے جہر دل کے لوگ روکتے ہیں۔ جبکہ ہم

یہی رات کبھی ختم نہیں ہوگی۔ بڑے بڑے کچھونے پر پہلو ہلاتی ہوئی وہ رات کو طے دے رہی تھی۔ "اسے تم آتی ہو مکی کیوں بیت وہی ہو؟ آج ذرا جلدی سے صبح کر دے۔ ورنہ صبح مرا جاؤں گی۔" اور رات جیسے چاند کی بات میں مسکرا دی ہو۔

مکی کوئی ہے جو اس کا بیڑا چھوٹا کر دے؟ وہاں وہاں ہو کر چند کی گھنٹی زلفوں کو بکھیر گیا۔ انتہائی قاصر سردی ہونے کے باوجود چند شرفی ست کی کڑی کھول کر لٹکی ہوئی تھی۔ کیونکہ لاہور اسی جانب تھا اور لاہور کی جانب سے آنے والی ہوئی ہوا کے جھوکے اسے سخت گھم کے کس کا خلف دے رہے تھے۔ غصہ ہی ہونے کے باوجود اس میں پریت کی گری تھی۔ ہوا کے جھوکے سے ٹکنا ہوا فافوس لینے لگا جس کی وجہ سے دیوار پر پڑنے والا سایہ لرزہ رو گیا۔ چند کی کڑی نظر سفید دیوار پر پڑی ہوئی سیاہ کپڑوں پر جم گئی۔ اس نے اُن کی گتھی کی۔ گیارہ کپڑے تھے۔ بس۔۔۔۔۔ انہیں تین گھنٹے ہوئے صرف گیارہ دن ہوئے ہیں؟ سال کے تین سو بیسٹھ دن کے اس سال میں کتنے بہت مہار۔ دن ہونے؟ اتنی کپڑے بنانے کے لئے پورے مکان کی دیوار پر یہی شاید کپڑے چائیں گی۔ کل ہی ماں ہی نے انہیں دیکھا کہ تھا۔ "اورے بھو! دیوار پر کتنے سے کپڑے تین کس نے ڈالی ہیں؟ لاؤ! میں تھیلے بھر دے گا۔" صبح گیارہ گھنٹے۔

جب چند کا دل دھڑک اٹھا۔ "میں ماں ہی۔۔۔ میں نے دنوں کا خواب لگانے کے لئے دیوار خراب کی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے سر جھکا لیا تھا۔ اس کے چہرے کو غور سے دیکھ کر ماں نے جی سر ادا ہو کر۔

"مگر بیٹی! دن سننے سے کم نہیں ہوتے بلکہ کافی لمبے ہو جاتے ہیں۔" انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے دیکھو! ایک سو ن غروب ہوئے ہی دل پر لکیر پڑ جاتی ہے۔ پھر دیوار کو سیاہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ماں! آپ بہت نہ ہادیں۔" چند سراسر کھلا سا دیتی ہوئی بولی۔ "اوپر والے کے مجروحہ پر ہر دن کو بھی گزری جا رہی ہے۔ سہی کپڑے تھے کہ انہیں میں ضرور ہٹا دی طرف فیصلہ ہو گا۔ مگر میں صاحب کی سٹار پر بڑے دیکھ کر دلا گیا ہے۔ روزانہ کن کن کر دے دے رہے ہیں۔ وہ بیکار نہیں چاہیں گے۔"

ایسا دلا سناجی ماں کے دل میں خشک نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اب تو اوپر والے مالک پر سے بھی اُن کا اعتماد ٹوٹا رہا تھا۔ وہ بڑبڑایا۔ "مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اتنے بہت سارے نیچے والے اچھے اوپر والے کو کچھ نہیں کرنے دیں گے۔"

مکی کوئی کہ چند کو مشکل کی آگ کا انتظار ہے جین بنا رہا تھا۔ سہی صبح کی پہلی گاڑی میں لاہور سے واپس لوٹنے والے تھے۔ عدالت میں کیا ہوا؟ جانے کا جنس زور کر رہا تھا۔ لاہور جانے کے لئے گھر سے نکلے ہوئے سرے اس نے کہا تھا۔ "بابا! آپ انہیں غور سے دیکھیں۔ وہ ڈبے تو نہیں ہو گئے؟ جیل والے اُن سے سخت مزدوری کرتے ہوں گے۔ اُن کو کھانا براہِ رات بھی ہے یا نہیں؟ یہ پوچھ لیتا۔ ہماری فکر نہ کرنے کے منتظر! انہیں کہا۔"

چند نے بہت کچھ کھڑا لاہور سوئیں گئے۔ "ہاں ہاں! کر رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ عدالت

جو چیٹ کی خاطر یہاں ملازمت کر رہے ہیں، شہید کی موت پر دو آسوی نہیں ہو سکتے۔"

انقلاب! لاہور رہا سحر سے وقت گزرتی نہیں جا سکا۔ دھماکہ نہیں ہوا۔ گروہش کو بہرہ روشنی شعل دے کر ہمارا گروہش کا انتظار کر رہا تھا۔ اسی سے فائدہ ہوا۔ ساتویں گروہش کو نیچے کر دیکھا۔ مہرا جیل کی دیوار کی جانب چھپنا چاہتا تھا مگر ساتویں نے اسے قہر لیا۔ چتر پر جیسے ہار لٹوئے اس طرح گروہش کی گھوڑی لٹوئے کی آواز سنائی دی۔ بشن سے صبر کو قہارے ہوئے کیا "مہرا! اصل ختم ہو گیا ہے۔ اب گروہش کی لاش یہ لٹے گی۔ مگر مہرا نکلنے کے لئے زور کرنے لگا۔ اسی لئے بیگن جیل سے باہر نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ بشن کے پاس اور کی رات نہیں تھا لہذا اس نے مہرا کے سر پر بارش کی ضرب لگائی۔ مہرا بے ہوش ہو گیا۔ گوال اور بشن نے اسے اٹھا کر جیب م ڈالا اور انتہائی اجبر سے کی چادر میں جا بھگئے۔ انہیں سوئیا کی گھر لگی۔ اتاری ختم چھپتا رہے جانے سے پیشتر سوئیا صرف اتنا بولی تھی۔ "مگر دیکھ! زندہ باہر آئے گا تب ہی ہم ٹپس کے پیر کی جگہ چلا کر سوئیا سے موت کے سڑ میں بھی گروہش کا ساتھ دیا تھا۔ بھگت کی روشنی ہو انقلاب کی قہقہہ گروہش کے آخری سانس کے ساتھ جیسے جیسے گروہش۔

بھگت نے رات داتی بیٹھے بیٹھے گزاردی۔ رورو کو اس کی آنکھیں سوچ لگی تھیں۔ "کرہیں ز کی قربانی نے اُس کا دل دہلا دیا تھا۔ بار بار اسے دہرا دیا رہی تھی۔" نہیں نہیں۔۔۔۔۔ میں سال کا اس جیل میں نہیں رہا چائے گا۔ مجھ کو کڑے دے گا۔" پچھلے پہر کی رات کی بیداری میں اپنے جسم پر میچے ہوئے ڈاکو کو دیکھ کر بیدار کرتا رہا۔ "جاگ! چکا پوٹیس کے ہاتھ لٹکے کی اچھائی دکھا کر پتہ کیا لگاؤ؟ لوے کی ڈنچیں۔۔۔۔۔ یہ پلٹ دیواریں۔۔۔۔۔ دانے بیٹے کی پچی اور تین سال کی قید معیت۔ گھر آباد کرنے کی بجائے جیل آبادی۔ ویدو کے ساتھ کے بجائے کس جلدی ملی۔" وہ

موتی ہے۔ اچھے کام کر کے جیل کے افسران کا اعتماد حاصل کر لے۔ مگر۔۔۔۔۔

کےل کا روزانہ دیکھنے کے باوجود بھگت کو انہیں صاحب ستری اور دم سنگھ نے چھما۔ "کیوں ہے چچا؟ تمہیں آج عدالت میں جانا ہے۔ تمہاری اپیلی کے فیصلے کا دن ہے۔" پھر مکی بھگت خامو رہا۔ "صاحب تمہیں دس بجے لینے نہیں گے۔ تیار رہنا۔"

جیسے کچھ سنا ہی نہ ہوا اس طرح بھگت سوچی ہوئی آنکھوں سے اور دم سنگھ کو دیکھنے لگا۔ دانے ڈبے اندر کو کہ کریت چلیا گیا۔ پھر ستری کی دروازہ بند کر رہا تھا اس وقت بھگت کو خواہش ہوئی۔ سلاخوں سے ہاتھ نکال کر اس کی گردن وا دے۔ اس کی راتسل جھین لے کر اور دم سنگھ۔ چہرے پر بھینک ہوئی ہر دوری نے اسے روکا۔ دلا بند کر کے جاتے ہوئے دوپلا۔ "چچا! اپیلی میری ہو جاؤ اس کے لئے گھر کے افسران سے مت مانا ہے۔"

اور دم سنگھ کے لیے کی اپنی ذات اور محبت نے بھگت کو یہ خود کروایا۔ ایسے نیک فیض کی ملازم چچین کر رہا ہوا شرف اور انسانیت نہیں۔ دوسرا کوئی طریقہ سوچنا چاہئے۔

بھگت وہی ہے کا انتظار کرنے لگا۔

یہی رات کسی تھکے ہوئے بڑے شل کی طرح ٹھٹ رہی تھی۔ چند کو محسوس کر رہی تھی

قريب آکر باہر والے نے جواب دیا۔

"میں... میں... میں ہوں..." زبان کو کھڑا ہی تھی۔ باہر سے دروازہ کھینچنے کی کوشش کی گئی۔

چند من گزری۔ اس نے بہت متحیر کر کے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں چکا ہوں۔ جلدی کھول!" اس نے جلدی سے کہا۔ پھر پوری جھٹ سے دروازہ کھینچا

گیا۔

چند منے آواز بیجان کی۔ کچھ بھر کے لے آئے نیچے جا کر ماں کی کو جگانے کا خیال آیا مگر اس میں غصہ تھا۔ سوچنے کا وقت بھی نہیں تھا۔ زنجیر پر ہلانے کا خیال پیدا ہوا مگر اسی لمحے دروازہ سے آواز سلاخوں اور اسٹیج لائٹس سے کسی کا ہاتھ اندر آ جا ہوا نظر آیا۔ وہ ہاتھ زنجیر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ چند من پھرتی سے برابر والے کمرے میں دوڑ گئی۔ براہ مستعدی کھول کر اندر سے کھوار اٹھالائی۔ میان میں سے چلتی ہوئی کھوار باہر نکلی۔ اس دوران اس شخص کا انگوٹھا زنجیر کو چھو رہا تھا۔ چند من کا ہاتھ گھڑنے لگا۔ کھوار ہاتھ سے گزرتے نہیں جاتے کی۔ کمرے بھر میں اس کا زوہب بدل گیا۔ جونٹ منہ بلی سے بند کر کے اس نے کھوار بند کر دی۔ زنجیر گمانے کے لئے زور کرتے ہوئے انگوٹھے پر زور سے کھوار داتے ہوئے آگھیں بند کر دیں۔ "کھڑا...!" کی آواز ہوئی اور ایک بجلی جی چٹنی سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی فرار ہوتے ہوئے قہقہے سے قہقہوں کی آہٹیں، درخت کی شاخوں کی کڑکڑاہٹ اور پاؤں کی دھواڑ سے بچنے کو دے ہوئے ہونے والا دھواڑ سمجھتے ہوئے چند من آگھوں سے منا۔ جب بہت کر کے آگھیں کھولیں تو کھوار پر خون کے دبے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی۔ چٹانی پر پھیلے ہوئے پسینے کو صاف کرنے کے لئے ہاتھ بھیرا مگر پھیلنے میں خون کی سرخی مل گئی۔ زنجیر پر نظر ڈالی وہاں خون نظر آ رہا تھا۔ فرش میں سرخ پھیلنے پر سے ہونے سے کمر کھڑو دیکھا۔ ہوا تھا؟ قریب جا کر دیکھا وہ کسی کے ہاتھ کا کٹا ہوا انگوٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے اشعرا اٹھ اٹھ گئی۔ کھاروٹ کھونٹے لگا پائل کی طرح روڑتی ہوئی اوپر ہی منزل کی پتھر حیاں کے لئے نیچے پھینچ گئی۔ "ماں... ماں...!" اس نے اس کی ماں کی کو پکارا۔ اس کی گھبراہٹ ہوئی اور آواز سن کر ماں کی جلدی سے آٹھ کر پھینچ گئی۔ ہاتھ پر بھی ہوئی اور قہقہے سے کھڑی ہوئی چند من کو کچھ کر ڈی گئیں۔ "کیا ہوا؟" اس کی نظر کھوار پر بھی ہوئی تھی۔ اب چند من کو خیال آیا۔ کھوار کو فرش پر پھینک کر وہ ماں کی سے چپٹ کی اور ان کے سینے میں چھو کر کچھ بلک کر روئے گی۔ ماں کی ماں کی دھلی گئی۔ "کیا ہوا؟" اس نے پوچھا۔ "ماں کی سے کچھ دیکھ کر چند من بول نہ گئی۔ آنسوؤں سے ماں کی رو دہ بچک گیا۔ وہ ضبط نہ کر سکیں۔" اس نے ہلکی آہٹ سے کہا۔

میری جان آگھیں ہو رہی ہے۔" اس الفاظ کا فوری اثر ہوا۔

چند من سے سر اٹھا کر پھینک گیا۔ "ماں کی کو کئی ہمارے مکان میں کھس آیا تھا۔"

ماں کی کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ جلدی سے کھڑی ہو گئیں۔ "ہمارے مکان میں...؟"

"ہی ہاں۔" چپٹ پر آکر گزری دروازہ کھولنا چاہتا تھا۔ "چند من کی گھبراہٹ ابھی باقی تھی۔"

ماں کی نے دانت چپٹ لئے۔ پھرتی سے نیچے پڑی ہوئی کھوار اٹھا کر گریں۔ "اس مکان میں

واپس ہونے کی بہت کرنے والا کون ہے؟" کمرہ کو اوپر ہی منزل کے تہے چڑھنے لگیں۔ ان کی

میں جھٹ سے بات نہیں کر سکیں گے۔ مگر یہ کہہ کر ہوا دل کیوں دکھایا جائے؟ جاتے ہوئے انہوں نے دل سے فیصلہ کر لیا کہ وہاں لوٹنے کے بعد جھٹ سے متعلق صرف ابھی باتیں بتائیں گے۔ البتہ انہوں نے اتنا کہا۔ "بھڑا! بجلی کا فیصلہ ایک دن میں نہیں ہو جاتا۔" اس نے گھس گئی۔ اور اس نے بار بار جھٹ کا چہرہ دیکھنے کو لئے گا۔"

دوبار کی ٹیکسٹر میں نظر نہ آئیں اس کے لئے چند من سے سر پر سیاہ کپل اوڑھ لیا۔ آگھیں بند کر کے سوئے کی کوشش کی۔ شاید آدھے بجے کھلے میں سو جائی مگر ان کا راستہ پر کسی کی آہٹ سنائی دی۔ وہ کپل چہرے سے بند کر کے کی کوشش کی گئی۔ "روشن کیے گا۔" گاؤں کا چوڑا کچھ اٹھ اٹھا۔ کمرہ ہوتا تو بار بار زمین پر لٹائی ہوا دیتا۔ پھر کون ہو گا؟ پھر بھی انسانان کرنے کے لئے آٹھ گئی۔ فانوس کی روشنی بڑھانے کے لئے ہاتھ بند کر مگر پھر کئی گئی۔ کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر اس نے راستہ پر نظر کی۔ ہلکے آجائے میں ایک سایہ حرکت کرتا ہوا نظر آیا۔ وہ چوکی ہوئی۔ ضرور کوئی ہے۔ اس نے ذہن میں سوچا کہ کیا وہ تو نہیں ہو گئے؟ نہیں اب وہ فرار ہو کر کمرہ نہیں آئیں گے۔ کوئی چہرہ ہو گا۔ مگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس کمرہ میں چوری کرنے کی کوئی بات نہیں کر سکتا۔ پھر... عجیب طرح کی بے چینی دل میں اٹھ اٹھ گئی۔ اچانک اسے خیال آیا کہ سر کمرہ پر نہیں ہیں۔ ہم سب اس بھروہ عورت ہیں۔ اس بچوں کا قاتل اٹھا کر کوئی مٹھن کمرہ کو بند کرنے کی چال تو نہیں کھیل رہا؟ چند من کا سینہ دھڑکنے لگا۔ نیچے جا کر ماس کو چگانے کا خیال آیا۔ مگر ایسا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ پہلے یقین کر لینا چاہئے۔ ممکن ہے پتھر یا مٹی چھپ کر آئے آئے ہوں۔ چپٹ سے دروازہ کی زنجیر کھول کر وہ باہر نکل آئی۔ پتھر میں نظر کر کے ساتھ عجیب سی حالت میں وہ چھت کی گھر سے قریب پہنچ گئی۔ اس میں نظر ڈالی مگر کچھ نہ دیکھ سکی۔ کھسکیں کو کھینچی ہوئی وہ واپس لوٹنے لگی۔ اسی لمحے ایک سایہ نظر آیا۔ پاؤں کی دیوار سے بچا ہوا کوئی کھڑا تھا۔ گراس کا سایہ چھپ نہیں سکا۔ مگر وہ حرکت نہیں کر رہا تھا۔ چند من نے دیکھے کچھ سے پکارا۔ "کون ہے؟" پھر کچھ جواب نہیں ملا۔ سارے ہیں باہر جا رہے۔ چند من نے سامنے والے گھر کے دروازے کی جانب دیکھا۔ وہاں تالا تھا۔ ان کے گھر کا ایک ایک کھن موہن کھٹکے جا رہی کے ساتھ کھن کھن بھرتا رہا کے لئے اتر کر گیا ہوا تھا۔

چند من آگھیں میں پر مٹی۔ کیا کرنا چاہئے؟ شور کر کے سب کو چگانے؟ مگر نہیں۔ اس سے

فائدہ سے زیادہ نقصان کی توقع تھی۔ "کوئی گئی ہو..." چند من پروائی کی کمرے میں واپس لوٹ گئی۔

چپٹ کے دروازے سے زنجیر منہ بلی سے بند کر دی۔ فانوس کی روشنی کچھ پتھر کی دیوار پر کھڑک سے لٹ گئی۔ "جائے ہوئے ج کر ڈوڑ گئی۔ اسی ارادہ سے وہ آگھیں کھلی اور کان

تیز رکھ کر پڑی دی۔ کچھ دیر نہ کرنے کے بعد پاؤں کی گھاس پر کسی کے گزرنے کی آواز سنائی دی۔

چند من چوک کر بیٹھ گئی۔ کسی کے چھلانگ لگنے کا دھماکا قہقہہ آئی لمحے چپٹ کے برابر کھڑے

ہوئے درخت کے پتے کھڑکرائے۔ اس سے یقین ہو گیا کہ ضرور کوئی کمرہ میں کھس رہا ہے۔ آٹھ

کر وہ کھڑکی بند کرنے کے لئے تیزی سے چلی۔ اسی لمحے کوئی چپٹ پر چڑھ گیا۔ کھڑکی بند کر کے

پوچھا۔ "کون ہے؟" مگر جواب میں کوئی دے نہ دھسوں سے دروازے کی چھت کی طرف بچتا

ہوا کھس ہوا۔ چند من کا جسم پسینے سے جھپک گیا۔ اس نے پھر پوچھا۔ "کون ہے؟" دروازے کے

"نہیں۔۔۔ وہ بچاؤ نہیں تھا ماں جی! میں نے سب بچا لیا تھا۔ وہ شخص ہر صورت میرے  
فرسے میں گھسے آیا تھا۔ وہ جانے والا ہوگا۔ یقیناً اسے یہ ہوگا کہ کھر میں سرسبز موجود نہیں ہیں۔  
انگریز جتنا کہ بولی۔۔۔ اور اوپر ہی منزل پر نہیں آتی ہوں گی۔۔۔ دشن انگریز عورت پر ہاتھ  
مکڑا کر کہتا ہے۔۔۔ کہتے ہیں ماں جی! انگریز بچل گئیں۔۔۔ دشن انگریز عورت پر ہاتھ  
لائے آیا تھا؟" غصے میں اُن کے کب سکیانے لگا۔ "ہوا! انگریز بیدار ہوئی تو انگوٹھے سے اُسے  
پھرانے لگا۔ گردن اُٹا دی اُس حرام زنا کے۔۔۔ پھر کچھ دوش پر سکون ہو کر چندن کے سر پر  
بانو بھینے لگیں۔۔۔ تم نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ اب وہ کچھ کہو گا کہ جات کے مگر کی عورتیں بھی  
تھراؤ اُٹانا جاتی ہیں۔ تمہارے سرسبز کے تو اُس کی جان نہیں چھوڑیں گے۔ بغیر انگوٹھے کے  
غصے کو کیسے سے ختم کر لیں گے۔"

"نہیں ماں جی۔۔۔ سرسبز ہی بات نہیں سنیں گے۔ چندن نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "ان کا بیٹا  
لڑکی کا سزا بھگت رہا ہے۔ اب باپ کو کیسے مجرم ثابت کریں؟ ہم پر کہہ دیا ہم دونوں کے علاوہ دوسرا  
نہ جانتے۔"

"نہیں۔۔۔ ماں جی! کچھ کہا جاتی تھیں مگر انہیں الفاظ میں سوچ رہے تھے۔ پھر بھی کہہ ڈالا۔  
"ایسی بات تمہارے آدی سے پیشہ سطر رح رکھی جاسکتی ہے؟"

"یہ میں جانتی ہوں۔ پوشیدہ رکھ کر باپ میں پر جاؤں گی ماں جی! مگر یہ بھی کرنے کو تیار  
ہوں۔ ایسی بات سن کر مردوں کا خون جوش بارے لگتا ہے۔ پھر وہ خطا نہیں کر سکتے۔ چندن کچھ  
اور زک کی۔۔۔ اُسے جو کچھ کہنا تھا وہ کہنے کا موقع تھا۔ "تمہارے بچے کو یہ چل گیا تو وہ جیل تو ذکر  
انتقال لے لے جائیں گے اور۔۔۔ پھر وہ بول نہیں سکی۔ ماں جی سب کچھ سمجھ گئیں۔ چندن بہت زور کی  
سوچ کر تکی اس سے انہیں سرت ہوئی۔ اس واقعے کو یاد دہا کر رہا تھا۔ رات کی بات ہو گیا تو اس  
کے دوزخ سے پورا ناکام عمل جانے لگا۔

چندن نے فرسے پر پر ہوا اور کھڑا اُٹھا۔ اُٹھا جب اُس کی آنکھوں سے نلرت برس رہی تھی۔ ایک آنچ  
پتلا نرود گھلا ہوئے کے باوجود چندن کے جسم میں خوف کی لہریں دوڑنے لگیں۔ اُسے اپنا کئی نہ  
تھی۔

"ہوا! یہ کیا دیکھ رہی ہو بھئی؟ لاؤ اسے باہر پھینک دوں۔" ماں بی نے کہا۔  
چندن غور سے انگوٹھا دیکھ رہی تھی۔ دیکھا ماں جی! ان میں پر بندھی لگی ہوئی ہے۔ سکھ یا بندو  
خون نہیں رکتے۔ کیا اُنے والا مسلمان ہوگا؟ چندن نے کہا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" ماں جی بھی اب دلچسپی لینے لگیں۔ "ہمارا ایک ہی دشمن ہے وہ سانسے  
رہتا ہے۔" وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر اندازہ لگائی ہوئی بولیں۔ "مگن ہے میں گاؤں میں جنام  
کرنے کے لئے کوئی کرائے کا آدمی بھیجا ہو۔ اس کی بیوی ورنہ بھگت کے ساتھ فرار ہو گئی تھی اس کا  
انتقام لینے کے لئے ایسا اور کبھی حرکت کی ہو۔"

"کچھ بھی ہو۔ میں لاؤں انگوٹھا سنبھال کر رکھوں گی۔ ذہب میں رکھ دوں گی۔" چندن نے  
فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ماں جی چندن کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔ گردہ کہہ رہی تھی۔ "مگن ہے بھی یہ

بنیادی اور بڑھا چکا ہے غائب ہو گیا تھا۔ چندن ابھی کچھ کہنا چاہتی تھی اسی لمحے وہ اوپر پہنچ چکی تھی  
چندن بھی پیچھے دوڑتی۔ وہ سانس کی بھاردی دیکھ کر حیرت زدہ ہوئی۔ ذرا بھی نیچا بھگت کے بغیر  
جی نے چھت کے دروازے کھول دیئے۔ اُن کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔ گھبراہٹ سے ہو۔  
بڑھی گا کانیوں کی سرسبز تھی۔ وہ کسی پہنچ کرنا چاہتی تھیں کہ چندن اُن کے پاس پہنچ گئی۔  
"نہیں ماں جی۔۔۔ وہ فرار ہو گیا۔۔۔ چندن نے جلدی سے کہا۔ پھر ماں جی کے ہاتھ سے کپڑے  
لے کر کہا۔ "وہ اپنی لٹائی چھوڑ گیا ہے۔ دیکھئے!" چندن نے فرسے پر پڑے ہوئے انگوٹھے پر ہاتھ  
ٹوک دیکھتے ہوئے کہا۔

ماں جی بھی خون بھرے انگوٹھے اور بھی چندن کو سوجھ غلطو سے دیکھنے لگیں۔ اب اُن کی تہ  
زین پر خون کے چھینٹوں پر پڑی۔ آہستہ آہستہ اُن کی سمجھ میں بات آگئی۔ پہلے انکار کا وار کدو  
تھا۔ چندن کی ہمت اور پھر پٹی پر وہ داری گئیں۔ "عجب بات ہے۔۔۔ اتنا کچھ ہو گیا مگر بھی ستر  
سوئی رہی۔ چندن! تم نے مجھے بیدار کیوں نہیں کروایا؟"

"مجھے یہ محسوس ہوا ہے کہ آپ کو چٹائی تو بھر تھا۔ مگر اتفاق نہیں تھا۔ وہ شخص ذرا خیر کھول  
اندھ گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چندن نے جواب دیا۔

ماں جی چھت پر چکر لگا کر لپٹ آئیں۔ "نہ وہ کون تھا؟ کس نے لے آیا تھا؟"

چندن کو اس سوال نے اُنہیں میں ڈال دیا۔ "کون تھا یہ تو پتہ نہیں چلا۔ کیوں آیا تھا؟ یہ اندازہ  
لگانا پائی تھا۔"

"مگن ہے چوری کرنے آیا ہو۔" ماں جی نے اندازہ لگایا۔

"نہیں۔۔۔ چوری کی نیت سے نہیں آیا تھا۔ چندن نے نیکی لہجے میں کہا۔ "چوری کی نیت سے  
آنے والا شخص تمہارے کونوں کو دیکھ کر فرار ہو جاتا ہے۔ مگر میں نے اُسے آواز دی تھی۔"

"اُسے آواز دی تھی؟" ماں جی نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں۔۔۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے؟ اُس نے جواب دیا، میں ہوں۔ میں نے پھر پوچھا

تم کون ہو؟ اُس نے جواب میں کہا میں چکا ہوں۔ جلدی کھول!"

یہ سن کر ماں جی لڑو گئیں۔ "اُسے دیکھ لے پھر فرار ہو رہی۔ ممکن ہے بھگت جیل سے فرار ہو  
کر۔" ماں جی کچھ اور کہنا چاہتی تھیں مگر چندن نے انہیں روک دیا۔

"نہیں۔۔۔ ماں۔۔۔ نہیں۔۔۔ چندن بڑبڑاتے ہوئے بولی۔ "وہ نہیں تھے۔ میں ان کی آواز بھی

نہیں پہچانتی کیا؟ اور وہ بھی مگر کے لوگوں سے اپنے آپ کو کچھ کہہ کر بتاتے نہیں تھے۔ آواز اور

بولے میں صاف عداوت جھلک رہی تھی۔ چندن کچھ دیر تک کہہ کر بولی۔ "وہ کچھ ہا ہوگا کہ میں اکثر

بن جاؤں گی مگر جس مرد کا جسم چھو چکی ہو اُس مرد کا سانس تک صورت پہچان لیتی تھی۔ چندن ستر

چھڑا کر بول رہی تھی۔

"ماں جی! کبھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ کچھ رہی تھیں کہیں کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ وہ انہیں  
میں پڑ گئیں۔ بھگت نہ ہو اور ممکن ہے اُس کا کوئی ساتھی ہو۔ کسی کام کے سلسلے میں چھپ کر کسی  
ہو۔ پھر تو پتہ چارے کی حالت بری ہوگی۔"



اور اسے اس کا پیر ہوا بھی اُس کی گھر رکھتے ہے۔

”اور کیا بات ہوئی؟“ چندن نے دل کی بات مان جی کے لبوں سے نکل آئی۔

”کورت میں ہم اُس سے بات نہیں کر سکتے۔“ سوہن سنگھ نے انہوں سے بچنے میں کہا۔  
”ہو جھ سے پوچھنے کے متعلق کہہ رہی تھی مجھے بھی معلوم تھا۔ مگر پیٹ میں باپ رکھ کر میں ہاں کرتا رہا۔ یہ اچھا ہوا کہ اس کی جیل کا پیر ہوا بھی کیس سننے آیا تھا اُس سے بہت کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔“ جیل تو جیسے جوت ہونا پڑتا۔

چندن کی آہ نکل گئی۔ دوسرے سے کادل رکھنے کے لئے انسان کو اکثر جوت ہونا پڑتا ہے۔ رات والے اٹھانے شخص کی بات دل میں رکھنے کے لئے اس کا ذہن کھٹکتے گا۔ ماں جی نے دوسرا سوال کیا۔ ”جیل کے پیر ہوا نے جکت کی کیا بات بتائی؟“  
”وہ کہہ دیا تھا آپ کی بات کی گھر نہ کریں۔ میں بیٹے کی طرح اُس کا خیال رکھتا ہوں۔ کھانے کو زیادہ دیتا ہوں۔ کچھ نہ بد کو کھڑی کی بجائے ہر کھ میں دوسرے قید ہوں کے ساتھ رہنے لگے گا۔ وہ بچہ یہ بھی کہہ گیا کہ جکت کی رہائی کے لئے اُس نے منت مان لی ہے۔ وہ ضرور دیا ہو جائے گا۔“

کورت والے کیا کہتے ہیں؟“ چندن نے سوال کیا۔

”ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا ہو جی!۔“ سوہن سنگھ کی آواز نرم ہو گئی۔ پھر فوراً ہی بڑبڑ جوش بچنے میں پڑے۔ ”ہمارے وکیل نے زوردار کہیں کی ہیں۔ ہمیں تو جیسے نہیں آیا مگر گرجین داؤڑ سا جھ تھے انہوں نے بتایا کہ شروعات اچھی ہوئی ہے فیصلہ ہماری فیڈ میں آنا چاہئے۔“ پھر درمیان میں جھاسی کے کر پڑے۔ ”گرجین داؤڑ نے جکت کو مت بھی دلائی تھی کہہ کر بیٹا! میں تجھے برا کہہ کر دم لوں گا۔“

تینوں فافوس ہو گئے۔ چندن کو سوچنے لگی۔ ”صرف اتنی بات؟ اس سے بہت کچھ ہو چھ لینے کا جی تھا مگر کس طرح ہو چھتی؟ ابھی وہ تجھے بارے آئے تھے زیادہ پریشان کرنا بہتر نہ تھا۔“ پھر بھی اُس نے ایک بات پوچھ لی۔

”باپ! آئیل میں رہتے داروں کو بلا قات کی اجازت دی جاتی ہے۔ یہ بتا ہے؟“

سوال اور جواب کمرسوہن سنگھ اس کا مطلب سمجھ گئے۔ جکت سے بننے کی خواہش نے یہ بات اُٹھ دی تھی۔ ”ہاں۔۔۔ میں نے معلوم کیا تھا۔“ وہ ناؤ میں ایک بار بلا قات کی اجازت دی جاتی ہے۔“ سوہن سنگھ نے کہا۔ چندن کی آہ نکل گئی مگر سوہن سنگھ کی ہمایوں کے درمیان دب کر رہ گئی۔ ”تو ذہن کے بعد تاریخ کی ہے۔“ بات کو ختم کرنے والے انداز میں بیڑا کر اُنکھیں بند کر کے سوہن سنگھ نے جکت کی بات اور سب سے انہوں نے بہت کچھ چھپایا تھا۔ یہ بات اُن کی ہندو جگن میں لکھ کر طرح پر لکھی تھی۔

جکت جب عدالت کے کمرے میں کھڑا ہوا اُس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ اتنا ہلکا ہلکا فٹے تھے۔ جکت اُن کی جانب دیکھ کر سر کیا تھا مگر اُن کی مسکراہٹ میں عینک تھی۔ عدالت کی کارروائی کے دوران وہ پہلے کی نسبت زیادہ لاچار و پراہٹا تھا جیسے اُسے فیصلے کا نکل پرواہ نہ ہو۔

بات انہیں بتائی پڑے۔ جب یہ نشانی دکھائی گی کہ ”ماں جی کے جواب کا انتظار بغیر چند من بعد نہ ہوا انگوٹھا“ یہ میں رکھ کر ذہن مندوق کی تہ میں چھپا کر رکھ دی پھر اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ ”اب میں جلدی جلدی خزن کے داغ وجود دیتی ہوں۔ آپ فافوس تمام رکھیں۔“ چست پر بھی اور نیچے بازو سے بھی دیکھ لیں۔“

ماں جی چندن کی بے چینی سمجھ گئیں۔ جب جکت کے باپو آئیں اس وقت جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اس طرح کرنا ضروری تھا۔ ماں اور بیڑا کام پر لگ گئیں۔ باڑے میں کھاس کے دھڑ پر خزن کے چھینے پڑے ہوئے تھے۔ دونوں نے نل کر کھاس کو اوپر نیچے کر دیا۔ انہما نے میں کوئی جرم ہو گیا ہو جیسے چھپانے کی کوشش کر رہی ہوں ایسی پراسرار حسرتیں گری نظر آتی تھیں۔ ماں جی نے ایک بار کہا بھی۔ ”چندن! اُٹھ کہہ دی ہوں کہ یہ کچھ نہ کرے جکت کے باپو کو بتا دو بہتر رہے گا۔ ہم عورتیں اسرا ہمارے بات کو چھین کر میں نہیں رکھ سکتیں۔“

”نہیں! ماں جی۔۔۔ میں آپ کے سیر پکڑتی ہوں۔“ چندن گونگرائی۔ ”اس کام کا انجام ایسا برا ہوگا کہ میں زندگی بھر پھرتا ہوا رہا۔“

ماں اور بیڑا کچھ جھجکا جاتی رہیں۔ دونوں کے دہنوں میں ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔

”وہ انجانا کس کون تھا۔۔۔؟“

گلی کے سرے نے جاگ دی جس کے کافی دیر بعد دروازے پر دھک ہوئی۔ جکت کی ماں کھڑکی کھولنے کے لئے اٹھ رہی تھی جس پر چندن کو نے انہیں روکا۔ ”ماں جی! آپ رہنے دیں۔ میں کھڑکی کھولتی ہوں۔“ سر اور پیٹے پر دو پڑاؤں کا چندن کھڑکی کھول رہی تھی۔ اُس وقت سر سے بہت کچھ جان لینے کا جتن زور کر رہا تھا مگر اُس کا جذبہ کھڑکی کی ڈھیر کھولنے سے اُسے اپنا انگوٹھا سناکتا محسوس ہونے لگا۔ چندن ایک جانب ہٹ گئی۔ کھڑکی کے اندر داخل ہوئی اُس نے کھڑکی بند کر کے ڈھیر چڑھا دی۔ ماں جی برآمدے میں کھڑکی تھیں۔ سوہن سنگھ کو قہر ہوا۔ ”ماں! سب اس وقت جاگ رہی ہیں؟“

اسی لمحے چندن پھرتی سے پانی کا ٹوکھا بھر کر لے آئی اُس نے سانس کا جواب خود سے سنا۔ ”آپ آئے کو تھے۔ لہذا نہ ڈانڈی۔“ پھر مزید بولیں۔ ”بہتر تو ساری رات نہیں سوئی۔“

چندن کو زرخس ہوا ماں جی شاید رات کی بات کر دیں گی۔ مگر سوہن سنگھ نے اس کا دوسرا مطلب نہ لایا۔ ”میں جاتا ہوں۔“ بھوکھرہنے کا انتظار ہے۔ ”تب چندن کو اطمینان ہوا۔

باتجھ نہ دھو کر پڑی کھڑکی پر دیکھ کر جکت کے باپو چار پانی پر لیت گئے۔ ایک بڑی بھائی لی۔ ساری رات تین میں جاگ کر کھائی گئی۔ چندن کو دروازے سے کھڑکی اور ماں جی چار پانی کے برابر بیٹھی تھیں۔ سوہن سنگھ نے راستے پھر بڑن میں سمائی تھی پھر بھی خرد عات کرتے رہے ہو گئی۔ ماں جی کا جذبہ جوت گیا۔ وہ بولیں۔ ”جکت! انجانا تو ہے؟“

”پائل۔۔۔“ سوہن سنگھ نے شروع کیا۔ ”ہم نے اُسے جیسا چھوڑا وہی سامنے ہے۔ بلکہ مجھے کچھ اور صحت مند نظر آیا۔ مرن صاحب کی سفارش سے اُسے جیل میں زیادہ کام نہیں کرنا پڑتا۔“

سویں گئے کو تھوڑا سا فاصلہ آگیا۔ اکیلے لانے کے لئے اتنے پیسے خرچ ہو رہے تھے۔ فیصلہ آئے گا  
اُس وقت وہ قرض دار میں بیٹے ہوں گے۔ مگر جگت کی آنکھیں اتنی سرخ کیوں تھیں؟ انہوں نے  
عدالت میں نظریں نہ اٹھائیں اور ایک شخص کو دیکھا جو ان کی جانب غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر جب وہ  
اُس جانب دیکھتے تھے اُس شخص سے کانپ کر گرائی تھیں۔ اُس کی سفید داڑھی موچھ اور جبریل دا  
چہرہ سر پر اچھٹائی پڑی۔ اُس شخص کو دیکھا تو دیکھا ہے؟ ایسا آکھیں یا نہیں آ رہا تھا۔ وہ پھر کوچہ قائم  
کے دوران کورٹ کے میدان میں درخت کے نیچے بیٹھ کر وہ ٹانگے ساتھ کھانا کھا رہے تھے جب وہ  
شخص شرماتا ہوا ان کے قریب آگیا۔ سوہن گئے نے اُس کی جانب دیکھا تب وہ ہلکا سا مسکرایا۔ کچھ  
دیر تک وہ خاموش رہا پھر ہلکا ہوا۔

”کیا آپ جگت کے باپ ہیں؟“ ناٹا بھی یہ سن کر ہلک کر گئے۔ دونوں کو اس سوال میں الجھن  
نظر آئی۔ اُس انجانے شخص نے کہا۔ ”میں جیل کا پیرہنا رہا ہوں۔ جگا کی کوٹری پر میرا پیرہ ہوتا  
ہے۔“

”سوہن گئے کی دلچسپی بڑھ گئی۔“ یہاں آئیے۔ ہم ساتھ کھانا کھا لیں گے۔“ سوہن گئے نے  
کہا۔ ناٹا کوٹری کی بات سن کر شخص اُن کے پاس بیٹھ گیا۔  
”میرا نام اودھ سنگھ ہے۔ تمہارے بیٹے نے پڑا نام پیدا کیا ہے۔“ اُس شخص نے کہا۔ مگر  
دونوں نے اُس کی بات کا ٹوکس نہیں لیا۔ جب اودھ سنگھ تھوڑے عرصے تک یہاں بیٹھ گیا۔ ”یہ بزرگ بھی جگا کے  
رشتے دار ہوں گے۔“

”اُہ۔۔۔ میں جگت کا ناٹا ہوں۔“ ناٹا نے اپنی پچان خشک لہجے میں کرانی۔ سوہن گئے کی زبان  
کچھ کہنا چاہتی تھی۔

”بھائی! آپ عدالت میں کس سلسلے میں آئے ہیں؟“

اودھ سنگھ نے براہِ اظہار جاتے ہوئے کہا۔ ”جگا کا کیس سننے آیا تھا۔“ پھر اس نے محسوس کیا کہ  
اُنہیں تعجب ہوا ہے۔ لہذا ہلکا ہوا۔ ”اُس کی زبان اُن کے بیٹے میں سے مت مانی ہے۔“ جیل کے پہرہ دار  
کے منہ سے یہ بات سن کر دونوں سانسے میں آگئے۔ یہ شخص انہیں اچھی تو نہیں بتا رہا؟ مگر اودھ سنگھ  
پوچھنے بے فکر نہ رہا تھا۔ ”اگلی میری رات کی شفٹ چل رہی ہے لہذا یہاں آنا ممکن ہوا۔ کچھ دن جگا کو  
تکلیف کا احساس رہا مگر اب اس شخص تک ہے۔ یہ کبھی آدھا کر دیا گیا ہے۔“

سوہن گئے نے دیکھا کہ وہ شخص غور سے باتیں بنا رہا تھا تو اسی سے کیلوات کہ معلوم کیا  
جائے؟ ہسر پینڈ نہیں کریں گے پھر بھی ہو جائے۔ ”بھائی! اُس کی آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی  
ہیں؟“ پوچھتے ہوئے باپ کی آواز بھرا گئی۔

”کل رات وہ بہت روئے۔“ اودھ سنگھ نے کہا۔ اسی لمحے ناٹا کے ہاتھ سے نوالہ گر گیا۔ سوہن  
گئے آنکھیں پھیلا کر اُسے دیکھنے لگے۔

”روئے تھے؟ مگر کیس؟“ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی۔ جگت جیسے شخص رو نہیں سکتا  
تھا۔ ”اُسے کیا دکھ ہو گا؟“

”وہ انتہائی قیدی کی شفٹ کر رہا گیا اس کی وجہ سے جگا کو دکھ ہو گیا۔“ اودھ سنگھ نے بتایا۔

”اس میں اُس کے باپ کا کیا کیا؟“ ناٹا گرے مگر انجانے آدی کے سامنے بولنے کی غلطی  
انہیں محسوس ہو گئی۔ ”جیل سے تیار ہونے کی صورت میں جیل والے اُس کی آدنی تو نہیں آتا رہیں  
گے۔“

”میں بھی آپ سے یہی کہنا چاہتا تھا۔“ وہ ارگرد کو دیکھ کر ہلکا ہوا۔ ”جگا کے ذہن میں فرار ہونے  
کے خیالات گردش کر رہے ہیں۔ اُس نے مجھے نہیں بتایا مگر اسے سالوں سے جیل میں کام کرنا  
ہوئے ہیں۔“

”پھر انہیں خشک ہو گیا ہے۔“ ناٹا گرم ہو گئے۔

اودھ سنگھ کو یہ بات کھلی کھری محسوس ہو گئی کہ آڑا ہوا چہرہ دیکھ کر اُس نے برا نہیں مانا۔ ”بھگوان  
کے سیر انگ کی ہی ہو۔ تو آپ کو خبردار کر دیا۔ مجھے اُس سے نیچے بیٹھی محبت ہے۔“ کہتے ہوئے  
اودھ سنگھ کی آواز بھگ گئی۔

ناٹا غصے سے بچے۔ سوہن گئے کو کھانا نہیں بھایا۔ ناٹا پانی پینے کی خاطر ٹوکس پر گئے تب موقع  
تیار تھا کہ جگت کے باپ نے اودھ سنگھ سے کہا۔ ”میرے سر کا مڑان ڈرا تیرے ہے۔ ان کے  
ہلے کا برا نہ مانا۔“ پھر جب سے ایک روپے لال کر اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ ”بچوں کی  
عدالت کے لئے روے رہا ہوں۔ جیل میں میں میرے بچے کا خیال رکھنے والا کوئی ہے یہ جانا کر کچھ  
راحت ہو گئی۔“

اودھ سنگھ نے روپے لینے سے انکار کیا۔ ”مجھے بخش نہیں جائے بزرگ!“ مگر سوہن گئے کے  
بہت زیادہ صبر کرنے پر وہ انکار نہیں کر سکا۔ ”بہتر ہے۔ میں آپ کا احترام کرتے ہوئے نے  
دیا ہوں۔ مگر میں نے آپ کو ہوشیار کر دیا ہے۔ یہ بات کسی کو نہ بتائیں کیونکہ میری ملازمت چلی  
ہائے گی۔ کچھ کمزور ہوں لیکن پھر چاہا ہے۔ وہ بھی گواہوں گا۔“

”تم فکر نہ کرو۔“ سوہن گئے اُس سے گھر کے آدنی کی طرح بات کر رہے تھے۔ ”جگت کو اپنا  
کچھ سوچنے کا موقع نہیں آئے گا۔ اکیلے فیصلہ نہازی میں نہیں آئے گا۔“

عدالت پر فراغت ہونے کے بعد اودھ سنگھ کو بعضی مسلمان کرنے سے لئے اُن کے پاس آ گیا۔  
سوہن گئے کو بعض پہلا آدی دکھائی دیا مگر اُس کی بات سننے کے بعد اُس کے دل میں گھبراہٹ ہو گئی۔  
مگر وہ کسی سے نہیں کہتے تھے۔ پھر بھی کریں گے! مگر کاشا کرنا پڑا تھا۔ ”آپ جگت کے کان  
میں کدو کی ک فیصلہ نہازی فیروز میں آئے گا۔“ جگت نہا رہے۔

اگر یہ باتیں جگت کی ناں اور چنن کو معلوم ہوئیں تو وہ تڑپ اٹھیں گی۔ یہی وہ جگت تھی کہ  
وہیں نے سڑکی کھن کے یہاں سے عدالت کی بات مقرر کر کے سامنے ہو کر مزید سوالات سے  
نبات حاصل کر لی تھی تاہم کر کے انہوں نے کیا۔ ”میں اوپر کی منزل پر سونے جا رہا ہوں۔ مجھے  
”وہ پڑھنے لکھنے لگا۔“

چنن بچہ کر رہے تھے۔ رات والے واقعے کی کوئی نشانی اُن کے ہاتھ تو نہیں لگ جائے گی۔

چنن کو ریل بنگلانے کی خاطر گھر کے کام میں لگ گئی۔ سچ کی وضو پر طرف بھیل چکی تھی۔

لہاک دروازے کی دھجھ کر کڑی۔ ماں جی پوچھا جس نے بھی نہیں لکھا چنن دروازہ کھولنے کے

ماں جی چونکہ نہیں گیا دیوہ آجرا حاصل کرنے آئی تھی؟ چند دن کو دیوہ کی بات میں کوئی اثر نہ نظر نہیں آیا۔

مجھے تو تیری فکر ہو رہی ہے لڑکی! ماں جی نے سوچا۔ "جو کچھ کہنا ہے کہہ دوں۔" تم اس طرح بے اسرار کیا تک رہو گی؟"

دیوہ کے چہرے پر درد جھلک اٹھا۔ ماں جی کی محبت سے اس کا دل بھر جاتا مگر جوت کی ماں کچھ اور ہی کہنا چاہتی تھی۔ "عورت کو کسوال کے بغیر کہیں سکون نہیں ملتا دیوہ! خدا چودو کر سامنے والے مکان میں داخل ٹوٹ جائے۔" دیوہ کے چہرے کے اخراجات بدل گئے۔ سب کچھ جاننے ہوئے نے ماں جی کی بات نہ کی۔

وہ کڑوے گھونٹ کی طرح تھوک نکل کر بولی۔ "یہ اب کس طرح ہو ماں جی؟ میرا اب اس دنیا میں کوئی نہیں..." ہجر آواز میں مضبوطی پیدا کرتی ہوئی بولی۔ "میں نے طلاق حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"طلاق؟.....؟" جی ہاں جی! جسم کروٹ اٹھا۔ طلاق کو کیا کرے گی؟ یہ پوچھنا جانتی تھیں۔ اس قدر میں اُٹنے کی خواہش ہے تو وہ خواہش بارود! یہ کہتا جانتی تھیں گھر میں اپنی اتنی سنگدل نہ ہوئیں۔ انہوں نے اس شخص کے ساتھ صرف اتفاقاً لکھیں۔ "میرا بغیر سوچے پڑھنا ہو! قدم اکثر بہت سے لوگوں کی مراد کا کوجہ نہ جانتا ہے! انتظار کرو گنا!"

پھر زبردستی وہ ایسی تک ماں جی خاموش رہیں۔ چنانچہ وہ روکو دواغ کرنے و دروازے تک آئی۔ کھڑکی کھلنے سے فوٹو برقعے کے پردے کے عقب سے دیر ہوئی۔

”اُن کو جیل میں ملنے سے فوٹو مجھ سے ضرور ملاقات کرنا چنانچہ ا“

چندون نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”تم نہ کہتیں تب بھی میں آنے والی تھی۔ وہ مجھ سے تمہارے متعلق دریافت کریں گے۔“ ہر قلعہ کی نقاب سے دیر دے دیکھا چندون کے چہرے پر غم و غصہ بھٹک رہا تھا۔

”بھتر.....“ کہتی ہوئی دیرہ باہر چلی گئی۔ گلی کے کونے پر ٹھونے تک چندن اُس کی پشت کی جانب دیکھتی رہی۔ دیرہ کے لئے بھر دومی سے اُس کا دل بھر گیا۔

پولیس چیف دلاور خان کو سڑک سے تین مہینے کی محنت کا پھل قریب نظر آنے لگا۔ بچن اور جوشیار

پولیس جھک مارتی ہے۔ یہاں صوت کی برادوی کون کر رہا ہے؟

خلاقے کے لوگ بھی کرپال کا نام سر کرنا پڑا۔ یہ سب خلیفہ کا جتنا چاہا تھا۔  
 خدمات میں پولیس کے خلاف آواز اٹھانے لگیں۔ پھر جن کی دادر خانے کے لئے دوائی کا مطالعہ  
 جاری رکھا۔ لوگوں کی تنقید یا اوپر والوں کی ڈانٹ کا اُس کے پاس ہمیشہ ایک سی جواہر ہوتا۔۔۔  
 یہ تنہیک جو جانتے۔۔۔ اُسے تنقید کا کرپال کا غرور تو بے نتیجہ لاپرواہا دے گا۔ تب۔۔۔  
 یہ مجرم جو راد کر کے گا اور وہ قرب آگیا۔

کراچی نے ایک طوائف کے گھسے پر آجاتا شروع کر دیا تھا۔ دو چار دن میں جب تک وہ  
 ماں کا ایک پتھر نہ لے لیا اُسے جبین نہ آتا۔ آخر پورس طوائف میٹکا کو اسے ساتھ لے جانے میں  
 کامیاب ہوئی۔ ایک دن جب اسے اطلاع ملی کہ آج رات کے بارشل شروع آئے تو اُس نے پولیس  
 کو بلا کر کہا کہ اوروں دو خان چنگی مانے کی تیاری کرنے لگا۔ اسے ساری کوڑا اور جھپکی جبکہ  
 اپنے آدمیوں کا انتظام نہ کر لیا!.....

شام کی سرخی سمیت کرسوج مغرب میں غروب ہو چکا تھا۔ طوائف میکا کے مکان کا جھومر روشن ہے۔ جھنگلے لگا۔ مکان میکا کا تھا کمراس میں جاگنی کی جوانی قہقہے کرتی تھی۔ ایدو جرمی میکا پائی کوٹنے کا کاروبار پسند نہیں کرتی تھی۔ کوئی کہتا جاگنی کو میکا کے گویا ہے۔ کسی کا خیال تھا کہ اسے فریاد کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں باتیں جوں ۔۔۔ ناگ کی طرح میکا کو دیتی اور جاگنی کے قہر کہنے لیتے۔ آوارہ کمر جاگ آجیٹے۔ ناگ کی طرح سنبھال دیتی۔ "چانکی کا کاروبار تو ہے مگر کوڑا کا کاروبار تو ہے۔" ناگ نے کہا کہ کوڑیہ نہ آنے دیا۔ "چانکی اس سبق کا مطلب یہ سمجھ گئی۔ طوائف کے لئے ہاتھ بھر کھین۔ جس قدر جہن کی حفاظت کی جائے اسی قدر زیادہ ملتا ہے۔"

[illegible]

”جوان! احم! یہی کہ پہلے سے اطلاع بھجوا کر تو دوسرا کہی اس مکان میں نظر نہیں آئے گا۔“  
پھر جہانگیر کی بالی کی جانب بھینٹنے لگی۔ ایک دوسری کو دودھ کا قوروا بے چین ہو جاتی۔ دوسروں کے  
سامنے دھڑک رہی تھی اور گانے میں اسے پہلے کی طرح دھکی نہیں رہی تھی۔ ایک دو بار لوگوں نے بھی  
میں کی طرف دیکھا۔ اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ جید صاحب کی کانٹھ کو گھر ہونے لگی۔ لڑکی ہاتھ سے کئی دو کماٹی کا  
پتہ لگا کر ہنسنے لگی۔

گزشتہ شام جاگنی نے ایک اور چمکا دیا۔ اُس نے چپ چاپ دو ایک اُنٹیاں کر لیں۔ مینکا دہل  
مٹی، کیا وہ کرپال سے اس قدر قریب ہو گئی؟ اس سے پوچھ لے کر کہہ کر... جاگنی سے پوچھا۔  
اُس نے بڑی صفائی سے بھانا۔ "ہاں! مجھے کچھ نہیں۔ تم خواہو، شک کر رہی ہو۔ پیٹ  
میں غور نہ ہو رہی ہے اس لئے ابراہا۔"

میں کانے و عین پر بہت زور دیا۔ اُس نے کراپاں کے ساتھ جاگتی کوتھالی میں رہے نہیں دیا تھا۔  
 مجھ؟ اور وہ لڑکی۔ ہاں ایک باہ پہلے۔ اُس کا سر درد کر رہا تھا لہذا محفل ادھوری چھوڑ کر وہ سو گئی۔

"مگر صاحب! ایک بات کا خیال رکھیں!" میکا نے ہلکی گھبراہٹ سے کہا۔ "ہم اس میں ملوث ہیں اس کی کوئی خبر نہیں ہونی چاہئے۔" نہیں تو اس کے سامنے ہم نام اپنی کو مار دیں گے۔"

کرپال! ایسا اب بھی کدو ہاوں ک ساتھ چلو۔ تم ہو گے تو کام جلدی بہت جائے گا۔" ہوشیار نے بٹ پر کاٹوس کا پتہ ناس کرتے ہوئے کہا۔  
"نہیں یاد۔" آج تم اکیلے کام کرو! میرا دل ہے چین سے۔"  
"نہیں! یہ ہے چینی کٹانے کہاں ہوں۔ یہ میں جانتا ہوں کرپال!" ہوشیار سرسرا کر بولا۔  
مراس میں کٹی ہی باہر نکلتی تھی۔ آس کو کٹنے کی ترشش نہیں اب بہت ستاتی ہے۔ مگر دوست! ایک جگہ بار بار جانے میں خضرہ ہے۔"

"تم نکلے کرو ہوشیار! قوتوں کے عرصے میں اس چکر کا خضرہ ہو جائے گا۔ میں جاگتی کو یہاں اٹھا اؤں گا۔ آج یہ جس کا دل میری جانب رجوع کر رہا ہے۔"

ہوشیار کی آنکھیں کھیل کھیل گئیں۔ "کیا وہ ڈاکو سے شادی کرنے پر راضی ہوگی؟"

کرپال تجھے یاد کر رہی دیا۔" غلطی اور ڈاکو۔۔۔ کیسا سائل ہے؟ دو دنوں سانح کے دشمن۔" ہوشیار نے زیادہ بحث نہیں کی۔ اسی فیصلے پر دونوں جگت کی رہائی سے الگ ہوئے تھے۔ اب اس جگہ کوئے کو وجہ بنا کر پھوٹ ڈالنا بہتر نہیں تھا۔ ہوشیار میں مساحیوں کے ساتھ ماحو پور کے زمیندار کے گھر ڈاکو ڈالنے روانہ ہوا۔ راتوں بھر سے آسان کا اندھیرا کرپال کو بھی دیاوانہ بنا رہا تھا۔ بار بار اس ماسی اور اپنے شہر کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ جاگتی کے جوین کا رس پڑنے کی غرض اس کے جسم میں آگ بھڑک رہی تھی۔!

طیلے پر قاب پڑی۔۔۔ سارنگی کے سر کمرے میں بھی آواز پیدا کرنے لگے۔ سیکے سے تک کر بیٹھے ہوئے کرپال کی نظریں اندر و نکلے کرے کے دروازے پر بیٹھ رہی تھیں۔ جاگتی آہ کی گویا دیتی ہوئی چم کھم لگی جھلکتی تھی۔ کرپال ان کو کر بیٹھ گیا۔ برابر پڑے ہوئے شیشے سے شراب اتر پڑی تھا۔ اسی سے جاگتی نظر آئی۔ سارنگی سمجھتا اور بہتر ہو گیا کا دن اٹھ کر اٹھ کر ٹھک کر جاتی ہوئی جاگتی آئے ہے۔ حد خود صورت نظر آ رہی تھی۔ کرپال کی آنکھوں میں شیلے بھڑک اٹھے۔ اسی لئے اسی نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ آج وہ اسے انکار لے لے گا۔

سلام کرنے کے بعد جاگتی کا سین پر بیٹھ گیا۔ گھر کو دیکھا۔ ہوا کرپال میں دیا۔ آکھ کے اشارے پر کرپال نے چونک کر دیکھا جام چنگل اٹھاتا تھا۔ مگر وہاں شراب بہا رہا تھا۔ شراب کا دیا کا سین پر بیٹھ گیا۔ جاگتی کے حلق سے تیر چلنے لگے۔ "جیانا نہی آئے ہیں۔۔۔"

ٹھہری کے ساتھ غول کی آواز نے کرپال کو تڑپا دیا۔ جاگتی آج دل سے گارہی تھی۔ جیسے آئے بھی جیانا نہیں نہیں آ رہا تھا۔ میکا بائی پان ہاتے ہوئے ترجمانی نظروں سے کرپال کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کٹنے میں چور ہونا جا رہا تھا۔ مگر اٹھل خانے سے انار کو دیوار سے ٹکا دی۔ ٹھہری ختم ہوتے ہی مکان میں ٹھہر کر سنا نہا تھا۔

میر جاگتی کی پائل کی بھونکار کے ساتھ مغل کا رنگ بننے لگا۔ دلاور خان اسی لمحے کا انتظار کر رہا

تھی۔ بیٹیا کرپال اور جاگتی نے اس وقت سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔ تو کیا جاگتی کی کوکھ میں ڈاکو کا ڈھ بویا جا چکا ہے؟ آس نے یقین کرنے کی غرض سے کہا۔

"جاگتی اب کرپال کا آنا جانا بند کر پڑے گا۔"  
"کیوں ماں۔۔۔؟" وہ بھڑک کر بولی۔

"خواتین وہ پولیس کے پکڑ میں کیوں پڑا آئے؟ انڈیکٹر صاحب کو پل بھی ہے کہ کرپال بھی کچھ ہمارے آتا ہے۔" میکا، جاگتی کے چہرے کے تاثرات دیکھنے کی۔ "کل وہ آئے گا۔ مگر میں اسے پہنچے کو لٹاؤں گی۔"

"نہیں! نہیں! ماں۔۔۔ اسے کل آئے دو۔" جاگتی عاجزانہ لہجے میں بولی۔ "آخری بار آئے آئے دو۔ میں اسے سمجھاؤں گی۔"

مگر میکا بھی کجی کر جاگتی کے پیٹ میں باپ ہے۔ وہ بیٹیا کرپال کو کتا ہے کی کاس کی کوکھ میں کرپال کا بچہ ہے اور یہ جاننے کے بعد کرپال اسے ختم کر دے گا یا ٹوکا لے گا، بیٹھ کے لئے۔ میکا کو دونوں میں سے کوئی انجام منظور نہیں تھا۔

اس نے درمیان والا راستہ سچا۔ کرپال ضرور آئے مگر اسے ذمہ داری نہیں لونا چاہئے۔ اگر طرح وہ پولیس کو خوش کر سکے اور کرپال کا کاٹنا نکل جائے گا۔

جاگتی شام ڈھٹنے کا انتظار کرنے لگی۔ آج اس نے معمول سے کچھ زیادہ گھٹا کر کیا تھا آج کا مغل آخری تھی کرپال نے اس رات سے فائدہ اٹھانے کی جب شد کی تھی اس نے پوچھا تھا۔ "اس کا لہجہ کتنا گلاب ہے؟"

مگر مرد کی لاپرواہی سے اس نے جاگتی کو ہانپوں میں سیٹ کر کہا تھا۔ "اس میں گھبرانے کی ک بات ہے؟ کیا میرا بچہ ملوث ہے؟ تم جس دن ایسی خوشخبری سناؤ گی اسی دن تمہیں سیال سے انکار کرنا لگا۔" پھر جاگتی کے جسم کو ڈور سے ڈاکو بولا۔ "مگر دیکھنا اسی اور کا بچہ میرے کتنے گناہ گار کیا کیا تو۔۔۔"

جاگتی نے کرپال کے لبوں پر ماسی دیکھ دیا۔ "نہیں، نہیں کرپال! گھر! تم پہلے شخص ہو۔"

"پھر میں اسی آخری مرد ہوں؟ میری جاگتی! کرپال نے کہا اور جاگتی اس کی ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ آج وہ سب کا گھٹا کر کھینچ رہی ہوئی تھی۔

دلاور خان کو آخری لمحے چال بدلی پڑی۔ موبیدار صاحب کے گھر میکا کو خیر کرنے آئی تھی۔ "آپ لوگ ایک حرکت نہیں کریں کہ جاگتی کو ہوا جائے۔ وہ مجھ ہی ہے۔ گھبراہٹ تو ڈاکو چنگل جائے گا۔" پھر بولی۔ "سارنگی، طیلے والوں کو اسی طرح رہنے دیں۔ آپ لوگ مغل کا رنگ جانے کے بعد ہی چھاپا رہیں گے۔"

"آس کے ساتھ کتنے لوگ آتے ہیں؟" دلاور خان نے میکا سے پوچھا۔

"چار یا پانچ۔ مگر وہ لوگ پیچھے شراب پیتے یا تاش کھیلے رہتے ہیں۔" میکا نے آنکھیں ادھ کھل کر کہا۔ "رائٹس نا سچہ رکھتے ہیں، یہ خیال رہے۔"

"اچھی بات ہے۔ تم جاؤ! دیکھ لیکن کے۔"

مگر جب کوڑی میں جا کر دیکھا تو کربال تیزی سے اندر میرے میں دوڑ رہا تھا۔ دور ایک درخت کے نیچے جا چکے تھے۔ کوڑے نظر آئے۔ جب دلاور خان آگ بھولا گیا۔ انہیں پہلے سے گھوڑوں کا لبالب نہیں تھیں آیا؟ اندر میرے میں گھوڑے پر سوار ہوئے کربال پر اس نے فائر کیا مگر کوئی فضا ہوئی۔ پتول میں اب صرف ایک گولی باقی تھی۔ تشاندہ نے کروہ فائر کیا جانتا تھا مگر چاکی دھاک مقب سے بچتی اور اس سے لپٹ گئی۔

”صاحب! آئے نہ نہ!۔۔۔ وہ دھاک بھتی ہوئی بولی۔ ”میرے پیٹ میں اس کا بچہ ہے۔“

دلاور خان اس کی مداخلت پر بھڑکیا۔ منوے بغیر اسے دھکا دیا اور چاکی زور جاگری۔ دلاور خان نے فائر کیا جب تک کربال زور نکل چکا تھا۔ اس کا تعاقب کرتے ہوئے پولیس چیف تیزی سے دوڑا۔ ایک ہاتھ میں رائفل اور دوسرے میں گولہ تھا۔ کربال گھوڑا بگاڑ رہا تھا۔ سامنے نظر آنے والی حمادی میں داخل ہونے کے لئے دوڑ لگا رہا تھا۔ پھر اسے کوئی پریشان نہیں کر سکتا تھا۔ مگر حمادی کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی اندر میرے میں چار مشعلیں چلتی نظر آنے لگیں۔ اس نے گھوڑے کو روک لیا۔ ”کیا پولیس حمادی میں بھی چھپ کر ٹھہری ہوئی ہے؟“ ہوا میں مشعلیں اڑنی کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ کربال نے دانت میں سے ”بڑی بے دھانگی“۔ ”گھوڑے کو بٹانا کروہ دوسری سمت دوڑا۔۔۔ گھوڑے کو بٹانے کے لئے اس نے سوچا کہ مکان پر واپس جا کر بیٹکا اور چاکی کو بھونک دے مگر اس وقت حساب وصول کرنے کا موقع نہیں تھا۔ مقب سے فائرنگ ہوئی اور کربال نے جھڑپ بڑھائی۔ گھوڑا ہوانہ دار دوڑ رہا تھا۔ اس کی پشت کربال کے خون سے بھگ گئی تھی۔ مگر نصف فائرنگ کے کرنے ہی مخالف سمت سے مشعلیں نظر آئیں۔ تیزی سے پہنچنے کا مگر چاکی سن کر کرنی ہوئی گولی آئی اور کربال بھونک کر پولیس نے چاروں اطراف سے اسے گھیر لیا ہے۔ کربال زور جاگرا۔ مزید دو فائرنگ کے گھوڑے کو گھیر کر وہ زین پر مگرے ہوئے کربال نے آڑ لینے کے لئے اطراف میں نظر دوڑائی۔ چاروں جانب چلتی ہوئی مشعلوں کا گھیراؤ کچھ گراؤں نے قوسوں کی کمربت کا فرش اس کے قریب ہو رہا ہے۔ بائیں بھین ہو گیا تھا۔ زمین پر پھٹا ہوا وہ دس گز دور والے درخت کی جانب بڑھا۔ مشعلیں نزدیک آ رہی تھیں۔ اس نے سوچا اگر وہ ان کی نظروں سے باہر نکلے گا تو جھج سکتا ہے۔ کربال شاید بچاں مارا ہی ہو کی کہیں گھوڑے کے قریب پڑا ہوا ہوں۔ ایک ایک امید تھی جس کے تلے پر کربال نے بھرمت کی۔

بڑی مشکل سے درخت پر چڑھ سکا۔ دسی تیزی سے فرار ہونے میں مدد نہیں دے سکتا تھا لہذا پولیس کی نظروں سے بچنے کے لئے ایسا کیا۔ پھر اسے یہ بھی خیال ہوا کہ وہ آؤ پر وہ کرسانی سے نکلنے پر فائر کر سکتا ہے حالانکہ اس ارادے میں وہ زیادہ درجہ نہیں سکتا تھا۔ وہ اگلیا تھا اور مقابلے پر بہت ساری پولیس تھی۔ درخت پر چڑھتے ہوئے خاموش مگر کراہیں اور سستی کرتی ہوئی کوئی چوٹی۔ اب تھا ضروری تھا۔ اس نے فوراً فائرنگ شروع کر دی۔ مگر، چاکی پولیس کی رائفلیں خاموش ہو گئیں۔ کربال کو حیرت ہوئی مگر اس لیے دلاور خان کی گرج سنائی دی۔ ”کربال! اب ضد بیکار ہے۔ تو قہر نہیں بچا کسو کے۔ لہذا اسے آپ کو ہمارے مہرہ کرو۔“

مگر وہ خاموش رہا۔ پھر دلاور خان نے کہا۔ ”تابع ہو جاؤ! اور نہ فائرنگ کرتا ہوں۔“

تھا۔ پائل کی جھک رہی آسانی سے کام انجام دیا جائے گا۔ ایسا اس کا حساب تھا۔ آجھی ساسی سا لے کر مخالف سمت والی حمادی سے باہر آ گیا۔ ”خبردار! میرے علم کے بغیر کوئی وار نہیں کرتا“ میں اسے زندہ گرفتار کروں گا۔ اس نے اپنے آدھوں سے کہا۔

کربال کے چار ساتھی آئے سامنے بیٹھے ہوئے فالوئس کے آجھے میں چار پالی پر تاش کچھ رہ گئے۔ شیر چار پالی کے نیچے چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ کربال کو اس کتے پر خوف تھا۔ اسی وجہ سے اس نے کتے کا نام شیر رکھا تھا۔ وہ جب پھر تاش کو شیر کی طرح ہٹاتے پریم جاتا تھا۔

دلاور خان کے مقب میں سر ہرکتے ہوئے ساسی مکان کی کھٹکیں سمٹیں آگے۔ مکان کی کھٹکی کھڑکی کی طرف دلاور خان دیکھنے لگا۔ وہاں سے مکان میں داخل ہو کر یہ حادو پری منزل پر چھ مارنے کو جی جا چکا مگر جلد بازی بہتر نہیں تھی۔ پہلے نیچے بیٹھے ہوئے لوگوں پر قابو پانا ضروری تھا۔ کربال کے چاروں ساتھیوں کے شانوں پر ایک ساتھ رائفلوں کا ہاتھ دیا گیا۔ وہ بھڑک گئے۔ اس کے منہ سے کھر پڑی۔ اٹھا کر متاثر کر دیا تھا۔ دلاور خان چوٹل کا تشاندہ نے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی چٹائی آنکھوں سے خون چھلک رہا تھا۔ ”خبردار! اگر آواز کی۔ اس صورت میں۔۔۔۔۔ دلاور خان نے آہستہ محنت کیجئے کہ کربال چاروں کو بھونک ڈالے گا۔“

آجھی ساتھیوں میں کھرے ہوئے چاروں کے ہوش کم ہو گئے۔ رائفلیں چھن جانے کے بعد مجبور ہو گئے۔ مگر اس لیے چاروں پالی کے نیچے سے اچانک کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ چھپ کر باہر آتے ہوئے کتے کو دھک کر دلاور خان دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ ایک ساسی نے سونگ کی تیز کر سمجھ کر کتے کے سر پر رائفل کا تھک مارا اور تاش لاکھڑا کر کر۔ اس کی درد میں ڈوبی ہوئی چیخ نکلی تھی۔

کربال کے ہاتھ سے شراب کا شیش چھلک گیا۔ نلے میں ڈوبی آنکھوں میں غصہ بھڑک اٹھا۔ جھٹ کر رائفل اٹھائی۔ اسی لیے گیتے گیتے تھم گیا۔ گائی کے تھم کے سے ٹھنکر دھاک چھٹ گئے کربال مکان کے بند دروازے کے قریب دھک لگا۔ اسی کے دروازے سے گلے مل گئے تو شیر جھٹ کر اندر آ گیا۔ اس کے مقب میں کوئی دوسری منزل کی دروازہ تھا جس سے غلے کر رہا تھا۔

کربال ہوشیار ہو گیا۔ چاکی اور میر کی جانب دیکھ کر دانت چٹا ہوا۔ کتے کی تڑکی کی جانب بھینا دیکھا کھٹکی میں سگریٹ گر چاکی لڑ گئی۔ اس کے بیروں کی پائل اس کی کھٹکی بھٹ کی چٹکی کمانے لگی۔

کربال نے کھڑکی سے جست لگانے کے لئے جیسے ہی تھم کو بلند کیا، اسی لمحے دلاور خان زور زور میں نظر آیا۔ اس نے فرار ہونے سے پہلے شکار کر دئے کے لئے پتول کا فائرنگ کر دیا۔ سن کی آواز کرتی ہوئی کوئی کربال کی ماراں میں ٹھس لگی۔ کربال کے مقب میں جاتا ہوا تاش پتول کی آواز نہ چلا۔ کتے کا ایسا خوفناک زوہ دلاور خان نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ سر میں سے خون بہہ رہا تھا پھر

اس نے خوفزدہ بین کر دلاور پر جست لگائی۔ پولیس چیف نے نظروں کی جست لگاتے ہوئے کربال پر ایک اور فائر بھونک دیا مگر کتے کی جھجٹ بنے تشاندہ لڑ گیا۔ چٹان کا حصہ بھڑک گیا تیزی کوئی اس نے کتے کو منہ سے تاش آدھری۔ شیر آچھل کر کھرے کی دیوار سے ٹکرا

ساری اور طبلہ بجانے والے پسینے سے بھگ گئے اور کھپکپاتے گئے۔ چاکی کے پیٹے سے گلا لگی۔ دلاور خان نے کربال کے کرنے کا حاکم سنا۔ اس نے سوچا یہ کتے ہی وہ زہر ہو گا۔

”ایک شرط سے تابع ہوتا ہوں۔ مجھے ایک نکل کی اجازت دی جائے۔ میں اس مرضی بھی چاہتا ہوں۔“

دلاور خان کو ایسی امید نہیں تھی۔ وہ ہر قیمت پر کربال کو زندہ چکڑا چاہتا تھا۔ فوراً جواب دیا۔

”پاکل نہیں! اس کی کوکھ میں تیرا بچہ ہے۔“

کربال کے سر پر برق گری۔ جاگتی اس کے سینے کی ماں بننے والی ہے اس خیال سے اس کی دل دھل گیا۔ قدرت نے اس سے بڑا لفظ مذاق کیا تھا۔ موت کے سامنے میں اسے یہ خبر ملی تھی۔

”بہول کربال! ادوست کا وقت دے رہا ہوں۔“ دلاور خان کی چیخ سے کربال کھپکھپا کر رہ گیا۔ اسے پہلی بار موت کا ذرہ سوس ہوا۔

”اگر زندہ رہے تو یہی بچہ کی صورت دیکھنے کو ملے گی۔“ پولیس چیف نے لالچ دیا۔ مگر کربال کا دل نہیں مانا تھا۔ ممکن ہے اسے پھانسی کے لئے یہ جال ہو۔ زندہ چکڑا کر چیف تنہا لیتا چلا ہے۔ دلاور خان کی آواز کی دست اس نے فائرنگ کر کہتے سے فائر سے جواب ملا۔ آخری چیخ۔

ساتھ اس کا منہ کرا کر نہروڑ قبض ہوئے۔ یہ جھڑپ اس کی زبان سے نکلا۔

”دوست جلتا آج کیجیے جیسے وہ گھر کے طرفک سے گھٹنے پر گھٹیں مرا۔ یہ سن کر جیسوں اہلینا ہوگا جیسا ہی طرح پولیس کے سامنے نہیں ہوا۔“ اور اس کی پولیس بھٹ کے لئے بند ہو گئیں۔

○

پانی کوٹ کا فیصلہ سن کر لاہور سے شام کے چائے بچے سوہن سنگھ روانہ ہوئے اور صبح کے پاؤں بچے رچا گاؤں پہنچے۔ اس وقت تک وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے تھے کہ کوٹ کا جو فیصلہ کر کے

رہے۔ وہ خوشی کا بیٹھا تھا یا پوری کی خبر؟ کرات پلے ہوئے غصہ کو چاک اکر گئی چرل جائے اور اس کا ذہن ابھرنے میں درجہ پانچ کے کالکڑا سے باہر کے پائپر کا پتھر؟ پاکل میں حالت ان کی کسی

مکڑی کے دروازے پر دھجک دئی۔ اس وقت وہ فیصلہ نہیں کر سکتے تھے کہ کونسا چہرے پر مسکراہٹا دیکھنا چاہئے یا آواز؟

جنت کی ماں اور چندن کو یہ پچھلی سے برآمدے میں بیٹھی ان کا انتظار کر رہی تھیں۔ جنر

گٹری کا انتظار وہ دو گھنٹی سامنے آ جائے اس وقت انسان جس طرح گڑبڑا جاتا ہے اسی طرح دروازہ کھولنے کے لئے سانس اور ہوا ایک ساتھ جھپٹیں۔ مگر کوٹ کی قرب پہنچنے ہی ان کے کمر

گئے۔ ہاتھ لرزنے لگے۔ دونوں کو گھوسن ہوتا تھا جیسے گھر کا نہیں ان کی قسمت کا دروازہ کھل رہا ہے۔

ماں جی کی مٹاس قدر بڑا امید کی کہ وہ سمجھ رہی تھی گھر کے آگن میں دو تین تین افراد داخل ہوا کے۔ جنت کے باپ، نانا اور جنت خود۔

چندن نے دروازہ کھولا۔ سامنے سوہن سنگھ کھینکے کھڑے تھے۔ بڑائی کی شرم کا خیال دیکھ کر بغیر

چندن ان کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگے۔ سر کے لمبے مگر اسے تھے۔ مگر ان پر حسرت کی جھلک

منظور تھی۔ آگنیں چک رہی تھیں مگر ان میں بیداری کا دائرہ لہا ہوا تھا۔ چندن گھٹیا کر دو قدم پیچھے

ہٹ گئی۔ ماں جی کی بڑائی کی آگنیں جنت کے باپ کے چہرے پر فیصلہ جتنے کی غرض سے گھورتی

تھیں مگر وہ انہی چہرے میں کچھ نہ دیکھیں۔ ماں جی پوچھنا چاہتی تھیں کہ فیصلہ کیا؟ اس کی بجائے

”جہاں آپ آگئے؟“ پھر انہیں خیال آیا کہ یہ سوال بیکار تھا۔

مادری رات سانس اور ہوا سے امید و سوس کے درمیان جھپکے لکھا کر گزار رہی تھی۔ امید و سوس

دو ہی کچھ کر فیصلہ ضرور سن چکا ہوگا۔ جبکہ خوف جنت پرانا تھا جس کے سزا کم نہ ہو۔ پھر؟ چہرے کو

پکڑنے کے لئے بلی جیٹا مارے اور اسے دبا لے اس طرح خوف دونوں صورتوں کے دل کا تار پار

فرا کر اب جنت کا فیصلہ سن کر آنے والے باپ کو پکڑ کر سانس اور ہوا کی ایک آنکھ میں امید کا دیا جل

وہاں تو دوسری آنکھ میں خوف کے سامنے منڈلا رہے تھے۔ ان دونوں کے یہ پچھلی کا مقابلہ کرتے

ہوئے سوہن سنگھ مکان میں خاموشی سے داخل ہوئے ہاتھ نہ دھو کر پانی پیا اور چارپائی پر بیٹھ

گئے۔ ماں جی اور چندن کوڑکی آگنیں اٹھائی پرگئی ہوئی تھیں۔ دونوں ایک ہی انداز میں سوچ رہی

تھیں کہ کوڑا کی تیز دھار کی طرح خاموشی جب ٹوٹے گی اس وقت کبیں دل کے گھڑے کو نہیں ہو

ہائیں گے؟ سوہن سنگھ کھلا رہے تھے مگر بھرے سے اعجاز میں مسکرا کر کہا۔ ”فیصلہ کیا۔“

ماں جی کے حلق سے پھٹل آواز نکلی۔ ”کیا؟“

”میں جی سے ملنے کے بمثل آواز نکلی۔“ سوہن سنگھ نے زبردستی حتمی قرار دیا۔ ”آؤں ہو گئی۔ میں میں سے دس

مال کم ہو گئی۔“ اتنا کہہ کر جنت کے باپ دونوں کو دیکھنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ سانس بہا ابھرنے

میں درجہ پانچ۔

پھر چندن نے پہلی کی۔ ”بھگوان نے اتنی تو میری مانی کی۔“ یہ کہہ کر وہ ماں جی کے تاثرات

جاننے کے لئے ان کے قریب گئی۔

جنت کی ماں نے سسکی لی۔ خود بخود ابھکوں میں آنسو برساتے۔ دونوں میں سے کسی کی جانب

دیکھے بغیر ہو گئیں۔ ”بھگوان! تم نے جرم کیا مگر آدھا۔ خیرات دی مگر ایک ہاتھ سے۔“

اب سوہن سنگھ کو لاہور دینے پچھلی ہمت آگئی۔ ”جنت کی ماں! ابھگوان دوسری غمی اب کھولیں

گئے۔ ہم پر ہم کوٹ میں خود رات سوئے۔ یہ سب سے پہلے۔“

ماں جی کوڑکی خاموشی سے کر دیا آگنیں۔ ”میں میں دوسرے فیصلے کا انتظار کرنا پڑے گا؟“

چندن کو ڈر دوسرے ہونے لگا کہیں سانس کی بہت ذرٹوں جالے۔ وہ بولی۔ ”ماں جی! ابھگوان

جس قدر چاہے اس کا لے۔ دیکھیں تو یہ کہی کہ وہ ہم سے کتنا منڈل چاہتا ہے؟“

”شاید؟“ سوہن سنگھ نے اسی ہمت کے ساتھ تھے۔ ”ہم پر ہم کوٹ میں کس لئے لانے

کے لئے مکان اور کھیت فروخت کرنے پڑے۔ تب میں میں نہیں بچھاؤں گا۔“

ماں جی کو سب بات سے اطمینان نہیں ہوا۔ وہ دل کھول کر رونا چاہتی تھیں۔ ابھی جنت کے نانا

آئے ہوتے تو ان سے پتہ کر دل کو پاؤں بچا کر لیتیں۔ اس خیال سے آگنیں پوچھنا یاد آیا۔ ”باپو

ماتھ کیوں نہیں آئے؟“

”وہ جھپکے پورے تھے۔ سرن صاحب کو فیصلے کی خبر کرنے۔“ سوہن سنگھ چارپائی پر لیٹ گئے۔

”ہم پر ہم کوٹ کے لئے کسی بڑے ذہل کو روکا پڑے گا۔ یہ سب کام نانا کر جنت کے نانا یہاں

آئیں گے۔“

”جنت پر اس فیصلے کا کیا اثر ہوا؟“ ماں جی نے پوچھا۔

لی روشنی کا دہاں گرد نہیں ہوتا۔ قیدی کو باہر کے کسی فرد کا چہرہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ دروازے کے نیچے سے روشنی پائی جا جاتا ہے۔ کچھ دن میں ہی آدمی کھرا کر پاگل ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے ہمت والے قیدیوں کو دیوار سے سر ٹکرا کر ادھ مرنے کو دیکھ چکا ہوں۔ ایک ہی سانس میں مگر دھمکے لیے میں اودھم مچا کر نکلتا تھا۔

جنگ چشتیانی پر چلنے والے اُسے دیکھنے لگا۔ اُسے حیرت ہوئی کہ بھولے بھالے جو قیدی اور کسے چلا کر وہ فرار ہونے کی فکر میں ہے؟ ممکن ہے وہ جس قدر بچھڑ رہا ہے۔ اودھم مچا کر بھولا نہ ہو؟ ”مگر ادا۔۔۔ یہ سب آپ مجھے کیوں سنارہے ہیں؟ کیا آپ مجھے میں میں فر جاؤں گا؟“

”نہیں۔۔۔ تم جتنی بات مانو گے، ایسا میں مانا ہوں۔ سنا وہ ہے کہ میں تمہیں خیردار کر رہا ہوں۔ گردن کی کاٹتے جہیں مظلوم ہے۔“

”مجھے خیردار کرنے کی بجائے جیلروں کو بھلا کیوں نہیں کرتے؟“ جنگ نے اودھم کو سمجھنے کے لیے پوچھا۔ ”مگر چوکیا فرماؤں میں رہا۔“ کیوں۔۔۔ میرے سوال کا جواب نہیں دیا آپ نے چاہا؟“

”تمہارے سوال کا جواب۔“ اودھم جنگ نے آدھ کر کہا۔ ”تم مجھے چاہا کرتے ہو اور میں تمہیں چاہتا ہوں اسی میں آ جاتا ہے۔“ قیدی اور کسے بھرا ہے ہوئے لپٹ میں ہمت کی جھلک تھی۔

جنگ جھپٹ گیا۔ جو کچھ اُس کی رہائی کے لئے منت مانے، بکس مٹنے کے لئے عدالت میں اٹھ کھٹے پہلے ہی آ بیٹھے اور یہ کہ میں فرار ہونا چاہتا ہوں یہ بات جانتے ہوئے بات دل میں اُسے رکھے اُس کی ہمت نہ کچھ بچت بچتا اُگروہ بچ کر نہیں سکا۔ کیونکہ ڈی جیلر راولڈ پر آگ لگتا تھا۔ اودھم جنگ نہیں دیکھا۔

جنگ کے سبل کے پاس آ کر ڈی جیلر نے کہا۔ ”نوسو ساٹھ! تمہاری بیوی کا نام چندن کوہ ہے؟“

جنگ کو حیرت ہوئی، پھر بھی سر جھکا کر ”ہاں“ کہا۔

”جب دوسرا سوال پوچھا گیا۔“ تم اُس سے ملنا چاہتے ہو؟“

جنگ احمقوں کی طرح اُس کی صورت دیکھنے لگا۔ دعائی سوئیل کا ستر کیپ کے عورت ملاقات کے لئے آئے اور کیا مرد ملاقات کرنے سے انکار کر دے؟

”ڈی جی نے اُسے سمجھایا۔“ میں نے اُسے ملاقات کی منظوری دے دی ہے۔ گردن جیل کا قانون ہے کہ قیدی ہر مریض مظلوم کرتی ہے۔ بہت سے لپٹا ہوتی ہے سٹے سے انکار کر دیتے ہیں۔“

”ساحب! میں انکار نہیں، بلکہ انتظار کر رہا ہوں۔“ جنگ نے ہنس کر کہا۔

ڈی جی کانٹا تو اودھم سکرانا ہوا قریب آ گیا۔ ”جنگ! اب میری ایک بات کا نام رکنا۔ گھر والی آئے تب سکرنا کر اُس سے بات کر تمہارا بیٹا چہرہ دوادھمک ایک اس کون سے جینے دے گا؟“

جنگ ہنس دیا۔ اسی لئے ملاقات کا وقت ہوا۔ عام طور پر ملاقات کے لئے جیل میں ایک جگہ ہوتی ہے جہاں قیدی کو لے جاتے ہیں۔ مگر جنگ کو چاہئے کہ لپٹ کو کھڑی میں ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ جلی رات جلی کی دکان میں چندن کوہ کو جنگ سے ملاقات کی سرت ہونے کے باوجود انتہائی بوجھ میں تھی وہ گھبرا گئی تھی۔ ایک مستری کی مقب میں نظر میں جھکا کر چلتی ہوئی چندن کو کھڑی

”آمید کے خلاف۔“ سوہن جنگ بولے۔ ”اُسے سزا کم ہونے کی آمید نہیں تھی۔“

”جب وہ خوش ہوا ہوگا۔“ اسی ہی کی مینا تجس ہو رہی تھی۔

”ہاں۔۔۔ خوش ہوا تھا۔“ سوہن جنگ نصف جگ بولے۔ ”وہ ہماری طرح ہمت ہارنے والا تھا ہے۔“ وہ چار پائی پر بیٹھے ہوئے بولے۔ ”اور ہاں بہو۔۔۔ تمہیں اُس کے ملاقات کے لئے؟“

جنگ نے اہتمام کرنے کا کہا ہوں۔“

”نہیں۔۔۔ جیل والے ایک شخص کو ملاقات کرنے دیتے ہیں۔“ سوہن جنگ نے کہا۔ ”اور تمہاری ساس کو لاہور تک کے سفر میں مشکل ہوگی۔ تمہارے لئے میں نے ساتھ تلاش کر لیا ہے۔ ہمارے وکیل کو کافی لینے کو رٹ جانا ہے۔ اُس کے ساتھ ہوا آنا۔“

”بھرتو آج میں وہو سے مل آؤں۔“ چندن بول اٹھی۔

”ماں کی بات نہ منہ نہیں آتی۔“ بیکسر نے تعجب لپٹے میں پوچھا۔ ”کیوں؟“

چندن کچھ لچکائی۔ ”ماں کی جانب ایک نظر دیکھ کر بولی۔“ فیصلے کی خبر دے آؤں۔ بے چارہ ہے جین ہوگی۔“

دووں میں سے کوئی کچھ کہ اس سے خوشروہ تیزی سے کمرے میں چلی گئی۔ سوہن جنگ۔

بھائی لی ادا ماں کی آہ نکل گئی۔

”جنگ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ سزا کم ہوئی اس کی سرت کا اہتمام کیا۔ مگر جواب نہ دیا۔ جیل۔“

افسران تعجب ہو گئے۔ قیدی خوش ہو گئے۔ مگر تم خاموش ہو۔“ اودھم جنگ جیل کی کھڑی میں اُٹھ ہوئے جنگ کو مٹا رہا تھا۔ عدالت سے لوٹنے کے بعد دو دن سے وہ افسانہ کی طرح اُدھ۔

پڑنکون مگر اندر سے جوش مار رہا تھا۔ اُس کے دل کا حال معلوم کرنے کے لئے اودھم جنگ نے کوشش جاری رکھی۔ ”جنگ! آخر قسمت والے ہو۔ سزا میں سال سے کم ہو کر دس سال ہو گئی۔“

”جنگ! ہوا چکا کہ کیا۔“ اودھم جنگ نے بلائے بغیر نہیں مانے کا بیسج کر تیر نظروں سے اُس جانب دیکھا مگر نہ میں نہیں بیڑا گیا۔ ”تمہیں سرت ہو رہی ہوگی۔ اس کو کھڑی میں دس ما دے رہے ہیں۔ بعد وہ دھوا ہو گیا ہوا آؤں گا۔ جب میرے ہاتھوں میں ملاقات نہیں ہوگی۔ زندہ ک جوش خفا ہو چکا ہوگا۔ پھر اُس نے دانت چیں کر کہا۔ ”دس سال میں تم جیل والے میری بیچا سال کی ملاقات نہیں لو گے۔ یہ میں جانتا ہوں۔“

”میں بھی جانتا ہوں کہ تمہارے دماغ میں کیا کچل ہو رہی ہے؟“ اودھم جنگ بلند آواز د بولا۔ ”پھر آس پاس نظر گھما کر بھرا ہے ہوئے لپٹے میں کہا۔“ جیاد فرار ہونے کی کوشش کرنے والے سو میں سے ایک آدمی زندہ نکل گیا ہے۔ جیاد لوگوں کے لپٹوں میں جہنم کی تکلیف اور برا اہتمام آ ہوتا ہے۔ فرار ہوتے ہوئے جو پکڑا جاتا ہے اُسے کسی سزا دی جاتی ہے اس کی شاید جہیں خیر نہیں کی۔ کمرے کے گوشے کو کھڑے نکل آ میں اس حد تک تک چکے ہوئے کوڑے مارے جاتے تھے پھر اندر میری کھڑی میں بند کر کے رکھا جاتا ہے جہاں بڑی مشکل سے سانس لی جاسکتی ہے۔ سوہ



جگت کہہ کر بغیر کوٹے میں جا کر جلدی سے پرچی پڑھنے لگا۔

”جگت تنگ..... جیل والے رشتے داروں کے علاوہ کسی کو لئے نہیں دیتے۔ اور میں تمہاری دشتے دار نہیں ہوں۔ لہذا انصاف کی آنکھوں سے دل نہری ہوں۔ دوسرے کے سکھ کی خاطر تم دکھ جھیل رہے ہو اس میں حصہ دار نہیں بن سکتی اس کا بھلاہٹو اسوں ہے..... میری فکر نہ کرنا۔ ہاں ایک بات میں تمہاری اجازت چاہئے۔ میں نے ملاقات لینے کے متعلق فیصلہ کیا ہے۔ تمہارا جواب ملنے کے بعد مل کر دلی ہو گی۔ ایک انتظامیہ ہے جو قدم بڑھایا ہے اس سے واپس نہ لوں۔ سب کا امتحان ہے اس پر ہوا اثر نا پڑے گا۔ کوئی نہیں کہیں کہے گا کہ میں کہے بغیر نہیں رہ سکتی اگر جیل توڑ کر باہر آئے تو میری صورت نہیں دیکھو گے۔ اور ہوا ہو کر آئے تو مجھے آپ کے پاس آنے سے کوئی روک نہیں سکے گا۔ دل کا قول ہے۔ اس سے زیادہ کیا کہوں۔“ وہ یہ.....

جگت نے بغیر پرچی پڑھی۔ اس نے سوچا چند دن بھی یہ پرچی پڑھی ہو گی۔ ممکن ہے اس نے چند دن سے یہ گھوٹائی ہو گی۔ جگت نے ٹھوس کیا کہ جیل کی پھر کی دواہوں ٹولا دی دروازوں پر ہاتھ پیر کی پتلیوں سے زیادہ مضبوط بندن میں وہ جکڑا گیا ہے۔ دوسرے بندن تو ٹوٹنے کی حالت ہونے کے باوجود اس سے بندن نے اسے ایسا جکڑا لیا کہ جیل کی سزا بھگتے بغیر نہیں چھٹ سکتا تھا۔

”پرچی پڑھ لی جگت؟“ اور دم تنگ اس کا بیچا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا۔ ”کیا گھسا؟“

جگت دروازے کے قریب آیا۔ آنکھ مار کر بولا۔ ”چاچا! تمہاری جیت ہو گی۔ اب دس سال تک تمہاری نظر میں جکڑا ہوں گا۔ اسی کوٹھی میں.....“ وہ غیر یقینی انداز میں آنکھیں پھلکا کر جگت کو کہنے لگا پھر مسکرا کر سفید دازی پر ہاتھ پیر کیا ہوا مسکرا کر بولا۔ ”میرے ان سفید بالوں سے زیادہ ان سیاہ بالوں کا تم پر اثر ہوا۔“ اسی لئے شام کی کھٹی کا ٹھنڈا جال سورج پیچھے سے چلے آسمان کے کناروں پر شفق کی سرخی نے آسمان پر گلابی رنگ کھول دئے تھے۔ ایک جگہ جگہ پھلکا کر آسمان کی پتلی پر آڑ ہوا تھا۔ جگت کو ٹولا دی سلاخوں کے پیچھے سے دکھائی دیتی تھی شفق کی سرخی بھی نظر آ رہی تھی.....

○○○

کی جانب بڑھنے لگی۔ سنتری روک گیا تب اس کی نظر پلند ہوئی۔ سامنے سلاخوں کے پیچھے کڑا ہوا جگت نظر آیا۔ مارے جسم میں سرست بھری کپکپات ہو رہی تھی۔ آنکھیں میس، جگت کے کیوں پر پکھلی ہوئی مسکراہٹ چندں کے دل پر لگی مگر اسے خیال ہوا کہ جو کچھ اُسے غور سے دیکھ رہا ہے تب آخر اسے نظر میں چھکا لیں۔ سنتری نے اور دم تنگ سے کہا۔

”مہاجب نے ملاقات پر کڑی نظر رکھنے کا کہا ہے۔“ پھر سنتری لوٹ گیا۔ جگت نے اشارہ کر کے چندں کو دروازے کے قریب بلا دیا۔ چندں شرابی، ہنگامی ہوئی قریب ہوئی۔ اس نے ملاقات کے دوران بہت سی باتیں کرنے کے متعلق سوچا تھا۔ باریک باریک فیصلہ تک یاد کر لئے تھے مگر جب سامنا ہوا تو اب کچھ کر رہ گئے۔

”چندں اٹلے آئی ہو اور سر جھکا کر خاموش کھڑی ہوئی ہو؟“ جگت اسے سر تا پا دیکھ کر بولا۔ ”کچھ دیر بعد دو سنتری نہیں واپس لے جائے گا۔“ چندں نے ہنسنے سے سر اٹھایا۔ اس کی پگھل پر آنسو چمک رہے تھے۔ دونوں ہاتھ سلاخوں پر جکڑا کر کھڑے ہوئے جگت کی جانب اس نے لڑتا ہوا ہاتھ بڑھایا مگر جو کچھ اس کا خوف محسوس کر کے ہاتھ ہٹا دیا۔ اور دم تنگ بھی کھڑا۔ دو پشت پھیر کر کڑا ہوا گیا۔

”بھئی! اٹلے اب نظر پھیر رہے۔“ وہ بولا۔ چندں پھیر کر آیا۔ اس کی ہنگامی سر ہوئی۔ اس نے جگت کے ہاتھوں پر اپنے سر مر رہا ہاتھ دھ کر دیئے۔ اس لمس سے دونوں کے دل دھڑک اٹھے۔

چندں نے دھکے پیسے بھی کہا۔ ”آپ کیسے ہیں؟“ ”بہت خرابے میں۔“ جگت نے کہا اور اس کا یقین کرنے کے لئے اس نے جگت کی آنکھوں میں دیکھا نہیں..... وہ وہاں نہیں کر رہا تھا۔ ٹھوڑی بہت باتیں ہوئیں جگت نے سب کے متعلق پوچھا۔ چندں نے دیکھا کہ اس کا ردیوان جواب سننے میں نہیں تھا۔

”وہی دیکھا خبر ہے؟“ ”خبر ہے۔ میں اسے مل کر آ رہی ہوں۔ تمہارے لئے پرچی لکھ کر دی ہے۔“ چندں نے دو دھکے کوٹے میں بنی بندنیں ہوئی پرچی پکھلی۔ اسی لئے دروازہ کھلی۔

”ملاقات میں کسی چیز کا نہیں دین کرنا ہے۔“ اور دم تنگ نے پشت پیچھے سے جگت سے چندں ڈگری کر جگت نے اشارہ سے کہا۔ ”لاؤ مجھے دو۔“ چندں نے تو جیسی نظروں سے اور دم تنگ کی پشت پر دیکھ کر کپکپاتا ہوا ہے ہاتھ سے پرچی جگت کے ہاتھ میں کرادی۔ پھر بات کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ کچھ دیر بعد سنتری آ گیا۔ چندں کو وہ موت کا فریضہ نظر آیا۔ تڑپتی ہوئی ایک نظر سے اس نے دیکھا کہ کھانا۔ ”فیصلہ کر رہنا اجاڑی لگ رہا ہے۔“ اس قدر کہنے کے بعد چلی گئی۔ اور دم تنگ میں کڑا ہوا گیا۔ چندر سنتری کے عقب میں چلی گئی، تب جگت اور اور دم تنگ خاموش رہے۔ پھر اور دم تنگ نے چوک کا دروازہ کھولا، پھر بند کیا اور اندر جا کر کوٹھی کا تالا لگایا۔ جگت کے اندر جانے کے بعد اس کی پشت پر اور دم تنگ کی آواز سنائی دی۔

”پرچی پڑھ کر پھاڑ دینا۔ کسی کو پتہ چلا تو میری ملازمت جائے گی۔“

”ڈاک۔“ آواز لگا تو ہوا ڈاکر آجمن میں داخل ہوا۔ اور ماں جی کے ساتھ ناشتے پر پہنچی ہوئی چہن کو آٹھ کر تھ کر تھری سے اُس کی جانب چھینیں۔ اس روزانے پر ڈاک لانے پر ڈاکے کو بھی مسرت ہوئی تھی۔ چہن کو بھی اسی کی چال، اسی خیریت، اسی پرانے پریمین لگا کر ماں کے ساتھ ناشتہ کرانی تھی۔ ایک بار کھانے کے وقت ڈاک دے آتا تھا اُسے کھانا کھا کر کھینچا۔ پہلی بار جب بھکت کا خط چہن کے ہاتھ میں آیا اُس نے فوراً چاندی کی چوٹی ڈاکے کے ہاتھ پر رکھ دی۔ ہر دھڑکنے پر چہن میں خفا گھٹنے کی چوٹی تھی ہے۔ یہ حساب ڈاکے کو بھی طرح یاد ہو جاتا تھا۔

”دیاں چاچا! پیچھے۔۔۔ میں ناشتہ لائی ہوں۔“ لٹاف ہاتھ میں لے کر چہن جلدی سے اندر دوڑ گئی۔ اس کی محبت بھری آواز میں ڈاکتی ہوئی پڑ گئی۔

”دیاں! آج لیت کیوں آئے ہو بھی؟“ بھکتی کی انتظار کر رہی ہے۔

”کیا کروں ماں جی! آج رنج لیت تھی۔“ دیاں جانتا تھا کہ یہ سوال ہوگا۔ ”روز جس دن آپ نے کمر کی ڈاک کو جس سب سے پہلے پھیلانے کا حکم دیا ہے۔۔۔ میں نے چہن کو بھی دیاں ناشتہ کر کے جانے کا انتظار کیا۔ لیکن فیروزی کی موجودگی میں اُسے شہر پر کا خط پڑھتے ہوئے اُس کو حیا آ رہی تھی۔ ایک بار ڈاکر خط لے کر گئی بیٹے کے بعد کچھ زیادہ مردگ کیا تب چہن نے بڑی صفت سے اُسے یاد دلایا۔ ”چاچا! آپ کو دوسری جگہ خط پہنچانے کا ہانا ہے لہذا لیت ہو جائیں گے۔“ تب دیاں سمجھ گیا کہ چہن کو دواؤں کے شہر کے خط کے درمیان دوا لگانا ہوا ہے۔ لہذا آج جلدی ناشتہ کر کے کھانا ہو گیا۔ جاتے ہوئے ایک آدھ بھر کر بولا۔ ”ابن! اب تو ایک آدھ پھر اس مکان کا ہوگا۔ پھر تو لٹاف کے اندر خودی کھر آ جائے گا۔“ چہن متحجب ہو گئی۔

”دیاں چاچا! آپ کو بھی یاد ہے کہ ان کی رہائی کا وقت قریب ہے؟“

”کیوں یاد نہ ہو بنیں! سارا گاؤں بائیں کر رہا ہے کہ جگہ جیل سے کھر آنے والا ہے۔“ دیاں نے دروازے کے چرنگے پر بڑھ رکھے ہوئے کہا۔ ”میں نے اس کے حلق بہت ساری باتیں سنی ہیں مگر وہ کیا بھی نہیں۔“

دیاں کے جاتے ہی چہن نے جلدی سے کھڑکی بند کر لی۔ ماں بھی بیٹے کا خط سننے کے لئے بے تاب تھیں۔ جیسے شوہر کے زخماں پر پہنچی لے رہی ہو اس طرح اُس نے لٹاف کی کٹار چاڑھی اور اندر سے خفا کھلا دیا۔ بھو کے چہرے پر چوٹی ہوئی مسرت دیکھ کر ماں جی سگڑا رہی تھیں۔ خط کے اوپر ہی صے پر چہن کی نظر پڑ گئی۔ ”بیانی چہن! دے دینے کی کٹار داخوں کے دے باکر اس نے کئی بار دل میں رن لٹاف ڈالا۔ پھر زور سے خط پڑھنے لگی۔

”ممان! ڈسٹرکٹ جیل سے بھکت تنگی یاد پڑتا ہے۔ میرے خط کے برابر مل رہے ہوں گے۔ اس میں لٹاف بھی برابر پڑے جا رہے ہوں گے۔ ہمارے ساتھ جیل میں پروردان نامی پڑھا کھانا ہے۔ وہی سب قیدیوں کے ساتھ کھاتا ہے۔ لٹاف بہت عمدہ کھانا لیتا ہے۔ اس بے چارے کو کئی نہیں جس کو لٹاف کے لہذا دوسروں کے خط لکھ کر سرور ہو جاتا ہے۔“

پہریم کو رت میں یکس لڑنے کی خاطر مکان اور بھکت گری و رکھ دیے گئے۔ کھر کے زور و رات فروخت ہوئے۔ جہاں سے اوحد مل سکا تو یہی خرچ کیا۔ آخری داؤد بیت لینے کی کوشش شروع ہو گئی۔ سرجن صاحب نے کھر صاحب کی سفارش لگائی۔ کرکین ڈاکٹر نے تین بھجوں کو افسانہ نظرینے سے فیصلے دینے کی گزارش کی۔ اس جی اور چہن نے بڑی تھیں اور بھجوں کی دوسرے ہاتھ کی قحی سے خیرات حاصل کرنے کی کوششیں جاری ہو گئیں۔

پہلی کو رت نے چارنگ کی سزا کے طور پر تیس سال قید سنائی۔ اپنی کو رت نے دو قتل ثابت ہوئے ہر سزا آؤ گی کر دی۔ پہریم کو رت کی صورت میں اس سزا کو دو تیس کر لیں گئی۔ دو قتل ثابت ہو چکے تھے اس سے بہت کھر فیصلہ دینا انصاف کا لٹاف ڈاکٹر نے اس کے مقابلے میں کھر کے سامنے مضبوط دلیل پیش ہوئی۔ ”پولیس ڈیپارٹمنٹ کے قول پر وہ تالیق ہوا تھا اگر اسے دم نہ ملے تو انصاف بھی جائے گی۔“ بھکت کی گفتگو دیکھ کر دواؤں پلاڑوں میں جھول رہی تھی اور اس اقلد پر دوسروں کی آرزو میں لنگر رہی تھیں۔

آخری داؤد پہنچنے کی جگہ لے کر بعد پہریم کو رت نے انصاف اور انسانیت کے پلاڑوں کو برابر کر کے فیصلہ سنایا۔ ”دواؤں کی سزا کا قلم رہے گی۔۔۔ تین تیس کرب کے دل چیل گئے۔ کھر جھمکے گا کہ کیا۔“ دواؤں سزاؤں پر ایک ساتھ مل ہو گا۔

”کیا مطلب۔۔۔؟“ بھکت کے ہانا، باپ اور ماما نے ایک ساتھ کرکین ڈاکٹر کی جانب دیکھا۔

اُس نے منبر کا ہتھکڑیا۔ ”ہاری صحت کا مایاب ہوئی۔ سزا پانچ سال کی رو رکھی۔“

بھجوان نے دوسری کھی کھی کران دے دیا۔ پہریم کو رت کے فیصلے کا سب نے بھی خوشی استقبال کیا۔ دیکھا گاؤں کے لوگوں کو اور لاہور جیل کے قیدیوں نے جشن منایا۔ بھکت کے قرض دار خاندان نے گاؤں اور جیل کو ایک وقت کا کھانا کھلایا۔ بھکت نے پہلی بار انجینئران کی سانس لی۔ پانچ سال کی سزا کے لئے وہ پہلے سے تیار تھا۔ پانچ سال میں چھ ماہ تو وہ جیل میں گزار چکا تھا۔ ساڑھے چار سال باقی تھے اس میں اسیسے برتاؤ کی وجہ سے چھ ماہ کی حیدرستانی مل گئی تھی۔ چار سال۔۔۔ چکی بجاتے میں چار سال گزار جائیں گے۔ پھر بھکت ڈاکٹر کی جگہ انجینئر بن کر کھر جائے گا۔ ماں جی اور چہن کو مسرت سے پاگل ہو رہی تھیں۔ دھکے کے دن اب ختم ہو جائیں گے۔ کھکھ کا سودن پھر بطور طر ہو گا۔ صرف چار سال بعد۔۔۔

کھر چار سال بعد کیا ہو گا؟ اس کی کس کو خبر ہوتی ہے۔؟ انسان کی عالمی ہوئی پہریم کو رت کا فیصلہ آ گیا۔ مگر انشور کی عدالت کا فیصلہ چار سال کا تھا۔!!

اور جانے سے پہلے ایک بار دیو سے ملاقات کر آؤ گی۔" ساس خاموش رہیں۔ اُن کی خاموشی میں اکثر جھک رہا تھا۔ چندن نے گڑ گڑاتے ہوئے کہا۔ "آخری بار جیل میں ملاقات کے لئے جا رہی ہوں لہذا اُن کا دل دکھانا اچھی بات نہیں ہوگی۔ خط میں اُنہوں نے پورے وزن سے کہا ہے کہ دیو سے ملاقات کر آنا نہ بھولنا۔"

"ابھی بتائی ہے۔ جنہیں بھوکاں جو راستہ دکھائے کہ۔۔۔" اُن بی بی نے ابھر کر کہا۔ "دیو سے کہنا کہ رکت رہا ہو کر آئے۔" اُسے یہاں دو دو کر آنا۔ "ساس کے اس حکم کا چندن نے راجا جواب نہ دے سکی۔ دوسرا کر رہی تھی۔ مگر وہ دیو سے یہ بات نہیں کہہ سکی اس کا اسے یقین تھا۔

○

دس دن کے بعد جب چندن کیسے کا چکر لگا کر آئی، تب دیو سے ملنے بھی گئی۔ دوپہر ماں بی بی پنڈن کے لئے ٹھن پتار کر رہی تھیں جب وہ واپس لوٹی۔ رات کی ٹہن سے چندن کو لاہور روانہ ہونا تھا ساتھ میں جنت کا اماں چارہ دیکھ جا رہا تھا۔

"آگئی چندن۔۔۔ تیرے پاؤں کیسے ہیں؟" ماں بی بی نے پوچھا۔

"ٹھیک ہیں۔" چندن نے مختصر جواب دیا۔ ماں بی بی نے دیکھا چندن کا چہرہ مڑھایا ہوا تھا مگر جب گئی، بڑی خوش گئی۔ جنت سے ملاقات کے لاہور جانے کو بے چین ہو رہی تھی۔ پھر اسے کیا ایک کام ہو گیا؟ ماں بی بی سوچ رہی تھیں۔ اس لئے چندن کی کنگھی خانی دلی اور چھوڑ گئیں۔

ماں بی بی ہاتھ تلک کر رہی ہوئی باہر آ گئیں۔ دُشمن پر چار پائی کے کنارے سرخ لگا کر چندن رو رہی تھی۔

"کیا ہوا چندن۔۔۔؟" اُنہوں نے پوچھا۔ مگر جواب نہیں ملا۔ تب اُنہیں یاد آیا کہ وہ دیو کے گھر جانے والی تھی۔ شاید اُس سے بھگڑا ہوا ہوگا۔ "دیو سے بھگڑا ہوا؟" ماں بی بی نے پچھا۔

ہوئے پوچھا۔ روئے ہوئے چندن نے انکار میں سر ہل دیا، مگر ترک کر بولی۔

"دیو دین کی ٹھن۔"

"اس میں رونے کی کیا بات ہے بھو؟" ماں بی بی پکھنچی سے پولیں۔ "دیو نہیں ملی تو آسمان نہیں ٹوٹ پڑے گا تم پر۔ جنت سے کہنا میں اس کے گھر کی مگر وہ نہیں تھی۔" اب تک چندن نے سر اٹھا کر ماں کو نہیں دیکھا تھا۔ اُس کی سسکیاں اچانک ترک گئیں۔

"آسمان تو چکا ہے۔" پھر پکھنچہ دیر کر پہنچے۔ "دیو دین کو کدول کھول کر روئے گی۔"

"دیو مگر سے بھاگ گئی۔" اور پھر چار پائی پر سر روک کر دل کھول کر روئے گی۔

ماں بی بی دلی گئیں۔ دیو بھاگ گئی یہ بات نہ ماننے والی تھی۔ وہ دیر دیا نہیں کرے گی۔ یہ دیکھ کر ہل میں بیڑا اور گڑا اُنہوں نے دل کو مالتا۔ وہ کیوں ایسا نہیں کر سکتی؟ ایک بار جنت کے ساتھ بھاگ چکی ہے۔ ایک بار موت کا چہرہ دو دانہ سے باہر نکل جائے مگر وہ کہاں لڑے گا یہ نہیں کہا جا سکتا۔ انہیں اس کے لئے بے چین نہیں ہونا چاہئے۔ چندن کو اس طرح رونے کی کیا ضرورت ہے؟ بھوکاں نے اس کے راستے کے ایک پتھر کو بھاڑ دیا ہے تو خوش ہونے والی بات ہے۔ مگر یہ سب بھگوان سے کہنے کی آواز میں بہت نہیں تھی۔ اُنہوں نے انکار ہی پوچھا۔ "کیوں بھاگی؟ کس کے ساتھ بھاگ گئی؟" وہ تاجر کے لئے متاؤ تو تھی! "ماں بی بی پالی کا پیالہ بھر کر لے آئیں۔"

لہان جیل سے میرا آخری خط ہے۔ آنے والے مہینے میں مجھے لاہور بھیجا جائے گا۔ میں پھر وہاں صرف ایک ماہ رہوں گا۔ سو مہینے بعد میری رہائی کا حکم آ گیا ہے۔ پھر بھی کالی پوریت ہوتی ہے جلدی سے مگر لوٹنے کے لئے دل بے چین ہو رہا ہے۔ چارہ مانگے گا یہاں ملاقات کے لئے آئے تھے تب کہہ رہے تھے کہ باپ قرض ادا کرنے کے لئے دن رات مشقت کرتے ہیں۔ اُنم نصف قرض باقی ہے اس کی انہیں بہت غم ہے۔ مگر اب باپ کو معلوم ہو کر میں گمراہ آ کر انہیں بھیت نہیں جانے دوں گا۔ دو فصلیں اچھی ہوئیں تو قرض کا پورا جوہم ہو جائے گا۔ مجھے اس کے علاوہ اور کرنا بھی کیا ہے۔

تا ابھی اب تک نہیں رہے ہیں کہ انوس ہوا۔ انہیں بھگوان اپنے گھر لا کر رکھیں پھر طبیعت سنبھل جائے گی۔ تم لوگوں نے میرے لئے بہت تکلیف اٹھائی ہے یہ میں جانتا ہوں۔ مگر اب دوسرے دن ختم ہو رہے ہیں۔ سب ساتھ رہ کر کام کر کے تو قرض کا پورا جوہم بھی محسوس نہیں ہوگا۔ مار سے ملنے کوئی چاہتا ہے۔ اب انہیں اب رات کو نیند آ جالی ہوگی۔ ہزارہا مانگے کے لئے لڑکی خاشا کر لیں پھر آنے والے نرادیوں میں ماں کی شادی کی خوشی مانیں گے۔ لاہور جیل میں ایک بار ملاقات کے اجازت ہوئی تو چندن اتم ہی ملے آجائے۔ خبریے ملنے یا نہ ملنے کا نہ پالی چار جنگ ہو گئی ہے۔ چار سال جیل کا تاج نہ کھا کر جبر بھی گیا ہے۔ اور دوسری ایک خاص بات۔۔۔! "اچھا تک چندن ڈک تھی۔"

ماں بی بی سر سے دیکھ رہی تھیں۔ "بہو بڑی ٹنگ کیوں کی؟ کیا خاص بات تھی؟" وہ پڑھ ڈال۔ "چندن نے دل ہی دل میں پڑھ لیا تھا اسی وجہ سے ڈک تھی۔" ساس کو پھینک دئے آئے کی انکو بات کبھی ہوئی تھی۔ ماں بی بی نے بھڑکنا۔ "فصل پورا کر چندن! اور چندن کو پھر اڑا دے گی۔"

"آخری تین چار ماہ سے دیو کی اطلاع نہیں کی۔" اُسے یہاں سے علائکہ ماں ہوں وہ دل بھی رہے ہوں گے یا نہیں، یہ بھی نہیں جانتا۔ چندن! اتم لاہور آئے سے خوش ہو دی کی خبر ضرور لے آنا۔"

دنیا میں جنگ زوروں پر ہو رہی ہے، اکیس خبریں مل رہی ہیں مگر سب کہہ دے ہیں کہ میں لڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ماں، باپ، ناٹا، ماں اور ناٹا کے مگر سب خوش ہوں گے۔ سب کو بچے گرونا تک۔ جب لاہور آکر مہینا کا نام نہ بھگوان۔۔۔ تیرا اپنا۔۔۔ جنت تک۔"

خط پڑھ کر چندن نے سر اٹھایا۔ ماں بی بی کے چہرے کے تاثرات تلک نظر آ رہے تھے۔ وہ کچھ مٹی کر جنت نے دیو کی خبر بھگوان کی تھی لہذا انہیں یہ بات پہنچانے آئی۔ پہلے دو دین بار ساس بھو کے درمیان کالی جھک ہو چکی تھی۔ ماں بی بی کہہ رہی تھیں۔ "اب دیو کی معیت کیوں مول لے رہی ہے؟" چندن کو غیب ہو رہا تھا۔ "ماں بی بی آپ ہی اسے بھگی کی طرح پیار کرتی تھیں اب اسے معیت کہہ رہی ہیں؟" مگر ماں بی بی چندن کا سوال پسند نہیں تھا۔ "بہو اب میری بات نہیں سمجھیں مگر عمر بھر پچھتاؤ گی۔ شوہر کو دوسری عورت سے محبت ہو جائے گی کوئی بار فیصہ عورت ہی برداشت کر سکتی ہے۔" چندن اس وقت خاموش ہو کر گھراس بڑ بولی۔ "اس دن اُس نے ظلم لینے کی بات کی تھی تب ہی میں بھاگ کر تیرے گھر مشورہ ہوئی تھی۔" جنت نہ مانے کہ نہیں کہے دیتی ہوں مگر اُسے اپنے بھوکے نہیں لگاؤ گی۔"

۔۔۔ ماں بی بی کے چہرے کے تاثرات چندن نے کچھ کہہ رہے تھے پھر بھی اُس نے کہا۔ "ماں بی بی! میں

کہوں گی کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کی بجائے میں جاری ہوں۔ یہی جھوٹ مجھے جگت سے بھی بولنا پڑے گا۔" اس کی سانس لینے کے لئے نکس۔ "مگر کوئی پروا نہیں۔ بیٹے کی بھلائی کی خاطر میں لاکھ بار جھوٹ بولنے نہیں ہچکچاؤں گی۔"

ان کا دل خلیلہ سن کر چند من غامض ہوئی۔ اس کی لاہور جانے کی تیاری کرتے نکس۔

○

"جگت شکوہ ایسا غم مجھے کبھ تانا نہیں جائے۔" سننے ڈیٹی سو کر کھار تاحہ نے جگت کو آفس میں باور کعب میں تباہ کوجہرتے ہوئے جو عجمت کسکراتا ہوا سانسے کھڑا تھا۔ ہفتے میں پونجی بارڈی ٹیلر نے اس سے کچھ سوال کیا تھا۔ کھار تاحہ کوجہرموں کی نفیسات منطوم کرنے کا شوق تھا۔ اصل بہار کے دہنے والے تھے مگر آخری ایک سال سے لاہور ٹیل میں ان کا تاجا ہوا تھا۔ مسلمان ٹیل سے ہکا بھٹی سرا کا آخری مہینہ گزارنے کے لئے ان کی ٹیل میں آنے والا تھا یہی انہوں نے ٹیل کی فائل سے اس کا ریکارڈ نکال کر چیک کیا۔ ٹیل کے پرانے قیدی اور چوکیدار سے بھی اس وقت کے ڈاکو کے متعلق معلومات پوچھ گئے۔ انہیں دو سوال حاسرہ تھے۔ "جگت کیوں ڈاکو ہوا؟ کون سی پونجی جس سے کروہ پولیس کے تابع ہوا؟"

"جگت کھار تاحہ کے متعلق کھانی معلومات ملی ہیں۔" کھار تاحہ نے باب کا کھل کے کر دھواں منتھو کر کہنے لگے۔ "تمہارے وقت کے شیو پورہ کے انچکھو سٹھارے بھی ٹی آ۔" کھار تاحہ نے دیکھا کہ سن کر جگت کی آنکھیں پھٹکے نکس۔ انہوں نے مزید کہا۔ "سنہا صاحب بھی بہار کے ہیں۔ باپ دادا کی دشمنی کی وجہ سے تم ڈاکو بنے یا ت سنہا صاحب نے بتائی۔ مگر تم پولیس کے سپرد کیوں ہوئے؟ یہ اسرار میں نہیں کرسکتا۔"

"سنہا صاحب بھاپ میں ہیں؟" جگت نے پوچھا۔ "نہیں بھوہا کھار تاحہ کا پانچ ہو کر دو اپنے وطن لوٹ گئے ہوں گے۔" کھار تاحہ نے دیکھا جگت سنہا کے لئے نفرت کی بجائے ہورداد سمجھنے میں ات کر رہا تھا۔ ڈیٹی ٹیلر نے ایک آہمیری۔

"سنہا صاحب ایک جہر سے اہاج تھے۔ اب ان کا کھف جسم بھی قلع سے سن ہو گیا۔ دوسرا پل ان کی بیوی سرگئی۔" جگت کے ہاتھ کی زنجیر کھٹکائی کی کھار تاحہ کبہرہ تھے۔ "اب وہ بھی بھاپ نہیں چھوڑیں گے۔ پچارہ کبہرہ سے کھاس صرٹی پر اہاج ہوا۔ ہدی کی جڈا لڑکی بھی ہوئی۔ اب زندگی نہیں گزاروں گا۔ چارہ کبہرہ سے لڑکی ہے اسے چاہو کر بھارے اسے بڑھا میں گے۔" جگت نے کھری آہمیری۔ "سنہا صاحب کے ساتھ آخری لڑائی بھی مگر وہ بد نصیب تھے۔ ان کی طرح میرا بھری ساسی بھی بیٹھ کے لے اہاج ہو گیا۔" جگت کو خونوں یاد آ گیا۔ "کرہیں ڈاکو کروہ نہ کرنا تو اس کی جان نہیں بچ سکتی تھی۔" جگت رو میں بول گیا کہ ہر ہوشیار ہو گیا۔ "خیر جانے دو بابو کی۔ ابھی سب یاد کرنے سے قاعدہ بھی کیا؟"

"نہیں جگت شکوہ! تمہیں بتانا پڑے گا۔" کھار تاحہ پاپ کو اٹھ رے میں اُٹتے ہوئے لے۔ "مجھے یہ سب معلوم کرنا ہے۔"

"معلوم کر کے آپ کو کیا کرنا ہے؟" جگت بھول گیا کہ وہ ٹیل کے ڈیٹی سے بات کر رہا ہے۔

چند من کا رو تا ختم کیا۔ اس نے آٹھ کروہ دو با پھر ایک گھونٹ پانی پیا۔ ماں جی تنہا غصوں۔ اسے دیکھ رہی تھیں۔ نظر جھکا کر چند من لوی۔ "دیر وہیں کے باپو سے میں نے پوچھا کہ وہ کمر چھوڑ کیوں چلی گئی تو انہوں نے بے ڈنڈی سے جواب دیا۔ "وہ اسی سے جا کر پوچھ لو"۔ "میں نے جا کر اپنے میں ان سے معلوم کرنے کی کوشش کی تو مجھے بے الفاظ میں سنا دیا۔"

"کیا بولا میرا کھاپ؟" اس کی بلند آواز میں پولیس۔ چند من اب ان کے سامنے دیکھ کر بولی۔ "دیر وہیں کے باپو نے کہا۔" دو تمہارے شوہر جیسے ڈاکو کے ساتھ بھاگ گئی۔ "دیر میرے سامنے دروازہ دروازہ سے بند کر دیا۔"

"اس نے تمہیں ایسا کہا۔؟"۔ "ماں جی کو جوش آ گیا۔ مگر سارا جوش انہوں نے دیر پر ڈالا۔" "تمہیں کہہ رہی تھی کہ اس کی حرکات ابھی نہیں ہیں۔ دیکھا آخر بھاگ گئی کسی ڈاکو کے ساتھ۔" "ماں جی کا غصہ حد سے بڑھ چکا تھا۔"

"مگر ماں جی! میں! انہیں کیا کہوں؟ یہ سن کر وہ ایک دن بھی ٹیل میں نہیں رہ سکیں گے۔" چند من کی آواز بولی۔ "بے بھکان اکنارے آئی ہوئی کسی ڈوب جائے گی۔"

"نہیں نہیں چند من۔۔۔ ایسا نہ بول۔" اس کی جھجھکیں۔ "دیر کا جو کچھ بھی وجوہت پر اس کا زخمیرہ پڑنے ڈو ل کی۔ میں راستہ کر لوں گی۔ تم لاہور جانے کی تیاری کرو!"۔ "ماں جی نے مضبوط سمجھ کر کہا۔ جگت منطوم کرنے تو کہنا دیر دھڑلے میں ہے۔"۔ "دو! انہیں میں پڑ گئی۔ اب مضبوط بنے بغیر چھٹکارا پا مشکل تھا۔"۔ "میں جی! میں ان سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

"شوہر کے شکہ کی خاطر عورت کو جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔"۔ "ماں جی پولیس۔"۔ "آج تک میں۔۔۔ جھوٹیں بولی تھی کچھ کر دھکا ہے مگر آج ساس بن کر کہہ رہی ہوں کہ تمہیں جگت کو ج بات کسی قیمت پر نکھر بتانی۔"

"پھر میں ان سے ملاقات کے لئے نہیں جاؤں گی۔"۔ "چند من نے ہچکچاے بغیر کہا۔ ساس کو آنکھیں پھٹک نکس۔ چند من کو کہہ رہے ہیں۔ "میں جی نظر آ رہی تھی۔ وہ جاتی تھی کہ چند من جگت سے جھوٹ نہیں بولے گی۔ اسی لئے جگت سے ملنے سے انکار کر رہی تھی۔"

"اگر تم نہیں نہیں تو جگت کی بھی جانے والے سے ضرور پوچھو گے کہ چند من کیوں نہیں آئی؟"

کیا جواب ڈو ل؟

"جس طرح حاسرہ سمجھو۔۔۔"۔ "چند من آواز میں بولی۔ "کہہ دینا چاہتا ہو گئی ہے۔"

"وہ بھی جھوٹ ہی ہوگا۔"۔ "ساس کی آواز کا کھڑ چند من کچھ لے۔ وہ تپ کر روئی ہوئی بولی۔

"پھر کیا کروں ماں؟ میری کچھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"میں جاؤں گی چند من۔۔۔"۔ "ماں جی نے تیزی سے فیصلہ کیا۔"۔ "چاہے مجھے دو آدمیوں کے ساتھ

پر جھوٹ بولنا پڑے۔"

"دو کون ماں جی؟"۔ "چند من نے ملے میں آ گئی۔"

"ہاں۔۔۔ ایک جہر سے سر جو جہر سے پوچھیں گے کہ آخری لے ہو کیوں نہیں جاری؟"۔ "انہیں

”میری مدد کرنے والوں کو پریشان کرنا ہے کیا؟“  
 کیدار ناتھ کی گردن اٹھتی تھی۔ بکت کے چہرے سے سخت تاثرات دیکھ کر وہ اس کا حراج کچھ گھٹے  
 ”ارے۔۔۔ تمہاری غلط فہمی، تم ڈاکو سے اب بڑا سنبھری اور مجھے انسان بن جاؤ گے یہ جانو  
 کر کچھ خوش ہوئی ہے۔ مجھے تم سے یہ اطلاع نہیں چاہیے، وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ کچھ دیر فکر  
 کر پھر پوچھا۔ ”کیا تم موت کے ڈر سے پولیس کے طالب ہوئے؟“  
 ”کیا کہہ۔۔۔؟“ بکت کا چہرہ بڑھ گیا۔ ”موت کے ڈر کی بات کرتے ہو یا بوجی۔۔۔؟“ پھر دوا  
 کا غصہ نکالنا ہوا فقیر مار کر سن دیا۔ ”میں اب تک زندہ ہوں اسی بات کا کچھ مجھے بکت ہے۔“  
 مگر کیدار ناتھ اس طرح چھوڑنے والے نہیں تھے۔ ”پھر تمہیں زندگی سے بکت پولیس کے طالب  
 لے آئی۔“

بکت کچھ دیر تک ڈپٹی جیلر کی آنکھوں میں دیکھا رہا۔ وہ دس گھنٹہ نہیں روک سکا۔ ”باورچی ادا  
 پڑے کچھ لوگ بات کا پتھر بنائے بیٹھ جاتے ہو۔ میں کیوں طالب ہوا اس کی کچھ خوش خبریں ہے  
 میں نے اپنے آپ سے کبھی یہ سوال نہیں پوچھا۔“  
 ”جی ہاں بکت تنگ پولیس سے معاہدہ کرتے ہوئے تمہارے ذہن میں کس کے خیالات تھے؟“  
 کیدار ناتھ کی خند بھی جاری تھی۔  
 ”ڈپٹی باور! آپ بھی کمال ہیں۔“ بکت اتنا کہہ کر گیا، پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ”اس وقت  
 میرے ذہن میں تین گوروں کے خیالات تھے۔“  
 کیدار ناتھ کی آنکھیں سوالیہ انداز میں پوچھنے لگیں۔ ”کون سی۔۔۔؟“  
 ”ایک تو میرے لئے ترقی ہوئی ماں، دوسری مجھ سے بڑا مگر جدائی برداشت کرتی ہوئی میری  
 بیوی اور تیسری۔۔۔ بکت ڈک گیا۔ لہذا کیدار ناتھ نے فوراً پوچھا۔  
 ”دوسری کون۔۔۔؟“  
 بکت نظر جھکا کر بولا۔ ”میرے دشمن کی بیوی۔ جو میرے ساتھ بڑاگ آئی تھی۔ دیر و مدد  
 کرتی تو آج بھی میرے ہاتھ میں ڈنگیری جگہ داخل ہوئی۔“ پھر مذاق میں بولا۔ ”اور آپ مجھ سے  
 کچھ معلوم کرنے کی ہمت نہ کر سکتے۔“  
 ”عجب بات ہے۔“ میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کیدار ناتھ بولے۔ ”دشمن کی عورت نے جھینور  
 ٹھیک کر دیا۔“

”میں بڑا ہوا بھی نہیں تھا۔“ انہیں درمیان میں روک کر بکت بولا۔ ”اور سہرا ہوا بھی نہیں  
 ہوں۔ جیسا تھا وہاں یہی ہوں۔“ پھر اس نظر حوروں سے ڈپٹی اُسے دیکھنے لگے۔ اسی لمحے مولیٰ اندر آ  
 گیا۔  
 ”صاحب! قیدیوں سے ملاقات کے لئے آنے والے لوگوں کی درخواستوں پر دستخط کر دیں۔“  
 انہیں یہ دفن انداز کی پسند نہیں آئی مگر پورہ کیر کا لے چار بجائے لہذا وہ جلدی سے دستخط کرتے  
 گئے۔ بکت کو یاد آ گیا کہ اس سے کوئی ملاقات کرنا آج آیا ہوگا۔  
 ”مگر نو سو ساٹھ۔۔۔!“ صاحب ایک خط پر دستخط کرتے ہوئے ڈک گئے۔ ”اچھا ہوا تین گوروں  
 میں سے ایک سے ملاقات کا مجھے موقع ملے گا۔“ پھر اسٹارٹ کر بولے۔ ”تمہاری ماں ملنے آئی ہیں۔“  
 ”ماں ملنے آئی ہیں؟“ بکت چونک گیا۔ پھر دل میں بڑبڑایا۔ ”مگر چندن آنے والی تھی۔“  
 کیدار ناتھ نے ملاقاتی لوگوں کے کاغذات پر دستخط کر کے ایک درخواست اپنے پاس رکھ لی۔  
 باقی کاغذات اردی کو لٹا دیئے۔ ”نوسو ساٹھ سے ملاقاتی کو یہاں لے آؤ۔“  
 بکت کو بکت ہوا۔ ”مگر باورچی! ماں کو یہاں کیوں بلا رہے ہیں؟“  
 کیدار ناتھ کمرے سے نکل کر پوچھنے لگے۔ ”بکت دروازے کی جانب ایک تک مہموں نے لگا۔ چندن  
 آئی تو بہتر تھا۔ ویدو کے متعلق ماں سے معلوم کرتے ہوئے پتہ چاہت ہوئی ہے۔ ماں کی دروازے  
 میں کڑی نظر آئیں۔ اُن کے پیچھے جیل کا میٹ تھا۔ بکت کو دیکھ کر پل بھر کے لئے اُن کے جی تھم  
 گئے۔ کڑی پوچھنے ہوئے صاحب کو دیکھ کر ماں نے آنکھوں سے جھپٹکے والے آنسوؤں کو بڑی  
 مشکل سے روکا۔ قریب آ کر نظر پھر کر بچے کو دیکھا۔ ”بیٹا۔۔۔!“ اُن کے لب کپکپاتے اور بکت نے  
 پسینہ پھیلا دیا اور ماں جی نے اُسے سینے سے لگایا۔ کیدار ناتھ کچھ اُٹھ کھڑے ہو کر بچے کو دیکھ رہے تھے۔  
 بچے کی پشت پر ہاتھ بھرتے ہوئے اُس نے عموں کا کہہ سنے کا کئی ٹکٹل کیا ہے۔ اُن کی  
 اُپوں میں نہیں آتا۔ آقا کا تو بے کسوٹ کے شان سے پر ہر ہے تھے۔ بچے کی جدائی میں  
 وقت سے پہلے بوجی بی بی کے آنسوؤں کی آج بکت نے عموں کی۔ ”ماں! مگر تو سب حے میں  
 ہی۔“ ڈپٹی سوبی کی موجودگی عموں کر کے اُس نے ماں کو اپنے سے الگ کر لیا۔  
 ”ماں بیٹے! اہم سب سڑے میں ہیں۔ تم ٹھیک تو ہو؟“  
 ”تم ہی کو میں کبھی بھلا نظر آتا ہوں؟“ بکت نے ماں کے آنسوؤں سے بولے کہا۔ ”میں تو مجھ  
 و آقا کہ تم مجھے پہچان نہیں سکتی۔“

”جیل کا کل نہیں کا۔۔۔ ماں اندر ہی ہو کر بھی بچے کو نظیر دیکھے پہچان لیتی ہے۔“ ماں جی نے لاؤ  
 ”میں بکت کے رخسار پر پت لگاتے ہوئے کہا۔ ”ماں! آکر بیٹا آنکھیں ہونے کے باوجود ماں کو پہچان  
 نہیں سکتا۔“ پھر دھڑکی بولی۔ ”مگر بکت! آقا کیسے نہیں ہو۔“  
 بکت پوچھنا پاتا تھا کہ چندن کیوں نہیں آتی؟ مگر ایسا پوچھنا مناسب تھا کیونکہ جیل میں  
 ملاقات کے ایک رشتے دار کی چھوٹ ہوئی ہے۔ چندن آئی تو ماں سے ملاقات نہ ہوئی۔ ”ماں!  
 چندن کو ٹھیک تو ہے؟“ اُس نے دوسرے طریقے سے پوچھا۔  
 ”ماں بیٹا۔۔۔ دینی والی تھی۔ اس عمر میں رین کا سفر مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ مگر آخری لمحے وہ  
 الگ تھی۔“  
 ”ڈک کیوں گئی؟“ بکت نے پریشان آواز میں پوچھا۔  
 ”ماں۔۔۔ تین دن کے لئے پھر نہیں آ سکتی تھی۔“ ماں نے نظر جھکا کر کہا۔ بکت سمجھ گیا۔ وہ بار بار  
 ایک ایک کی خبر پوچھ رہا تھا مگر ویدو کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے اُس کی زبان نہیں اُٹھ  
 رہی تھی۔ ماں کی کوئی اسی سوال کا ڈھواڑا۔  
 انہوں نے بات کو سمجھنے کے لئے کہا۔ ”بکت! تمہارے لئے کپڑے لائی ہوں۔ مگر جیل  
 والوں سے دروازے پر رکھ لے۔“

پیشانی پر سزا کی مہر کا کمر عدالت روز نے مجرم کو چیل بھجوتا ہے۔ پھر اسے نمبر سے پہچانا جاتا ہے۔ سزا ختم کر کے جانے والوں کو کارکنان کے پرانے پکڑے اور جیس، سزا کے دوران حرور دی کی ہوئی رقم لوٹاتے ہیں جس کے ساتھ تھقی کی گوانٹا نامی ماہی داہن لوٹا جاتا ہے۔ بدنامی کے اس دائرہ کے باہر جانے والا شخص کہاں جانے لگا؟ اس کی کنیٹش والوں کو کھنکھن ہوئی۔ لیکن یہ وہ پھر چیل!

جانب دیکھا تھا نہیں۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "رہا ہونے پر برقی دی انہیں سلام کرنے جاتا ہے۔ صاحب خفہ کھٹے میں آ جاتا ہے۔ انہیں اچھا نہیں ہوگا۔"

جگت کے چڑے پر غصہ ہو گئے۔ گرجش کو شت کرنے والے سیکلین کو وہ سلام کرنے چاہئے۔ اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ سوہن سنگھ بگھے انہوں نے معاملہ سنایا لیا۔ "صاحب! ہمیں فرین پکڑی ہے۔ ادھا گھنٹہ کا سوئے گا سوئے گا۔ سوہن سنگھ کی آواز میں عاجزی تھی۔ "پھر بھی جگت بڑے صاحب کوں جائے گا۔" پھر جگت کا دھیان ملانے کے لئے کاغذ میں لپٹے ہوئے جوتے نکال کر کہا۔ "جگت انہیں جہن کر دیکھو! جہن میں برابر تو آ رہے ہیں؟"

جیل کے حساب دان نے سوساٹھ نمبر برقی کے حساب کی رقم تیار کر رکھی تھی۔ "تمہارے کھاتے میں ایک سو پچیس روپے سات آنے اور تین پائی بنتی ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے کاغذ اور قلم بڑھا لیا۔

"اُس پر دستخط کرو۔"

جگت نے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا بڑھایا۔ حساب دان بھی گیا۔ لہذا انگوٹھے کا نشان لگا کر قلم ہاتھ میں لپٹے ہوئے جگت کو عجیب سامعہوں ہوا۔ نوٹ میں ہزاروں روپے کی جیر تحریر کرنے والے کی حلت جڑوری کی یہ پہلی کئی تھی۔

"برابر کی نو؟" حساب دان نے کہا۔ تب وہ مسکرایا۔

"کتنی کی ضرورت نہیں ہے۔" پھر کچھ روپے سبز پرکھ کر بولا۔ "میری جانب سے یہ روپے سبز کو تین کر دینا۔" ان میں سے سوا دو سو پندرہ روپے چنانہ ہو گئے۔

جیل کے بڑے دروازے کی کڑکی کھلی۔ جگت کے باپ اور ماما کیلے باہر نکلے۔ ڈپٹی سوبر جگت کو رخصت کرنے دروازے تک آئے۔ جگت نے ہاتھ جوڑے تب اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر وہ بھرانے ہوئے پلٹے۔ "جگت! آکر چارے ہو تو گھر والوں کے ہو کر رہنا۔ پرانی دھنکی بھول جانا۔" پھر بیارے سے ہاتھ تھپتھا کر بولے۔ "جاؤ! تین دن پر ہو گئے۔"

گیت کی کڑکی سے باہر نکلنے کے لئے جگت کو بھاننا پڑا۔ باہر کی کھلی ہوئی شاہی تازی نظر آئی۔ بلند گیت پر نظر ڈال کر اُس نے منہ پھیر لیا۔ اُس کے ننھے پھول گئے مگر سامنے کھلا آسمان دیکھا اور چہرے پر روشنی آ گئی۔ بیڑی یا رائل کے بغیر ہاتھ آئے کچھ جیلے مملوم ہونے لگے۔ ذور کڑے ہوئے ہزارہ اور باپ کو انتظار کرتا دیکھ دھیزی نے اپنی کئی جانب بڑھ گیا۔

○

دو تاج گاؤں میں جگہ جگہ بستی بٹ جاری تھی۔ کوئی کہتا۔ "شام کو دیکر رہا ہو کر رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اب ٹھیک ہو گیا ہے۔" بابا کو اور چندن کو کے لئے سونے کا سورج طلوع ہو گا۔ بے جاری دونوں گورتوں نے بڑے ڈکھ اٹھائے ہیں۔ بہو نے تو اطمینان سے اپنے شوہر کا پہلو بھی گرم کیا تھا۔ آخر کوکھانے نے ان کی جانب دیکھا۔

کوہ پرائی دھنکی گویا کر کے بول اُٹھتا۔ "بھوان کسی کو کس دھنکی سے چکر میں نہ ڈالے۔ دونوں خاندانوں نے یہی خوار دی اٹھائی۔ سوہن سنگھ کے تو نصیب ہی پھوٹ گئے۔ تین جوان بھائی ما۔ لے گئے اور بیوی نے طلاق لے لی۔ جگت کی نظر میں نہ آنے کی خاطر بے چارہ گھر اور کھیت فروخت کر

جگت ہنس دیا۔ "مگر اس وقت میرے پاس ایک پائی بھی نہیں ہے۔"

"یہ بھی جانتا ہوں۔ رقم تو جاتے ہوئے دھنکی ہوتی ہے۔ لہذا ایک تادو لکھی دو گے؟"

"جاؤ۔" پانچ چوٹی ڈول گا گئی۔

یہ کن کر خوش ہوا وہ چلا گیا۔ سوارو پے کی شخصیت سے اُس کا دل اچھا ہو گیا تھا۔

جیل کے ڈپٹی میز پر سر جھکا کر کچھ لکھ رہے تھے جب جگت اُس کے اُٹھنے میں داخل ہوا۔ کر جگت کو دیکھتے ہی وہ حیرت میں ڈوب گئے۔ جیسے اُن کی آنکھیں بے پائے کو تار پائیں تھیں کچے در پہلے برقی کے لباس میں دیکھا تھا وہی توجوان ہے۔ ذورہ کسی سفید کی مٹھا ہوا چوٹا بھری ہوئی جاکٹ، سر پر سفید صاف، پتلی سونچوں کے کناروں کو ٹپل دے کر اوپر کی طرف چڑ گیا تھا۔ داڑھی کے بال چمک رہے تھے۔

"واہ سوساٹھ! تمہارا تو زور پل بدل گیا ہے۔" کیدار تاجھ کی حیرت کم نہیں ہوئی تھی۔

"بابوئی! تو سوساٹھ نہیں....." جگت نے غصہ کیجے میں کہا۔ "جگت سنگھ بگا نہیں۔"

"ات تیرے کی....." کیدار تاجھ کی آنکھیں جھلکیں۔ "تم تو پھر نکلنے سے پہلے ہی دل....."

"جگت کے لب مسکرائے۔" صاحب! میں جیل میں قاتل مگر میرا دل باہر بھٹکتا تھا۔" کیدار:

پوچھنے کوئی جاہک باہر کیوں بھگ رہا تھا؟ کس کے فراموش میں بھٹکتا تھا؟ مگر وہ سوال مناسب تھا۔ لہذا خاموش رہے۔ جب جگت نے پوچھا۔ "بابوئی..... میرے باپ کا پول ہیں؟"

"واہ! اُچی آتے ہیں۔" کیدار تاجھ نے جگت کے کٹے ہوئے بیروں کی جانب دیکھ کر کہا۔

"جوتے خربے نہ؟" جگت کو عجیب سا لگا۔ "اسنے سے کام کی خاطر اس وقت بازار دیکھ کھانے کی ضرورت کی تھی؟"

"ہاں....." جیسے تمہاری زبانت لے جانی ہو، ایسے جوش اور مسرت سے تمہارے باپ! آئے ہیں۔" جگت نے کھلی آنکھوں سے دیکھا۔

"جب میری شادی ہوئی تو ہارات لے جانے کی اُنہیں حسرت رہی تھی۔"

اُسی لمحے سوہن سنگھ اور ہزارو آ گئے۔ یہ تین کر کڑے ہوئے جوان بیٹے گو دیکر باپ! پیار سے بھر گیا۔ پردس کیا ہو گیا ماما بھی داہن نہ لوٹنے والا ہو اور ایک آجائے دیکھی انہیں۔

ہو رہی تھی۔ جگت آگے بڑھ کر باپ کے چروں میں بیٹھ گیا۔ چار سال بعد جگت کے جوان باز انہوں نے ہاتھ پیر اور ہزارو سے ملے جیسے صرف آٹا بھال سکے۔ "بیٹا....."

جگت ہزارو کے چن چھوٹا تھا مگر اُس نے فے انہوں میں لے لیا۔ دونوں جوان تک ایک دوسرے سے مل گئے۔ ہزارو نے جگت کے زخماں چم لے۔ ڈپٹی سوبر کی سرے کھڑے گئے۔ "چلو.....! ان حساب لے آؤ! اب پھر میں نہیں دروازے تک چھوڑنے آؤں گا۔"

"میرے بابوئی! اچھے بھانے کی اتنی جلدی ہے؟" جگت میں اب دل کھول کر مذاق کر رہا تھا۔ "انہوں نے اچھے بھانے کی اتنی جلدی ہے؟" انہوں نے اچانک یاد کرتے ہوئے کہا۔ "بھائی جاتے ہ

سو پر صاحب کو سلام کرنا نہ بھولنا۔" جگت کے چہرے پر اچانک سچی آگئی۔ کیدار تاجھ نے بھی

اور ادا سے ماں نے جنت کے ذخیرہ پر کامل کائنات لگا دیا پھر اسے ادا دے۔ یا۔ بیٹے کو بیٹے  
ہے گانے کے لئے اس نے پائل پیلا دیں مگر جنت کو کچھ ایسا جوش آگیا۔ اس نے اس کو دونوں  
انگوٹھوں سے بلوکر کے گول گول نمونہ شروع کر دیا۔ اس سرسبز ماری جیتی۔ "ار۔ پائل اچھے  
لہا لے لے گا۔ سب کے درمیان اس طرح۔" اور اس نے سسکر کہا میں کوئی تیز نہ دیا اور ان کے  
پتہ میں نہ چھا دیا۔ اس کا جی جا کر وہ چندن کو بھی اسی طرح ہاتھ پر اٹھا کر تھماتے مگر لوک لاج  
کے ادا سے بند کر گیا۔ "تائے پاس جا کر ان کے جرن چھوئے اور چار پائی پر بیٹھ گیا۔  
"اب آپ کی حیثیت کیسی ہے؟" اس نے تائے سے پوچھا۔

"اب بے جواب دینے کی بجائے جنت کے ماں سے کہا۔" کیا کوئی تمہیں آج تمہارا بیٹا لانا دیا۔  
میری زندگی کا سب سے بڑا لمحہ آج فتح ہو گیا۔" پھر جنت سے بولے۔ "تو اسے اب بھگوان تھے  
اور بلا لے تو کوئی بات نہیں۔ میں یہی دل دیکھنے کے لئے زعمہ رہا تھا۔"

ہار دل میں گھر میں شہر پارا دھیسے میلہ میرا ہوا ہو۔ چھوٹے بڑے سب اسے گھر کر بیٹھے۔ قیل میں  
نزلہ سے ہوئے دونوں کی داستانیں سنیں۔ سننے کے لئے مجبور کرتے۔ جیل میں کیا کھا کھانا  
ہے؟ کس طرح کا کیا کیا جاتا ہے؟ کام نہ کرنے کی صورت میں کیا سزا تھی؟ اس طرح عجیب عجیب  
یہ سوالات کی بوجھاڑ ہوئی۔ یہ سب دیکھ کر ماں کی خوش ہوئیں۔

"تائے کے تیرہ سال کے لڑکے کو جنت سے اس کی بغاوت کے کارناموں کو سننے کی بے چینی تھی۔  
"پانی۔" جیل کی بات بھر کرنا۔ پہلے نہیں بگاڑے اور اڑا کے قہقہے سنائیں۔"

تب اب جی کے کان چمک جاتے۔ انہیں ڈر لگتا کہ پرانی باتیں یاد کرنے سے اس کے ذہن پر  
لہذا ہوگا۔ وہ بول اٹھیں۔ "بھئی اس مکان میں لوٹ، ڈاکٹر کل کے قہقہے سنائے کی کوئی بات نہ  
کرنا کر رہے ہوئے تائے کی کوئی بات مت بھڑو۔"

دشے داروں اور مہمانوں کی بھڑ میں جنت اور چندن کو تھما بیٹھیں تھی۔ دونوں کی نظریں  
گرا تھیں ان میں ملنے کی پیاس بڑی نظر آئی۔ سب کو اس لئے آج آتا اور دونوں نظریں چرا لیتے۔ ماں  
لے لے ایک پار چندن کے کان میں کہا۔ "بھلا اتنے سالوں بعد شو پر گھر آیا ہے اور تو بھی ڈر ڈر  
تھی ہے؟" تھی اوپر ہی منزل پر پہنچائی میں بل لیا کر۔  
چندن بار باریا سے کہہ کر وہ۔ "بھلا مشکل ہو سکتی۔" ماں جی اسی جلدی بھی لگی ہے؟ مہمان  
ہار دل میں جیتے گئے۔ پھر ساری زندگی ساتھ ہی ہیں۔"

جاکے ہیں۔ چندن ایسا کہہ رہی ہے۔ ماں جی تھی رہی تھی کیونکہ اس کی آنکھوں میں شرافت کی  
اب صاف نظر آ رہی تھی۔ جنت کے دل میں چندن سے زیادہ پیاس تھی۔ پہلے پہل اُسے دشتے  
ماں کی بھیڑ اور شہر اچھے محسوس نہیں ہوئے۔ اب سب کی موجودگی میں وہ اپنے آپ کو پرانا محسوس  
نہ لگتا۔ وہ چندن سے تھما بیٹھیں میں کھینک سکتا تھا۔ پھر دیو کے سختی بھی معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ سب  
وہ کا قاتل کر گئے مگر یہ اب تک نظر نہیں آئی۔ رات آچاکا بند سے بیدار ہو کر جنت پر کھڑا ہو  
ا۔ شان رات میں وہ بچہ کا خالی مکان جیتے نظر آکر آ رہا تھا۔ اس نے اس جگہ کھڑے ہو کر پہلی

کے چاچی کے ساتھ دوسری جگہ چلا گیا۔  
"مگر اس کی پیکی کا کیا ہوا؟" کسی غیبت خور عورت نے زبان چٹائی۔ "وہ عورت بھی بو  
زبردست تھی۔ اب شوہر کے بغیر ساری زندگی کیسے گزارے گی؟"  
"اس نے مونہ منگھ کر مودی نہیں مانا تھا۔" دوسری نے آنکھ مار کر کہا۔ "اے تو اب جرن  
جائیں گے۔ جگہ کے تھیل سے رہا ہونے کے بعد وہ چندن کو کی سوت رہے تو تھیں کچھ۔"  
"نہیں۔" ماں بڑھیا لکھی نہیں بچی۔ "ایک بوڑھی عورت نے کہا۔" ان کی زندگی میں  
کی طاقت نہیں کہ وہ دوسری عورت کو گھر میں لاسکتے۔"

اسی بحث میں شام ہو گئی۔ جنت کے مکان میں صبح سے سرت کی شہنائیاں بچ رہی تھیں  
دوسرے گاؤں سے دشتے دار ہرات کی طرح مہمان بلائے گئے تھے۔ اب جی کے پاؤں زمین  
نہیں ٹک رہے تھے۔ بار بار کہتیں۔ "آج میرا جنت آئے والا ہے مہمی۔" بات کی کی نہ کرنا  
سب کو چپٹ بھر کھٹائی کھلا۔ جھجکے سے تم کنا۔۔۔ پھر چندن کوڑے کے پتے نکلتیں۔ "بھلا فوراً چٹا  
ہو جاو۔ شادی والی اور تھی بیٹھنا۔ ارے کوئی چندن کوڑے بال بنا دو اسہاگ رات جیسا اس کا سگھا  
کر دو۔" چندن جیسے سمٹ جاتی۔ آج تک برداشت کئے گئے ڈکھن کا بھگوان نے ایک ڈا  
میں بدل آتا رہا تھا۔ اب سرت میں وہ دل رہی تھی۔

دشے ہونے سورج سے مغرب میں غروب ہونے سے پہلے آسمان کے کناروں پر گھلا چمک  
دیا اور چمکے ہوئے سرسرا رنگ نے پورے آسمان پر رنگینا لہرے چھلا دیے تھے۔ جنت کو لے کر  
والے رات بڑے سے تھیل کے پٹے کی کھینچوں کی جھکاڑ اس کے ارہن بھرے ذل میں گولہ پال کر نہ  
گئی۔ "آگیا۔ آگیا۔ آگیا۔" کا شور مگر چندن کوڑے سے ہاگ رات کو کمرے میں داخل ہونے  
ہوئے شوہر کی آنکھ پر تھی کسی سرت محسوس کی۔ جگہ کے راستے لڑکھائی اور دانے سے  
انسانی سردی سے بھری ہوئی تھیں۔ سب لوگ جگہ کو دیکھنے کے لئے بیٹھ گئے۔ بھلوگ احزاب  
سے ابھڑ گئے۔ ابھڑ لوگ نارنگی سے۔ جگہ کو دیکھنے کا لاج نہ روک سکے۔ گاؤں کے بچے شو  
کرتے ہوئے رات بڑے سے چمکے بھاگ رہے تھے۔

اور بڑا خادو اپنے سے قریب جا کر ڈکا۔ پہلے سہن سکھ، پھر بڑا اور آخر میں جنت کے رات  
سے نیچے کو دیکھیں۔ قاتل کے گاؤں سے فرار ہونے کے بعد جگہ کو سرت آٹھ سالوں کے بعد لوگ  
دیکھ رہے تھے۔ بہت سے اسے پہچان نہیں سکے۔ اب وہ ایک قد آور شخص بن گیا تھا۔

وہ چونک کر آ کر خبر گیا۔ اب وقت بہت ہی عورتوں کے درمیان گھری ہوئی اور ہاتھ میں تھا۔  
لے کر ہاتھ پال کر رہنے کے لئے بچپن ماں کی نظر آتے تھیں۔

"بیٹا کچھ دیر پھر جا کر اسے تیری آئی آنا دے گی۔" جنت ابہر کر دیکھنے لگا اور چندن پر نظر ہکا  
کھڑا گیا۔ ماں جی آسکر مری آنکھوں سے جنت کی آئی آنا دے گی تھیں۔ ایک بار اس کی نظریں اسے  
والے مکان پر بھی پڑیں پھر کھار کھار گئی۔ وہاں تالا لٹکا دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ غور غور اور یاد آئی  
دیو کی تلاش میں اس کی نظریں ایک ایک عورت کے چہرے کو دیکھ لگیں۔ مگر وہ نظر نہ آئی۔ کبھی آئی  
نکل گئی۔ اندر آگن میں چار پائی پر لیٹے ہوئے نانا کو دیکھ کر وہ سسکا دیا۔ بیٹے کو کسی کی بھری نظر نہ لگے



بارود کو دیکھا تھا۔ کپڑے دکھائی ہوئی کیت نکلتی ہوئی اس کی نکلیاں کی چوڑیاں مکھ دی تھیں۔ جگت کو خالی جگت پر کسی کے موجود ہونے کا احساس ہوا۔ ناخوشی کی یادوں سے اس کا ذہن بھڑ گیا اور وہ بری طرح سے جھپٹے ہو گیا۔ ”دو دیکوں نہیں آئی؟ کہاں ہو گی؟“ سوچاں مکھ کر خالی کر کے کیوں چلا گیا؟“ سوالات ہتھوڑے کی طرح اس کے دماغ پر ضربیں لگا رہے تھے۔

پانچ تین دن بھان بن رہے تھے۔  
جگت بارش کو دھرتی نے اپنی آنکھوں میں سمیٹ لیا۔ چار دھرتی کل انھی اور سو دھرتی کی مٹی کی مکھ نے دھرتی کے بیڑوں کے ذہنوں میں خوشبو کے فزائے بھردیے۔ شام ڈھلے بارش جی بھر کے بری اور دھرتی جل تھل ہو گئی۔ رات گھر کی آؤری منزل پر جگت اور چندن کی بار بھائی میں لڑنے پیار کی پیاس دونوں کو پاگل بنا رہی تھی۔ دونوں ایک دوسرے میں دم ہو جانا چاہتے تھے۔ جیسے دونوں کی پیاس بچھ رہی تھی مگر اس پرست کڑی میں جگت کے ذہن میں ایک خیال مسلسل گردش کر رہا تھا۔ وہ دوسرے متعلق معلوم کرنے کو بے چین تھا۔ اس کی خبر معلوم کرنے کی خواہش زور کرنے لگی۔ ”گھر بات کیوں تک آکر دواں لوٹ گئی؟“ بھائی کے اس نڈک کو لمحہ میں چندن سے مرو کے متعلق معلوم کرنا مناسب نہیں تھا۔ اپنے شوہر کے ملاپ کے وقت وہ کسی دوسری گھومت کو یاد کرے یہ کون سی بھئی برداشت کرتی ہے؟ جگت کو شبہ کا تھا۔

جگت کی دھوپ نے دھرتی کی گلیاں مچھ لی۔ جگت نے کھڑے ہو کر جگت پر سے رانستے کی جانب دیکھا۔ کسان بل لے کر کیتوں کی سمت جا رہے تھے۔ وہ تیزی سے بچھے آیا۔ چندن بار بھئی خانے میں جی لہڑا مان جی سے بولا۔ ”مجھے ناشتہ دے دیں۔ مجھے جا رہا ہے۔“  
ماں بھی چونک اٹھیں۔ وہ باہر کہاں جانا چاہتا تھا؟ دوڑ کے پاس؟“ انہوں نے پکپکاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”جیسے اس وقت کہاں جا رہے ہو؟“  
”پکپک مجھے ناشتہ دو پھر بتاؤں گا۔“ جگت پراسرار انداز میں مسکرا رہا تھا۔ ماں کی خوف محسوس ہوا۔ چندن ناشتہ لے کر مسکرائی ہوئی آگئی۔

”ہاتھ منہ دھو لیں! ناشتہ حاضر ہے۔“ اس کے جسم کے ہر عضو سے خوشی چمک رہی تھی۔ مگر ماں جی کا چہرہ بھج گیا تھا۔ ”ناشتہ کون سے ہوئے جگت سے؟ انہوں نے دو ایک بار پوچھا۔  
”جگت! بہت جلدی ہے باہر جا رہے؟“ ایسا کہی خالص کام ہے؟“  
جگت نے اڑو جواب دیا۔ ”ہاں ماں! اگلے بخیر کام نہیں چلے گا۔ مجھے حیرت ہے کہ چار پانچ دن سے مجھے کیوں یاد نہیں آیا؟“

ماں جی خوف زدہ نظروں سے جگت کا چہرہ دیکھنے لگیں۔ پھر دھیمے لہجے میں پوچھیں۔ ”تمہارے

پاپو سے ہوتے ہیں۔ وہ بیدار ہوں، بھر جانا۔“

”نہیں ماں۔“ وہ بیدار ہوں اس سے خوش مجھے جانا ہے۔ وہ نہ وہ روک لیں گے۔“ اور ماں جی کو یقین ہو گیا کہ وہ آج تک جس گھڑی کوئل رہی تھی وہ آگئی ہے۔ جگت ناشتہ ختم کر کے پانی پی رہا تھا۔ انہوں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اسے جانے نہیں دیں گی۔ انہوں نے شوہر کو بیدار کرنے کے لئے قدم بڑھا کر پکپک کیا؟ جگت کا دوسرا ارادہ نکلا۔ اس نے براہ رے میں سے علی

لیا کر شانے پر رکھا۔ اب ماں جی کی آنکھیں کھلی گئیں۔ خوف کی جگہ مسرت نے لے لی۔  
”اے چندن! دیکھتا تو۔۔۔ جلدی سے یہاں آؤ۔۔۔“ چندن باہر دوڑ آئی۔ جگت کو کچھ کر اس نے ہر قسم کے نظر خارج آگئی۔ علی شانے پر رکھ کر کھڑے ہوئے جگت میں اسے پہلی بار کسان نظر آیا۔ ماں جی جگت کے پاس دوڑ گئیں۔ ”اے اگلی اس کی جلدی کیا ہے؟ کچھ دیر آرام کرو۔۔۔ کیتوں کی جلدی نہ کرنی ہے۔“

”نہیں ماں۔“ اب بیٹھے بیٹھے سستی ہو رہی ہے۔ باپو سے کب تک محنت کرانی جائے؟“ پھر نہ کرولا۔ ”مٹی نہیں آئی؟“ انا تو راضی تھا۔“ کوئل جا چکے گا۔“

ماں رز گئی۔ ”نہیں جگت! کیتوں میں کسے ساتھ دیکھ کر میں خوش ہو گئی ہوں۔ کسان کے بیٹے کی ماں تو دھرتی ہوتی ہے۔ آج مجھے یقین ہو گیا کہ میرا بیٹا ہمیشہ کے لئے کھ لوت آیا ہے۔ جاؤ۔“  
لہذا اجمار نے ہاتھوں دھرتی سے آگے سے گھڑی دانے مجھے مسرت سے زیادہ مجھے لگیں گے۔“  
جگت دوڑانے سے قریب گیا۔ اسی لئے عقب سے چندن کو کئی کی طرح چبکی۔ ”میں کیت پر ہلاؤں کیا؟“ جگت نے سر ہٹا کر دیکھا۔ چندن کی آنکھوں میں دھڑکی مستی چمک رہی تھی۔ ”جگت! وہ کب کی طرح دھرتی کسان کیوں پر پھیلا کر جگت نے“ ہاں! میں جلدی اور دوڑانے سے روک گیا۔ جگت کی کاپیہ پھیلا سواؤ۔۔۔!!

○

شانے پر ملی کر جگت کے کواتے دیکھ کر اگر دھرتی کے کیتوں والے کسان کام چھوڑ کر دوڑ آئے۔ ان کی آنکھوں میں جھپٹیں دکھائی دے رہا تھا۔ ایک بوڑھے سے مسکرا کر پوچھا۔  
”کرے جگت! کیتوں میں چلا آتا ہے؟“ اس پر جگت نے اٹھا اسی سے سوال کیا۔  
”چاہا! آپ کو راضی چاہی آتی ہے؟“ یہیں کر سب میں دئے۔

بہت چھوٹا تھا ان دونوں جگت سکول سے ہماگ کر کیت پر آ جانا۔ باپو پوچھتے تو کہتا۔ ”ماستر سب کے پیٹ میں تکلیف کھی لہڑا جھپٹ ہو گئی۔“ جگت کا پیلے بھی خیال تھا کہ باپو کے سامنے من ہولنا پب نہیں کرے۔ جگت بولا بہت بڑا باپ ہے۔ کیت میں باپو کے ساتھ ملی ان کی مندرگرتا سب کو سن سکتے۔“ پیلے اٹھ کھٹا کھٹا آگئی تو ساری زندگی گزری ہے۔ پھر جگت میں کہتے۔ ”جگت! اجمار سے ماسٹر جب ملے ہیں تہا دی شکایت کرتے ہیں کہ تقسیم میں بالکل سرفرا۔“ جگت ہونٹ کھوکھو پر بھتا۔ ”باپو! مسٹر کیا ہے؟“

تب باپو تلی کی ڈم مروڑتے ہوئے کہتے۔ ”ایک کے بعد کا چھوڑا ہندس۔۔۔ یہ بھی جھپٹیں نہیں

”نہیں باپو۔“ ”بھولے جگت نے جواب دیا۔“ میں تو ایسی تین کا ہندس رکھ رہا ہوں۔“

وہ نے گلہ نہیں جگت کو یاد کیا۔ ”اے افسوس ہوا کہ وہ نہ تو کھتا پڑھنا بھی سکھائے کیت کرنا۔ جو لو کھتا وہ چھوڑنا پڑ گیا۔“

”وہ کچھ چندن کھانا ہے آئی۔ کیت پر کام کرتے ہوئے شوہر کو کھانا بھیجنا کے لئے آنے کا لی میں پھلا دانتھہ۔“ چال میں پھرتی اور چہرے پر حیا کی سرخی لائے وہ جگت کو مل چلا تے۔ سو

”کیوں..... دیر وہیں سے ملنے کی بہت جلدی ہے؟“ وہ طنزیہ انداز میں پوئی۔ مگر پھر وہ سنبھل گئی۔ ”وہ بہت سمجھدار ہے۔ جانتی ہوگی کہ گھر رشتے داروں سے بھرا ہوگا اُس نے سب کے دو مہمان

ہمیں گے۔ قول دیو باپ ایسا نہیں کریں گے۔ "چندن کی پائلیں جھج گئیں۔

جگت نے اسے پیادہ بھرے انداز میں چلو میں دہرایا۔ "اپنے دل سے ڈر نکال دو چندن! مگر کچھ نہیں بولنا تاکہ کیا کرنے کی ہمت کس نے کی؟ ہمارے دشمن نے.....؟"

"نہیں نہیں....." چندن نے اسے درمیان میں روک لیا۔ "وہ مسلمان تھا۔ اس کے ناخن پر لہ لگی ہوئی تھی۔ ممکن ہے چوری کرنے آیا ہو بیچارہ۔"

"بے چارہ....." جگت نے سخت لہجے میں کہا۔ "ڈاکو کے گھر میں گھسنے کی تم نے سزا دے دی؟"

"مگر میں نہیں، صرف جیت پر چڑھنے کی سزا ہے۔ کے معلوم انداز کر دو! میں کو قاضی بھی نہیں؟" "مگر یہ چندن چونک گئی۔ "مگر دیکھو! باپو سے نہ کہنا۔ میں نے اور ماں جی نے اُن سے چھپایا

"تم سب ہونے اور کیا کیا چھپایا ہے؟" جگت نے مذاق میں کہا۔ مگر چندن ترپ گئی اور جو لہجہ چھپایا تھا کہہ دینے کی خواہش زور کر گئی۔ مگر ساس کی قسم نے اُس کی زبان روک دی۔

خون نے بات نالنے کی غرض سے جگت کے ہاتھ سے ڈیپے لیے ہوئے کہا۔ "لے آئیے! میں اسے بیچک دوں۔ میں نے آپ کو بتانے کے لیے اسے حفاظت سے رکھا تھا۔"

مگر جگت نے ڈیپے میں دلی۔ "اس کی جلدی ہے یعنی ایہ تو تمہاری بہادری کی نشانی ہے۔ ہم نے حفاظت سے رکھیں گے۔"

"مجھے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں بتانا۔" چندن نے ضد کی۔ "مگر جگت نہ مانا۔" مجھے ایک غصیت کو بتانے کے لیے اسے دکھانا ہے۔ "چندن چوکی۔ دیر دو

ان کی بات اور ہی تھی۔ "تم نے بتانے کے لیے.....؟" چندن نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

جگت نے اس کے خوشامبر پر چنگی لیے ہوئے کہا۔ "ہمارے بیٹے کو..... بڑا ہو کر دو کہہ سکے گا کہ ارباب ڈاکو تھا تو اس کی کہیں تھی۔"

چندن کے چہرے نے شرم کر جگت کی گود میں سر چھپا لیا۔ جگت نے آج پہلی بار باپ ہونے کی ندا کی جس کی خوشی کے طور پر چندن کی انھیں مسرت کے آنسو بہا نہ لگیں۔

○

ہوائی کے لئے چلنے لگا تھا۔ لہذا سوہن سنگھ شرم کے وقت ہی بیدار ہو گئے۔ سر ہاتھ کر کے جا میں

دیکھ کر چندن انتظار کرنے لگی۔ جگت بیدار ہونے کے بعد نیچے اُتر آئے اس سے ویشتر وہاں جی سے

بہت کہہ کر دیتا جا تھی۔ سوہن سنگھ روزانے کی کڑی بند کر کے گئے تب ماں جی پوچھا کرنے بیٹے

فراموش۔ چندن اُن کے قریب آ گئی۔ "ماں جی! آپ پوچھا میں نہیں، اس سے ویشتر میں آپ سے کہہ کرنا جانتی ہوں۔" سرگوشتیانہ

کا مٹی جی ہوئی چندن کو ماں جی دیکھ کر کہیں..... "مگر ماں..... کیا بات ہے؟"

ویشتر جگت ڈیپے کا دھکن اٹھا چکا تھا۔

گھر آ کر سب سے پہلا کام اُس نے اوپر آتے ہوئے صندوق کھول کر پرچی منیال کر رکھنے؛ کیا تھا۔ چارسال سے اُس نے جان کی طرح اس پرچی کی حفاظت کی تھی۔ کسی کے ہاتھ نہ لگا جائے

اُس سے پرچی چھپانے کے لئے صندوق پسند کیا۔ صندوق کی تہہ میں دو پرچا ہوا چھپا تھا کہ اگر اُس کے ہاتھ ڈیپے لگ گئی۔ لہذا اندر سے اس جلدی سے پرچی ڈیپے میں رکھ کر صندوق کی تہہ میں رکھی اور

تیزی سے نیچے چلا آیا۔ اُس کو یہ خیال نہیں ہوا کہ ڈیپے میں چھپا اور بھی ہے۔ مگر اس وقت ڈیپے کھول کر

دیکھ کر پرچی ہاتھ میں لی کر اُس کے نیچے پڑی ہوئی چیز پر جگت کی نظر میں آئی۔ "ارے..... اس میں کیا ہے؟" "پتھر؟ چندن کا دل دھڑکا ہوا نہ لگا۔ جگت کی حیرت بڑھ گئی۔

"ارے..... تو کسی کا ناخن ہے۔" اُس نے کا ناخن معلوم ہوتا ہے....." اُس نے سر ہٹا کر چندن کی

جانب دیکھا۔ چندن کا چہرہ پسینے سے جھجک گیا تھا جیسے ابھی رو دے گی۔ ٹوٹ جائے گی۔ وہ لڑ رہی

تھی۔ خیر جگت نے غصے سے کہا کہ کوئی غلط بات ہوئی ہے۔ جو اس سے چھپائی گئی ہے۔ "چندن! تم اتنی

گھبرا کیوں کی ہو؟" جگت نے اُس کی پشت پر ہاتھ پڑا۔ "ارے پسینے سے تمہاری پشت جھجک گئی

ہے۔" "مگر ڈیپے میں دیکھنے لگا۔ ناخن کے ساتھ ہی سوکھے ہوئے گوشت کے ڈزے سے اُس کی انگلی اُٹھانے اُس

نے یاد کیا مگر گھر میں کسی کا انگوٹھا نکلا ہوا نہیں تھا۔ پھر یہ کس کا انگوٹھا تھا؟ کیوں حفاظت سے رکھا گیا

تھا؟

چندن نے غصے سے کہا کہ جگت کچھ چھڑ جائے گا۔ اس صورت میں غلطی پیدا ہوگی۔ اس خطرے سے

ویشتر کہہ دینا چاہئے۔ ہمت کرتی ہوئی بولی۔ "پتلے! آپ اُس کو سب بتاتی ہوں۔ یہ انجانے شخص کا

انگوٹھا ہے۔"

"انجانے آدمی کا انگوٹھا ہے.....؟" جگت کی حیرت بڑھ رہی تھی۔ مگر انجانے شخص کا انگوٹھا ہے

اتنا جاننے کے بعد اسے اطمینان ہوا کہ ویر کا نہیں ہے۔ "اوپر والی کوٹ کا گوشت کاٹنے سے باپو کی لاد ہو گئے ہوتے۔ اُس رات میں اور ماں جی گھر میں

اسکی نہیں۔" چندن نے غصے سے کہنے لگے کہ کبھی شرم نہ لگا۔ "پھر نصف شب کے بعد کوئی شخص

جیت پر چڑھ کر گھر میں داخل ہونے کے لئے دروازے کی زنجیر کھول رہا تھا۔ پتلے جیسے گھبرا گئی پھر

نہ جانے کس طرح مجھ میں ہمت آئی اور صندوق سے تھوڑا نکال کر میں نے زنجیر پر دوا کر کیا اور انگوٹھے کا

نکلا اڑ گیا۔ وہ فرار ہو گیا مگر نشانی چھوڑ گیا۔

جیسے سامنے کی بات نہ ہو اس طرح وہ دھسٹن اور حیرت کے لئے چلے انداز میں چندن کو دیکھنے لگا۔

"ہم..... تو آپ نے اُس وقت بہادری دکھائی اور اب اُس کا سوچ کر لڑ رہی ہیں چندن؟"

اُس کی پشت پر چیت بھڑا کر وہ بولا۔ "مجھے نہیں شاباش دینی پڑے گی۔"

جیسے دل کا بوجھ لگا ہو گیا اس کی طرح چندن بھی۔ "مجھے آپ سے شاباش نہیں ایک قول چاہئے۔"

"قول.....؟" جگت نے سنجیدگی سے کہا۔ "آج بڑی پر اسرار رہی گی ہو۔"

"اب یہ اسرار نہیں بلکہ آپ سے بات چھپائی گئی کیونکہ مجھے ڈرتا....." مگر کچھ گھبرا کر بولی۔ "یہ

واقعہ سننے کے بعد آپ اُس شخص کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ پھر انتقام کے لئے میدان میں



"تم کتنی ہوتی ہو کبھی اس گھر میں قدم نہیں رکھوں گا۔" کہتے ہوئے جگت نے جھکے۔  
چھڑایا اور ایک ہی جگت میں چوکھٹ پار کر گیا اور ایک جھکے سے باہر کی ذخیرہ لڈی۔ جاتے۔  
اُس نے سنا۔ ماں بند کھڑکی پر سر تکی رہی تھی مگر جگت طوقان کی طرح فرار ہو گیا۔!!



تاؤ کے کھیت پر سے لی ہوئی گھوڑی پر چڑھ کر وہ درو کے گھر پہنچا۔ وہاں تالا تھا۔ کھلی کے  
ساتھ لے کر جہاں دیر کا پاب کھیت میں کام کر رہا تھا، وہاں چلا گیا۔ اُس کا نام سن کر درو کے باپ  
دل پیڑھ گیا۔ "درو کہاں ہے؟" "اُس نے جاتے ہی سوال کیا۔ جواب کے انتظار میں آخر  
لاٹھی کی پرچی سے اُس کا ڈنڈا لڑیا۔ درو کے باپ نے لرزے ہوئے کہا۔

"آپ ابھی آ رہے ہیں۔ بیٹیس! اپنی وہ ذخیرہ بیٹیں بھر جاتا ہوں۔"

"مجھے ابھی جواب چاہیے اور چار چوبیس چاہیے۔" اُس نے دانت چیں کر کہا۔

"سچ ہی بتاؤں گا بھائی! اور دو کا پاب روٹی صورت بنا کر بولا۔ "وہ غلط صورت تھی۔ چار  
بیش حفاظت کر سکا کرتین ماہ کیلئے نظر بچا کر بھاگ گئی۔"

"بھاگ گئی یا کوئی انوار کر کے لے گیا؟" جگت کر جا۔

"دونوں باتیں سچ ہیں میرے باپ۔ میرے نصیب پھوٹ گئے۔"

"نصیب پر بھروسہ نہ پانچے بھوکے اک کون انوار کر کے لے گیا؟" جگت کا چہرہ سرخ ہو گیا

"جب انوار کر کے لے گا نام سنا تو اُس کا چہرہ سفید پڑ گیا۔

"پہن انوار کر کے لے گیا۔" جگھارا سا کہی۔

"پہن؟" "جگت نے ہونٹ کانے۔ اُس کی آنکھوں سے فٹلے نکل رہے تھے۔ "تم؟"

رہتے ہو؟

"مجھے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ؟" وہ چار چارے سوگرا تانوا بولا۔ "جاتے ہوئے کہا کہ

جگت نیل سے رہا ہوا اس سے بہتر درو میری ہی ہو جائے گی۔"

جگت نے گھوڑی کو تانوا لگا گئی مگر پھر رنگ کر بولا۔ "اگر تیری بات جھوٹ ثابت ہوئی تو وہ  
نوٹ کر تیری کھال اتار دوں گا۔"



بھوک پیاس کی پرواہ کئے بغیر۔ آرام کے لئے ڈکے بغیر جگت دکنی ہوئی گرمی میں بچن کی  
ٹاش میں جھنگے لگے غفلت کا زہر اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ ہاتھ چیر میں فولادی ذخیرہ  
میں کرخت کی اندھیری کوٹھڑی میں پانچ سال تک وہ کیوں بھنسا رہا تھا؟ یا جس گھر کی عداوت کی  
ناظرہ وہ ڈاکوتا اس گھر کے سکون کی خاطر پوچس کے حوالے ہوا۔ اسی گھر میں اُس کی ماں نے قدم  
رکھنے کی ممانعت کی۔ "کیوں؟ درو سے ملے جاؤں کیا یہ پاب تھا؟ کیوں اُس نے مجھ سے  
گئی بات چھوٹی؟ چھن کو قسم دے کر ماں نے اُس کے لب ہی دہکے۔ "درو دل پیڑھ ہے یہ جانتے  
کے باوجود اتنے دن گھر میں بند رکھا؟ میں رہا ہو کر آیا اس کی خوشی منائی، سارے گاؤں کو کھانا کھلایا،  
عمر تقسیم کی۔ سب نے موج اُڑائی۔ اور درو کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟ اُس کا خیال کسی نے نہ کیا۔  
سب مٹاؤ کے رشتے دار ہیں، ماں، باپ، محنت۔ نہیں۔ چھن کا اس میں کوئی تصور نہیں ہے۔  
اب یاد آ رہا ہے کہ جب میں درو کے متعلق معلوم کرتا وہ اُداس ہو جاتی۔ گھر سے نکل رہا تھا تب  
ماں نے رو دکا کر وہ بچاری ایک لفظ نہیں بولی۔

"اور چھن؟" "جگت نے گھوڑی کے پہلو میں زور سے ایڑا لگائی۔ بھر دانت چیں کر بویا لیا۔  
"بچن؟" میرا جگر جان دوست۔ جیسے میں نے درو کی دلچسپی بھال کے لئے کہا تھا وہی درو انوار کر  
کے لے گیا؟ نہیں نہیں۔ دل نہیں بنتا۔ درو کا پاب اس قدر جھوٹ کس لئے بولے گا؟ ممکن ہے  
بچن کو میں نے اُس کی مجبور اُچالے الگ رکھا اس کا اُس نے انتقام کیا ہو؟ گھر میں اُسے نہیں  
بھجوزوں گا۔ بے ایمانی کا حساب سود سمیت وصول کروں گا چاہے کچھ ہی چڑھ جاؤں۔"

درو کیا کسی خوشی بچن کے ساتھ فرار ہوگی؟ نہیں درو۔ تنہا ہی خاطر۔ تنہا ہی پرچی کے  
انوار میں سے نکل کے سہ سہ لے۔ میں شان سے تنہا رہے پاس آ جا جاتا تھا۔ دنا دے  
تھے گھرایا، سانج نے جسے بدنام کیا اُس عورت کا ہاتھ تمام کر میں کھلانا چاہتا تھا۔ اب بھی باپاں  
میں سے تنہا رہا لگا کر نہیں حاصل کر کے ملوں گا۔" خیالات کا جھرم اُس کے ذہن کو گھیر رہا تھا۔  
دل کے نرم احساسات کے درخت زمین میں ہوتے جا رہے تھے۔ بچن کی تلاش میں اُسے بہت  
بھگانا پڑا۔ پرانے اندامروں سے اُس کا سلسلہ ٹوٹ چکا تھا۔ جگت کو دیکھ کر سب خوش ہوئے مگر  
بچن کہاں ہے؟ اس کی اطلاع انہیں بھی نہیں تھی۔ اُس نے دو چار کی زبانی بھی سنا کہ بچن اب  
غروب ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے سامنے ٹوٹ پکے ہیں۔ جیسے کے لئے روزنی جگہ بدلی پڑی ہے۔  
پہلیں بری طرح تنقید کر رہی ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اُس کے پاس اسلحہ اور کا قوس  
نکے نہیں ہوں۔ اب وہ زہر دہرے تک نہیں رہ سکے گا۔

سورج ڈھل رہا تھا۔ تب جگت کی ایک پرانے اندامرو سے ملاقات ہو گئی جسے بچن کا پتہ تھا۔



ہا میں سکتا تھا اور خود وہ جو جانتا تھا وہ بھی جھوٹ نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔ "نہومان! بچن! دیر کو انخواہ  
نہ سے یہ بات میں کبھی نہ مانتا نہ مگر خود دیر کے باپ نے کہا کہ تمہاری رہائی سے پہلے بچن خدا سے  
آواز لے گیا۔"

"اور تم نے مان لیا؟" نہومان غصے سے بولا۔ "وہ در کا باپ لا لیا ہے۔ پولیس نے اسے لا لیا  
کہ کر کا گھانا لیا ہوگا اور اسے یہ بات پڑھائی۔ یہ اس طرح ہیں کہ اس نے لڑائے کی ایک چال ہے  
بہت۔"

"وہ در کو انخواہ کرنے کی اور کوئی شخص بہت نہیں کر سکتا یہ جیسے ماننا پڑے گا نہومان! میری رہائی  
کی خبر میں کر کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔" جت رگ گیا۔ اب اسے جو کہ کتنا تھا وہ کہتے ہوئے زبان  
اٹھ رہی تھی۔ چپکاتے ہوئے آخر اس نے کہا۔ "مگر یہ نہومان! کہ بچن نے اپنی بے ایمانی تم  
کو چھائی ہو۔" نہومان سوچ میں ڈوب گیا کیا جت نے دوسرا سوال کیا۔ "تمہیں بچن کے برادر  
ہم مگر کتنے محسنوں کی آخری تحریک ہمارے کہ دوران؟"

نہومان لرز گیا۔ خالی نظروں سے وہ جت کو دیکھتا رہا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کی عقل کم ہو گئی  
ہے۔ جت جواب کے انتظار میں تھا۔ لہذا کہا پڑا۔ "ہاں۔۔۔ ابھی یہ کچھ ہے جتن نظر آتا ہے۔ کبھی  
میری رات کو نہیں لوٹتا۔" پھر نہومان نے جلدی سے کہا۔ "مگر وہ تو ہے، ابھی اور پولیس سے بچاؤ  
کی فکر کی وجہ ہے۔"

"تمہیں نہومان!۔۔۔" جت نے اسے روک لیا۔ "مگر تو ضرور اس نے دیر کو کسی جگہ رکھا ہو  
گا۔ اپنا کی محنت نہ مل سکی اس کا انتقام مجھ سے لینا چاہتا ہوگا۔ دیر کی عزت کے کر یا اس بھرا جا ہو  
گا۔" جت کا جوش بہت زیادہ تھا۔ آخری الفاظ اس نے رات میں کہا داکے تھے۔ "مگر میں بچن  
کو پہچانوں گا کہ میں اس کی جان کے کر ایمان ہوگا۔ بے ایمان!۔۔۔ دونا نا۔۔۔  
بے ایمان جت کی زبان سے ادا ہوئے تھے کہ عقب سے کبھی ہوئی رات میں اس کے قدموں کے  
پاس آگری۔ دونوں چونک گئے۔ بچن دروازے کے درمیان کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر درد  
اور ہراس تھا۔ انھوں نے غم جھک رہا تھا۔۔۔

"جو جت آٹھا ڈرا رات میں۔۔۔ اپنی خواہش پوری کر کے ظالم تم نے ناقص الفاظ سے میرا دل چیر دیا  
ہے۔ اس قسم کی چیز ڈالو۔"

بچن کی دنیا ایک آمد اور سیڑھی کے لئے جت تیار نہیں تھا۔ وہ سنانے میں کبھی بچن کو کبھی قریب  
پڑی ہوئی بندوں کو دیکھنے لگا۔ پھر رات میں جت سے کر بقی کی بھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ نہومان کی  
سامنے اوپر ہو گئی۔ مگر بچن غرور کر رہا۔ دونوں کی آنکھیں گرا میں۔ جت کو بچن کی آنکھوں میں  
پانی نظر آیا۔ جرم کا ایک بھی نشان اس کی آنکھوں میں نہیں تھا۔ جت آٹھ میں پڑ گیا۔ کیا کہنا؟  
کیا کہنا؟ جس قسم کی اس سے پلے ہو گیا۔

"بچن! بچن! اس نے سنا؟" بچن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کا  
دھیمان نگاہ کو بے چین کرنے لگا۔ "پھر تازہ! تمہارا کیا جواب ہے؟ میرا ایک بچ ہے یا جھوٹ؟"  
"جواب تو جت! تمہیں دینا ہے۔" بچن ذرا بھی حرکت کرتے بغیر بولا۔ "اگر تمہیں اب بھی یہ

میری رہے ہیں۔ پولیس ساری پادری کو صاف کرنے پر تلی ہے۔ ڈاکو ڈاکو اب کافی مشکل  
ہے۔ کھانے کی بات چھوڑو کا کر اس بھی قرض سے لے رہے ہیں۔ مجبوراً تمہارے جسے آ  
استعمال کی اور وہ بھی میں نے اسے بہت کھینچا تب بچن مانا۔ برو جت اب تمہیں دوتی سے  
بیارا لگا ہے کہ اس طرح حساب لینے دوڑنے آئے؟" نہومان ایک سال میں بولی گیا۔  
جت کے چہرے کی سرخی ختم ہو گئی۔ پھر کبھی وہ غصے کو قابو میں نہ کر سکا اور نہومان کے ج  
پر چائنا نہ دیا۔ "بے خوف! تم یہ سمجھو ہو کہ میں پیسے کا حساب لینے آیا ہوں؟ مجھے ایسا ایک طرف  
لایا ہے؟ پھر میرے دوست کو چائنا داتے ہوئے بھجھتا آیا اور اس طرح گھبراے ہوئے لے  
بولا۔ "نہومان! میں پیسے کا حساب لینے نہیں آیا۔ دیر کی تلاش میں آیا ہوں۔ پوری بات سے  
اٹنی سیدھی ہانگے گئے ہو پھر مجھے کہتے ہو کہ میں پہلے جیسا رہا۔"

چائے کے جواب میں نہومان نے شاید جت کے جڑ سے پھوٹا مار دیا ہوتا۔ مگر دیر کی  
آئی جب اس کے ہاتھ کی محک مل گئی۔ "جت۔۔۔ دیر کی تلاش؟ یہاں؟ کیا ہوا دیر کو؟" اس  
جلدی سے پوچھا۔ جب جت نے ایک آنکھ ابھری۔  
"معلوم ہوتا ہے بچن! یہ نہیں خبر نہیں ہونے دی۔" پھر آپ ہی آپ اس کے دانت  
گئے۔ "نہومان! بچن دیر کو انوار کے لئے کر لیا ہے۔ میرے ساتھ اس نے خداری کی۔ دوسرے  
تھا اور دنا باز لگا۔"

"جت! تم کیا کہنا کر رہے ہو؟ تمہارے دماغ میں شیطان داخل ہو گیا ہے شاید۔" نہو  
پھر جوشیار ہو گیا۔ "تم بچن پر ایسا الزام دھر رہے ہو جس نے دیر کی سلامتی کی خاطر رات کی  
حرام کی اور اس کی خلاف ورسی کر رہے ہو؟"

"نہومان! ہم کچھ نہیں جانتے اس وقت میں دل پر کیا بیت رہی ہے؟ تمین ہمارے دیر وا  
ہے۔ اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ بچن اس کی سلامتی کی خاطر پندرہ حرام کر رہا ہے؟ بولو! تمہیں خبر تم  
دیر کو کوئی انوار کے لئے کر لیا ہے؟"

بچن نے کافی کرم ہو گئی۔ نہومان ہانگوں کی طرح بن رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا  
بھاری لہجے میں اس نے کہا۔ "جت! اوہ دلو پڑ ہے یہ تمہیں کس نے کہا؟"

"میں خود اس کے گھر سے ہوا آیا ہوں۔ اور میری زبان اور ہائی سے پہلے یہ معلوم تھا۔" جت  
دانت میں لے۔ "مگر میں نے مجھ سے چھپا دیا کسی کو اس عورت کی تجبیری کا خیال نہیں آیا۔  
کے سے میری محنت کا خیال نہیں گیا۔" جت کی آواز ہلکے گی۔

"جت! تمہاری یہ بات سچ ہے کہ میں سنا ہے ہم نے اس کی خبر نہیں لی۔" نہومان بھجھتا  
والے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "اس کے بارے میں پیارے کو قصور نہیں ہے۔ پولیس کو پتہ چل گیا کہ  
برادر ہمارے باپ کو گھر میں دے آئے تھے لہذا بچن کو بھڑانے کے لئے چال بچھائی گیا۔ بچن بڑے  
جان بھاسا۔ وہ تو جان کی بازی لگا کر جانے کو تیار تھا مگر میں نے اسے روک لیا۔ تمہاری رہائی  
وقت ہو گیا تھا لہذا میں نے اسے خطرے میں نہیں پڑنے دیا۔"

جت! انجمن میں پڑ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کچ کیا ہے؟ نہومان جھوٹ بولے

لے میں جلد بازی نہ کرنا۔ پہلے مجھے اُس سے بات آگھائی ہے۔ یہ یاد رکھنا۔  
 "بہتر۔۔۔" بچپن کے ہمیشہ دوستوں اُس کے ہاتھ دیر کے باپ کو کھم کرنے کے لئے جھل رہے  
 تھے۔ دو تین بار نہ کھڑے پراغز سے جواب ملا۔

"گھولیں ہوں۔۔۔ کون سے اس وقت؟"۔۔۔ جگت نے بچپن کو آٹھ ماری۔ دونوں میں سے کسی  
 نے جواب نہیں دیا۔ چکدیر بعد کسی کی آٹھ ماری دی۔

دروازے کے کھولنے سے کھلے ہوئے حصے سے فائوس کی روشنی دکھائی دی۔ دونوں چپ  
 اپ کھڑے رہے۔ دروازہ کھلتے ہی دونوں چپ باپ اندر داخل ہونے کے لئے تیار کھڑے  
 تھے۔ دروازے کے پاس آکر آہٹ نہ گئی۔ دونوں نے سانس روک لئے۔ گھر کا ایک کھلے  
 حصے سے روشنی باہر آئی اور بچپن نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس حصے سے دو آنکھیں نظر آ گئیں۔  
 "دروازے کے باپ کی آنکھیں تھیں۔ مگر وہ دونوں کو دیکھ کر ایسا خوفزدہ ہو گیا کہ اُس کے ہاتھ سے  
 زون کرنے کی آواز سنائی دی۔

"وہ آنکھیں دیکھ گیا۔۔۔ اب دروازہ نہیں کھولے گا۔" بچپن نے دانت جھن کر کہا۔ اُس کی  
 انتہائی گھبراہٹ اور حیرت میں اندر جانے کی کھڑک پر اٹھ کر اُڑنے لگی۔  
 "کوئی بات نہیں۔ ہم عقب سے دو پار کو دروازہ داخل ہوں گے۔" جگت نے کہا اور بچپن اُس  
 کے عقب میں سر کھٹے لگا۔ دونوں کو ڈر تھا کہ بوڑھا عاشر چائے کا گلوگ بیدار ہو جائیں گے۔  
 وہ پار سے دونوں دھار چاند کر اندر گئے۔ ایک دھماکے سے کمرے کے اندر کا دروازہ بند  
 ہوئی کی آواز سنائی دی۔ بچپن کا فصد بڑھ گیا۔

"یہ خوف ہمارے سامنے آتے ہوئے گھر بار ہے۔"

جگت نے کمرے کا دروازہ ہلاتے ہوئے دھکی دی۔ "بوڑھے اور دروازہ کھول۔ ورنہ مکان کو  
 آگ لگاؤں گا اور تو توند میں جل کرے گا۔" دونوں نے بہت خوشی کی مگر دروازہ نہیں کھلا۔ جگت نے  
 اندر تھکی تھلا کر کہا۔ "اگر تم نہیں جانتا تو دے دو تم جیسے نہیں کچھ نہیں کہیں گے۔" اس کا جواب  
 ہی نہیں ملا۔ جب بچپن کا ضبط جگت گیا۔

"دو بدستار کھک جانے کی گھر کر رہا ہوگا۔" یہ کہہ کر وہ دروازے پر زور سے لات مارنے  
 لگا۔ اب جگت نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ دونوں کی مارے پرانے دروازے دھماکے سے کھل گئے۔  
 باہر اندر سے کمرے سے باہر تھیں۔ بچپن نے تارچی کی روشنی میں سب کو دیکھ لئے۔ چار پائی  
 ٹیبلٹی۔ روشنی کی تیر کھوتی ہوئی ایک جگہ گئی۔ دونوں کے لوں سے "اوہ۔۔۔!" نکل گیا۔  
 ہر کا باپ جگت سے نکل رہا تھا۔ اُس کے حلق میں جھڑکی کا پھندہ پھنسا ہوا تھا۔ چہرے پر روشنی

اٹلی۔ دو کے باپ کی لمبی زبان نکل رہی تھی۔ جگت نے آدھ بھری۔  
 "اب یہ زبان بھی ہمیشہ کے لئے بند ہوگئی۔ بیکار کیا۔ موت سے ڈر کر تالاق سے خودکشی کر لی۔"  
 لاش کو اسی حالت میں پھونڈ کر دونوں باہر نکل گئے۔ جگت کے ذہن میں لاش کی طرح ایک  
 سال تک رہا تھا۔ "اب۔۔۔؟"

گاؤنی سے باہر آتے تک دونوں خاموش رہے۔ پھر ایک جگت بولا۔ "اب ایک جگہ تلاش

یقین ہو کر میں نے دیر کو انعام کیا ہے تو اس کا جواب رات کی کوئی سے دو۔ ورنہ۔۔۔" وہ  
 گیا۔

جگت نے جلدی سے پوچھا۔ "ورنہ کیا۔۔۔؟"  
 "اور اگر تمہیں مجھ پر اعتماد ہے تو پانچ سال بعد ملے ہوئے پار کے جوش سے مجھے بانہوں  
 بھر لے۔"

"تمہیں نہیں۔۔۔" جگت نے پریشانی سے کہا۔ "میں بیوقوف ہوں۔۔۔ میرا دماغ کمزور  
 ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے رات کی چھک دی۔ "بچپن! میں دشمن کی چال میں پھنس گیا تھا۔ غلط افرو  
 کے لئے مجھے معاف کر دینا دوست!۔۔۔" کچھ جگت وڈ کر بچپن سے پلٹ گیا۔ بہت دیر تک وہ  
 پلے رہے۔ وہ ماننے سے توجہ دلائی۔

"جگت! انہما سے براہ رویہ شادی کرنا ہے۔"  
 جب جگت کو خیال آیا کہ تیرا دوست بھی حاضر ہے۔ وہ ہوشیار رہے بھی گئے ملا۔ "بوشیار!؟"  
 ہوا تم سب ایک ہو گئے۔ "پھر انہوں کرتے ہوئے بولا۔ "مجھے کمال کی موت کی خبر نہیں  
 تھی۔ بیکارہ بری طرح مارا گیا۔" پھر رو رہی بولا۔ "پھر بھی آخر تک ہمارے دوست نے بہادر  
 سے مقابلہ کیا۔"

چکدیر کے لئے خاموشی جمائی۔ پرانے ساتھیوں کے ملاپ کی خوشی جگت کو نہیں ہو سکی تو  
 کے خیال نے اُسے پھر کھینچا دیا۔ بچپن اُس کی آواز سمجھ گیا۔ "جگت! برو کی تلاش میں جا  
 تمہارے ساتھ رہوں گا۔ سب سے پہلے میں اُس کے باپ کو گھڑنا پڑے گا۔" پھر بچپن دانت جھن  
 کر بولا۔ "اُس حرام زادے کی چپڑاں میں توڑوں گا۔ بدستار نے میرا نام لیا ہے۔"

"مگر بچپن۔۔۔" انہوں نے فکری کی گھوڑی کا سہارا لیتے ہوئے کہا۔ "اس میں فائدہ ہی  
 اگر تیرا نام نہ لیا جاتا تو جگت نہیں متدکھانے اتنی جلدی نہ دیتا۔"

جگت نے داخل ہونے کے لئے جلدی کی مگر تین ساتھیوں نے اُسے کھانا کھا کر جانے پر زور  
 دیا۔ "جگت! برو کے باپ کے پاس جانے میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں گئے گا۔ ذرا اندر  
 ہوئے دو پھر تم چلیں گے۔"

"میں بھی ساتھ چلوں گا۔" بوشیار نے کہا۔ جب بچپن نے اُسے روکا۔  
 "نہیں۔۔۔ یہاں تمہاری زیادہ ضرورت ہے۔ آج رات میں جگہ بدلنے پڑے گی۔ اس جگہ  
 پولیس کو بواؤ چکی ہے۔"

تلف شب کو جگت اور بچپن ویرد کے سینے میں داخل ہوئے۔ جگت نے بچپن کو بہت سمجھا کر  
 گاؤں سے باہر رہنا تھا جاکر اس کے پیٹ سے چاق بات آگھائی ہوں۔ تمہارے لئے پولیس  
 خطرہ ہے۔ مگر بچپن نہیں سمجھا۔  
 "جگت! تم جوش میں آکر اسے ختم کر دو گے تو تمہاری آزادی چمن جائے گی۔ میں ساتھ رہا  
 وہ کام مجھ سے ہوگا۔"

جگت نے دروازے کی زنجیر دیڑی آہستگی سے کھلائی۔ پھر بچپن کو اشارے سے سمجھا کر تم



وہں سے لگایا۔ "لو۔۔۔ دو گھنٹہ لی۔ لو۔۔۔ بچہ کا مان رکھ لو اور نہ یہ بے چاری دل ہی دل میں بچھوے گی۔"

ماں بی بی نے آنکھیں اٹھا کر چند دن کی جانب دیکھا۔ چند دن نے آنکھوں پر پلکیں گرائیں۔ اس نے ثبات سے عادی چہرے پر بڑی سوگ کا پتہ تھا نہ شکایت کا۔ ماں بی بی نے خود اسامانی لی اور تڑپ کر تکیا۔ "بہو! تمہاری بات مان کر اگر جگت سے صاف کہہ دیا ہوتا تو پتا اس طرح نہ پھیر کر دیتا۔" پھر براہ کرم یوں۔۔۔ "بی بی! میں نے تمہاری بھلائی کی خاطر ایسا کیا۔ مجھے کیا خبر کسی کی میری دولت تم پر بھروسہ نہ لائے گی۔"

چند گورے بے شکل آنسو روکے۔ بزرگوں کے مان کی وجہ سے دل کھول کر رو بھی نہیں سکتی تھی۔ ماس کی بہت بھناٹی ہوئی بولی۔ "اس میں تمہارا کیا قصور ماں بی بی؟ جہاں نصیب ہی ملے ہوں وہاں سب اٹا ہوتا ہے۔"

"تم ساس بہو نہ سے کام لو میں سب ٹھیک کر لوں گا۔" "نانا بولے۔" "دوپہر سے کہہ رہا ہوں مجھے جگت کے چبچے جانے دو اب تھو تمہارا سہ کرنا ہے یہاں لے آتا ہوں۔"

"اس کمر میں خواب وہ سر کر بھی نہیں آئے گا باپو جی! ایک باپو نے اسے میرے بہرہ دیا۔ اب ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"اس کمر میں نہ دانا تو میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گا۔" "میرا ہزارہ تمہارے گھر رہتا ہے تو تمہارا جگت سے گھر رہے گا۔ اس میں اتنی سے چینی کس کام کی؟" "نانا بچے ٹھنڈے میں کہا۔

"ماں جی چپ ہو گئیں۔" "میرا کمر سوچ کر آہ بھرتی ہوئی یوں۔۔۔ "یہ بھی نامکن ہے باپو جی!" "ایسا! تم اپنے آپ کو کچھ کمر کی ایسی بات کر رہی ہو؟"

"میں آپ کو کتنی بولیں تب ہی کہہ رہی ہوں کہ یہ آپ سے نہیں ہو سکے گا۔" "ماں جی مضبوط لہجے میں کہنے لگیں۔ "نانا ہاتھ پیلا کر کہہ کرنا چاہتے تھے اسی لئے ماں بی بی نے کہا۔" "جگت وہ تو کوئی لٹا ہے۔ جہاں ہوئی وہاں سے لے آئے۔" "کیا آپ اسے وہو کے ساتھ کمر میں آنے کی ہمت دیں گے؟ آپ سے ایسا ہو سکے گا؟"

"نانا کا نہ تھا۔ کل ذہن بٹلے گا۔ زبان پر الفاظ سوکھ گئے۔ چند دن بھی جھکے سے دو قدم پیچھے نہ گئی۔" ماں بی بی نے کہا کہ ہر دن کے نانا کی ہر داشت سے باہر تھیں۔ وہ تڑپ گئے۔ اور دھڑکا جھکا۔

"ماں بی بی کا سوال نانا کے دل میں تشر کی طرح چبھ گیا۔" "یوں۔۔۔ ایسا ہو سکتا ہے؟" "میرا ذات ہیں کر کہا جاتی تھیں کہ" نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ دشمن کی بی بیات، چند دن کی سوت، بن کر کمر میں قدم روکنے تو میرا ہی باپا خرا جائے گا۔" "مگر وہ الفاظ یوں تک آنے سے پہلے غلطی میں ٹوٹ گئے۔ ہاتھ کی مضبوطی کس کر انہوں نے جنون کو تسلیم کیا۔ کراؤ گھونٹ غصے سے نہ گئیں۔

"دشمن کو کھانا تھا، بات ہو گئی تھی۔"

"مگر یہ سوال تو وہ عورت آئے بھی ہی ہوگا۔" "نانا کو خیال نہیں تھا کہ جگت کی ماں پر اننا اثر ہوگا۔

ماں جی آنکھیں پیلا کر کہنے لگیں۔ "ان کی نظروں میں شک جھٹکے گا۔" "کیا مطلب۔۔۔ آپ نے وہو کو۔۔۔" "اس سے آگے ماں جی بول نہ سکیں۔

کر تا ہے۔ سوہن سنگھ کے گھر۔۔۔!"

"جگت کی ماں! انصاف شب ہونے کو آئی۔ دروازے کی طرف نظریں بھا کر کب تک بیٹھی گی؟" "خود زار، جسم کو آرام لینے لپٹ جاؤ۔" "سوہن سنگھ نے ٹھہرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مگر ماں حرکت کئے بغیر نہیں رہیں۔" "ان کی کھلی ہوئی آنکھیں دروازے پر بھی رہیں۔ دو رو کر دھکیلی، آنکھوں کی چٹیاں بھی سفید نظر آ رہی تھیں۔ سوہن سنگھ کا دل روایا۔ بیٹے کے کم میں کچن وہ پاگل ہو جائے انہوں نے جگت کے نانا کی جانب لاچار نظروں سے دیکھا جیسے سر سے اٹھا کر رہے ہو کر وہ بیٹی کو سمجھائیں۔۔۔" "ماں۔۔۔"

"نانا گہری سوچ میں غرق نہالے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سوہن سنگھ نے شانہ ہلایا تب چونک بولے۔" "ہاں۔۔۔؟"

"جگت کے باپو نے سرگرمی سے لہجہ میں کہا۔" "اس طرح کب تک بیٹھے رہیں گے؟ ان کے دل سب سے زیادہ صدمہ ہوا ہے۔ شاید برداشت نہیں کر سکیں گی۔"

"نانا نے کھٹکا، چار پائی سے کھڑے ہو کر جگت کی ماں کے قریب گئے اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔" "بی بی!۔۔۔ تم خود برا کا خیال کرو۔ اس کے دل پر کیا زبردستی ہو گی اس کا کچھ خیال نہ کیے۔" "تو اسے بہت دینی چاہئے گی!"

"ماں بی بی کے شانہ سے کہنا پڑے۔" "آنکھیں پھرنے لگیں اور غصے سے ایک سسکی ہا۔" "مگلی۔ آنسوؤں کی دکائی دے پئے۔" "پیشانی پر ہندی ہوئی پٹی پر ہاتھ مار کر وہ بڑبڑایا۔" "کس منہ بہت ڈوٹ؟" "کئی ماں نے بیٹے کے گھر میں قدم روکنے کی ممانعت کر دی۔ میری زبان اس وقت کیوں نہ کٹ گئی؟"

"نانا نے اس کا ہاتھ تھم کر لیا۔" "اب افسوس کرنے سے فائدہ کیا؟ غصے میں آدمی الٹا سیدھا بول دے تو کیا اس سے بچنا نہ پھیرے گا؟" "پھر بی بی کا سر میں سے دبا کر بولے۔" "کمر میں آنے سے ممانعت کر دی میری عمر وہ آئے اس انتظار میں تم جاگ رہی ہو کیونکہ تمہیں یقین ہے کہ جگت واپس لوٹے گا۔"

"نہیں! باپو!۔۔۔!" "ماں بی بی کی آواز سسکی کی وجہ سے دھم گئی۔" "میرا بے شکل آگے بولیں۔"

"جیسا آپ کا ہزارہ وہاں رہا جگت۔ آپ نے ہزارہ کو ممانعت کر دی تو یاد ہوگا کہ جب تک آخر دشمن زندہ ہے اس وقت تک گھر کی چوکت پر قدم نہ رکھنا۔ کتنے سال بیت گئے اس بات کو پھر اب تک ہزارہ کے قدم صدمہ پور کی جانب نہیں ہوتے ہیں۔" "نانا کا دل چٹکی ہو گیا۔" "برانڈم کل ہو ایسا دل میں درد ہونے لگا۔" "ماں بی بی سانس لے کر یوں۔۔۔" "جس۔۔۔ اسی طرح میرا جگت ہے آخر جگت کا بچہ ہے، مضبوط چھوڑے گا چاہے ماں کی جان بٹل جائے۔" "بولتے ہوئے ماں کی آنکھیں برسنے لگیں۔

"کمر سے میں بیٹھی ہوئی چند دن جلدی سے دوپٹے سے آنکھیں خشک کیں اور پائی کا پتلا لائی۔" "ماس کے سچے قریب پیلا رکھ کر خاموش کھڑی رہی۔" "نانا نے پیلا اٹھا کر ماں جی۔

ہاں کی آواز جا چک بیگ گئی۔ "دیرو کے بغیر زندہ رہنے کی خواہش ہے کہے ہیں؟ اس کے تصور میں نے پانچ سال کی سخت سزا کا ہے۔" جنہیں تو بہت پہلے چھوٹ کر تم سے مل گیا ہو۔ میں نے بھی اس کا پتہ حاصل کر کے رکھوں گا۔"

بچن کو یقین ہو گیا کہ جگت کو اس راستے سے واپس لوٹا نہیں جاسکتا۔ "اچھا دوست! جب تک ہمیں اطمینان نہیں ہوگا، میں تمہارا ساتھ دیتا رہوں گا۔"

جگت نے بہت لمبی نظروں سے بچن کو دیکھا۔ کچھ دوسرے لیے چھوڑ دیا گیا۔ "نہیں بچن! یہ نہیں ہوگا۔ میں تجھے عام پر جبکہ ممکن ہو سکوں گا۔ کوئی تیری طرف اپنی نگاہیں اٹھاسکتا۔ جبکہ میں نہیں سے بچنے رہتا ہے۔ میں تجھے کام بھی میرے طریقے سے کرنے دوں۔" پھر بچن کا آواز ہوا چہرہ پر کہ جگت نے کہا۔ "میں تیری محبت جیسا تو دوست..... مگر یہ ایک دن کا سوال نہیں۔ کیا معلوم ہوگا کہ پتہ لینے میں کتنا وقت خراب ہو؟ اور اگر تم ساتھ ہوئے تو ہمیں پولیس سے چھپنا پڑے گا۔" جگت کی بات سنی گئی۔ بچن نے بھی محسوس کیا کہ اگر جگت اس کے ساتھ ہوگا تو اس کا نام بھی پولیس کی لاشوں میں چڑھ جائے گا۔

"اچھا جگت! میں تمہارے ساتھ رہنے کی ضرورت نہیں کرتا۔ مگر ایک عہدہ دار کا جذبات میں تم کوئی جھگڑ نہیں اٹھاؤ؟ گھر میں بیٹھ کر یہی شکل کی ہوئی آزادی پھر میں جانتا ہوں۔"

جگت اُنھیں میں پڑ گیا۔ بچن نے اس کا ہاتھ دبا کر کہا۔ "جگت! تمہارا گھر ہے، ماں باپ ہیں اور چندن بھائی جیسے رشتے کے لوگ ہیں۔ کوئی قدم اٹھانے سے خوشتران کا خیال کرنا۔"

جگت نے دیکھ کر ساک بیٹھ کے لئے اس نے گھر چھوڑ دیا ہے۔ ممکن ہے بچن کو پتہ چل گیا تو بڑا بڑا جائے گی۔ بچن سے پتہ کر اس نے اتنا ہی کہا۔ "دوست! امنڈن رو کیا اطمینان نہ دلاؤ اس تو برا نہ ملتا۔ میں دیرو کے لئے تڑپ رہا ہوں۔ وہ لی گئی تو اس طرح نے لے دقت نہیں آئے گا۔" پھر جگت کی کرن پھونچنے ہی دوں اس نے اپنے راستے ہوئے۔ جاتے ہوئے بچن نے کہا۔

"میرا دوست محسوس کرو تو بے دھرم کہلوادینا ابھی جبکہ تم ہمارا مقام ناک گھر میں قبرستان کے قریب میں ہے۔"

"بہتر۔" کہتے ہوئے ہاتھ بلند کر کے جگت نے اسے رخصت کیا اور گھوڑی آگے بڑھا دی۔

انہاں چڑنے پر اس کے ذہن میں خون گردش کرنے لگا۔ سوچنے لگا کہ اس اور مکان چھوڑنا اس کی ضرورت کی ضرورت ہے۔ اس نے دانٹ دینے لے مگر وہ بیوقوف سمجھنے سے بچ کر کہاں جاوے گا؟

آخر ذوقی دیکھ کر سوچا کہ گھر کا پتہ چل گیا۔ وہ اپنی چابی کے گاؤں میں ہی رہتا تھا۔ گاؤں کے سرے پر گروہر نرناب کا مکان تھا۔ مکان میں کون کون رہتا ہے۔ جان کر جگت مایوس ہو گیا۔ چابی سمجھا اکیلے رہتے ہیں۔ پھر دیرو کہاں ہوگی؟ کچھ بھی ہو، سوچیں اگلے سے بات لگانی پڑے گی۔

درو روز سے نصف فرلاک کے فاصلے پر ایک درخت سے گھوڑی باندھ رہا تھا۔ اسی لمحے وہاں کے مکان سے اس نے کسی عورت کو کھٹکے دیکھا۔ وہ چابی کو پوچھا گیا تیز درخت کے تن کی آڑ میں کھڑا ہو گیا کیونکہ دھڑکا کر دیکھ لے تو شور مچا دیتی۔ دھیان سے دروازے کو باہر سے

ناتا درمیان میں گرے۔ "کیا کہتا ہو؟ مجھے اور اسے کیا؟" پھر گھڑی ہوئی بازی سنہا لا غرض سے بولے۔ "میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ دیرو کو کس نے اغوا کیا؟ کہاں گئی؟ وہ واپس لوٹے۔ نہیں کون جانتا ہے؟" تھکا ہار نانا کی زبان بھل گئی۔ وہ سن کر عورت کا نام لے لیا۔ مگر جوش ہوش نہیں رہا۔ "ابھی میں اس کی بحث کیوں کرتی جا رہے تھو کہ میں کہیں سے بگڑ لاؤں تلاش کر کے کھڑے جاؤں گا۔"

چندن بچ نہروں کی۔ "نانا! وہاں آپ نہ جائیں!" نانا چونک گئے۔

جی اور سوچنے لگے جی اس کی بات سے غور ہو گئے۔ مگر چندن برقی رہی۔ "دیرو کے باپ یا اسے شوہر کے گھر آپ طرح جائیں گے۔"

"کس طرح سے کیا مطلب؟" نانا نے پھر چندن کا مطلب سمجھ گئے۔ "آج تم ق من چاہے سوال کر کے مجھے کیوں اُنھیں میں ڈال رہے ہو؟ سب مجھ پر چھوڑ دو۔"

اب بہت زیادہ غصے میں تھے۔ اس خیال سے ماں جی اور چندن خاموش ہو گئیں۔ نانا بات کرنے کے لئے چارپائی پر لین کر بولے۔ "جگت میں جاؤں گا۔ مگر اس سے پہلے تم لوگ تاشیہ کے۔ جو کہ رہنے سے جگت واپس نہیں لوٹے گا سمجھو؟"

کوئی تھو نہ بولا۔ ماں جی کا ہاتھ تمام کر چندن اُنھیں اندر والے کمرے میں لے گئی

چارپائی پر لٹا دیا۔ پھر دیرو کی منزل پر چلی گئی، دل کو حل کر دینے کے لئے۔

نصف شب سے صبح ہونے تک جگت اور بچن مومن سنگھ کا پتہ معلوم کرنے کے لئے بچا بچرے۔ ایسے وقت خاص با احتیاط لوگوں کے سوا کسی اور سے بات کرنی مناسب نہیں تھی۔ لہذا بچا بچا کر گیا۔ جگت تلاش متوقف رکھنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ دیرو کے علاوہ دوسرا کوئی خیال اس

ذہن میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ دیرو کو غائب کر کے کسی نے اس سے زبردست انتقام لیا تھا۔ مگر کون ہو سکتا ہے.....؟

"بچن! تمہارا کیا خیال ہے؟ دیرو کو کس نے اغوا کیا ہوگا؟" گھوڑے روک کر اچانک جگت نے سوال کیا۔

بچن کے دل میں جگت کی اس حالت پر بھر پوری جاگی۔ اس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر بھی بولا۔ "پہلے میں سمجھ رہا تھا کہ اس کا شوہر بھاگ کر لے گیا ہوگا۔ مگر اس شخص میں اس طاقت نہیں ہے۔ اور مومن سنگھ اسے لے جا کر کہاں رکھے گا؟ جس قدرت نے اسے بدنام

آئے گھر میں لا کر گرہ بڑھائی کیوں اپنے سڑے؟"

"ہمارے ساتھ برائی دشمنی کا انتقام لینے۔" جگت بولا۔ "اس کے علاوہ دیرو کا باپ مجھے ا۔

راستے میں چلا تا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ ہم آج اس میں از سر میں ہے اور وہ بچ جائیں گے۔"

مگر بچن کی سمجھ میں بات نہیں آئی۔ اسے جو خوف تھا اس کا اظہار کیا۔ "مکن ہے جگت! دیرو پتہ نہ ملے۔ پھر.....؟"

جگت کی آنکھیں جل اٹھیں۔ "بچن! ایسا کہہ کر تم مجھے مایوس نہ کرو۔ میں باہل ہو جاؤں گا۔

”وہاں محصور کر آیا۔“ اُس کی آواز میں ہلکا سا مسخہ تھا۔ ”اُسے کسی نے اغوا کر لیا۔ یہ آکر باپ کبہرہ تھا۔“

”مجھ سے اُس کی کہاں سے خبر ہوگی؟“ ”مومن سنگھ نے لاہر داعی دکھائی۔ شراب کا اثر تھا۔“

”جس کے ساتھ ریشیہ نہ رہا ہو اور کسی گھر میں نہ ہو؟“

چہ چوہ مگو۔ چہ صاف کرتے اس کا ہاتھ گردن میں پہنے ہوئے تو پر پر کیا۔ تب دیر ہی  
ہائے آئے بے چین گریا۔ اس نے پیٹ بھر کر پیایا، پھر وہ بچے ہوئے پانی کو دیکھا ہوا زندہ  
بندہ ہوئے نکات کے خیال میں گم ہو گئے۔

اندھیرا گہرا ہو رہا تھا کمرائے ہوش نہیں تھا۔ چھوڑی ہوئی گھوڑی دریا کے کنارے زمین پر لوٹ  
اپنے کرشم کی ریت کر ماری تھی۔ اچانک دوڑتی ہوئی جب کے انجن کی آواز پر گھوڑی کے کان  
فڑے ہو گئے۔ مگر جگت کے خیالات کا سلسلہ ٹوٹا۔ جب کنارے پر کر گزی۔ تب اس  
نہریک نے جگت کو چنگا دیا۔ گردن گھما کر عقب میں دو کیٹھے لگا۔ اسی لئے اس کے چہرے سے  
لانا کی روش نکل رہی۔ تیز دوڑتی میں وہ آنکھیں مٹا ہوا دیکھنے لگا۔ پھر دو قدم آگے بڑھ کر غشی  
الانے جھکا دیا اسی آواز سنائی دی۔ "کون..... جگا.....؟" آواز جانی پہچانی تھی۔ مگر کس کی تھی؟  
پہلے تبھی میں نہیں آئی۔ واما چہ مانے ہوئے خیالات کے کھم کو بٹانے کے لئے اس نے سر کو  
بٹکا دیا۔ جب آواز والی شخصیت سامنے آئی اور جگت چھپ چک گیا۔ "ارجن سنگھ..... پوئیس چیف  
ہائیں سنگھ..... اس کے دماغ کی دیکھیں تیں گیں۔ خون ہونی تیزی سے دوڑنے لگا۔

"اے اے اندھیرے میں اکیلے بیٹھے کیا کر رہے ہو؟" ارن سنگھ اس کے چہرے کے  
فہرات جانتا ہوا ہوا۔ جگت نے تیزی سے جبب کی جانب نظر گھمائی۔ دو پولیس والے جبب سے  
بڑھ رہے تھے۔ دوہل کے لئے جگت کا دل پیسے دھڑکنے لگا۔ یہ خوف موہن سنگھ کی گردن واپس  
خویرے میں غائب ہونے کی بجائے دریا کنارے بھاڑا..... جگت نے ہانٹ چکا اپنے اپنے  
آپ سے کہا..... شیر ہو کر ارجن کے ہاتھ میں خرگوش کی طرح پھنس گیا۔ جگت کاپ گیا۔ لاچی  
لٹنے کا موقع تھا، مگر ارجن میں بھیجی ہوئی پر بھیجی کا خول اتا۔ ریت نہیں تھا۔ گھوڑی نظر کے  
دھننے بھر کر ارجن کے گرد دیرمان دیکھ رہا تھا۔ "حق..... اب ہاتھ اٹھا..... اپنے آپ کو سپرد کرنے یا  
دل کی کوئش کر کے شہوت ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

"کیوں جگا کیا سوچ رہا ہے؟ پرانا حساب صاف کرنا ہے؟" ارجن سنگھ گہرائے بغیر بولا۔  
فٹ نے بھر ہونٹ کانے۔ لاچی پر گرفت مضبوط کی۔ دماغ نے ہاتھ کو کھم دی۔ "ادرا..... سی لے  
رجن سنگھ قریب آؤ، اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "اسی نیل سے رہا ہو کر آئے ہو..... اب  
صاف کرنے کی جلدی کیا ہے؟" پھر گھڑی کی جلدی بولا۔ "مگر تا تو کسی اس کا انتظار کر رہا تھا؟"  
جگت کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ اسے اس موقع سننا لے۔ اس شخص کو کہتا رہے جرم.....  
گی پڑ نہیں ہے۔ دماغ کو قابو کرتے ہوئے دو چار منٹ گئے۔ پھر یوں پر سکرابت پھیل گئی۔  
نہی نے سمجھا کہ میں حساب صاف کرنے کی جلدی ہے..... پھر ارجن سنگھ کے چہرے کے تاثرات  
ادھر گیا بولا..... "مجھے ارجن صدمہ پر پہنچنے کی جلدی ہے۔ مٹا کی طبیعت اچانک گھٹ گئی ہے۔ فیڈا گھوڑی  
لائی ہے دو آواز آ رہا تھا۔ "ادرا..... گھڑی کو تھکا مار کرنے کے چھوڑا اور خود میدان بیٹھے گیا۔ پھر  
تہلی پر پڑے ہوئے ارجن سنگھ کے ہاتھ پر نظر کر کے ہوئے اس نے سنی بھا کر گھوڑی کو قریب  
ایلا۔ دھڑب آئی تو اس کی نگاہ تمام لی، پھر اس کی ہٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "دیکھو! جلدی  
میں اس پر زین رکھا میں بھول گیا۔"

جگت نے آخری زور ڈال دیا۔ موہن سنگھ کا پورا جسم اکڑ گیا اور دوسرے لئے موہن سنگھ کی زور  
ساتھ چھوڑی..... جگت نے آنکھیں کھول کر دیکھا، موہن سنگھ کا ٹکڑا اور چہرہ کوئی پر ڈھلک گیا  
اس کے دونوں ہاتھ دوسری دو کوئیوں پر جم گئے تھے۔ پہلے ہوئے میں میں زبان مل گیا تھی  
دیوار سے لگ کر گزری ہوئی موہن سنگھ کی لاش دیکھ کر جگت جیسے ہٹ گیا پھر اپنے ہاتھ  
بتھکیوں، آنکھیں اور آنکھوں کو جگرت سے دیکھنے لگا۔ جیسے خون سے بھر گئے ہوں اس طرح  
جنگ دے۔ موہن سنگھ کے سر وہ چہرے کی جانب نظر ڈالی تے اب لگا جیسے اسی تک وہ قریب  
کہہ رہا ہو..... میں اکیلا جاتا ہوں..... لہذا مجھے بھی تیں اس کو سکے..... اس کے نتیجے اب بھی کچھ  
محسوس ہوتے تھے۔ آج میں نے پر کیا۔

شراب کی نصف بھری ہوئی بوتل پر اس کی قوت چڑھی۔ بوتل اس نے ہاتھ میں اٹھالی۔ مگر  
سنگھ کی شراب کو نہ سے چھوئے کے لئے اسے فزرت جا۔ دانت چیں کر بوتل کی شراب موہن  
کے چہرے پر اٹھ لی دی۔ پھر زور سے دیوار پر بوتل پیچک کر لاچی اٹھالی اور باہر نکل گیا۔  
گھوڑی پر سوار ہونے کے بعد اسے پوری طرح ہوش آیا کہ اس کے ہاتھوں ایک کپ  
ہے..... اب سامنے ڈاکو گری کے قیام سامنے بند ہو چکے ہیں۔ مگر یہودی تلاش کا کیا ہوگا؟  
اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

○

جنون میں آکر اس نے موہن سنگھ کی گردن واپس کر کے مار ڈالا۔ مگر اس حرکت سے وہ  
تلاش کا کام نہیں کیا۔ یہ بعد میں جگت کی سمجھ میں آیا۔ وید کے متعلق میں اکیلا جاتا ہوں۔  
موہن سنگھ کے ہاتھ جبب کیوں اس نے ملے کا واک ڈال دیا؟ کیا وہ جان بچانے کے لئے آئے  
رہا تھا؟ تو پھر اس نے یہ کیوں کہا کہ "جگت! میں کہہ دوں گا تو مجھے زندہ نہیں رہنے دو گے  
شاید موہن سنگھ نے وید سے انتقام لینے کے لئے اس کی ذمہ داری نڈی ہوگی۔

غروب ہوتے ہوئے سورج کی سمت گھوڑی دوڑی جا رہی تھی۔ پھر کمرائے بغیر بولا۔  
ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ کیا وہ وہی اس سے اتنی ہی دور نکل گئی ہوگی جہاں وہ بھی نہیں پہنچ سکے  
اور ممکن ہے وہ پہنچ جائے۔ اس صورت میں وہ اس سے نہیں پیچھے رہے گی؟ وید تو آئے  
رستے پر لانا چاہتی تھی۔ مگر وہ جرم میں کیا۔ کون جانے قسمت اس کے کس طرف لے جا رہی تھی؟  
چھپ چھپ کے بعد درمیان میں رو پڑا یا آتا تھا۔ جگت نے گھوڑی روک دی۔ س  
گھوڑی اس نے چنے کے لئے چھوڑ دی اور خود کنارے پر پانی میں گر کر کھڑا ہو گیا۔ غصہ  
مغرب میں ڈوب چکا تھا۔ رہتا ہوا پانی دیکھ کر جگت کو پیاس تھانے گی۔ دریا پار کے وہ پہنچے۔  
پانی سے پیروں کو چھوئے سے دماغ کو گھوڑی غصہ کی لہر تازگی محسوس ہونے لگی۔ اب آئے  
سکون انداز میں سوچتا ہوا دریا کا پٹ ختم ہو جانے کے بعد دور سے نکلتے تھے۔ ایک راستہ تا  
گاؤں کی جانب چیکے دور سرائے تک گر گئی جانب بار بار تھا جہاں چن کا مقام تھا۔ اسے کہاں  
چاہئے؟ موہن سنگھ کو لگ کر کرنے والے ہاتھ نہیں تیں اس نے پانی میں دھوئے مگر ہاتھ دھونے  
ہاتھ سے گئے گئے کہ نہیں ڈھلتے یہ جانتے ہوئے بھی آئے خود اطمینان ہوا۔ پھر پانی کے چینی

"اب پھر پہلے جیسا کھیل شروع کریں گے۔" ہوشیار نے کہا۔  
 "سنو ماٹیو؟" بچپن نے ہاتھ بلند کر کے کہا۔ "ابھی ادا راسی وقت ہے جگت ہمارا سردار ہے۔"  
 مگر جگت نے اسے روک لیا۔ "بچپن! نہیں، اس کی کاپی جلدی ہے؟ مجھے کچھ کہتا ہے۔" پھر مگت

”کسی کو وہاں بھیجا ہے؟“ ازجن نگہ میز پر پڑی ہوئی رپورٹ کو ایک نظر دیکھتا ہوا بولا۔  
 ”ہاں صاحب! دو آدمی بھیجے ہیں۔ مگر معصومہ صاحبہ نے آپ کو بلا دیا ہے۔“ ماتحت نے

نہارا نام سن کر خوش ہو گیا۔ کہتا ہے ایسے استاد کا ساتھ ملے پھر مداخلت کرنے کی کسی کی طاقت

ایک کے لئے ہر طور دیا ہے۔ سب کے لئے ہے۔ جنت کے یہ باتیں ہیں پھر  
اک کا، آنکھوں سے دیکھ کر، اچھے، کوئی کچھ عجیب و غریب؟

نہاڑیاں کھاتا ہوا قارور اور جاگرا۔ جگت، بچن اور ہوشیار وہاں دوڑ گئے۔  
 اگلے دن سے ہوئے جگت نے شوکر مار کر سیدھا کیا۔ اس کی پہلی سے خون کی دھار نکل  
 پڑی اور انھیں بچیں ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ بونے سینے پر جگت نے بھر رکھا۔ "بول! بچے  
 مگر میں داخل ہونے کے لئے کس نے بھیجا تھا؟" جواب نہ ملا تو بونے پر زور سے بھر پکا۔  
 اور چنچا کر زبان میں چلائی۔ جگت جوش میں آ گیا۔ "کہہ دو۔۔۔ ورنہ تیری آنکھیں نکال  
 دے۔" جگت نے نہیں ڈول گا بلکہ تپاؤں گا۔ بول! اور میں نکال دے گا۔" جگت نے بچوں کو  
 قارور کی زبان باہر لٹکی سی۔ مگر اس میں بات کرنے کی طاقت نہیں رہی تھی۔ "آنکھیں اور گردن  
 اتر کر دیا۔ جگت اور کچرا۔۔۔" کین آیا تھا؟ "میری بیوی کو بھیڑنے۔۔۔؟"  
 اور نہ بچہ فرما دیا۔ جگت نے یہ بدادشت نہ ہوا۔ جگت کچھ کہے اس سے جیتر داخل کی نال  
 کی چٹائی پر رکھ کر اس نے لمبی دہادی۔ "وہاں سے اس کی گھوڑی کے پیچھے آ گئے۔  
 "تم نے کین دیا تھا۔۔۔؟" جگت دانت دیتا تھا۔ "اس سے اور معلومات آ سکتی ہیں۔  
 کین دیکھو اور زنگ بجاؤ۔"  
 جگت کا غصہ ابھی سر نہیں اُٹھا تھا۔ "جگت! اپنے چندن بھائی کی عزت لینے مگر میں کھسا قہار  
 ہوں۔ ہرے ہاتھ میں طرح طرح کے ہتھے تھے؟ اس ذیل کے ڈوے ڈوے کرنے کو بچی چاہتا ہے۔"  
 "جگت! تم نے میں مون پر اسے بکڑ لیا۔" ہوشیار کہنے لگا۔ "میں تو آج ہم سب بچوں سے  
 "۔

"تو سب ٹھیک ہے مگر اس انگوٹھے کی بات تم نے ہم سے نہیں کہی؟" ہومان نے پوچھا۔  
 "ایسا سوچ لیجی کیا بنا تھا؟" جگت نے ہاتھ میں قہار ہوئی ڈیوہ بند کرتے ہوئے کہا۔  
 ہارے چار سال پہلے یہ بدخیز لطف شب کو میرے مگر کی جگت پر آ کر روزانے کی زنجیر اندر  
 رکھ کر باقائے چندن کے گوارے کا انگوٹھا لایا تھا۔  
 "واہ۔۔۔ کسی بھارو ہے ہماری بھائی۔۔۔" ہومان نے سر ت کا اٹھا لیا۔  
 کرکٹ فرمایا۔ "بچن! اس شخص نے ہمارے مقام کا یہ ارہن لٹکھ کر دیا ہوگا۔"  
 "میں۔۔۔ آج پہلی بار اسے یہ مقام بتا دیا۔" ہم نے اس سلسلے میں کافی ہوشیاری برتی ہے۔  
 "ہمارے انگوٹوں پر پتی پاندھ کر بیان لایا تھا۔" اسی تک ہم اسے باہر ہی لے رہے ہیں۔"  
 "بھڑو چنچا! ہم ارہن لٹکھ کر اس کی لاش پہنچا میں۔ اسے چلے کبیر پر سوار ہو کر سوچو ہے۔"  
 "یہ کام میں کروں گا۔" ہوشیار نے کہا۔ "قارور کی لاش کو اس کے گھوڑے پر باندھ کر میزدار  
 نہ کرک پھیناؤ گا۔"  
 "ایسا کرتے ہوئے مجھ نہ جانا، یہ خیال رہے۔۔۔ اور لاش کے ساتھ ایک پرچی بھی بھیج دینا  
 کہ لکھنا۔" ارہن لٹکھ! چکا بھڑو! کین کیا۔ اس خوشی میں یہ تھکے حاضر ہے۔"

۔۔۔  
 "السلام علیکم۔۔۔" کہتا ہوا شیخ نجم قارور باؤب انداز میں سامنے آ گیا۔ "وہیکم السلام۔"  
 جگت غور سے اسے دیکھنے لگا۔ انسان کو کچھ لینے کی جگت کو قدرتی بخشش تھی۔ بہت دیر تک وہ  
 غور سے دیکھتا رہا۔ اس پر قارور ہندی لگی واڑھی کھانے لگا۔ اس کے ہاتھ شائے پر بندھا  
 دائیں پہلو میں کوار لٹک رہی تھی۔ سرخ لٹکی، سفید کوار اور سر پر ترکی ٹوپی اس کے رنگینے جڑو  
 چٹکی کھڑی تھی۔ پان کسانے کی عادت کی وجہ سے اس کے دانت سیاہ دھکے تھے۔ تیر نظر ورا  
 وہ جگت کے دل کا جائزہ لے رہا تھا۔  
 "سب تیار ہے۔" جگت نے اسے چونکا دیا۔ "پولیس کو اس کی خبر تو نہیں ملے گی؟"  
 "ارے اس طرف پولیس کا سامیہ نہیں آئے گا۔" قارور میاں نے دونوں ہاتھ سے  
 بھائی۔ اور جگت کی نظر اس کے ہاتھ پر جم کر چہرے سے غائب نہیں ہونے دیا۔  
 "میاں! آپ دائیں ہاتھ سے نشانہ لیتے ہیں یا بائیں ہاتھ سے؟" جیسے اس کے  
 مطلب نہ سمجھا ہوا طرح قارور ابھن میں پوچھا۔ جگت نے صاف بات کی۔ "بائیں انگوٹھا  
 ہے اس لیے پوچھا۔"

بچن درمیان میں بولا۔ "ہاں۔۔۔ یہ کہنا بھی کیا۔" قارور جی کی ملازمت کے دوران ایک  
 بہزی کا تھے ہوئے اس کا انگوٹھا کیا تھا۔ میرے دائیں ہاتھ کا استعمال کرتا ہے لہذا اسے تو  
 نہیں ہوتی۔" جگت کی نظر قارور کے دائیں انگوٹھے کی طرف لگی۔ بائیں پر ہندی لگی ہوئی تھی۔  
 دیر تک وہ دیکھتا رہا۔ اب قارور کا دایاں انگوٹھا کسکھایا۔  
 "کس سوچ میں ڈوب گئے تھے؟" بچن نے جلدی سے کہا۔ "اب ہماری رواں کی کا وقت۔  
 مگر جگت نے پرواہ نہیں کی۔ "میاں! بہزی کا تھے کی چھری بہت تیز کی۔ انگوٹھا ٹھیک ہو  
 ایسا نہیں لگتا۔"  
 "اس کی پرواہ کون کرے۔؟" قارور نے لا رہا ہی نہ کہا۔ "میں نے کتا ہوا انگوٹھا  
 سے باہر پھینک دیا۔" جگت کی پیشانی پر لکیریں تن کھیں۔ اس نے چوٹے کی جب میں ہاتھ  
 ڈیوہ نکالی، تیز سے کھول کر اندر سے انگوٹھے کا تخت نکال کر قارور کے سامنے کر دیا۔  
 "یہ ناخن دیکھو۔ شاید تمہارا ہے۔" دانت جیں کر جگت بولا۔ "چار سال سے میری بیوی  
 سنبھال کر رکھا ہے۔"  
 بچن، ہومان یا ہوشیار کچھ سمجھ نہیں سکے اسے وقت میں جگت نے مطلب کی بات کیوں  
 تھا؟ مگر قارور میاں دو قدم پیچھے بہت گیا۔ جگت کے جڑو سے تن گئے۔ "کیوں اپجیان گئے قارور؟"  
 جواب میں قارور کا دایاں ہاتھ کوار کے ہتھے پر گیا، ایک جھٹکے میں میاں سے کوار نکال کر جا  
 جھینا۔ ہومان اسی تیزی سے ہوشیار ہو گیا اس نے کھڑکی کی گھوڑی پاندھ کر کے درمیان میں دو  
 سے قارور کی کوار نکالی اور قارور کو کھڑکی کے قارور کھل چھوڑنے کے لئے راکش استعمال کرنے کی خواہش  
 مگر ہوشیار اور بچن دونوں اس کی جانب بچھنے پر دست لگا کر کہنے لگا۔ ہاتھ جانے لگا مگر چو  
 تک پہنچا تھا کہ بچن نے داخل کی لمبی دہادی۔ گئی پہلی توڑی ہوئی باہر نکل گئی۔ "آؤ! کہتا ہو

سب کی آنکھوں سے خندہیے کھول ڈورتی۔ آدھی رات گز، بجی تھی، اب تک چاروں اپنے  
 ہاتھ پر پڑے کر میں بدل رہے تھے کہ ایک دروازے پر کھٹک بوا۔ آہنی دھوکے باز ہوئی  
 چاروں نے سوچ کر اٹھ بیٹھے کہ کھٹک آیا ہوگا۔ چندن تیزی سے ادیری منزل کی سڑکیاں اتر کر  
 بارے میں چلے ہوئے قالوں کی روشنی بلند کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی، اسی لمحے سو من گھٹ  
 اٹھے۔ "تم کہنے دو۔۔۔ میں دروازہ کون ہوں۔"

دروازے میں ارجن گھمکھ کھڑا تھا۔ وہ استقبال کا انتظار کئے بغیر اندر گھس آیا۔ "جنگ جاک  
 نہ ہو؟" وہ س کر بولا۔ پھر اس باس نظر ڈالی۔ "کیوں آیا ہوں یہ تو مجھے کیے ہو گئے۔ پھر تانا کی  
 اب حیرت سے دیکھ کر بولا۔ "اے سہارہ طبیعت پوچھا بھول گیا۔ اب کسی طبیعت سے  
 تانا کو اس کا زاری انماز پسند نہیں آیا کر ضیہ کر گئے۔ میری طبیعت خراب ہوئی تھی؟ تم  
 کی کہنے لگا؟"

"تجربہ سے جنت نے۔" پولیس چیف طنز یہ لہجے میں بولا۔ اور چاروں پر خوف چھا گیا۔ کیا  
 ان ٹرڈار ہو گیا؟ مگر تانا نے سوچا اگر ایسا ہے تو ارجن گھمکھ یہاں کیوں آیا؟  
 "مجھے یہ خوف نہ تھا کیا۔" ارجن گھمکھ رات میں کر بولا۔ "مگر اس وقت یہ خبر نہیں تھی کہ وہ  
 یہی گھمکھ کا کل کر ہی آ رہا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا کہ چاک تانا کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اس  
 کے بلدی پہنچا ہے۔"

چاروں کے چہرے مکمل اٹھے۔ ارجن گھمکھ نے دروازے پر کھڑے ہوئے چاہیوں کو آواز  
 دی۔ "بلدی چلو۔۔۔ مگر کی خاطر لیا" پھر تانا سے بولا۔ "میں جانتا ہوں وہ یہاں کیوں آیا ہوگا۔ مگر  
 یہ میں کیا خرچ ہے۔"  
 ارجن میں کوئی وجہ نہیں تھی۔ پھر بھی تانا نے انجان بیٹے ہوئے پر چھا۔ "موتیں گھمکھ کا قتل  
 ہونے کے بعد کھٹک پر شک جانا میں ممکن ہے۔" تانا کی بات سن کر ارجن گھمکھ خاموش رہا۔ موتیں  
 قتل کے قتل کی خبر سن کر کوئی نہیں چکا تھا اسی وقت وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ خبر پہلے ہی یہاں پہنچ چکی ہے۔  
 "میں کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے اس لئے ظہر ہے ہوئے کہ میں بولا۔

"اس میں شک کے سوال نہیں۔ کھٹک کو گاؤں میں آئے اور پھر فرار ہوئے ہوئے بہت سوں نے  
 لیا ہے۔ اگر وہ مجرم نہ ہوتا تو مجھ سے جوت بول کر فرار نہ ہوتا۔" پھر لہجے میں ہر دوی شامل کر  
 نہ ہوا۔ "مجھے تم کو کوئی پرہم آتا ہے۔ تم لوگوں نے کتنا برداشت کیا مگر وہ سب راستے پر نہیں آیا۔  
 کمال کی قید جھٹکتے کے باوجود ہر دشمنی کا جونم نہیں ہوا۔"

پانچ سال پہلے کی بات یاد رکھ کر ارجن گھمکھ نے تانا کے دل میں سوئی ہوئی نفرت چکادی۔ ان کا  
 دل ہلا کر کہہ دیا۔ "دشمنی تو مجھ سے ہوئی جا ہے تھی۔ کل تو میرا کار تھا تو نے ہم نے دھوکہ کیا۔  
 ہلا کر کہہ دیا تو میں سمجھتا دھوکہ کر کے کہ پولیس کے حوالے کیا اور پھر قاتل قرار دیا گیا۔ دو ساتھی  
 ہلا کر کہہ کر آئے ختم کرنے کی ذمہ داری حرکت کی۔ اور آج رجم دکھانے کا ڈرامہ کر رہے؟" مگر  
 اس چیف کو چھیڑنا آفت سر لینے کے برابر تھا لہذا وہ خاموش ہی رہے۔ خاطر ہی لے کر ہاتھ جھٹکتے

چندن سر کے لئے ہنسر بچھا رہی تھی، اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ چندن کے ہاتھ  
 گئے۔ "کون آیا ہوگا؟" اس نے کمرے میں بیٹھے ہوئے ساس سر کی جانب دیکھا، وہ بھی  
 ہو گئے تھے۔ ذخیرہ پھر کھڑکی۔ چندن دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اسے یقین تھا کہ کھٹک نہیں  
 گا۔ پھر بھی اس کے دل کی دھڑکنیں بڑھ گئیں۔ دروازہ کھولا تو سامنے تانا کھڑے ہوئے تھے  
 بھی آس نہیں ہوئی۔ اس نے تانا کے عتب میں نظر دوڑائی، تانا سمجھ گئے۔  
 "بہا! میں آ گیا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اندر آ گئے۔

ماس جی اور سو من گھمکھ برآمدہ میں کھڑے تھے۔ چندن دروازہ بند کر کے ساس کے  
 کھڑی ہو گئی۔ تانا کا بچا ہوا چہرہ چٹکی کھار ہا تھا کہ کچھ کام نہیں ہوا۔ پھر بھی ماس جی نے پوچھا  
 "کیا ہوا؟"

"تانا خاموش رہے۔ چندن نے پانی کا لودہ دیا۔ پانی پی کر وہ چار پانی پر لیت گئے۔ پھر یہ  
 "کچھ نہیں ہوا۔" وہ یاد دہشت ہوئے۔

"مجھے یقین تھا کہ وہ آپ کی بات نہیں مانے گا۔ کسی حالت میں بھی وہ گھر واپس نہیں  
 گا۔" ماس جی بڑبڑایا۔

"تانا نے آدھری۔" اب آنا ہوگا تو بھی نہیں آ سکے گا۔"  
 یہ سن کر سو من گھمکھ سے یقین ہو گئے۔ "کیا مطلب؟"  
 ماس جی تب آ گئیں۔ "کیا اس نے وہی دوا خواہ کر لیا؟"۔۔۔ صرف ایک چندن خاموش  
 خود وہ میں تانا کی بات سننے کی ہمت پیدا کر رہی تھی۔

"جج یہاں سے کیا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ کس باپ نے گلے میں پھانسی لگا کر خود کھڑ  
 ہے۔" پھر ایک جگہ اور جانا تھا، اسے واحد گھمکھ سے کہہ۔۔۔ تانا مجھ سے پھر لڑکھائی ڈھا  
 بولے۔ "شام آج کے گاؤں کی آمد میں اسے بھی کام دوا نہیں آتا ہے۔ مجھ سے پہلے کھٹک دوا  
 چکا تھا۔" تانا نے باری داری تیزوں کی جانب دیکھا۔ جی کی حالت پر اس کا دل و دل گیا۔ کیا  
 بات کا صدمہ پھیل سکے گی جو وہ کہنے جا رہے ہیں؟ مگر نہ کہنے سے بات چپ نہیں سکے گی۔  
 گاؤں جان لے گا۔ یہی کہنے کے لئے اسے تھری گئے جہاں سے یہاں آئے تھے۔ ممکن  
 سال پہلے ایسا ہوا ہوتا تو وہ گاؤں پھر میں شکر خیم کرتے۔ کھٹک کی پیڑھو گھٹکتے مگر آج خبر  
 ہوئے وہ گھبرا رہے تھے۔ "شام کو دشمن کا کل ہو گیا۔ اب کھٹک واپس نہیں لوٹ سکے گا۔"  
 سن کر ماس جی سامنے میں آ گئیں۔ چندن کا مکمل گھمکھ کیا اور سو من گھمکھ نے سر جھکا لیا۔ کوئی  
 بولا۔ پورا ماحول غمیر گیا۔



مرحوم کوئی کا سوراخ نظر آ رہا تھا جس پر خون جم گیا تھا۔ اسے جت کر کے دیکھا تو راستے پر گھسنے کی جگہ سے ایک ہی ناک، ہونٹ، شانے، سینہ اور سب گھسے گھسے گشت اودھڑا ہوا تھا۔

”صاحب! اس کی گردن میں کچھ بندھا ہوا ہے۔“ ایک سپاہی نے چیف کی توجہ مبذول کرائی۔  
 پرچہ کھول کر پڑھتے ہی ارجن سنگھ کے جسم میں آگ لگ گئی۔ ”کھنت دیاں بچھ گیا۔“ میں ہات پرچہ پکڑا۔ ”مردہ قاتر کو کس طرح چپکان گیا؟“ وہ بڑبڑایا۔ ”تین بار چڑھ کر اس کی نظر اُس کے دامن ہاتھ پر پڑی، اور اس کو گھٹا ہوا دکھائی دیا۔“ پھر تو چکا سب کچھ جان گیا۔ اس نے قاتر میاں سے دوسری اطلاع بھی اگھوائی ہوگی۔ وہ ڈاکو بن گیا ہے۔ اسے وہی سختی ملے لاش کا قہقہہ بچکا ہے۔“

ارجن سنگھ نے عرصوں کی طرح دیکھا کہ قاتر کا گھٹا نہیں بلکہ اس کی ناک گٹھ دی تھی۔  
 ”آسے جو سننے سے پہلے ہی وارد ہوا پڑے گا۔“ اس نے دانت پیسے۔ ”چکا! تمہاری موت میرے ہاتھ سے ہوگی۔ تم پھر بازی کیلئے کو تیار ہو اور دیکھا حکم کا کیے میرے ہاتھ میں ہے۔ اب بیکہ دیکو کا استقبال کرنا پڑے گا۔“ ارجن سنگھ بڑبڑایا تھا۔

دیرو کی تلاش سے دن بدن محنت مایوس ہو رہا تھا۔ سونے سنگھ کو لڑکے کرنے کی محنت اب اس کی بجھ میں آئی تھی۔ ممکن ہے وہ جگہ پکڑا ہو۔ دیرو کے متعلق صرف وہی جانتا ہو۔ جرم سرزد ہو جائے کے بعد وہ مکملے عام نہیں ہو سکتا تھا۔ دیرو کے باپ کے علاوہ دوسرے رشتے داروں کا آسے پتہ نہیں تھا۔ کہاں جا کر..... کس سے پوچھا جائے؟ کو مہر تو چندن اس کی مدد کرے۔ خیالات مچکے حکیم میں اچانک ایک خیال سے محنت دیا گیا۔

”ممکن ہے دیرو کو کچھ ہو گیا ہو؟ وہ زندہ ہی نہ ہو.....؟“ اس خیال کے تحت محنت کا جسم پسینے سے تر ہو گیا جیسے اس کی ساری طاقت سلب ہو گئی ہو۔ اس کا جسم ڈھسلا پڑ گیا۔ بچن، جنونا اور ہوشیار جت کی اس حالت پر پریشان ہو گئے۔ جت جیسا بیمار انسان دیرو کے لئے کیسا باکل میں کیا ہے؟ رات کو سکون سے نہیں سو پاتا، سوتے ہوئے چونک کر بیدار ہو جاتا، پھر کھڑے بھلانے کے لئے شراب میں ڈوب جاتا ہے۔ ایک بار پشت پھیر کر راستے میں کھڑی ہوئی عورت کو دیکھ کر کس طرح صرٹ میں ڈوب کر دوڑا تھا کہ دیرو کی جگہ دوسری عورت کو دیکھ کر شرمندہ ہو گیا تھا اور جیسے ہوئے چہرے سے دامن لوٹ آیا تھا۔ یا تو مر کا پتہ چلتا چاہئے یا پھر اسے دل سے نکال دینا چاہئے۔ اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ ہوئی تو وہ باکل ہو جائے گا۔ بچن کو ایک مرتبہ خیال آیا کہ کہہ دے۔ ”جگت! تم جس دیرو کو دن رات تلاش کر رہے ہو وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ آسے بھول جاؤ!“ مگر یہ جھوٹ بولنے کی اس میں ہمت نہ ہوئی۔ کیونکہ وہی بار کہہ چکا تھا۔ ”جس نے دیرو کو ہاتھ لگایا ہو گا اس کی میں چڑی کر اڑوں گا۔“ ایسے کیسے وقت اس کا چہرہ کتنا بیت ناک ہو جاتا تھا۔

”بچن! ہم ایک ٹھکانہ بنول گئے۔“ ایک دن کھانا کھاتے ہوئے اچانک جگت بولا۔ ”کر بچن انکر کے پاس تلاش نہیں کیا۔ ہم دونوں آخری بار وہیں سے الگ ہوئے تھے۔ ممکن ہے وہاں اس

ہوئے سپاہی باہر آگئے۔ ارجن سنگھ انھیں میں پڑ گیا آخر ب کیوں خاموش ہیں؟ اس نے اس کی جانب غور سے دیکھا تو ان کے کمرے سے ہونے لب کھٹے۔

”بھائی! وہ اوارا دین تو تھا مگر اس کی بیوہ سے ہماری طرف سے قزوت کرنا۔“  
 تانا چونک گئے۔ پھر کچھ گئے کڑائی کے باکل بھگت بات کی تھی۔ ارجن سنگھ نے سبب کہا۔ ”سونا سنگھ کی بیوہ کسی؟ وہ تو ب کی طلاق کے کر الگ ہو گئی ہے۔“ پھر جیسے آسے گیا، وہ بولا۔ ”اچھا ہوا تم نے ابدو دیا۔“ مجھے آس عورت کو تلاش کرنا پڑے گا۔“ پھر وہ وہاں جانب تیزی کے قدم جو بھانے، پھر جاتے ہوئے طرے لکچہ میں بولا۔ ”جگت! آس سے نہیں رہے گا پرانا رشتہ جو ہے!“ اس کی بیوہ دہات نے چندن کے دل میں جلی مہری۔

رات کے گیارہ کا گھنٹہ بجا اور ارجن سنگھ چونک پڑا۔ وہ گوئہ گڑھ کے زمیندار کی حویلی کو میں جیسا ہوا تھا۔ اس خیال سے اس کا ذہن ہوا میں تیر ہا تھا کہ بچن کی ساری پادری آڑے جائے گی۔ پھر سنا پوچس والے اس نے آس پاس اس طرح پوچس کی تھی کہ کسی کو شک ہو سکتا تھا۔ قاتر میاں انداز سے بڑبڑایا کہ قاتر نے خود میں اس نے بچن جیسے ڈاکو کا اہم حاصل کر لیا تھا۔ ارجن سنگھ نے محسوس کیا کہ قاتر کی کامیابی کا سہ اس کی پیشی زبا سر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرا چٹا گھونٹوں پر جادو کر جاتا ہے۔ جب وہ جگت کے کمرے سے اگھٹا واپس لوٹا تھا تو آسے چائنا بارو دیا تھا۔ ارجن کو اس بات کا فہم ہوا کہ کوئی پروا نہیں۔ آڑے سے وہ بدل چکا دے گا۔ ایک ٹھنڈی گڑی مگر کھڑوں کی تاہیں کھن سنائی دیں تو ارجن بدلے گا۔ نصف شب پہلے آنے کی بات تھی، پھر اتنی پر کیوں؟ بچن اچانک تھا کہ اس نے مقام کے متعلق قاتر میں کو ہوا نہیں دی تھی۔ ”چکا! دن سنا ڈیو دے رہی ہے غالباً۔ یہ آواز کی جانب سے آ رہی ہے۔ کھڑوں کی ناچوں کی آواز۔“ ارجن غریبی سے جلتے میں سے نکلتے ہوئے کہا۔ پھر پوچس والوں کو تاکید کر دی کہ کوئی جلد جا رہی نہیں کرے گا۔ ممکن۔ گروہ ساتھ نہ آئے تو دین آدی پہلے چیک کر جائیں، اس کے بعد باقی لوگ آئیں۔ سب کے بعد انہیں جادوں سمت سے پھرتا تھا۔ اس چہرے سے نکلنے کی کوشش کرے۔ والوں۔ ارجن سنگھ نے شوٹ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ کھڑوں کی ناچوں کی آواز قریب آگئی۔ اس کا دوست تھا۔ وہ دور سے زیادہ آؤ کی نہیں تھے۔ اس نے ٹیکر کی سے جھانک کر دیکھا۔ قاتر کا سٹہ ذور سے صاف نظر آ رہا تھا۔ مردہ اس کی پیٹہ پر سار کیوں نہیں تھا؟ دوست خاموشی رہی۔ کے نیچے سے چھوڑا گزر گیا تو اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ کھڑے کے پیچھے کو آؤ کی گھٹنا ہ تھا۔ کھڑا حویلی کے پاس آکر کڑک گیا۔

ارجن سنگھ انھیں زندہ انداز میں کچھ دیر سے حس و حرکت بٹھا رہا مگر عتبہ میں کوئی آجاتا آیا تو اس نے تارچ روشن کر دی۔ روکنی کا دائرہ کھوتا ہوا کھڑے سے بندھے ہوئے قسم چہرے پر کھڑے ہو گیا اور پوچس بیچ سے لپکاپٹے ہوئے ہاتھ سے تارچ جھوٹ گئی۔ میاں۔ ”وہ بڑبڑایا اور وہ ڈر کر اس کے قریب پہنچا۔ دوسرے سپاہی بھی ساتھ تھے۔ قاتر میا

گرم آنسو گرنے لگے۔ "تین مہینے پہلے وہ ہم سے چھڑ گئی۔ ورنہ آج تجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں لڑکھڑاہیں۔"

آنسو ہونٹوں سے دل کا غبار دھو کر کے بعد جگت ڈاکٹر سے جدا ہوا۔ ہاتھ تمام کر ڈاکٹر کو لگی پر بٹھایا۔ "بھئی ماں چل بیٹھی، کوئی کافر نہیں آتا۔ پھر دیکھ بھال کون کرتا ہے؟" اس کا انتظام یسوع مسیح نے کر دیا ہے۔ ایک جہان موت نبی کی طرح میرا خیال رکھتی ہے۔ وہ جگت میں پڑی رہتی ہے، ہمارا دیکھ دیکھاری ہے۔"

"موت؟" "جگت بڑھایا۔" "تیس دو سو نو تیس؟" اس نے سوچا۔ "مگر بیٹے تو اس وقت کیوں آئے ہو؟" ڈاکٹر نے پھر اس کی پشت پر ہاتھ پھیرے ہوئے کہا۔ "مگر میں سب لوگ ٹھیک تو ہیں؟ یا پھر مارا کو کھینکے کی عادت نہیں لگی؟"

"ڈاکٹر صاحب! آپ جس صورت کی بات کر رہے ہیں وہ دیر ہو رہی تو نہیں؟" وہ "دور؟" ڈاکٹر کی سرخی سوچ میں ڈوب گئے۔ "ہاں۔۔۔ وہ تہارے ساتھ آئی تھی۔ وہ ہمارے نہیں تھیں۔۔۔ دو تو ہمارے والے گاؤں کی ہے۔ شوہر نے بدنام کر کے نکال دیا تو بیماری نے جگت میں پناہ لی۔" "جگت نے؟" وہ بھری۔ "مگر ڈاکٹر نے سن لی۔" وہ دیر یہاں کہاں سے آئے گی؟

"میں اس کی تلاش میں آیا ہوں۔ دو چار ماہ سے لا پھ ہے۔" "جگت نے؟" وہ بھر کر ساری بات ڈاکٹر کو بتادی۔ "مگر اس کی اتنی باتیں نہیں ہوئی کہ ڈاکٹر کو یہ بتا دینا چاہے مگر چھوڑ آیا ہے اور صوبہ ٹھکانے کر کے ڈاکٹر کو گیا ہے۔"

"پھر کس آنکھوں سے لگاؤ ڈاکٹر بولے۔" "جہاں ہوں گی وہاں بھولوں اس کی حفاظت کریں گے۔ تم جتنی بار کمرس کیے ہیں؟" "میں یہاں آئیگی آئے ہو؟" "پہلا سوال نظر انداز کر کے ہوئے جگت نے کہا۔" "بھیرے ساتھ میرا دوست ہے۔ اسے باہر کھڑا کیا ہے۔"

"مطلب یہ کہ تم پھر ڈاکٹر کو کہیں گے؟" ڈاکٹر کی آواز میں لرزش تھی۔ "جگت خاموش رہا۔ ڈاکٹر کے چہرے کی بھروسہ میں حرکت پیدا ہوئی۔ "اُن کا سر ہلنے لگا۔" "تم۔۔۔ تم۔۔۔" الفاظ زبان سے چپکے گئے۔

"تمی ہاں۔۔۔ میں پہلے جیسے ہو گیا۔" "جگت کے بولنے سے پہلے ڈاکٹر سمجھے۔" "نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ بہت دور تک اُن کا جسم کھپا ہوا۔ جگت اُن کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اسے دو شخصوں ہوا کہ ڈاکٹر کے معدے میں جھیل نکلیں گے۔ ہنرور بعد ڈاکٹر بڑھ سکون ہوئے۔ "جرت ہوئی۔" "بھولوں صاف کرے۔" میں غصے پر قابو نہ رہا۔ "تمی ہاں۔۔۔ تمی ہاں۔۔۔ اُن کو کس آنکھوں سے لگایا۔ پھر جو کچھ کہا وہ جگت کے دل پر قہر ہو گیا۔" "اچھا تو کہ تم میری عمر سے مرنے سے پہلے نہیں آئے۔" اس کو پتہ چلا تو وہ بھی نہیں حائل نہ کرتی۔"

اس نیک انسان کی دُوح کا صدمہ دیکھ کر جگت کو پہلی بار عروس ہوا کہ اس نے ایسا جرم کیا ہے

نے پناہ لی ہو۔" "سب جگت کی جانب دیکھنے لگے۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ "جگت کو بھی کچھ وقت ایسی صحت سوار ہو جانی تھی۔" "میں تلاش باقی رہی ہے۔ لہذا پتہ لگائیں؟" اس کا دل کی خاطر چٹپٹا ہوشیار آپا کے ساتھ جاتے اور دیکھتے تھا کہ واپس آ جاتے۔ اس وقت کو جواب نہیں دیا تو جگت جھپٹ گیا۔ سر جھکا کر بولا۔ "میں جانتا ہوں میری وجہ سے تم لوگو پریشان ہونا پڑتا ہے۔ مگر میں کیا کروں؟" اس کی آواز بھرا لگی۔ "پھر کھانا کر بولا۔" "ویسے بھی ہونام کے سیر کے علاج کے مسئلے میں ڈاکٹر صاحب سے ملتا ہے۔" "چچا! چلو ہم بھی نہیں۔" میں آیا ہوا غزالہ اس نے غالی میں دیکھی اور رکھ دیا اور ہاتھ دھوئے لگا۔ "چچا کو بھی اسی طرح افسانہ جگت کے دل کا ٹکڑا ڈر کر ضروری تھا۔"

"تین مہینے بعد وہ گاؤں میں داخل ہو گئے۔ جنگل سے گزرنے کے بعد انہیں چرچ نظر آیا۔ ڈاکٹر اور دور سے دھڑکنے لگے۔ اس چرچ میں دونوں نے یسوع مسیح کی تصویر کے سامنے جھٹھے کر اپنے دل کی مراد بانی تھی کہ میرا کیا پتہ ہمیشہ اس کی زندگی میں سامنے کی طرح ساتھ رہے۔ اور وہ دوسری یاد سامنے کی طرح اس کے ساتھ رہے گی۔ ڈاکٹر کا گھر آ گیا۔ گھوڑے پر دونوں بیٹھے آئے۔"

"چچا! اُم باہر ہوتا۔" یہ کہہ کر جگت آگے بڑھا۔ "دو ڈاکٹر کھٹکھٹایا۔ فوراً ہی اندر سے آواز آئی۔" "کہن سے۔۔۔؟" ڈاکٹر صاحب کی آواز پچان کر جگت نے دلچسپ کھٹکھٹائی۔ اندر سے لاگت کھٹ کھٹ سنائی دی۔ وہ چار لمبے جگت کو بہت طویل محسوس ہوئے۔ "دو ڈاکٹر کھٹکھٹے ہی بڑھائے۔" "بھائی! اس وقت کون ہے؟"

"مجھے نہیں پچھاؤ ڈاکٹر صاحب؟" "جگت اندر چلا گیا۔" "آواز پچھائی ہوئی ہے۔" "مگر یادداشت ساتھ نہیں دے رہی۔" ڈاکٹر کی آواز سے بڑھا ہوا رہا تھا۔ جگت نے فالٹو کی روٹی بھجوائی، پھر ڈاکٹر کے سامنے کھڑا ہو کر بولا۔

"اب روٹی میں نہیں؟" "اب میرا آپا اچالاسب برابر ہے بھائی! ڈاکٹر ہنسنا۔ اس کی آواز میں درو کی جھک تھی۔ "جا دل رو دیا۔" "آنکھیں ہیں مگر روٹی گھڑائی ہے چٹا۔"

"جگت پیچھے ہٹ گیا۔" ڈاکٹر صاحب۔۔۔ آپ۔۔۔ آپ۔۔۔" "ہاں بیٹا! اندھا ہو گیا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ جگت کی جانب ہاتھ بڑھا دے ہوئے بولا۔ "جہیں پچھان لیا۔" جگت آیا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ جیل سے رہا ہو تو مجھ سے ملے آگے۔ بھی جتنی بات نام نہور ادھر ہی تھی۔" ڈاکٹر کا ہاتھ جگت کے شانے پر پڑا تو وہ پیار سے ہاتھ پیسے ہوئے بولے۔ "تم تو بہت بڑے ہو گئے۔"

"مگر کہاں کہاں ہے ڈاکٹر صاحب؟" "مگر میں نظر نہیں کھتا کہ جگت نے چچا۔ اس سوال ڈاکٹر کے چہرے پر چھپتا ہوا دم کی جگت کا پتہ کیا۔

"وہ چھوڑ کر چل گیا۔" "پنے پنے کے پاس۔" "اُٹا کر کر گئے میں نکلے ہوئے کہ کو انہوں نے سو دیا۔ شدت جذبات سے جگت، ڈاکٹر سے لپٹ گیا۔ ڈاکٹر کے ہونٹے شام چپے

ہنگی ملی نہیں دیا۔ ویر کے پاس پہنچ جانے کی جلدی میں بھت نے اس طرف دھیان نہیں دیا۔  
"وہ خالہ کے گھر رہتی ہے۔ میں ہوشیار کو لے کر ابھی روانہ ہوتا ہوں۔" وہ ایک ہی سانس میں  
کہہ گیا۔

"اب جا کر کیا کرو گے؟" بچن نے اپوس لیے میں کہا۔ "ہوشیار نے جنہیں یہ بتایا ہوگا کہ ویرہ  
کی شادی ہونے والی ہے۔"  
"ہاں۔۔۔ سبکی وجہ ہے کہ میں اُس کے پاس پہنچ جانا چاہتا ہوں۔" بھت کا لہجہ سخت تھا۔ "میں  
اسے پہلے کول لگاؤں گا۔"

بچن وہ آگسٹس پہنچا کر اُسے دیکھنے لگا۔ اُسے سخت حیرت تھی۔ اس کا تجربہ ہونے کے باوجود کہ  
اورت کا چارہ انسان کو کیسا پاگل بنا دیتا ہے بچن کو بھت کی حرکت ہیروہ معلوم ہوئی۔ "کسی کو کیا بنے  
والی بھرت کو اُٹھانے کی بات کر رہا ہے؟" بچن سختی سے بولا۔

جنوان اور ہوشیار چونک گئے۔ اس طرح بات بڑھنے کا سب کو ذرا محسوس ہوا۔ مگر بھت اپنی  
بات پر قائم رہا۔ "میں یہ بات اُسے کو بتا رہی ہوں۔ ویرہ کسی سے شادی نہیں کرے گی۔ اُس کی شادی  
ایروہ کی کیا جارہی ہے۔ اور میں یہ جاننے کے بعد ہاتھ پر کیا کر سکتا۔"  
"اور اگر ویرہ اپنی خوشی شادی کرنا چاہتی ہو پھر؟" بچن سر جھکا کر بولا۔ مگر یہ سن کر بھت کے  
دل پر بھت گئی۔ وہ انجمن میں پر گیا۔

"یہ نہیں ہو سکتا بچن! تم خواہ مخواہ بھت کر رہے ہو۔ میں ویرہ کو جانتا ہوں۔"  
"میں بھی اُچلا کر جانتا تھا بھت! بچن نے بھت سے نظر ملا کر کہا۔ "عورت کی مجبوری اکثر اُس  
سے ناگہن کام کرادیتی ہے۔"

"ویرہ سے بڑی سختی کرنے والے کو میں سوٹ کر دوں گا بچن! مجھے تجھ سے بھت نہیں کرنی۔ میں  
بارہا ہوں۔" بھت نے ہوشیار کو بھی کچھال پھینکا۔ جنوان ٹھنڈی سانس بھر کر بچن کو دیکھنے لگا۔ بچن نے  
جون کا منہ پر بلند آواز میں بولا۔

"مگر وہ کانسے؟" بچن نے بھت سے اس طرح نہیں جانتے۔ "مگر بھت آگے بڑھا۔ بچن گرجا۔ "میں کہتا  
ہوں نہیں کہ اسے؟" بھت نے قدم بڑھ کر بچن کے منہ سے دھچکے پڑے بغیر بولا۔

"کیا ہے؟" اُس کی آنکھوں سے آگہ برسنے لگی۔ بچن گھبرا کر اُس کے قریب گیا۔  
"پہلے یہ یقین کرنا ہے کہ ویرہ وہاں ہے بھی یا نہیں؟"

"یہ یقین کرنے کے لئے میں وہاں جا رہا ہوں۔"

"اور خوش کر داور وہاں ہوا اور میں خوشی سے شادی کر رہی ہو۔ بھرت کیا کر دے؟"  
بھت کا ہاتھ راتھل پر گیا مگر جواب دینے سے پہلے گھبرا گیا۔ بچن نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ  
کر کہا۔ "مجھے یاد ہے بھت! اُچلا کو حاصل کرنے کے لئے میں بھی اسی طرح جوش میں آ گیا تھا۔ تم  
میرے ساتھ گئے تھے۔ اور مجھے گھر کے باہر کھڑا رکھا تھا۔ اور تم اُچلا سے مل کر لوٹ آئے تھے۔"

"مگر وہ تو میں اُس کی مرضی معلوم کرنے آیا تھا۔ ایک جانی ہوئی عورت اپنا گھر چھوڑ کر آنا  
چاہتی تو مجھے اسے زبردستی نہیں لانا تھا۔"

جسے صحاف نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں آکر اُس نے ڈاکٹر کے دل پر ضرب نہ لگائی ہوتی تو اچھا  
زیادہ دیر نہ لگے میں اُسے شرم محسوس ہوئی۔ میری کی قبر پر جانے کی خواہش کا بھی اُس نے انتخاب  
کیا۔ اُس نے اُس عورت کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہ سمجھی جو جرج میں جی سی تھی۔ خاموشی سے  
کے پاؤں چھو کر کچھ کے بغیر بھت ہماری قدموں سے باہر نکل گیا۔

بچن نے دیکھا کہ بھت کے چہرے پر مایوسی کی جگہ جھٹکا تھا۔ ڈاکٹر سے ملنے کے بعد وہ  
دامخ میں ہو گیا تھا۔ بچن اور ہوشیار نے اُسے مایوسی سے بھانے کی خاطر ویرہ کی تلاش اپنے  
لی لی۔ بھت کی کامیابیت جاننے پر جی تو پھر چند دن ہوشیار اپنا ہوا آیا۔

"بھت۔۔۔ بھت! وہ دیر جوش انداز میں کہہ رہا تھا۔ "ویرہ کا پیدل گیا۔" یہ سن کر جرج  
کھڑا ہو گیا۔ اُس کی رگوں میں تیزی سے خون گردش کرنے لگا۔ آگسٹس جوش سے چپکے لپٹیں  
چپ۔ "ہوشیار! تم جی کہہ رہے ہو؟" بھت نے یہ سوچ کر ہلر پوچھا کہ میں اُس کے سینے میں  
نہیں ہوتی؟

"پاکل جی کہہ رہا ہوں بھت! ہوشیار باپ سے بڑے سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "وہ اپنی خال  
گھر رہتی ہے۔"

"دیکھا۔۔۔ میں بھی گھبرا نہ سکتا تھا۔" بھت خوشی کا اظہار نہ کر سکا بولا۔ "میں کہہ رہا تھا  
کہ وہ کسی کے ساتھ بھی نہیں ہو سکتی۔ میرا انتظار کر رہی ہوگی مگر ہوشیار! تم نے اپنی آنکھوں  
دیکھا ہے؟ تم اس سے ملے؟"

"میں بھت۔۔۔! ہوشیار غصا بڑ گیا۔ "مگر تم جارجیوں سے بکری اطلاع لے کے بعد  
یہ خوشخبری سنانے آیا تھا۔ میں دیکھنے جاتا تو شاید رشتہ دار ہوشیار ہو جاتے۔"  
"ارے بڑے دادوں کی ایسی شے۔۔۔ جہاں میرے ساتھ۔ میں ابھی اُسے بھی اُٹھا  
ہوں۔" بھت کی سرست اور جوش کا وہیں نہیں تھا۔

"مگر بھت! میں نے دوسری بات ہی ہے۔" ہوشیار بچہ گیا۔ "آج سے پانچویں دن و  
شادی ہو رہی ہے۔"

بھت پر بھی گرجی۔ صورت بدل گئی۔ چہرہ سرخ ہونے لگا۔ "نہیں، نہیں۔۔۔ ہوشیار! یہ غلط  
ویرہ کی شادی کی خبر تو تم نہیں ہوگی۔ اُس کی بھیت ناگ زوب دیکھ کر ہوشیار اور جنوان  
ہو گئے۔ شانے پر بڑھو نہ رکھ کر بھت نے ہوشیار کا بازو تھام لیا۔ "پہلو ہاں بھی وہاں چلیں گے  
ہوشیار! انجمن میں پر گیا۔ مگر جنوان دھیان میں آ گیا۔ "بھت! اسی طرح پاگل ہو۔  
ضرورت نہیں۔ بچن بھی اُس کی اطلاع حاصل کرنے گیا ہے۔ اُسے آنے دو! شاید کچھ اور  
مل جائے۔" بھت کا دل چل کر ہاتھ کر اُسے ڈک جانا پڑا۔ "ویرہ۔۔۔ شادی۔" یہ دو الفاظ آو  
ذہن میں بار بار گردش کر رہے تھے۔ اور جن جگہ حکم کا کچھ مل چکا تھا۔!

"بچن! اہم تمہارا انتظار کر رہے تھے۔" بھت نے سرست بھرے لیے میں کہا۔ "ہوشیار۔  
حاصل کر لیا ہے۔" مگر بچن پر اس کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ تاثرات سے عاری انداز!

”مکان میں داخلے کا حق تو ہر کوئی ہے۔“

”ہاں۔۔۔ راستہ ہے۔ مکان کے پیچھے جھونکا سامیان ہے۔ وہی تیلی کا بازو ہے۔ گھونڈی پر

تحت کی اجازت کا انتظار کئے بغیر چلن روانہ ہو گیا۔ ہوشیار اور زبان کو بھی یہ تحریک پڑے آئی۔ نجات جوش کو دبانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک دن اسے بہت خطرہ لگنا پڑا۔ کسی سے گئے بغیر دو اندر گھر جا رہا تھا۔ ایک گھر کے دروازے پر پہنچا۔ وہ کھال نجات کو سونے سے بڑھا تھا۔ اسے پیچھے تھاکہ وہ درگاہ کے شاہ پر پہنچا۔ اُس نے یہاں تک جاتے جاتے حاصل کیے۔ پہلے کسی ایک گھر کے باہر سے گئے۔ پھر وہاں سے خود کو نکال دیا۔

"بول..... دیر وہاں ہے؟" یہ سن کر اس کے شانے جھکے سے حرکت کرنے لگے۔ بیٹھائی پر پہلے کے قطرے آفریز ہو گئے۔ بولے کے لئے ہونٹ پھڑپھڑائے مگر آواز نہیں نکلی تو اس نے دھڑکی منزل کی جانب اشارہ کر دیا۔ پھر بھی محنت نے انہیں دہلائے ہوئے پوچھا۔ "اوپر ہے؟" انہوں نے انکابت میں سر ہلا دیا۔

محنت نے اوپر کی منزل کی جانب بڑھنے کے لئے قدم اٹھائے مگر جھکے سے کھڑا ہو گیا۔ اگر وہ اٹھ جائے گا تو اس صدمہ میں تھک چکا ہو جائے گا۔ اس کی نظر گھومتی پر ٹپکتے ہوئے سامنے سرنگی۔ "چار پانی پر لیٹ جاؤ۔" محنت نے غم دیا۔ دیر کا خانا خوف سے پکپکاتے لگا۔ محنت نے ٹھنڈا کر کے ان دیہ تیزی سے سینے پر مٹانے کا کپڑا لپیٹ کر چار پانی کے نیچے گنا گنا دی۔ پھر انہوں نے اس کے منہ میں ٹھوس دیا۔ "ذرا بھی شور مچاؤ تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" کہتا ہوا دیر کی دلی کی طرف بڑھا۔ دیر سے ملاقات کے خیال سے اس کی رگوں میں خون تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ سید جہاٹ سے حرکت کر رہا تھا۔ اوپر ایک ہی کمرہ تھا جو باہر سے بند کیا ہوا تھا۔ ذخیرہ چرکی لکڑی پہلے تو وہ گھبرا گیا۔ نیچے جا کر لوڑے کا جیزا دوڑنے کی خواہش ہوئی مگر ایک بار کمرہ چھوٹ کر لپک لپکا جائے۔ یہ شخص زور کر گیا اور اس نے ذخیرہ گرا دی۔ جلدی میں اس نے دروازے کو ہر دھکیلا۔ اندر کی عورت کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ ایک کونے میں چلتے ہوئے چراغ کے پتلے ہالے میں محنت نے غور سے دیکھا ایک عورت ہنسنے سے آٹھ کر دیوار کی جانب دوڑی۔ محنت نے اسے روک کر ہنسنے سے کہا۔

"دیر.....!" ایک وہ زک گئی۔ وہ دوڑنے کی بجائے سینے پر ہاتھ باندھ کر محنت کی جانب نہ پھرنے لگا۔ محنت نے قدموں سے آگے بڑھا۔ "دیر..... دیر.....!" اس کی آواز میں زلی گئی۔ "کراسے قریب آؤ تاکہ کرو دیوار کے قریب سرک گئی۔ وہ سر تا پا زور رہی گئی۔ "آپ یہاں کیوں آئے؟" "وہ لڑکھائی کی آواز میں بولی۔ محنت کا دل خوشی سے حرکت کر رہا تھا۔ "جہاں کی اس نے تو سن نہیں تھی جیسے اس کے کان میں سب سے بھلا کر ڈال دیا گیا ہو۔ دل میں چین ہوئی۔

"دیر! وہاں تمہیں لے آئے ہوں۔" بڑی مشکل سے اسے اپنے جذبات کو باج کر رکھتے ہوا۔ دیر کی جانب سے سسکیاں سنائی دیں۔ "دیوار سے سر نکال کر دیر رہی تھی۔ محنت کا دل روئے۔ "وہوں کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ تھا۔ محنت نے قریب جا کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ "نہ کو بھگتا ہے کرو ہنسنے لگی۔

"میں دیر نہیں....." اور محنت کو دھاوا بھاجھ میں ہو گیا۔ جیسے کسی نے اس کا دل مٹی میں لے لیا۔ "دیر نہیں....." یہ لفظ اس کی زبان پر جم گئے۔ وہ چاہے اس کا ذہن ساکت رہا۔ اسے سے گھٹنے والی ہوا کے سحر سے بھر گئے۔ قمر خاں کی دالی چراغ کی لو پر اس کی نظر کی۔ وہ دوڑا۔ تیزی سے دوڑا۔ بند کر دیا۔ "میرا زمین کی اس سے لگے کرو وہ اس کے قریب کیا۔ ایک ہاتھ سے اٹھ اٹھا۔ اسے قریب آؤ تاکہ کرو وہ پست لگا کر نیچے جیتھ گئی اور دونوں گھٹنوں میں سر کر سکیاں بھرتی ہوئی روئے لگی۔

کھڑے ہو کر آسانی سے دیوار پر چڑھ سکتے ہیں۔"

"گھر میں کتنے آدمی رہتے ہیں؟"

"خانا، خالو کے بیٹے نہیں ہیں۔ وہ بھانجیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔"

"وہ بھانجیاں ہیں؟"

"ہاں..... دیر کی چھوٹی بہن بھی بہت دنوں سے خالہ کے گھر میں رہتی تھی۔ اب دیر بھی آگیا ہے۔"

"ابھی جینی کتنے عرصے سے؟" جانے کی جلدی کے باوجود محنت مطلوبات حاصل کرنے کے تجسس کو روک نہیں سکا۔

"یہ کوئی تین چار ماہ۔ اب چاک اس کی شادی کی بات آئی۔ کہتے ہیں اس طرح وہ لوگ اس کا شادی کر دیں گے۔ مگر بات محل گئی۔"

"کس سے شادی ہو رہی ہے؟"

"یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ اس کی کچھ نہ چلے۔" انکار سے کچھ روک گیا، مگر سرسرا کر بولا۔ "جانیئے والا اس کا کس کا نہیں۔ اور پھر وہ بچہ ہر گز ہمارے نام سے نہ لے گا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے دیر سے شادی کی شرط یہ رکھی ہے کہ شادی سے پہلے اس کا نام ظاہر نہیں کیا جائے گا۔ نہیں تو چکا آئے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"بے خوف..... محنت کے جڑے سخت ہو گئے۔ "مات سے پہلے اس کا جنازہ اٹھے گا۔"

سارا گاؤں پچھلے پہر کی تیند میں ڈوبا ہوا تھا۔ چمک میں پھرتا ہوا چمکدار بھی جھوٹے رہا تھا۔ محنت کو رات صاف نظر آیا۔ گردوارے کے جھلنے سے نظر میں تھامے ہوئے اس نے گھوڑی کو آگے بڑھا دیا۔ ایک مکان کے دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھل ادھر رہا تھا۔ وہیں بکڑ نے گھوڑی روک لی۔ سامنے اس کی گھر میں بچہ رو رہا تھا۔ محنت پھرتی سے تھلی کے مکان سے عقب میں رو پڑی ہو گیا۔ سنسان رات میں ذرا سی آفتاب بھی دے رہی تھی۔ بکڑ نے آہستہ سے بازے کے دروازے کو دھکیلا مگر وہ کھٹکتا تھا۔ قمر خاں مات فٹ اونچی دیوار پر غما گئی۔ محنت گھوڑی کی پشت پر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ دیوار پر تھا کہ اس نے محنت لگائی۔ دیوار کے کنارے پر ہاتھ پڑتے ایک چھوٹا سا پتھر آواز کے ساتھ باڑے میں گرا اور چار پانی پر سوا ہوا جسم حرکت کرنے لگا۔ محنت لپکتا نہیں۔ دو بازے میں کود گیا۔ وہ شخص چار پانی سے آٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کون..... کون ہے؟"

محنت نے تیزی سے تھلی لگائی۔ اس سے پہلے کہ وہ فحش چیخ مارنے کے لئے نہ کھولے، محنت جبکہ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ دگا اس کے کھلے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھ کر خوفناک آواز میں بولا۔ "خبردار شو کر گیا۔" پھر دوسرے ہاتھ سے پتھول نکال کر اس کے چہرے سے ہاتھ چٹا لیا۔ "بکڑ نے اعزاز لگایا کہ وہ دیر کا خالو ہی ہو گا۔ اس کے چہرے پر قاتل کی روشنی پڑ رہی تھی۔ اونچے ہونٹ درمیان سے نکلتا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی پتھول نکال داری تھیں۔ کچھ دیر میں محنت میں خوف دکھائی دے رہا تھا۔ محنت کو یقین تھا کہ اس میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔

”تم دو نہیں تو کون ہو.....؟“ اس کی آواز پھٹ گئی۔ جواب نہ ملا تو وہ اس کے قریب ہو  
 غصے سے بولا۔ ”تم کون ہو.....؟“ دھڑے دھڑے سر اٹھا۔ دیر کو دیکھنے کے لئے ترسی  
 آنکھیں تجسس انداز میں اُسے دیکھنے لگیں۔ اُسے آنسوؤں سے بھرا ہوا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ  
 دیر دیکھی کی مگر وہ نہیں تھی۔ جگت کے ہاتھ سے چہرہ چھوٹ گیا اور گردن تاریک ہو گیا۔  
 کا خون جوش مارنے لگا۔ بیٹ میں لگی ہوئی پستول کی جانب ہاتھ بڑھا تو وہ بولی۔  
 ”میں ویرو کی سبک دھنوں ہوں۔“ ابھی اس کا رونا جاری تھا۔  
 ”پھر وہ کہاں ہے؟“  
 ”کے صلو؟“ وہ بولی۔ اور یہ سن کر جگت کی ہڈیاں کسے گئیں۔ اُس کے ذہن پر شیطانی  
 ہو گیا تھا۔ ”مجھے کبھی معلوم.....“ اندھیرے میں اس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ”میں کبھی نہیں جانتی  
 ”کے ویرو کا پتہ ہے؟ کون جانتا ہے؟“ جگت غصے سے نہیں کھپا رہا تھا۔ اگر اُس کے جا  
 عورت کی بجائے مرد ہوتا تو اُس کے ہاتھ ڈرک سکتے۔  
 ”میرے باپ کو پتہ تھا کہ انہوں نے کسی کو نہیں بتایا۔“ یہ کہہ کر وہ صبر بھروے ہوئے تھی۔  
 ”اب روٹا بندھی کر دو گی؟“ جگت غصے میں بولا۔ ”وہ روٹی شادی کی بات تھلہ ہے؟“  
 اُس کا روتہ گرم کیا۔ ”بیادو ہے۔ سب تھلہ ہے۔ تم یہاں کیوں آئے؟“ اس سے پہلے  
 پوری بات کرنا ہو گئی تھی۔ جگت چونک گیا۔ ”مجھے یقیناً کوئی تھا کوئی اور یہی منزل چڑھ رہا  
 جگت نے پستول کی طرف سے اُٹھ کر جگت میں ڈالی۔ ”پوچھو۔ تم جگت جاؤ۔“  
 جگت جھنجھٹا۔ ”وہ کس نام سے مجھے پہچانتا کیا ہے۔“ وہ دروازے کی جانب جھنجھٹا چاہا  
 مگر دھنوں نے اُس کی بازو پکڑ لیا۔  
 ”وہاں سے نہیں۔“ یہ کہہ کر کھول کر چھٹ پڑ۔  
 کمرے کا بند دروازہ کسی نے دھکیلا۔ گر کھلا نہیں۔ جگت بلی بھر خاموش رہا۔ پستول نیچے  
 راؤنڈ تھے۔ مقابلہ کرنے میں جان کا خطر تھا۔ مگن سے جس طرح دھنوں کی ہے اس طرح فور  
 متوقع کل جائے۔ دروازے پر دھنوں نے گئے۔ دھنوں نے جواب دیا۔ ”کھولتی ہوں۔“  
 کھول کر جگت چھٹ پڑ چڑھ گیا۔ سر کرتی ہوئی گولی اُس کے قریب ہے مگر گرد پڑا ہے مگر  
 جگت کا دل دھڑک اُٹھا۔ باہر راستے پر پولیس اُس کا انتظار کر رہی تھی۔ پھر..... ”مجھے جانا چاہی  
 سے خالی نہیں تھا۔ وہ کھنکھن سے طس کرتا ہوا چھٹ کے سرے کے قریب ایک کی چھٹ قریب  
 سے پورے اٹھ چڑھ کر شور ہونے لگا۔ جگت نے دیکھا کہ وہاں دالے کا مکان کی چھٹ قریب  
 وہاں ایک دور آوی ہو گئے نظر آئے۔ یہ اچھا موقع ہے۔ پولیس کو فائر کا موقع نہ دینا تو تو  
 میں شامی ہو جانا چاہیے۔ بجلی کی سیڑی سے اُس نے دوسری چھٹ پر جست لگائی۔ اس با  
 پولیس کا فائر خالی کیا۔ شور اُڑا ہوا گیا۔ اب درجن ٹکے برابر آئی چھٹ پر گیا تھا۔ اُس نے جگ  
 تیرے مکان کی چھٹ پر جست لگے دیکھا۔ اندر سے میں نکلا دیا، جگت کی بائیں ٹانگ  
 ران کو پھونکی ہوئی لٹکی تھی۔ جگت کو گھبراہٹ نہ ہو۔ گرد ران سے گرم گرم خون اُٹھ پڑا۔ مگر وہ  
 لکے دیکھ کر گرد آ۔ یہ اچھا تھا کہ مکان برابر برابر ہے۔ جگت بائیں ٹانگ کی چھٹ تک پہنچ

”جگت فرار ہو گیا۔“  
 ”نہیں وہ گاؤں میں چھپ گیا ہے۔ جانے گا کہاں؟“  
 ”ہاں بھی۔“ فرار ہونے کا اُسے موقع ہی نہیں ملا تھا۔ سارا اٹھ پولیس نے گھیر لیا تھا۔ اور سارا  
 گاؤں جاگ اٹھا تھا۔ کسی نے اُسے فرار ہوتے نہیں دیکھا۔  
 مگر جیسے کی جگہ تو ہو؟ پولیس محلے کے ایک ایک مکان کی تلاش لے رہی ہے۔ کہتے ہیں اُس  
 کے گھر میں گولی کی اور کھڑی بھاگ گئی۔  
 ”مجھے جو کہی ہو، میرا دل ہم لوگوں کی جان بچا گئی۔ گولیاں ایسے چل رہی تھیں کہ ان کی چھٹ  
 لیا آئے والا ڈھیر ہو جاتا۔“  
 ”ڈاکو کو پکڑنے کے لئے پولیس ہتھیوں میں کیوں سو رہے جاتی ہے؟ وہ دروازہ کی صورت  
 رہتے تھی۔ چوڑی نو آجڑا ہوش ہو گئی۔ ”اُٹھو میں باؤچ ہو گیا۔“  
 ”جگت یہاں کیوں آیا تھا؟ کیا ویرو کا انوار کرنے کے لئے؟ تم یہ توقف نہ ملے۔ شادی کی بات  
 صرف دھوکا تھا۔“  
 ”میں اُٹھا آپ میں صبح ہوئے تک یہی باتیں ہوتی رہیں۔ درجن ٹکے راج کتاب کھا رہا تھا۔ کہاں  
 باب ہو گیا؟ اُسے کس نے چھپایا؟ اُس کے دماغ کی عجیب حالت تھی۔ اسی احتیاط کے باوجود  
 اُس کے ہاتھ سے تپ کا پتہ نظر آتا تھا۔ اُس کی برداشت سے باہر تھا۔ محلے محلے پولیس تلاش لے  
 رہی تھی۔ وہ خود بار بار اُن چار پانچ مکانوں کا گرد چکر لگا رہا تھا۔ جس جس چھٹ سے جگت کا اٹھا  
 ان چھٹوں کو چنگ کیا گیا۔ خون کے نشان بھی درجن میں ڈرک گئے تھے۔ گرد درازے میں جگت کا  
 ہاتھ لگ نہیں تھا۔ وہاں پولیس کی چھڑائی تھی ہو گئی تھی۔ یہیں گاؤں کے لوگوں کو شک نہ ہوا اس لئے  
 پولیس چار پولیس کے قافلے کی شکل میں وہاں ٹھہری تھی۔ گرد درازے میں جیسے کی کوشش کرنے کا  
 مہذب چھٹ کا تھا۔ طلوع ہوتے ہوئے سورج کی روشنی میں اور جن ٹکے گرد درازے کی چھٹ

لیا لینے سے خود ہماری سبکی ہوتی ہے۔" کہتے ہوئے ارجن سنگھ کی نظر پھر کھاس پر گئی۔ "میں  
 پھر اٹھا کر میں ایک بیٹیس ہے مجھارتا بڑا کھاس کا ڈھیر کیوں؟"  
 "یہ کی کوئی بات ہوئی؟" کلید پ نے ایک ادا سے کہا۔ "جنگ ہو رہی ہے اس لئے سال بھر  
 انوکھوں میں رہا ہے۔ ہر ماہ قیام پڑھ جاتی ہیں۔" پھر کو نے کی کوٹھری کی جانب اشارہ کر کے  
 کہا۔ "اس میں انا اور لنگڑی بھی بھر گئی ہے۔"  
 ارجن سنگھ نے محسوس کیا کہ ایسی فالتو باتوں کی بجائے کوئی پیشی بات سننے کو ملے تو مزہ آ  
 آئے۔ "آپ کمر میں تنہا کی محسوس کرتی ہوں گی؟" مگر گرگھ تو جگ خم ہونے سے پہلے واپس نہیں  
 گئے۔

کلید پ نے محسوس کیا کہ اب وہ اٹھ جائے تو بہتر ہے۔ مگر کھ کی یاد آتے ہی اسے خوف کی  
 لہ محسوس ہوتی مگر اسے جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ دروازے پر گاؤں کا  
 دیوار نظر آیا۔ وہ جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔ "صاحب! چکا کی گھوڑی لٹی کی ہے۔"  
 ارجن سنگھ "اچھا؟" کہتا ہوا اندر گھڑا ہو گیا۔

"مگر دالے گاؤں میں بڑی گئی ہے۔"  
 "مگر تو زخمی بچا؟ وہاں جیسا ہوا ہے۔" یہ کہتا ہوا ارجن سنگھ باہر نکل گیا۔ جیڑ کی شوکر سے چائے کا  
 لپک زور گر کر ٹوٹ گیا۔

"صاحب! ابارادھی والی بین کے کمر بھی پھر لگا آتا؟ تاکہ ہمیں گاؤں کی عورتوں کے طعنے نہ  
 لہ پڑیں۔" کلید پ نے بلند آواز میں کہا جس سے پڑوسٹوں کے کان تک اس کی آواز پہنچ  
 آئے۔ ارجن سنگھ کے جانے کے بعد اس نے بلند آواز میں دروازہ بند کر دیا۔

رو کی شدت سے بیکارہ مجرت ہوئے جاتے تھے پہلو پر لے کے لئے سزا ڈھایا مگر سخت تکلیف  
 پہنچے سے پہلی سیخ راکر چار دیو آگسین کھولنے کی کوشش کی مگر گلیں پیسے بہن کن بھر کی محسوس  
 آئی۔ ذہن میں بدتر حرکت ہوئی تو جسم کو جھکا سا لگا۔ شہرے ہوئی میں اسے محسوس ہوا کہ وہ کودتے  
 رہے گا اور آگسینوں میں اندر چرا آگیا۔ یہ سب یاد آنے کے بعد آگسین کھولنے کی خواہش زور کر  
 لی۔ پھر بھی جنت نہ ہوئی۔ آگسینوں کے سامنے تیل کی کوٹھری یا پوئیس کی نظر چل آئی گی۔ اس بات  
 اسے یقین ہو چکا تھا۔ آخر ارجن سنگھ کا خوش چہرہ دیکھنے کی جلدی کیا ہے؟..... اس لئے سر پر کسی  
 ادا کوٹھنے لگا۔ پوزائمز اچھو تھا۔ پہلی سیخ کھار کی خالی دی۔ توریہ تو کسی عورت کے گلن کی آواز  
 کی جلدی سے گلیں کھل گئیں۔ پہلے سے وہ منڈلا نظر آیا۔

"تم کون ہو؟" "وہ ہنسل بولا۔  
 "شوگر ہے۔" عورت کی اطمینان بھری آواز سنائی دی۔ "بھوش! اس میں کتنی دیر ہو گئی۔ میں  
 خود لگتی تھی۔" پھر شہرے پر ہاتھ بھیرتی ہوئی بولی۔ "میرے دیر کیسے ہیں؟"  
 بکت اب بھی اسے پیچان نہ دیکھا تھا۔ اسے کہاں دیکھا تھا؟ یہ یاد آگسین آ رہا تھا۔  
 "آپ۔ آپ کون ہیں؟"

کے کنارے پر کسی کے ہر کانٹان دیکھا۔ کچھ ڈور خون کا ایک قطرہ بھی نکلتا تھا۔ رات قانون یا  
 کی روشنی میں انھیں یہ کیوں نظر نہ آیا؟ وہ ضرور گردوارے تک آیا تھا مگر اس کے لئے کانٹان انھیں  
 وہ پھر باپس ہو گیا۔ "کمال ہے۔" کینٹ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا؟ "وہ بڑا دلیا۔ گردوارہ  
 پشت پر دو گاؤں کے آگسین۔ ایک گاؤں کے بندوچ کا مکان تھا اور دوسرے مکان میں  
 کچھ کمرہ کھڑے رہتا تھا۔ دونوں کی ایک جھت تھی۔ دونوں گاؤں کے درمیان وہ بیواری تھیں  
 دونوں سرکاری ملازم تھے۔ ایک قانون کا دوسرا فوجی ڈیپارٹمنٹ کا ملازم تھا۔ ان مکانوں میں  
 کچھ چھین کا سوئچ ہی نہیں لگا تھا۔ جی ڈسٹرکٹ کورٹ میں حاضری کی غرض سے بیٹنے میں پانچ  
 گاؤں سے باہر رہتا تھا مگر کچھ کھانچے فوج سے جمنی لٹی تو چہ ماہ میں ایک ہفتہ یا چھ دنوں کے  
 آتا۔ جی کمر میں اس کی بیوی کے علاوہ میں بیٹے تھے۔ مگر کھ کی بیوی اب لٹی تھی۔

"بھائی جان! وہاں کسٹے کیا سوچ رہے ہیں؟" "واپس جا ب کے برآمدے میں سے  
 سنگھ کی بیوی نے پکارا۔ "نصف شب سے دوڑ بھاگ اور خون پانی کر رہے ہیں۔ تھوڑا آرام کر  
 تاڑی کی تیار ہے۔ دو بیالے لی لیں! کچھ تازگی محسوس ہوگی۔"  
 آپ کھڑا ہوا ارجن سنگھ اس جوان صورت کو تجسس نظروں سے دیکھنے لگا۔ گاؤں کے  
 پولیس کو بدنام کر رہے تھے اور یہ عورت ہورہی دکھائی گئی۔ کچھ دیر بعد اسے خیال آیا کہ وہ  
 کے سامنے افسروں کی طرح کھڑا ہوا ہے۔

"بھائی جان! آپ نہیں بھر جائے بیٹی ہے۔ آپ چلا جا جائیں، میں ابھی آتی ہوں۔"  
 ارجن سنگھ کی دروازہ کھلا ہوا تھا اور کھن میں چار پانی پچی ہوئی تھیں۔ وہ سمجھ گیا کہ عورت  
 ہے۔ اسے شوگر بھی فکر حاضری میں چرا دھر مگر میں ہوا اس صورت میں دروازے بند نہیں ہو  
 چائیں۔ اور اسے ممکن حد تک آگسین سے آگے بڑھنے نہیں دیا جائے۔  
 وہ چار پانی پر بیٹھا اسی لئے وہ اندر سے چائے سے لڑا آئی۔ "لیکن بھائی جان! جتنی کم  
 کہنا۔" اس نے فوج میں داخلے کے بعد اب چائے پانا سیکھی ہوں۔"

"ان کو سنگھ کی کچھ بھائی؟" ارجن سنگھ نے کپ کیوں سے لگاتے ہوئے پوچھا۔ مگر  
 چائے سے زبان جل گئی اس لئے بیٹھے سے کب نکلا تھا۔ اس نے آگسین کا جواز دیا۔ ایک کوٹنے  
 کھاس کے ڈھیر پر اس کی نظریں جم گئیں۔  
 "کیا دیکھ رہے ہو بھائی جان؟" مگر کھ کی بیوی نے اسے چونکایا۔ "کیا آپ یہ سوچ رہے  
 کہ گھاس کے ڈھیر میں آپ کا ڈاکو چھپا ہوا؟"

"ارے ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" ارجن سنگھ نے چائے کا گھونٹ پیچے ہوئے اس کو کھانگ  
 نے دیکھا۔ "ایسا کینٹ تو آپ کے کمر کی بھی تلاش لیتا۔"  
 "آپ تلاش کیے نہیں آئے۔ مگر میں نے تو دیا تھا۔" یہ کہہ کر وہ مسکرائی۔ "مچلی کی عورتیں کو  
 پر بحث کر رہی تھیں کہ پولیس نے سب کے کمر کی تلاشیں لیں مگر کلید پ اب بھی کے کمر  
 دروازے سے کھ نہیں ہلائے۔"  
 یہ تو عورتوں کی عادت ہے۔" پھر وہ کب پیچے رہتا ہوا بولا۔ "مگر کھ ملازمین کے مکان

کلدیہ شہزادہ کی "فونو" کے پیچھے چلے گئے۔

تھیں کون کون ہے؟ میں یہاں چھپا ہوں یہیوں کون جانتا ہے۔  
 ”جگہ بھائی! آپ نے عین نہوں۔“ کلد یہ نے اُس کے لیے براہ کھ نہ کر کہا۔ ”کھ  
 میں اکیلی ہوں۔ میرے سوا کوئی آپ کے بارے میں نہیں جانتا۔“ محبت کچھ پوچھتا جا رہا  
 تھا۔ کلد یہ بولی۔ ”پہلے ہی چھپت چھپت میں ڈالیں۔“ میں نے آپ کے دل میں تیار کیا۔  
 محبت کو ادب بانی ہوئی کلد یہ کہنے لگی۔ ”خدیجہ کا دھماکا ہوا اور میں جا کئی۔ پہلے  
 کر کے دروازے بند کر کے، مگر پھر ڈاکو، ڈاکو، ڈاکو کا آواز ہو رہا۔ سو ادا کر دیا“



لوٹا ہے جلتا جاچک ٹھیک ہو گیا۔  
 "مگر کھلے پانچ لے لیا، کیا؟ کرکھنوج کا بھڑے۔ اور اس کے گھر میں ڈاکو کو آسرا دے  
 تم نے کتنا بڑا جرم کیا ہے۔۔۔۔۔ اس کا نہیں احساس نہیں۔ بھائی کی جان بچانے کی خاطر تم نے  
 شوہر کی ملازمت میں داکو پر گواہی دے کر کہا یہ جرم جب آئے چڑھنے کا تو وہ جہنم میں معاف  
 کرے گا۔"  
 "تو کیا میں اپنی نظر کے سامنے آپ کو گرفتار ہونے دوں؟ آپ کو کچھ ہو جاتا تو بھگوان  
 بھی معاف نہ کرتے۔" کھلے پانچ جوش لے کر بولی۔ "پھر آپ کو یہاں چھپانا ہے یہ کئے  
 ہوگا؟"  
 "کھلے پانچ! اتم ارجن سنگھ کو نہیں جانتیں۔ وہ زہر پلا شخص مجھے گرفتار کرنے کے لئے زمین آ  
 ایک کر دے گا۔ تم مجھے دن بچھائے رکھو گی؟"  
 "میں نے اتم ارجن سنگھ کی آنکھوں میں دھول جو تک دی ہے۔ صبح ہی اسے آنکھ میں چاکر دے  
 پلا جائے گا۔ یہ جاننے کے باوجود سرکاری ملازم اور پھر فوج کے عہدے دار کے گھر کی حفاظت  
 وہ نہیں آئے گا، اس کے دل سے شک دور کرنے کی غرض سے میں نے خود اسے گھر کی حفاظت  
 کے لئے کہا۔ اس وقت تک آپ ہوش میں نہیں آئے تھے۔"  
 "جنت نے اسے بہت بھجایا کہ آج رات وہ یہاں سے چلا جائے گا مگر اس نے قسم دے  
 اسے مجبور کر دیا۔" جب تک آپ تک نہ ہو جائیں میں آپ کو کہیں دیکھوں گی۔ باہر نکل کر آپ  
 فاصلے تک بھاگ سکیں گے، پولیس کی دھڑ سے فوج نہیں سکیں گے۔"  
 "کھلے پانچ کی بات بھی سچی تھی۔ اس حالت میں وہ بیٹھ ہی نہیں سکتا تھا پھر بھگنے کا سوال  
 کہاں رو جاتا تھا؟ پولیس کو پکڑ دینے کے لئے جسم کا ساتھ چاہیے۔ پھر بھی اس نے دل میں آ  
 کر لیا کہ وہ یہاں زیادہ روز نہیں ٹکے گا اور موقع ملے ہی بھاگ جائے گا۔  
 "اب ہاں۔ میں پھرتی ہوں کہاں کیا؟"  
 "کھلے پانچ مگرانی۔" اب یاد آیا آپ کو؟ مگر آپ بھول گئے، وہ آپ کی بھلت میں نہیں تھا۔  
 نے اناج کے دو ٹوکوں کے درمیان ہاتھ ڈال کر پھول نکال لیا۔ یہاں محفوظ کر دیا تھا۔"  
 پھول ہاتھ میں آتے ہی جنت کا ذہن اور مضبوط ہو گیا۔ اب فرار ہونے میں خطرہ کم ہو گیا۔  
 اسے بار بار کھلے پانچ کے سر پرستی ہوتی تو نظر اتر رہی تھی۔ خطرے کی گواہی۔ اسے یقین تھا کہ  
 کو شک نہیں ہوا۔ "میں نے جنت میں بھجوا دیا تھا اس کے بارے میں سب جانتے ہیں۔ لیکن  
 کسی کو پرانی بات یاد آئے۔" یہ انصاف جنت کی زبان پر بھی آگئے۔  
 "ایسا ممکن نہیں۔۔۔۔۔ کھلے پانچ پورے اعتماد سے کہہ رہی تھی۔" اور یہاں اس کا دل میں  
 سال بھر سے رہے آئے ہیں۔ یہاں کوئی ہی بات نہیں جانتا۔"  
 قدرت ہر طرح سوانح کر رہی تھی اس کا یقین بھی اس کے بعد جنت فرار ہونے کے ور  
 تلاش کرنے کے لئے۔ لیکن بار دہرے سامنے آئے یہاں بھجائے ہوئے آگئے تھے۔ کھلے پانچ وشماس  
 کے دشمن پر مرہم پڑی کر دی۔ تین وقت کھلائی اور دن کا بڑا عرصہ گھر کے باہر گزار دی۔ عمارت وا۔

جنت کے طلوع ہوتے ہوئے سورج کی پہلی کرن نے ابھی زمین کو چھوا تھا کہ ارجن سنگھ کے  
 ت نے اسے بیدار کر دیا۔ اسے صرف دو ٹوکے پہلے سونا نصیب ہوا تھا پھر یہی کون سی آفت آگئی؟  
 بٹنے جلائے ہوئے لکچے میں کہا۔ "کیا ہے؟ کھڑی دیر سوئے دو بخت جگائے جنت حرام کر دی  
 "نہیں صاحب۔۔۔۔۔ اب اس کی موت قریب ہے۔" اس کے باقت نے کہا۔ "چاکر کھٹک  
 کان میں چھپا ہوا ہے۔۔۔۔۔ میں شک ہے۔"  
 ارجن سنگھ کا شہس کم ہو گیا۔ "نعت ہے۔" اتنا کہنے کے لئے میری خیز خواب کی تھی؟  
 نے کئی بھائی لی۔ "گاؤں کی عورتیں سرکاری ملازمین کے گھر کی حفاظت لینے کے لئے کہہ رہی  
 اس لئے تو ہم سنگھ کے ہو۔ کرکھنوج بیوی نے خود مجھے گھرا لیا تھا۔"  
 "صاحب! یہ میرا انداز نہیں بلکہ گاؤں کے ڈاکڑ نے مجھے اشارہ دیا ہے۔"  
 اب ارجن سنگھ ہوشیار ہو گیا۔ "ڈاکڑ نے؟ مگر کس طرح شک ہوا؟"  
 "کہہ رہے تھے کہ کھلے پانچ ان کے گھر آئی تھی تو پھر چوری تھی کہ ڈاکڑ صاحب اگلی کے دشمن  
 پلا لیا گیا تھا ہے؟" سن کر ارجن سنگھ چاچا پانی سے کود پڑا۔  
 "خوار اس کے مکان کے گھر گھر ڈاکڑ ڈال دو۔۔۔۔۔!"

کھلے پانچ جنت کے لئے پرائے بن رہی تھی۔ ارجن سنگھ نے طنز سے لکچے میں کہا۔ "کیا مہمان کے  
 ہاتھ تیار ہو رہا ہے؟" کھلے پانچ نے ہاتھ سے پرانا چھوٹا ڈاکو چہرہ اتر گیا۔ ارجن سنگھ تیز  
 اس سے گھر کے کونوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ کھلے پانچ بھٹک نہ سکی۔  
 "آئیے۔۔۔۔۔ آپ مہمان کیسے؟ میں ابھی پرانے لاتی ہوں۔"  
 "میں دوسرے مہمان کی بات کر رہا ہوں بھائی،" ارجن سنگھ طنز سے انداز میں ہنس کر بولا۔ پھر  
 زلی کے دروازے کی جانب بڑھا۔ کھلے پانچ کا دل بیٹھ گیا وہ اسے روکنے لکڑی ہوئی مگر عقب

کھلے پانچ جنت کے لئے پرائے بن رہی تھی۔ ارجن سنگھ نے طنز سے لکچے میں کہا۔ "کیا مہمان کے  
 ہاتھ تیار ہو رہا ہے؟" کھلے پانچ نے ہاتھ سے پرانا چھوٹا ڈاکو چہرہ اتر گیا۔ ارجن سنگھ تیز  
 اس سے گھر کے کونوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ کھلے پانچ بھٹک نہ سکی۔  
 "آئیے۔۔۔۔۔ آپ مہمان کیسے؟ میں ابھی پرانے لاتی ہوں۔"  
 "میں دوسرے مہمان کی بات کر رہا ہوں بھائی،" ارجن سنگھ طنز سے انداز میں ہنس کر بولا۔ پھر  
 زلی کے دروازے کی جانب بڑھا۔ کھلے پانچ کا دل بیٹھ گیا وہ اسے روکنے لکڑی ہوئی مگر عقب

نہ دیکھے گی اس صورت میں اے کیسا جڑکا محسوس ہوگا؟ پھر بھی اے دل مضبوط کر کے نکل جانا  
 خدا تمہارے ایک خیال اُسے چونکا رہا تھا۔ ”بھاگ جا۔۔۔ بھاگ جا۔۔۔“

کولی بھی قوت سامنے کی طرح اُس کا ساتھ دے رہی تھی۔ اُس کی حفاظت کر رہی تھی۔ محبت کے انداز سے اُسے خلاف کچھ نہیں کرتا تھا۔ البتہ ذہن پریشان اسطو ہو جائے اس صورت میں وہ غلط کر جیتا تھا۔ وہی وہی تلاش میں ساتھیوں سے پوشیدہ کردہ کہیں دوڑاٹنے ہوئے بچھڑا ہوا تھا۔

ایک عورت کے گھر میں چاروں چھپ کر رہتا تھا اس بات کا دیکھ کر یہ چل گیا تو تلخ دہکے ہوئی بات یاد ہو جانے لگی مگر اسے اس بات پر غور بھی کیا اسے گھر میں رہنے کے۔ سناج میں بھاری کی تمام ہو گئی۔ نہ تینے تینے بعد بھاری دل اور بھاری قدموں سے چلتا ہوا وہ گھر سے باہر آ گیا۔

بھاری گھر کی بھاری گھر کی اسے سین کے چہرے پر بھاری نظر آئی ہوا وہ گھر سے کے باہر آ گیا۔

بھاری چوکت باری کی گھر کی اسے سین کے چہرے پر بھاری نظر آئی ہوا وہ گھر سے کے باہر آ گیا۔

”نہیں..... نہیں.....“ اُس کو ڈر لگا۔ وہ روازے کی آڑ میں چھپ گیا۔ کلدھپ اُسے دیکھ لے۔  
 ”... سانس روک کر مجرم کی طرح کھڑا رہا۔ اُس نے آنکھ کے گوشوں سے دیکھا۔ کلدھپ پہلو  
 پا کر بڑبڑائی۔ ”میرے گھر میں کوئی نہیں چھپا۔“

محبت نے گہری سانس لی۔ اس شخص اور انکی مثال کسی۔ ہا پر اسے لا مردانہ نظر آنے والی صورت پسند نہیں کرتی تھی۔ اس نے یہاں رو کر کھدے کے دولہ پر کیسا غصہ کیا تھا۔ ”اب چاہے پولیس کو کھانگ جاؤں مگر اس پر اب زیادہ قسم نہیں ہوگا۔ بہن! بسکھی رہو۔ سلامت رہو۔ زندہ رہو! گا لے جاؤں گا جس دن چاہوں۔“ وہ بڑبڑایا۔

اللہ جیسے کھر کا مٹی میدان تو وہ آسانی سے پار کر گیا۔ وہ چار کتوں نے بھونک کر اسے  
 دیا۔ کھر کا کٹ کی حد پار کرنا بہت محنت تھا۔ اسے اس بات کا اعزاز تھا کہ پولیس والے  
 کو کھنکھارے ہوں گے۔ مگر انہیں تھا۔ ایک پولیس والا اشارے پر رائل کھر کو اوڑھے لے رہا  
 تھا۔ پھر گزروں سے اسے پولیس والا نظر آیا تو اسے دوسرا راستہ لینے کی خواہش ہوئی۔ کھر پولیس  
 کو اسے دیکھ چکا تھا۔ اُس کے سامنے جانے میں ہی سناٹا پڑ گیا۔ ایک لپک کیکیاہٹ جھپکڑ کے  
 باگے بولا۔ اُس نے دیکھا پولیس والے نے جھپکڑ سے رائل جاتھ میں تمام لے کر۔ کھر کو اور جھکا  
 دیا۔ تو اسے زمین پر پار کر اُس نے آواز لگائی۔ "اے اے" غصے کو راستہ دکھا۔ "!"

ایک ایک قدم اسے موت کی جانب لے جا رہا تھا۔ خطرہ ہونے کے باوجود اس نے سر اٹھا کر اسے دلوں کو دیکھنے کی جلدی نہیں کی۔ دیکھ بھالے بغیر وہ فائر نہیں کرے گا اس بات کا حکمت کو یہ تھا۔ اور پتول میں بی بی ہوئی دو گولیاں ضرورت پڑنے پر فائر کرنے کے لئے کافی تھیں۔ باجج ٹوکڑا اسے ملے ہو گیا تو جان کر پتھر سے ٹھوکر کھاتا ہوا چیخا "یا خدا....." کی آواز سے اچھ کی آواز کی جگہ جگہ کھٹکنا ہوا وہ دیکھ گیا۔ پتھر والے کے جوتوں کی آواز قریب آ رہی تھی۔ وہ اک جھریب آ رہا تھا۔

”اوہے بابا! اس اندھیرے میں کہاں جا رہے ہو؟“ پولیس والے نے لائٹنی اٹھا کر اسے کھڑا

میں دو راتوں پر دراز پولیس والوں کو آتے دیکھ کر اُس سے پیر فرس سے چپک گئے۔ کوٹھڑی دروازے پر لات مار کر ارجن سنگھ ایک طرف ہٹ گیا۔ ”جگا! اگر جان پیاری ہے تو ہتھیار پھینک دے۔“

کھد پ کی پیشانی کی رگیں اُٹھ آئیں۔ ”تم کیسی بے ہودہ بات کر رہے ہو؟“ کھد پ کہتا۔ مگر ارجن سکھ نے اُس کی جانب دھیان نہیں دیا۔ اُس نے ایک راکٹل بھردار پولیس والے آگے بڑھایا۔

”جائے..... اندر جا کر اسے شوٹ کر دو“ وہ پہلے کچھ ہلکا ہلکا کھڑکھڑاتا رہا مگر جب چیخ مریض کی کہیں۔ ”جائے ہو یا نہیں؟“ تو پھر وہ لڑکھڑاتا قدموں سے کھڑکی کی جانب بھاگا۔ اسے سکھڑا نکل یا ہتھول کے دھماکے کے انتظار میں تھا مگر چلے پھر پولیس والا وہیں چلا۔

”صاحب..... اندر کوئی نہیں۔“

ارجن سنگھ نے خود کو ٹھہری میں جا کر چپک کر لیا تو کھدپ کو اٹھینان ہوا۔ اُس نے دل بھگوان کا شکر ادا کیا۔ مگر ارجن سنگھ کو کھدپ کی خاطر بے حس ہوئی۔

”اب ہو گیا اٹھینان؟ غلامی لے لی؟“

اور جن سنگھاپے ناچت گوگایاں جسکا وہاں بار گیا۔ اُس کے پاس ہی کلد ہے تو فطری  
 ہلکا، اندر کوئی خاص تھا۔ ناچ کی ضرورت کے پیچھے دو ٹیکہ، وہاں بھی کی نہیں تھا۔ کہنے میں  
 ہوئی پوچھی نظر کر۔ وہ دھیمی سے وہاں کی کھول کر دیکھا تو اندر ہال تھے۔ وہ دیکھی کہ اُس  
 ڈھکنوں سے جڑے اُس ٹکڑے کے کمر پر دل میں خوف محسوس ہوا۔  
 "کیا وہ صحت سلامت نکل گیا ہوگا؟..."

کلدھ چن کے گھر سے بھگت باہر تو نکل گیا مگر اُسے پولیس کے جال سے نکلنے کے لئے بہت چڑھتا رہا۔ لاشیں کے مہارے ایک ہیڑے لنگڑا اٹا ہوا کر جگا کر سر پیچھے کئے ڈو آگے بڑھ رہا تھا۔

یہ بھی آواز کے لئے اُس نے کان چومنے کر رکھے تھے۔ دایاں ہاتھ گھر پر لگے ہوئے پستول پر وہ باہر نکلنے سے پہلے چنے اور لٹی کو دو جاگہ سے پھاڑ چکا تھا اور سر پر کپڑے کا جھوٹا سگڑا لپیٹ لیا تھا جس نے وہ فقیر نظر آئے۔ ”اے فقیر کو راستہ دکھاؤ“ کہتا ہوا لامکی عیبتا۔ آگے بڑھ

تھا۔ اندھیرے میں خاموشی سے آگے بڑھنے پر کسی کو ٹھک ہو سکتا تھا۔  
 ارجن سکھ نے مکے پر سے پولیس کا کھیرا بنا کر گاؤں کے گرد لگا دیا تھا۔ چمکاؤں سے باہر نہ  
 گیا، اس کا اُسے یقین تھا۔ وہ دو تین بجے تک چکر لگا رہا تھا تاکہ پولیس مستعد نہ بنے۔ رات

سب سوچ رہا تھا۔ سالوں سے پولیس کے ساتھ اُس کا واسطہ رہا تھا لہذا اُن کی کمزوریوں۔ واقف تھا۔ رات کے آخری حصے میں چوکیدار جمو کے کھانے لگتا ہے۔ بچوں پر خند کا بوجھ ہے اور جمو کے آنے لگتے ہیں۔ اس انتظار میں جگت نے نصف شب گزار دی۔ شام سے دو۔

چنین ہو رہا تھا۔ اپنے بگے بھائی کی طرح پیادہ کرنے والی اور جان جو تکھوں میں ڈال کر آسرا۔ والی بہن سے کہے بغیر خاموشی سے جانے میں اسے جرم نظر آ رہا تھا۔ صبح بیدار ہو کر کھلے پتے پر

کرنے کے لئے ہمارا دیا۔

”خدا تمہیں خوش رکھے بیٹا۔“ انہیں بندہ کہ کر جنت ہمارے ہوئے لیجے میں !  
”انہ سے کوئی اعتراض کیا، ابالا کیا۔“

پہننے والے کی انگلی دیر سے لیٹی تک پہنچی اور داخل اس کے ہاتھ سے دور جا کر۔ جگت اس کے چہرے پر چھو بیٹھا۔ اندر میرے میں دونوں میں سے کسی کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ جگت کے ذہن پر ایمان سوار ہو گیا۔ اور جن جگہ سے دیر کو کالا جگہ سے اُسے پھانے کی چال میں جلی ہی فہر اس نے پولیس والے پر اتارنا۔ جگت کے ہماری جسم کا وزن اس کے سینے پر کرنا تو وہ ہاتھ ہی ہلانے کی انگلی کرنے لگا۔ جگت اپنے کرنے کے اس میں سے منہ کھولا تو جگت نے فوراً اس کے جیز سے پرودہ گم کر لے کر دوڑے۔ پھر اس کے بالوں کو اس میں سے لے کر ہاتھ کا تمام زور دیا کہ اس کا سر زور سے اٹھن پر پڑے گا۔ جب وہ اس کے سینے پر سے اٹھا تو اسے ہی کا زور اور زور ہونے کا خیال آیا۔ اس نے دونوں پولیس والوں کے جسم سمیت جگہ کے برابر والی کھائی میں ڈال دیے اور ان کی رائٹیں اٹھا کر اہل سے فرار ہو گیا۔ دو گھنٹے میں اسے بہت دور نکل جانا چاہیے تھا۔ کسے معلوم آئے کہ کون سی اہمیت اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔؟؟

○

جگت جس قدر دیر کی تلاش میں مایوس ہوتا گیا، اسی قدر زیادہ بھرنے لگا۔ باب دادا کے نام کے سطلے میں اس کے تمام دُشمن جیت چڑھ چکے تھے۔ پھر بھی انتقام کی آگ بجھنے کی بجائے مہلک آگھی مٹی۔ دیر کو کھانے لینے والا سارا کام اُسے دشمن کو دکھائی دیا۔ اپنی آزادی چھین لینے اہل پولیس کو اس کے خلاف اس نے جب شروع کر دی تھی اس کی دھماکا پھر بیڑہ لگتی۔ لہام کے لئے جگہ کے سر کی دم بول گئی۔ مگر جگہ کی عزت کو گئی تھی۔ وہ بے لگام ہو چکا تھا۔۔۔

ساقی حیرت زدہ تھے۔ ”جگت اتم بہت زیادہ بدل گئے ہو۔ تم نے ہال کاٹ کر مذہب کا لہان لٹکا دیا، اسی کا بارے۔ ہال رکھو اور نہ بھولنا کا غضب نازل ہوگا۔“ وہ کہتے۔

”غضب۔“ جگت جھنجھکی میں ہی بولا۔ ”میں نے مذہب کو سینے سے لگایا اس کا مجھے کیا انعام اور نجات ختم کرنے کے لئے چار سال قبل کی مخالف برداشت کیں، مگر اب اس کو نہ کر مجھے کمر کا ٹوٹنے ملا۔ دیر میں جلی کی میرے دل کے دور کو نہیں سمجھا۔ کسی نے مجھے سچ بات نہیں بتائی۔“ وہ جگہ کر گیا۔ اُس کی آنکھوں میں سرخی ابھری تھی۔ ”اب ڈاکو ہی رہوں گا تو ایسے برے کی تیز کرنے سے کانٹو کی کیا ہوگا۔“

”جگت! تم جیسے جگہ گھبراہندہ کا شیطان بول رہا ہے۔“ بچن نے غصے میں کہا۔  
جگت بھڑک اٹھا۔ ”اب تمہیں مجھ میں شیطان نظر آتا ہے؟ پھر مجھے کیا پھر زور و اتم سب نے چور جاؤ۔۔۔“

بچن کو بہت صدمہ ہوا۔ دیر کی جدائی میں وہ اسی قدر بائیں ہو جائے گا کہ اس سے برداشت میں ہوا۔ پھر بھی جگت کو چھوڑنے کے لئے وہ تیار نہیں تھا۔ جگت کے ذہن کو خنجر اُکرنے کا علاج کیا ہے، اور؟ مگر اس کا بچنے، نہ ہی چھوٹے گا۔ ہاں۔۔۔ جنن بھائی ہے۔ سب کے لئے برا ہے، والا جگت، جنن کو رکنا نام آئی ہی نرم ہو جاتا تھا۔ اُس کی قربت جگت کو کھانے لے آئے۔ لی عزت کو ختم کرنے کے لئے بچا سے بڑھ کر کوئی علاج نہیں۔ مگر دونوں کا ماب س طرح کیا ائے؟ مگر کا نام نہ کر جگت پر ہم ہو جاتا تھا۔

اُس کی لاش دیکھنے ہوئے اُس کا دھیان بٹھکے ہوئے چہرے کی جانب گیا۔ آنکھوں سے جگت نے غصے کی آگ کو روکا۔ اُسے دیکھ کر وہ دم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ گمروا نے میں وہ فائر کرنے کا مارے گا۔ ایک جلی کے لئے اسے ہتھول کاٹنے کی خواہش ہوئی۔ مگر دل مضبوط کر لیا۔ وہ چوہ والے کو سال کرنے کا موقع دینے بغیر خود دے لیجے میں بولا۔ ”ساب۔۔۔ ساب۔۔۔“ اپنا خطرہ انسان کا ذہن کی کو رہتا ہے۔ انہما آدی ساب کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟ یہ سوچے بغیر پولیس بڑک کر عقب میں دیکھنے لگا اور جگت نے پیچھے کی کسی بھرتی سے یہ نقد بھری۔ فوڈ کی کھا دی۔ پولیس والے کے حق کے دیکھ کر ڈال دیا اور دوسرے اُس کا سر دوا کر بند کر دیا۔ پھر طرح لٹک گیا کہ جسم کا بوجھ اس پر آ جائے۔ گردن کا کھیر پولیس والا شیطا نہ نہ کر اور زمین پر۔ اُس کے ہاتھ سے رائفل گر گئی۔ پھر بھی جگت نے پکڑ لی نہیں کی۔ وہ بھی اُس پر گرا۔ یہ چند لمحوں میں ہو گیا۔ پھر بھی جگت کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ برابر پڑی ہوئی رائفل اُٹھ اُس کا ہتھ اُس نے پولیس والے کے سر پر مارا۔ ضرب زور دلائی۔ ایک تھپی بچ گئی۔ چھ رائفل اٹھا کر بھاگتا ہوتا تھا مگر کسی کے دوڑنے کی آواز نہ سنا دی۔ جگت دو گھنٹے میں کھلی ہوئی گئی اُس نے ایک ہی پولیس والے کی تھپی کر بھی گم کر وہ دوڑتے۔ پیلے والے کو ہتھ نہ مارا وہ دوسرے کی تو اس طرف نہ ہوئی۔ وہ تیزی سے ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ دوڑنا ہوا پیلے والا بچہ وہ درخت گرا کر گنا سے اُس پاس کا جائزہ دینے لگا۔ دھکی کا دائرہ دھکی پولیس والے پر گیا۔ اُس نے تیزی سے دھکی کا دائرہ چاروں سمت گھمایا مگر نظر نہ آیا۔ جگت جس درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا تھا، وہاں دھکی کا دائرہ نہ لگا۔ جگت ہوشیار ہو گیا۔ اُس نے رائفل کے دھماکا کا انتظار کیا مگر وہ دھکی کا دائرہ نہ جگت گیا۔ جگت پولیس والے کے جوتوں کی آواز پر کان لگائے کھڑا کر شایہ وہ قریب آ کر نہ لے لگا۔

چندہ منٹ اسی طرح بیت گئے۔ مگر ایک آہٹ دھکی کی تو جگت آنکھوں میں پڑ گیا۔ ”کیا اسے دیکھ چکا ہوگا؟ کیا کوئی آڑے کرے گا فائر کرنا چاہتا ہوگا؟ پھر وہ ہو جائے گی۔ اُس نے سنے۔“  
عقب سے رائفل کی نال لگال کر لپٹی پر انگلی رکھ دی۔ صرف ایک آنکھ سے اُس نے عقب میں ڈور ڈالی۔ مخالف سمت سے فائر ہونے کی صورت میں خطرہ تھا مگر اُس کا خوف مٹا تھا۔ پولیس والا دھکی ساکس کے جسم پر ہر جگہ کا تاراج کی روٹیں میں اُس کا فخر دیکھ رہا تھا۔ جگت نے موقع سے فائر اٹھا دیا۔ جگت لگا کر وہ اس پر بھونکا۔ اس سے پہلے کہ وہ چھپ کر کھڑا ہو اُس نے ضرب لگائی۔ جگر کا نشانہ نہ چمک گیا۔ مگر وہ پولیس والے نے رائفل کی لیٹی نہ دبانے کی کوشش کی۔ جگت چوہا گیا۔ اُس کے پاس دورا سے تھے۔ اُس کا نشانہ خالی کر دینے کے لئے ہٹ جاتا یا رائفل کے فائر روکتا۔ موقع نازک دیکھ کر اُس نے دوسرا خطرہ مول لیا۔ اُس نے رائفل تھامے ہوئے ہاتھ کو، سے جھکا دیا۔ وہ اتنا قریب آ گیا تھا کہ لیٹی دھکی کی صورت میں گولی اُس کا سینہ چیر دی۔

آپ کو میری وجہ سے تھوڑا جھوٹ ہونا پڑے گا۔  
"کیا؟" "اچانک حیرت سے پوچھا۔

"ماں جی سے کہنا انہوں نے ملاقات کے لئے مجھے انور بلایا ہے۔ جیسا کہ ایک تہوار سنانے۔"  
انپلا، ماں جی کی جانب بڑھنے کے لئے اٹھی، مگر چپن نے روک لیا۔ "ابھی نہیں۔ میرے سر کے آنے کے بعد۔"

"بہتر ہے۔" یہ کہہ کر انپلا بیٹھ گئی۔ چپن نے اس سے جو کہ کچھ آقا ہوا کہنے کے لئے زبان ساتھ لہو سے دھکی لی۔ آخر حیرت کی۔ چپن بھائی ایک جگہ بھائی کا آج کل دماغ محکوم کیا ہے۔ چپن گھبراہٹ سے کہہ کر وہ پہلے بیٹھ گیا۔ آپ آپ انہیں سنبھالنا۔ آپ بیٹی بھوت کے ہوتے ہوئے دو دروہ کے لئے اس طرح کیوں تپ رہے ہیں؟

چپن کی آنکھیں برسنے لگیں۔ کچھ درد دلنے کے بعد وہ بولی۔ آواز بھرائی ہوئی تھی۔  
"ہمارے سب کے نصیب خراب ہیں، بہن! انہیں تو میں اپنے انھوں ویرو کی گھر میں لے آئی۔"  
"اُمی نے ضرور دروازہ کھلا، بات انھوں ہی رہی۔ چپن اچھے اچھے سوئمن گنگہ گھر میں آئے۔ اُن کا پرہیزگار تھا۔ وہ چپن کے ننھی کی گنگہ اُن کے چھوٹے ارجن گنگہ دروازے میں داخل ہوا۔ آخری چار ماہ میں چپن ہارنگری کاٹھا لے چکا تھا۔ جب بھی آقا تھا، تمام جیڑیں نکھیر دیتا۔ دھمکی دیتا۔ چار چرون کے لئے سب کی لینڈری خراب کر کے چلا جاتا۔ اسی وجہ سے اُس کی اچانک آمد نے سب کو دم بخود کر دیا۔

"صاحب! آپ ہمارے پیچھے کیوں بڑھے ہیں؟" جگت کے پاؤں بے چین لہجے میں بولے۔  
ارجن کے پیچھے دو سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔ وہ سلامی کے لئے اندر جانے کا انتظار کر رہے تھے۔ "کیا کروں بزرگ؟ فرض تو پورا کرنا ہی پڑتا ہے۔ ارجن گنگہ کے لہجے میں یاد آوری تھی۔  
"تمہارا بیٹا کچھ پریٹان کر رہا ہے؟ پوچھیں پر وار کرنے سے بھی نہیں ٹھیک پاتا۔"  
"کراس میں ہمارا کیا قصور؟ وہ یہاں کھڑا کال ہارے کر رہے ہیں گھر میں ہونے کی غلط اطلاع پر نہیں کیوں پریٹان کیا جاتا ہے؟" سوئمن گنگہ کے لہجے میں کچھ تکی تھی۔ "ہر بار خالی ہاتھ آتے ہو۔"

"اس بار شاہی عالی خاں نہیں ملو گے گا۔" ارجن گنگہ پر آمے تک آگیا۔

ماں جی درمیان میں آگئیں۔ "چیف صاحب! ہمیں پریٹان کرنے کا آپ کو کہا نہ چاہئے۔ کیوں ہماری آہ لے رہے ہیں؟"

ارجن گنگہ کی آنکھیں نمکمل گئیں۔ "ماں جی! یہ سوال اپنے بیٹے سے پوچھو! اردو کتنے لوگوں کی آہ لہا ہے۔"

"میرا بیٹا۔" میرا بیٹا کے طعنے پر نے دو صاحب! "ماں جی کا حراج جھڑکیا۔" اب وہ ہمارا بیٹا نہیں رہا۔ چپن کے دل پر ضرب لگی۔ برابر کھڑی ہوئی آج کل کی ماں جی کے غصے سے لرز گئی۔

یہاں گنگہ جگت کی ماں کو خوش آکر تپا چاہتے تھے اس لئے ارجن گنگہ بولے۔  
"کیا کیا کہنے سے جگت تمہارا بیٹا نہیں رہے گا؟"

"میں اس چمکت پر کبھی قدم نہیں رکھوں گا۔" وہ کہتا۔

"جگت! میں دو دن پہلے آچلا سے ملاتا۔ وہ تمہارا سر کھرتیا جانے والی ہے۔ چپن بھائی کچھ بھیجتا ہے؟"

"خیر تمہیں بھیج دینا! جگت بولا جیسے ٹالنا چاہتا ہو مگر چپن کے لئے اتنا کافی تھا۔ آچلا چپن بھائی سے ملنے جانے کی اپنی اطلاع ذہنی کافی تھی۔ باقی وہ خود سنبھال لے گا۔

"آؤ بہن۔ کس سے کام ہے؟" ماں جی نے انتہائی عورت کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔  
اسے چار پائی پر بٹھایا۔ آچلا جگت کی ماں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"چپن بھائی نہیں ہیں؟"  
"اوپر پرگنی ہوئی ہے۔" ماں جی اب غور سے اُسے دیکھنے لگیں۔ چپن کو کہہ بھائی کہتے رہا۔ عورت کون ہو سکتی ہے؟ اسے پہلے کسی بھی نہیں دیکھا تھا۔ آچلا کادل اوپر کی منزل پر جانے کو چاہا کہ وہ ضبط کر گئی۔

"لو! میں نے جہیں پھینکا تھا۔" ماں جی نے بے چین لہجے میں کہا۔ "میںیں ڈھنڈا ہونے لگی ہیں۔"

"میں۔" میں آچلا ہوں۔ "ماں جی بچان بتاتے ہوئے وہ ذرا بھلائی۔ صرف نام بتایا۔ ماں جی اور ارجن میں چپن پر گئیں۔ اسی لمحے چپن اچھے اچھے آچلا دو چار لے اُسے دھمکی دیتی، پھر مسکرا کر بولی۔ "آپ ہی چپن بھائی ہیں؟"

"اورے۔" یہ چپن کو بھی نہیں پہچانتی؟ "ماں جی بڑا نہیں۔

"میں نے آپ کو پہچان لیا۔" چپن صرف آتی۔

"ہم جیکل بارلی رہے ہیں لہذا آپ کیسے پہچانیں گی؟" آچلا پر ہمارا لہجے میں بولی۔ "وہ میرے ہی ہاں رہی ہیں۔" دو دھما میں۔ "ماں جی چمکت گئیں۔ چپن بھی کھجوتی۔

"اوہ، آپ خیال آیا ہو؟" آپ آچلا بہن ہیں۔" یہ کہہ کر وہ آچلا سے پلٹ گئی۔ ماں جی اُن کا اس طرح پلٹ جانا کچھ اچھا معلوم نہیں ہوا۔ دروہ کے لئے عورت رکھنے والی ماں جی کو اب اُس کے نام سے بھی نفرت ہو گئی تھی جس کی وجہ سے جگت گھر چھوڑ گیا، کل کہا، پھر ڈاکو نہیں کیا۔ دروہ کو پہچان والی عورت کے لئے اُن کی نفرت جاگتی۔ چپن آچلا کو اندر لے گئی۔ دونوں نے بہت کچھ باتیں کیں۔ جگت کی باتیں سننے میں چپن الحکم کو بھولی کر چلا جلائے گا بھوش نہ رہا۔

"ابچن گنگہ نے مجھے ایک کام سے ہم اُن کے پاس بھیجا ہے۔" آچلا اب صاحب بات پر آگئی۔ "جگت بھائی تم سے نہیں آئیں گے، تم اُن سے ملنے جاؤ گی۔"

"کہاں؟ کس طرح؟" چپن کادل دھڑک اٹھا۔ جگت سے ملنے کے لئے وہ تڑپ رہی تھی۔ چہ ماں میں ایک بار بھی اُس نے خبر نہیں لی تھی۔ چپن کو اس کا انصاف تھا۔

"انور میں۔" جہاں تمہاری زمین ہے۔ "چپن کی بتائی ہوئی بات آچلا کہنے لگی۔ "پولیس! ٹک کی نہیں جانے گا اور جگت بھائی کے ساتھ تم وہاں کچھ دن اطمینان سے رہو سکو گی۔"

چپن سوچ میں ڈوب گئی۔ "وہاں جانے کے لئے ساس سسر اجازت دیں گے؟ آچلا بہن



"اس کی فکر نہ کرو! بھانجے کا یہاں بال بچنیکس ہوگا۔" ہزاروں اطمینان دلا دیا۔ "بھیا" یہاں نہ کھیت میں کام کرنے والوں کو چاروں کی چھٹی دے ڈوں گا۔ لہذا ان کی حاضری کچھ کی۔" چند دن اطمینان کی سانس لی۔

"میں نے بڑی بے چینی سے سفر کیا ہے۔ ممکن ہے کوئی مجھے دیکھ لے۔۔۔ بحر ملایہ بجائے زندگی بھر کی جدائی ہو جائے گی۔" چند دن کی آواز بھرا گئی۔ ہر کوئی جانتا تھا کہ اب گرفتاری ہونے کے بعد اس کے باپ نے سب کچھ اٹھائیں لے لی ہیں جہاں سے کوئی واپس نہیں چند دن کوئی اس بے چینی نے ہزاروں ہوشیار کر دیا۔ اس کی خوشی اب اندیشوں میں مگر مٹی ہو

اچلا کا پیغام جب بچن نے کھیت کو بتایا تو وہ اطمینان میں پڑ گیا کہ چند کوڑے ملنے کا چاہئے یا نہیں؟ بچن اس کی اب بھین بھکا۔

"کھیت احم ایک بار باہر بھی ملے لے لو! اچلا کہہ رہی تھی کہ وہ بری طرح تڑپ رہی آٹھوں میں آٹھوں کے ساتھ اس نے پیغام بھیجا ہے۔"

"کھیت کو چند کوڑے کے بارے میں سن کر بے چینی ہوئے گی۔" اور کیا خبر لائی اچلا؟

"وہ جب تمہارے گھر میں گئی تو پوچھ چپ تمہارے گھر کی حاشی لے لے آیا تھا۔" بھرا دانا

کر بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ درجن گھنٹہ ہی ہوگا مگر تمہارے باپ نے اسے کوڑے دیا۔"

"کھیت بچن کی طرف دیکھ لے۔ وہ کس طرح؟"

"مجھیں عاق کر دینے کی دستاویز دکھا کر۔"

"مجھے عاقی کر دیا؟" کھیت بھوک گیا۔ اس کا چہرہ بدل گیا۔ بچن نے بات بدلنے کو

سے کہا۔ "مگر ایسا انہوں نے پولیس کی پریشانی سے بچنے کے لئے کیا ہوگا۔ کوئی باپ اپنے

اس طرح عاق نہیں کر دیتا۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو۔" کھیت ہماری لیے میں بولا۔ "اب مجھے بیٹا کہنے میں بھی اُن

ہوتی ہوگی۔" ہاتھ اٹھا کر اس نے بچن کو کچھ کہنے سے روک دیا۔ "باپ دادا کی دشمنی کی خفا

نہا، اُس وقت اُن کو کفر ہوا تھا مگر یہی وہی ہے جسے گھر چھوڑا اسے انہیں ایسا کہنا ٹھیک کیا۔"

"کھیت! اپنا ذہن قابو میں رکھو۔ انہوں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ تم خود خواہ ذہن پر

بن رہے ہو۔"

"مجھ کچھ بھی ہوا، اس کا وجہ ہے مجھے چند دن سے ملاقات کے لئے جانا پڑے گا۔ اُسے یہ

اب اس گھر میں نہیں رہنے ڈوں گا۔ اگر وہ میری عورت ہوگی تو میری بات مانے گی۔" کچھ

آواز میں جوش تھا۔ بچن اب بچتار ہاتھاکر عاق کی دلی بات اُسے کیوں بتا دی؟ پھر مگر

چند دن سے ملنے پر تیار تھا یہ سوچ کر اس کا بچتار ادب کر رہا تھا۔

بھار کر دی ہوگی۔ اما سے بھی لیے عرصے کے بعد ملاقات ہوگی۔ ریزے میں بیٹا کھیت انہی

فکرات میں غلط تھا۔ سامان میں ایک قھیلا تھا جس میں جوڑے کپڑے، آٹو ٹیک کن اور

اڑوں کھجورے ہوئے تھے۔ ریزے میں دوسری باجی سواریاں تھیں۔ دو ایک گورنیں اُن میں شامل

تھیں۔ راجہ سحان کے لوگ اس کے نام سے انجان نہیں ہوں گے۔ بات کھیت جانتا تھا۔ کھنوں

کی آبادی بھی بڑی تھی۔ دوسروں کی نظر سے بچنے کی خاطر کھیت باہر دیکھ رہا تھا۔

"نہیں کہاں جانا ہے جوان؟" اوپر میرے شخص نے پوچھا۔ کھیت چوکا۔

"شکر کے مندر والے کھیت پر۔" کھیت نے آدھا جواب دیا۔ مگر وہ بچپان کیا۔

"ہزارہ کھ کے کہاں ہو؟"

"یہی ہیں۔ اُس کا دوست ہوں۔" کھیت نے سوچا یہ اچھا چپ کیا۔ "دودن کے لئے آیا ہوں۔"

"پھر تو تم چکا کو بیٹھاتے ہو گے۔ وہ اُس کا بھانجا ہے۔" اُس نے کہا۔ کھیت خائے میں آ گیا۔

بھانجے کو دینا تھا اس سے زیادہ لوگ اُس کے متعلق جانتے تھے۔

"کھیت کو کھن میں جانا؟" اہار نے خطاب میں ایک چھوٹا سا بچہ کی اس نام سے واقف ہے۔

الہا زبان سے اپنی تعریف کرتے ہوئے کھیت کو کئی آگئی۔ پھر تو میرے ہر لوگوں کی زبانوں سے

ہم کے متعلق اچھی بری باتیں سننے لگیں۔ شکر کے مندر کے پاس ریزہ کا کھڑا ہو گیا۔ لہذا آزادی

کے ساتھ قھیلا خائے پر لادنے دو ریزے سے باہر آ گیا۔ "نام رام" کا کھاب بھی چپہ بھر کر ہی

لا۔

"کھیت کو زور سے آ کر دیکھ کر ہزارہ سامنے آ گیا۔ کھیت کے درمیان ماموں بھانجا ایک دوسرے

سے لپٹ گئے۔

"شام وصل تھی۔ میرا خیال تھا کہ آج بھی تم نہیں آؤ گے۔" کھیت سمجھ گیا کہ چند دن اس سے

پانچ بج چکی تھی۔

"چند دن آئی ہے یا زور کوئی بھی ساتھ ہے؟"

"نہیں۔ پہلی آئی ہے۔" یہ کہہ کر ہزارہ قھیلا اٹھا لیا۔ "ارے۔۔۔ بہت سارا سامان

اے ہو۔" کھیت چناور قھیلا ماموں سے واپس لے لیا۔

دودن سے انتظار کرتی ہوئی چند فائوس تمام کر دودن سے میں کڑی تھی۔ اندھیرے میں

آگے شہر کو دیکھ کر اس کا دل اچھلنے لگا۔ اما ساتھ نہ تو وہ دودن کو اُس سے لپٹ جاتی۔ بیٹھتے

ہوئے آگے کے کوٹوں کو اُس نے ٹھک کر لیا۔ کھیت قریب آیا۔ انہیں میں اور پیار کے پھول

پھرنے لگے۔

"آگے۔۔۔ چند خواہش کے باوجود کہہ نہ سکی۔" سب کا کیا حال ہے؟" کھیت بھی پوچھ

لا۔ خاموشی کے زوہب میں انہوں نے ایک دوسرے سے بہت کچھ پوچھ لیا۔ کھانا کھانے بیٹھے تب

لادنے بات شروع کی۔

"چند کو میرے رہنے کا مسئلہ آگئی ہے۔ تمہاری سسرال میں ہی کوئی لڑکی ہے۔"

"پھر تو ہو جائے رشتہ۔" کھیت نے خوش ہو کر کہا۔

لہو کی کمرز میں لپے ہوئی۔ "شادی سے پہلے آپ نے ہی مجھ سے وطن لیا تھا کہ مجھے ماں اور باپ کی خدمت کرنی ہے۔ اب انہیں چھوڑ آئے گا کھم دے رہے ہیں۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارے اہل خانہ کا اور کون ہے؟" چند دن کے آنسوؤں نے عجب کو خاشاکوں میں ڈال دیا۔

چند رات بوقت نے اچانک کہا۔ "کل صبح میں روانہ ہو جاؤں گا۔" چند دن کے دو دن مزید گئے کی گزاری کی، مگر بھرت نہانا۔ "نیرا ذہن مجھے خطرے سے خبردار کر رہا ہے۔ میری بچی جس لمحہ میں سے نکل جائے گی اس آساری ہے۔" مگر وہ چند دن کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا رہا۔ "مگر میں نکل کر کی بات نہیں۔ میں ہوشیار رہنے لگ جاؤں گا۔"

دورات چند دن نے جاگ کر گزاری۔ لڑنے سے انہوں نے اس نے سوتے ہوئے بھرت کی لڑائی سے تعجب نہ کیا۔ پہلی بار شہر کے خلاف یہ سازش کرتے ہوئے اس کا دل بہت دور سے پہنچا۔ مگر جب بھرت اس سے محبت بھرے اعلان میں زخمت ہوا تو چند دن کے سکون کی ماسلی لہو کو بڑا کا شرب کم ہونے لگا ہے۔

دہلی ریلوے اسٹیشن پر ارجن سنگھ نے پولیس پارٹی کے ساتھ پڑا ڈالا ہوا تھا۔ وہ دونوں سے انتظار کر رہا تھا۔ اس کا انتظار چند دن کا قاتل کرتا ہوا الٹوٹ کیا تھا۔ دوسرے دن اس بڑبھرت کو آتے دیکھ کر فوراً پولیس چیف کو پیغام بھیج دیا۔ "جلدی آجائیں!"

ارجن سنگھ کے لئے بچہ کی گزشتہ میں اس جہان کی پولیس کی مدد بھی ضروری تھی۔ لیکن ہے اس کیلئے جملے جاتے اور چکا فرار ہو جائے۔ اس کے علاوہ بچہ کی گزشتہ کے کارنامے میں دوسرے کو ایک کیلئے اسے اچھا نہیں لگتا۔ اسے سال سے وہ کارنامہ اچھا ہونے کے لئے کئی تکلیف اٹھا چکا ہے۔ لیکن بار بچہ نے خود کو قانون کے خلاف کیا تو اسے کبھی عزت ملی کی۔ وہ بھی مروجہ کر پولیس پارٹی کے ساتھ دہلی پہنچا تھا۔ اور سے دہلی آئی ہوئی اور دہلی ہے لاہور جانے والی گاڑیوں پر سوار ہوتے دہلی سے مسافروں کی سخت گھرائی کی جارہی تھی۔

"کئی کئی شخص جہاز میں گھروں کے باہر رہنا چاہتے۔ یہاں تک کہ برف پوش عورتوں پر بھی غریب نظر کرنا لیکن اس طرح وہ فرار ہو جائے۔" ارجن سنگھ کی کت جلدیت تھی۔

بچہ کو گزشتہ کرنے کی خواہش تھی ارجن سنگھ کو بھی تھی، اس کی اس کے بچے کی بھی بڑی ہوئی تھی۔ انگوں مسافروں کے درمیان بچہ کو پھینکا خطرے سے خالی تھا۔ قاتلنگ ہواور ہے گناہ لوگ رہے جائیں، ایک مجرم کو گرفتار کرنے کے لئے ایسا خفیہ کر طرح مول لیا جا سکتا تھا؟ یہی وجہ تھی پولیس نے لاہور تک بچہ کا قاتل کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا تھا۔ دوسرے دن وہ پہرا انظار سے ہو جاتا۔ وہی "آج کیا لاہور کی گاڑی میں بیٹھا ہے۔" ارجن سنگھ کے جسم کے بال کھڑے ہو گئے۔ جس لمحے کا اسے خدمت سے انتظار تھا وہ آج کیا۔ وہ فوراً ہی ہوشیار ہو گیا۔

"اس کے پاس ہتھیار کیا ہے۔؟"

"مجھ کو کئی نہیں دیا۔ لیکن ہے تھیلے میں ہو۔"

"مجھ کو سچ کر ارجن سنگھ نے کہا۔" تم میں آری سادے لباس میں اس کی بچی میں ستر کرنا،

"میں نے رشتے سے انکار کر دیا ہے۔" ہزاروں نے سمجھ لپے میں کہا۔ "میں نے فیصلہ کیا کہ جب تک تم گھر میں نہ نہیں رکھو گے، میں رشتہ نہیں کروں گا۔"

مگر بچہ پہنچا ہوا والہ بھرت کے ہاتھ میں رو لیا۔ وہ ہزاروں کو گھر سے دیکھنے کے بعد یہ "نا! تم غلط فہم کر رہے ہو۔ ویسے بھی اب میں گھر جانے کے قابل نہیں رہا۔ پولیس کا دہلیاں بہرہ ہے۔"

"یہ بہانہ نہیں چلے گا بھائی ایک بار موقع دیکھ کر دو دفع کے لئے جا کر چہرہ دکھاؤ۔ یہ دیکھ کر اس کی کا دل فٹھلا ہو جائے گا۔"

"میری ماں ہیں گھر میں ان کا بیٹا نہیں رہا نا!" بھرت نے دیکھے لپے میں کہا۔ "تم کو چنا نے عاق کرنے والی بات نہیں بتائی شاید۔"

پراسنے ہوئی چند دن کی انھیں کی پوری جلی تھیں۔ وہ بھی اور قریب جا کر ہوئی۔ "کو کے ایک ٹکڑے سے ماں باپ اور بچے کا رشتہ تو کس کو ٹھکانا۔" ہاں بھائی خاشاکوں سے چند بھرت بولنا چاہا۔ "میں نے باپ سے کہا تھا کہ پولیس کی پریشانی سے بچنے کے لئے اس طرح کا فیصلہ نہیں۔"

بھرت چند گھنٹوں سے چند کو دیکھنے لگا۔ ہاں کی موجودگی کا خیال کر کے وہ بکھ نہیں ہو سکا۔ اس کی بھی نظریں چند دن کے بکھ کے پار ہو گئیں۔ اچانک بکھ رہی تھی۔ ان کا حراج پہلے نہیں رہا۔ اسے ماں کی بات یاد آئی تھی۔ "بھائی تم اس سے ملنے ضرور جاؤ۔ مگر میرا ہوا۔" جہیں کھڑے پڑے گا۔ بھرت کی گردن میں ایک تعویذ ہے۔ وہ دیکھ کر دیا ہوا ہے۔ وہ تم آتا رہتا۔ مگر جب وہ تعویذ ہوگا، وہ دوسرے کے ذہن سے نہیں نکلے گی۔ "چند نہ جانے کے باوجود یہ کام کر پر راضی ہوئی تھی۔ اس وقت اس کی نظریں تعویذ پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن ہے اس کی بات کچھ اور شدہ اس قدر سخت طراوت نہ ہو جاتے۔ اسے اسی لئے اس نے فیصلہ کیا کہ جدا ہونے سے بچے ضرور اس کی گردن سے تعویذ ضرور اتار لے گی۔ لیکن دن اور چار راتیں وہ ساتھ رہے۔ یہی خبر کرنا کیں، بکھ نہ ڈھٹے نہ ڈھٹے گئے، وہ دوا پر دم کر لیں بھی ہوئیں۔ بھرت بار بار ایک بات کا تکرار کرتا رہا تھا کہ جب وہ بھرت سے رہا ہو کر آیا تھا اس وقت ماں نے اس سے ویرو کی بات کیوں نہیں اکر لیا ہو جاتا تو وہ دوبارہ ڈاکو نہ بنتا۔

"کون جانے وہ کہاں ہوگی؟ اس کی کیا حالت ہوگی۔؟"

چند دن بھی کو بھلا نے میں نا کام رہی تھی۔ یہ قسمت کی بات ہے۔ اس میں کسی کا کیا تھا جب بھی ویرو کے متعلق معلوم ہوگا تو میں ماں کی اور باپ کو کبھی کر اسے گھر لے آؤں گی۔ ہمارا جہاز ہے سکھ میں خوشی ہے۔"

بھرت کی ایک اور خبر بھی تھی۔ "چند اب جہیں ماں کی اور باپ کے ساتھ نہیں رہتا۔ میں کا بیٹا نہیں رہا، اس طرح تم ان کی بہو نہیں رہیں۔ میں نہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"آپ نے کیا کہہ رہے ہیں؟" چند نے بات بدداشت نہ کر لی۔ "میں آپ کے ساتھ ہر جانے کو تیار ہوں مگر ماں کی اور باپ کی اجازت کے بغیر نہیں۔" مگر بھرت کے چہرے کا بیلا

ہا کر دیکھا تو بچے کے ہوش تھا۔

بجٹ نے انہیں کھولیں تو اس کی کلاں پھڑکی میں پھنس ہوئی تھی۔ پیر ہاتھ دے گئے  
لے ملے پر ہاتھ پیرا تو تعویذ کی جگہ حلق کے گرد زور کا حلقہ بندھا ہوا تھا۔ بجٹ کا دل بیٹھ گیا۔

تعویذ کہاں لیا گیا؟ کیا اس کی موت قریب آگئی؟  
"بجٹ کو گردن میں ڈھوا ٹھک رہا ہے۔" ارجن عکس خطرے لہجے میں بولا۔ "کچھ نہ برداشت  
کرنا پڑے گا، پھانسی کا پھندا بھیچا جائے گا تو سب مکمل ختم ہو جائے گا۔"

لڑتے ہوئے دل سے چندن کو نے گھر میں قدم رکھا۔ اور سے رواں گئی کہ دقت دل میں  
کچھ کیسے سوسے جاتے تھے؟ مگر گھر کا سانس سے یہ کیوں کی اس طرح سمجھا دی گئی۔ تعویذ دکھا کر  
فری کر دیں کی اب ان کے ذہن میں بڑا فرق پڑ گیا ہے۔ جدا ہوتے ہوئے سلام بھی کہلا رہا ہے۔  
موت ملنے پر مگر آ کر آپ۔ دونوں کو چہرہ دکھانے کا بھی یقین دلایا ہے۔

مرد کی بات دل میں روٹی ہے تو پھر دیکھتے ہیں ہی نہیں میں دل دہلائے والی خرمی۔  
"بچاؤ کر گرفتار ہو گیا۔ پولیس کو ایک کوئی نہیں چلائی پڑی۔ دو توئی فرین سے کو دار مگر پیچا رہ  
نہا ہے۔"

یہ سن کر چندن کو کا دل اسے زور سے دھڑکنے لگا جیسے اس کا پیٹ پھٹ جائے گا۔ کسی کو پتہ نہ  
ہل جائے کہ وہ چکا کی پتی ہے اس لئے اس نے خود بڑا احتیاط کیا۔ کھانسی میں بجٹ سے اس  
کی بے آخری ملاقات کی ہے؟ اس شخص خیال کو اس نے جلدی سے دل سے نکال پھینکا۔  
جس کی اس طرح کر کے ہوئی کر دیا جا سکتا ہے؟ کالا پانی۔ عرق پتہ یا پھانسی۔ اور اسی کے  
ہاتھ سے درخت سے سرے پر بندھا ہوا تعویذ پڑا دیا۔ اس نے ایسا کیا کیا؟ میں نے ان کی  
گردن سے تعویذ کیوں اٹا لیا؟ وہ خالی گردن دیکھ کر کیا کہہ سوجھ گئے؟ ان کے دل میں ہمیشہ کے  
لئے غرت بیٹھ جائے گی۔ اب میں انہیں کس طرح چہرہ دکھاؤں؟ ان کا کیا ہو گا؟

چندن کے ذہن میں خیالات کا سیلاب سوز رہا تھا۔ وہ خود کو کتنے گئے۔ "وہ مجھ سے ملنے آئے،  
میں نے بلا اور وہ گرفتار ہو گئے۔" سکھ بانے کے بدلے اس کے ہاتھ میں نے ڈکھا کا پہاڑ سر پر  
لے لیا۔ پتلی خرمی سے کود گئے۔ بقیہ خرب گئی ہو گی۔ مگر پولیس ظلم کرے گی۔ اور یہ ممکن! ا  
ہوئی زندگی کے لوگوں کا آج جانتے ہوئے چندن کو نے ہر شخص سخر پورا کیا۔

اس نے کوں خال ہا کر کھر خرمی نہیں پہچی ہوئی۔ یہ خیر اس طرح ذہن کی کہ سانس سر کو مدم  
نہ ہو۔ مگر اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ ماں ہی، مانا اور سون سکھ اداس چہرے لئے بیٹھے تھے۔  
چندن ہنسنے کمر سے تنک بیچی، کپڑوں کا بیڑل پیٹک کر کھلے دل سے رونے لگی۔۔۔ ضبط کا بندھ  
لوٹ چکا تھا۔ آسوں کا سیلاب بیٹھ گیا۔ بزرگوں نے اسے رونے دیا اچھے دل کا غبار نکل  
جائے گا۔ اب آئے وہ سلا دے گا کہ بھانڈا ہی کیا تھا؟ انجام سے سب واقف تھے۔

بجٹ کے ساتھی بھی ایسے ہو گئے۔ بچن سکھ مہیاں کرتا، دانت چیتا ہوا ارجن سکھ کو گایاں بک

اس پر نظر رکھتے ہوئے۔ پھر ہر ایشین پر تم میں سے ایک شخص مجھے روک دیتا ہے گا۔"

گاڑی چار کی بجائے پونے چھ بجے دہلی سے روانہ ہوئی۔ ایشین بائیسے مشورہ کر کے  
سکھ نے پولیس کی ہولی بجٹ کی ہولی کے برابر لگوائی۔ انجن ڈرائیور اور گاڑی کو بھی احاطہ میں  
کیا۔ اس پتھر میں گاڑی ڈیڑھ گھنٹہ رکت ہو گئی۔ بجٹ کھڑکی کے باہر سر دکھ کر اونگھنے کی ادا کیا  
رہا تھا۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھا رہا۔ انجن سے بیٹی بجائی تو اس نے ایشیان کی سانس لی۔ صبح  
وقت کبھی ایشین پر آ کر جانے کے حلقوں اس نے سوچ رکھا تھا۔ دن کے آجائے میں لاہور  
ایشین پر آ کر باغ پناہ تھا۔ کھڑکی کے راستے اس نے والی غلطی ہوانے اسے زندگی آفرش میں  
دیا۔ اب چاکر برابر والے مسافر کی گھنٹوں کے کان سے گزرائی۔

"پولیس والوں کی وجہ سے گاڑی رکت ہوئی ہے۔" اس نے سنا۔ اس کا جسم لرز کر رہ گیا۔  
نے اُسے میں بیٹھے ہوئے مسافروں کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ایک شخص اُسے غور سے دیکھ رہا تھا  
تین بار اس شخص کی گھورتے دیکھا جیسے وہ اس پر نظر رکھے ہوئے ہو۔ وہ ڈو شیار ہو گیا۔ گاڑی پ  
رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ درمیان میں ایلہا نے کھیت نظر آ رہے تھے۔ دن ڈوب رہا تھا۔

پولیس کو کسی نے اطلاع کی ہو گی؟ کیا اس کے کسی ساتھی نے؟ چندن کو یقین تھا کہ مگر وہ  
کے علاوہ کوئی بجٹ سے ملنے کی بات نہیں جانتا۔ پھر پولیس نے اسے اور میں کیوں نہیں سمجھ  
بجٹ کے ذہن پر مضبوطی سے برسر ہے۔ ان خیالات میں وقت ضائع کرنے کی بج  
پیلے فرار ہونے کے بارے میں سوچتا تھا۔ اہمال ایشین پر بھی پولیس اسے گھیر سکتی تھی۔ اس  
فیصلہ کر لیا۔

"اب کون سا ایشین آئے والا ہے؟" اس نے برابر والے مسافر سے پوچھا۔  
"ابمال۔" نام سن کر اس نے چونکنے کی ادا کرنا کی۔ پیر کے پاس پڑا اور اہمال اٹھایا۔ یہ  
تلاش کا اہمال ایسی زور سے تو اس نے اپنی آخری اٹھائی اٹھائی اور اتنا اندازہ مٹا رہا۔

لیٹرین بند تھی۔ لہذا وہ ہولی کے دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ دوسرا ایشین کی روشنی نظر آ  
تھی۔ وقت گاڑی کے دوڑے ہوئے پہیوں کے ساتھ ہجاک رہا تھا بجٹ نے نیچے نظر ڈا  
زمین بزم دکھائی دی۔ کھیت کھڑے تھے۔ اس نے گرد کو بند کا نام لے کر وہ توئی گاڑی سے  
جست لگائی۔ تلا بازی کیا تھا ہوا وہ چھوٹے ڈور گرا۔

"کوئی گرا۔۔۔ کوئی گرا۔۔۔" کسی آواز میں سنائی دینے لگیں۔ ارجن سکھ کے آدی کئے ونجے

لی۔ وہ دفرا لاک ڈور دیکھنے کے ساتھ گاڑی ڈکائی گئی۔ ارجن سکھ گرجا۔ "کو دجاؤ سب۔"  
چندہ منٹ میں پتھر پولیس والے اس جگہ پہنچے جہاں چکا گرتا تھا۔ ارجن سکھ گرجا۔  
گھر لے کر۔ وہ اس طرح نکلا۔ "ارجن کی روایت کے اگلے پڑے ہوئے چکا کے  
ڈک کی۔۔۔ راتلیں تان کر گول گھر سے پولیس والے اپنے دائرہ میں تھے۔ بجٹ کا جسم  
طرح ساکت رہا۔ کچھ دیر تک سب سانس روکے کھڑے رہے۔ چکا کی بھی لے داکر مسکا تھا  
تاریخ کی روشنی میں سے یہی ہوئی ہو گی لیکن نظر آئی تو ارجن سکھ ہمت کر کے آگے بڑھا سزا



رہا تھا۔ "میں اُس کی کھال اُتار دوں گا۔" مگر نئی اہل فیض نے غصہ کھبا نوچے کے برابر تھا۔ انجو سے پہلے یہ سچا تھا کہ جنت کو کس طرح آزاد کرایا جائے؟ پولیس اب قائل نہیں رہے گی، کچھ رہا تھا لیکن یہ جنت کا اس پر شک جائے؟ چند دنوں کے ساتھ ملاقات کا پروگرام اُس نے بنایا تھا، نہیں، میں پولیس کے ہاتھ میں جنت کو ترے نہیں دوں گا، چاہے ہم میں۔ جا کر وہ جان کی قربانی دینی پڑے۔ "بچن کرے گا۔" ہونا سرخ آنکھوں سے بچن کو دیکھو، جنت کی قربانی نے اُسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ساری رات وہ نہ سچا کر دیا تھا۔ اُس کو اپنی حالت اب کھنگ رہی تھی۔

"بچن! میرے سچے ہوتے تو تم لوگوں کی ضرورت نہیں تھی۔ میں اکیلا جا کر اُسے دہا کرنا چھو چھو کر بچن اچھے اچھے کچھ نہ کرنا۔ میں نے سب سچا ہوا ہے۔ اب میں جو کہوں گا، وہی تم لوگوں کا ہے۔" ہونا کو پہلے ہی انتظار جوڑ نہیں دیکھا گیا تھا۔ بچن نے اُسے خطرہ کرنے کی کوشش اور پھر کیا۔ "مجھے ہلانے کی ضرورت نہیں۔ اس بار میں اپنی مرضی کروں گا اور تم سے وہی کرنا جو میں نے سچا ہے۔" وہ نہ۔ "ہونا زک کیا۔ پھر سب کو تیرے نظروں سے محروم کر دیا۔" تم کچھ ہو گیا تو تم کچھ ہو گئے وہیں دیکھو گے۔"



ہر طرف ارجن تک کی تعریف ہونے لگی۔ آخر اُس نے کچھ کو گھیر لیا اور وہ بھی بڑی آسانی

حالانکہ کچھ لوگ اُسے اُس کے پیچھے برا کہتے تھے۔  
"یہ ہوش تھا اُس نے لے کر لڑا کر لیا، اُس میں کیا بھاری کی؟" وہ نہ بچا کسی صورت میں ذہن شک۔ "ہونا جو اُس کی ہار چکا کی تصویریں شائع ہوئیں۔ ساتھ ہی ارجن تک کی تصویر بھی شائع ہوئی۔" ہونا جو پولیس کے ہاتھ گیا۔ "خود جرم تیار ہو رہی ہے۔ مگر یہ کس کیلئے؟" ارجن تک کی اب ایک ہی خاص بات باقی تھی کہ وہ کچھ کچھ چاہی پاتے دیکھ لے۔ مگر اس بار وہ قتل تھا۔ اُس نے عدالت سے ریاضت لے لی۔ جس قدر وہ نیک اخلاقت کا مکس کئے جائیں، جوت جوش کئے جائیں۔ اُسے خیر میں بھی جنت چاہی پاتا دکھائی دینے لگا۔ جنت کے چہرے کچھ لپٹا ہوا ہے۔ اُس کو چاہی مگر کی جانب لے جانے سے پہلے پوچھا گیا ہے۔ "ہونا؟" آخری خواہش کیا ہے؟ "....." کچھ کی آخری خواہش ہو گی؟ ارجن تک سچ میں ڈوب جا۔ جانے کی خواہش میں وہ ایک دن زنجیروں میں پکڑے ہوئے جنت کے پاس گیا۔

کیا حال ہے؟ تمہاری کسی خاطر ہو رہی ہے؟ کچھ ضرورت ہو تو دعا دینا۔" خطرہ لے ارجن تک نے کیا۔  
جواب میں جنت نے آنکھیں پھلکا کر غصے کا اظہار کیا۔ اُس کے غصے پر ارجن تک کو لطف "کیوں بگڑا اس بار چھائی بیٹنی ہے نا؟" جنت کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے خوف کا تاثر ا وہ خاموش رہا۔ "تمہاری آخری خواہش کیا ہے؟" وہ تادہ! تا کہ آخر میں آنکھیں نہر۔ جنت نے دانت تیرے لئے۔ اُس کی منٹیاں کس کیں اور اُس نے جھٹکڑی توڑنے کے لئے، لگا لگا۔ ارجن تک اُس کی بے بسی پر ہتھ پر مار کر فریاد کیا۔ اُس کا ہتھ پر بھی تھا جس کی جنت ہوا

"آخری خواہش پوچھنے سے خوش اس وقت میری خواہش کیا ہے یہ پوچھو۔" وہ کچھ دیر تک کھل چڑھا رہا تھا جس کی بولا۔ "میری پہلی خواہش تمہاری زبان کاٹنے کی ہے۔ ہونا مجھے اتنی دیر کے لئے ڈاکو کرتے ہو؟"

"....." یہودی کے ہنس کر ارجن تک بولا۔ "کچھ بھول جا۔ میری زبان تو کیا میرا بال کھینچ کر کٹے گا؟" یہ کہہ کر ارجن تک نے جنت کے جڑے پر اُٹے اچھ کا منہ لگا دیا۔ جنت پھر کیا کر اس کے بازو دھکی سے پکڑے ہوئے تھے اور وہ سہاویں نے اُسے کٹی سے کچھا ہوا تھا۔ وہ سرخ فزوں پر اچھ پھر پھر ہاتھ ارجن تک کو کھانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔ نہ جانے کیوں اس وقت ارجن تک وہاں سے چلا گیا جیسے وہ اچھ کا خوفزدہ ہو گیا ہو۔ مگر وہ قدم ڈور جا کر زک گیا۔ جنت کو تانے کی خواہش آئی کہ نہیں ہوئی تھی۔ وہ ہونا کھڑے کھڑے بولا۔

"اپنی خواہش پوچھنا تو اُس کے دور سے تھی میری ہاتھوں کا پسند ہوگا۔" "بوساں!....." جنت جچ اُٹھا۔ "وہ کو تم نے چھو لیا ہے۔" "تج کہہ دو اُسے کا کیا اس نے لگا۔ سہاوی جنت پر ٹوٹ پڑے اور ارجن تک غصے کھٹا ہوتا ہوا چلا گیا۔ اُس نے کچھ کے دل میں لپی آگ بھڑکائی تھی کہ اُسے آہستہ آہستہ جلائی رہے گی۔"



"صاحب! کچھ کے کمر والے کچھ کے ملنا چاہتے ہیں۔" سنتری نے سلام کے چپ کو فخر دیا۔ ارجن تک بہت ڈوبے سے کبھی سوچ رہا تھا اس بار کچھ کے کمر والے ملاقات کے لئے کیوں نہیں آئے؟ وہ ڈنک مارنے کی بھی سوچ رہا تھا کہ وہ چلے دینا چاہتا تھا۔ جنت کے ماں باپ نے حاق کرنے کی دستاویز دکھا کر اُسے پہلے سے روک دیا تھا، وہ فصر اُتارنے کا اب وقت کیا تھا۔ یہ سرت جتنے اُس نے پوچھا۔ "کون اُٹے لیا ہے؟"

"کچھ کی بیوی ہے صاحب!" ارجن تک خطرہ ہو گیا۔ کچھ کا پاپا ہونا تو ذیل کر کے کا۔ پھر بھی کچھ نہیں۔ اُس کی بیوی کو بھی کچھ پڑا ہی گا۔ "جاؤ اُس سے یہاں بیٹھ دو۔"

چند لمحوں کا کڑی سی، پھر جنت بہت دیر تک وہ کاغذات کو نظر کا ذکر کا کر کے کا دکھاوا کرتا رہا۔ "ہم..... کیا ہے؟" کہہ کر اُس نے سر اٹھایا تو چند دن سے سر جھکا لیا۔ رحم کھانے والے انداز۔

ہم ارجن تک بولا۔ "خدا تعالیٰ عورت کو پولیس تھانے آنا پڑا؟ تمہارا بھی ایسے سے ساتھ ہو گیا۔ چند دن نے بھٹکے سے گردن اٹھائی؟ اُس کی آنکھوں سے غصہ برس رہا تھا۔ ارجن تک نے پھر

پہلی پر ڈھالا۔ "اچھ، میں جنت کی تمہیں ہوا؟" اُس کی بیوی اُٹھی۔ "....." "....." لمانی باہر بیٹھے ہیں۔ "وہ کھڑک پر کھڑک ہوئی کیونکہ جواب دینا ضروری تھا۔ ملاقات کی اجازت اُس سے تھی تھی۔" کیا میں اُس سے مل سکتی ہوں؟ "ارجن تک انکار نہیں کر سکتا تھا مگر اتنی آسانی سے اجازت بھی نہیں دیتی تھی۔

تمہارے لئے کے پاگل ہیں سے تو میرا دکھانے آسانی سے مل گیا۔" تم یہ سمجھتی نہیں کہ

میں جھپکے گئیں۔ "تو جبر... چند دن کے پاس کہاں سے آیا؟ مگن سے میں اور بھول گیا ہوں۔  
ادھار میں لوٹانے کے لئے چند دن کے خوب تریب کی کیا اسے کسی نوع پر میری طرح یقین ہو  
نوع کے کسی سے جگت کے جسم میں بھرتی آگئی۔ ارجن سنگھ کے جیسے ہوئے الفاظ اُسے یاد  
لاؤ وہ سوچنے لگا کہ کیا وہ اس کے لینے میں ہوگی؟ جگت نے فیصلہ کر لیا کہ برقیہ پر یہاں  
لاؤ وہ ہوا جائے گا۔ اُس نے سوچا کہ جب اسے عدالت کے جانے کے لئے باہر نکالا جائے  
اس وقت وہ فراہمی کو خوش کرنے کا پہلہ وہ تمام باتوں پر غور کر لینا چاہتا تھا۔ اب تو اسے روز  
عدالت کے چکر لگنے تھے۔ یہی موقع مل ہی جائے گا۔ اور جگت کا ذہن کمزور پہلو تلاش کرنے  
پر ہو گیا۔

ایزہ ماہیت کیل۔۔۔ پھر مگر ارجن سنگھ کی خواہش کے مطابق ثبوت نہیں مل رہے تھے۔ ریمانڈ  
کے لئے اسے بار بار عدالت سے دور رست کر دینا پڑ رہی تھی۔ سرکاری وکیل کو یقین نہیں تھا کہ  
ثبوت پر اسے پہنچایا ہو جائے گی۔ ارجن کی خدمت کی جگہ گئے جس پر اس کا پھندہ نہیں پڑا  
اسے مدد ہو گا۔ وہ کہتا۔ "مجھے اُس سے انتقام لینا ہے۔"  
اصنی دور چہرہ کو برسات کے موسم کی پہلی برسات ہوئی۔ ارجن کا اندر کرنے کوئی چاہا۔ اُس نے  
لڑی کر جانے کے لئے ہیز پر پڑی ہوئی فائل بند کی۔ سر پر ہلٹ باندھی اور اٹھ گیا۔ سر کوئی شخص  
"اسے میں اُس کا رستہ روک کر کھڑا ہوا تھا۔ یہاں کیا غلطی میں دبا ہے اُن کے سہارے کھڑا  
تھا ارجن سنگھ کو کچھ کہنا۔ ارجن سنگھ کو اس شخص کا چہرہ دیکھا ہوا تھا۔

"تو کون ہے؟" اُس نے زور سے پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا کیا صاحب؟ میں ہوناں سنگھ ہوں۔" بھر مزید بولا۔ "ہوناں... جگت کا ساتھی۔"

"اور۔۔۔" کچھ ہوئے پولیس چیف کا ہاتھ ہلٹ کر گیا۔

ہوناں پر سکون انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ "ہتھوں کی ضرورت نہیں۔ تم ذکر ہو رہے ہو، میں ابلیج  
ہی اور بے اسطے کہ ہوں۔" پھر مگر ارجن سنگھ نے ہتھوں تیار کر دکھایا۔ چاہوں نے بھی ہوناں کو  
ہلایا۔ ہوناں بیساکھوں کے سہارے دو قدم آگے بڑھا۔ ارجن سنگھ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔  
"اسے ذکر کرو کرو" دو آدمیوں نے ہوناں کے بازو تھام لئے۔ "مگر اس نے اسطے پہچاننا ہوا  
اُسے تلاش کرنے کے لئے میں کرو" ارجن سنگھ کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ مگن سے وہ نکلا  
انے کی ادا کاری کر رہا ہوا۔ اُس نے تین سیاحی بائریجیے۔ "دیکھو۔۔۔ اردو کو اس کے ساتھی کو  
میں پیچھے ہوئے؟"

ہوناں اُس دیا۔ "صاحب! یہ سب تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں؟" بھر جڑے سخت کرتا ہوا  
"ا۔۔۔ سمجھو کہ ساتھیوں کو گناہ کرنا ہو تو مجھے ذرا پیچھے دو اور میری بات سنو"۔ یہ سن کر ارجن سنگھ کے  
میں خوش ہو گئی۔ اب تو کچھ اور ہے۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ لپک گئی۔  
"اے مگر سی دو! اور اس کی بیساکھیاں لے کر باہر چلے جاؤ اور دوازے پر سخت چہرہ رکھو۔"

راجستھان کو کن تعاقب کر گئے۔ "چند دن کے ہونٹ کاٹ لئے۔ اُس کی لاپرواہی سے مجھ  
گرفتار ہوا، اس کا اُسے یقین ہو گیا۔ اُسے سوج کر صدمہ ہوا۔ آج بھی بھرتی ہیں۔

"اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ ملاقات کی اجازت مل جائے گی۔" بھر چند کو خوش  
دیکھ کر بولا۔ "وہ بھی صرف ایک بار۔۔۔ دوست کے لئے۔"

وہ آدھر کر بولی۔ "بھرتی۔۔۔ جیسی آپ کی مرضی، آپ نہیں چاہتے سنتری کو حکم دیا۔  
جاؤ اسے لے جاؤ۔ شوگر کو زنجیر میں بکڑا دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ سن

چند کو ایک لگ بھگ گردہ مجبور تھی۔ یہ سننے اور ضبط کرنے کا وقت تھا۔ اُس کے پیچھے ارجن سنگھ۔  
الفاظ ہنتر کی طرح ٹھکرائے۔ "دیکھنا! اسے دور سے لئے دیتا۔۔۔ پولیس چوکی میں بیٹا کر  
ہے۔۔۔ دوست کی ملاقات کے دوران نصف منٹ تک چند رونی رہی۔ جگت سے وہ آج بھی

نہیں ملا رہی تھی۔  
"نزدو چند ان ایک دن اپنا ہونا تھا۔ بس ذرا پہلے ہو گیا۔" مگر چند کے منہ سے سکیوں  
علاوہ کچھ نہ نکلا۔ جگت نے پوچھا۔ "اگلی آئی ہو؟" چند نے روتے ہوئے سر جھپکایا۔ وہ

بولا۔ "اب اس اور باپو کیسے آئیں گے؟ انہوں نے مجھے عافی جہر دیا ہے۔"  
"نہیں نہیں۔۔۔ اُسوں نے ہی مجھے کہنا ہے آپ کی خبر معلوم کرنے کے لئے۔ کہتے ہیں

اچھے وکیل کو پیر دی کے لئے کھڑا کر دیں گے۔" جگت نرم ہو گیا۔ وہ سخت الفاظ مگر چند کو کھا  
دکھائے نہیں چاہتا تھا۔

"اس میں وکیل سے کام نہیں ہے۔ جسے خود اپنا رستہ تلاش کر لوں گا۔" یہ سن کر چند ان  
کے پاس کھڑے ہوئے پیر دی کی آنکھیں کھلی گئیں۔ اس نے اُس نے بات بدل دی۔ "میں

اپنا نہیں کر لوں گا۔"  
"نام پورا ہو گیا۔" پیر دی کی آواز آئی اور وہ گڑھی۔ جس کام کے لئے آئی تھی، وہ فو

کیا۔ اُس نے گڑھ کو اُنے والے لیچے میں چھپا کر رکھا۔  
"جانے سے پہلے میں ان کے پاؤں تو چھلوں۔"

دور سے لئے کا صاحب کا حکم تھا۔ وہ صبح کر جاتا تھا مگر چند ان کا مطلب چہرہ دیکھ کر کچھ  
کیا۔ ایک عورت کی خواہش کو بردہ نہ سکا۔ نظر تھا کہ اُس نے یقین کر لیا کہ چیف نہیں ہے۔

لئے بولا۔ "اچھا۔۔۔ جلدی کرو!"  
چند ان کو لڑنے دھمکوں سے قریب لگی۔ فولادی سلاخوں کے درمیان سے وہ ہاتھ جگت

ہیروں کی جانب بڑھاتے ہوئے اس کا دل بھرا۔ جگت کو پیر دیوں کے قریب کوئی چیز نہیں ہوگی  
اُس نے ہوشیار ہو کر بڑھنا چاہا۔ چند ان کو روتے پیچھے کے نیچے کی ذہول لینے کے بھانے کوئی چیز

دی، مگر چون ذہول سر پر جاتی تھی سرے سے نہ ہوئی۔ جگت کو ایک نظر دیکھا، مگر  
کی مسکراہٹ نے دوسرے ہوئے دل کو سکون بخشا۔ چند ان کو چلنے کی تاؤں کھانے کے پہلے

جگت پیچھے چکا۔ پولیس کی نظر پکار اُس نے وہ چیز میں ہی دہائی۔ چند ان کی یاد سے لگی؟ اس کا کچھ  
بڑھ رہا تھا۔ مگر تھائی ہوئے اسے صبر کرنا تھا۔ کھڑی کے اندر جا کر اُس نے پڑا کھلی

ارجن سنگھ کو ہونام کی ہوشیاری پر غصہ آیا۔ عمرائے تجربہ ہو چکا تھا کہ آدمی صدمہ پاتا جائے تو بے گئی نہیں بھٹا سکتا۔ اُس نے سوچا کہ اسے جالائی سے کام لینا چاہئے۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ چھڑتاؤ! اُس کا راز کون کہاں ہے؟"

ہونام کچھ دیر خاموش رہا، اور درگزر نہ کیا۔ "دو باروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر اُن نے اپنا چہرہ ارجن سنگھ کے کان کے قریب کر لیا۔ ارجن سنگھ سرت سے جھوم اٹھا۔ کتنے آدمی

یہ اس طرح کی فراڈ کو اُن کو دے رہے ہیں؟ تمام تخیلات جان کر وہ کھڑا ہو گیا۔ "صاحب! میں نے انصار میں دی۔ کمرہ صالی کا کچھ یقین نہیں ملا۔ ہونام سر جھٹکا تا ہوا ہوا۔

"میری زبان پر ہاتھ رکھو۔۔۔ ارجن سنگھ جوتے ہوئے ہوا۔ "ابھی مجھے تمہاری اطلاع کا پھل

نہیں نکلا ملا۔" دو ہاں جو کھم کر کے ہونام کو الگ کھڑی میں بند کیا اور پچیس چیف سپاہیوں کی ایک بڑی

گود کے ساتھ ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے روانہ ہو گیا۔

○

حشف شب سے پہلے ہونام کی کھڑی کا دروازہ کھلا۔ ارجن سنگھ سیر بیٹھا ہوا داخل ہوا۔ اُس

کے چہرے پر غصہ اور افسوس بھرا تھا۔ ہونام کی سامنے تیز ہو گئے۔ بہت دیر تک ارجن سنگھ

اُسے گورنار یا پھر ہونٹ کاٹ کر بولا۔ "بیچارہ کھن ہوئی۔" یہ سن کر ہونام نے آہ بھر کر پیشانی پر

آہ مارا۔ "ہمارے بچے کتنے ہیں جن اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار ہو گیا۔ ہونام اُچھتا کیا تو ہم

بے گئی تم کا کھیل کھیلے کیا تھا؟" "کس قسم جیسے مجھ پر اعتماد نہیں کہ میری اطلاع سچی تھی۔ تم لیٹ ہو گئے، اس میں میرا کیا

فرہ؟ تمہارا کوئی آدمی چلتی کھلتی کار کیا ہوگا؟" "کیا اس ست کرو؟" ارجن سنگھ دہان۔ "پچیس پر انوار ہر کر تم بھی نہیں سکتے۔ جیب سے زیادہ

لارے کوئی نہیں نکال سکتا تھا۔" "پھر مجھ کو کچھ پر شک ہو گیا ہوگا۔" ہونام نے ہاتھ جڑے۔ "صاحب! احتیاط! وجہ بھانا ہو

گہ جانا کے دوسرے ٹھکانے بھی میں جانتا ہوں۔ وہ جب تک ہاتھ نہیں آتا آپ مجھے بند رکھنا۔"

ارجن سنگھ انھن میں پر گیا۔ "ہوے راستے اُن کے ذہن میں ایک خیال گردش کرتا رہا تھا۔ "بچن کو تو پھر بھی پکڑا جاسکتا

ہے۔ حرکت کا کیا ہوگا؟" پھر کسی فیصلے پر پہنچ کر کچھ نہ کیا۔ "اب ہم مودا دیں گے۔ جنہیں رہا

ہوئے تھے وہ رہا کرنا ہو گئے۔" "کیا؟" ہونام کا منہ کھل گیا۔ "جنہیں بکت کے خلاف کوئی دینی بڑے کی۔"

"کیا؟" ہونام سر پازر کیا۔ "میں۔۔۔ میں۔۔۔ مگر یہ مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے؟" یہ کہتے

ہے اُس کے ہاتھ زور سے تھے۔ "وہ نہ جاکے ساتھ تم بھی چھاپی پر لٹو گے۔" یہ کہہ کر ارجن سنگھ نے کھڑی کا دروازہ بند کر

ارجن سنگھ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا۔ ہونام اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا تو ارجن سنگھ چلا

ہوا۔ "اب بتاؤ! تمہاری کیا چال ہے؟" ہونام مطمئن لہجے میں بولا۔ "دوسرے ہانڈی کرنے آیا ہوں۔"

"دوسرے ہانڈی؟" ارجن سنگھ کا اندازہ صحیح ثابت ہو رہا تھا۔ "جلدی بول! دالوا دے"

چالائی دکھائی تو گوئی مار ڈالو گا۔" ہونام نے آنکھ ماری۔ "میں چھپتا ہے انتقام لینے آیا"

اُس نے چپے سے دعا کی اور مجھے کسی دھمکے دے کر نکال دیا۔ ارجن سنگھ کی ہانڈی میں کچھ

بات میں کچھ دن نظر آنے لگا۔ اُس نے ہونام کو بولنے دیا۔ "کچھ کو تم اس لئے گرفتار کر

لیجئے تھے چونکہ کور سے چکا کی ملاقات کا منصوبہ بنایا تھا اور پھر تمہارے ڈیپارٹمنٹ کو خیر کر دی۔"

"نظارہ بات۔" ارجن سنگھ نے میز پر ہاتھ مارا۔ "ہمارا اندازہ مگر جاکے مکان کی چڑھیں گئے

کر رہا تھا۔" "یہ کارنامہ تم چاہے اپنے حساب میں رکھو۔" ہونام ہنسنے لگا۔ "مگر بچن نے"

زبردستی اور بھوکھا تھا اور اُس کے جانے کے بعد ہم سے کیا تھا۔ اب چکا بھی دال نہیں آئے گا"

"یہ تو اتفاقی بات ہوئی۔ میں ماننے کو تیار نہیں۔" ارجن سنگھ نے ہونام سے مزید مع

حاصل کرنے کے لئے کہا۔ "اس میں تم کیسا سودا کرنے آئے ہو؟"

"میں یہی کہوں گا چکا کی گرفتاری کے بعد میری ہانڈی آئی۔ مجھے گورہ سے نکال دیا

نے حصہ ملا تو کہنے کا نظریے اتم چھ سال سے بڑے ہماری کمائی کا رہے ہو اور اب خبر

دے ہو؟" ہونام کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آواز میں سختی آئی۔ "میں نے مجھے دیکھ

دیکھ نکال دیا، میں اُس کو دھکا دینا چاہتا ہوں تا کہ اسے پتہ چلے کہ میں لٹکا ہونے کے باوجود

کچھ کر سکتا ہوں۔" ارجن سنگھ جوش و خروش میں سکا۔ "دوسرے طرح؟"

"بچن کے کردہ گرفتار کر کے۔" ہونام نے ٹھیک ٹھکانی۔ "مگر اس کے بدلے میں اُن کا

کا وعدہ چاہتا ہوں۔" کچھ دیر تک ارجن سنگھ تھیر تھیروں سے ہونام کا جائزہ لیتا رہا۔ بات

تین دس گئی۔ چکا اور ہونام اُس کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اب بچن کا کردہ پکڑا جائے تو اس

میں گورنار اُس کی بیٹہ بھتیجی سے شہر در آئے گا۔ جتنی سے بچ کا ہاتھ اس کے ایک بڑی کامیابی

ہوئے والی ہے۔ پھر بھی ہونام کو لٹکا دیا جائے۔ اُس نے سوچا۔

"اور اگر تمہاری اطلاع غلط ہوئی پھر؟"

"پھر میں تمہارے ہاتھ میں ہوں گا۔۔۔ جو چاہو کر دو۔" اُس کی آواز سخت تھی۔

ارجن سنگھ کھڑا ہو گیا۔ "مگر میرے ساتھ چلا اور پکڑنا کا پتہ بتاؤ۔"

ہونام نے کمرے سے ہونے کی کوکشی نہیں کی۔ "یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ میں ساتھ رہ

اس صورت میں زندہ نہیں لوں گا۔ بچن کو شک نہیں ہونا چاہیے کہ میں نے اطلاع فرما کر

جنہیں میری مخالفت کرنی پڑے گی۔"

دیا اور جاتے ہوئے کہتا گیا۔ "چونیس گھنٹے کی مہلت دے رہا ہوں۔ سوچ لیتا اتم سرکاری کے تو تمہارے جرائم معاف ہو سکتے ہیں۔"

چونیس گھنٹے بعد ارجن تک کہ جواب لینے آیا تو ہنومان بھروسہ میں گر گیا۔ رویا، گڑبڑ لیا۔

بچن نے اس مقام لینے آیا تھا۔ آپ مجھے دیکھ کے سلسلے میں کہاں بھڑکے ہیں؟

"سرکاری کواد ہے بغیر نہیں معافی نہیں ملے گی۔" ارجن تک کہ کی ضد جاری رہی۔

ہنومان نے خوفزدہ ہو کر کہا۔ "رہا ہو کر کیا کریں گا جبکہ کاموں مجھے خود نہیں رہنے دے گا۔"

اس کے بعد ارجن تک کہ کوڑوں کا دو چار سال کے لئے پنجاب سے باہر چلے جانا۔ سرفراؤں کا۔

"ارجن تک کہ نے اطمینان دلایا۔ خود بخود اہتمام ہونا ہو گا۔"

"اچھی بات ہے۔ جبکہ جو بھی نصیب ہو، میں کیوں اپنی زندگی خراب کروں؟"

دو گھنٹے ارجن تک کہ کو نصیب والی محسوس ہوئی۔ اب ہنومان کو حفاظت سے رکھنا ہو گا۔ یہ

میں ہنومان کو دیکھ کر محبت کے قسم کے بال کڑے ہو جائیں گے۔ وہ سوچ رہا تھا۔

○

پونیس کے دن ارجن تک کہ ہر طرف سے مطمئن تھا۔ بچن کی جگہ سے دشمنی ہو گئی یہ جاننے سے اسے اطمینان تھا کہ اب جہاں فراموش ہو گا۔ سرکاری دیکھنے کے تیار کی ہوئی گواہی پر ہنومان کو گھر لایا گیا۔ اب عدالت میں اقرار کر لے، اپنی دوسری جگہ کی جانب سے کوئی دیکھ نہیں دے گا۔

کے بچن کی مثال کے لئے عدالت کی جانب سے دیکھ کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس میں مضامین ضرورت بھی کیا تھی؟ چکی جہاں سے کیل ختم ہو جائے گا۔ باہر کے لوگوں کو داخلے کی ممانعت کی۔

دار بند زمین میں چکا کو لایا گیا۔ پچھلی بیب میں ارجن تک تھا۔ پچھری میں دونوں کاڑیاں ہوئیں۔ اس وقت آسمان پر اسرارہ کے بال گھرے ہوئے تھے۔

ہوا زور سے تل رہی تھی۔ جگہ دین سے بچے اتر گیا۔ پچھری کے باوجود اس کے بازوؤں میں بندھی تھی۔ دو راتسل ہوا دوسرے دن کے سرے پر کر اس کے پیچھے کھڑے رہے۔

ارجن تک کہ کی بیب سے ہنومان کو اترے دیکھ کر محبت چنکا۔ یہ کب اور کس طرح پکڑا اس نے سوچا۔ ارجن تک کہ اس کی آنکھیں دیکھ کر خوش ہوا۔ اپنا چہنوں کا پچھری پر پڑا۔

ضرورت نہیں تھی، مگر بچن اس کے گلے میں دسی پڑی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ کے ہمارے ہونا قدم آئے۔

میں نے عقب میں ایک پونیس والا دسی تھا کہ کل رات ہوا تھا۔ ہنومان اور جگہ کی آگ نہیں، ہنومان نے سر جھکا لیا۔ ایک کو گھب ہوا ارجن تک کہ ہر لے۔

"اب یہ تمہارا دوست نہیں رہا۔ ہمارا ساتھی بن گیا ہے۔ یہ سرکاری گواہ ہے۔"

جگہ نے ہونٹ کاٹ لئے۔ دونوں کے درمیان سات آٹھ قدم کا فاصلہ تھا۔ ارجن اور درمیان میں کھڑا ہوا تھا۔ اسی لمحے پچھری کے بھی آتی ہوئی نظر آئی۔ جب اجرام کے با کھڑے ہو گئے۔

بچن کے پیچھے بیٹھے ہوئے چڑیا نے دروازہ کھول کر سلام کیا۔ پچھری سے نیچے آئے اچھا دیکھ کر اس نے نظریں گھما لیں۔ ارجن تک کہ نے سلوٹ کیا۔

"خیردار۔" ایک گھر دار آواز سنائی دی۔ پچھری کی کڑی ہو۔ سب چمک چمکے۔

موسلا، مارش ٹوٹ پڑی۔ مگر بچن کسی نے حرکت نہیں کی۔ سپاہیوں کی بہت ٹوٹ چکی تھی۔ جہان کے ساتھ جگہ بھی میں بیڑ گیا۔ بچن بھی کے پچھلے حصے پر چڑھ گیا۔ ہوشیار کے ایک میں کام دوسرے میں راستگی تھی۔ سب پچھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ ارجن تک کہ دونوں انگڑوں سے اوجھل ہو گئی۔ اُن کے پاؤں سامنے کھڑے ہوئے۔

اُن کوڑوں کے فرار ہو جانے کے بعد سب نے اطمینان کی سانس لی۔ بارش میں بیٹھتے ہوئے ارجن اور سامنے ارجن تک کہ کے پاس پہنچ گئے۔ خون میں لت پٹ اس کا جسم آخری سانس لے گا۔

جلدی گھر کا گاڑی میں ڈال کر اسے اسپتال پہنچا دیا۔ پچھری سے نکلا دیا۔ ارجن تک کہ اور آخری سانس تھی۔ گاڑی میں ڈالنے کے لئے اسے اُٹھایا گیا تو ایک ہنگامے سے اس کی گردن طرف لڑکھ گئی۔ جبکہ گھاسی پاسے دیکھنے کوڑے والی آنکھیں بیٹھ کے بے ہوش ہو گئیں۔

نصف گھنٹے کے بعد پونیس کا دستہ ڈاکوؤں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ جہاں تک دور انہیں

کسی کام کی وجہ سے باہر گیا ہو یا شہر لوٹ آیا اور اس نے خبر دی۔" اس وقت شیو پورہ میں امر کی چٹا جمل رہی ہے اور وہ چٹا ارجن سنگھ کی ہے۔ چٹا اتھارا دار اس کے لئے موت کا اہت ہوا۔" بگت نے سردارہ بھری۔ وہ شیوا کو گھب ہوا۔ اس نے سوچا تھا کہ اس اطلاع سے ہلکے موت کا کام کیا ہوگا مگر بگت کی انہی کا سبب نہ کیا۔ "ایک بات مجھے عجیب معلوم ہو رہی ہے اور وہ کہ سلسلے میں جو لوگ لوٹ ہیں وہ سب موت کے گھاٹ اتر رہے ہیں۔" یہی تو مصیبت ہو گئی۔ وہی لوگ ہیں مگر جو ان کو نوا یا ایسا ہی جانتا ہے کہیں دور غلا جاؤں۔" ہم سب کو جانا پڑے گا۔" بچن کو کہیے کہ یہ یاد آ گیا۔ "اسی وجہ سے تو ہم نے نہیں رہا کرانے والی کی۔ اب ہر مہینہ یہی کہیں لگے گا۔" بگت کی بھگت میں ہنسنے لگا۔

تم کسی کی بات کر رہے ہو؟  
 ہزارے کی۔۔۔ مگر ہر ملک چھوڑ کر جا رہے ہیں۔۔۔ ہمیں بھی یہاں سے جانا پڑے گا بگت! ایک ہمارا نہیں رہے گا۔"

بگت کو جھٹکا سا لگا۔ اسی تک اس نے اس سلسلے میں سوچا ہی نہیں تھا کہ بدلتی جیسے نہ جانے کون شہید ہو چکے تھے تو ملک کو آزادی مل رہی تھی۔ اُسے خوش ہونا چاہئے تھا مگر اس کے ہر دم تھا۔ جہاں پیدا ہوا جہاں پلا بڑھا، وہیں وطن کھانا وہ چھوڑ کر جانا ہے، اسے آزادی کی کیا پاسک ہے؟

بگت اکیلا سوچ رہے ہو؟" وہ شیوار نے سوال کیا۔ "ہمیں بھی پہلے بچن سے کہنا تھا کہ ہمیں بے نیوں سے کوئی جانا چاہئے؟ ملک کا نام بدل جانے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم ہندوستان کی پاکستان میں رہیں گے مگر۔"

انارے چار باج سامی پادنی سے الگ ہو گئے۔ "بچن نے بات آگے بڑھائی۔ وہیں اور سکھوں کو یہاں سلامتی معلوم نہیں ہوتی۔ جو کچھ لے جا سکتے ہیں وہ لے کر لوگ جا ہیں۔" اب بگت کی یاد آئی کہ اس کے کمر والے بھی ملک چھوڑ جائیں گے؟ عدالت میں کوئی لایا تھا۔ اُسے ناسی میں اور پاپو پر کھڑا کیا۔ میرا کیا ہوگا؟ یہ جاننے کی پرواہ کئے بغیر چلے

بچن! مجھے کمر کی کو بھیجا پڑے گا۔ وہ لوگ ہیں یا چلے گئے؟  
 وہ لوگ کسی طرح جا سکتے ہیں؟ کھڑے دن پہلے اپنا آدمی وہاں ہو آیا ہے۔ ہم نے کھلوایا تھا پس سے کوئی عدالت میں نہیں آئے گا اور یہی دلیل کر کے کی کوشش کریں۔

اُس کیوں کیا؟  
 انہیں عدالت سے فرار کرنا تھا۔ اس لئے کہ اگر کمر ہارے کمر کا کوئی فرد وہاں ہوتا تو ارجن سے سازش میں شامل کر کے پریشان کرنا۔ بگت کے دل میں بچن کا احترام بڑھ گیا۔ اس طب سے پہلے بندھ جائے کہ اس کی عقل تھی۔ شاید اس کی بات سچ ہو اور سب کو ملک چھوڑنا پڑے۔ وہ دن میں سب ناپاک مہر شروع کرنا پڑے گا۔

بچن! ہمارے پاس وقت کم ہے جبکہ کام بہت سارے کرنے ہیں۔ تین چار ڈال لیں۔

خالی کبھی ہاتھ لگی مگر ڈاکوؤں کا نشان تک نہ ملا۔

پڑاؤ پر پہنچنے کے بعد ہونامان کے زخموں پر ڈریسنگ شروع کی گئی۔ مگر دو کھنکے کے دوران کے جسم کا ادھا خون بہہ چکا تھا۔ بارش میں جسم غلط ہو چکا تھا۔ ہونامان کا سر گودھ کو کھرجا کے سر پر ہاتھ بچیر رہا تھا۔ ہاتھ بھرن کی ڈھیریں توڑنا بھی بھولی گیا تھا۔ ہونامان نے کھنکوں۔ اس میں نظر گھائی، ساتھیوں کے اڈاس چہرے سے دیکھ کر اس کے ہونٹ چلے۔ "بگت کو رہا کر لائے، اس خوشی کے بجائے۔۔۔ مگر بگت سے نظریں نہیں اُٹیں۔ اس میں اپنا ہاتھ دے کر وہ بولا۔ "دوست! میرا کام مکمل ہو گیا۔ سلام۔" اس نے تین لیں۔ بگت کے ہاتھ کو پوری قوت سے دبا دیا، ہاتھ پھینک دیا۔ "مجھے رہا کرانے کے نہیں ہونامان نہیں۔" بگت نے دل دلائے والی چیخ ماری۔ "مجھے رہا کرانے کے قربان ہو گئے۔" دوست کے چہرے کو بوسہ دینا ہوا بگت ایک ملک کر رونے لگا۔ ساتھی ہونامان کے جسم پر چادر ڈال دی۔ باہر طوفانی بارش ہو رہی تھی۔

مسلل پانی برساتے برساتے اسٹان شاید اب تک چکا تھا۔ اور جیسے اندر میرے میں ہوا چٹا جمل رہی تھی۔ رورو کر سوسوی ہوئی بگت کی آنکھیں بھری پار کی جلتی ہوئی چٹا جمل رہی ہوئی آگ اس کے دوست کے جسم کو کھل رہی تھی۔ جس سے ہونامان کا جسم بے بس ہوا تھا، وہ بگو گیا تھا۔ گول میں خون دوڑ رہا تھا مگر ذہن میں خیالات جم گئے تھے۔ بچن اس کے برابر تھا۔

"بگت! اس ارجن سنگھ پر دوسرا اثر کرنا تھا تو تم مجھے روکا تھا۔ حساب ادھورا رہ گیا۔ بگت نے شعلوں کی جانب دوڑ گئے تو بے جواب دیا۔ "یہ میں پورا کروں گا مگر اس نے مجھے اس سے کچھ معلوم کرنا ہے۔" بچن خاموش رہا۔ بگت کی پیشانی کی دھیریں ابھرنے لگیں کہ خیالات حرکت کرنے لگے۔ "ارجن سنگھ مجھے پہچانی پاتے؟ دیکھنے کے لئے بے چین میری آخری خواہش جانا جاتا تھا۔"

"اب تم اس کی آخری خواہش پورا چنا چاہتے ہو؟"  
 "نہیں بچن! اس کی اس خواہش سے مجھے دلچسپی نہیں۔ مجھے تو اس سے وہ دے کے متعلق ہو ہے۔" بچن چونک گیا۔ پھر اس کے ذہن میں وہی خیالات گردش کر رہے ہیں۔

اس بدحاشا نے مجھ سے کہا تھا کہ تم پہچانی چھو کہ تو اس وقت دیو دھیر نے پوجہ ہو گئی۔

"یہ تو سن چلائے کے لئے کیا ہوگا۔"

"تم اسے نہیں جانتے بچن! عداوت کا انتقام لینے کے لئے وہ ہر ادھار جہاز استعمال کر۔ نہیں چنگیا کئے گا۔ دیو کو کسی نے نہیں چھپایا ہوگا۔ اس کے الفاظ میرے دل کو چیر گئے تھے اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ بچن! خطرے میں ڈال کر کسی میں فرار ہو جاؤں گا۔"

باہر نہیں تھا اس لیے کیش کا کام خود کرتا تھا۔ اس سلسلے میں اسے شکے بنے پر بھی اعتنا نہیں تھا۔ یہ کام اصول تھا۔ اس کے داییں ہاتھ میں بیڑی تھی اور بائیں ہاتھ کمر پر بندھے ہوئے نونوں پر تھا۔ اور غیر وجہ کے اسے شائے اچھالنے کی عادت تھی۔ شیرنگو کے بات بڑی طرح ٹھنک رہی تھی۔ بچے کے سامنے والی آواز کی باتیں کر کے میں مشغول تھے۔ ایک کلمہ بول اٹھا۔

”چاہے کچھ ہو، ہمارا راج ہوگا۔ بحرِ بحر سے رہیں گے۔“  
دولت رام کے برابر بیٹھا ہوا مسلمان بھڑکیا۔ ”تمہارا نہیں، ہماری حکومت ہوگی۔ ہمارا سبز پرچم اپنے کا، تمہاری حکومت ہندوستان میں ہوگی۔ یہاں پاکستان میں ٹوک ٹوک ہمارے غلام ہو گئے۔ سامنے بیٹھا ہوا کلمہ صریح ہو گیا۔ دولت رام پہلے بھڑک گیا۔ بے لگ بارودھاڑ کر میں کچھ تھیں اہل چیں جس جاؤں گا۔ اس نے سوچا۔ اُسے پشت پر بندھے ہوئے بیڑوں کی گھر تھی۔ وہ طمانِ نفس سے کچھ زور کھک کر بولا۔

”بھڑا کیوں کر رہے ہو بھئی؟ تم بادشاہ، ہم رہنا چاہیں۔“  
مسلمان کا بے خبر سے بھول گیا۔ شیرنگو بار بار کمر کی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ تقریباً چار میل کا فاصلہ گزر چکا تھا۔ شے کیا ہو گا تو کتنا قریب آ رہا تھا۔ جنگل اور جھاڑیوں کا ملحد شروع ہو گیا۔ شیرنگو نے باہر جھانکا، دو گھوڑے سوار نظر آئے۔ اس نے کمر کی سے باہر دو بال دیکر اشارہ کیا، پھر پیش کی صراحتی اٹھائی۔ جوش کی وجہ سے اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ وہ کمر کی صراحتی رکھ کر پانی بھر رہا تھا، اسی لمحے ہاتھ میں اٹھ کر کھل کر باہر گر گئی۔ دو چار مسافروں کا جان اُٹھ گیا۔

”اے صراحتی گر گئی۔“ کسی نے ہمدردی دکھائی تو کسی نے مذاق کیا۔ کچھ شیرنگو کی جانب کچھ بے خبر کھڑا ہو گیا۔ وہ دیکھ کر کہنے والی جگہ سے قریب ہی بیٹھا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دیکھ کر زور زور کیا۔

”اے کیا کر رہا ہے؟ باج روپے کی صراحتی کے لیے جیاس روپے کا جرمانہ بھرتا ہے گا۔“  
اور ہو گیا۔ ایک مسافر نے شیرنگو کا ہاتھ تھام لیا۔ شیرنگو نے گھونٹا مار کر اُسے زور دینا دیا۔ پیٹے ٹوٹوں پر کھینچنے لگے۔ گاڑی ٹھک ٹھک کی۔ شیرنگو نے گاڑی کے باہر سر نکال کر جھانکا، جگت اور بچن تیز لڑی سے قریب آ رہے تھے۔ جس نے راکھائی تھی وہ مسافر دانت تھیں کچھ شیرنگو کی جانب بھا۔ ”بیوقوف! تمہاری بھلائی کی حکمت نے برائی سے بدلہ دیا۔“ شیرنگو نے میان سے کرپان نکالی۔ دولت رام ہتھ زور کیا۔

”اے بھائی! کیوں ناراض ہوتا ہے؟ بچے آ کر پہلے اپنی صراحتی لے آؤ۔“ کسی نے طنز پر بچے میں کہا۔ ”اور جرمانہ بھرتے کے جیاس روپے بھی ساتھ لے جانا۔ گاڑو چاہا جنہیں باہرل بائیں گے۔“ شیرنگو نے ہونٹ کاٹے، آنکھیں دولت رام کو گھورنے لگیں اور کرپان اٹھا کر اس کی طرف بڑھا۔ سیٹھ دولت رام دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔

”اے ساتھ پر کیوں غصہ ہو رہا ہے؟“ کمراس سے پہلے کہ وہ کچھ کے آواز میں آئے تھیں۔ ”ڈاکو۔ ڈاکو۔“ بولی میں سنا چھٹا۔ جگت اور بچن کمر کی کے قریب نظر آئے۔ شیر

کے خرچہ بک موقع پر لے؟“ بچن بھی چاہتا تھا وہ جگت کو ہومان کے غم اور وجہ کے خیال۔ چاہتا تھا۔

”جگت! میں نے اس بار ڈاکو کے اگلے کاغذ پر پتہ سوچ لیا ہے۔ تمہارا انتظار تھا۔ کب تو بتا جگت نے انہات میں سر ہلا دیا تو وہ بولا۔ ”سکے کی منڈی کا پتہ لیا تو ڈاکو ماروئے کے لڑکے اس کی بڑی ڈکان ہے۔ آدھت کا بہت بڑا کام چل ہے۔ پتے میں ایک باہر کیش لے کر زور کر رہا ہے۔“

”کیاں چاہتا ہے؟“  
”سکے۔“ وہاں اس کی ڈکان ہے۔ وہاں اتنا بک خریداری ہوتی ہے۔ ہم اسے میں لٹوں لیں گے۔“

”تمہیں اطلاعات کس نے فراہم کی ہیں؟“  
”ہمارے ایک ساتھی نے۔ وہ پہلے وہاں سے بار (مزدور) تھا۔ وہ اتنا بک کی خریداری کا کام کرتا تھا۔ ایک بار سیٹھ نے اسے مارا اس لیے کام چھوڑ کر چلا آگیا۔“  
”جگت! کاؤن تیزی سے کام کرنے لگا۔ کیا وہ بھڑاں کام کرنے جانتے تھے تو وہ اسے کہ لے گا۔“  
”میں تمہارا ارادہ نہیں سمجھا۔ اُسے سیٹھ سے اس قدر نفرت ہے کہ وہاں کام کرنے نہیں دے گا۔“

”اے سمجھنا پڑے گا۔ میں اسے سمجھاؤں گا۔“  
دولت رام سیٹھ کے ہاں چاول کی خریداری بھرتا ہوا سر جیت دوسری دن غبر لایا۔

”سیٹھ آج دوپہر کی گاڑی سے جاتے گا۔“  
”کتنے روپے لے کر؟“

”بہت سارے۔“ اسے بار بار بول کر خرید رہا ہے۔  
”دوپہر میں رکھتا ہے؟“

”کمر میں ہاتھ دتا ہے۔ اس پر لپکاوت پھینکا ہے اس لیے دکھائی نہیں دیتا۔“  
”بھرتے۔۔۔ اب تم جاؤ!“ جگت نے اسے بھیج دیا۔ ”دونوں زور کام کرتے رہو اور

میں طوط کر دینے جاؤں گے۔“ اس کے جھوک جگت نے اپنے ساتھی شیرنگو کو سکے کی منڈی اور دولت رام کی عمرانی کے لیے بھیجا۔ اس نے اطلاع دی کہ سیٹھ فرڈ کلاس میں سوار ہوا ہے۔

”میرا بار کنا ہے۔“ سیٹھ کلاس میں نہیں کرنا تاکہ کسی کی نظر میں نہ آجائے۔ ”جگت نے کہا۔ ”بھڑکنا کھو دڑایا۔“ جاؤ، دو پہر دوپہر دے گاڑی روانہ ہوئی ہے۔ فرڈ کلاس کا کھٹ

سیٹھ کے ڈبے میں بیٹھا۔ سیٹھ کو شک ہو جانا اس کی کوئی حرکت نہ کرنا۔  
”شیرنگو کونج کر جگت، بچن، ہوشیار اور دوسراں کھوڑوں پر سوار ہوئے۔ سکے کی منڈی۔

میں کیش کیل کے فاصلے پر تھا۔ دن ڈوبنے سے پہلے دولت رام سیٹھ وہاں پہنچے والا تھا۔ اسے باج کیل تک پہنچا جانے دیا چاہتا تھا۔

سکے کی منڈی سے گاڑی چلی اور سیٹھ نے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر بیڑی چلائی۔ اُسے بچ

”اب اسے جانے دو“ جگت نے اتنا کہا۔ اسی لمحے سینٹھ مٹھیاں کس کر کھیتوں میں دوڑ گیا۔

”کون ہے؟“ زمیندار کی آواز سنائی دی۔ محبت نے رائے نقل سنبھال لی۔ کتا دیوار کی جانب دیکھ

”زندہ رہنا ہے تو ہمیں اپنا کام کرنے دو۔“ پھر نٹوں والا بیٹ نکال لیا۔ ہوشیار نے سینہ گردن میں سے مونے کی زنجیر اٹھائی۔ ”سب ملا کر کتنا مال ہے؟“ بجکت نے گرج کر پوچھا۔





پھر ایک ہفتے میں آگ بجڑک اٹھی۔ پہلے عجب بھل اٹھا۔ قوی اور ذہنی تعصب کا دیوانہ ہو  
 روٹھ کر نکلے گا۔ لوٹ مار اور زبردستی اور قتل عام شروع ہو گیا۔ ملک کے بخوارے نے  
 ماہوں کے بدل کی پانٹ باندھے۔

"بچن! تمہاری آگنی بیج ہے۔ ہم ڈاکوؤں کو گالیاں دینے والے خود کیا قماش کر رہے ہیں؟"  
 ات کا خون جوش مارنے لگا۔ "اب تمہوے دن میں آرام کا نپڑے گا۔ آدھے ساتھی آگنی دابلیں  
 مل لوں گے۔"

"اب اس وجہ سے تم اپنے گھر کی جگہ لگاؤ؟ مجھے ان سب کی فکر ہو رہی ہے۔" بچن نے سوچا  
 ات اس بات میں ماں کے ساتھ ہونے والے جھڑپے کو یاد نہیں کرے گا۔ مگر اس نے غلط سوچا۔

"نہیں بچن! مجھے بھی فکر ہو رہی ہے۔ مگر میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ کسی کو بھیج کر خبریت معلوم کر  
 ا۔" مگر وہ لگا۔ "اور اب تمہیں کو کچا لکڑی خریدنے لینی پڑے گی۔"

جگت کے گھر گیا ہوا بیس دو دن سے پہلے واپس لوٹنے والا نہیں تھا۔ مگر اچلا کے ہاں بیٹھا ہوا  
 غصہ شام کو دابلیں لوٹ آیا۔ "جگت! بچن! غصہ ہو گیا۔" وہ اس طرح کانپ رہا تھا جیسے کوئی  
 بلیک ٹنڈر ٹھکڑا کر رہا ہو۔

"کیا ہوا؟" "دو دنوں نے ایک ساتھ پوچھا۔  
 "اچلا۔" وہ آدھے نہ بول سکا اور نظر میں جھمکائیں۔ بچن جھکے سے کھڑا ہو گیا اور اس کا شانہ کچڑ  
 لڑچٹا۔

"کیا ہوا اچلا؟" "میں کو بچن پر پھل کر پڑی۔ جگت کا ہنر بھڑک اٹھا۔  
 "مگر تو سے فٹو ہے؟ کب اٹھا لے گئے؟" "بچن نے فٹو سے۔ آج دوپہر۔ میں اس خانو کی تھا۔"

"خانو؟" "جگت نے دانت میں لے لے۔" میں اس کی کمال آوازوں کا۔ اپنا جوشہر کی تہی  
 میں لینے کی ایسی سرازوں کا جو کبھی کا ڈوڈھ یاد آجاتے۔

"اسکے شہر پر تو کوئی نے بری طرہ سے مار دیا۔"  
 "وہ۔۔۔!" "بچن سر تا پا زور دیا۔ "اور لڑا؟" "وہ سلامت ہے۔ جب فٹو سے آئے تھے تو وہ مگر میں نہیں تھا۔ باپ کی لاش کے سامنے بیٹھ کر  
 یہی طرح رہ رہا تھا۔" بچن نے راتوں رات اٹھا۔ دو فٹو سے کانپ رہا تھا۔

"جگت! میں جا رہا ہوں۔" اچلا کی تلاش میں۔  
 "مظہر! جگت! جگت! جگت! خانو سے میرا حساب صاف کر دو گا۔ تم اس کے گھر جاؤ۔"  
 "مجھے اس کے گھر جا کر کیا کرے؟" "بچن نے کہا ہوا کہ وہاں مگر جگت درمیان میں آگیا۔

"میں تم سے جو کچھ رہا ہوں وہ کرو! تمہاری دہان زیادہ ضرورت ہے۔ معصوم بچہ ہر امداد نہیں  
 سہہ لے گا۔ باپ کی موت اور ماں کا کاٹوا۔۔۔ اس کو لینا یاد دینے والا نہیں ہے۔ اچلا کو دابلیں لائے

آزادی کا جشن دھوم دھام سے منایا گیا۔ اس شور میں بخوارے کا غم دب گیا تھا۔ مگر  
 گئے اور اب اپنا راج تھا۔ اس خوشی میں لوگ دھڑک رہے تھے۔ جگت نے سوچا ملک چھوڑ کر  
 کاغذی غلطی سے جسے بائٹ لے گئے۔ مگر وہ آرام کر کے جشن آزادی منایا۔  
 بعد سب نے ملنے کا پروگرام بنایا تھا۔ جگت، بچن اور ہوشیار بھیس بدل کر یکوہوں میں  
 آئے۔ انہیں بہت دنوں بعد یہ موقع ملا تھا۔

سینا کا آخری شو دیکھ کر تینوں آدھے تھے کس لیے عقب سے آواز دلائی۔ "جگا۔۔۔"  
 جگت چونک گیا۔ اس نے دیکھا وہ خطرناک بد معاش خانو تھا۔ اسے حیرت ہوئی۔ "اور۔۔۔  
 دو سال کے لئے جیل چلے گئے تھے۔ مگر تمہی جلدی واپس آگئے؟"

"یار! اس بار بڑے احترام سے چھوٹ کر آیا ہوں۔ آزادی کی خوشی میں مجھ جیسے بہت  
 لوگوں کو حکومت نے رہا کر دیا ہے۔"

خانو نے غلطی کا دوا تھا۔ چھوٹے موٹے جرائم کے سلسلے میں پانچ سال جیل کاٹ کر اب  
 اس کی نظر میں کوئی بڑا شہر تھا۔ تو وہ چکا چلاٹاں فرما رہا تھا اور اپنا سینہ منے لے جاتا۔ ویسے وہ  
 سے ڈرتا تھا۔ جا تو رہے تھے اس کا جواب نہیں تھا مگر راتوں سے اس کی جان بھڑکی تھی۔ آکر

ایک بار جگت سے کہا تھا۔ "یار! مجھے اسے گھر میں شامل کرنا۔"  
 مگر جگت نے انکار کر دیا۔ "خانو! انہیں میرے سات کام کرنے میں مزہ نہیں آئے گا  
 ساتھی بنا ہے تو سب سے پہلے عورت باڑی چھوڑنی پڑے گی۔"

جیل سے رہا ہو کر آئے ہوئے خانو کی غلی غلی اور گھنٹی کی تہ دیکھ کر جگت نے مسکراتے  
 پوچھا۔ "اور خانو اب ہر آدھے ہی کہیں ہاتھ مارا ہے کیا؟"

"یار! اب تو ہماری حکومت ہے۔ دو دوسرا بار دابلیں نے بہت باغیہ دیا ہے تاکہ قوی پیکر  
 بدو دوسرا بار دابلیں کو نقصان پہنچایا جائے۔" بچن کر جگت کی آنکھیں جھلک گئیں۔ خانو خوش مزاج  
 میں کہہ رہا تھا۔ "اگر تم ساتھ دو تو سرے میں آجائیں۔ پولیس والے ابھی آگے بھاگتے ہیں۔" مگر  
 کاچرہ سرخ ہو گیا۔

"خانو! مجھے کرائے کا فٹو دیکھتے ہو؟ تم سے کیا کہی ہوں کہ اس پیکر میں نہ پڑنا۔ ہمارے  
 رشتہ، ذات، رنگ یا مذہب کیسے؟ سب سراب یا دار ہمارے شکار۔ ساری پولیس ہماری دشمن۔  
 منہ ناکر آگے بڑھ گیا۔

بچن نے کہا۔ "دیکھا جگت۔۔۔ اگر یہ ابھی دلایت نہیں پیچھے اور قوم دھبہ کے نام پر  
 شروع ہو گیا۔"

بیسے دو بارہ سالہ لڑکا اسی قسم کی ہمدردی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ سسکیاں لیتا ہوا نرک گیا اور ”چاچا“  
 کو بچے سے لٹ گیا۔ دونوں کا بوجھ ہلکا کرنے لگے۔

”اچھے سے چاری برآمد والی بند درخت کو جیسے کسی کی عمر خود مٹی پھس گئی۔“ کسی نے کہا۔  
 ”توڑی کی کٹیجی میں کروڑوں کی گھی کر چار چار ٹھونڈوں کے مقابلے میں اس کی وقت ہی کیسی؟“  
 ”یہ کی غماز کر کے لے گئے۔ شادوں درمیان میں کیا کرے ہوئے ہاتھوں سے وہ کیا کر سکتا  
 ہے؟“  
 ”جین باد دنگے سے کہنا تھا کیا کرنا کسی کی جدوجہد چاری رہی۔“ دیلا شاہو نے اس کا پورا قسم  
 لیا۔ ”یہ کد کا اور دونوں ٹھونڈا کر گیا۔ وہ اچھا کد ہے۔“  
 ”دوسرے کد سے جاننا تھا کہ کچن کی بات کا کد کڑا کڑا۔“

”آج آئی گی۔۔۔“ عین آدمی اک ساتھ بولے۔ لہجہ میں بے جا حرمت تھی۔ ”مکون لائے گا کہ صاحب ہوشیاری سے بولے۔“

”ہے ایک غمزدہ... آج تو دیکھ لینا! پھر شاردول کی لاش کو باہر نکال گیا۔ بچن نے جنازے کو مددگار بارہ سالہ لڑکا پاپ کے جنازے کے ساتھ بچن کے برابر چل رہا تھا۔ جیسے دو جنازے کا ایک غمزدہ شاردول برا تھا۔“

ناکوکوشل کرنے کا کام محنت کے جس طرح سوجھتا آٹا آسان نہیں تھا۔ تین چار چھبوں کا پتہ  
 میں سے دو چھبوں پر آخری چار دن سے خالو دیکھا نہیں گیا تھا۔ وہ خالو کوشل کرنا ہوتا  
 ہے۔ وقت طوائفوں کے گھوٹوں پر تلاش کرنا پڑتا تھا۔ مگر جگہ کو یقین تھا کہ آج وہ اغوا کی گئی  
 خان کے ساتھ کسی محفوظ مقام پر چھپا ہوا ہوگا۔ اسے کہاں تلاش کیا جائے؟ وقت تیز رفتاری سے  
 رہتا تھا۔ جگت کا غصہ بڑھنے لگا۔ وہ آجاکو بار بار کردے گا۔ نہ جانے کتنے غصے اس کے ساتھ  
 کیے تھے وہ اس کی عزت لوٹ لیں گے۔ اسے فرود کر دیں گے۔۔۔ محنت نے دانت پھیر

”خانہ..... تہا رومی موت نے مجھے یہ واسطہ بتایا ہے۔ میں تجھے نہیں بخشوں گا۔“ وہ بڑبڑایا۔ اُس منہ کی کسی ہوئی تھیں اور چٹائی کی کرکٹیں تھیں ہوتی نظر آ رہی تھیں۔

”اور اسوہیل باپانی دوسو سال پرتم قوم تلاش کرنے جاؤ گے۔ جنہیں مسلمان ہونے کے لیے مداخلت مل جائے۔“ یہ کہہ کر جیت نک گیا۔ ”مخبرائے اس طرح خانو کا یہ نہیں ملے گا۔“ آخر یہ ترکیب آزمائی۔ ”ایک کام کو خانو کے آدمی سے جا کر کہو! انہیں خانو نے بلایا ہے۔ ان کو ملو! اور جوتوں کو کھانا لے لے گا کام ان کے سر کو کرنا ہے اور راج رات ہی یہ کام ختم کرنا ہے۔“

”اور اسوہیل باپانی دوسو سال پرتم قوم تلاش کرنے جاؤ گے۔ جنہیں مسلمان ہونے کے لیے مداخلت مل جائے۔“ یہ کہہ کر جیت نک گیا۔ ”مخبرائے اس طرح خانو کا یہ نہیں ملے گا۔“ آخر یہ ترکیب آزمائی۔ ”ایک کام کو خانو کے آدمی سے جا کر کہو! انہیں خانو نے بلایا ہے۔“ انوار مہاجرین کو دھکے لگنے کا کام ان کے سر کرنا ہے اور راج رات ہی یہ کام ختم کرنا ہے۔ لہذا

بغیر میں جنہیں صورت نہیں دکھاؤں گا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔۔۔ تم جاؤ! ”جکت اس قدر جوڑ بولا تھا کہ بچن اختلاف نہ کر سکا۔ دل میں اٹھے ہوئے درد کو دبا ہوا وہ اچلا کر گھر کی جانب روا کیا اور جکت چہرے ساتیوں کے ساتھ خانو سے حساب صاف کرنے کے لئے چل پڑا۔۔۔۔۔!

نصف شب سے پہلے بچن، اچلا کے گھر پہنچ گیا۔ گلی میں جنازے کا سامان نظر آیا۔ دو چار سرگوشیاں کر رہے تھے۔ گھوڑوں کی لگام تھام رکھتے ہوئے بچہ کو دیکر سب خاموش ہو گئے۔ میں آنکھوں سے اشارے کیے، پھر بچن کے چہرے پر ڈراما دیکر رنگین ہو گئے۔ بچن نے گو چوکت باری کی کہرے کے درمیان چار دوڑا دھالی ہوئی شادوں کی لاش پی سی ہوئی تھی۔ منگلی کی سات غوسنیں اور بھرمو گم ٹیپے ہوئے تھے۔ بچن کی نظر لاش سے ہٹ کر ٹیپے ہوئے اچلا کے پر پڑی۔ اسی سیکیاں سنائی دیں۔ بچن کا دل در آدھا۔ دو چہرے مل کر کھڑا ہوا۔ سب کی طرف دیکر کہہ دئے۔ دو چار دوڑا دیں۔ تھے ہٹ کر آدھ راستہ چلے آئے۔ آواز گونجنے لگی کہ آگے شائے پر سے ناسکھلے آثار کا رنگ دیکھو ہمراہ اس کے اچلا کے دروازے کے کمرے پر ہاتھ پھیرا۔ اس نے اسی طرح محنت بھرے ہاتھوں سے اس کی پٹت چھتی تھی۔ "بے اٹھ جا..."

”بہت سچھا یا مگر جتنا نہیں ہے۔“ ایک شخص نے کہا۔ ”کہتا ہے میں باپ کو نہیں جانے دوں  
پہلے میری ماں کو لا دوں“

”فوری دقتی لاش سے الگ کیا تھا تو اس وقت یہ چارہ ہٹا چھینے لگا۔“ دوسرا کہنے لگا: ”اچھا تم اچھے! اس کا دوسرا اور کوئی رشتہ دار نہیں۔“ لفظ ”رشتہ دار“ خاص وزن سے بولا گیا تھا، لیکن محسوس کیا۔ ایسے موقع پر جی کہکامی کرتے نہیں چکے۔ وہ اکثر اُڑا چلا سے بٹنے کا اور دریا رات کو تار بالہا ہٹنے والے اور کیا اعزاز ہو گئے؟

لوئی کی چستیاں، چاند ادا تون بھان آئے تھے؟ تب دوپٹا کا ماتہ لیر ہی۔  
 ”میرے بچے کے رشتے راز ہیں۔“ اس جواب سے محلے کی عورتوں کے پیش میں گڑبڑ  
 دو کہیں۔ ”کسی راز توں کیوں نہیں؟ رات ہی میں کون آتے ہیں؟“ پوچھنے کا مطلب سمجھ کر  
 تلہار کے بھیرے لپڑا بڑی صفائی سے جواب دیتی۔

”اُن کی ملازمت ہی ایسی ہے۔ رات ہی کو چھٹی ملتی ہے۔“ بچن اور شاہد دول نے خند کر چاؤ کا دوسروں کے گھر کام کرنا چھڑا دیا تھا۔ پھر محلے والے نے چٹے جیسے بولے۔ گے۔

”میکے کا رشتے دار پیسے دے جاتا ہے، پھر وہ کون ہمارے بھتیجے صاف کرے گی؟“ بچن کو اتوں کی بول مٹی تھی، لہذا وہ اب اچلا کے گھر بہت کم جاتا تھا۔

اسی لئے اُس کا بی بی چاہا کہ کہہ دوے۔ ”تمہاری آنکھوں کے سامنے منوے کے سطل کی ایک ٹھونڈ اٹھا لے مئے اور اس کے شوہر کو کل کر گمے، پھر مجھی تمہارا خون کر گمیں ہوا؟“ مگر یہ سب تھکے کام نہیں تھا۔ پھر فائدہ بھی کیا؟ یہ سوچ کر اس نے اٹھلا کہ بی بی کی جانب توجہ مبذول کی کی باپ کی لا لئے ہوئے لڑکے کو اُس کے منہ سے اتارے اس کی طرف مٹھکا۔

”جینا! سکھ کا بیٹا ہو کر نہ رو۔ تیرے باپ کے قاتل کو ہم زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

جہیں جلدی اطلاع مل جائے گی۔ جلدی جاؤ! تمہارا انتظار کرو رہے ہیں۔“  
 اس کے بعد پورا ایک گھنٹہ اضطراب میں بیت گیا۔ بار بار چلا کر خیال دل کو جھلسا دیتا تھا۔  
 جانے کی صورت میں خانو کے گھر سے کر دینے کی خواہش زور کرنے لگی تھی مگر جب صورت کی  
 لوٹنے کا حق نہیں دیتا تب صورت کی حرمت کی حفاظت مدد کی سچائی ہوتی ہے۔ پھر انور  
 پاگل پن کیوں سوار ہوا ہے؟ ایک قوم دوسری قوم کو تباہ کرنے میدان میں نکل آئی ہے۔ انور  
 گھٹنے میں لوٹ آیا۔  
 ”سرور! وہاں تو کل ہونے والے بچکے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ایک شخص کو قتل کر کے  
 پچاس روپے، ایک صورت کو اغوا کرنے کے سو روپے کی سودا بازی ہو رہی ہے۔“ یہ سن کر  
 خون گرم ہو گیا مگر اس وقت اسے خانو پر ہاتھ ڈالنے کی جلدی تھی۔

”خانو کا پیٹہ کسی نے نہیں تپایا؟“  
 ”نہیں۔۔۔ دو لوگ کبہہ رہے تھے کہ خانو نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ دو دن میں بہت  
 جوش اٹھا کر لی ہیں۔ سراسر اس کے بچے کے متعلق کسی کو معلوم نہیں۔“ انور نے فرسوس کا اظہار  
 عہد کے انتظار میں دوسرا نصف گھنٹہ گزار دیا مگر اس مرتبہ کا انتظار ننگ لایا۔ عہد نے آتے  
 دی۔  
 ”پتل گیا۔۔۔ خانو حاجی خان کی سرائے میں غمرا ہوا ہے۔“ بکت نے مضامین کی لیں لیں  
 ”دوسرے کس جگہ ہے؟“ گھڑے پر سوار ہوتے ہوئے بکت نے پوچھا۔  
 ”میں نے دیکھی ہے۔۔۔“ اب انور جوش میں آ گیا۔ ”جہاں سے چادر کیل کا قاصد ہے۔  
 رات کے وقت وہاں قیام کرتے ہیں۔ اس کا چکر بیکار مجھ سے واقف ہے۔“  
 گھڑوں کی ہائیں ڈھیلی ہو گئیں۔ بکت نے پشت پر لی این این کی منجھائی ہوتی تھی،  
 آفیسر کی اس منجھائی پر استمال کرنے کے لئے وہ بچھن تھا۔ نصف رات پر پہنچے تو بارش  
 کر رہی۔ بکت خوش ہو گیا۔

”قدرت! ہماری سواقت میں ہے۔ سرائے میں طہرے کا بھانڈا لیا۔“  
 ”سرور! خانو کو قتل کرنے کا کام میں اور عہد نے شائیں گے۔“ انور کدہ ہاتھ۔ ”مذہب کے  
 دے وہاں راہنمائی ہے۔ ہم اس کے ساتھ زیادہ انصاف کر سکیں گے۔“  
 ”نہیں! انور! ایسے بدعنوان کو ہوائی کی بھی گناہ ہے۔ خانو کا حساب میں چکاؤں گا۔ وہ  
 چاقو بازی کا ماہر ہے۔ میں نہیں یہ خطر مول نہیں لینے ڈوں گا۔“  
 سامی جاتے تھے کہ خطرے کے کام بکت خود کرتا تھا۔ حاجی خان کی سرائے تک پہنچے  
 نصف شب گزر چکی تھی۔ بارش دم دم ہو گئی تھی۔ انور نے چکر دو لوگ بچا۔  
 ”رجیم چاچا! رات کو قیام کرتا ہے۔ ایک کدہ کو کھول دو!“ مگنی کی بندہ سے جاگے ہوئے غم  
 نے اسے بچکان لیا۔  
 ”بہتے وقت کیوں آتے ہو۔۔۔ کتنے مسافر ہو؟“  
 ”آؤدی ہیں چاچا! آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہمارا کام ہے وقت کا بہتا ہے۔ ایک جگہ

”اس کی صورت کی آواز بتائی؟“  
 ”نہیں! سرور! اپنی طرف خاموشی ہے۔“  
 بکت چکر دو ایک سو چکر دیا۔ ”ایسا کرو! تم دونوں واپس جاؤ! کدہ کھلو! اگر اندر خانو نہ ہو تو تم  
 اس کے ساتھ تاش کھلاؤ۔“ انور کھیلنے ہوں تو کچھ ہار گیا۔ اس ترکیب سے خانو کے متعلق  
 لائن کھلا۔ چکر دو میں سے کوئی کہہ لیا۔ وہاں سے انور نے ہوشیاری سے کام کرنا ہے۔  
 ت نے جب سے روکے ہوئے کال کر انور کے سپرد رکھے۔ ”انہیں دیکھ کر وہ لوگ جلدی چل جائیں  
 گے۔ چکر دو ہٹنا۔ وقت ضائع نہ کرنا سمجھے۔“  
 عہد اور انور واپس نہیں ہوئے۔ انہذا بکت نے کچھ لیا کہ وہ اندر داخل ہو گئے ہیں۔ اس نے

ہوشیار سے کہا۔ "مار دھاڑ کے دوران اگر مجھے کچھ ہو گیا تو تم اچلا کو گھر پہنچا دیتا۔"  
 "میں ساتھ ہوں، پھر تمہیں کیا خطرہ ہے جگت؟"

تصف کھتے بعد انور اکسی۔ ”مردارادہ خانو چاروں خانو کے ساتھی ہیں۔ ان کے برادر باقی  
میں غورنوں پر قبضہ جاکر خانو غمراہا ہے۔ ہم نے ایک دلی ہوئی چیخ کر ان کی خوشی کو خانو کے ساتھی۔  
تھا کہ برابر میں نوپا جتا جڑا آیا ہوا ہے۔ خورت بے چاری غمراہی ہوئی۔ جیتا خانو کی پر ج

حکمت کھڑا ہو گیا۔ ”چلو ہوشیار!“ پھر اُس نے اپنے ساتھیوں کو دبا دے دی۔ ”تم لوگ کا  
کے دروازے پر جم جاؤ پہلے اُن چاروں کو قابو کر لیتا۔ ضرور پڑنے پر کر پان کھسک دیتا۔ مگر  
طاقت۔“

”تم اس کی دھنکی کی پرہاد نہ کرو میں اس کو تیرا بوجھتی ہوں۔ مجھ دوسری کو دھنسا سائے والی کوغزنی  
 بنیاد۔ تم کو ملی چلاؤ میری جان کی نگہ نہ کرو۔“

اس کورت کے سننے سے اب بھی خون ٹپک رہا تھا۔ کواب اچلا یا آئی نہ ماغ کی وہیں تن  
 ٹھہ۔ گن کے فراغ پر اٹھ کر اس نے خانو کی کوہنڈی کاٹنا نہ لیا۔ اس سے پہلے کہ خانو بس  
 اسے حملہ کرے، اس کی کوہنڈی میں سوراخ کر دینے کا حکمت ارادہ کر چکا تھا۔ مگر خانو اس کا ارادہ  
 ٹھہرا۔ اس نے ملکی ایسی سینی چھائی اور کوغزنی میں سے ایک خنجر اس کا جھپٹ کر اٹھیا۔ جھٹ چپک  
 بادو کاٹنا کوئی طرح خضر ہا تھا۔ کیسے جیسے ایک بار ملہ چپک پر بھوکھا تھا اور خانو خطرے میں گھر  
 ہا تھا۔ اس کے خضے میں خانو نے سنے کی آؤکی زبان کاٹ لی تھی۔ جب وہ بھوکھا تھا سینی خا۔ مگر  
 ارادہ بھی خضب نامک ہو گیا تھا۔ پہلے سے ٹوکا کر کرنے کے لئے کھجور نے ٹٹا۔ بدلا کر اسے  
 خنے میں خانو کے اشارے پر سنے نے خست لگائی۔ جھٹ پیچھے ہٹے کھجور ہو چکی تھی۔ سنے کے  
 اس کی کٹائی میں آخر کئے زرد اوکا کر اس نے جھکاؤ۔ کٹاؤ کر کر اس کے ساتھ ہی جھٹ  
 کٹاؤ کر باجری۔ جبکہ کھجور کاٹنی سے خون نے جھکاؤ۔ کھانو کی شیلان کی طرح تھپہ مارے لگا۔

”کھانو! بھلا دقت سے خون پر پٹ کر دوں گا۔“

جکت اور ہوشیار سرائے کے قحطی بھری کھڑکیوں کی طرف چلے گئے۔ بارش بند ہو چکی تھی مگر آستان کے قناد میران نے کئی کئی باروں کی کرج خانہ کی دے رہی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ کمرے میں دھواں راستہ جکت سے سوچ لیا تھا۔ ہوشیار کا سہارا لے کر دوسرائے کے چیمبر پر چڑھ گیا، پھر باہر آجھ ہوشیار کو بھی کھینچ لیا۔ مکان کے چیمبر کی دو چار اینٹیں ٹوٹ گئیں۔

”ہوشیار میں جیت تو ذکر انداز جا رہا ہوں۔ کئی تیار رہا ضرورت پرنے پر پیچھے دوکتے ہو۔ آجھوں شیشیں بنانے کے بعد انداز کھینے کے لئے سراج بنو گیا۔ جیت نے سر انداز کے ایک کمرے میں قافوں، بلبل اور جامہ، کوٹنی پر تر کی ٹوٹی ٹکڑی دھکی دی۔ کوئی شخص نہیں آیا۔ کمرہ دیکھ کر جیت جاگس ہو گیا۔ سر ہا ہر نکال کر ہوشیار کی جانب دیکھا۔ انداز کوئی نہیں ہے۔“

”انسان کی حیثیت پر انسان بھی روٹھ گیا ہے۔“ ہوشیار بولا۔ اُس نے ایک دہی ہوئی چٹا دی۔ بگت چمک گیا۔ اُس نے چھت سے چہرہ اندر گیا۔ کمرے کے اندر دوسرے کمرے میں والا درمیانی دروازہ کھل رہا تھا۔

[illegible]

اگر وہ منتظر یا امیرِ ناک تھا..... جنت لڑو کر رہ گیا۔ ایک حکومت فُرش پر چلتی تھی ہولی گیس کے پیٹھ پر گھسنے کو کہ خافو نے ایک ہاتھ سے اُن کا گلا دیا ہوا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے خافو جھگری سے وہ حکومت کے کھلے ہوئے سینے پر جھ کے لگا کر ہاتھ دھرت تھ گھٹیف سے تڑپ دھت دانت تھے جس میں آواز پھنس کر رہ جاتی تھی۔ جنت کی موجودگی کا اب تک خانو کو کچھ نہیں دانت تھے جس کی گھٹیت تھی۔

خانہ

[illegible]



"نہیں نہیں..... ساتری بھراے ہوئے گیس میں بھری ہوئی۔"

ہوشیار سے ذرا ہلکا۔ "مہم موقع پر پہنچ گئے تھے۔ کسی عورت کو آج نہیں آئی ہے۔" بھگت رام نے توجہ منظروں سے ہوشیار کر دیا۔ "ہمارے کسی معاملے میں ملکی امداد کی ضرورت نہیں۔ فنڈوں کو اسے پہلوں سے دبا کر لے جاتے ہوئے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میرے لئے اب یہ بیکار ہے۔"

"اسان کا بدلہ بدی سے دے رہا ہے؟" ایک عورت بولی۔ "یہ بچاؤ سے راولوں رات عورتوں کو لے گئے۔" "نہیں بھگت رام دریا میں ہی بول اٹھا۔

"میں نے انہیں سٹے آئے کوئیں کیا تھا۔ اسے رکنا ہوتا ہے ساتھ لے جائیں۔" ساتری دل میں آگ لگ گئی۔ بڑول شہر پر بی رہا دہری جتا رہا تھا۔ مگر اس کے ہاتھ کپٹے سے پہلے بھگت کو تیز نظروں سے گھورا۔ بھگت رام بھگت کی نظروں کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹنے لگا۔

"مگر کسے..... عورت واپس آگئی۔ بھگوان کا احسان ان ان اغوا لوہا ت بڑھار ہا ہے۔" فیصہ کو قابو میں رکھ کر کہہ رہا تھا۔ "تیری بیوی پاک ہے۔ اس کی جانب دیکھ! اچھا تمام کر کر رہا جا۔"

"نہیں نہیں..... ایسا نہیں ہو سکتا۔ راون بیتا کو لے گیا اور بیتا نے اگنی پر بکھا دی۔ پھر لے آئے لال ہا ہر کیا۔" بھگت رام کے الفاظ ختم ہونے سے خوش بھگت نے اس کے چہرے

کا جائزہ لیا۔ "بیوقوف..... بڑول..... رام کی مثال دے رہا ہے۔ اس کی بیوی کو راون ان آٹھا لے وقت وہ تہا دی طرح گھر میں چھپ نہیں کیا تھا۔ مقابلہ کر کے بیتا کو آزاد کرالایا تھا۔" یہ کہہ لے دوسرے زبشار بھی چلا مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔

"نہیں بھگت بھیا..... ساتری درمیان میں آگئی۔" میرے سوا کو نہ مارا۔" چکا کام سننے ہی سب سنا لئے میں آگئے۔ بھگت رام میرے کمر ڈور میں گیا۔

"بھائی صاحب! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے خبر نہیں کی کہ....." اس کی زبان لکڑی مارا لہذا تفصیل میں جانے کی بجائے اس نے ساتری کا ہاتھ قیام لیا۔ "جل گھر میں۔" وہ نرم ہوا چاہ پ دہاں سے چلا گیا۔ اب سب کی آنکھیں بھگت کو دیکھنے لگیں۔ ان کے سامنے پنجاب کا چاک ڈاکو چکا کھڑا ہوا تھا۔ وہ اچانک دھارے کیوں کیا ہوگا؟ اچانک کے سیکے گا اور بیٹھے دار کیا چکا؟ ہے؟ اس دروان اچانک ہوئی آگیا تھا۔ بھگت اس کا منتظر تھا۔ وہ ظاہر ہونے کے بعد دیکھا وہ نہیں سکتا تھا۔

"بچن! اچانک اساتھ لے کر ہم روانہ ہو جائیں۔" پھر لڑکے کو چپت مار کر بولا۔ "کیو میرے ساتھ کھڑے پر بیٹھے گا؟" اس کے بعد دوسری سامان باغہ کر چلائے گھر کی چوکنے تو اس کا دل دور ہا تھا۔ شاردول کے ساتھ گزری ہوئی زندگی کے گھر دور دکھ کے لحاظ سے آو بھرا تھا۔ اس نے غم سے اس طرح چھوڑا تھا جیسے ایک جنم پورا کر کے دوسرے جنم میں قدم نہ

ہو۔!

گھر خیر لینے گیا ہوا دوسرے جہت میں دن تک واپس نہیں لوٹا اس لئے بھگت کو فکر ہونے لگی۔ دن بدن اسے بڑے جارہے تھے۔ ہجرت شروع ہو چکی تھی۔ جو کچھ لے جاسکتے تھے وہ باغہ کر کو لگ کر دھن ڈالنے لگے تھے۔ راتوں رات جہاں نظر ڈالو عورت، مرد اور بچوں کا قتلے چلے جارہے تھے۔

اچانک سے ہوئے دروغوں کی طرح انسان دوسری صورت پر رہنے جارہے تھے۔ کسے پڑاں میں کھتے لوگ اپنے سے دینے جن سلامت بچنے چاہیں گے؟ بچوں سے ایک جگہ رہتے ہوئے ان کی کچھ پیٹیاں میں پرا پاک مہاجرین کی ہر گھ گھ جلیں تھیں۔ بھگت سے سوچا جاسکتا ہے اس کے گھر کے ہجرت کر کے گئے ہوں یا پھر جسے گھر بچا تھا وہ دوسرے جہت کی جہت کرنے والوں میں مل کر چلا گیا ہو۔

"جہت جہت لوٹ آیا نہ تھی ہو کر کسی..... واپس ہوتے وقت کسی نے اس کی پیٹ پر ہنجر مارا تھا۔" "تو آج صبح ہوا کہ تھیرے پاس راکھ تھی۔" روزہ زندہ واپس نہ آتا۔ "اس نے مرد تو بھری۔" ہر مرد کی کوئی عام عورت ہے۔ معصوم بچوں کو بھی بدحاشا نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ بدی سے انہیں لایا گیا ہے۔ میرا خون کھول لیا ہے۔"

"بھگت کو کمر کی تھری سے مٹھو کر لے کر جلدی تھی۔" "گھر سب کیسے ہیں؟"

"سب ٹھیک ہیں۔ بھگت....." "کیوں کس کے سورا جہت؟" بھگت کا دل بیڑہ گیا۔ "تہا دی ماں سے بیٹا دیا ہے کہ درودن میں سب ہجرت کر جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ بھگت نایک بار چہرہ دکھانے کے لئے کہنا مان کی آج انھیں سامان بھادوں کی طرح بھری تھیں۔ اسے نہیں لگیں گھٹ سے کہنا گھر میں قدم نہ رکھنا ہو تو دروازے میں ایک باس کی صورت دیکھ بہ کسے بڑھو راکھ تو بھی آج نہیں؟" یہ کہتے ہوئے سورا جہت بھی رو دیا۔ "میں ماں جی کے نہیں دیکھ سکا۔" جس خیر دینے کے لئے تیری سے لے لونا گھراستے میں درودن ضائع ہو گئے۔ کیونکہ

بھگت کے تصور میں آسو بہاتی ہوئی ماں کی تصویر ابھر آئی۔ دستاویز میں انہوں نے بیٹے کی

تصویر میں چائے سے عات کر دیا تھا مگر کوئی اسے بدل سے بیٹے کو نہیں لکھ سکتی۔

"بھگت! تم فوراً ہی تہارے گاؤں کو روانہ ہوں گے۔" بچپن نے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں ہم انہیں پا مائے گا۔" اسی اقدار تک رہ کر جاری ہیں کہ لوگ واپس چاروں انکھیں پر پڑے رہے ہیں۔

"تبی ماں بھگت نہیں آئی تھی مجھے کسی کے ساتھ کی ضرورت ہے۔ کب تک تم پر بوجھ بن کر پڑی ہو گی؟" اب اچانک بولی۔ "تم مجھے دیکھنا چھوڑ دو تو میں ان کے ساتھ چلی جاؤں گی۔"

"اس کی بجائے سب ساتھ روانہ ہوں پھر.....؟" ہوشیار نے شور مچایا۔ "جلدی باہر یہاں نہانا ہی ہے تو جانے والوں کے ساتھ مل کر آسانی سے کیوں نہ نکل جائیں؟" بھگت خاموش رہا۔

وہ کوٹھے کا خیال آئے سے بچپن کو رہا تھا۔ دوسرے دیر کا خیال آئے پریشان کر رہا تھا۔ وہ ہاں ہوگی؟ کیا وہ ہجرت کر جائے گی؟

"کیا سورا جہت سے ہو جکت؟" بچپن بولا۔ "تہا را خیال نہیں تو ہم نہیں جائیں گے۔ مگر ساقیوں کو



”کیونکہ میں اچلا کو اس خطرے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں ابھی نہیں جاسکتا۔“ تجت نے سخت

انہوں نے شیخوپورہ اسٹیشن کے سامنے والے ہوٹل میں قیام کیا۔ بال بچے دار اچلا ساتھ،



آواز میں کہا۔ "دیرو کی تلاش ابھی باقی ہے۔" بچن چپ ہو گیا۔ دیرو ابھی اُس کے ذہن سے نہیں نکلی۔ بچن نے کافی بحث کی۔

"دیرو ابھی کتنی نہیں دیرو کی۔ وہ دن چھوڑ چکی ہوگی۔ تم اسے کہاں تلاش کرو گے؟" بچت نے ضد میں چھوڑی۔ "تم کو بھو تو ہم بھی رک جائیں گے۔" مگر یہ بات بھی بچت نے نہ مانی۔

"تم لوگ ابھی روانہ ہو جاؤ اور ہوشیار بعد میں آ جائیں گے۔" آخر بچن کو بکثرت کی بات پڑی۔ جدا ہونے کے خیال نے سب کو کم کم کروا دیا۔ بکثرت سکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بچن منہ پھرا کر رہا تھا۔ "ہوشیار کھڑی رہم رکھ کر باقی سب کچھ بچن کو دے دو" پھر بچن نے کہا۔ "دو امر سرکچ کر سیدھا اور جانا ہے۔ وہاں کچھ دن رہنا۔ میرے گھر والوں سے کہنا کہ تمہوڑے دن میں آ جائیں گے۔ سب کو اطمینان دلا دینا۔" بچن گھبراہٹ سے جدا ہونے کے بارے میں اپنے سوچا بھی نہیں تھا۔ اسے چھوڑ کر جانے کو دل نہیں مانتا تھا۔ وہ کی خاطر مول لے بیٹھے گا اس وقت اُس کے ساتھ کوئی نہیں ہوگا۔ بہت سے خیالات بچن کو ستارے تھے۔ آخر جدا ہونے کی کمزور چٹکی۔ جب دل میں دباوے ہوئے عبت کے آسوا پھر لگ آئے۔ آچلا بلک بلک کر رو رہی تھی۔ اس کے پیچھے بھی بکثرت سے پیار تھا۔

"بکثرت چاچا! تمہارے بھتیخو موماری کار میں نہیں آئے گا۔"

ہوشیار کھل گاڑی میں بٹھانے جا رہا تھا۔ بکثرت اطمینان نہیں جاتے گا۔ بچے ہو گیا تھا۔ آچلا جلا سے پہلے بکثرت کے پیچھے چھوٹے کے لئے نکلی۔ بکثرت نے اُس کے دونوں رخسار پیار سے چھتا کر کہا۔ "کیسی چم چم۔" آچلا کھیل پکڑنے سے اُس کے ہاتھ پٹے کی تو بکثرت نے اسے روک کر کہا۔ "ذرا میری بات سننی جاؤ" وہ زور دیک آگئی۔ بچن دوا رہا تھا۔ بکثرت نے دھمکے لہجے میں آچلا کے کان میں کہا۔

"نا دوست اب تمہارے پیرو کر رہا ہوں۔ اس کا خیال رکھنا۔" بکثرت کچھ دیر کا۔ پہلی اُس کی آنکھیں میٹھ گئیں۔ "میں نے اُس سے نہیں کہا۔ مگر تم سے کہنا ہوں۔ یہاں سے جانا۔" بعد تر لوگ وہ زور دے جانا۔ آچلا اجم ہو کر بکثرت کے پیار میں ہانپیں ہو کر کمر سے فرار ہوا اور لمڑی میں بھرتی ہو گیا تھا۔ ہم وہاں لے، وہ میرے ساتھ ڈاکو بن گیا۔ اب تمہارا ساتھ اُسے ہے لہذا اُسے اس رات سے لوٹنا تمہارا کام ہے۔

"بہتر ہے۔" یہ کہہ کر آچلا بکثرت کے سامنے دیکھنے لگی۔ بکثرت نے لکھنا کہ اُس کی گود میں بیٹے ہوئے بڑا بڑا سالہ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"اور سونا! جیسے مائے اپنے بیٹے کا نام بچن رکھا ہے۔ اسی طرح اس بچے کا نام بکثرت رکھنا۔" طرح طرح سے ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔" پھر وہ آگے نہ بول سکا۔ آچلا بھاری دل سے بچے آتے تھے بکثرت نے باہر راستے پر نظر ڈالی۔ بچن نے بھی کمزوری کی جانب دیکھا۔ دونوں کی نظر کھلی۔ بچن ہاتھ بلند ہوا۔

"اسلام پیارے دوست! اسلام پیارے وطن۔"

بکثرت نے ہنسنے لگے۔ انھوں نے ہاتھ بلند کر کے انھیں دواغ کیا۔ "نئی زندگی مبارک ہو دوست!" لیوی دل میں بڑبڑایا۔ دوسرے نے بچن کی میز میں گم ہو گیا۔ ایک اور شخص راستے سے ہولن کی لڑکی میں کمرے سے ہوئے بکثرت کو دیکھ رہا تھا۔ کون کونسی خبری نہیں تھی۔

○

بچن کو دواغ کرنے کے بعد بکثرت کو بہت دیر تک سب کچھ خیال خالی نظر آیا۔ وہ بولن میں کچھ دیر بٹھرا۔ باہر کچھ نہیں آیا تو چار پانی پر لٹ گیا۔ چپت پر نظر نہائی تو یادوں کی کتاب کے ورق پڑانے لگے۔ ہنومان چلا گیا۔ دیرو کا پتہ نہیں اور بچن جدا ہو گیا۔ اب صرف ہوشیار رہ گیا۔ آہستہ آہستہ اس کا ساتھ بکثرت ہاتھ جلا دیا۔ یہ دن بھی چھوڑنا پڑے گا۔ نقد پر اس کی مائے کے ساتھ کیسے کھیل کھیلے گی۔ باہر شہر ہو رہا تھا۔ اسی گاڑی کی سیٹیں نہیں بولی تھی۔ بچن، بچنا بچنا اور چھوڑنا بکثرت اب گاڑی میں بیٹھے تھے۔ وہاں گئے۔ ہوشیار نے انھیں جلد دلا دی ہوگی۔ لہجے کے لئے بکثرت نے سوچا کہ میں کس اُن سے جا ملوں۔ وطن کو سلام کر کے چلا جاؤں۔ وہ آدھ بیٹھا دیرو کی یاد آگئی۔ "نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔" وہ دی کی تلاش میں اندر سے اندر چھوڑ کر طرح جاسکتا ہوں؟ کائنات کی بھرمار میں کس کے ہواگا۔ وہ بچن کے گھر میں آگیا۔ وہاں کون کونسا کاش کرے گا؟ کس کا ہنسنے والا؟ اور وہاں کے پر دستک ہوئی۔ ذہن سے خیالات نکلتے ہوئے کچھ دیر لگا۔ پھر فہ ہوئی۔ اب بکثرت چٹکا۔ ہوشیار اتنی جلدی دواغ نہیں آیا ہوگا۔ اُس نے کمرے میں چاروں ن نظریں گھمائیں۔ دو لوگ کچھ بھول تو نہیں گئے؟ ابھی گاڑی چلی بھی نہیں۔ پھر یہ کون ہوگا؟ بچن پھر تکیا کھینکے۔ انہوں نے تین بار دستک دینے کی کٹائی دی تھی۔ اب دروازے کو کسی نے زور دیا۔ بکثرت نے ستر کے پیچھے سے کُن کاٹ کر بے کے دروازے کے منکھوے تو شور ہوگا۔ مضبوط لہجے کے کندھوں نے وہ دروازے کے قریب گیا۔ دواغ ہاتھ میں کس تمام کر رہا تھا۔ اسے زور لہجہ والی۔ سانس روک کر اُس نے ایک آہستہ سے کھولا۔ آئے والے نے اندر جھانکا۔

گا۔ "پہنچانے میں پانچ دس سے گزر گئے۔" بکثرت کی آنکھیں۔۔۔؟ "کیسے بکثرت نے کُن بٹا کر اُس نے کُن کُن کو اندر لاکر دواغ نہ کر دیا۔ کون کی سالوں سے جس نے کُن کے شائق تھا وہ اب اُن کا ایک کون سا کُن ہے اُس نے اسے سرت کے ساتھ جرت بھی گئی۔ دونوں پیار سے گلے لے۔

"نہیں کیسے بچے چلا کر میں یہاں ہوں؟"

"تمہارے بیباک لاک! ڈاکو بھی حماقت کر بیٹھے اس صورت میں مجھے آوی کو پتہ چلی جاتا ہے۔" علی علی نے ستر کا کُن کہا۔ "اُن کو اس بات کا بے کس کس پولیس والا نہیں۔" دوسرے پانچ جزار کا

"بکثرت اس کا غانا بچ گیا۔"

"اور تمہیں روپے کی اتنی ضرورت ہے تو ابھی روپے نہیں ہوئی۔ جاؤ جا کر پولیس کو اطلاع کر دو۔"

ابہرے میں مجھے موت کے بچنے سے نکالا تھا اس کا فرض بھی صاف ہو جائے گا۔" پھر بھیدہ بھی لگے "مگر زور پولیس کے ہاتھ نہیں آگاں۔ انھیں میری تلاش ہی لے گی اور تمہیں انعام۔" علی علی نے ہاتھ کا آخری جملہ لکھ گیا۔

"بچو! ڈاکو ابہرے سے یہ میں جانتا ہوں۔ اور میں اطمینان نہیں ہے تم جانتے ہو۔ پھر فلم کے

ڈانٹا لگ کیوں بول رہے ہو؟

جنگ فبس دیا۔ "جنگ تباہ اُمیں سے کیا حماقت کی؟"

"راستے والی کمزری میں کڑا ہو کر ہاتھ بلند کر رہا تھا، میری بجائے پولیس دیکھ لیتی پھر؟"

"بھر جان گوتا اور کیا؟" بکت نے لاپرواہی سے کہا۔ "میں بخشن اتم مجھے پہچان سکے ہیں؟"

بات ہے۔ وہاں راستے پر کیا کر رہا تھا؟

"اپنے تانگے پر بیٹھا تھا۔ اب میں تانگے والا ہو گیا ہوں۔" وہ دو ہاتھوں سے گھونٹے کی

کسیخوری کی اداسی کرتا ہوا بولا۔ "میںیں جلدی پہچان کیا کیونکہ آخری بار میں نے اخبار میں تم

تصویر دیکھی تھی۔ پھر جو کچھ دلوں بعد خبر پڑی کہ ارجن سنگھ کو لکڑی دار کتھار سے جھپٹیں رہا

کئے گئے ہیں۔ درست! اس وقت میں بہت خوش ہوا تھا۔ سارے گاؤں کے تانگے والوں کو بچ

کھلائے تھے۔" درست! اس وقت میں بہت خوش ہوا تھا۔ سارے گاؤں کے تانگے والوں کو بچ

"مگر تم چہ کیا رہے تانگے والے کیسے ہیں گئے؟"

"جھپٹیں؟ نہیں؟ ارجن سنگھ کے آدمی نہیں میری طرح لکڑی دار کتھار کے حالت میں میرے گھر

گئے تھے اور میں نے ہانا کو بھیج دیا تھی۔ اس کی پولس کی اس لئے ارجن سنگھ کو گھٹے سے ہیر ہو

میری نوکری چھڑا کر مجھے کہیں بھیجا کہ نہ ملے وہ اس کے چکر میں رہنے لگا۔ مگر یہ شکر ہے کہ

صاحب نے ہاتھ قلم لیا۔ اُن کی رقم سے تانگہ لیا۔ اب تو قرض بھی ادا کر چکا ہوں اور کچھ رقم جمع

کر لی ہے۔"

بکت کو سہا صاحب یاد آئے۔ اور ان کی خاندانی شرافت میں یاد آئی۔ انہوں نے پولیس چ

ہونے کے بارے میں چونچوں کو روکا کھنڈو سہا بھائی کوئی کی دعا دی تھی۔ بنگا سے کے دوران ہونا ان کی

سے ہیر ڈی بھیا اور ایا بچ ہونے کے باوجود بلی بخشن کو قدم بھانے کے لئے مدد کی۔ اس کے متنا

میں ارجن سنگھ کی کمزری کا حساب ہو گیا۔ اور ارجن سنگھ کے خیال کے ساتھ بکت کے دل کو جھکا تا

"میں بخشن! اچھا ہو قرض گئے۔" نہیں یہ ایک کام کرتا پڑے گا۔"

"لو کونسا؟ بندہ کام کے لئے مانتا رہے۔" میں بخشن جہوم کر بولا۔ اُنہی نے روزانہ سے پردہ

ہوئی اور وہ گھبرا گیا۔ بکت نے اطمینان دلا یا۔

"یہ تو اپنا ساماں آیا ہوگا، ہوشیار۔" دروازہ کھولے ہوئے بکت نے پوچھا۔ "کیا گاڑی

مٹی؟" ہوشیار اچھا نے شخص کے ساتھ بکت کو دیکھ کر کچھ گپکھپکایا۔ وہ غور۔ "میں بخشن کو دیکھنے ا

"ہوشیار! یہ ہمارا دوست ہے۔ اسی کی وجہ سے ایک بار اُن کی زندگی کی کمی۔" بکت نے تعاد

کر لیا۔ "میںیں یاد ہے جب میں پولیس کے طالب علم تھا تب ہم نے ارجن سنگھ کی

کوشش کی تھی اور میری لاش ٹھکانے لگانے کے لئے میں بخشن کے گھر چھوڑ دی تھی۔ اُن وقت مو

کے بچے سے بچانے والا میں بخشن تھا۔ پھر مزید کہا۔ "اب یہ تانگہ چلاتا ہے۔ مجھے آسانی

ور یافت کر لیا۔" ہوشیار دوستانہ انداز میں مسکرایا، پھر بکت کو جواب دیا۔

"دراود خان پھر یہاں کا پولیس چیف بن گیا ہے۔"

بکت سوچ میں ڈوب گیا۔ پولیس کو شہر ہوا کر وطن چھوڑنے کے لئے جگا کے گرد وہ یہاں

میں گئے۔ اس لئے اطمینان برقرار تھا کہ کھانا ہو۔

"بچا! میںیں کی کی اُمیں تم فکر نہ کرنا۔ کیونکہ فی الحال بنگا ہے اور بلوے ہو رہے ہیں۔ اس

میں میں نہیں گرفتار کر کے کسی کو گرفت نہیں۔" میں بخشن نے اطمینان دلا یا۔ "مگر تم مجھے کیا کام

کرنا چاہتے تھے؟"

ہوشیار کچھ کیا کہ اس کے آئے سے چند روزوں کے درمیان بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ بکت کو

ات میں تھکنا اور خاصا دیکھ کر اسے کہنا پڑا۔

"بچا! میری غیر ضروری بات کر لی ہو۔"

"ہوشیار! تم نے یہ کیا کہا؟" بکت نے پوچھا۔ "جبت کہ ارجن کے گھر جا سکے ہو؟"

"میں بخشن بخشن سے بولا۔ "تم ارجن کے گھر جا سکتے ہو؟"

"ارجن کے گھر۔" میں بخشن چوٹا۔ "وہاں جھپٹیں کیا کام ہے؟ اُن کی بیوہ اور جوان بیٹا

نہی گھر میں ہیں۔"

"میں بخشن! ارجن سنگھ نے ایک بار کہا تھا کہ میرا اُس کے قبضے میں ہے۔ ممکن ہے اس بیوہ سے

اطلاع مل جائے۔ اگر تم یہ کام نہ کر سکو تو مجھے ڈاٹ ڈاٹ کر اُس کو رست سے اطلاع حاصل

پڑے گی۔"

"میںیں بچا! جھپٹیں خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں بخشن نے پڑ جوش لیجے میں کہا۔

جس سنگھ کی تعزیت کرتے اُن کی بیوہ کے پاس میں گیا تھا۔ اس کے بعد ضرورت پڑنے پر وہ میرا

رنگوٹا ہے۔ سب پولیس واسلے میرے تانگے کا استعمال کرتے ہیں۔ مگر وید کے متعلق کس

کا اطلاع حاصل کی جائے؟"

"کوئی توجہ نہ کرے گی۔" بکت والا دہری مکتا ہوا بولا۔ "نہی کو شک نہیں ہونا چاہئے۔ ایسا

واہمات کو آواز کتھار سے تانگے میں پھونکا ہوا ہر تفرق کر رہے۔"

"میں بخشن کے جانے کے بعد بکت سوچ میں گم ہو گیا۔ گ۔ ہوشیار بیٹی ہوتی رہی مٹنے لگا۔



ارجن سنگھ کی بیوہ واسلے اکلوتے بیٹے کے ساتھ دہلی جانے کے لئے سامان بندھوا رہی تھی۔ بخشن

بزرگاری افسران کے خاندانوں کے لئے ہندوستان جانے والی گاڑی میں ایک دو بھائیوں کا

لاہر لکھا گیا تھا۔ نیز ان کا سامان بھجواتے پہنچے جاتے ایسا انتظام کیا تھا۔

"میںیں۔۔۔ سامان ٹھیک طرح پہنچا رہا۔" کہتے ہیں بلی بنگا گاڑی میں بٹل جائے گی۔" ارجن سنگھ کی

دیکھ کر بے چین تانگے میں رکھے ہوئے سامان کی کٹی کٹی کرتے ہوئے کہا۔ "قوم کے اس

اُسے میں وطن چھوڑنا پڑے گا۔ ایسا کہنے سے سوچا تھا؟"

"مگر فکر نہ کرو بھائی! سامان ٹھیک طرح پہنچ جائے گا۔ پر جو ہندو بھائی ساتھ ہیں، ان کی نظر

ماننے سے بچ رہیں گے رکھاؤں گا۔"

"یہ تو بچے ہیں! میںیں تم پر اتنا اعتماد کرتی ہوں کہ کسی سنگھ کو نہیں بلایا۔" اپنا نے جھٹھے لیجے

کہا۔ وہ جاتی تھی کہ سنگھ تانگے واسلے ہجرت کر گئے۔ پھر بولی۔ "جاتے ہوئے نہیں بخشن دینا

"علی! جانے سے پہلے بتا دینے میں حرج بھی نہیں ہے۔" یہ کہہ کر وہ کھڑی ہو گئی۔ "مگر مہربان کریم میں ہے۔ اپنے 'پوکی' ایسی بات دہونے سے ٹھیک نہیں۔ لہذا اس بات پر گنج کچھر بتاتی۔" علی بخش خوش ہو گیا۔ مف کام ہو چکا تھا۔ بیٹے کے کان میں کچھ کہہ کر اجاوا پس لوٹی۔ "تم اسے کہنا نہیں۔"

"اس کی گھر نہ کریں؟" یہ کہہ کر علی بخش نے کان لگا دیے۔

"ایک دن پر محمود میں کے باپ کو ایک عورت کو گھر میں لے آئے اور کہا وہ بڑا کھانا لایا ہوں۔ یہ بات تو ہم بچے کو چاہی کر لگا دیں گے۔ مگر میں اُن کی عادت سے واقف تھی۔ پھر بھی کچھ نہ میرے اچھے نصیب سے کسی قتل کے کیس میں! انہیں باہر جانا پڑا۔ مجھے موقع مل گیا۔ میں نے یہ کہنا تم سچ بتاؤ تو میں تمہیں فرار ہونے کا موقع دوں گی۔" وہ بیچاری ہلکے ہلکے کر رونے لگی۔ مجھ نے کئی گنا تہارے شہر بچھے گھر میں داخلہ ہانے کے لئے لائے ہیں۔ میں سر جاؤں گی مگر ایسا نہیں کرنا ہر دہی کرے گا تو خود کشی کر لوں گی۔ مجھے اُس پر رحم آیا اور پر محمود میں کے باپ پر غصہ بھی اپنی خاموشی سے جھپٹے دروازے سے اُسے فرار کرادیا۔"

فور سے سنتے ہوئے علی بخش نے ہندسرت آواز میں پوچھا۔ "خمرہ وہی کہاں؟"

اسی لمحے دروازے میں دوڑن دار جوتوں کی آواز سنائی دی۔ دونوں کی نظریں اُس جانب لپکا جاتا نظر سے لپکے میں تھیں۔ "علی! تمہیں اس کا جواب یہ پوچھنا چیف صاحب دیں گے۔" علی بخش نے جھکا کر محسوس کیا۔ وہ تیزی سے کھڑا ہو گیا۔ دلا درخان کے نیچے ارہن سنگھ کے اُگلے درے دیکھا تو سب جھکا۔ اُسے اچانک سے ڈف بنا گئی۔ دلا درخان کی تیز نظر دہی نے علی بخش کو پایا۔ "کیوں تانگے والے کے بیٹے! ابھی بچا ہے دوستی نہیں ہوئی؟" وہ دانت جیس کر بول رہا تھیں کی مستحق کی اطلاع حاصل کرنے آیا تھا؟" علی بخش کے کچھ بولنے سے پہلے اُس کے

پر چیف کا بھاری ہاتھ پڑا۔

"میں تھانے۔"

علی بخش نے زخمی سر ہلاتے ہوئے دُعا کی۔ "پروردگار! مجھے بہت دینا اور نجات کو سلامت

.."

نہیں بھولوں گی۔ سمجھے؟"

"بخش! تو بھائی! جانے سے پہلے ایک لوں گا۔" علی بخش نے مذاق کرنے والے اعداد بات بڑھائی۔ "گاری کی روٹی کے وقت کا پتہ لگانے پر میں گے۔ تمہیں دینے کی فرصت بھی ملی اور مجھے لینے کا وقت نہیں ہوگا۔" اُس نے گھڑے کی کام تھپی۔ ارہن سنگھ کا بیٹا پر محمود میں علی کے برابر بیٹھا تھا۔

"اُس نے رات بکرت سے کہا تھا کہ کل دوپہر تک میں تمہارا کام کر دوں گا۔ شام تک کام مصروف رہوں گا لہذا رات کو آکر تمہیں بتا دوں گا۔ اب ارہن سنگھ کی تہہ پر بات ہے کہ وہ کبس جاتی ہے۔"

"تمہیں علی بخش! تم اس سے کس قدر معلومات حاصل کر سکتے ہو تم پر منحصر ہے۔" جھکت اُسے پانی پر چڑھایا تھا۔

"دوست! تم ریاضی پڑھی میں معلوم کر لوں گا۔" علی بخش کے جانے کے بعد بکرت ویرو کے در میں دوسرے دن کا انتظار کرنے لگا۔

○

"اب پولو علی بخش! اسکی بخشش چاہیے؟" علی بخش نے کسی کا یہاں فٹم کیا تو اجاوا بولی۔ "کیا شا وغیرہ کی تیاری کرنا ہے؟ آج کل تمہاری چاندی ہوئی۔" علی بخش نے سنبھل کر بات کی۔ "ایک شخص کا" "شاہی اور کمانی تو ایک بات ہے بھائی۔" علی بخش نے سنبھل کر بات کی۔ "ایک شخص کا" "کسی دھڑ؟" اجاوا بخشش پر ہوا۔ "پر محمود میں کے باپ کو زندہ تھے تو بہت سے لوگ سٹارٹ لے آتے تھے۔ مگر اب میں کیا دکر کشتی ہوں؟"

چند لمحے خاموش رہ کر علی بخش نے کہا۔ "بھائی! آپ کو ایک بات بتانی ہے۔ چیف صاحب آپ کو تمام باتیں بتاتے تھے اس لیے اس بات سے بھی آپ واقف ہو سکی۔"

"کون سی بات؟" اجاوا بکرت نظر نہ لگے تھی۔

"دیرو کے متعلق۔" علی بخش ہلدی سے بولا۔ "اُس کا بی بی نام عورت کے رشتے داروں

اشیں پر مل گئے۔ یہ پادے ہجرت کر کے جانے سے پہلے دیرو کا بی بی معلوم کرنے کے لئے خر

رہے ہیں۔ کہتے تھے چیف صاحب زندہ ہوتے تو خود جاکر پوچھ لیتے۔"

ارہن سنگھ کی بولی دوشادہ ہو گئی۔ بہت دیر تک وہ خود سے علی بخش کو کھینچی رہی۔ اُس کے

کرنے کے انداز سے چالاکی کی بآ رہی تھی۔ دیرو کا نام آتے ہی اُسے چکا یاد گیا۔ شہر سے دیرو کی میت کے متعلق اُسے بہت ساری باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ دیرو کا کھانا میں ایک بار گڑا ہونے سے مشکل بچا تھا۔ یہ یاد آیا۔ کیا بچا نے دیرو کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے علی

اس کے پاس بیٹھا ہے؟ یہی ممکن ہے۔ ایک بار اُس نے چکا کو بھالنا تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ اپنا سپا

چھیننے والے ڈاکو سے انتقام لینے کا موقع تھا۔ اچھا کار خن کو مل گیا۔ علی بخش دل کا مارنا نہ جانے۔

اس نے دوز بردی سکر کر بولی۔

مول کرے کمال رحمی۔

جانگے والے نے سیٹ پر بیٹھے ہوئے گردن جھکا کر دیکھا۔ اس کی نظریں لڑکی کے سینے پر چھیں۔  
 لڑکی جھک سہا کے نظروں سے تھک کر جانب۔ سہانہ نے اپنا دوسرا سچ بھروسہ زمین پر رکھا ہی تھا کہ اس نے  
 اس کی کام ڈھکی کی۔۔۔۔۔ اور اے! مجھے اتنے تو دو۔۔۔۔۔ لڑکی نے کہا اور اسی وقت لڑکی کی گردن  
 اڑا کر والے کے ایک ہاتھ کا جھیرا نکھ ہو گیا۔۔۔۔۔ سہانہ جھکے ہوئے گھوڑا آگے نہیں بڑھ رہا  
 بلے ناگے والے نے جاک بامار۔

”اے۔۔۔۔۔!“ سہانہ کی آواز پٹ گئی۔ مگر کھوٹے ہوئے گھوڑے کو دیر لگی۔ سہانہ  
 پر پڑھتے ہوئے تقریباً دوڑنے لگے مگر کھانسی نہیں ہوئی۔ پیچ جراتی جان بلی کا آواز کھانے  
 پر رنجیت بڑنے کی خواہش ہوئی گردہ لا جا رہے تھے۔ بھڑکی انتہائی کوشش کی لیکن تانگے تک  
 پہنچ سکا۔۔۔۔۔ ہمیں بغل میں دہائی ہوئی لڑکی کی گھوڑی بڑھائی اور تانگے کے پیچھے دانی ہلک میں  
 ڈال کا پھلا ہوا حصہ ایک گیا۔ سہانہ نے دونوں ہاتھوں سے گھوڑی تمام کر دوڑ لگا یا مگر گھوڑے کی  
 ہ کے سامنے ان کا تکتا زور چلا؟ تانگے والے نے جوتی انداز میں گھوڑا دوڑایا۔ سہانہ نے  
 اہلی سے لڑکی کا گھوڑا تمام رکھا تا کہ وہ دونوں نکلتے تھے۔ اس لئے تانگے کے پیچھے کھینٹے  
 دن چہرہ کو کھینٹے کے بعد ان کا ہاتھ چھوٹ گیا اور وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے بلی کو اٹھوا۔  
 دے لے تانگے کو کچھ کر چلائے۔ ”کوئی تو میری بلی کو بچاؤ۔۔۔۔۔!“

خارج کیا۔ لوگ دوڑ کر آئے۔ سہانہ بار بار دے کر اٹھائے ہوئے آدمی سے بولے۔ ”اے  
 گردہ کرو۔“ اس بیوقوف کو کچھ دوا میری بلی۔۔۔۔۔ مگر کئی کھت نہ ہوئی کتنا تانگے والے کو روکنا۔  
 ہوئی کی لڑکی سے جھگڑا آنے جانے والے تانگوں کو کچھ رہا تھا۔ وہ علی بخش کی تلاش میں تھا۔  
 ”ہاں راستے کا سٹھر اس کی آنکھوں میں آ گیا۔“ ہوشیار اور دوڑ۔۔۔۔۔ کوئی پرمشاش تانگے والا  
 لڑکی کو اٹھوا کر رہا ہے۔۔۔۔۔ بھر دو طوائف کی طرح کرے سے باہر جھپا۔ بندوق اس کی پشت  
 پر کمرے استعمال کرنا مناسب نہیں تھا۔ سامنے ناگے تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ ”کیا  
 اچانچ ہے؟“ تانگے والے کو کس طرح روکا جائے؟ چند لمحوں کے لئے اس کا داغ چکر گیا۔ اسی  
 بڑبڑک سے گزرتے ہوئے سرور کی ہاتھ گاڑی براس کی نظر لگی۔ اس نے دھکا دے کر سرور کو  
 ہلک دیا اور ہاتھ گاڑی قبضے میں کر لی۔ گاڑی دھکیلا وہ اوڑھ تانگے کی طرف جھپا۔ تیز رفتاری  
 دوڑ کر آئے ہوئے گھوڑے کے راستے میں اس نے ہاتھ گاڑی ڈال دی۔ گھوڑا بھڑک گیا۔  
 تانگے والے نے گھوڑی ہی کالی دے کر کلام چھٹی۔

”مالی۔۔۔۔۔ کباب میں ہڈی کہاں سے آئی؟“ بختی مرگ پر گھوڑے کے سر پھیلے۔ گھوڑے  
 علی کھینے کی وجہ سے چنگر بڑی سختی اس گھوڑا زمین پر گر۔۔۔۔۔ تانگے والا زور جا رہا۔ اندر بختی  
 ہمالی بے ہوشی کی حالت میں آدھی اندر۔ آدھی باہر کی طرح علی کھائی ہوئی لکڑی دی تھی۔  
 دوڑا لڑکی کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر آئینش کی جانب لے جانے لگے۔ اسی لمحے صبح ہونے  
 لوگوں میں سے ایک فنڈہ بھڑکی سے لڑکی کی پشت پر جھپا۔ ہوشیار نے اسے دیکھ لیا۔ اس  
 ہاتھ میں جکت کی لاش تھی۔ جکت کی پشت میں بھڑی مارنے کے لئے پیسے ہی اس نے ہاتھ بلند

سہا صاحب تانگے میں بیٹھے اور گھر کی جانب آخری بار نظر ڈالی۔ بہار چھوڑ کر بیٹھا  
 ہوئے تکتے سال بیت گئے تھے۔ آج یہ سب چھوڑ کر جاتا تھا۔ لڑکی سامان ہاتھ کر ساتھ لے  
 تھا گردن اور دو ہار کس طرح ساتھ لے جا سکتا ہے؟ اسی جگہ ان کی بیوی نے آخری سانس  
 اور انہوں نے بھی اپنی زندگی کا بڑا حصہ یہاں گزارا تھا اور باقی زندگی یہیں گزارنے کی خواہش  
 تھی۔ مگر اس دھرتی سے اب ان کا رشتہ ختم ہو چکا تھا۔ ان کا دلن آہ پر آیا ہو چکا تھا۔ سہا صاحب  
 کی آنکھیں بھڑک گئیں۔

سامنے بھی ہوئی سولہ سال کی رانی بلی کی حالت ان سے زیادہ افسوسناک تھی۔ وہ بیلاوا  
 ہوئی۔ اس ہی میں بلی گرجاں ہوئی۔ اس کی آنکھیں بھی بڑھ چھیں۔۔۔۔۔ جیسے وہ دیکھ چھوڑ کر سہرا  
 رہی ہو۔

”تانگہ چلاؤ بھائی!“ یہ کہتے ہوئے سہا کا دل ڈوبنے لگا۔ بھر ذہن کو دوسری جانب  
 کرنے کے لئے تانگے والے سے پوچھا۔ ”میاں! ام نے معلوم ہوتے ہو۔ پچھلے نہیں دیکھا۔“  
 ”ہاں بھائی صاحب! تانگہ میرے چاچا کا ہے۔ وہ بھون سے تیار ہو گئے ہیں اس لئے  
 میں چلا رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو چاک لگائی۔ سہا صاحب کو افسوس ہو رہا تھا  
 جانے سے پہلے علی بخش کو ہاتھ نہ کر سکے۔ دلا درخان نے انہیں تھانے پلا دیا تھا۔

”تم اسے اس علی بخش کو بھلا دو! امیں کچ چکا تاوے۔ در نہ تانہ مارا جائے گا۔“  
 علی بخش کے چہرے پر اچھرے ہوئے نشانے سے پتہ چلتا تھا کہ کالی رانی ہے۔  
 ”علی! اگرچہ مجھے پتہ ہے کچ تاوے۔ تو جانتا ہے چکا کہاں ہے؟“ علی بخش نے سر جھکا  
 سہا صاحب کا مطلب سمجھ گئے۔ علی! ان کے سامنے صوبت نہیں بولے گا۔

”بالو بلی! آپ کو اور بہن کو امیں تک چھوڑنے نہیں جاسکا اس کا بیٹھے افسوس زندگی بھر  
 گا۔“ وہ بھڑکے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”آپ مجھے پتہ ہے دو سے جانا۔۔۔۔۔ خدا کھنکھن ہو گا۔“  
 ”مگر تم دوسروں کی خاطر اتنا ڈکھ کیوں برداشت کرتے ہو؟“

”بالو بلی! امیں انداز کی بات ہے۔ اس لئے برداشت کرنا پڑتا ہے۔“  
 سہانہ نے دیکھا جب وہ جا رہے تھے علی بخش ہلک ہلک کر دوڑ رہا تھا۔ ان کا دل زلنے کو چکا  
 سامان ایک دن پہلے گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ بلوے بڑھتے جا رہے تھے۔ انہیں اپنی لگن نہیں تھی  
 ساتھ جراتی بلی کی۔ سچ سلامت نکل جاتا بھڑک تھا۔

”بالو بلی! امیں آ گیا۔“ رانی نے باپ کو خیالات سے بیدار کیا۔ ”آپ پہلے آ رہا تھیں  
 پیوے دیتی ہوں۔“ تانگے کی لڑکی کھول کر گھوڑی کی گھوڑی زمین پر رکھ کر سہا چھپا کر نہ گئے۔

کیا ہوشیار کی لاشی اُس کے سر پر پڑی۔ جگت چونکا، اُس نے منہ پھیر کر دیکھا۔ ہوشیار نے کہا کولاد اچھا۔

”ہوشیار۔۔۔ لہدی کر! معاملہ خراب ہو جائے گا۔ پولیس کا دھیان ادھر ہوا تو پکڑے گئے۔ وہ جان لڑائی کا دلورن اٹھا کر تیزی سے دوڑ رہا تھا۔

”رانی! میری بیٹی رانی!“ سنہانے رانی کے جسم کو ہلانے اُن کی آنکھوں میں آنسو تھڑے بڑھتا جا رہا تھا۔ جگت نے مشورہ دیا۔

”اُسے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارو! اسے ہوش آ جائے گا۔“ منہا صاحب نے سرا دیکھا۔ بیٹی کی عزت بچانے والے شخص کو وہ احسان مندانہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ”بھائی! احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔“ پھر غور سے دیکھنے لگے آہستہ آہستہ ذہن میں روشنی ہوئی۔ ”جگت نے کی۔“

”کون سنہا صاحب؟“

”جگت!“ سنہا کے ہونٹ بے فکر آواز باہر نہ آ سکی۔ ذہن میں ایک خیال آ گیا۔ وہ پولیس کی سیٹی سنائی دی۔ سنہانے جگت کے شانے پر ہاتھ رکھا، دھماکہ سرگرم کریشانہ لہجے میں بولنے لگی گرفتار ہو گیا ہے۔ جلدی سے فرار ہو جاؤ! بھگوان کے لئے چلے جاؤ!“ ہوشیار نے منہ لپٹا دیا۔ جگت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ”میں تمہارا معاملہ تھا۔ اسی لئے آواز میں آئے تھیں۔“ گاڑی آگئی۔

قادر پر گاڑی آگئی۔ ”تمنا دیکھتے ہوئے لوگ دوڑے۔ جگت اور ہوشیار بھی اُن کے ساتھ چلے گئے۔ پولیس میں داخل ہونے کے لئے انسان جانوروں کی طرح ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے۔ کو دروازے چپان سے موقع ملا دھکیل کر گھر میں مارکر دوسرے کو گرا کر اندر داخل ہونے کی دھمکی دے رہی تھی۔ چلتے ہوئے پھر دروازے پر تھے اور دھکی ہوئی گاڑیوں کی کچھڑوں سے ہٹتے ہوئے گاڑی چلائے۔

اندھ جا چکے وہ جگت پر چڑھ گئے۔ ”اُنہیں کسی طرح بھی گاڑی نہیں چھوڑنی تھی۔ کسے یہ گاڑی پکڑنے کے لئے وہ اندھ بھی رہیں گے یا نہیں؟ وہ دیکھنے کی بے نیکی، گھبراہٹ اور درد کا آخراٹھن کی سیٹا میں دب گیا۔ چٹریوں پر پیسے سرکنے لگے۔ گاڑی پلٹ یافتہ قادر سے باہر نکل آئی۔ اندر بھرے ہوئے انسانوں نے آوازوں کی ساس لی۔ جگت نے آہ بھری۔ کام باطل چھوڑ کر اچھا اسے دلن کو ادوار کھینچا رہا تھا۔ یہ بات اُسے لنگھ رہی تھی۔ ”کیا دروہ دب بھی نہیں لے سکتا۔“ جگت ہماری رتھ اور کنو تو ہول میں رہ گئی۔“ ہوشیار نے جگت کے کان میں کہا۔ جگت! پھر سرد آہ بھری۔ ”بیابان ہمارا بہت پکڑہ رہ گیا ہے۔ دوست! انہوں نے کتنے سے فائدہ بھی کیا؟“

”اسی گاڑی کی دوسری پولی میں منہا صاحب! اپنی بیٹی سے پوچھ رہے تھے۔“ تمہیں کس نے یہ خبر دی؟“ رانی انہیں بھیلانے شخص نظروں سے باپ کو دیکھنے لگی۔ اُس کے کان میں باپ نے صرف اتنا کہا۔ ”چکا ڈاکو!“

”اچھا؟“ رانی نے دھڑکتے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ ”وہ رو کر منہا صاحب کے دل میں یہ سہا جاگ رہا تھا۔“ میں نے چکا کو فرادہ کر کر اچھا کیا؟“ دل جواب دے رہا تھا۔ ”احسان کا یہاں طرح دیا جاتا ہے۔“ گمزدگی سے کہا جب تک جگت کا ہے جو تم حکومت کو دے گا وہ ہو کے

لپٹیں کر سکتے۔ آخر انہوں نے ذہن اور دل میں یہ کہہ کر مصالحت کرا دی۔“ ابھی کہاں فرار ہوا ہمارے مرنے پر دیکھیں گے۔“

○

ماہجوں کو لے کر شہر پورہ سے چلی ہوئی ٹرین لاہور تک سلامت پہنچی تھی۔ بوگیوں میں انسان طرح بھرے ہوئے تھے جیسے جانور ہوں۔ بچوں کے رونے کی آوازیں، پتھروں کی آہیں گونج رہیں۔ جن بھولوں نے اپنے رشتے دار کو مرنے سے اُن کے رونے کی آوازوں سے غیب سا لیا ہو گیا تھا۔ ہر ایک کے چہرے پر لاچار نظارہ تھی اور آنکھوں میں بے جا دھکی صاف جا رہی تھی۔ مسافروں کی دھکی سے پوری بوگی کی ہوا پر گندہ آہیں اور بھولوں سے عجیب سا بندہ تھا۔ وہ سب جیسے کسی جہنم سے فرار ہوئے تھے۔ اُن کے چہرے جھلے ہوئے تھے پھر بھی انہیں نہیں تھا کہ بندہ انسان کی دھرتی پر قدم رکھنا نصیب ہو گیا نہیں؟

میں جا دھکے سے اس سفر میں جگت خاموش بیٹھا رہا۔ صاحب کی موجودگی نے اُسے چونکا دیا۔ وہ ہوشیار نے ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ محراب اُسے عجیب سے خیالات دھانے لگے۔ علی کی گرفتاری کی فکر، دیو کی ادھوری تلاش کا افسوس، اس حالت میں سفر کرنے کی ناراضگی اور اپنے بچے کے بعد پولیس کے بچے میں نہیں جانے کی بے چینی اُٹھ گئی تھی۔ ان سب خیالات کو ذہن دھانے کے لئے وہ بار بار گردن کو تھمکنے دینے لگا مگر ہر بار پیٹھ پر ہوئے ہوشیار سے سر گھرانے کی بوکلی نتیجہ نہیں نکلتی رہا تھا۔

”کیا سوتا ہے؟“ ہوشیار نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ ”بارگردن ملاؤ گے تو جگتا گا جائے گا۔“

”ہوشیار! ہمارے لئے یہ سفر اچھا نہیں رہے گا۔“ اُس نے آنکھ سے جواب دیا۔ ”میرا دل اور تپا ہے۔“

”پہاں وقت انسانیت بے یمن ہے۔ خدا نے فرم کی کہ میں نکل آئے۔“

جبار والے سردار جی نے ہوشیار کے منہ سے خدا کا لفظ نہ کرنا انہیں نکالیں جیسے اُسے بھگوان نام سے نفرت ہوئی ہو۔ ہوشیار نے اُس کا فہرہ خفا کرنے کے لئے کس کس کہا۔

”تس سری اکال سردار جی!“ جگت نے ہنسی کھینچی اُس کے ساتھ آہ بھری۔ دیش کی تقسیم نے مان کو تسیم کر دیا تھا۔

گاڑی آہستہ آہستہ اور آواز میں آئے تھیں۔ ”لاہور آ گیا۔۔۔ لاہور آ گیا۔“ مسافر ہوشیار ہو کر اچھا نکلتے تھے یہ شور خاموشی کھن بدل گیا۔ سناٹا چھا گیا۔ بوگی کی کڑکیاں بند ہو گئیں۔ بچے گاؤں کی آوازیں دھکیوں پر بچ گئے۔ غور میں دھڑکتے سینے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی تھیں۔ بچے گاؤں کی آواز میں دھکیوں سے۔ لاہور کا آکٹیشن ہو کر، زبیا، خطرے کی گھنٹی۔ آگئی ہوئی ایک ذہنی میں مسافروں کو باہر کھینچ کر بری طرح مارا گیا تھا۔ اس نکل عام کی وجہ سے خون کے پیاب بھی آکٹیشن پر نظر آ رہے تھے۔ دروازہ دوسری گاڑی آ کر کھینچے سے کھڑی ہو گئی۔ جگت کھڑا کیا۔ وہ بیچڑ میں سے راستہ کر کے دروازے کے قریب پہنچا۔ اسی لمحے کسی نے تنقید کی۔ ”سردار

”جنت! یہاں سے کسی کو باہر نکلنے نہیں دیا جاتا۔ مٹری کے مقابلے میں ہمارا درویش چلے گا۔ ہم نے پچھان لیا تو مصیبت آجائے گی۔“ جنت خاموش رہا۔ اب کاؤزن کو باہر نکلنے کی ترکیب بتے گا۔ کچھ دیر بعد وہی کی کوڑی کھول کر اس نے سر ہاتھ لایا۔

”اے بھائی!۔۔۔ بگاڑی کب چلے گی؟“  
 ”کون کون ہو پوچھتے والے؟“ ایک فوجی افسر نے اُس کو جھڑک دیا۔ ”یہاں سے تمہارا جلدی تارہ نہیں ہوگا۔ اب اگر باہر نکلا تو چھوک ڈوں گا۔“ جنت کا پارا چڑھ گیا۔ اُس نے سوچا کہ واپس سے یہیں ملادے مگر ضبط کر گیا۔

مگر جنت نے کوڑی بند کر دی۔ وہ بڑبڑایا۔ ”بری طرح جھڑ گئے۔ کسے یہ جب تک اسی طرح رہتا ہے؟“ کاؤتی جی میں بیٹا پڑوسے کی حالت بگڑنے لگی۔ اُس کا کوئی رہنے دار بھی ساتھ نہیں لے گئے تھے آخر کتنے دنوں سے تیار ہوگا؟ جنت اُس کے قریب گیا۔ دیکھا تو جسم چمک رہا تھا۔ بیت نہیں بند کر سکتے۔

”بے چارہ نصف مائے میرا۔“ کسی نے افسوس کا اظہار کیا۔

”اب تروڑے گا کیا کرتا ہے؟“ ایک شخص نے ناک سے پکڑا لگایا۔ ”تروڑے کے ساتھ سفر کرنا۔“

”کی کوڑی کھول کر اس کی لاش باہر پھینک دو! مٹری خوش ہو لے گی۔“ سب کو پڑوسے کی موت

اچھوس کرنے کی بجائے اُس کی لاش اٹھانے لگے کی کی زیادہ مٹری۔

”تم جلد باڑی نہ کرو۔ میں رانا نکالتا ہوں۔“ جنت نے اتنی دیر میں سوچ لیا۔ اُس نے ہوشیار کو

انگاری۔ ”میرے دونوں لاش کو باہر پھینک آئیں گے۔“

”اے بھائی! تمہارے بیٹے کو نہیں۔“ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کی آدی بولے۔ اور

جی نہیں لے ان کا ساتھ دیا۔ ”نوندہ لوگوں پر دم نہ نکالیں تو کچھ نہیں، مٹروے پر دم کریں۔ ان

سے اتنا تو کہو۔“

جنت نے آدھی کوڑی کھولی۔ بہت ہوشیار سے کام کرنا تھا۔ فوجی لباس میں راکٹل بردار

ہائی بکشن پر کھل رہے تھے۔ کچھ دیر تک جنت چپ چاپ اُن کے چہرے دیکھتا رہا۔ جیسے ایک

طرز نظر تھا۔ اُس نے پوری کوڑی کھول دی۔ ”اُسے سردار جی سمجھتے۔“ کچھ سیاق قریب

ایا۔ جنت نے ہمارے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”میرے بچے نے آدھے سفر میں دم توڑ دیا ہے۔

”اُسے مسافر کہہ رہے ہیں کہ لاش کو بی سے باہر نکالو۔“ پھر اندر اشارہ کر کے بولا۔ ”پتھارے کا

ہج جی ہم تیرے۔“ کچھ سیاق کے دل میں ہر دوی باکی۔

”اُسے کی کوڑی رات بھر نہیں رہے گی۔“

”اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ آپ ہماری کریں گے تو ہم لاش کو باہر نکال کر اسے اٹھان کر

ہیں؟“ ”سیاق سوچ میں ڈوب گیا۔ اُس نے دستِ داغ میں دیکھا۔

”نصف چمکے میں کر فٹو جا بے گا۔“ اُس نے جنت کی روٹی صورت کی جانب دیکھا۔ پھر

کی اور وارہ کھولنے کی جلدی نہ کرنا۔ بد سانس دار کرنے کے لئے ناک میں ہوں گے۔“

”گھر نہ بھیجئے۔ اس بوکی کے کسی مسافر کا پال بچا نہیں ہوگا۔“ اب تک کسی نے غور سے

جانب نہیں دیکھا تھا۔ مگر اب اس کی سوچ کو سب غوغیت نظر آنے لگی۔ جنت نے اپنے

دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔

”اے۔۔۔۔۔ دروازہ بند کرو!“ پلیٹ فارم سے ایک چمکانہ آواز گونجی۔ ”اگر کوئی بھی باہر

اسے شوٹ کر دیا جائے گا۔“ ایک نظر ڈال کر جنت نے دروازہ بند کر دیا۔

”باہر مٹری کھڑی ہے۔ پورا پلٹ کر گھبرا ہوا ہے۔“

”خاموش!۔۔۔ ایک بڑے نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا۔“ اب بد سانس؟

نہیں پہنچ گئے ہیں۔“

”کھنک۔۔۔۔۔ دیکھتے اور پھر جا رہے تھے۔ نصف شب ہوئی مگر گاڑی چلنے کا کوئی

نہیں آتا تھا۔ ابھی بھی الگ کر دیا گیا تھا۔ مسافر اب بے بہین ہوئے گئے۔ باہر بارش ہو رہی

تھی۔ پچھلے ہوئے لوگ پیچھے آ کر زبردستی بویوں میں کس رہے تھے۔ فوج کے افسران کی

سٹائی وے رہی تھی۔

”آگے لائن خراب ہو گئی ہے۔ ٹھیک ہونے کے بعد گاڑی چلے گی۔ اس وقت تک سب

اندروں میں۔“ مسافروں کے دل بھر دھڑکنے لگے۔

”کیا قدرت بھی ہم سے ڈرے گی؟“ اپنے وقت میں لائن خراب ہو گئی؟ ”دوسوچ رہے تھے

ان بچاروں کو کیا جرحی کام مٹروے سے جب تک ہماروں کی گاڑی نہیں چھوٹی اُس وقت تک

سے اُن کی گاڑی آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔ گاڑی کے مقابلے میں گاڑی کا ہڈل ہوتا تھا۔ رات

نے چھوٹے کام کر گاڑی۔ مگر جھوک اور پیاس کی وجہ سے شور ہوئے گئے۔ بہت تھوڑے لوگ

ساتھ لائے تھے۔ جہاں جان بچانے کی دوز ہو رہی ہو، وہاں اٹھا چٹا سے سوچتا ہے؟ جھوکے

ان کے سامنے اپنا سامنے لے بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ جنت سے یہ برداشت نہیں ہوا۔

”نہیں۔۔۔ اس طرح نہیں چلے گا۔“ ”اگر جانا۔“ اسی مصیبت میں کچھ دکھ پاشا جاپے۔

”مگر آدی بہت مارے ہیں اور کھانا بہت کم انگوں کے پاس ہے۔“ کسی نے کہا۔ ”اگر

سے تھم کر تھم کر تو ایک کے حصے میں ایک لوگ بھی نہیں آگے۔“

جنت اُس کی بد سانس بھونکیا۔ جینے کی تپ انسان کو کیا مطلبی پاتا ہے۔ اُس نے در

کی راؤ نکالی۔ ”ایسا کرو! جو کچھ ہے غور کرو، اور پناہوں میں سے کمر دو! ہم مرد جھوکے

گئے۔ یہ ترکیب سب کو پسند آئی۔ ایک دوسرے فوراً پیاری کی اداکاری کرنے لگے۔

جون توں کر کے دوپہر ہوئی۔ جنت کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ ”ہوشیار! ہم اس تکلیف سے

بے باہر نکل جائیں گے۔ خبر گاڑی کب روانہ ہوگی؟“ ہوشیار نے کسی قسم کے جوش کا اظہار نہیں

اُسے ڈرتا تھا کہ جنت کی پاکستان چھوڑنے کے لئے راضی نہیں ہے۔ اب ہی مصیبت کہاں

لین؟ پوئیس کے بچے میں پچھلے تو زندگی میں ختم ہو جانے کی۔ اُس نے اپنے اختلاف کا

طرح اظہار کیا۔



دھڑ پر بیٹھے ہوئے بھیجی اپنی اپنی آواز میں بیٹھ گئے۔

”ہوشیار! جب چاہو اس پارکچ جانا ہے۔ فوجی جیپ کی آواز سنائی دے رہی ہے۔“  
 جیپ ہل کے پاس آکر ڈک کی دو افسر پھول پاہوں میں تھا سے بچے اتر آئے۔ وہ اس جگہ  
 اپنے جہاں سے ہل ٹوٹا ہوا تھا۔ ایک کی آواز سنائی دی۔ ”بے خوف آگھیں بند کر کے بھاگ  
 گئے۔ جیپ کے ساتھ پانی میں غرق ہو گئے۔“  
 ”مگر وہ تھوکنے کیوں بھاگ رہے تھے؟“ دوسرے نے پوچھا۔ نہر کے پانی میں دائرے  
 بھی پھیل رہے تھے۔ اُن میں سے ایک ان دائروں پر نظر ہار کر بولا۔

”ان کے جسم تلاش کرنے جائیں۔ آؤ! جیپ کی روشنی میں انہیں تلاش کریں۔“ ایک افسر بھر  
 میں بیٹھ گیا۔ انجی اشارت کر کے جیپ ہل پر لے آیا، پہلے پیس کی روشنی اندھیرے کا سینہ  
 نے گئی۔ اُس کے اُپارے میں دوسرا پانی کے اوپر جہسوں کو تلاش کرنے لگا۔ مگر کچھ نظر نہیں آ رہا  
 ”سارے۔۔۔ جہ میں ڈوب گئے شاید۔“

”انہوں نے جیپ کو آگے پیچھے کر کے ہل کے دونوں جانب روشنی دوڑائی مگر کچھ نظر نہیں آیا تو  
 مڑ ہو کر بولا۔ ”جھاڑی میں جا کر خیر کرے ہیں۔ فائر ریگیڈ والے خود تلاش کر لیں گے۔“

جب وہ جیپ کو ہل سے واپس کر رہے تھے، اُسی لمحے اُن میں سے ایک نے دوسرے کے کنارے  
 بوجھ کر دھکی۔ اُس نے اپنے ساتھی کا شانہ دھپایا۔ ”دوسرے کنارے پر کوئی ہے۔“ اسی لمحے  
 بلند اور جگت نہ کر کے دوبار چڑھ کر دوسری جانب کود رہے تھے۔ سسائی ہوئی گولی ہوشیار کے سر کی  
 ب لگی۔ جگت نے اُس کا ہاتھ کھینچ کر شانہ خطا کر دیا۔ دوسرے فائر سے پہلے دونوں آؤ میں ہو  
 نہ جگت نے گن چلائی اور گولی مستانی ہوئی لگی اور جیپ کے ایک پہلے لپ پر گئی۔ دونوں افسر  
 پکی آؤ سے پھول چلا رہے تھے۔

”ہوشیار! تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ تمہارے کچھ زور دھانے کے بعد میں بھی تم سے آلوں گا۔ اس  
 نہ ہندو نے فائرنگ کر دے۔“

ای طرح دونوں باری باری پیچھے ہٹتے گئے اور فائرنگ کا جواب دیتے رہے۔ ہل ٹوٹا ہوا تھا  
 لے دوسرے کنارے والے اس طرف نہیں آ سکتے تھے۔ کچھ روک کر گولیوں کا جالہ ہوتا رہا۔  
 دوران بارش ہونے لگی۔ پھر جگت اور ہوشیار کو کالوس خالص کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔  
 اُن نے کمرے اندھیرے اور بارش کا فائدہ اُٹھا کر نوڈنگ سروس پر رستے پانی اور پیٹ میں  
 آئی ہوئی بیوک کی آگ کی پردہ کے بغیر دونوں دوڑتے رہے۔ انجی بہر حال رات ہی میں  
 رہ پار کرئی تھی۔ کبھی کبھی کچھڑ میں گھنٹوں تک بیٹھ جھس جاتے تھے۔ پھر بھی اُن کے ارادے  
 نہو تھے۔ اب وہ دھان کے کھیتوں میں دوڑ رہے تھے۔ نصف شب تک انہوں نے اُدھارستہ  
 لے لیا۔ انہوں نے دوسریاں میں کچھ دُور آ کر لیا۔

”ہوشیار! جھلواؤ اس سرحد پانچ سات میل سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوگی۔“ جگت نے گہرا  
 آئیں لے کر کہا۔ ”میں صبح ہوئے سے پہلے سرحد پار کر جاتا ہے۔“ ہوشیار اس قدر ہانپ رہا تھا کہ  
 نے نہ صرف گردن ہلکا کر ”ہاں“ کہا۔ اُسے یہ سہزوت ڈھار محسوس ہو رہا تھا۔ ایک بار وہ غصیلے

آسمان پر سیاہ بالوں کے گھیرے میں سو رہا چھپ گیا تھا۔ ہوشیار نے جیپ کے پہلے لپ پر  
 ڈھپے۔ ”میں کون سا راستہ چکراتا ہے؟“

”نہر والا۔“ جگت نے ذہن میں پلان میں ترقیب دے لیا تھا۔ ”ہل پار کرنے کے بعد غلطی  
 کیونکہ آگے بھگت آ جاتا ہے۔“ ہوشیار جوش میں آ گیا۔ رفتار کی سوئی چائیس، پیاس کے بہر  
 کے درمیان غرق رہی تھی۔ مزید دو میل طے کرنے کے بعد مخالف سمت سے ایک جیپ آئی و  
 دی۔ جگت ہوشیار ہو گیا۔ ”شاید فٹری کی جیپ ہے ہوشیار! تم پہلے لپ چلائے رکھنا۔ چاہے  
 آگھیں چند عیاں جائیں۔“

مخالف سمت سے آنے والی جیپ کی رفتار کم ہونے لگی۔ جگت نے گن تیار رکھی تھی۔ اُس کا  
 تھا کہ وہ بغیر کسی ہنگامے کے خاموشی سے فرار ہو جائے۔ دونوں جیپیں قریب آ گئیں۔ مخالف  
 سے کسی نے ہاتھ بلند کیا مگر ہوشیار نے ذہنی جیپ کی رفتار کم کی نہ ہی روشنی بھجائی۔ اُن کی  
 سرسراہٹ ہوئی آگھیں گئی۔ جگت نے عقب میں دیکھا فٹری جیپ کڑی ہو گئی تھی۔

”انہیں شک ہو گیا ہے۔“ اُسے سارے لباس میں فٹری جیپ کو جگت کے دیکھ کر وہ سوچا  
 ”یوں کے ہوشیار! اور تیز رفتار سے چلو۔“

اندھیرا ہوتا جا رہا تھا۔ جگت نے کچھ دُور بعد پھر عقب میں دیکھا، روشنی کی دو گھیر  
 آئیں۔ ”وہاں اتفاقاً کبہ ہے جس۔ تم آگے نظر رکھو! پیچھے میں سنہال لوں گا۔“

”نہر قریب آ رہی تھی۔۔۔ اور ساتھ دوسری جیپ سے اُن کی جیپ کا فاصلہ کم ہوتا جا رہا  
 موڈوں پر بھی ہوشیار نے رفتار کم نہیں کی تھی۔ جگت نے عقب میں دیکھا، جیپ نظر نہیں آ رہی  
 پھر بھی اُس کی آواز آ رہی تھی۔ موڈ کی وجہ سے وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے  
 جگت کچھ بولے، ہوشیار بیچا۔ ”مارے گئے۔۔۔۔۔ اور دل کو چرنے والی آواز کے ساتھ ہر یک  
 جھج سنائی دی۔ جگت بمشکل کھنکھلا۔ جیپ کی روشنی کچھ دور تک گھسی ہوئی ٹھیک ہل کے قمر  
 زنگ لگی۔“

”کیا ہوا؟“ جگت غصے میں بیٹھا۔  
 ”مارے نہ دیکھو۔۔۔۔۔ ہوشیار ہانپتا ہوا بولا۔ ”ہل آگے ٹوٹا ہوا ہے۔“ جگت نے کواہ آ  
 کر دیکھا تو ہل درمیان سے دو گلوں سے ہو گیا تھا۔ اگر ہوشیار دو سیکنڈ کی غفلت میں دھاتو  
 صورت میں وہ جیپ سمیت نہر میں ڈوب جاتے۔

”ہوشیار! تم نے عین موقع پر بھالایا۔“  
 ”کرباب کیا کرنا جائے؟“ ہوشیار کو عقب سے آنے والی جیپ کی فٹری۔

”ایک کام کرو۔۔۔۔۔ جیپ کو اشارت کر کے نہر میں دھکیلو۔“ جلد ہی۔“ جگت نے کہا۔ ہوا  
 کی جگہ میں کچھ نہیں آیا۔ مگر نہر جیسی خالص خالص نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہوشیار نے انجی اشارت  
 پھر جیسی ہی جیپ پر جگت میں آیا۔ ”نہر میں کوئی جگہ۔“ جگت نے کہا۔ ”جگت نے کہا۔“  
 ہی سب کچھ ہو گیا۔ ایک طرف خالی جیپ ہل کے درمیان سے آگھیں کر نہر میں گئی۔ اور دونوں  
 جانب جگت اور ہوشیار نے نہر میں چھل گھسی لگا دیں۔ ایک دھماکا ہوا۔ پڑ سکون پانی دائرے سے



1.  $\frac{1}{2}$  2.  $\frac{1}{2}$  3.  $\frac{1}{2}$  4.  $\frac{1}{2}$  5.  $\frac{1}{2}$  6.  $\frac{1}{2}$  7.  $\frac{1}{2}$  8.  $\frac{1}{2}$  9.  $\frac{1}{2}$  10.  $\frac{1}{2}$

ہوئے ہاتھوں کی جانب دو کچر بولا۔  
 "مالے کے خون سے بھی بدبو آ رہی ہے۔" یہ کہ کر ٹل پر ہاتھ اور چھیا رھوئے چلا گیا۔  
 رنے جگت کو سونے ہی دیا۔ اسے دو تھاکہ وہ مفت کا جھکا اسولے کے بار وھاڑ کر پھینے گا۔  
 مل چاٹا کیا تھا۔ کیوں کیا کیا۔ وہ بولا۔

"اگرے وہ یائیں ہاتھ سے مالا گھرا رہا تھا اس پر ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔" دوسرے نے اس  
 ماما کی تلاش کی۔ کپڑے کے دوچار جوڑوں کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ "مالا غلط تھا۔" کہہ کر اس  
 دیکھ کر اسے ابھر پیچک دیا گیا۔

"مگر مراد بھی نے دن پر پوچھ کر اسے خوب پھنسا لیا۔" تیسرے شخص نے مسکرایا۔  
 "یہاں تکیں کریں گے تو وہ لوگ اپنے کٹے ہمارے ہاتھوں کو زندہ نہیں آئے دیں گے۔"

نے ماسٹر کی طرح انہیں سبق دیا۔ دو اور گڑی امرتسری حد میں داخل ہوئی۔  
 "تجارت چاڑھ ہوا جو۔" امرتسری کیا۔ "ہوشیار نے جگت کو بلایا۔ وہ انھیں ملتا ہوا کھڑکی  
 باہر دیکھنے لگا۔

"آگیا۔۔۔" اس کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔

"دیکھو۔۔۔ وہ مہاجروں کی چھاؤنی نظر آ رہی ہے۔" ایک مسافر کھڑکی کے باہر ہاتھ کے  
 سے دوسرے کو پتہ رہا تھا۔ جگت بھی اسی جانب توجہ ہوا۔ یہیں چھاؤنی میں اس کے گھر  
 وگ بھی رہتے ہوں گے۔ بھڑو چنن اور اچلا بھی مل جائیں گے۔ اور پرو؟ اس سے طاقت  
 کا پتہ آخری امرتسری میں۔ جگت سوچنے لگا اور گڑی ٹنگے سے کڑی ہوئی۔ پلٹ قلم پر اتر  
 لٹ چاڑھ اس میں نظر نہیں آتا، کوئی شمسائے نظر تو ہیں؟ اسے اُسے کوئی اشتیاق نہ پلنے آیا  
 باہر نکل کر ہوشیار نے پوچھا۔  
 "کہاں جائیں گے؟"

"چھاؤنی میں چلیں گے۔" جگت نے دونی ہندو شانی پر رکھتے ہوئے کہا۔ "امیر اس سے  
 ایک ایک جوڑا پڑے خریدنے پر اس کے۔ کسی ہوگی میں بے ہندو رکھ کر جائیں گے۔"

جب میں سو رہے کی رقم بھی جو احتیاط سے خرچ کر گئی۔ کسے یہ کہاں تک باہنا پڑے؟  
 بکھر کر دوںں چلے۔ تین ہاتھوں سے "جگت نہیں گے" کا جواب ملا۔ آخر ایک معمولی ہوئی مل  
 ایک کمرہ بک کر لیا۔ "دودھ رہا ہے۔" انہوں نے یہ کہہ کر اپنے چٹائی اور کراہیا۔ جگت ہاتھ تھا  
 ماما کے پیچھے گھول کر ہوئی والے زیادہ اڑھائی گھس کرے۔ شام کو وہ مہاجروں کی چھاؤنی کی  
 پ۔ پلے دووں ہندو میں ہوئی میں رکھ دی تھیں۔ اپنی نئی جگت نے پشت پر پھیلا رکھی تھی۔  
 "ہوشیار! ہم ایک ساتھ اندر نہیں جائیں گے۔" تھوڑے قائل سے رہنا اچھا ہے تاکہ خضرہ  
 نے ہر ایک دوسرے کو تپا یا تاکے۔

"اب یہاں کون سا سفر ہے؟" ہوشیار بھڑو رہا تھا کہ پاکستان چھوڑنے کے بعد یہاں انہیں  
 نہیں اتارے گا۔ ہزار ہا لوگ روزانہ رہے ہیں۔ کون کی کو پوچھا ہے؟  
 "تم کبھی نہیں ہو تیار! چھاؤنی میں کوئی بھی شمسائے ہو سکتا ہے۔ ڈاکو کے نام سے لوگ بڑکتے

ہوئی تھیں۔ وہ سردار جی کی نظری تاب نہ لاکا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"مالے نے ہندو کو ڈھک رہا ہے۔" سردار جی اس کی جانب بڑھا۔ سب اس سے  
 دیکھنے لگے۔ اب وہ چھوٹی سے الاٹھال کر اس کے دانے گھما رہے تھے۔ اس کے لب بل رہے تھے۔  
 اس کی داہیں کلائی میں کڑا چنگ رہا تھا۔ کہیں بلوے میں انہیں غیر ہندو کچھ کرکھ ملا نہ دینی  
 وجہ سے ہندو ایسے کرے پہنچتے تھے۔  
 "تم ہندو ہو؟" سردار جی پر گرا۔

"جی ہاں۔۔۔ برہمن ہوں۔" وہ تیزی سے مالا گھما ہوا بولا۔ "شیو۔۔۔ شیو۔۔۔" وہ رنے لگا۔  
 "مگر سب لوگوں کو یہ سچا ہندو نظر آتا ہے؟" اس نے ہونکی میں موجو مسافروں کی رائے،  
 سب کو اس میں لطف آئے لگا مگر اس کی جان آدمی ہو رہی تھی۔

"ارے اس کا اجاڑ اتار کر دیکھ لو!" ایک نے غرائی کیا۔ سب جس دے۔ مگر ایک شخص  
 اختلاف کیا۔ "نہیں جی۔۔۔ ہوگی میں غور نہیں جی پتہ ہیں۔ ان کا احترام کرو!"  
 سردار جی کا ہاتھ لگی ہوئی کر پان پر گیا۔ جب وہ شخص ہاتھ جوڑ کر روئے لگا۔ "شکر کی جہم کہہ  
 کہتا ہوں کہ میں سچ بولی رہا ہوں۔"

سردار جی کا چھوٹا سم ہو گیا۔ وہ جا کر پھر سینٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر دیکھ کر تھوڑے تھوڑے د۔  
 سے بیچ کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ شاید اس کے دل کو یقین نہیں تھا۔ جگت کی پلکیں بو میل ہونے لگیں  
 اس نے ہوشیار سے کہا۔ "امرتسری آئے تو مجھے بیدار کر دینا۔ میں کچھ دیر سو تا ہوں۔"

گڑی نے پانچ میل کا سفر نہ کیا ہو گا کہ پھر سردار جی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس  
 براہ دالے کے کان میں بچک بچک دوسرے نے اثبات میں سر ہلایا۔  
 "ارے شکر سے جگت! آج کون سا دن ہے؟" سردار جی نے اپنا چاک پوچھا۔ اس کا الاح  
 ہوا ہاتھ دکھ گیا۔

"سردار جی! آج برص ہت دار (جمرات) ہے۔"  
 "اور کس؟" سردار جی نے پوچھا۔ اور اس شخص کی زبان سے شکر دار کی جہا  
 "جہ۔۔۔ نکل گیا۔۔۔ اس لفظ کے سنتے ہی کھو جوان مل کر پان سے کر اس کی طرف جھپٹا

ملک جھپٹے میں اس کے جسم میں کر پان کھسادی۔ "مالا برہمن بن کر نہیں پرتھو جیتا تھا۔" ہر  
 جھپٹی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ وہ شخص کچھ دیر تپ کر لیت گیا۔ اس کے منہ سے صرف  
 خدا نکل رہا۔

"دیکھو۔۔۔ آخر اس کی اصلیت ظاہر ہو گئی۔" سردار جی نے اس شخص کے جسم سے کر پان کا  
 کر خشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ خوں کے چھینٹے اڑے۔  
 "شاپاش!" کچھ لوگوں نے داد دی۔ "انہیں اسی طرح بدلہ لینا چاہئے۔" اس شخص کی آ

میں جیسے شیطاں بول رہا تھا۔  
 "اس کی لاش کو باہر پھینک دو! دودھ امرتسری کے اشتیاق پر مغز باری ہوگی۔" اس کے ایک شا  
 نے پہلو بدل کر کہا۔ جی کڑی سے باہر اس مردے کو چھیل دیا گیا۔ کس کرنے والا سردار جی خ

"کیسے کیے جاتے ڈون؟" پہلے تم اپنی تانی اور بچوں کے مثل کر جاؤ" تاپا بولے۔

"میں تاپا میں پھر توں گا کیا؟" جی عام ماحول پر غورنا خطرے سے خالی نہیں۔ نظروں میں آگیا۔  
"شکل میں پڑ جاؤں گا۔" اس نے اس پاس نظر کھائی۔ ہوشیار کچھ لوگوں کے ساتھ کھڑا اس  
پاس دیکھ رہا تھا۔ "مجھے جانے دیں۔" ہاں سے جلدی ملتا ہے۔

"انجی بات ہے۔" جاؤ! مگر پھرنے آنا ممکن ہے دو جادوں میں کہیں اور جانا پڑے۔" پھر تاپا  
اپنا کرل کا پتہ تو دیا نہیں۔ "انجی کے پاس بکوں کی مل ہے۔ ایک انگریز کی مل ہے۔ کسی  
پوچھ لیا۔" جاؤ! کے ہر چھوکر جگت وہاں سے چل دیا۔ اس کی چال میں اب بھرتی تھی۔ اس  
اردن گھر کا تاپا کی جانب دیکھا۔ ہوشیار بھی اسی طرف آ رہا تھا۔

"پتہ چلا؟ وہ کون تھے؟" ہاتھ پٹنے کے بعد ہوشیار نے پوچھا۔ "تم جلدی کیوں نکل آئے؟"  
"پاؤں سے مل میں نوکری کر لی ہے۔" تاپا نے یہ سب پتہ بتایا ہے۔ "مگر جگت نے سوال کیا۔

"میں کوئی نظر آتا؟" پچھن، آچلا یا درو؟" ہوشیار نے انکار میں سر ہلایا۔  
"جگت! میں نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔" مگر۔۔۔

"مگر کیا؟" ہوشیار کے چہرے پر ہچکچاہٹ نے جگت کو چرکنا دیا۔ "کیا گھر والوں کی کچھ غلط  
لی ہے؟"

"میں جگت! جب تم تاپا سے بات کر رہے تھے تو وہ آوی جی میں بیان گئے تھے۔" ہوشیار نے  
اچھے میں کہا۔ "میں ان کی سرگرمیاں سن رہا تھا۔ دو میں ایک غصہ درخشاں نظر آتا تھا۔ وہ گھر رہا

وہ ماشا دھر آ گیا ہے۔" دوسرے نے پوچھا کون بدعاشی؟ تو نے کچھ گناہ چکا جو تہارے دشتے  
میں کچھ کی بیوی کو خواہ کر کے لیا تھا۔ وہ ڈاؤ۔۔۔" جگت کی آنکھیں پچھنے لگیں۔ اس نے

پاؤں کو بولے دیا۔ "وہ گھر کا تھا کہ اب میرا بیٹا چلے گیا ہے۔"  
"کون ہوگا؟" جگت بڑبڑایا۔ "ایک تو مومن کچھ کا رہتے دار ہوگا۔ مگر اس دوسرے غصہ در

لو کو کیا بتاؤں؟" جگت نے اس سے میں سمجھ لوں گا۔ میں اس پر نظر رکھوں گا۔ تم جاؤ! ماں، باپ اور چند  
نہ تم فکر نہ کرو! اس سے میں سمجھ لوں گا۔ میں اس پر نظر رکھوں گا۔ تم جاؤ! ماں، باپ اور چند

میں سے اطمینان سے مل آؤ۔۔۔"  
"مگر جگت کا دل نہیں مانتا۔" ممکن ہے وہ ہمارا قاتل کرے، پھر؟"

"ارے اس کی ایسی شے۔" میں یہاں بیٹھا ہوں۔" ہوشیار جنوں میں آگیا۔ "ضرورت  
نے رہا ہے ہنرمند کر دوں گا۔"

"نہیں۔" ایسی جلد بازی نہ کرنا۔ اس سے میل ملاپ کر کے معلومات حاصل کر لو! پھر میں  
وہاں گا۔" یہ کہہ کر جگت نے مل کا پتہ دیا۔ "اگر کوئی ضروری کام ہو تو وہاں آ جانا۔ باپ کا نام لینا۔"

وہ توجہ ہوئی میں میں گئے۔"  
○

وہاں مل کے بڑے گٹ کے سامنے آ کر جگت رک گیا۔ گٹ بند تھا مگر چوٹی کھڑی کھلی ہوئی  
کے پوچھا جانے؟ کچھ دیر سوچنے کے بعد جگت کے وہ کھڑکی میں داخل ہوا۔

میں اس لئے لا پر دانی اچھی نہیں ہے۔"

ایک بڑے میدان میں جگہ جگہ ڈیرے لگے ہوئے تھے۔ جادوں کا پتہ معلوم  
چھوٹے بڑے شامیانے تھے ہوئے تھے۔ کچل جبن کے پاس رہنے کے لئے چھوٹے بڑے

تھے، تھوڑی کھیتی باڑی کے علاوہ تھوڑی سی پکٹی ہوئی مٹی اور چھوٹا سا کتبہ قہر سہ آج ہے۔  
لا چار بن کر سخاوت کے سہارے بنی رہے تھے۔ ان کے سونگے ہوئے چہرے اور خشک آنکھیں

پوچھ رہی تھیں۔ "ہمارا کیا ہوگا؟ ہم بڑے جڑ کھانا ہے وہ وہاں لے گا؟ ہم کو اطمینان نصیب ہوگا  
اپنے رشتے داروں کی تلاش میں ہوشیار اور جگت جیسے بہت سے لوگ چکر لگا رہے تھے۔ یہ

کے درمیان ایک سڑک کے دروسر کاری آوی کا کھانڈا کے ہڈیوں سے نام پڑھ کر سنا رہے  
"لاؤں! ٹمبر کی چھاؤٹی میں جاؤ! اس نام کا کوئی مہاجر یہاں نہیں ہے۔ تم کالج والی چھاؤٹی

دیکھو!"  
"ہوشیار! میں ایسی کوئی پوچھ کچھ نہیں کر رہی ہے۔" جگت اب بھی چکر لگاتا جاتا تھا۔

اس طرف پھرنے لگا، اس میں اس جانب دیکھا ہوں۔ اگر وہ دیکھائی دے تو مجھے ملانا۔ پھر جان  
والے چہروں کی تلاش ہونے لگی۔ کھنڈہ بھروسہ خواہ پھر لگاتے رہے کہ ایک جگہ

خامیہ سے جگت کے شانے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ عادت کے مطابق کمر پر ہاتھ گیا، پھر  
ٹھماکی۔ وہ چرکنا۔ "ارے تاپا! آپ؟" یہ کہہ کر وہ سرت بھرے انداز میں اُن سے لپٹ گیا۔

"میں سچ سلامت دیکھ کر آئیں اور دل ٹھنڈا ہو گیا۔" تاپا بھراے ہوئے لمحے میں  
گئے۔ "تم ڈور سے نظر آئے تو آواز دینا چاہتا تھا۔ مگر پھر یاد آیا کہ تم ظاہر ہو جاؤ گے۔"

"ہمارے گھر کو کچھ ٹھیک تو ہیں؟" جگت نے رھڑکے دل سے سوال کیا۔ "مگر  
گیا تو ہمارے مکان کل رہے تھے۔"

"ہیلا! کھانا نے عقل دی جو جلدی نکل آئے۔" بعد میں آنے والے سے حال ہو کر پہنچے  
آج تو پوری گاڑی کٹ کر آئی ہے۔" تاپا نے آہ بھر کر کہا۔ "میں تمہاری غرضی تمہاری باز

میں تیار ہوئی ہے۔"  
"وہ سب کہاں ہیں؟" جگت نے جلدی سے کہا۔ "میں تو سمجھ رہا تھا کہ وہ لوگ راجستھان

چلے گئے ہوں گے۔"  
"راجستھان کیسے جا میں؟" ذہن کے بدلے ذہن لینے کے لئے یہاں رہنا ضروری تھا۔

تمہارے تانے اور باپ کو چھاؤٹی کی روٹی کھانے میں لٹ دیکھا، تو دے رہی تھی اس لئے ایک ٹکڑ  
نوکری کر لی۔"

"مل کی نوکری؟" جگت کو یہ بات ٹھک گئی۔ اس عمر میں باپ کو کھڑوری کرنی پڑے گی  
وہ باپ اور تانا کے اصولوں سے واقف تھا۔ جب تک ہاتھ پاؤں نہیں وہ خیرات کی نہیں کھا

گئے۔ جگت کو سوچ میں ڈوبنا پھر نہ پاتا ہے مزہ نہ لے گا۔  
"میں نے بہت کچھ یاد کر رکھا کہ چلے گئے۔"

"میں مل میں ہیں؟" میں ایسی وہاں جاتا ہوں۔" جگت اب جلد بازی کر رہا تھا۔

اور وہ پانی کالو نہ بھرنے کے لئے اندر چلی گئی۔  
 ماہوں تکلیف میں بیٹے کا چہرہ ہر ماہ کی طور سے دیکھ رہی تھیں۔ "اب تو تمہارا قصہ سننا  
 آگیا۔" کہتے ہوئے ان کا گوش کرنا ہوا تھا جت کی پشت پر ٹک کیا۔ لباس کے نیچے چھپائی  
 لہندگی کس پاتے ہی جھنگے سے ہاتھ دابھیں ہٹ گیا۔ انہیں اب یاد آیا کہ بیٹا ڈاکو ہے۔  
 "اب اسے اندر تو لے جاؤ۔" سوئٹھ نکھ نکھ ہو کر کہا۔ برابر والے لوگ جھانک کر دیکھ  
 تھے یہ انہیں چاہیں نہیں ہوئے۔ "ابھی کھانے کے وقت آ جاؤ گا۔"

چند دن کے مکر سے میں چار پانی چھپادی تھی۔ جت اور ماں جی اندر آ گئے تو دونوں کے ہاتھوں  
 اپنی کالو تادے سے لٹا دیا۔ بٹے ہوئے چند کی انگلیوں کو دبا کر جت سگریا۔ چند کر شرابی۔  
 مہل کوں میں سٹھنی سی ہوئے تھی۔ ناگنا نکھارتے ہوئے اندر داخل ہوئے اس لئے اسے بار چمی  
 نے میں جانا پڑا۔

چار دن ہی خوشی گزر گئے۔ جت دوپہر کے بعد باہر نکل جاتا تھا اور سورج غروب ہونے تک  
 اہل کے ساتھ رہتا۔ ٹانے سے پوچھتے بغیر نہ رہا کیا۔ "جت! اس انجانے شہر میں تم کہاں بھٹکتے  
 ہو؟ جت نے یہاں نہ پایا۔"

"ٹانے! ہم جدا ہوئے تھے تو ایک ساتھی کو سارا مال پر دے دیا تھا۔ وہ ہم سے پہلے والی ٹرین سے  
 نکل جاتا ہو کر مکر نے ہیں۔ مگر بچے نے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔"  
 "اس کی نیت خراب ہو گئی ہوگی۔ سب مال کے کر فرار ہو گیا ہو کہ تمہارا بچہ۔" ٹانے نے کہا تو  
 نہ ناراض ہو گیا۔

"سیاں! کیا امیر سے ساتھی بے ایمان نہیں ہیں۔ میں نے اسے الود جا نے کو کہا تھا۔ شاید وہ  
 لیا ہو۔"

"نہیں۔ وہ وہاں نہیں گیا۔" ٹانے نے کہا۔ "تمہارے آنے سے پہلے چار پانچ دن قبل ہزارہ  
 اسے لے آیا تھا۔ اگر بچہ وہاں گیا ہوتا تو وہ ضرور یہ بات بتاتا۔"

"اچھا! جت کے پاس جواب تھا تھا۔" ممکن ہے ملا یہاں آئے ہوں اور وہ وہاں بیٹھا ہو،  
 ابھی تو ہو سکتا ہے۔" پھر بات کو مختصر کرنے کے لئے بولا۔ "مجھے ابی فکر نہیں۔ اس کی جان کی  
 آتی جاتا ہوں۔"

بوشیار دو سوچ ہا جیروں کی چھائی میں تین چار گھنٹے پکر کر آتا تھا اس بھانے کے اس کو کوئی  
 نئے دار پاتا ہے! انہیں؟ وہ آدو آدو میں سے مکھ بڑھانے لگا۔ جتے دن جب وہ جت سے

مل ہوئی آیا تو اس نے بتایا۔  
 "وہ قصہ درقص تمہارے ڈاکوں والا ہے۔ کہتا تھا میرے باپو دیتا ہے چوری تھے۔ حالات  
 مجھ پر ہو کر یہاں رہتے ہیں۔"

"اس کا نام دیکھ کر تمہیں؟" جت نے کڑی ملائی۔  
 "ہاں۔" وہ سیر نکھتے ہی ہے۔ کہتا ہے وہ کو شہر سے گہری دوستی تھی۔ "بوشیار کہتا رہا۔" آج

"اے کون ہو؟ کس سے کام ہے؟" چوکیدار کی سخت آواز نے اسے روکا۔ جت کہتا پانچ  
 سوہن نکھتے سے ملتا ہے مگر خانے پر رائلز رکھے خانا اور دی میں کھڑے ہوئے چوکیدار کو پہنچا  
 وہ وہ قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ اسے خود سے دیکھ رہا۔ چوکیدار نے بھی اسے خود سے دیکھا۔  
 دونوں بے حس و حرکت کھڑے رہے۔ پھر دونوں کے چہروں پر ایک ساتھ روشنی آ گئی۔  
 "جیت جیانا۔" "ہاں؟" "دونوں نے ایک دوسرے سے کہا اور اس کے ساتھ ہی باپ  
 سے سین مل کر لپٹ گئے۔"

فری کی دوسری شفٹ شروع ہو چکی تھی اس لئے باپ بیٹے کا ملن دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔  
 سوہن نکھتے نے جلدی سے بجلی ہوئی آنکھیں شکل کر لیں۔ "پچھلا تمہیں مکر لے جاؤں۔"  
 رہے ہیں۔ "باپوں میں چوکیدار ہوں کے جت کو بے اعزاز نہیں تھا۔ ممکن ہے تانے جان جو  
 بتایا ہو۔ پھر بھی جت نے سوئٹھ کیا کہ باپ نے اسے چھپا دیا۔ خیرات کی روٹی کھانے سے نہ  
 رائلز رکھ کر مل کے گیت کی چوکیدار کی لڑکھانہ دے رہے ہیں۔ سوہن نکھتے خیر قدسوں۔  
 ہوئے بیٹے کو مل کے بچھلے جسے میں نے گئے۔ پھر کو کارن تاب کی کوٹھڑی کی قطاروں کی  
 اشارہ کر کے بولے۔ "آخری کوٹھڑی ہماری ہے۔ باہر چھاؤں میں تمہارے ٹانے سوئے  
 ہیں۔"

جت کا دل انہوں کے لاپ کے سبب زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ماں کیا کرتی ہوں گی؟  
 اسے دیکھ کر خوشی سے ہلک ہو جائے گی۔ اگر وہ چھوٹا بچہ ہوتا تو وہ کر فٹ جاتا۔ ماں نے  
 جاتا۔ اس کی بجائے وہ جو جت سے پانچ قدم زور ڈک کیا۔ سوہن نکھتے اس سے پہلے پہنچ گئے  
 "جت کی ماں اور کچھ تو کون آیا ہے؟"

سکڑے سین ہوئی ماں کی آنکھیں اوپر اٹھیں، جو جت سے کچھ زور زور سے کے درمیا  
 میں ناہم نیم جیٹا نظر آیا۔ وہ لپکھا کر رہ گئیں۔ ماں کا دل جیسے دھڑکا بھول گیا۔ سوئی کی

مراس کی تکلیف بھی اسے راحت تھی۔ "کون؟ جت؟" وہ بڑی بڑی ہوئی تھی۔ اتنی ذ  
 چار پانی پر سوئے ہوئے ٹانے کا آنکھ کر بیٹھنے کے۔ "نواسہ آ گیا۔؟"

جت نے ٹانے کے چہرے پر جوئے۔ ٹانے نے اسے ہاتھوں میں لیا، زخماں چہرے۔ "بیٹے رو  
 یتیم تھا کہ تم سلامت آ جاؤ گے۔"

ماں جی چوکت پار کر کے باہر آئیں۔ چند دن بھی باورچی خانے سے دوڑ کر باہر آ گئی  
 بھی ماں کو اور بھی چند دن کو کچھ رہا تھا۔ ماں جی کی آنکھیں آتش ہو جائے تھیں۔ پھر جت سے

ہو گیا۔ وہ وہ ڈرنا سے لپٹ گیا۔  
 "بہت انتظار کر لیا بیٹا! ماں کے ہاتھ اس کے کمر پر جم کر گردش کرنے لگے۔" "کیا  
 ڈکھی کر کے لے ہی پیدا ہوا تھا؟" وہ سسکیاں بھرنے لگیں۔ "پھر چار میرے انداز میں ڈا  
 بولیں۔" مگر چھوڑ کر چلا گیا اور بھی نہیں دیکھا کہ اس کے دل پر کیا گزرتے ہیں؟

وہ بچے نے خوشی کے آنسو پچھتی ہوئی چند ماں بیٹے کا ملن دیکھ دیکھ ہی۔ ماں جی کی  
 گردش کرتے ہوئے جت کے ہاتھ کی قوت دیکھ کر اس کا سینہ دھڑکنے سے تن گیا۔ اسے پھر جیسے

"ہمیں یہ سکرش اطمینان سے چاروں نہیں رہا۔ اسے چھینڑنا ٹھیک نہیں۔ مگر کی محبت بڑھے گی اور پھر دھکے آجائے گا۔" "انا سے یہ جواب ملا تو اس میں نے ہنسنے کو سمجھایا۔

"چند کو راقم ذرا اس سے پوچھ کر دیکھ کر رہا ہوں۔ کہا کہ اب مگر کی ذمہ داری اٹھالے۔ اس پر کہ جس کی محبت کریں گے؟" پھر ہوا کہ ایک ترکیب بتائی۔ "انہیں یہ بات مضبوطی سے کہنی باپ کو کیا اس سے نہیں جانے ڈول کی۔ اور جانا ہی ہے تو مجھے ساتھ لے جاؤ۔"

"میرے دل میں جی نے چند دنوں کو سے تنہا جانے کے لئے پوچھا۔" رات کیا بات ہوئی؟ وہ ہلکا؟

"ہاں! تم ان کا حراج جانتی ہو۔" چند دنوں کے بعد اس سے کہنے لگی۔ "وہ کہہ رہے تھے کہ سب کی ذمہ داری اٹھانے کو تیار ہوں۔ مگر میرے راتے میں کوئی نہ آئے۔ میرا کچھ بھی ہو، میں انہیں پہنچاؤں گا۔"

"اس کا مطلب ہے وہ اپنی ذمہ داری چھوڑنے کو تیار نہیں؟" "ہاں جی بلند آواز میں بولیں۔" "اس جیب میں بھائی پانگھائی ہو گا۔" وہ جذبات میں بول نہیں۔ مگر بھوکا روٹی صورت دیکھ کر انہیں۔ "میں نے زبان پر قابو نہیں رہتا بہو! ماں کا دل بیٹے کی بھلائی ہی کے لئے ڈھاکتا رہتا ہے۔"

"میں جانتی ہوں ماں جی!۔" چند دنوں کے بعد اس کو اطمینان دلانے لگی۔ "اب میں نے فیصلہ کیا ہے وہ جہاں جائیں گے میں ان کے ساتھ رہوں گی۔ مگر وہاں کی دعا ہوئی تو میں انہیں اس راتے باہر لے آؤں گی۔" رات کے کھانے کے بعد ماں جی نے بات چھیڑی۔

"جنت ہے۔" کوئی کئی کا وعدہ کرتا ہے۔  
"انہیں کھانا کھائیں گے۔" وہ ایک دھڑکتے ہوئے دھڑکتے ہوئے سے گھڑی جانا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کے پاس ہر کچھ ہو گا۔ "ماں! ابھی ایک وعدہ آتا ہے۔ وہ تم جانتی ہو۔" پھر ماں کی جانب رخ پڑا۔ "وہ وعدہ ادا کرنے جاؤں تو اس صورت میں اپنی اصلی شخصیت چھپانی پڑے گی۔ اب تک یہ ممکن ہے؟"

"پھر پولیس کے سامنے پیش ہو جاؤ۔" ماں جی دانت میں کر بولیں۔  
"انہیں گھر لے گئے۔" "اب بیٹے کو بھائی پر لگا ہے۔" "نہیں نہیں اطمینان نہیں ہو گا۔" "انا کی دن میں چند چھوٹا رہا۔ ایک بار پیش کر کے ہم چھوٹا ہے۔ وہ تو سرجن صاحب جیسے کی۔" "ماں! اس لئے پانچ سال کی مزاحمت ختم ہو گئی۔ مگر یہاں کوئی مدد کرے گا؟" وہ کچھ برس اس لئے لئے رکے۔ "ان کی کافی عمر تھی۔" "میں نے ان کا سانس پھول جانا، دواؤں لاکھڑے لگتی۔ سفید ہوں کے پیچھے کو صاف کرتے ہوئے بولے۔ "بہتر یہ تھا کہ میں نے ان کے بعد پولیس تھانی میں رہا۔ اس سے مرنے کو امید رکھنا مشکل ہے۔"

"تک بدل گیا، حکومت بدل گئی۔" "بچوں کو چہرہ چھپانے، پھر میرے جرائم خود بخود نکلے ہو جائیں گے۔" "جنت کے باپ نے پہلی بار مداخلت کی۔" "بہتر یہ ہے کہ اور جا کر اپنے ماما کے ساتھ کھتی رہیں۔ وہاں کوئی اسے چھینڑنے والا ہو گا؟"

میں اسے باہر شرب پینے لے آیا۔ میں نے اس کو اس کرتا رہا۔ میں نے بھی پینے میں ہوا اور اس کی کرتے ہوئے عورتوں کے دو ایک بناؤں تھے ساڈالے تو وہ بھی کل گیا۔

"کیا؟" "جنت نے پوچھا۔  
"بڑی کمزور کیس کو رہا تھا؟" ہوشیار منہ جھیر کر بولا۔ "وہ دو گھنٹے میں لینے کی تیاری تھی۔" "وہ بولا۔" "مگر درمیان میں چنگا ڈاکو آ گیا۔ وہ بدشاہ اس کو غواہ کر کے لے گیا اور دنیا شوہر اور جا چکی طلاق دینے کے لئے راضی تھی۔" "جنت کا بھرہ سرخ ہو گیا۔" "وہ نے اُسے روک دیا۔" "مگر تو اس سے متعلق بتایا تھا، پھر بھی آج یہ بات سن کر اسے آگ لگی۔" "وہ نے دیر اس بار اس بات سے کیا تھا کہ اس کی موت اس کے سامنے لے آئی تھی۔" "تھے پھر جنت نے پوچھا۔" "ہوشیار! وہ کھنت اور کیا کہہ رہا تھا؟"

"میں نے اس سے پوچھا کہ چنگا ڈاکو اب جیل میں ہے تو وہ جہتہ مار کر بڑتا ہوا کہنے لگا۔ "مگر یہ بھی ایسے بد معاشوں کی موافقت کرتی ہے۔" "بڑا کیا تم کو وہاں سے فرار ہو گیا۔ اب یہاں کیا ہے۔" "مگر اسے فرار کر کے مار دیا۔" "ہوشیار! دیر کی کھل کر رہا ہوا۔" "مجھے اُس وقت؟" "اتنا قصداً کیا کرتی ہے پاپا! اسے لڑاؤں میں مگر جنت اتنے سے تیر کو اس لئے شہید کر گیا۔"

"اچھا کیا۔" وہ میرا دکھارے۔ "مگر اسے قسم کرنے سے پہلے دیو کے حقیقی اطلاع حاصل نہیں کیا جاتا ہے۔" اس کے ساتھ مسوئن کھٹکے کا شے دار بھی ہے۔ وہی کچھ جانتا ہو گا۔ "دیو کی بات! علی جنت ہے جہنم ہو گیا۔" "ہوشیار! راقم دماغ پر قابو رکھ کر اس کی بکواس سننے رہو۔" چاہئے پلانے میں روزانہ پیچھے خرچ کرنے پڑیں۔

"اور ہاں۔" "جنت۔" وہ مجھے سے قرض مانگ رہا تھا۔ کہنے لگا مجھے سو رہے پڑے اور وہ میرے ساتھ میں پانچ ہزار آئیں گے تو میں سو کے دینے کو لانا ڈول گا۔ "سالہ مجھے بے وقف رہا۔" "وہ اپنے جینا جیتا تھا مگر اسے پتہ نہیں کہ میں کون ہوں۔"

"تم اسے سو رہے دینے کے آگے سے میں رکھو۔"

"مگر جنت! ہمارے پاس رقم کم ہوئی جا رہی ہے۔ اسے روز پانا ممکن نہیں ہے۔" "ہوشیار! یہ سے پیسے نکال کر کتنے لگا۔" "پھر کچھ کا خرچ بھی چڑھ رہا ہے۔"

"کوئی فکر نہیں۔" وہ چاروں چلا۔ "پھر میں ہاتھ پاؤں کے۔" "جنت نے یہاں آنے بعد پہلی بار ڈاکے کی بات کی۔" "مل میں چنا کھٹکے کی ایک شخص سے جان پہچان ہوئی ہے۔ وہ جگہ کے نام سے نہیں پہچان کر نہیں ہاتھ مارنے کی بات کر رہا تھا۔" "اُس کے دھیان میں کوئی نو ہوا تو میں معلوم کر دوں گا۔" رات آگ ہوئے سے پہلے جنت نے تاکید کی۔ "ہوشیار! دیر سے جگہ سے جلدی اطلاع حاصل کر لو۔" وہ کوئی چال بازی کر جائے اس سے پہلے ہی اسے قسم کرتا ہے

ماں جی دو دن سے جنت کے ماما سے کہہ رہی تھیں۔ "پاپا! تم لو کے کو سمجھا لو، وہ دو دھندلے چھوڑ دے۔" "میں سمجھتا ہوں ہاں ہے جب یہ روز بھگ رہا ہے تو یہاں بھی کچھ کر گزرتا ہے۔" "انا بات کو نال دیتے تھے۔"

و تو سبھی لے آؤ تم آج شام ہی کام نفا کر یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔  
 "کیا جانیں گے؟"

"یہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔" جگت اب جوش میں آ گیا۔ "خوشگوار کے قریب کاروبار کاؤں  
 کے وہاں چھپنے کے لئے چنا سکھنے نے فحشاء تلاش کر لیا ہے۔ میں کل رات وہ جگہ بھی دیکھ آیا ہے۔  
 اصل صاف کرتے ہوئے چکے کیا۔" پھر شروع ہو جائیں۔

ہوشیار نے کہا نا کھانا اور راتوں لے کر چلا گیا۔ رہبر کو قسم کرنے کا جگت نے پان بتایا۔  
 ہوشیار نے کھانا کھا لیا۔ رہبر کو قسم کرنے کے بعد کی تباہی لے کر شرف کر دینا۔  
 گھر آئیے کسی کو؟ سوہن سکھ کا رشتے دار بھی تو ہے۔ اُسے بھی ختم کرنا ضروری تھا۔ یہ ممکن ہے  
 تو نہیں سکھ نے اُسے بھی ایک ہی بات بتادی وہاں دروہ رام جگہ چوری کرنا بتا دے۔ ویسے بھی  
 ممکن سکھ کا رشتے دار اُس کا دشمن ہوتا تھا۔ "ایک کی جگہ دوکل....." راتوں کی بات پر ہاتھ  
 جھرتے ہوئے وہ بڑبڑایا۔ "ایک کے ساتھ دوسرے کی شرف کیا جا سکتا ہے.....!"

"راہنقل لے کر گیا ہو ہوشیار شام کو لوٹا۔" نگھڑی لے آیا؟ "جگت پوچھنا چاہتا تھا مگر ہوشیار  
 نے غصے میں دو جواڑوں کو اُس سے نہ کرنے میں داخل ہوتے دیکھا۔ "مت سری اکال کی" کی بلند  
 آواز سنائی دی۔ جگت بھی کیا۔

"اگر نہ کرتا تم؟" یہ کہہ کر وہ ایک جران سے لپٹ گیا۔ "ہوشیار یہ جھیں کہاں کر گیا؟"  
 "خاری راہنقل کا کہیں کا کہیں کل آیا۔" ہوشیار نے صاف زور پینک کر کہا۔ "مجھے کسی صورت میں  
 نگھڑی لینے نہ دئی۔"

"راہنقل کی قیمت میں بوجس سے اکر اورں گا۔" یہ کہتے ہوئے کرتا را جب سے ایک بوجس  
 لایا۔ "تم ہمارے ہمراہ ہو لو آج رات پہنچ جانی جائے۔" جگت کرتا را کے مندی پن سے واقف  
 نہ شرباب کے سلیپ میں اٹھا کر کرنے پر وہ جھجکا کرنے سے بھی نہ چوکتا۔ اُسے براگ جاتا۔ ایک  
 جگہ جلی پیلے وہ شورخوڑ آیا تھا تو جگت نے اُسی کی معرفت اسطر فرماتا۔ کچھ سال شری میں رہا  
 رہبر کے لاکھ کھر کا بیٹا تھا۔ باپ کی بہت ساری زمین میں پھر بھی کچھ کا رنامہ کر گزارنے کی اُسے  
 قوت تھی۔

"میں راہنقل کی کیا ضرورت پر مبنی کرتا رہا؟" جگت کو قہقہہ ہوا۔ "میری طرح تو کھیتی شروع  
 دلی ہے؟" شرباب کی بوجس کا کارک اڑا کر جام بھرنا ہوا کرتا را سکر لایا۔

"جگت! ایسے دوست سے تعارف کرنا بھول گیا۔" تو جگت کو یاد آ کر کرتا را کے ساتھ آیا ہوا  
 اُسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں غصہ کا طوفان گردشیں لے رہا تھا۔ میں  
 تمہاری عمر پر پکے ہونوں پر سکر اہٹ ہمیر کر جگت کے سامنے ہنسا۔

"ایسے دشمن ہے؟" جگت نے ہاتھ میں چلا دیتے ہوئے کہا۔ "سچا دشمنی۔ آج کل  
 اس کا بول بالا ہے۔" تو جران نے گھر نظر میں چھکا جس کے کچھ میں نہیں آیا۔ وہ جھپکی  
 ایک کا نام سن رہا تھا۔ وہ یہ بھی پوچھنا چاہتا تھا کہ کس کا دشمن؟ "اُس نے سوچا۔ اس کے

"سوہن سکھ نے خیال مجھے بھی آیا تھا۔ مگر وہ اب بھی غمزدہ ہے۔" نانا نے کہا۔ "بڑا وہ آیا تھا  
 راز دارانہ انداز میں بتا گیا تھا کہ وہاں رام جگہ چوری کرنا پوس چیف جگہ کی تلاش میں ہے  
 رام جگہ چوری....." جگت نے ہنست کالے۔ وہ یہاں میرا تعاقب کر رہا ہے؟

"ہاں..... میں نے جان بوجہ کر تمہاری ماں اور باپ سے یہ بات چھپائی تھی کہ انہیں بڑے  
 ہوتے بتا نہ کیا۔" ابھی وہ دلی میں ہے اس نے لڑکی کی بات نہیں۔ تم ابھی پاکستان سے نکل  
 ہوئے کچھ کرو خاموش ہے۔" نانا یہاں بیٹھے بیٹھے اپنی خبر رکھتے ہیں یہ جان کر جگت کی حیرت:  
 اب اُس کی کچھ میں آیا کرتا ہے اُسے یہاں میں کہا تھا کہ ہوشیار رہا! اپنی اصلیت کو چھپا  
 بات اچھ لگتی ہے یہ کچھ کر ماں جی خاموش ہو گئیں۔

"جو تم سب کو شک لگے وہ کرنا مگر میں اس میں مہملائی نہیں دیکھتی۔"  
 پھر سب سونے کی تیار کر کے لے گئے۔ مگر نیند ان کے آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ غریب  
 گھروں میں گھر سے ہوتے وہ لوگ رات گزارنے کی کوشش کرنے لگے۔ جگت باورچی خانہ  
 جگت اپنے پہلو میں جلی ہوئی چکن کرور سے پھر چلا تھا۔

"میں یہاں ماکڑوں، میرا ساتھ دینے کا شہارہ فیصلہ کر لے؟"  
 "ہاں کل....." چکن کرور چار سے بولی۔ "میل میں بھی مجھے ساتھ لے جانا پڑے گا۔"  
 "ارے بھئی!" جگت نے اُس کے ڈسٹار پر بوسہ دیا۔ "میل والے قیدی کو کیسی بہولت  
 دیتے ہیں؟"

○  
 دو دن اور گزر گئے۔ جگت نے چنا سکھ سے ڈاک کا لے کر لہکانہ معلوم کر لیا۔ وہ بھی ساتھ  
 کو تھا تھا۔ جگت ہوشیار کو بلانے ہوئی مگر وہ اب نہیں تھا۔ ایک مختصر انتظار کرنا پڑا۔ ہوا  
 اور جی ہوئی سانسوں کے درمیان بولا۔  
 "جگت! رخصت ہو گیا۔ رہبر ہمارے انداز سے زیادہ چالاک لگتا ہے۔"  
 "کیا ہوا؟" جگت نے جھجکا محسوس کیا۔

"دو بجے سے سو رہے کیوں ناگہر رہا تھا تم جانتے ہو؟" ہوشیار یہی طرح باپ رہا تھا۔  
 دلی جانا تھا۔ شو پور کا سو بیار دروہ رام جگہ چوری کرنا اُس کا رشتے دار ہے اور وہ دلی میں ہے۔  
 "دو میری تلاش میں ہے، اس کا مجھے بھی یہ چل گیا ہے۔" جگت نے نیلیا بات جا.  
 خاطر کیا۔ "مگر رہبر اس طرح ہمارا کیا باز دسکا ہے؟"

"کیوں؟" رام سکھ کو یہاں بلانے کے لئے اُس نے فضا کھلا ہے۔ یہ جاننے کے لئے  
 اُسے خوب بلائی وہ۔ وہ جگہ رہا کہ رام سکھ چاچا کے آنے کے بعد پانچ بڑا رکھے۔ پھر جھانڈا  
 خیرات کا کہیں کہاں گا۔ خدا دیتا ہے تو پیچھے نہ چھوڑتا ہے۔  
 "ہوں....." جگت کے جڑے سخت ہو گیا۔ "میں اُسے پھر چھڑا کر نہیں، سینہ چھڑا کر  
 بٹکوں گا۔" جگت دیر سوچ میں آ کر ہو گیا۔ پر دروہ رام نے ہو گیا تو وہ دلا۔ "ہوشیار ہمارا  
 ایک کائنات تھا، یہ تم فرخندہ کر دہا اس کے پیچھے سے ایک اچھی نگھڑی خریدی میرے

علاوہ دوسری مصلحت نظر نہیں آتی تھی۔ مگر یہی ملاقات تھی اس لئے وہ خاموش رہا۔ کچھ دیر بعد بابت بدل کر پوچھا۔  
"شاعر معلوم ہوتے ہو۔"

"معلوم ہوتے ہیں؟" مگر تار شراب کا جام کھٹکا کر بولا۔ "اُسے شاعر ہے۔ مگر ظلم کی جا آٹھائی ہے۔ جان چوکوں میں ڈال کر انسانوں کی حفاظت کر رہا ہے۔" بخت اُس کی طرف لگا اُس کی نیکی کی بجائے اُنھیں بخت کو پسند آئیں۔ "نئی ٹولی بنانے میں یہ جوان بڑا کام آئے" دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔ مگر کرتار بولا۔ "تمہاری رات اُنھیں ایسی کے لئے خریدی ہے۔ پھر تمہارا سنا تو اس نے منہ کی کہ نہیں دیکھے گا۔"

"رات اُنھیں چلائی آتی ہے؟" بخت کو پھر بیٹا اُڑ کر تار شراب پر تھپہ مار کر فحش دیا۔ بخت جھینپو کرتا رہا یہی طرح قہقہے لگا تار شراب۔  
"اُسے بچا اُنھیں نے پاڑی میں تو اس نے اچھے اچھوں کو مات کر دیا ہے۔ ظری میں کرتا ہے؟" پھر ڈر کی جانب دیکھ کر مزید بولا۔ "اُسے یار رات بھی کچھ یوں۔ مجھے تک تمہاری تعریف کرنی پڑے گی؟"  
"سچا بخت مسکرایا۔ چند دیر ڈاڑھی پر انگلیاں پھیر کر عبوری آنکھیں جھپکا تا ہوا بولا۔ "مگر مہاجر کی ایک گاڑی رات آج رات اُسے سرے سے روانہ ہونے والی ہے پاکستان جانے کے لئے یہ کہہ کر وہ کچھ دیر لگا۔" اس سے پہلے کہ دوسرا دھڑا کر گریں، راستے میں۔"  
"اُسے اُڑا دینا چاہئے۔ یہ کیا کہا جا چکے ہو؟"

"نہیں۔" وہ دانت چیر کر بولا۔ "میں تمام سافروں کو قتل کر دیں گے۔" شراب کا اب بخت کو کوڑا محسوس آج کل ہر جگہ بھی ہوا چل رہی ہے۔ بخت سے فائدہ بھی کیا تھا؟  
"مجھے اس میں اور کچھ نہیں ہے۔" بخت نے چند لفظوں میں کہا۔ مگر کرتار اور اس کا پاس سے چرے چرے بڑی آسے گوردا بھی لکھ رہا ہوا۔ "بخت نے چاہئے کہ وہ کسی بات کہتے ہو؟"  
"دُشمن! اُنھیں اُڑا دینا ہو تو مجھے بتانا۔" بخت نے مطلب کی بات کی۔ "قتل ہے؟"  
اختلاف نہیں مگر اس کی وجہ دُشمن ہوتی چاہئے۔ "پھر کرتار سے بولا۔ "ابھی دو دُشمن ختم کر اور ختم کئے۔"

"تمہارے دُشمن میں ماوراءِ بخت کونسا ہے؟" دُشمن جوش میں بولا۔ "تم گاڑی کا کٹنے نہ ساتھ دو!"

"میرے سامنے پھر یہ بات نہ کہنا۔" بخت نے آواز میں اب کچھ تکی تھی۔ "خون کو اپنے مارنے میں اور مزہ آتا ہے۔ جگہ میں ابھی اتنی طاقت ہے۔ یہ کہہ کر بخت نے کرتے کی آواز نکالی۔ کرتار نے محسوس کیا کہ بات بڑھ جانے کی اور بھڑکا ہوا جانے لگا۔  
"ختم کرو اور دو۔ بول چکا! مولوی ڈول جا بیٹھ چلا کی؟"

"ختم ہو کہاں کھانوں گا؟"  
"تمہیں رکھنے کے لئے تھوڑی دیر رہا ہوں؟ کام نسا کر واپس دے دینا۔"

"قتل کر کے مجھے دو ایک ڈاکے ڈالنے ہیں۔ ہم تو یہاں خالی ہاتھ آئے ہیں۔" شراب کی بوتلیں ٹالی ہو چکی تھیں۔ سچا بخت جانے کے لئے پہلو بدل رہا تھا۔ کرتار نے بخت کے شانے پر ہاتھ رکھا۔  
"اچھا۔" ہم جا رہے ہیں۔ کل دوپہر کچھ نہیں دیکھا۔ دُشمن نے صرف مصافحہ کیا۔ جدا ہوئے جوئے دونوں کی بخت اور ہوشیار کرتار سے گئے۔ دُشمن نے کرتار کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ کرتار نے دونوں کی فوجی کی بات نہیں نہیں گے۔ مگر دونوں میں سے کسی کو یہ خبر نہیں کی کہ کیسے بخت حالات میں خفیہ کی بھڑکلاٹ ہوئی۔ جاتے ہوئے کرتار کو یاد آیا۔ "بچا! ایک ایک ہمارے علاقے میں ایک ڈاکہ مارا جاتا تھا۔ گنگا کا۔ اب تم دوسرے ہو۔" پھر آہستہ سے بولا۔ "مگر خیال رکھنا! گنگا بڑا گورنگ ہے۔ ہڈوں سے پھینک کر ناکوں پہنے چھو رہا ہے۔ اُس کی جھڑپ میں نہ آنا۔" بخت گورنگ سے چٹا۔

"تم فکر نہ کرو! ایک ڈاکہ دوسرے ڈاکہ سے نہیں ڈرتا۔ گنگا کا نام تو میں نے بھی سنا ہے۔" بخت کا مومنہ خالص نہیں کر دیا گا۔ کرتار اور دُشمن نے ملے گئے تو ہوشیار نے کہا۔  
"بخت! اب تم لکھنا بدل ڈالیں۔ وہ جوان تمہیں کس طرح گوردا تھا؟ تم نے ساتھ نہیں دیا، لکھنا۔"  
"میں ہوشیار کا ساتھ لیا نہیں ہے۔ آدھی دیر ہے۔ مگر اس وقت دُشمن میں تو ہی مصیبت کا دور بہت کر گیا ہے۔ آئے اُس کے راستے جانے دو!"

"قتل میں میری بولی اس کا بخت کو فحش تھا۔ رام سنگھ چورہی سے رہبر کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ بخت کو بازی ڈالت جانے کی۔ بخت کی رام سنگھ سے بہت پرانی دشمنی تھی۔ پہلی بار بخت نے اس کے حال سے بھارتیہ قزاقوں سے فخر کرنے کے سلسلے میں ارہن سنگھ کا ساتھ کیا، رام سنگھ نے دیا تھا۔  
"میں ان ڈاکوں کو فخر کے بغیر بخت نے نہیں نہیں کیا۔ ایک ایک کے گلے میں چھاپ کر پھینکا ڈالوں گا۔"  
بخت یہاں اپنے قدم بٹالے تک وہ رام سنگھ کو ہوشیار لگنے دینا چاہتا تھا۔ اُس کے ہاتھ کو لکھی بولی کو لکھی تھی۔ ریتا کی زمین کے بدلے سرکاری زمین لکھی تھی۔ رام سنگھ ہر کام میں بخت کی نگرانی کر رہا تھا۔

"ہوشیار! دوپہر ہم ان دونوں کو کھانے لگا دیں گے۔" بخت اچانک سوچے سوچتے چٹکا،  
"مگر کرتار کی جیب سے آئے تو بخت دُشمن نہیں کرتا ہے۔" پھر کچھ سوچ کر کہا۔ "میری بولی ہے کہ چند دن کو بھٹی ساتھ لے جاؤں۔ پھر کوئی مسئلہ نہیں۔" ہوشیار کی پکوں پر نٹے کا بو بھڑکا رہا تھا۔

"بخت! ہمیں جلدی کس ہاتھ مارنا پڑے گا۔ جیب خالی ہو رہی ہے۔"  
"بخت! جیب سے پیسے کی انہوں نے بھی محسوس نہیں کی تھی۔ بلکہ مدد کیا ہے اس لئے ہوشیار کو آواز بھڑک رہی تھی۔ اُسے اس وقت بچنا یاد آ گیا۔" کیا ابھی اس سے ملاقات نہیں ہوگی؟ "وہ بولنے لگا۔





ہوشیار چندر منٹ بعد اکیلا واپس آیا۔ جگت بے چین ہو گیا۔ "کیوں... کیا ہوا؟"  
 "ابھی چھاؤں میں مہاجرین کو کپڑا تقسیم کیا جا رہا ہے۔ وہ دونوں قطار میں کھڑے ہیں  
 ہوشیار نے ہونٹ کاٹ کر کہا۔" سارے مفت کا بال چھوڑ کر ہاتھیں آئیں گے۔"  
 "چلو! جب میں بیٹھ جاؤں۔" جگت نے فوراً دوسرا منصوبہ تیار کر لیا۔ "میں چھاؤں کے گرد  
 لگائیں گے۔" میدان کے گرد دو پانی ہوئی تھی۔ اس کے برابر دونوں نے چکر لگایا۔ "دراہج  
 کھڑی رکھو!" یہ کہہ کر جگت چپ سے پیچھوڑا گیا۔ دیوار کے سر تک ایک ریل درخت تھا اس کی آؤں  
 اوپر چڑھ کر اس نے اندر دیکھا۔ وہ کھڑا تھا۔ وہ کھڑے نظر آئے۔

"ہوشیار میری بندوبست سے آکا یہاں سے ناکر کر کے اچھا موقع ہے۔" قطار میں کھڑے  
 ہوئے دوسرے اور اس کا ساتھی لائی نظر سے مفت دیئے جانے والے کپڑوں کو دیکھ رہے تھے  
 کپڑا ملے تو اسے باہر روخت کرے شراب لبی نکلیں۔ ہوشیار، جگت کے برابر جا کر کھڑا رہا۔  
 "جگت! اب ان کی پاری آئے ہیں دو رکشوں۔ ذرا جلدی کرو!" ہوشیار نے کہا۔  
 جگت نشانہ لینے لگا۔ "تم آگے پیچھے دیکھتے رہو! ہمیں کوئی دیکھ تو نہیں؟"

دو دونوں قطار میں آگے بڑھ رہے تھے۔ جگت نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "دونوں  
 کھڑے ہوئے ہیں اس لیے ٹھیک نشانہ رہے گا۔ اس سے پہلے کوئی درمیان میں آئے ورنہ سب  
 دیتا ہوں۔" روخت پر بیٹھا ہوا ایک آسان کی جانب پرواز کر گیا۔ دو دھماکے ہوئے۔ آواز  
 ہونے سے پہلے دونوں کو لپٹا نشانہ پر ہلک جلی گئیں۔ "ہا کو کو۔" ہما کو۔  
 آواز آئی۔ "جگت! اور ہوشیار نے ہمیں چپ میں سوار ہو گئے۔ انہی کے شور کے درمیان  
 جگت کھڑا تھا۔ "مل کی جانب۔" "جپ سرسرا ہوتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔ پولیس کی سٹیوں کا  
 سے ماحول میں سستی پھیل گئی۔

آج صبح لاہور جاتی ہوئی گاڑی کسی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی نے اس کا اختتام لینے کے  
 گولیاں چلائی ہیں۔ لوگ بھی سوچ رہے تھے۔ وہ دیکھ کر زور نکل پھینکی مگر موہن شکر کا  
 دار بانی مانگتے تھے زندہ رہا۔ دو گھنٹہ طے سے پہلے آثار نے کے بعد اس کی آنکھیں گردش کر  
 لگیں۔ وہ اپنے اوپر دیکھے ہوئے پیروں کو دیکھ رہا تھا۔ گھوٹی ہوئی نظر ایک چرسے پر جمی تھی۔ وہ  
 کہتا تھا۔ "خون میں بات پت شانہ چلا رہے، ہاتھ پیٹتے سے پھسل کر دو ہل سا۔" جگا۔  
 جگت نے کر گرد زوال دی۔

"بے پارہہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر بول نہیں سکا۔" کسی نے افسوس کیا۔ جگت کے تایا میں سے  
 گئے۔ وہ سب کچھ سمجھ چکے تھے۔ سر نے والے سے جگت کی دشمنی سے وہ واقف تھے۔ وہ درخت  
 تھے انہوں نے جو کچھ سمجھے تھے، وہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا ہوا اچھا ہے۔ انہیں جگت پر کچھ ہمدردی آئی  
 "آئی ہے بھر شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ دوسرے بھی پریشان ہوں گے۔" وہ سوچنے لگے  
 قل کا کچھ نامہ بنو رہا تھا۔ جگت جگت کے تایا چھاؤں سے باہر نکل کر تیزی سے مل کی طرف جا رہا  
 تھے۔ "سوائن کو کھڑے دو آؤں۔ اس سے پہلے کہ پولیس آئے اسے ہوشیار کر ڈوں۔"

"کیوں۔" تم خاموش کیوں ہو چندن؟ "جپ میں بیٹھے کے بعد بہت دیر تک چندن خاموش  
 بیٹھ جگت نے پتہ چھا۔ "آگے وقت آج ہی تو کچھ نہیں کہا؟"  
 "انہوں نے دوما میں دیں۔" چندن راستے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "کہنے لگیں اسے  
 مہل تم نے ہماری خدمت کی اب اس کے ساتھ وہ کرنا ہے سچ راستے پر لگانا۔"  
 "اس کا مطلب ہے تم مجھے ٹھیک کرنے آئی ہو؟" جگت نے مذاق کیا، مگر چندن ہنس نہ سکی۔  
 "میں مسرور کچھ تو اس کا دل ذکر تھا۔"

"سچ غلط کرنا قدر ہے۔" چندن آگے بڑھ گیا۔ "جگت نے کہا کہ وہ دیکھ رہی تھی۔  
 ہوشیار جپ چلا رہا تھا۔ چندن کوہ کے الفاظ میں چھا ہوا اور اس نے محسوس کر لیا۔ جگت کو بے  
 خاموشی گراں گزرتی تھی۔ "ہوشیار! تمہاری بھابی کے ہاتھ کی دولی کھانے کے بعد ہاتھ کھانے کی  
 ریت چھوٹ جائے گی۔"

"مجھے تو اچھی سے بھوک لگی ہے۔" ہوشیار کی زبان چلنے لگی۔ "چنانچہ گئے اگر ماری تیار کر  
 لی تو پھر آج سے بھابی کے ہاتھ کا پکا کانا مل جائے گا۔"  
 چندن چرکی۔ چنانچہ کام نام اس سے پہلے میں سنا تھا۔ پھر آج آدھل دلا چتا سکھی ہو گا۔ وہ  
 گھر آتا جاتا رہا تھا۔ ساس نے بھی اس کی توجہ اس جانب دلائی تھی۔ وہ لاگتا جگت سے سرگوشیاں  
 کر رہا تھا۔ "وہ ضرور جگت سے کوئی غلط کام کرانے لگا۔"  
 "جپ جس کی سزا ہے؟" چندن نے پوچھا۔ چندن کے سوال پر جگت سرسرایا۔  
 "بے ایک دوست کی۔" کچھ دن استراحت کرنے کے لیے تھی۔

بہت زیادہ مچھ بھوک کر کے کھانے کی چندن کی عادت نہیں تھی۔ وہ ابھی کتنی تھکی ہوئی حالت پر  
 بیٹھ ہوئی تھی بات بھی غلط ماحول پیدا کر دیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ چنانچہ والی بات نکل گئی۔  
 اسے بہت سہل کر جگت کے ساتھ رہنا تھا۔ یہ تو اچھی ابتداء تھی۔

"کاہنہ گاؤں میں" نانا گھر۔ "نانے کی تیسری شب جگت پہلا ڈاکو ڈالنے کے لئے روانہ ہوا۔ آج  
 چھ تائیس بیاس کے گرد کے ساتھ بڑے بڑے ڈاکے ڈالنے والے چکا ڈاکو کے لئے بے ڈاکو  
 لیٹ سا تھا۔ اس کے ساتھ ہوشیار اور چنانچہ صرف دو ساتھی تھے۔ اور دو تین ہزار سے زیادہ ملے  
 تو تو جگت تھی۔ بے پارہہ چنانچہ کو ڈانچا لیا ہوا تھا۔  
 "جگت سکھائی کھانا بڑے آسان ہو گا۔" نانا گھر کا تعلق کر کے آیا ہوں۔"  
 آئے خبر نہیں تھی کہ وہ کس کے ساتھ ڈاکو ڈالے جا رہا ہے۔ جگت اور ہوشیار نے اپنی اصلیت  
 لی بلے چھائی کسی کا بھی اس پر پورا اثر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ کو انہوں نے بے سہارا تھا کچھ  
 تاؤ ٹھٹھکی میں رو پچھے ہیں اس لیے وہ راتفل کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ نے گھانا نہ بھی  
 لی۔ حاشی کیا تھا۔ کرنا پر وہ گاؤں کے ایک جوہری کا کسی عورت سے معاوضہ تھا۔ روزانہ نصف

”یہ خوف کاٹ رہا ہے؟“ کہتے ہوئے جنت کے کربان اُس کے جہزے میں گھس دیے۔  
 کھانکھارے جوہری کانڈ پر اُچار کیا۔ چٹا کاتھ اُس کے داغوں کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔  
 اُس نے کربان نکال دی۔ جوہری کے جہزے سے خون لپکے، دیکھ کر جوہری بیہوش ہو گیا۔  
 جہاز سے جنت اندر داخل ہوا۔ تجوری کی جالی تلاش کرنے میں جنت خوف خراب ہوا، آفریقہ  
 سے چٹائی پانی لے کر، کھنڈر کو کھنڈر سے کھنڈر سے کھنڈر سے کھنڈر سے کھنڈر سے  
 جنت سے نکل کر رہا تھا۔ جنت کوہر کے کھنڈر سے کھنڈر سے کھنڈر سے کھنڈر سے کھنڈر سے

”اُدھے اس کی نظر کہاں کر رہا ہے؟ یہ بیوقوف نہیں مرے گا۔ چل جلدی کر!“ دونوں مال لے کر باہر آئے۔ ہوشیار ہندو ق تمام کران کا انتظار کر رہا تھا۔

اگر کار کرتے ہی "چور چور" پکڑ پکڑ کی آوازیں آئے گی۔ چن گھبرا جائے گی۔  
 "مائل سے" سے نہ کرنا۔ ہم جلد ہی جب تک جانیں گے۔"  
 پندرہ بیس آدھوں کا گردہ پیچھے دو رہا تھا۔ اس نے ایک پھر بھی پھینکا حرکت کرنے پر وہ نہیں  
 جلدی کیا۔ وہ جب تک تھے۔ ہوشیار نے انہیں اشارت کر دیا۔ وہ گردہ وہاں ہی گزے کے فاصلے  
 پر چلا جاتا۔ جب حرکت میں آئی اور اس صف میں ڈور کھینچی۔ چنانچہ اطمینان کی سانس  
 "پہری چال آدھی ہو گئی تھی۔"

”کسی نے سنے ہو اس لئے گھبرا کر ہے۔“ نکت نے کہا۔ چنا چوک کر اسے دیکھنے لگا جسے  
 وہ دیکھ رہا تھا۔ وہاں تو کونسی ایک لڑکی تھی۔ نکت نے اس کی توجہ پالنے کے لئے کہا۔ ”انعام ہے  
 تمہارا۔“ مگر چنا کی ایک محکمہ نکت کو دیکھ رہا تھا۔ مگر اس شخص کے پیچھے کوئی چارواں  
 شخص نہ لگا رہا تھا۔ وہ اس کے جہز سے تھک کر پانی کی سیسہ دی گئی تھی۔ اس کا تھکا چاک مہیں  
 تھا۔ چنا نکت کو سوج رہا تھا۔

ہم سگہ چودھری گھنڈ بھرت رہا۔ اس ترس پہنچا تو اُس وقت تک زمینر سگہ کی لاش جل چکی تھی۔  
تہ اس ترس آتے ہوئے اُس نے کئی بار زمینر سگہ کے خدا کو برا بھلا کہا۔

”کہا میں! آہ۔ ایک بار چٹاؤں میں دیکھا ہے۔ یہاں آؤ، تب تک میں اس کا سچے سے سچا ہونا چاہتا ہوں۔“

”آخری جملوں میں لگا تھا۔“ سچ کے سر کا انعام ابھی جاری ہو گا؟ دو بھی

”کہا کہ آتا۔ بات چپا کر رکھنا!“ سچ بات تو یہی کہ آخری جملے نے اُسے آنے میں دیر کوئی

”کہا کہ گرفتار کرنے کی تیاری سوچ کر رکھی تھی۔“ دوہا جنوں کو کس نے اور کیوں کیا؟ یہ

”وہی! آخر کس کی پولیس مل نہیں کر سکی تھی۔“ وہاں رام سنگھ چودھری نے زہیر کا کھل دیا۔

ہاں میں کیس کیس کہاں آیا تھا؟ کس کی زبان سے لگتا تھا؟“ ہر شیء کا اسے کاغذات پر

شب کو وہ عورت جو ہری کے گھر آتی اور سحر کے وقت چلی جاتی تھی۔ چنانچہ جب یہ خبر ملے آیت  
جکت نے اسے یقین کرنے کے لئے اگلی رات کمر بار پور بھیجا۔

”تم جوہری کے گھر کے سامنے چپے رہو گے۔ یہ معلوم کرو گے کہ وہ عورت کس طرح گھر  
داخل ہوتی ہے؟“ سحر کے وقت چناؤ آپس لوتا۔

”میرے یاد نے پورا انتظام رکھا ہے۔ پچھلے دو دروازے سے عورتوں کو اندر دھکیں گے۔“  
 ”پھر آج رات عورت کی بجائے ہم اُس طہر میں داخل ہوں گے۔“ جنت نے ہوشیار کو آنکھ  
 کر کہا۔ ”عشق کرنے کا جرم نہ وصول کریں گے۔“

کراہ پورہ پہنچتے تک رات کے کاروبار ختم ہو چکے تھے۔ جب گاؤں کے باہر چمپائی کی 768  
میں داخل ہونے سے پہلے تینوں نے دل ہی دل میں دعا مانگی۔ جسے ملک میں یہ پہلا ڈاکو  
گھوڑوں میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہوٹار نے دو تالی بندو قشائے پر گھسی گھسی بھجوت کے پاس گھسی  
چٹا کھکے کے پاس کراہی گھسی۔ جو ذہور کی کئی تیں داخل ہوتے ہوئے توجانے دوسرے گھر بتایا۔

”سامنے قالوس والا کھمبے۔ وہی روزہ وار ہے۔“  
 ”ہو شیار! یہ کیاں دیو۔ ہم دونوں کس نام کرا رہے ہیں۔“ یہ کہہ کر حرکت چنانے کھنکھایا۔  
 بچا۔ اندر سب کچھ سنسان تھا۔ روزہ وار کے ایک جانب چٹا ٹکڑا تھا۔ حرکت نے دھچک دی، وہ  
 باز جواب میں ملتا۔ پھر دوسری باز روزہ وار دوسرے کھنکھایا۔

”کون ہے۔۔۔؟“ بہت دھم آواز سنائی دی۔ بھت نے ناک پر ہاتھ رکھ کر چتا کو اشارہ کیا پھر اندر سے نکلا تھا۔ ”کون ہے۔۔۔؟“ بھت کو بے اعزاز نہیں تھا، نہ ہی چنانے ایسا کیا دیکھا۔ ”اُن کا خیال تھا کہ وہ تک دیتے ہی ٹھکر کی مکمل جانے گی۔ جو ہری کو کھٹ، ہو گیا تو کج کر بھاگ دے گا۔“

”کیا آج وہ عورت آنے والی نہیں تھی؟ یا پھر کمر کی پردہ تک دیئے کا اس کا الگ انداز تھا۔“

”میں ہوں..... جلدی سے کھولیں“ اندر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ جلت ویلا۔  
 جب کہ کھڑا ہو گیا۔ محرومہ وانے کی زنجیر کھولنے کی آواز آئی۔

”تم تو آج آنے والی تھیں نہیں؟“ جبروی نے دیکھی آواز میں جڑاؤ سے ہوئے باہر جھانک کر پوچھا۔

”جیسے کسی پہر پھرتی ہے سچت نے دروازہ کھینچ کر جبروی کی گردن پر ہاتھ رکھ کر اسے گردن کا پتہ دیا۔

”جبروی نے گردن کی رگ دبا دی۔ جبروی نے پیچھے کے لئے منکھلا کمر آوازوں میں جس کی طرف توجہ دے گا اس کو بند کر دے گا۔ آواز اٹھانے والے سے متوجہ نہ کیا۔ اس نے چاقی کلائی پر دھار کر ڈالنے سے اس کی طرف سے غصوں کا کچھ گھبراہٹ نہ

”میرا بھتیجہ چھ ماہ کا لڑکا تھا۔“ ایسا کہتے ہوئے اُس کی آنکھیں جھجک گئیں۔ جگمگایا۔ چنانچہ کمر بچھڑکتی کر پان پر اُس کی نظر پڑی۔ ایک ہاتھ سے جوہری کی گردن دباتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اُس نے کر پان نکالی۔ کر پان کی دھار اندھیرے میں چمکی۔

کی بڑی چھاؤں ہیں۔ چار پانچ ساتھی دو ہاں مل جائیں گے۔ "پھر آہستہ سے بولا۔ "اُس چٹا سنگھ نے دن امتحان کیا جا سکتا ہے؟" ہوشیار نے دو ایک بار اُسے ہوشیار کا تھا کر جات کر چٹا سنگھ ایسا طعنہ لگا کر نظر نہیں آتا تھا۔ اُسکی وہی نا تھا اور اُس کی نظر میں چرچر قابل امتحان تھا۔ اپنی سرگردی کی بنا کرنے کے لئے اُسے ایسے ایک آدمی کی ضرورت تھی۔ اُس نے جوہری والا ٹھکانہ تلاش کیا تھا۔ دو چار آدمیوں میں جم جائے گا۔ ایک آدمی کو ملنے کے لئے بہت...

"جنت اس کے اس کی ماں کے عاشق کو مل کر ماتا ہے۔" ہوشیار اس طرح بولا جیسے اُس کے لیے ایک ہوشیار تھا۔ "وہ اُس سے بہت زیادہ نفرت کرتا ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا راقش چلتا ہے مجھے کے بعد اُسے شرت کر دوں گا۔" "نہیں ہوشیار اماں بیٹے کے جھگڑے میں ہمیں نہیں پرانا۔" جنت اُس بات کے پہلے ہی بول تھا۔ "میں نے اُس سے کہا ہے کہ اب دوسرا ٹھکانہ تلاش کرے۔ اس طرح جلدی سے وہ چلے جاتا ہے گا۔"

چٹا خوش مزاج افراد میں آ گیا تھا۔ آج تک اُسے طعنہ سننے پر تے۔ اُسے کوئی تجویز اس کے لیے ملازمت نہیں دے گا۔ چٹا خوش کر رہا تھا کہ ماں بھی اُس سے پہلے جیسا چار نہیں کر لیا ہے۔ قوی ہنگاموں میں باپ مارا گیا تھا۔ چٹا خوش چھوڑ کر مارتا ہے۔ رات سے میں چٹا سنگھ کی ماں کے نیچے کارشور دیا گیا۔ اُس نے ہوزدی دکھائی، آمرا دیا۔ اُس کے بدلے میں ماں کے دل کی ٹپک میں گر گیا۔ وہ شروع میں چٹا سے باپ جیسی محبت سے پیش آیا مگر پھر اچانک اُس نے جی کیا کہ اگر یہ لڑکا بیکار رہا تو خراب ہو جائے گا۔ اسے کہہ کر چلا گیا۔ ماں نے بھی اس کا پیچھا کیا۔

"بچے! کام سے لگ جا۔ پھر جیسی بھی شادی کرادیں گے۔ مگر میں بھڑا جائے گی۔" "ماں! یہ نہیں بیٹے براعت نہیں تھا اس لئے تم نے پرانے مرد کا استعمال کیا۔" چٹا کو یہ بات نہ دینی تھی۔ "باپ کی موت کے وقت میرے دل میں ارامان تھے کہ ماں کو کسی طرح زندگی میں لانے کوں گا مگر ہمارے ماں اُس تم نے وہ ماں میں باپ کی موت کا سوگ ختم کر دیا۔" یہ سب لگے کے چٹا کو ایک دن شراب کا آسرا ملا۔ وہ جوان بیٹے کے یہ الفاظ دیکھ کر ماں کے دل کو گھسی گئے۔ "میں ایک چہرہ کتا نہیں اور شراب پیئے گا۔ ماں کو درد ہی دکھانے کی طاقت نہیں اور میں بچہ چلا ہے۔" "میں چٹا نے اُسی دن فیصلہ کر لیا کہ کسی طرح پیسے کسے گا اور پھر چٹا کو گھر کا دروازہ دکھا گا۔ پھر دروازے میں کھد کتا اس کا ڈبے کے بارے میں اُسے ایک کو پلندہ کر لیا!

مگر زیادہ ہی کم کھد میں کسے گئے لئے ضروری کرنا کافی نہیں تھا۔ بدھماشی یا بھادری اپنی ضروری تھی۔ دو تین چوریاں کیں مگر کچھ زیادہ نہیں ملا۔ بڑا ہاتھ دبانے کے لئے ہاتھ کھینچا۔ "اُمی دونوں چٹا سے لگتا ہو گیا۔ اُسے پہلی بار دیکھنے میں اُس نے محسوس کیا کہ اس کی انگلی لپٹا ہے۔ اُس کے بازوؤں میں طاقت ہے اور چہرے سے بھی خوفناک دکھائی دیتا ہے۔ اُس کا وہی ذات ہے۔ پہلا ڈاکر نصیب والا تھا۔ کسا مانا جیسے نکالنے سے تکلیف نہیں ہوتی۔ اُس نے میں میں دم لگائی تھی۔ پھر شائے پر بندھو لٹکے گی۔ دو چاروں میں دوسرا ڈاکر۔ کم محنت اور

تیار سے بنے کو پا گیا ہے۔" "جئے کوئیں، دکن کو یاد کیا تھا۔" رام سنگھ جوہری نے دانت پیسے۔ "وہ اچیت سنگھ ہو سکتا ہے۔" "فرقی رہنے والا تھا۔ ان کے ساتھ چٹا کے باپ دادا کے وقت کی دشمنی تھی۔ اسی کی وجہ سے وہ بنا۔"

"مگر اُس نے رہبر کو نشانہ کیوں بنایا۔" "پورن سنگھ مطلب کی بات پر آئے۔" "اچیت سے د اُسے رہبر سے دشمنی ہو گی۔"

"رہبر میرا زور دکر کر رہا تھا۔" رام سنگھ نے آواز میں نرمی پیدا کر کے کہا۔ "اور وہ سونے دوست بھی تھا۔ چٹا کو گرفتار کرانے کے لئے اُس نے مجھے فوراً اطلاع دی تھی۔" پھر آہستہ آہستہ "مجھے پہنچنے میں ایک دن دیر ہو گئی۔ ورنہ..."

"میں چٹا کو گرفتار کر لیتا۔" وہ کہنے جا رہا تھا کہ اسی لئے پورن سنگھ کا باعث سلوٹ کر کے ہو گیا۔ "صاحب! اگر تار پور سے ڈاکے کی خبر ملی ہے۔ جوہری کو ڈھکی کر کے ڈاکو اس کی تجویز کر کے۔ چار پانچ ہزار کا سونا تھا۔"

"لوگ! جس کا نام لے رہے ہیں۔... کنگ سنگھ؟" "پورن سنگھ، رام سنگھ کی جانب دیکھ کر کہہ تھا۔ "دیکھو! یہ گنگوتر وصال سے پریشان کر رہا ہے۔"

"نہیں صاحب! اس ڈاکے میں گنگو کا ہاتھ معلوم نہیں ہوتا۔" "تحت جلدی سے بولا۔ "م تین آدمی تھے۔ جب میں آئے تھے گاؤں کے لوگوں نے تعاقب کیا پھر میری آنکھوں نے قاز نہیں کی۔ کنگ تعاقب کرنے والوں کو شرت کے بغیر نہیں چھوڑتا۔"

"پھر کون پیدا ہو گیا؟" "پورن سنگھ پوچھ رہا تھا۔ مگر اُس کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ "وہا چپ میں تھے۔ کیم نے کہا تھا؟" "چھاؤں میں دو آدمیوں کو گرفتار کرنے والوں کے پاس بھی تھی۔ بس تو پھر چھوڑ دیا جی ہے۔" "خوف پورہ کا ڈاکو چٹا کا۔ اب ہادی فیڈر حرام کرنے آ گیا ہے۔"

"نہیں پورن سنگھ! یہ کہہ کر نہیں قوی دلانے آیا ہے۔" رام سنگھ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "وہا تو بڑا زور دھتا تھا اس لئے کیا برباہیاں ابھی کیا ہے اُسے ابتدا ہی میں یاد دہیں گے۔ کہہ کر رام سنگھ نے پورن سنگھ سے معاملہ کیا۔ "مجھے تو اس سے حساب صاف کرنے کی با ہے۔"

اس مرتبہ کے پولیس دفتر میں دوئل اور ایک ڈاکے سے چٹا کے نام کا کتا شروع ہو گیا۔

کرنا کو چپ لونا کر اور جوہری کا سونا فروخت کر کے ہوشیار ملازمت واپس آیا تو جگر اطمینان ہوا۔ اب بچے کی گھنٹیں رہی گی۔

"مگر پولیس کی گھنٹیں سہرا ہل کر رہی پرے گی۔" ہوشیار نے جنت کو ٹھٹھہر دے کر کہا۔

"اب ہوشیار چٹا پرے گا۔" "فونوں کے بڈل لیتے ہوئے چٹا نے کہا۔

"جنت! پہلے میں کرناں کا ایک چکر لگا آتا ہوں۔ اس مرتبہ سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں مہاج

زیادہ روپے۔ مگر ابھی ماں سے نہیں کہتا۔ وہ بات دل میں رکھیں گے گی۔ پھر پتا لگے گا کہ چاہے جائے گا اور..... وہ سوچنے لگا۔

"ماں..... مجھے کام مل گیا ہے۔ سرنگ بنانے والے سٹرک کٹر کے ساتھ گھومنا پڑے گا۔ اجے میں گے۔ وہ بندروں بعد غصی کے لڑکھاتے کرنے آؤں گا۔" چنانے خوشی کا اظہار کر ماں بھی خوش ہوگئی۔ پتا لگنے کے اس سلسلے میں اس سے چند سوالات کئے۔

"کیسا کام کرنا ہے؟" غصی نے خواہ لے گی؟ تمہارا ریسٹھ کون ہے؟" مگر چنانے جواب نہ دیا۔

"تار اسٹی کا اظہار کیا۔"

"میں کیوں کہوں؟" پتے خود بتائے گئے۔"

اس سترے سے واپس لوٹ کر اس نے جگت سے کہا۔ "آج وہ دل میں آئی تھی۔" یہ کہہ کر اس نے جگت کو آکھ ماری۔ جگت نے بیہوشی محسوس کی۔

"وہ کون؟"

"اسے وہ....." چنانے رنگ بھرے لہجے میں کہا چاہا مگر جگت کے چہرے پر غصی دیکھ کر نہ ہو گیا۔

"میں بہت سو کر کی بات کر رہا تھا۔ رات کی شفٹ والے سٹرک کی خوب صورت صورت بہت کور کا نام بنتے ہی جگت کے چہرے پر ہنسی آگئی۔ ایسی خوبصورت صورت کی بات کرتے ہو چنانے رنگ میں آجائے ہی عام ہی بات تھی۔ چنانے ہی بہت کور کو دکھایا تھا۔ بہت زیادہ مسین اس پر لباس کی نشیمنی، چراہرات کی چمک دیکھ کر جگت کی سانس روک گیا تھا۔

مل کا چرکیدار پالا تھو ہونٹ کاٹ کر بولا تھا۔ "اسی خوبصورت جوان صورت کو کمر سے باہر لگتا چاہئے۔"

بڑے بھائی آپ کس سوچ میں ڈوب گئے؟" چنانے جگت کو مخاطب کیا۔ "ابھی تو نے بہت سو کر کی پوری بات نہیں کی۔"

جگت تو یہ کہہ کر چنانے جب سے بہت کور کو روک دیکھا تھا اسے دور دیر آنے لگی تھی۔ ویردھی اس طرح لباس اور چراہرات مٹھن لگتی تو بہت کور سے کم نہیں لگتی۔ چند لمحے وہ چمک کر چنا سے مخاطب ہوا۔ "ہاں..... کیا بات ہے؟"

"اس کے ہاں ڈاکو ڈالنے کی بات۔" چنا خوش ہوتا ہوا بولا۔ "اس کا کمر مال دار ہے۔

لگھ نے دیکھا۔ دو تین بار ہار ہوا آیا ہے۔

"سٹرکس قدر مالدار ہونگے؟" جگت نے اب پیشہ وارانہ پر چھ مگر شرع کی۔

"پالا کبہ رہا تھا چاندی کی انشیں ہیں اس کے کمر میں۔۔۔ پاکستان سے فرار ہوتے وقت؛ سارا مال ساتھ لے آیا ہے۔ تو کوری تو صرف دکانے کی خاطر گر رہا ہے۔" چنا بڑے جوش لگے بولا۔ "ڈاکے میں پالا کا حصہ بھی ہوگا۔"

جگت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ "اس کا مطلب ہے تم نے پالا سے وہ بات کہو ہے؟" اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر چنا ٹھہرا گیا۔

"نہیں! انہیں جگت لگھ پالا سے میں نے کوئی بات نہیں کی۔ بہت کور کی بات ہم نے پالا

کی تھی۔ اس وقت میرے پاس ہتھیار یا ساتھی نہیں تھے اس لئے میں نے بات ٹال دی۔ اب تو میں ایسے گھنوں کی ضرورت ہے اس لئے میں نے اسے چپک کیا۔" چنا جہاں کہہ رہا تھا اس میں اس سانس میں بول گیا۔ وہ جگت کی ناراضگی میں لولہ نہیں چاہتا تھا۔ اپنے ساتھ رہنے کے لئے جگت نے یہی شرط بھی رکھی تھی کہ بات باہر نہ جانی جائے اور اگر اس نے کچھ چھپایا تو وہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اس شرط کا احترام کرنے کا چنانے فیصلہ کیا تھا۔ اس لئے دل چاہنے کے باوجود اس نے پتہ نہیں کھولا کہ جب کس کی ہے؟ کہاں سے لائے ہیں؟ اور ڈاکے کا سونا بھی فروخت کرے؟ جگت اسے پراسرار معلوم ہوتا تھا مگر ابھی اس نے جگت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ دل میں پالا نے بھی بات کی کہ چرکیدار سو من تھک کا لاکا دووں سے لڑھکے رہا ہے تو اس نے "کیا ہے؟" "کہہ کر بات ٹال دی تھی۔

"چنانے! وہ من سے میں زبان پر کا ہونہ کہہ سکتے والا خود بھی چنا ہے اور ساتھیوں کو بھی ہنسا دیتا تھا۔" جگت اب اسے نرمی سے بھانپنے لگا۔ "بہت کور کے ہاں ڈاکو ڈالنے کے لئے پالا کا ہاں دل چاہتا ہے؟ اسے اگر وہ کور کی تو اس کی تو کوری بھی جائے گی۔"

"وہ تو کبہ رہا تھا۔" جگت نے پلازما سے کرنے کی کی ضرورت ہے۔" جگت تو رات کی شفٹ میں نہیں ہوتا ہے۔ مگر میں بیمار باپ ہو گا۔ بہت کور ماما نہیں کر سکتے کی لڑکا کام آسان رہے۔" جگت نے یہ خیال پسند کیا۔ ایک تو چاندی کی انشوں کا خیال تھا دوسرے بہت زیادہ خطرہ بھی تھا۔ ابھی اسے ایسے ہی کی ضرورت تھی جسے جلد پیش کر سکے۔ پولیس میں اس کا نام چڑھ کر لگا لڑکا تھانے کی زوردار تیار کر دے گی!۔

"خیر! ہم دونوں ایک بار سچ کر رہا گاؤں جا کر بہت کور کا کھر دیکھ آئیں، جب تک ہوشیار نہ ہوں تب تک جا کر دوسرے ساتھیوں کو لے آئے گا۔" یہ کہہ کر جگت لگھ چنانے کے چہرے کے زور سے بڑھنے لگا۔

انہی ایش میں نہار ہوا تھا۔ مگر یہاں گاؤں نیلنگی آغوش میں سو چکا تھا۔ بہت کور کو ابھی نیند لگ چکی تھی۔ کانی میں دور کپڑے کی ٹی میں پتی ہوئی شیڈوں کی آزاد اسے سنائی دے رہے تھے اور بہت کور کے دل پر غصہ نہیں لگ رہی تھی۔ برابر والے کمرے سے ہزاروں کے کھانے کی آواز جا کر کی طرح اسے ہوشیار کر رہی تھی۔ پولیس ایلی بند نہ ہوئی تھیں کہ کمرے کے دروازے پر نہ ہوئی۔ بہت کور چونک کر بیٹھنے لگے۔ مگر کوئی لایا کہ اس کی طرح اس کا شوگر بھی ہے جاہگ اور اسے لے وہ رات کی شفٹ چھوڑ کر گھر چلا آیا ہے۔ سہرہ کو زور سے کھانے کی عادت پر دروازہ کھولنے وقت بہت کور کو کچھ بے چینی اور جوش میں تھا۔

"کون ہے؟" اس نے دروازہ کھول کر یہ پوچھنے کے لئے منہ کھولا مگر ہی وقت کوئی طاقتور ایسی کے منہ پر نہ آیا۔ بہت کور خود بخود ہوئی۔ اسے چپنے کی خواہش ہوئی مگر کچھت پر ہونے کے بعد حق کے ہمارے کے متعلق شک ہو گیا۔ آنے والے نے سچ سے ہی کمرے کا دروازہ بند کر چھوڑے پر کبڑا بندھا ہوا تھا اس نے بہت کور اسے نہ چھپان لگی کر بلکہ اندھیرے میں اس

ہوشیار جو گنبد والا قصبہ تازہ دکن کے لئے ذہن کو تیار کر رہا تھا مگر اسے کچھ یاد نہیں تھا۔ سب بے اختیار کھڑی ہو کر دھڑکا ہوا جلوت سوچ رہا تھا کہ کالا کو کیا سبق سکھا جائے؟ راستے میں ایک کنواں نظر آیا اور جلوت نے گھوڑی روک لی۔ اس نے بیچے آنر کنویں میں جھانکنا پانی کا کبریاں میں لگاؤ اور ہر کی جانب گڑھی کا چکر باہر ہوا تھا تاکہ اسے جانے والے مسافر پانی لال نہیں۔ چکر کے مرنے پر پھر بندھ گئی جس میں پانی پینے ہوئی تھی اور کنارے پر دون دار پتھر بندھا ہوا تھا۔ جلوت نے پانی کنویں میں آنر کو پانی کھینچا اس وقت تک تھیں سامھی بھی آگے۔

”میں سوچ رہا تھا آرام کرنے کے لئے کوئی کیوں نہیں کہتا؟“ پالانے بیچے جست لگا کر قلعہ شانے پر لپک کر گئے ہوئے کہا۔ ”جنت؟ ہم پولیس سے بہت بڑھتے ہیں؟“

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔ ”جنت نے منہ دھو کر پالا کی جانب کی کر دی۔“ پالانے کھٹکھٹا ہوا کہ جس سے دل پر دھڑکنے لگا۔

”بھر کیا تھا؟“ پالا کی آواز میں ہلکی کچپی تھی۔

”جگانے یہ سن لیا۔ اُس کے نام پر ہی دعوت کی عزت پر ہاتھ ڈالا جائے گا۔ اُس کی جڑا  
 کے باہر تھا۔ ڈاکوڑے کا کام ہستی کر کے اُس نے سچیلوں کو ہر گز لا لاسی ہی نہ سمجھا سکا  
 رات ہی۔ ایسے ہی کنوئیں کے پاس ڈاکو آرام کرنے پھیرے۔ جو گنبد سے جگانے نے پلاٹکا لے  
 لیا، دو کنوئیں کے کنارے پر کھڑا تھا ہی۔ جسے جگانے نے اُسے پھونک دیا۔ پلاٹکے کو جھکا  
 قے کے آدھی الفاٹی کی اور لٹکی دے دیا۔ جگانے کی آواز بھاری اور چہرہ غصہ ناک ہو گیا تھا۔  
 نے دیکھا کہ آدھی کنوئیں کے شکل لے رہے تھے۔ وہ اب تمام حالت بچھ گیا اور اُس نے  
 پر سے بدلتا آٹاری کنوئیں کی آٹے کے کردہ گرنا۔

”میں وہ جو گیند نہیں اور تم وہ جگہ نہیں۔ اس لئے زیادہ ہوشیاری نہیں چلے گی۔“

میں یہ سب دیکھ رہا تھا۔ بلا لاکھ بیویوں کے چنا۔ "ہنست کو رہے میں نے کیا ہوا تو کیا ہے۔ جا۔"  
 انہیں ضرورت تھی۔ وہ جہن میں سے کسی نہیں تھی۔ "پھر بندوق کے فرنگیز پر سے اٹھ کر  
 جگت کے چہرے کی جانب کھڑا ہوا ہوا۔ "بوشیار! اختیار مجھے بیوقوف۔ لوٹ کا سا زامال مٹ  
 کے جاؤں گا۔" بوشیار نے لے کر ہوا تھی کہ ہر شے ہر شے کی طرفوں نے آئے رک  
 اس نے سوچا سبیل آتے کیا ہے۔ پھر بھی جگت بوشیار آتے کیا ہے؟

”پالا انہاری ہندوق میں ایک ہی گولی ہے اور ہم تین ہیں۔ تم کے مارنا چاہے ہو؟“  
 نے اس پر سے نظر ہٹائے بغیر کہا۔

”ختم نہیں۔۔۔!“ پالانے یہ کہہ کر ہونٹ بچھینے لگا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ تم جفا ڈاکو ہو۔“ یہ اس نے بددوق کا لڑائیگر ذبا دیا۔۔۔ کھٹاک کی آواز ہوئی مگر دھماکہ نہیں ہوا۔ اس کی بجائے؟

”ایسا! اس میں کار تو س نہیں ہیں۔“ بگت نے پشت پر سے گھنٹہ میں لے لی۔ ”تو بھیا ایک قہقہہ اندھیرے میں گونج گیا جس سے خاموشی کا سینہ لرز گیا۔“

پہچان کئے۔ کمراب بہت دیر ہو چلی ہے۔ یہ کہتے ہوئے اُس کے جڑے تنک ہو گئے اور لڑکھی۔ بالاکوئیں کے کنارے گرا۔ دھماکے کی آواز فتم ہونے سے پہلے سب خاموش رہے۔ پا

دیر بڑیا، پھر اس کی آنکھیں اوپر چڑھ گئیں۔

جگت نے اپنے لباس کی جیب سے کارتوس نکال کر دکھائے۔ "یہ کام چتا کے سپرد کیا تھا

جتنے منہ سے جگا کو دیکھ رہا تھا۔ ارے اہم حاسوں میں تو ہے اپنا ہے اس کا سہارا۔  
 جتا کو اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے سامنے جگا ڈاکو بیٹھا ہوا ہے۔

”کیوں؟“ اب بھی نہیں مان رہا؟“ اس نے چٹا کی پست پر ایک جھماڑے ہوئے ”لو جھوٹا ہوشیار ہے۔“

بیوں اور ایک بندر کی کہانی سن چکی۔ یاد ہے؟ بیوں کا جھڑا بنانے کے یہاںے بندر سب کچھ ”گیا۔“

”یعنی..... آپ مجھے بندر یا کن رہے ہیں؟“ چندن ایک انداز سے بولی۔ ہوشیار کو اس

جھوک میں لطف آیا۔ ”نہیں بھئی..... میں جیسے بندر یا نہیں رہا۔ یہاں کہانی بدل گئی ہے۔ وہ بندر وہ جھڑے میں ملی جگ بن کر آئی ہے۔“ پھر فرس کر بولا۔ ”مگر بندر اپنے جھڑے میں ملی کوئی

چاہے۔“ ہنسی بولی چندن کو اور چٹانے میں چلی گئی۔ ”نہیں بھائی..... آپ کی خاموشی ضرورت ہے۔“ ہوشیار نے آہے روکا۔ ”میں غلاق ہو رہا۔“ ہوشیار کے چہرے پر اچانک بھید کی چھائی۔ ”جگت اور چندن اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔“

”ہلوا کیا بات ہے؟“ ”جگت نے پوچھا۔ ”بات یہ ہے کہ.....“ ہوشیار جلدی نہیں کہہ سکا۔ ”بچن کو کھرہ مانے کے لئے وضعت کر جیسے چندن بھائی کا خیال کیوں نہیں آتا؟“ ”کہتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی۔ ”چندن کو آہوردی سے راحت محسوس ہوئی۔ وہ اتنے سے میرے سے ناشوٹی تھی۔ جو بات جگت کو سمجھا۔“ لے ساس اور سر کو چھوڑ آئی تھی یہ کہنے کا آئے سورج میں نہیں لی رہا تھا۔ آج ہوشیار یوں بات بچھڑ پڑا، اسے یہ پسند آیا۔ اس کے باوجود وہ بچھڑائی۔ ”جگت صحن سے اٹھا ہو جائے گا یا سے جھڑکا کر بیٹھے گا۔“ اسے ایسا خوف محسوس ہوا۔

”ہوشیار بھائی! بھائی کے ہاتھ کی روٹیاں کھا لے کوئیں اس وجہ سے سکا تو نہیں نکار۔“ چندن نے بات ڈالنے کے ارادہ سے کیا۔ ”یہ میرا خیال نہیں رکھتے ایسا کہہ سکتے ہیں۔“ انہا لڑانے کا دھڑکا، ”مگر انہیں ہے؟“ ”مگر اس کی چال بیکار تھی۔ ”جگت اور ہوشیار ہنسنے ہو گئے۔

”بھائی! اس تک تو ہم کبھی محبت سے دور تھے۔“ لہذا ایسا خیال نہیں بھی آیا۔ ”ہوشیار میں محبت جھلک رہی تھی۔“ ”تمہارے ہاتھ کی روٹی کھا لے جب بھی آتا ہوں،“ اپنے آپ کو داتا بول۔ ”آج تک جگت کے سامنے ہوئے کا دماغ میں غرور پھر کھرہ رہا تھا..... وہ

کے لئے کیا۔ جگت اور چندن کو اس کی کھنکھنے سے سخت ہے۔“ ”مگر اب میں کیوں کر جا رہا ہوں۔“ ”جگت کا ساتھ نہ کر اس سے دوروں کا ساتھ چھڑا لیا۔“ بھائی! مرد جا رہا کارنے سے انجام دے کر محرومت کے ساتھ کے لپٹے اس کی ذراں کو کھنکھ نہیں ملتا۔ ”جگت! اب ہا

گوں کو کوٹ کر دل میں خوش ہوتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہم اپنے کھرے کھرے مراد کر رہے ہیں۔“ ہم یہ بھولی جاتے ہیں۔“

”ہوشیار! انہیں شاید کھرا دیا رہا ہے۔“ ”جگت جان ہو جھڑے چہرے پر معنوی تھی پیدا ہوا۔“ اسے ذرا تھا کہ اگر ایسے خیالات ذہن میں کھر گئے تو اس کی ذراں کو بے چین بنا دینا۔ ”تو ایک بات بھول جاتے ہو ہوشیار! کھرہ راتے ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں سے واقعی ہوتی ہے۔“

”پھر جن کہانی کی طرح لٹو گئے؟“ ”چندن کو ذراں سے متوجہ سے تاہم اٹھاتے ہوئے لگا

”اسی وجہ سے تو مجھے خیال آیا ہے جگت!“ ”ہوشیار چندن کا سہارا پا کر جوش میں آ گیا۔“ ”ابھی میں کھر رہا ہے۔“ ”کی حکومت بھی نہیں اس وقت! اور آخر وہ جو جانے کا موقع ہے۔“

”مگر تم کو کھر چاہتے ہیں؟“ ”جگت نے ویسے ہی پوچھا۔“ ”جہاں جائیں گے سرکار اور پولیس وقت میں ہوتی۔“

”نہیں جگت..... میں پورے فرار ہونے کی بات کر رہا ہوں۔“ ”ہوشیار کی آنکھیں پڑ جوش ہوا میں چھلنے لگیں۔“ ”وہاں کو ہمارا اتفاق رہے گا؟“ ”پورے جانے کی بات نے چندن کو دیا۔ ”جگت کو کھیرا دیا۔ ”جگت چھوڑنے کے بعد بھی ویدو سے ملنے کی آس نہیں چھوٹی تھی۔ اب اگر وہ میں چلا جائے تو ہمیشہ کی جدائی اسے جھن نہیں لینے دی۔ ”چندن کو ساس سر کی جدائی کا

”ہوشیار! غیر ملک جانے کے لئے چند پانی کی طرح خرچ کرنا پڑتا ہے۔“ ”انجانے دیکس میں مٹنے کے لئے ہی رقم چاہئے۔“ ”جگت نے اعتراض کیا۔“ ”ابھی ہم یہاں کا لٹکا دیا بھی نہیں جاتا سکتے۔“ ”ہوشیار دو چار دست خاموش رہا۔ ”جگت مخالفت نہیں کر رہا تھا یہ اس کے لئے نصف تھی۔ اس

ذراں پر ویدو سے کھر گیا۔ ”ہم اس طرح چھوٹے چھوٹے ڈاکے ڈال کر رہتے رہے ہیں، اس انجانے ایک ہزار دو روپے کے ہاتھ داکہ کر کے کھر گیا۔“ ”جگت کے ہونٹوں پر ہلکی مگر ثابت دودھ تھی۔“ اس نے سوچا ہوشیار کچھ کچھ

”ہیش کا کھر۔“ ”جگت کے ہونٹوں پر ہلکی مگر ثابت دودھ تھی۔“ اس نے سوچا ہوشیار کچھ کچھ کچھ ”ایسا ڈال کر ڈال کر ہیش کا مل سکتا ہے۔“ ”مگر پھر اوتھتی ہوئی پولیس بیدار ہو جائے اس کا کیا

”ایسا بات نہیں کھر کرنے کے لئے جگت نے کہا۔“ ”ہوشیار ابھی ہم دو ہونٹے والے ہو پاری کے قی پان تھیں۔“ ”خبر کی اطلاع آتے ہی تھیں روانہ ہوتا ہے۔“ ”چندن جگت کی کجگت کے بات ٹال رہی ہے۔“ ”پھر مجھ کی اسے اتنا اطمینان تھا کہ اس نے کچھ جگت

پوچھیں۔“ اور خود اتھوڑا پالی رہتی رہے گی تو زمین پھٹے گی اور پورا نمودار ہو گا۔ اس وقت ”چندن کو کھی ہے یہ نہیں تھا کہ قدرت دوسرے پوے کے چھوٹے کی تپاری کر رہی ہے.....“

”ہاں! کاشی خبر اطلاع لایا۔“ ”ہمارے گاؤں کے ایک بیو پاری کا لہا کا دار ہے۔“ ”وہ بندرہ کی رقم کا روزانہ زمین دین ہوتا ہے۔“ ”جگت نے اپنے ایک ساتھی کو اس کے ساتھ کچھ کھر مزید

”مات حاصل کیں۔“ ”بیو پاری کی ڈکان ک بند ہوئی ہے؟“ ”مگر وہ اپنے ساتھ لے جاتا ہے یا کسی

”پھر دیکر ہے؟“ ”اس کے ساتھ کھتے آدی ہوتے ہیں؟“ ”غیر وہ وغیرہ۔“ ”ویدو کے بعد اطلاع ملی۔“ ”بیو پاری کیش کوٹ کی جیب میں چھپا کر کھر لے جاتا ہے اور

”وہ دن تک میں صبح کر دیتا ہے۔“ ”اس کے ساتھ بھی اس کا جان بٹا اور بھی کھتی ہوتا ہے۔“ ”جگت ایک ازاد بند ہو جاتا ہے۔“

”ہوشیار اور دوسرے چار ساتھیوں کے لئے کجگت شام کو یونا کچھ گیا۔“ ”بھی کھی زیادہ آدی ساتھ

”سے قطع ہو جاتا ہے۔“ ”بیو پاری کو کچھ ازاد میں لوٹنا تھا لہذا تیزی سے اور پھر تری سے کام لینا

”ایادہ ساتھی ہوئے میں کوئی غلط کر بیٹھے، جگت میں آجائے ایسا جگت کا کھر کر دے تو کام کھر





لوگوں اور ایک سست سے دوسری سست جاتا رہا۔ ایک بار تو پولیس سے ٹکرا ہوتے ہوئے رہ گیا۔  
 کچھ ہی بجت کے اس جانب ڈاکو تھے اور دوسری سست پولیس پارٹی کی۔ مگر یہی ہوئی فصل نے  
 ایک ایک دوسرے سے انجان رکھا۔ چنانچہ کو کوٹے ہوئے سات دزد گزر چکے تھے۔ جدا ہوتے  
 فٹ وہ آتے تھے جن میں کھنڈ آ رہی تھی؟ پوچھا تھا تو اس نے صرف اتنا کہا تھا۔  
 "پورائین ہوئے کے بعد تباہوں کی تم خرکوں سننا۔"

جنگ تو اس کے الفاظ پر بار بار یاد آ رہے تھے۔ چنانچہ کو کوٹے کا وہم تھا؟ کیا ان کا ساتھ  
 لیتا جاتا تھا؟ یا نہیں؟ چنانچہ کو کوٹے کی خطرے سے بڑھ کر کسی کی عادی ہو چکی تھی۔ ضرور  
 ہری کوئی بات ہے۔ کوئی اور دیتی تھی۔ جنگت سوچ رہا تھا۔

"ہوشیار اس طرح گاؤں اور کھیتوں میں بھٹکے کی بجائے ہم الگ الگ ہو جائیں۔ جم، میں اور  
 ایک شہر کے کسی ہوٹل میں چلے جائیں۔ بھٹکا بھی نہیں پڑے گا۔ نہ ہو کہ جاس کی پریشانی ہوگی۔"  
 "بھٹکے جنگت اور سارا سوت چنا پڑے گا۔ ہو کہ پوئیس کی گہری نظر ہے۔" ہوشیار نے سوچا  
 بات یاد کرنے کا یہ سوچ ہے۔ اس کے حریف بولا۔ "میں نے نہیں پہلے بھی کہا تھا کہ کوئی بڑا  
 لہو گر سب دبا دیا ہے۔"

سوزن غریب ہو رہا تھا۔ شام آدھ تھی۔ جنگت، ہوشیار اور ساتھیوں کے چہرے بھوک اور  
 ال سے اتر چکے تھے۔ جھڑل شہر سے تین میل کے فاصلے پر ہوئی تھی نہر کے کنارے ایک  
 بونڈ کی چھاؤں میں اور بیٹھے ہوئے تھے۔ سب کی نظریں بار بار سامنے والی پگڈنڈی پر پیکر ا رہی  
 تھیں۔ چٹا کھٹک کھانے کے لیے شہر بھیجا تھا۔ اکی دو یوں ہوئی؟ کچھ سے کھانے کا سوچ نہیں  
 تھا۔ بھٹکے ہوئے اور بدھتی ہوئی سردی کے مقابلے میں جگ کو گرم رکھنے کے لیے کھانے کی  
 فہم تھی۔

"ہمرا چنا چٹا کھٹک پیت پھر کچھ کھانے کا، پھر لوٹے گا۔" کسی نے جیسے جیسے میں کہا۔ "مجھے تو  
 صبح تیرو جیسا معلوم ہوتا ہے۔ اسے چر کر کھا لیں، پھر پیٹ ٹھنڈا ہوگا۔" دو ہانگوں کی طرح  
 اٹھ رہا تھا۔

"میرے بھائی اب سوچ کو کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دیکھو اچھا کھٹک چلا آ رہا ہے۔"  
 "سب کی توجہ اس جانب مبذول کرانی۔ سب غور سے چٹا کھٹک دیکھنے لگے۔ چٹا پس وقت  
 کو یاد آ رہا تھا۔ بلکہ وہ جس جوں قریب آ رہا تھا، یاد ہو رہا تھا۔  
 "میرے بھائی جلدی سے آگے چلا جا رہا۔" ایک نے عداوت نہ ہو سکا۔ "نوٹے ہوئے بیحدوں  
 لڑنا چل رہا ہے۔"

چٹا کھٹک کھانے کے بڑلوں کو بیٹھ کر کھٹک چٹا اور روٹی صورت بنا کر بولا۔ "بھوکہ دیر سے  
 جب کورات بھوکے سونا پڑتا۔ ٹیکہ ڈکا میں بندہ ہو رہی تھیں۔" اس کی بات پر کسی نے توجہ  
 نہ دی۔ سب کھانے پر جت لگے۔ پانچ منٹ تو کسی نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ چٹا کھانے میں  
 دھوئے پھر کچھ کھٹک بیٹھا ہے۔ لیکن وہ یہ نہ سمجھ رہے تھے کہ کھانا کھا کر آیا ہے لہذا انھیں ہٹا  
 "میرے لوگ! پوچھو تو کسی کو میں نے کھانا بھی ہے یا نہیں؟ بس جھوٹ پڑتے ہو۔" چٹا کھٹک

ہے۔ اچانک کوئی راست روک لے تو سمیت آ جائے۔ جنگت کو مقب کی ٹنگڑی تھی۔ پھر بھی کروا  
 ڈرانے کے لئے اس نے ہوائی فائر کرے۔ دھماکوں سے گاؤں کی سردی ختم ہو گئی۔ مقب میں  
 والے لوگوں میں دو چار ہو جیتے جرات تھے۔ اپنی نظر کے سامنے گاؤں کے پورے گاؤں کوٹ کر جا  
 والے بدھتوں کو کچھ سلامت نہیں جانا چاہئے۔ درہنہ گاؤں کی عزت مل جائے گی۔ یہ کہ  
 انہوں نے لوگوں کو جوش دلایا، گلاڑی، ڈپٹے، گریبا نہیں جو کچھ چاہا آئیے کر شو کرتے ہوئے  
 بھی لوگ گردہ میں شامل ہو گئے۔ گاؤں کی حد پار کرنے کے بعد بھی انہوں نے ڈاکوؤں کا قاتل  
 ختم نہیں کیا۔

"ہوشیار! فائرنگ کرو۔ چاہے دو پارڈھی ہو جائیں۔ یہ کہہ کر جنگت نے دو تالی رائل۔  
 فائرنگ شروع کر دی۔ اندر میں سے فائرنگ کی لپٹ میں تین آدم آئے جن میں ایک لپٹ گیا  
 دوسری ہو گئے۔"

"ارے... ڈاکوؤں کو گاؤں کے باہر نکالنے کے بعد خدا خواہ قاتل کر رہے ہو۔" کسی  
 اختلاف کیا۔ "گاؤں کا پانی وہ کھانے کے پیکر میں مزید دو چار لائیں گے کر لوٹے؟" جنگت  
 دیکھا کہ وہ فائرنگ کیا۔ اب مقب کی ٹنگڑی تھی۔ رائل کو کھانے پر لپٹ کر اس نے گھوڑی کو بڑا  
 "ہوشیار! بدھت نہیں۔ دس بارہ میل نکل جانے کے بعد پھر نہیں آرام کر رہا ہے۔"

ہونا کہ پورے گاؤں کے پانچ میں لٹا رہا۔ دس ہزار کا ڈاکو اور ایک قتل۔ ڈاکوؤں کا قاتل  
 کرنے والے لوگوں میں سے دوسری بھی ہو گئے، پھر بھی پولیس سوتی رہی۔ علاقے میں شوخیاں  
 اور سرکار پولیس چیف خود ہونا دوڑ آیا۔ پہلے یہ یقین کر لی تھی کہ کس کروٹے یہ کارنامہ انجام  
 لگایا گیا؟

اس بکڑے والے نے اپنے گاؤں کے "محقق جو کچھ بتایا اور نوٹ چنے لوٹنے وا  
 آدمیوں کے چہرے کا جو نقشہ بتایا اس سے پورن کھٹک بھٹکا کہ یہ جگا کا کارنامہ ہے۔ دیکھتے ہی  
 مارنے کے حکم کے بعد اس کا زور اور بڑھ گیا تھا۔

"میرا اس ڈاکے سے میں اس کی راہ پر لگ جاؤں گا۔" وہ سوچے لگا۔ چٹا کو اس پر پار  
 خبری کسی نے کی؟ آخری چار دن کی سرگرمیوں کا حساب لیا جانے لگا۔ پورے گاؤں کی ڈکان  
 قریب ٹھیکو حالت میں کھوئے والوں کو یاد کیا جانے لگا۔ پانچ سات آدمیوں کو حوالات مہر  
 کر کے تھوڑی دیر میں لگا لگی تھی۔ اس طرح پورن کھٹک کے ہاتھ میں شخص آ گیا۔  
 پورے گاؤں کے "محقق خبری کر کے والے نے بتایا کہ جنگت نے ہی ڈاکو ڈالا تھا۔ پولیس پارٹی  
 کر پورن کھٹک خود جگا کی تلاش میں نکل کھڑا تھا۔ پانچ گویا گادیہ اور دوسری جہیوں پر اس نے  
 تلاش کیا۔ موقع ملنے ہی کوئی بار دینے کے آڈر سے ملے پر وہ جگا کو کھینچ بند کر کے شوٹ  
 تھا۔ مگر جگا کی بار بھی سامنے نہیں آیا تھا۔

پولیس کے قاتل سے پہلے کے لئے جگا کو بہت زیادہ بھٹکا۔ چنانچہ کو کوٹے کو محفوظ جگا پر  
 ساتھیوں کے ساتھ وہ پیدل بھاگ رہا تھا۔ وہ کھیت اور جنگل پار کر کے ایک گاؤں سے وہ

بچہ بول رہا تھا۔ "ہمارے ہاتھ میں صرف دو دن ہیں۔ آج گاندھی جی کے سوگ میں بازار بند ہے۔ کل اتوار تیار ہی میں جانا ہے۔"

"تو کیا تم بیکو کی چھاپہ مارنا چاہتے ہو؟" ہوشیار کی آواز جوش میں لرز رہی تھی۔ "جکت سکرایا۔ گوہر خاں سوئی رہی تو ہوشیار کو اسے غیر ضروری جوش کا احساس ہوا۔ اسے سالوں کے ساتھ کے بھڑکی جوش میں وہ جکت کی خاصیت کو بول چکا تھا۔ جکت اکثر کہا کرتا تھا۔

"پلان بناتے وقت جلدی نہیں کرنی چاہئے ورنہ کل کے وقت جوش میں امداد ہو جاوے گی۔ اپنے کام بڑے اطمینان سے جو کر سکتے ہو وہی کرنا نہیں اٹھانا۔"

"تو پھر کیا مسئلہ کوڈا ڈالیں گے؟" میں بیکو جو ہری بازار مال پسند کرنے جاؤں گا۔ "مال پسند کرنے؟" ہوشیار کو جب ہوا۔ اس نے انھیں پچھلا کر پوچھا۔ "جکت اہم اس طرح اہم کرنے ہو جیسے ہم نوپور ات خریدنے جا رہے ہوں۔ جیسے شادی میں زیور دیتے ہوں اس طرح اہم کرنے جا رہے ہوں۔"

"شادی کے لئے ہی پسند کرنے جانا ہے۔" جکت خمیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ "میری شادی ہونے والی ہے۔ میں شری کا بڑا افسر ہوں۔ شادی تو راز اور ہی ہے لہذا تیار نہ ہونے لیتے ہیں۔ منہ مانگی اہم دینے کو ہم راضی ہیں۔"

اب ہوشیار کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "سمجھ گیا۔۔۔ میں فوجی افسر بن کر جانا ہے۔ جیتی مال پسند کرنا ہے جس کی پوری قیمت ملے۔ مگر جکت اسی لئے مال کے کر فرار ہو جائیں پھر ہمیں کیا اعتراض ہے؟" جکت سکرانے لگا۔ "تو کچھ دیر پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ سوچ بچار قدم اٹھانا چاہئے اب کہہ رہے ہو کہ ایک پکڑ میں فناں۔" ہوشیار کو جب کچھ فوجی لباس میں جاکیں گے اور خود کو فوجی افسر کی طرح کاہر کرنا ہے۔ مگر مشکل کیا ہے؟

"ڈاکو بن کر جائیں گے۔ یہی کہنا چاہتے ہو؟" ہوشیار رنگ میں آ گیا۔ یہ مشورہ کرنے کے لئے دو لوگ دوسرے ساتھیوں سے الگ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ جکت نے حال آخر لے پشیمہ دھکنا چاہتا تھا۔ ڈاکو ڈالنے کا لہجہ سوائے اُن کے کسی اور کو آخر تک معلوم نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ کبھی نہیں۔ یہ حال ایسا تھا کہ پوری طرح حیران رہا تھا۔

"ہوشیار! میں فوج میں ہونا تو اسے سالوں میں کسمپدے پر پہنچ چکا؟" ہوشیار نے سوچا تھا کہ کیا ہو چکے گا؟

"جکت اہم سمجھ کر ہمارے کرتے ہوئے۔ مگر کیوں پوچھ رہے ہو؟" "تم نے کچھ نہیں میرے لئے کرنا جیسا لباس لانا چاہئے گا۔ پھر سوچوں کو تاؤ دیتا ہوا۔" بندہ ایک گھٹنے کے لئے گرنا میں جاتا ہے۔

"اور میں۔۔۔؟" "تم میرے اردو لی۔" جکت ہنسا۔ "تم میری بیپ چلاؤ گے۔ اُچھ ڈالنے کے لئے دو ایک اہم بھی کرتے چکے ہیں۔"

"تیار پوری کریں گے۔ مگر سوچنے کی پکڑ میں پلان بکرو جائے گا۔" جکت ذرا بھی ہلکا

ٹھہرے میں بولا۔ "میں نے کہا کہ ڈراویر ہوتی تو ہم بھوکے سوتے۔ اس کی وجہ بھی کسی نے نہ پوچھی۔"

"یہی بغیر مجھے کہ ڈالو؟" جکت نے عرض کی تاں جگ چرتے ہوئے کہا۔ "میں کرتہ مارا کھانا زہر ہو جائے گا۔ پہلے پیٹ بھر کر کھا لو؟" چنانچہ ٹھہرے میں بول رہا ہوا نظر تھا یہ کسی کو سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر اُس کی آنکھیں بیگم لگیں۔

"جکت چوکنے آئے۔ اس نے ساتھیوں کو ڈالنا۔" اسے بھی اتم کو ضرور۔ چتا کے پاس کی بات ہے۔ "پھر اُس نے کہا۔" کوہ۔۔۔ چوڑے چوں کی طرح منہ کیوں بنارے ہو؟"

"تمہارا باپ مر گیا۔" چٹھے میں کہہ رہا تھا۔ "ہمارے سب کے باپ کوکل کر دیا گیا۔" اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "گاندھی جی ہمارے خاندان کے جا رہے تھے تو کسی دھن دھن۔ انھیں کوئی مار دی۔ پھر چتا چھوئے بچے کی طرح ہلک کر روئے لگا۔ سب کے دل جینے جکت لئے اور بھی۔"

"مگر گولی مارنے والا کوئی مسلمان ہوا تو بڑے شروع ہو جائیں گے۔" "سورج سر جھکا کر مغرب میں ڈوب گیا۔ رات گزارنے کے لئے سب جگہ میں داخل گئے۔ چتا اور ہوشیار کی بیدار رہنے کی پابندی کی۔ کوئی لوگ سو گئے۔ جکت کو فینڈ نہیں آ رہی کی۔ جھڑپا کے بازار کی ایک بات کہنا بھول گیا تھا۔ وہ ہوشیار کو سنا رہا تھا۔

"دوست! وہاں کا جوہری بازار بہت بڑا ہے۔ سونا چاندی کے جواہرات شوکیوں میں ہا ہوتے تھے۔ وہ ڈاکو میں جلدی جلدی بند ہونے لگیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے ایک ڈاکو میں گھس آئے ہوں اور لوگ خوف کے مارے ڈاکو میں بند کر رہے ہوں۔" چتا ہوشیار کو یہ

فکیر تھا کہ جکت آنکھیں بند کر کے بیدار ڈاکو اُن کی باتیں سن رہا تھا۔ چتا جگ منٹ کے ساتھ لے جکت نے انھیں چکھ لگا۔

"ہوشیار! اگر جوہری بازار میں ڈاکو ڈالیں تو کسی روئے؟" چتا جگ اس طرح لرز گیا جیسے آگیا ہو۔ ہوشیار جب ہو گیا۔ جکت بڑبڑا رہا تھا۔ "لاکھ دو لاکھ کا تھہرا ہوا ہوش کی دوسری ہو جائے۔" چتا جگ محسوس کر رہا تھا جکت فینڈ میں جب رہا ہے۔ مگر ہوشیار اُس کی بات سمجھ گیا۔

اپنے ارادے کا کتنی جلدی اظہار کرے گا یہ اُس نے سوچا جی نہیں تھا۔ بس اہ۔۔۔ بڑے ارادہ ڈاکو کی سرگرمی شروع ہونے کی دیر تھی۔

گاندھی کے قتل کی رات جکت کے دراج میں آیا ہوا خیال جکت اور ہوشیار کے ذہنوں میں بچانے لگا۔ جوہری بازار لوٹنے والا کارنامہ معمولی نہیں تھا۔ اس بار اُس بار کا جوا کھانا تھا۔ خیال سے لوگوں میں خون کی گردش بڑھ گئی۔ "مگر ہر طرح سورج بیکار کر کے آگے بڑھیں۔ بہتر گا۔"

"ہوشیار جوں جوں چتا اُس کا ذہن میں بیدار ہو گیا۔" "لاٹھوں کا مال جہاں فروخت ہو وہاں ڈاکو مالدار کی ملکیت کی طرح نہیں ہوں گی۔"

”اس کا مطلب ہے مجھے جپ کا انتظام بھی کرنا پڑے گا۔ یہاں کیوں نہیں کہتے؟“ ہوشیار کھڑے ہو کر فوجی انداز میں سلام کیا۔ ”ایک ہی دن باقی ہے کرنل صاحب! مجھے اجازت دو دشمنوں پر حملہ کرنے کے لئے ابھی کافی تیاری کرنی ہے۔“  
جگت تھپہ مار کر نہیں دیا۔ اُن کی حرکات دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ جوہری بازار لوٹنے تیاری کر رہے ہیں۔ پیسے خرچ کر کے زہرات خریدنے والے کے ذہن پر بھی بوجھ رہتا ہے۔ یہاں تو دن کے آجائے میں ڈاکر ڈالنے کی تیاری ہو رہی تھی!۔۔۔

000

دو کی دو پہر کے بعد جھڑپالہ کے بازار میں ایک فوجی جپ آ کر ٹکی۔ جپ چلانے والے فوجی نے جلدی سے آ کر کرنل صاحب کو زوردار سیٹ دیا۔ بہت سی دکانوں کے بیوی باری اُدھر دیکھنے لگے۔ سارے بازار کی سب سے بڑی دکان کے سامنے جپ کھڑی ہوئی تھی۔ گاؤںک جاسنے والا غلام رہتا تھا۔

”آجئے شریف لائیے ہوئے صاحب!“ بیوی پارٹی نے استقبال انداز میں دروازے کے قریب آکر کہا۔ کچھ بھی ہو وہ فٹری کا کوئی اثر تھا۔ چوڑے سینے سے لمبا سانس خارج کرتے ہوئے جگت نے آنکھوں پر چڑھائے ہوئے گولکس ٹھیک کئے۔ وہ خاما خاما زہب لگ رہا تھا۔ کرنل کے لباس کی فٹ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی تھی۔ صاف، اسڑی شدہ ٹائٹ یو نظام دیکھتے جوتے، سر پر مکھ ٹوکی سی پگڑی، شانے پر فوجی عمدہ ظاہر کرنے والا بٹل کا نشان۔ پٹ پرائیمن گن بھی لٹک رہی تھی جس سے زہب پڑ رہا تھا۔ یہ دیکھ لینے کے بعد جگت دکان میں داخل ہوا۔ پیچھے چلتے ہوئے ڈاکر نے دکاندار کے کان میں سرگوشی کی۔

”کرنل صاحب کی شادی ہے۔ سچی چیزیں دکھانا! سر بایا دار مانعان کے بیٹے ہیں۔ فوج میں لگے ہیں۔“ اُس کی بات نے سب کو ہوشیار کر دیا۔ زہرات کے الگ الگ نمونے پیش ہوئے۔ جگت ہوشیار نے جگت کو اشارہ کر کے سمجھایا۔ بال دیکھنے کے لئے گولکس اُتار دو! نہیں تو شک ہو جائے گا۔

ایکے انداز میں مسکرا کر جگت نے رنگین چشمہ انکھوں پر سے ہٹا لیا۔ اب سونے کی چمک نظر آنے لگی۔ ”آپ معمولی چیز نہ دکھائیں۔ قیمت کی پروا نہ کریں۔ مجھے سچی زہرات چاہئیں۔ کوئی نظر لینے کہ بیکلے زہرات لے آئے ہو تو میں برداشت نہیں کر سکیں گا۔ باپ دادا کی عزت اور گھر پر ختم ہونے والی بچی کی فوجی کا سوال ہے۔“ جگت بولا۔

”مضور! آپ بے فکر رہیں۔ میں ابھی جتنی چیزیں منگوادیتا ہوں۔“ یہ کہہ کر اُس نے اپنے بیٹے اُٹھار دی۔ ”سیف میں سے پانچ دن بھاری سیٹ لے آؤ۔“ بیکے سے انداز میں کبھی مٹی بات نہ کرتے تھے۔ اُس نے دست دراز میں دقت دیکھا اور دائیں سمجھاتے ہوئے پوچھا۔

”یورے لگے گی۔۔۔ مجھے کچھ زیادہ جلدی ہے۔“  
”میں نہیں مضور! نزدیک میں ہے۔ دس منٹ میں آجائے گا۔“ بیوی پارٹی نے لجاجت سے کہا۔  
”دوپ چہر! صاحب کے لئے غلط لاکر۔“  
”میں لاکر ہی! تکلیف کی ضرورت نہیں۔“ جگت نے تکلف کیا۔ ”مجھے بہت جلدی ہے۔ تم بہت ہو گا۔ دمی کے گلے کے بعد حالات بہت زیادہ بگڑے ہوئے ہیں۔ کچھ ہو جائے اس سے پہلے

میں خبردار رہنا چاہیے۔ شادی کے لئے بھل فرمت لے گی۔

"ج بات ہے۔ مگر ابھی چڑ پند کرنے کے لئے کچھ وقت چاہئے۔ یہ پاری کو بڑا کا گواہ نہیں تھا۔" بات ہے کہ یہ کان میں بڑا مال رکنا خطرہ ہے۔ زمانہ بہت خراب ہے۔ اس سبب قریب ہی ایک جھوٹا گھر کھتے ہیں۔ آپ جیسا کہ پاری بڑا گاہک آتا ہے تو ٹھیکہ لیتے ہیں۔ "اچھا۔۔۔" بخت نے ہمدردی سے کہا۔ "اس طرح تو آپ کو فوٹل منت کرنی پڑی ہوگی۔" اس نے زیادہ وقت ڈکان میں رہا جس کی ٹھیکہ میں لگا جس کی کڑل کے پول میں جانے کا بھی خطرہ تھا۔ "اسل پسندو عورتوں کو کرنا ہوتی ہے۔ سامی، بھائی کی آئی دانی ہیں۔" پھر یکبارگی رستہ کو دیکھا ہوا ہلا۔ "اچھا ایسا کرکل بھاری سیٹ منگو کر رکھیں۔ ہمارے ہم آگاہی کے۔" "مگر آج دیکھتے چاہیں۔ کل پھر سیٹ منگو لیں گے۔" اس میں تکلیف کا سوال نہیں ہے۔ "میں نے سوچا جس کے گاہک نکل جائے۔" آپ کے لئے غصہ کھنکھایا ہے۔ "آپ فوٹل کر سکیں لالہ لکھی۔" بخت نے اُسے اطمینان دلایا۔ "آپ کی ڈکان سارے بازار

تاک پر ہے۔ یہ کوں نہیں جانتا؟ میں بھیجیں ہزار کے زہرات کے لئے دوسری ڈکان پر جانا تم نہیں سمجھتے۔" اپنی ڈکان کی تعریف اور میں بھیجیں ہزار کی رقم سن کر جوہری کی باجیں کل گئیں۔ کتنا حق اور دام سمجھتے بڑا چار لے لے جائیں، دو سوچنے لگا۔ دو ٹھیکے لچے میں ہلا۔ "حضور! ڈکان آہم ہے۔ میں چچا لگنے کے حاضر کروں گے۔" بخت بٹلے لگا تو وہ عاجزانہ لچے میں ہلا۔ "پار تیار رکھو۔ آپ ضرور تعریف لائیں۔" کہیں تو مل کر دکھالوں؟ "بخت چوکی بڑا۔" نہیں بھئی ابھی تکلیف کیوں کریں؟ آپ یہ جتنی سامان لے کر آئیں یا نہیں۔ میں آپ کو لوکل کا خیال بھی کرتا ہوں۔" پھر آگے نکلتی ہے۔ "مگر بے درہو ہونا سیٹ منگو کر تیار رکھنا۔ شاہی کے ہزار چکر کرنے ہوتے ہیں۔ لیکن بے چاری جبکہ دوبہرا جائیں۔"

"بھئی۔۔۔ جیسی آپ کی مرضی۔ آپ جب بھی آئیں گے نمونے تیار ہیں گے۔ دوسرے گا کو پھر دیکھیں گے۔" وہ ہلا رہا اور بخت لٹری الرے سے ڈمب سے باہر نکلی گیا۔ ہوشیار ایک زوردار سیلیوٹ دیا۔ لیگل صاحب جیب میں دوا ہو گئے تو وہ انٹرنیک کے سامنے بیٹھا۔ جی نے چہرے پر خوشنما لاکر کل صاحب کو دانا کیا۔

"کل کا انتظار کرنا۔ ڈکان آپ کی ہے۔ ضرور تعریف لائیں۔" ہوشیار نے جیب سٹارٹ کی۔ صرافہ بازار میں گرد آڑائی ہوئی جیب چلی گئی۔ دو سو دنوں خاموشی رہے۔ پھر دونوں ایک ساتھ قہقہہ لگنے لگے۔ پیلا داؤد ج رہا تھا، اس کی دونوں چہروں پر ہلکے دھڑکی۔

"واہ کرکل صاحب واہ۔" ہمارے بیٹے ہوئے بخت کی پشت پر ہاتھ جھانستے ہوئے ہوشیار کہا۔ "کیا اداکاری کی ہے بھی۔" بے چارہ جوہری بچا جا رہا تھا۔ "ڈکان آپ کی ہے۔ ضرور تعریف لائیں! کہتے ہوئے لالہ تک نہیں رہا تھا۔" بخت

بازار کے جن کو ملے۔ "میں تو پندرہ منٹ میں بے چین ہو گیا تھا۔ وردی بہت جست ہے۔" "مگر جی تم بائیں کرل کھڑا رہتے۔ بڑا زعم بیٹھ گیا تھا۔" ہوشیار بدست لچے میں ہول ہوتا تھا۔ "ناب بھئی بھائی! کیا یہ ڈرامہ کیوں لگایا؟ میں ارد گرد کا جائزہ لینے کے لئے وہاں سے ٹھک گیا تھا۔ لالہ لال منگو کر کے کا کور ہاتھ، میں نے سنا تھا۔" "میں اتوی لے ڈرامہ کیلنا ہوا۔" بخت نے کہا۔ "ہوشیار! جب ہم ڈاکر ڈالے آئیں نہیں مگر سامنا چاہئے۔ تم بھڑ بھڑتے کہ جوہری سارا مال ڈکان میں رکھتے ہیں۔ مگر میرا اندازہ ج لالہ لکھی نے ٹول کیا کہ بھاری سیٹ محفوظ رکھ کر ہیں۔ میں آج یہ یقین کر لینا چاہتا تھا کہ لی کم فوٹل مارکیٹ تو زیادہ سے زیادہ جیتی جیتی ہاتھ لگیں۔" ہوشیار تک کی معاملہ بھی پریشاں لڑا تھا۔ "لالہ بیٹا صوبہ منگو کر تیار کے گا اور ہم بخت پر بیٹے گے۔ اگر میری اداکاری میں کس دلی ہوئی تو اس صورت میں گا بھوں کے بچنے کے بعد مال منگوائے گا۔"

"میں یارا تھاری اداکاری کر کے سونے کی طرح بھئی۔" ہوشیار یقین تھا۔ "ناب ہم کل لے کر پھر پلان پر نظر آ رہا ہیں۔ اس کے سامنے میں نے داغ میں خٹائے ہیں۔ کسے کوئی دلی ہوئی پر دما اور کم فوٹل کر فرار ہوتا ہے یہ نہیں سوچتا ہے۔" "ناب ہو جائے گا۔" بخت صاف اٹھاتا ہوا ہلا۔ "پھر اسے جیب کی چھوٹی نشست پر رکھنے لے ہوا۔" "پیل بھئی کرل صاحب کا لباس اٹارنے دو۔"

"میری ایک بات مان جاؤ بخت! یہ بھڑ بھڑتے گا۔" ہوشیار نے جیب کو پرک لگا کہا۔ "ہزار لے کے لئے۔" جیب بھڑ بھڑکی۔ "دیکھتے ہیں کچھ تو کیا بچا جائیں گے۔" "میں ہوشیار! اچھہ ہر اچھہ! ذکر کرو، میں نے تمہارے مشورے پر کافی سوچا ہے۔ جیب سے فرار لے میں تیزی کے ساتھ ٹھہروں میں آ جانے کا خطرہ زیادہ ہے۔" پھر جیب سے اترتا ہوا ہلا۔ "جیب کو لاکر ڈاکر ڈاکر فوٹل میں لاس اٹارتا ہوں۔"

"بھئی۔۔۔" "مگر کہ ہوشیار نے جیب کا بھڑادی۔" ڈاکر ڈاکر ڈاکر ڈاکر کل کے بعد اس کے قہقہ میں کل ہوئی پولیس گاڑی کے قتل کی وجہ سے سے اختلاط میں جی ہوئی تھی۔ جوہری بازار کو لٹنے کا تیزی سے پلان صوب کرنے کی بھی لگی۔ بخت سوچ رہا تھا پولیس کو ڈانج دینے کا یہ بھڑ بھڑتے ہے۔ لالہ لکھی کو جلا لایا گیا تھا اس دلی اندازہ لگایا گیا تھا لاکھ روپے سے کم مال ہاتھ نہیں لگے گا۔ بڑا سودا خٹنے کے خیال سے بخت اُس کے پاس ہوں گے اس نے زیادہ سیٹ دوسرے جوہری سے مانگ لائے گا۔ "لاکھ ہا۔" ہوشیار کے دل میں لگدلی ہوئے گی۔ "بخت! ایہ کام صحت سلات ہو جائے تو بیشک کا ہو جائے۔"

"ہوشیار! اب اندازہ ہے کہ ٹھوٹے دوڑانا چھوڑا تم کہتے تھے ایسا ڈاکر نصف سمجھنے میں تمنا نہ ہو جائیگی گے۔" پھر ایک سردا ہر کر ہلا۔ "آج نہیں بہت یاد رہا ہے۔" "اسی ڈاکے کے بعد وہاں سے دوکان میں یاد کرے گا۔" "خیر کسے گا بچنے کے لئے ملک ہر لاکھ روپے پر ہاتھ مارا۔" ہوشیار نے بڑے جوش لچے میں کہا۔

”اگر ہے۔۔۔ اب زیادہ نہیں رہا۔ سامنے والے لالہ جی کو ٹانگی کروا چکا کو بیچ کر نے کی سزا  
ملی ہے۔۔۔“ جی کیا ہوا ان حرکت کے سپرد کر کے ہوشیار اُس طرف دوڑ گیا۔ ”بہت دور ہے  
۔۔۔“ حرکت نے تاکید کی۔ ”اُس کو نوٹ کے وقت آدمی کا لاج بڑھ جاتا ہے۔ زیادہ لینے کی خواہش  
کر رہی ہے۔ اور اس میں کچھ نہیں جاتا ہے۔“

محبت چو تھا، بیدار تھا۔ بندہ منت گز رہے ہوں کہ وہ چپا۔ ”بھس کرو۔۔۔۔۔“  
پہلے سے بتائے ہوئے منصوبے کے مطابق ایک کے بعد ایک، سبھی سر کے لگا چٹائے لالہ می  
ساری دوکان صاف کر دی گئی۔ ہوشیار نے بھی سامنے والی دوکان سے آتے سامان برعکس لگا چٹا وہ  
پہلوں سے اٹھا کر۔

”جکت کچھ دیر رک جاتا تو بہتر تھا۔“ ہوشیار نے سوچا۔ وہ سامنے والی دکان میں بہت کچھ

میں..... زیادہ لالچ اچھا نہیں ہوتا ہوشیار! جنت نے یہ کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے حقیر لے لیا۔ بہتر دلوں میں غمزدوں پر سوار ہو جاؤ اس وقت تک میں دیکھتا ہوں۔ ایک ہاتھ میں راستہ اور دوسرے ہاتھ میں لوٹ کا بال قائم کر چکا جید پھلے گا۔ مگر اٹھا۔ مراد بازار میں جانا چاہیے۔ جنت نے اسے دوج مراد میں گرفتار مانا۔ وہ ان کے پاس خرید رہا تھا۔ اس کے بارے میں جنت یہ بہرہ کر دینے پر ذور تکمیل رہا تھا۔ ہمارا چلو.....! جنت نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ سے گواہ نکالی۔ گرد آواز سے ہونے کوڑے سنان بازار سے نکل گئے۔

جنت ہر بات..... ایک آواز سنائی دی۔ جنت اور ہوشیار جو گئے۔ ایک کوڑا سوار تیزی سے ان کی پیروی کرتا تھا.....!

جنت نے انہیں کچھ نہ کہا، کچھ نہ سنا۔ گویا گھر سوار کے شانے کے قریب سے گھل گئی۔ وہ بیچ گھر قریب سے گزری ہوئی گولی نے اُس کی بہت قڑواہی، ہوشیار خان کا زکام چاہتا تھا مگر جنت نے روکا۔ ”خیں... اُسے نہ مارنا۔ میں نے جان بوجھ کر نشانہ خالی دیا ہے۔ صرف اُسے خبردار بنانے کے لئے۔“

گھوڑوں کو جان بچا کر دوڑا دیا۔ ڈیوے سورج کے سامنے گر  
جاتے ہوئے بگت، ہوشیار اور چٹا کے گھوڑے ہوا سے باتیں کر رہے تھے۔ دوسرے ساتھی پہلے  
نکلے، الگ ستوں میں روانہ ہو چکے تھے۔

”کون؟“ کوئی اندازے لگانے لگے۔

”کھیں۔۔۔۔۔ کہتے ہیں دوسرے ڈاکوؤں کا گروہ تھا۔ چکا ڈاکو کا گروہ۔۔۔۔۔“ کسی نے کہا۔

پس لے آئے ایک سورج غروب ہو چکا تھا۔ ڈاک بڑا تھا اس لئے بڑے افسران کے آنے میں دیر لگ گئی۔ پھر پتہ چلا کہ یہ ایک ایسا ہیرو ہے جس نے اپنی جان قربان کر دی۔ اس کی خبر سنائی کہ دوسری سمت سے ”اوہ..... اوہ“ کی آواز سنائی دی۔

وقت گزاری کے لئے یہ باتیں سو رہی تھیں۔ دوسری کوئی تیاری نہیں کر رہی تھی۔ روانہ۔  
وقت دوسرے ساتھیوں کو بتاتا تھا کہ صرناہ بازدار لوٹنے جا رہے ہیں۔ کون کہا کہ عیسیٰ مسیح کے  
فرار ہوگا؟ یہ بتا دیا گیا تھا۔ اس ادا کے کے بعد دھاتی مینے تک کہ ایک دوسرے سے ملے اور  
تھا یہ بھی ملے ہو چکا تھا۔ اس وقت تک پولیس اُن کی تلاش میں جا رہے تھے۔ آسمان ایک کروہ۔

ایک انگ راستوں سے جوہری بارش داخل ہو کر ایک نے اپنی اپنی جگہ لے لی۔  
 تھے۔ جوہری بیڑے بچنی سے طفرے والے گامک کا انتظار کرتا تھا۔ چمک کے ایک گھو  
 ساہی پر اس کی نظریں اوروں سے چمکتے۔ یہ جگہ ملک گزرا مگر کسی نے اس کی زبان کے  
 زیرِ دست دھماکا ہوا۔ بازو اُڑ رہا تھا۔ بھاگ دوڑ ہونے لگی۔ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ کی آوازیں  
 لگیں۔ گرد اور دھوئیں سے اندھیرا سا ہو گیا۔

لوٹ باہر کرنے سے پہلے جگت نے چوک میں کرفیہ بیٹھا قاتل کا مجرماٹ میں لوگ ادھر  
 بھاگ جائیں۔ جان مال سنبھالے سے چکر میں پڑ جائیں۔ اس دوران کاشم شرم کی جاسک  
 'ہوشیار اور چٹا جگت سے مقرب میں جوہری کی دکان میں داخل ہوئے۔ اُن کی رائے میں  
 جوہری کی طرح جان بچ گئی۔ دکان کے ملازم بدھ سے موقع ملا ظاہر ہو گئے۔ لالہ کی اور  
 لاکر میں اُس طرح بچ گیا ہے ہونے ایک کوڑے سے لڑا ہے۔ ہوشیار اوراد چٹا ہو گئے۔ قاتل  
 کے قیادت کے قیاس پیمانی میں کر گئے۔

”چنا جو کچھ ہاتھ لے سکتے ہیں میرے چاؤ! اس کی پھر دیکھنا جائے گا۔“ ہوشیار بدلدی  
تجوں کو حرکت دے رہا تھا اس نے کرشمہ کی سب نظر میں رکھا تھا اس نے کام بدلدی ہو  
جکت ڈکان کے دروازے پر شیر کی طرح کھڑا تھا۔ ڈکان میں تیزی سے بند ہو گئیں۔ بجت،  
کے غریب پر اپنی رک کر تیار کر رہا تھا کہیں دوسرے بھی مقابلے کے آقاؤ نظر آئے تو وہ اپنے  
کو حرکت دے سکے۔ ڈکان کے سامنے جس راج میں مرافق کی ڈکان تھی۔ کے دروازے  
رہے۔ لازم تو میرے پہلے ہی تھے۔ راج نے ڈکان میں میرا کو بند کر دیا۔ چوٹی  
”سائے میں بدول ہیں۔“ وہ بڑبڑایا۔ ”دروازے کو ایک حصہ کھول کر ایک ایک چوٹی  
رہا تھا، نہ جانے اسے کیا ہوا کہ کتنی بھگدڑ لگ۔ دروازے کو مکمل بند کر رہا تھا کچھ کرنے  
لپچے میں بولا۔ ”آئیں جانے نہ دیتا۔“ میں آ رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ دروازہ اندر سے بند کر  
ڈکان میں کھٹکا چاہتا تھا، اسی لئے کچھ نہ کر سکتا تھا۔ دروازہ بند کرنے والے ہاتھ کا اس نے  
لیا۔ گولی بازو کے پار کتنی بولی ڈکان کی دیوار میں شیشے کی الماری سے گھرائی، دھڑکی میں راج  
میں تھمتے کے لئے زور کیا مگر گولی کے ذبح اور جھکے سے تو ان کو کھو بیٹھا اور پیرائے  
راکتل کے وجہ سے سب کے دل دہلا دیئے۔ لالچہ میں سامنے والی ڈکان کے مالک  
راج گڑے سے دیکھا تو اسے اپنا دل بند ہو جانے والا سمجھ رہا تھا۔ ڈاکو کو فرار ہونے سے پہلے  
چائے کی طاقت خفا ہو گئی۔ ”حضر دل سے دو چاہیں مگر ڈاکو کو دروازہ بند نہ کیے گیا۔ میں مار  
ڈکان کے کھلے ہوئے ایک دروازے کی جانب اشارہ کر کے کہتا ہوں۔

مجھے۔۔۔ آسمان کے ستاروں کے سہارے راستہ دیکھ کر وہ مسلل دوڑے جا رہے تھے۔ درمیان میں پانچ سات منٹ دوڑے، پھر کچھ گڑبڑ اور جنگوں میں پچھتے چھپاتے جائیں تیل کا ناقص ملے کے دو بیج گویا تھکے تھے۔ چنانچہ زندگی میں بھی انہیں دوڑا تھا۔ وہ تھک کر چورہا ہو گیا۔ آخر میں اُس کے منہ سے جھانک لئے گئی۔ آخری دو سیل تو اس نے جکت اور ہوشیار کے سہارے کا لئے۔

مجھے پھر ماضی لینے کے بعد چار تھکے نہ جکت تھے۔  
 "اب قبیحہ کر دل کر بھینس! اب سونا مٹی تو ہے؟ مجھے ڈر ہے کہ سونا پتیل ہو گیا ہوگا۔ کتنے کا لیا ہوگا؟ اندازہ لگائیں۔"  
 "چنانچہ تم پاگل ہو جاؤ گے۔" جکت نے خاق میں کہا۔ کر دل میں اسے ڈر تھا۔ "سونا مٹی ہے۔ اسی سونا تھکے آئے گا انتظام ہم نے پہلے کر لیا تھا۔" جکت نے اب بھید نکالا۔ "بیکرو میں اور دیکھ مال پسند کرنے گئے تھے۔"

پھر مجھے تجھے ہوا ہے کہ تم نے کتنے ہزار کی لوٹ کی ہے؟" چنانے خبر کی۔  
 "جکت کو خاق سوچا۔" چنانا لیا کر پہلے ہم کچھ بیٹ میں ڈالیں۔ تم جڑے ہوئے دھکی ڈکان سے لے آؤ۔" چنانا نے کے لئے کھڑا ہوا تو جکت مزید بولا۔ "مرا سچھی سی جگہ کا اخبار بھی لے آئے۔" لگایا کی کوڑا سا بھی لگ نہ ہو جائے۔ راستے میں اخبار پڑنے کی جلدی نہ کرنا۔  
 پھر وہیں منٹ کے بعد چٹکناٹے لگے آگیا تو جکت نے اُس کی پٹل سے اخبار لے لیا۔ اخبار فولی کر اُس نے ایک سرخی پڑھی۔ "بچہ ڈاکو نے چھڑیا لے کر صرف ہزاروں ڈاکر ڈالا۔" ڈیڑھ لاکھ کے زخمی ہوا کر لوٹ گیا۔ "میں خفیہ راج کا ایک ہتھیار کاٹا پڑا۔"  
 "چنانا لوٹ کی رقم اخبار میں پڑھ لو۔" جکت نے منہ مجھ کو کاٹا دیتے ہوئے کہا۔ "ڈیڑھ دو لاکھ کی سوال کیا ہے۔" میں نہ کر چکا کا مارا کی محکم کیا۔

فری کوٹ ایشین کے پیٹ قارم پر چل پھل ہونے لگی۔ آنے والی گاڑی اگلے ایشین سے فٹ چلنی تھی۔ ہوا کے زوردار جھونکے سے ایشین کے درختوں پر لگے ہوئے پتے زور زور سے لہاں بجا رہے تھے۔ چھوٹی لائن والے ایشین کے منی کے تیل والے فانوس دھم دھم چل رہے تھے سرخی زور کرنے کے لئے لاؤ پر اپنے ہاتھ کر مرنے چار پانچ حودور بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک ہنس والا بھی ان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ "ارے بیڑی دینا!" اُس نے عادت کے مطابق جڑی لہ حودور نے اس کی بجائے ایک سوال کیا۔

"چوالدار! صرف ہزار کے ڈاکے والا ایک بھی شخص کر فٹ نہیں ہوا؟"  
 اس نے قدم ڈاکے میں لپٹ کر بیٹھے ہوئے جکت کو یہ سوال ضرب لگا کیا۔ گردن گھما کر کن آں سے اُس نے دیکھا، ہوئی وہی دلا سلائی کی روشنی میں چوالدار کے حرکت کرتے ہوئے لب رائے۔ "ارے اس طرح دودن میں پڑے گا دیکھ تو آ کر کیے۔"  
 حودور کا خاق اڑانے کوئی چاہا۔ "اس کی بجائے ایسا کیا کرو دودن میں چکر میں تو ہم پولیس لے کیے؟" چوالدار نے سر جھکا کر اس پاس کن انگیوں سے دیکھا، پھر رازدارانہ انداز میں بولا۔

جیسے چف کی زبان پر قافچ کر گیا ہو۔ اُس کی زبان کو کھڑا رہی تھی۔  
 "صرف ہزار لاکھ لیا گیا۔ دن ہزارے۔۔۔ کون تھے؟ بچہ کا کردہ؟ کتنا لیا گیا ہوگا؟" ہنسنے کے پوچھا۔ مگر جواب سننے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ مخالف سمت سے سو بیہوشی ہوئے ہوئے رہا تھا۔

"ساحب! اندازہ ڈیڑھ دو لاکھ کمال کیا ہے۔"  
 "ڈیڑھ دو لاکھ؟" اُس کی زبان پر ایک گالی آگئی مگر اُس نے منہ نہ کر کے کہا۔ "تم پاگل ہو دوڑاؤ! مشکوک آدمی نظر آئیں تو انہیں فوراً حراست میں لے لو۔" میں آ رہا ہوں۔" اُس ریسپونڈر سے کر ڈیل پر چٹا۔ "چاروں ایشین کی ساسنی کی اور بد معاشی بچہ زیرو بیت وار کر ڈیڑھ دو لاکھ۔۔۔ اب اگر وہ گرفتار ہوا تو اپنی جھٹی ہو جائے گی۔" وہ بڑبڑا رہا تھا۔

وہ ایک گھنے میں کافی ڈور کل گئے۔ پھر کچھ دیر والا راستہ شروع ہو رہا تھا۔ وہاں جکت گھوڑے روکے۔ "ہیں۔۔۔ اب یہاں سے ہم اپنے گھوڑے ایک کریں گے۔" کہتے ہوئے نے پشت پر سے لوٹ کا مال اُتار لیا۔ "ماننے والے کیمت میں تمس جاؤ۔" ہوشیار کچھ لگایا۔ نے یہ طور دیا تھا کہ گھوڑوں پر ہی تیزی سے چل کر پانچ جاہیں گے اور نصف شب تک کڑا جگہ چھپ جائیں گے۔ اتنا لیا ناقص کیوں پیدل لے گیا جائے؟ جکت اُس کا ارادہ سمجھا کر نے مشورہ دے کر دیا۔  
 "ہوشیار! تم سب کچھ میرے مجھ سے یہ چھوڑ دو۔ ہر گھوڑا ہمارے پولیس کی نظر رہے گی۔" جانے میں کچھوں میں سڑی فٹوں کی آؤٹ گئی۔

خشمی ہوا سے لہراتے ہوئے کیمتوں میں تین دن داخل ہو گئے۔ قدم آدھ فصل کے درمیان دوڑنے لگے۔ جاکو تو یہ سب ابھی ایک خواب معلوم ہو رہا تھا۔ کتنے بہت سارے زخمی ہتے جمع کیے تھے؟ زندگی میں اُس نے اتنا سونا نہیں دیکھا تھا۔ سولے کاس پا کر اُس کے منہ گدگدائی ہوئی تھی۔  
 "ارے نہ! اتم پیچھے رہ جاتے ہو۔ ابھی تو پانچ میل چلے ہیں اور تم باپ مجھے ہو؟" جکت اسے خیالات سے بیدار کیا۔ "قدم اٹھاؤ! آج سے پہلے میں ٹھکانے پر پہنچنا چاہیے۔"  
 "جکت ٹھکر! آپ کے ہاتھ میں دو تھیلے ہیں۔ ان میں سے ایک مجھے دے دیجئے! اشہ! اٹھاؤ! گا۔" جکت کو کجب ہوا۔

"ارے ایک تو تم پیچھے رہ جاتے ہو پھر یہ وزن بھی اٹھاؤ گے؟"  
 "نہیں۔ یہ وزن ساتھ ہوگا تو دوڑنے میں جوش آئے گا۔ سالا! تاہم مارا سونا یقیناً آ رہا ہے کہ رہا ہوا ہوگا۔" چنانچہ چوں کی سی باتیں کرنے لگا۔  
 جکت نے سوجا چہ چنہ یہ جان قابل اعتماد ہے پھر بھی چھانڈے گا۔ نوئے کے خیال کا پاگل ہو رہا تھا۔ "یہ یقیناً مانا ہوگا اگر تم مجھ سے پہلے چ کر لیا بیچ گئے۔ ورنہ۔۔۔" جکت اُس کی پشت پر دھول رسیہ کرتے ہوئے کہا۔ "مال اور ہم سب پولیس کے قبضے میں ہوں۔"

"لایے اسے سامان اٹھا لوں۔ چوٹی دے دینا۔ آپ کو گاؤں پہنچا دوں گا۔" یہ کہتے ہوئے بہت نے چندن کو کہہ کر ہاتھ سے صندوق لے لیا۔

"مجھے ضرور کی ضرورت نہیں ہے۔" یہ کہہ کر چندن نے صندوق واپس لینے کے لئے ہاتھ طعنا کر مکیل اڑھ کر کھڑا ہوا جس ضرورت نہیں اس کا شوہر تھا۔ یہ جان کر وہ بری طرح جھپٹ مگی۔ حضرت کا چبھنا ساگ۔ پھر اور دگر و ظال کر اس نے سرگوشی کی۔ "نمبردار امیرا بھائی برابر والی ہوگی خٹے کے گا۔ پھر دیکھیں گے۔"

"یہ کن جگہ بتا دیا۔" اس نے بوق کو الگ بیٹھے کی کیا ضرورت تھی؟ عورت کے ساتھ سفر کرنا تو کسی کو شک نہ ہوتا۔

"کوہ... آگے۔" کہتے ہوئے چندن سکرانی۔ چنانے دیکھا کہ سر پر صندوق رکھ کر جگت اسے مجبور دل تھا۔

"ضرور دل کیا؟" کہتے ہوئے اس نے سرت کا اٹھا لیا۔ "پھر اس کیادے رہے؟ چلا۔" جگت نے چندن کو کہہ کر ہاتھ سے پٹیل لے لیا اور آگے آگے چلے گا۔ نصف پیٹ فارم غور نے کے بعد وہ چنانے پٹیلوں کا سامنا کرنے لگا۔ "گٹ پر وہ حوالدار ہے۔ اس سے جا کر پھر کچھ دیر والی کہاں ہے؟" تنگیں جب سے نکال کر چنانے گٹ کچھ کو دیں اور جگت کے ہم مطابق حوالدار سے پوچھا تو اس نے جواب دیا۔

"چلے جاؤ سید سے لائن پر۔" مہرمان اسٹار کا چلتے ہوئے جگت سے کہا۔ "اسے علی انجین ہے۔" چنانے نے کہا۔

"شکر یہ کہہ کر چنانے کے ساتھ گیا۔ چندن کو اس کے پیچھے چلنے کی۔ مسافروں کی بھیڑ سے ہلکے ہو کر کوہ کیلے لائن پر چلے گئے۔ چنانے بھیکل بکھو رہے مگر کسا جیسے یہ تہائی نظر کی سی نے خرابی پر چپا۔ "میری کچھ نہیں آیا کہ آپ نے حوالدار سے پوچھ کر کیوں کہا تھا؟" ات نے اپنے سر سے صندوق اٹا کر چنانے کے سر پر رکھا۔

"سوال پوچھنے میں جلدی کر رہا ہے اس کی بجائے سامان اٹھانے کی جی میں شل کرنا تو کوئی بات ہی۔" جگت نے اسے ڈانٹا۔ "حوالدار سے چپ کر چلنے تو اسے شک ہو جاتا۔ تم نے نہیں سمجھا کہ تم سے بات کرتے ہوئے بھی اس کی آنکھیں مڑنے والے مسافروں کے چہروں پر بھی لگی تھیں۔" کچھ دیر چلنے کے بعد جگت نے چندن کے بازو پر چکی لی۔ "لی بی اسانے جو گوشتی نظر آ لیا ہے۔ ہمارا گھر ہے۔"

"دوبال قافلوں میں چل رہا ہے۔ دوسرے لوگ بھی رہے ہوں گے؟" چندن نے پوچھا۔

"یہ ہمارا کام ہے۔ گراہی نہیں دینا پڑتا۔"

"چنانہ اور چندن کو گرجت ہوئی۔ جگت نے تفصیل بتائی۔ "اس طرف مسالوں کے مکان ہیں۔ وہ اتان چلے گئے۔ وہاں سے آئے والے ہاؤسوں کو خالی مکان دیئے جا رہے ہیں۔ ہماری لیا ایک سرچرے کے گھر کی اس نے کوئی بہت نہیں کرنا تھا۔ میں نے سوچا تھا ہمارے لئے خالی ہے۔ اس لئے میں نے تالا توڑا اور قندہ کر لیا۔"

"گروہ کا ایک آدمی پکڑا جائے، پھر دیکھ لینا سب پکڑے جاتے ہیں یا نہیں۔"

"اس سے پہلے سرحد پار کر گئے پھر؟" ضرور نے الاؤ میں گھڑی رکھتے ہوئے کہا۔ "دوا سونا ساتھ ہے۔ پانچ ہزار خرچ کر کے پھر بھی کام ہو جائے گا۔"

"ہمارا پولیس ڈیپارٹمنٹ انکھت نہیں ہے۔" حوالدار نے ہاتھ گرم کر کے جڑ سے پر کھا۔ "سرحدوں پر پولیس لگادی گئی ہے۔ سونا کتنا بھی ہو سن کا کام؟" فروخت کرنے کے لئے اور پکڑے۔ بس اتنی دیر ہے۔" زور بٹھ کر اس نے سر پر کھٹک کر تاجت ڈور ہٹ کیا۔ اپنے ہاتھ سے کالے لالچ اس نے روک لیا۔ وہ کئی خضر و سول نہیں لینا چاہتا تھا۔ پولیس کے سوا ان کے ادا کے کوثر کا سوال جان کر بدست دوز و صوب شروع کر دی گئی۔ اس نے سچ کے اختلا پر حاتمہ کی غائب کی تمام سرحدوں پر پھر قائم کر دیا گیا تھا کہ کریں، کار یا نہیں کے راستے فرام نہ ہوں۔ اس کے لئے پولیس نے پورا انتظام کر دیا تھا۔ حوالدار نے کہا کہ گروہ کا ایک ہاتھ آتا جائے تو پورا گروہ پکڑ لے گا۔ پولیس کی خوشامی کی۔ اس نے مال اپنے، ہوشیار اور چنا درمان تقسیم کر لیا تھا۔ تقریباً ساٹھ ہزار کے زیورات جگت نے اپنے پاس رکھے تھے اور چائیس ہزار کے ہوشیار کے سپرد کیے اور تیس ہزار کا مال چنانے رکھ لیا تھا۔ جگت نے اسے خبر دیا تھا۔

"بچوں جیسی حرکت نہ کرنا۔ میری اجازت کے بغیر اس میں سے ایک چیز بھی فروخت نہ کر جاتا۔" جیسوں ساتھیوں کو پورے دو ماہ اگ رہا تھا۔ دونوں لڑ گئے، اسی طرح وہ ماہ کر جا پولیس کو ہیٹ کے لئے داغ دینے کا آخری داؤ ٹھیک تھا۔ اس کی تیاری ہوشیار کے سر تھی۔ اس تک ان سے علیحدہ رہنے کے لئے جگت نے ایک مکان تلاش کر لیا تھا۔ فروخت کی حکومت کا بندوستان سے الحاق نہیں ہوا تھا اس لئے وہاں تک دیکھتے ہی کوئی مار دینے کے سرکاری حکم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس حساب سے جگت نے فروخت کو کاشین پور لیا۔ چندن کو کہہ دیا کہ کام چنانے کر پکڑ لیا۔ جگت اسے بھٹے کے لئے آگے آیا ہوا تھا۔ انجن کی سیٹی سنائی دڑ اندر سے کہ چوڑی ہوئی روٹی کی بکھر دیک آ گئے۔ جگت کھڑا ہو گیا۔ اس کے دل پر ایسا جھبا ہوا تھا جیسے یاہ کر سیکے کی ہوئی ہوئی پہلی بار آدمی اور مرد کا دل سرت سے اٹھنے۔ جگت جوش سرت میں دوبا چندن کو رکا استعمال کرنے فریڈ کوٹ اسٹیشن پر آتا تھا پھر بھی اس اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ گاڑی آ کر ڈک لگی پھر بھی وہ سامنے نہیں ہٹا۔ چنانہ گیا تھا۔ "گاڑی سے اترنے کے بعد میری تلاش میں رہنے کی ضرورت نہیں۔ چندن کو کہہ کر، باہر آ جانا۔ میں تم لوگوں کو تلاش کروں گا۔"

پولیس سے اترتے ہوئے مسافروں کو وہ دوزر دے دیکھنے لگا۔ کچھ دوزر حوالدار کام میں آ تھا۔ اسے نرن سے آنے والے مشکوک لوگوں پر لگا رہی تھی۔ جگت نے چندن کو روک دے سے آتے دیکھا۔ مگر چنانے کیوں ساتھ نہیں؟ جگت نے دیکھا حوالدار کے چلا گیا ہے وہ دوزر چندن کا جانب بڑھا۔ چندن ایک ہاتھ میں کپڑوں کا ہڈل سنبھالتی ہوئی دوسرے ہاتھ سے شین کا منہ سر پر رکھنے جا رہی گئی۔

کہہ کر چندں بیچو گی۔ بخت کو توبہ ہوا۔ اس نے سجدہ و نارض ہو گئی ہے۔

”تم چہ پیر کی بات سنو“

”ایمیر اہل گجرات رہا ہے۔ خبر ہو رہی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ کوئی ہوئی اور بارہوی خانے میں لڑی گئی۔ بخت کی کچھ خبر نہیں آئی۔ اسے خبر نہ گئی۔ وہ بارہوی خانے میں رہا۔ وہ سب چھوڑ کر میرے ساتھ لڑی تھی اور یہ.....“ مگر وہ آگے نہ سوچ سکا۔ اسے چندں کی انہیاں سنائی دے رہی تھیں۔

بخت قافوس نے کرنا نہ دیکھا۔

”کیا ہو گیا ہے تمہیں؟“ وہ اس کی بیچہ چتھانے لگا۔

”ابھی تک دون سے کچھ نہیں ہو جاتا ہے۔“ چندں کو نے کسی کہہ کہ۔ بھر بخت کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ ”تم کہتے ہو میری بیچہ بخت کو میرے لیے ضرورت ہی نہ تھی۔“

”اب وہاں میں دیکھنا نہیں ٹھیک کر دیتا ہوں۔“ بخت نے اس کے بالوں کی لٹ ٹھیک کرتے دیکھے کہ۔ ”تم کہتی ہو تو ان کو کروڑوں ڈنٹ پر لایا میں گئے۔“

”تمہارا دل کھریا کر کے؟“ وہ بخت کو کھجوب سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ”یہ روگ ڈاکٹر ہے اچھا

تھو ہو گا۔“

اب بخت کو کھڑے ہونے لگی۔ ”اس کا مطلب ہے تم بیماری سے واقف ہو۔ کیا بیماری ہے تمہیں؟“

”خان؟“ بخت نے بیماری آواز میں کہا۔ ”تم گھر نہ کرنا۔ میں ہزاروں روپے خرچ کر کے تمہیں بہت صحت بخشاؤں گا۔“ اس کی آواز بھیک مچی۔ بالکل بھول کر طرح۔ چندں کو اب اس پر دم آنے لگا۔

”چھوڑ روگ مٹانے کے لیے نہیں ہوتے۔“

”تم مجھ سے گول باتیں نہ کرو چندں! امیر اہل گجرات رہا ہے۔ کیا بیماری ہے، یہ بتاؤ۔“ بخت نے میں بول رہا تھا۔ بھر بھی چندں کو اس کی پرواہ نہیں تھی۔ بارہوی خانے کی چھت پر اس کی نظر لگتی۔

”وہاں کسی نظر آ رہا ہے؟“

”نہیں! سحرگراس سے تمہاری بیماری کا کیا واسطہ؟“ بخت ہر پر ہو کر بولا۔ مگر آج اب اس کا داغ ان ہو گیا۔ وہ دیکھنے پر نظر پڑا کہ چندں کو دیکھنے لگا۔ اس کا چہرہ سرت سے مکمل اٹھا تھا جیسے

اس کے دل کو کوئین نہ رہا ہو۔ وہ قافوس کی لو بوجھ کر فورے چندں کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس کے رونے کی مصیبت آگئی تھی؟ لڑوئے ہوئے گلابی ہونٹ، سرخ دیکھے ہوئے زخاں، بھتیجی خوب ذہن آج بھی جن میں پیار جھلک رہا تھا۔ بخت کو اس کے چہرے میں دوسرا مصیبت چہرہ نظر آیا۔

”کیا بچ گئی ہو چندں.....؟“ سوال اس کے وجود سے اٹھ رہا تھا اور جواب سننے کے لیے لیا کادل زور زور سے ہڑے لگا۔ چندں نے صرف نظر سے اثبات میں جواب دیا۔ بخت سرت سے ہوا نہ ہو گیا۔ ”تم۔“ اب بیک بیک نہیں بتایا؟“ قافوس زمین پر رکھ کر اس نے چندں کو دونوں

نہوں میں اٹھاتے ہوئے۔ ”اے..... اس نے احتجاج کیا۔ مگر پرواہ کے بغیر وہ اسے گود میں لے کر گھونٹنے جیسے مٹاری دیا کہ گود میں آٹھا کر گھوم رہا ہو وہ اب کسی ہی خوشی محسوس کر رہا تھا۔

”یہاں بھی ڈاکٹر ڈالنے سے باز نہ آئے۔“ چندں معنوی فیسے اور لاف میں بولی۔ ”اس بجائے بختی کے درمیان کوئی کرانے پر لے لی ہوئی۔“

بخت کو جواب دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر آسمی تو اس نے چاہا کہ کوئی کر کہا۔ ”خیر وہ لایے تنگ صاحبہ! غلام آس کا استقبال کرتا ہے۔“ اس کے خفا سے چندں شرما گئی مگر چنانچہ کولا آیا۔ اس کے دل میں بھی کوئی آرزو جا گئی۔ وہ سوچنے لگا۔ میں بھی ایسا کروں گا اور اس میں جو عورت لے آؤں گا۔ بس اب صرف دو مہینے کا انتظار ہے۔ دس پندرہ ہزار تو میرے جیسے میں آس کے۔ ماں سے کہوں گا ایک اچھی لڑکی وصول کر لے۔ پھر اس پناہ گاہ کو کھرے لگانا پڑے گا۔

ماں اسے نہیں جانے دے گی۔ پھر؟ تو پھر میں ماں کو چھوڑ دوں گا۔ ”ارے..... کسی کی راہ دیکھئے دروازے کے قریب کھڑا ہے؟“

”بخت نے اسے خیالات سے بیدار کیا تو چنانچہ اس کا احساس ہوا کہ وہ حسین خواب کی دوا کی تیر

ہو گیا تھا۔

”گوشتی دیکھ کر مجھے بھونکوں دک جانے کا خیال آ گیا۔“

مگر بخت نے اسے نصف شب کی گاڑی سے لٹا دیا۔ چندں کو اس کے ساتھ اسے بہت دنا تھا۔ لیکن کسی اس نے وہ وہاں چکر بڑا دشت نہیں کر سکا تھا۔ پھر اس کے دن میں جانے سے کسی نظر میں آنے کا اندیشہ تھا۔ ”وہ.....! حوالدار! آئینہ پر ہو تو اس کے سامنے جانے کی ہوشیار

کرنا۔ چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ جانا اور ہوشیار سے کہنا کا کام کر کے مجھ سے ملے۔“

چنانچہ چلا گیا تو چندں نے کہا۔ ”ابہ چارہ تھا ہارا آیا تھا اور اسے فوراً دیکھیں صبح دیا۔ ایک

رہے دیکھتے تو آپ کا کیا چاہتا؟“

”چندں! اسے تمہاری کچھ نہیں آئے گا۔“ بخت نے پیار سے اسے قریب کر لیا۔ ”ایسا جو رات شراب ہو یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔“ چندں شرما کر زور ہٹ گئی۔

”پیارے.....“ اس نے ڈاکٹر ڈالنے سے فرحت ہوئی ہے تو یہی یاد آتی ہے۔“

”اس وقت زور نہ ہو چندں!۔“ بخت نے زور کر کے اسے ٹھیک لیا۔ ”اب وہ باتیں تم ایک کھنڈا کی جیسے رہوں گا۔“ چندں کے زور بخت کی کمر سامنوں سے سرخ ہونے لگے۔

”صرف دو مہینے.....“ بھر میں جلدی کا ڈھک۔ ”چندں کو کے زور پر آٹو بیٹھے گئے۔ بخت ہوتوں کو ٹھیک پانی چھو گیا۔

”تم تو رنے لگی باکل! اور دیکھنے کے بعد ہمیشہ کا سکھ ہو جائے گا۔ میں اور ہوشیار اسی کے میں ہیں۔“

”کیا ڈاکٹر ڈالنا چھوڑ دو گے؟“ چندں کے بچے ہوئے آٹو کھڑے گئے۔

”ڈاکٹر چھوڑنے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ کبھی ایک چھوڑ دیں گے۔“ بخت نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

”اسی لئے جوہری بازار لوٹنے کا فخر ہو گیا تھا؟“ چندں بولی۔ ملک چھوڑ جانے کی

سے چندں کو جھکا سا لگا۔ ”اس کا مطلب ہے ہمیشہ کے لئے ماں باپ سے الگ ہو جائے گا؟“



”میں باپ بن جاؤں گا۔۔۔ باپ بن جاؤں گا۔“ جگت مسرت سے چیخ رہا تھا اور چہ اسے روک رہی تھی۔

”اب تم بھی کرو مجھے چکر آ رہے ہیں۔ تمہیں ہوش ہے یا نہیں؟ مجھے کچھ ہو جائے گا۔“ چن کی بات سن کر جگت کا ہوش قابو میں آ گیا۔ باپ نے چن کے زخموں پر ہوسردیا۔

”میں آج بہت خوش ہوں چن! اب جو اس خوشخبری کے بدلے میں تمہیں کیا آؤں؟“

”مجھے نیچے اترنے دو!“

”کیوں۔۔۔ تم کچھ کرنا چاہتی ہو؟“

”جگت نے دیکھا اس کی آنکھوں کے کونے ہلکے تھے۔“

”تم باپ بن جاؤ، اس وقت انگوں کی۔“ چن جگت کی گردن میں لٹکتے ہوئے تھوڑے سے کہہ

”میں چن ہوں۔“ انگوں سے ہانک کر کہنے لگے۔

”میں چن ہوں۔“ انگوں سے ہانک کر کہنے لگے۔

”میں چن ہوں۔“ انگوں سے ہانک کر کہنے لگے۔

”میں چن ہوں۔“ انگوں سے ہانک کر کہنے لگے۔

”میں چن ہوں۔“ انگوں سے ہانک کر کہنے لگے۔

”میں چن ہوں۔“ انگوں سے ہانک کر کہنے لگے۔

”میں چن ہوں۔“ انگوں سے ہانک کر کہنے لگے۔

”میں چن ہوں۔“ انگوں سے ہانک کر کہنے لگے۔

”جگت نے جاکر کمر پر ڈال دیا۔“

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”چن کی طرح مسکرم ہوئی۔“ یہ کہہ کر جگت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے وہ اسے

”دوست! چار چھ دن ڈک جاؤ امال کے پیسے کروں، تمہاری بھابی کو گھر  
بجائ دوں۔ پھر ساتھ جاؤں گے۔“  
”تمیں چکا! کھئے اپنی کئی دے دو۔ یہ کافی رہے گا۔“ کرتارا مان گیا۔ اس سے جگت کو توجہ  
دلا۔ ”میں دو دن میں تمہیں لوٹا دوں گا۔“

”دونوں نے ہنس کر کرتارا کو ادا کر دیا۔ چدن نے سوچا کرتارا کے جانے کے بعد جگت خفا ہو  
ا۔ مگر اس کی بجائے چکا خفا میں بولا۔ ”دوست کے سامنے میری عزت گنوا دی تم نے۔“ چدن  
لے کھانے پر ہاتھ کرکھ کر اس پر بھج گیا۔ ”چچا ہوا تم نے مجھے روک لیا۔ اگر جاتا تو کچھ اٹنا سیدھا  
لے کے واپس آتا۔“ خوش ہوئی ہوئی چدن نے اُس کے سینے پر سر رکھ دیا۔  
”میں زیادہ خوش اس لئے ہوئی کہ میری رقیب کو آپ نے اُسے دے دی۔ آپ اُسے ایک  
ماہلو سے الگ نہیں کرتے تھے۔“ دونوں بہت خوش تھے۔ انہیں کیا پڑھا کہ کج کیا ہوئے والا  
چدن؟؟

جگت آج جلدی بیدار ہو گیا۔ شاید بوبادی پیسے لے کر آئے والا چچا لہذا اُس کی نیند اڑ گئی تھی۔  
اپنا پانی پر بیٹھا رہا۔ چدن کا بستر خالی تھا۔ اُس نے آواز دی۔  
”چدن۔۔۔ میرے لئے جائے جانا۔“  
”فصل خٹانے میں نہاتی ہوئی چدن کی آواز آئی۔“ ”میں نہا لوں۔۔۔ اچھی دیر دکو!“ جگت نے  
اُٹ لی۔ دو ماہ سے آرام کی زندگی گزر رہی تھی۔ چائے کا کپ لئے کھدے بعد وہی دروازہ چھوڑا تھا۔  
”چدن کوئی۔“ مگر میں بیٹھے بیٹھے یوں سمجھے ہو۔ آرام کی عادت پڑ گئی ہے۔“  
”اُسے سال آرام میں ملا اس لئے ایک ساتھ وصول کر رہا ہوں۔“ جگت جواب دیا۔  
جائے سال کے بعد سوچا جائے پائیس، دو ای، آٹھن میں تھا کہ اسی لئے کر کے کی کھڑکی میں کوئی  
چراغ لگا دیا جیسے کوئی ادھ کی کھڑکی سے اندر دیکھ رہا ہو۔۔۔  
”کون ہے۔۔۔؟“ جگت نے کہا۔

جواب میں کھلی کھڑکی سے اٹھیں گئی کہ نال اُس کی جانب منہ سے نظر آئی۔ وہ گھبرا گیا۔ اُس  
چار پائی سے کودنے کے لئے سوچا اُسی لئے آواز آئی۔ ”فردار چکا! ادھر بھی چکا لالی کی کوشش  
کر رہے۔“ جگت کا جسم لرز گیا۔ اُسے اپنے خیال آیا کہ اُس نے اپنی کجی کرتارا کو دے دی تھی  
اپنا پیرا لے کر ہو گیا تھا۔

”کون۔۔۔ ورام سنگھ؟“ وہ دم کر کے بولا۔  
”تمہیں۔۔۔ چورن سنگھ۔“ خاکی وردی میں ہلوس پولیس چیف نے کھڑکی سے اندر جھانکا۔ ”چکا!  
مگر کچھ سال کے بعد اُسے ہو۔۔۔“ تقدیر کی کراہت پر ہنسنا ہوا جگت مسکرایا۔  
”چچا صاحب! آکر کرتارا کرلو۔“ جگت بات کا ہے؟  
پورن سنگھ کو حیرت ہوئی۔ اُس نے سوچا تھا جتنا بڑا چکا بھجرا جائے گا۔ فردا کی کوشش کرے گا۔  
استقبال کرے گا۔ اس کی بجائے وہ اُسے اس طرح خوش خفا لئے اندر بلا رہا تھا جیسے وہ اس  
بالا ہو۔ ”جگا! تم کسی چال بازی کی کوشش نہیں کرو گے۔“ اُس نے بھرا سے خبردار کیا۔ ”دور

”وہ! انتظار کر رہا ہے پیسے ہاتھ میں آئیں اور وہ چانگہ کو اپنی ماں سے الگ کر دے۔“  
ہوئے ہوئے اور بھی بہت کی باتیں ہوئیں۔ جگت اُسے چھوڑنے لگا۔  
”کسے پھر کب میں گے؟“ جگت نے دل ہی دل میں سوچا۔ ہوشیار نظر سے دور ہوا تو  
کی آنکھیں بھج گئیں۔۔۔!

○

مارچ گزر کر اپریل آ گیا۔۔۔ چدن کو اسے جگت نے گھر خط لکھایا۔  
”بھوکا پیسے دن لگ چکے ہیں۔ خلو ملے پر آکر لے جانا!“  
جیسا کہ کوئی دن کی دیر میں۔ ایک دلت تقریباً تو بچے دروازے پر دھک ہوئی۔ جگت چٹکا  
”کون ہو گا؟“ اُس نے بستر کے نیچے سے کن نکال لی۔ ”چدن! اتم اندر والے کمرے  
چلی جاؤ۔“ یہ اشارہ کر کے اُس نے آواز بدل کر بچھا۔ ”کون ہے؟“  
”میں ہوں کرتارا سنگھ۔“ جواب ملا تو جگت نے اطمینان کی سانس لی۔

پھر بھی وہ کن تھا۔ ہوئے تھا۔ ”کرتارا اتم اس وقت؟ اس طرح اچانک۔۔۔؟“  
”خاص کام سے آیا ہوں۔ وہ جگت کی کن پر نظر کرکے بولا۔ ”مگر پہلے بھابی! کچھ کا۔  
دو! جو بھی تیار ہو۔ مجھے دراصل گاڑی سے جانا ہے۔ جگت کو ساتھ لے کر۔“ چدن کو رکھی۔  
”میں اُسے دیکھنے کے ضرور کوئی معیت آئی ہے۔ تمیں تو کرتارا اس طرح اچانک نہ آتا۔ اُس  
سوچا کیا ہوشیار فرار ہوئے ہوئے بھڑا گیا؟ جو کچھ حاضر تھا چدن کو نہ کھانے کو دیا۔ کما  
ہوئے کرتارا کھینے لگا۔

”ہوشیار حفاظت پہنچ گیا۔ اس کی جبر کھٹکے سے اٹکی ہے۔“  
”کرتارا! یہ خبر دینے کے لئے یہاں تک تم نے پریشانی اٹھائی۔“ جگت کو اب بھی بے  
خوشی لیکن بے چانگہ سے کچھ کم ہو کر گزری ہو۔

”تمیں چکا! میں اپنے کام سے آیا ہوں۔“ اُس نے جواب دیا۔ ”ہمارے زمین کا ایک فاصل  
بھڑا پر گیا ہے۔ میں اُسے قتل کرنے کی دھمکی دے کر آیا ہوں۔ اس لئے تمہیں ساتھ لے  
نے۔“ جگت جھانکر چدن کو کچھ چڑھکا۔ ”بھابی! ایک دن کے لئے کھائی کو لے جاؤ  
اُس نے دو تیسے تو خانا کچھ میں کہا مگر چدن کو اندر نہ رہی۔

”تمیں کرتارا بھابی! تمہاری اور ان کی دوستی میں جاتی ہوں۔ پھر بھی مع کر رہی ہوں۔“  
”دوستوں کے معاملے میں دل انعامی نہ کر دو چدن!۔“ جگت جذبات میں بول گیا۔  
”پتہ نہیں کرتارا کہ ہم پر کتنے احسان ہیں۔ اس کی خاطر ایک ادھ لے کر نہ چاڑے تو۔۔۔“  
ایک ڈک گیا۔ چدن کو اُنکھیں پھلکا کر آنے دیکھنے کی اس میں سے فضا کی چنگاریاں کھر  
جھیں جیسے جگت کو یاد دلایا ہو کہ ابھی کچھ دن پہلے ہوئے والے بیٹے کی قسم کھائی کی اور اب۔  
”کرتارا! اگر میرے بغیر کام چل جائے تو میری کن لے جاؤ۔“ جگت نے اچانک پُ  
کرتارا پر چٹکا۔ ”میں آؤں گا تو ایک دو دشت کر دوں گا۔“ کرتارا خاموش رہا۔ جگت نے چا  
دوسرا بہانہ کیا۔ ”ادو۔۔۔ کل صبح ایک بھوپائی آنے والا ہے مال کا سودا کرنے۔“ وہ اس طرح

جان گنواؤ گے۔  
 ”آپ نے دوسری بار مجھے خبردار کیا ہے چیف صاحب! بکت کا اطمینان قابلِ تعجب تھا کہہ رہا تھا۔ میں تو کوئی چالاکی نہیں آزمادہ۔ آپ کا سیاب ہوئے ہیں۔ اندر آئیں یا جائے بہرہ چاہتے ہیں۔“  
 ”جی نہیں چکا! تم اب تک پولیس کو کئی چکر دے کر فرار ہو چکے ہو۔“ پورن سنگھ کے چہرے کی مسکراہٹ تھی۔ ”اب تم کا سیاب نہیں ہو گے۔ اپنا اسلحہ پیکیٹ دو!“  
 بکت نے چادر کے نیچے سے اپنے دونوں ہاتھ باہر نکالے۔ اسی لئے پورن سنگھ نے اپنا ہتھ دیا۔ اسے ڈر لگا کہ چکا کا ڈر کرے۔ بکت ہر طرف دیا۔  
 ”صاحب! میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔ بھڑوڑے تو سنے لے ہو؟“  
 ”کہہ رہا ہوں کھڑے ہو کر باہر آ جاؤ۔“ پورن سنگھ کو ڈرنے والی بات جب آ میرِ عظم ہو ڈر کر گیا۔ ”میرے ساتھ زبان درازی کر دے تو پھونک دوں گا۔“ خوش ایٹ ماریٹ کے کا کا تمہیں پتہ ہے۔“  
 ”پورن سنگھ! اگہاری جیت ہوئی ہے۔ ہر کریں مجھ رہے ہو؟“ بکت اب مد پر آ گیا۔  
 ”کھڑا ہو کر تھارے پاس نہیں آؤں گا۔ میں مجھے بکت ہے تو اندر آتا ہے پتہ ہے گا۔“  
 ”کمال ہے۔۔۔۔۔ تمہیں موت کا خوف نہیں؟“  
 ”یقیناً صاحب! آپ فریڈ کٹ میں اس آرڈر پر عمل نہیں کر سکتے گے اس کا مجھے یقین ہے۔“  
 ”تم بہت کچھ کہتے ہو۔ اس حکومت میں تمہیں شوٹ کرنے کے ہمیں اختیارات نہیں تھے۔“  
 ”یہاں جیسے ہوئے تھے۔“ پورن سنگھ یہ کہہ کر مسکرا دیا۔  
 ”چاہا ہاں صاحب! اب یہ بتائیں کہ آپ نے یہاں کا پتہ کیسے معلوم کر لیا؟“  
 ”یہ سب داستانے میں بتاؤں گا۔“ بکت فرار ہو جاؤ۔“  
 یہ بات چیت ہو رہی تھی کہ چندن کو نے باہر جانیے کا دروازہ کھولا۔ سامنے ہاتھ ٹو لے پولیس چیف کو دیکھ کر اس کا دل بیٹھ گیا۔  
 ”ہی! آپ گھبرا گئے ہیں۔۔۔۔۔ ان کے چہرے کو کچھ نہیں کہیں گے۔ آپ اسے سمجھائیں یہ خود کو تھوڑا پرو کر دے۔“ بکت ہر دو طرفی خانے کی کھڑکی کی جانب اشارہ کر کے کہا۔ ”آپ خود دیکھ سارے مکان کو پولیس نے گھیر لیا ہے۔ بکت پر بھی پولیس موجود ہے۔“  
 پولیس کا گھیراؤ دیکھ کر چندن کو کو پیچھا گیا۔ اسے ڈر لگا کہ بکت فرار نہیں ہوا تو گولی اسے مار دیا جائے گا۔ ”صاحب! برج کھڑے ہیں۔ ان کے پاس ماسٹریں ہے۔ آپ کہ میں آکر یہ دھڑک نہیں کر رہا ہوں۔“ چندن نے کہا۔ اس کے باوجود پورن سنگھ گیارہ اس لئے چندن نے روئے ہوئے کہا۔ ”میرا اپنے ہونے والے بچے کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔“  
 چالاکی نہیں کر رہے گے۔“

یہ سننے کے بعد پولیس چیف کو کچھ یقین آیا۔ وہ آہستہ مگر جسے انداز میں قدم بڑھا کر سرے میں داخل ہو گیا۔ بکت اب بھی شہر ہوا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے تو پورن

بکت چیخے ہوٹ گیا۔ ”صاحب! انا نہ گھبراؤں۔ میں نے تو پھونکی پہننے کے لئے ہاتھ بڑھا لئے۔“  
 ”جیسا ہے پھونکی نکال کر پولیس چیف نے اسے پہنا دی۔“  
 ”چلو۔۔۔۔۔ آج کے پرمو!“

”صاحب! چاہئے کی کر نہیں گے۔ ہر پر کہاں میرے مہمان ہیں؟“ اس نے پھونکی اٹھتے ہوئے کہا۔ ”چاہئے ہے بھئی قسم قسم نہیں ہوگی۔“  
 پورن سنگھ اب بھی کچھ بار ہاتھ کا خطرناک ڈاکو چکا اس کے ہاتھوں گرفتار ہوا ہے۔ اس مگر میں ایک نظر ڈالی۔ دوسرے پولیس والے بھی اندر آ چکے تھے۔ وہ دن سے ہلوا۔ ”مٹاشی لونا کوئی اسلحہ یا چوری کا مال ہوا تو ساتھ لے چلو!“

چندن کو کہہ جانے کے دوپٹے لے آئی۔ بکت نے اس کی جانب دیکھا مگر چندن اس سے نظریں نہ اٹھائے۔ پورن سنگھ کی نظر چندن کو کے کان میں لٹکتے ہوئے بندوں پر پڑی۔ ”ہی! آپ کو اپنے ہاتھ سے بندے اتار دینے پڑیں گے۔ لوٹ کا مال ہے یا نہیں، اس کا یقین کرنے کے لئے نہیں چاہئے جانے پڑیں گے۔“ چندن نے بکت کی جانب دیکھا، اس نے اثبات میں سر ہلایا، اس نے اس نے ہاتھ دھوئے سے کانوں سے نکال کر چیف کے ہاتھ پر رکھ دیے۔ بکت کو انا اطمینان تھا کہ پورن سنگھ میں دہلیا ہوا سونا پولیس کے ہاتھ نہیں گئے گا۔ پھر یاد آ کر وہ پیٹ پاری آئے والا تھا۔ جسے یہ جلدی آجائے پھر پولیس مل جائے گا اور مال بکرا جائے گا۔

”چلو صاحب!“ چاہئے کے دشمن گھونٹ جلدی سے قتل کے نیچے اتار کر بکت کھڑا ہو گیا۔ ”تمہارا مہمان بھی گیا ہوں۔“ چاہئے کے پہلے بکت نے آخری بار چندن پر نظر ڈالی۔ ”امت کا انا کہہ آس کے الفاظ نے چندن کی آنکھوں سے جھٹکے ہوئے آئندہ روک لئے۔ اس نے کھڑک بکت کے ساتھ شوہر کو اٹھایا۔ چندن کو نہیں روٹی ایٹس اس نے محسوس کیا کہ اس وقت میں اپنے والا بچے جی جی کر رہا ہے۔“

”ہی! ابھی تمہیں ملازمت نہیں ہے؟“ چٹا کی ماں پوچھ رہی تھی۔ ”پہلے ہر بندہ دن ایک ماہ جیل میں رکھائے آتا تھا کہ اب دو ماہ سے مسلسل کھڑا رہتا ہے۔“ بکت کو گھوڑے، چار پائی ہوتے چٹانے جیسے سنا ہی نہ ہو۔ وہ خاموش رہا۔ ماں نے بیٹے کی جانب دیکھا وہ کسی سوچ میں چار رہا تھا۔

”جی! آج میں ہے چٹا؟“ اماں کی ذہنی اعزازی اسے پسند نہ آئی۔ وہ کیسے خیالات میں گم لگی کو تو بڑھانے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اب تھوڑے دن میں اس کی بڑبڑاوت بند ہو جائے گی۔

”اب تھوڑے دن۔“ وہ بڑبڑایا۔  
 ”چٹا بڑبڑا رہا ہے چٹا؟“ ماں نے سوچا۔ آج کل بیٹا بیکار ہو گیا ہے اس لئے آڑاں ہے۔  
 ”میں ہوں چٹا بڑبڑا کام کرتے رہا ہوں وہ بچے بتالے تو کھر مشہور ہوئے آؤں۔“ وہ ماہ میں لگا رہا ہے۔  
 ”بٹا کھڑی تھی۔“ چٹا کو ہر بار کہہ دینے کی خواہش ہوتی۔

ہمت کو اور کوئی خیال نہ آیا کہ دھندل کرنے والا چٹا گھر میں کیوں پڑا ہے؟ دس پندرہ ہزار کی بجائے گھر میں دس چھوڑ دوڑے کیوں نہیں ہیں؟ وہ سرت کے جوش میں جھون بیٹھے ہیں۔  
 "اب میں ذمہ و حسام سے شادی کروں گی اپنے بیٹے کی۔ سونے کے قدموں والی بھوکھ میں  
 ہوں گی۔"

"نہیں۔ اس گھر میں نہیں۔ ایسی کھلی کھلی میں نہیں ماں۔" چنا جس خراب کواستے دن  
 نے اس میں پال رہا تھا، اُسے کہنے لگا۔ "ہمارے اپنے مکان میں بھوکے قدم آئیں گے۔" بیٹے  
 نے ہلکا سا ہنس میں کوئی غصہ نظر نہ آئے۔ اس نے محسوس کیا کہ اتنا بڑا سکھ وہ برداشت نہیں کر کے

ہوتا ہے۔  
 "چنا آج تیرا باب ہو تا تو۔۔۔۔۔" اس کی آنکھیں پہنے لگیں۔  
 "پاپو ہو تو۔۔۔۔۔" بیٹے نے ماہ کی آہ کے متانے میں بھی آہ نہ کی۔ "میرے پاپو ہوتے تو وہ  
 لخت اس گھر میں داخل نہ ہوتا۔" یہ سن کر ماں دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ بیٹے کی آنکھیں نفرت سے  
 لاری تھیں۔ "ماں! اتنے غصے میں سے میرا کیا ہے۔ اب تمہیں دونوں میں سے ایک کے  
 ہاتھ فیصلہ کرنا پڑے گا۔"

بیٹے کی نظریں گھر میں دونوں اس بات سے لاطم تھے کہ چنا سکھ دروازے کے پیچھے چھپ  
 کر اچھا کرے۔ چنا نے اسے بھٹکتا ہوا اس نے زانت نہیں لے۔ اس کا جہاز آواز دینے کے لئے  
 دھن دھن بھکی ہوئے لگی۔ مگر ہم جنت کے ہاتھ میں جیتے ہوئے سولے نے اسے خاموش رکھا۔  
 چنا نے کارخانہ جانا ضروری تھا۔ "چنا چنا اس طرح بد بھائی نہ بنو تم جس سے نفرت کرتے ہو  
 اپنے میں آسرا دیا۔ صوفی بن کر دو کی۔" اسے گایا دینا ناسیت تھیں۔  
 "ماں! اس کی مدد کے پیچھے مطلب تھا۔ وہ تمہارے حسن کا بھوکا تھا۔ تمہاری جوانی کا لالچ تھا۔"

"چنا۔۔۔۔۔" اس چیخ اٹھی۔ مگر چنا نے اس کی پروا نہیں کی۔  
 "آج مجھے بول لینے سے ماں! میں نے کتنی راتیں کروٹ بول کر کاٹ دی ہیں۔ پنا سکھ جس  
 مایے ہوئی ہے تم کو کچھ کر رہا ہے، دوسرے لوگوں کے سامنے میرے مرحوم باپ کا خفاق  
 ہے، مجھے وہ دم تو آج نہیں دکھانے ہیں۔" ماں سر ہچکا کر روئی رہی، کپکپاتی رہی۔ ہاتھ کی  
 لہجہ رہی۔ بد بھائی میں اور بیٹے سے ترچہ، ماں کی متا اور پنا سکھ سے نفرت کے درمیان  
 تھا۔ "کتنے بیٹا ہوں تو آج سب بچے کھڑے اس جڈے سے وہ بلند آواز میں بولا۔ "اور سن  
 اہا۔" وہ گونگ گیا۔ ماں نے اس کے گردن اٹھائی۔ وہ آواز سہائی نظروں سے بیٹے کا  
 ناک چھو رہے تھے۔ "میں سنا بھی تک نہیں فیصلہ کرنا ہے کہ دوسرے شوہر کو ساتھ رکھتا ہے یا  
 اگلے لئے ہے۔"

لیجے کی سی نے آہنی رکھ دی ہو وہ، اور کڑوں بیٹھی بلک کر روئے گی۔ اس کے ہاتھ سے  
 من پر گر گیا۔ چنا نے دوڑ کر سونا اٹھایا، پھر جیکٹ کی جیب میں ڈال کر وہ باہر چلا گیا۔ پنا  
 لانا وقت دوڑت گیا تھا۔ چنا دوڑ چلا گیا تو وہ غصہ ناک نظروں سے نیچے پھیلا ہوا گر آیا۔

"ارے ماں! اب زندگی بھر مزدوری نہیں کرنی پڑے گی، اتنا کمایا ہے میرے بیٹے نے۔  
 ساری ڈیوڈ میں اتنا زور تھا اروسنا چھاپا ہے، بس مال فروخت کروں انکی اور ہے۔" بیٹے  
 گھر میں سے کچھ کہنے کے لئے زبان کھلی کل رہی تھی۔ اسے اپنے سامنے دوڑاؤنی آ  
 گھورتی دکھائی دیتی۔ "دیکھنا! بیٹے کی طرح یک نہ دینا۔ میری اجازت کے بغیر مال کو با  
 لگانا۔ تیری وجہ سے کچھ ہوا تو۔۔۔۔۔" چچا کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ چنا دل کی بات مار  
 نہیں کہہ سکتا تھا۔ مگر آج اس کا دام گھوم گیا۔ منڈا ٹوٹ گیا۔  
 "بھولانے کی بڑی قضا ہے ماں۔۔۔۔۔"

"بھولانے کے ارمان کس ماں کو نہیں ہوتے چنا؟" اس نے سوچا بیٹا کچھ بھٹکتے لگا۔  
 اسے اور جس میں لانا چاہئے۔ ابھی دو دن پہلے اپنی ہار دی کی ایک لڑکی دیکھی۔ میرا  
 لیا اس نے۔ "میرا آہ بھر کر بولی۔" مگر بارے سے۔۔۔۔۔ ہمارے نصیب میں لکھا بھوکھا؟  
 "کیوں ماں! نصیب میں لکھا میری ہے؟" لڑکی کی تعریف سن کر چنا بھٹکتے لگا۔ "چنا  
 رشہ کر آؤ۔" اب سب نے محسوس کیا لڑکا واقعی بچہ کر رہا ہے۔  
 "بیٹا! ہوس طرح مفت میں نہیں آتی۔ زہرات چڑھانے چڑھانے چڑھانے ہیں۔ اور بیٹی کا ب۔  
 دھندے بغیر اس کے لڑکے لڑکی کیسے دے سکتا ہے؟"

"کتنے زہرات چاہیں ماں؟" چنا گھٹکی آواز میں غرور جھٹک رہا تھا۔ "لڑکی کے بار  
 بھی دیکھے گی نہیں ہوں گے، ہم اتنے زہرات چڑھائیں گے۔"  
 "ہائے ہائے۔" ماں نے سر پینٹ لیا۔ "ارے حقہ ہو گیا ہے۔" مگر آٹھ کر کر  
 انداز میں اس کے سر پر ہاتھ بھر رہی تھی۔ مگر چنا نے جنت کی جیب سے ایک چمک لال کر  
 پھیل کر دیکھی تو اسے محسوس ہوا کہ خود اس کا جسم گرم ہو گیا ہے۔ جلی جھتی ہوئی چیز دیکر  
 آنکھیں پھٹ گئیں۔ "یہ کیا۔۔۔۔۔؟"

"یہ سوتا ہے۔۔۔۔۔" چنا کھرا سوتا ماں! "چنا یہ الفاظ کہنے کے لئے کتنے دلوں سے انداز  
 دیکر رہا تھا۔  
 "کماں سے چوڑی کی۔۔۔۔۔؟" وہ زیادہ پوچھ نہ سکی۔ اب بھی نظر مانتے کو انکار کر رہی تھی  
 اسے بار بار ہوا۔

"بابا بابا۔۔۔۔۔" چنا نے قہقہہ لگایا جیسے وہ اس لئے لڑکے سے مردہ بن چکا تھا۔ "ماں! ابھی تو  
 ابتداء ہے۔" ماں جیسے کوئی بھی لڑکے کے چہرے کو دیکھنے لگی۔  
 "چنا! تم مجھ سے سیدھی بات کرو اور دل کا پ رہا ہے۔ میں یہ عید برداشت نہیں کر  
 پاؤں گی! آفت آتی تو میں کاش کروں گی؟" ماں کا پیڑہ بے لگا۔ وہ کپکپاتی، لاپتہ بیٹے سے تر  
 ج چنا گھر گیا۔ اس نے نصف بات کہہ کر مصیبت مول لے لی تھی۔

"ماں! اسکی سے کہا نہیں۔ یہ عبت کی کمانی ہے۔ میرا دوست جنت کھ چکا ہے۔ اس  
 ل کر بائیں طرف میں دھندلایا اور پہلے دھماکے میں لپٹا ہوا۔ میرے صدمے میں دس چھوڑ  
 ہیں۔" ماں کو اب سکون ہوا۔ سونے کا کس اُسے پکارا۔ بیٹے کے نصیب نے فور کیا!



تھانے لے جاؤ۔" میں پرچیسے بکلی گری۔ وہ ہاتھ جوڑ کر درمیان میں آگئی۔  
 "صاحب! یہ بے قصور ہے۔ اس نے بھی چوری نہیں کی۔ آپ کو کسی نے غلط فہم دلایا۔  
 ماں کے انھوں کی پروا نہ کرنے کی اسے عادت پڑ چکی۔  
 "بھری سو نا بھی کو اس کی جیب میں رکھ گیا ہے۔"  
 "صاحب! تم اس کی بجائے مجھے تھانے لے چلو!" چنگھانے نے اداکاری جاری رکھی۔  
 کوئی خرم ہو تو میں اپنے سر لینے کو تیار ہوں۔ میں اس کے باپ کی جگہ ہوں۔  
 "نہیں....." چنگھانے میرے باپ کی جگہ دوسرے کسی کو نہیں لے سکی۔ "اُس کی آنکھوں  
 شعلہ نکلے گا۔" صاحب! میں بے قصور ہوں۔"  
 "اُس کا پولیس تھانے پر چڑھ جائے گا۔" پولیس تھانے اُس کا بازو حتم کر کے کیا۔ روٹی مر  
 ہوئی ماں کو چنانے تھانے رکھا۔

”ہم جیت ایں تیرے بچے کو چھو نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے لئے میں جان دے دوں گا۔“

”اگر تیرے میرا نصیب آلا ہے۔“ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر پریم جیت بڑبڑائی۔ ”اگر باپ کا غرور بھی دل پر تڑپے وہ اپنا کر لے کر چھو ہوگی تو میں برداشت نہیں کر سکو گی۔“

”چھو نہیں ہونے۔“ چائے گھٹے میں اس کی ہشت پر ہاتھ بچھیرا۔ ”یہ کہہ کر تم میری جیت کو دوسری میں اس کا باپ نہیں ہوں۔ میں اس کے باپ سے زیادہ ہوں۔“

”پریم جیت! اچھا کر دل ہی دل میں بڑبڑائی۔ اس وقت اسے گئے باپ کی ضرورت تھی۔ جیسا ہی نہیں۔“

”چھو کہ ہمارا اس عورت کے ذہن میں اس کے لئے سر اُٹھاد کہ چٹا کی گرفتاری نہ شخص کا ہاتھ تو زمین سے؟“

پورن سنگھ نے چٹائی پر گھڑاؤ پیسہ دوں کی تھی اس سے جگا کے متعلق اطلاع فراہم ہو گئی۔ انکو چوکی پر غلط فہم اس کی بو جاتا تو چوکی پر گھڑاؤ یا تاجن کو جاتی۔ اس نے چٹا کو پہلا چٹائی پر نہیں آتا اس میں کہیں اسے کال لگائی نہیں ہوئی۔ چٹا کو پولیس سے زیادہ جگا کا ڈر تھا۔ چٹا کو پولیس لاکھتہ کو کھڑا ہوتے اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اگر وہ پولیس چوکی سے دُور جاتا تو بھی جگا کی آنکھ اس کا پیچھا تھا تب کرتی۔ جگا کیلکھا نہیں ہے اس کے ساتھیوں میں۔ اسے شوٹ کر دے گا۔

”چانگ! تمہاری داشت کا بیٹا جس قدر اندازہ و حق آقا تھا بھولا نہیں ہے۔“ پوری سکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”میں جانتا ہوں اس پر حرم و زکری آزادی کا ہے۔“

”نہیں صاحب! اُسے کچھ ہو گیا تو اس کی ماں پاگل ہو جائے گی اور میری ترکیب بیکار ہو گی۔“ چنانے عاجزی سے کہا۔ اس کے پاس سے اطلاع حاصل کرنا میرا کام ہے۔ آپ مجھ کو۔“

پورن سنگھ کو طیش آیا مگر ضبط کر گیا۔ ہم سے تم زیادہ چالاک ہو یہ کہنا چاہتے ہو یہ خوف نے کہنا جایا مگر ابھی اس شخص سے کام لینا تھا اس لئے اجازت دے دی۔ ”دو دن دے رہا

۸: ہمیں اس پر تھرڈ ڈگری آزمانی پڑے گی۔“

مگر چنانکہ کے دو دن بھی ضائع نہیں ہوئے۔ اس نے چٹا کی ماں کے ذریعے چٹا سے چٹا کے مگر کا پتہ حاصل کر لیا اور پورن سنگھ نے ایک مچ فرید کوٹ پہنچ کر جگا کے مکان کو گھیر لیا۔

عزت کو امر سر لے جاتے ہوئے راستے میں پورن سنگھ نے دو تین بار یہ جاننے کی کوشش کی۔

”فصیب کی بلجیادی ہے۔“ جگت نے مسکرا کر کہا۔ ”تمہارے فصیب نے ساتھ دیا اس لئے ہمارے جہیں مل گیا۔“ راستے میں جگت کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات ابھرتے رہے۔

مگر اس کی زوجہ نے حج کرکے کہا: ”غلام سے.....“ اس نے فحش لہجے میں کہا:

لالہ کو جھک دیا۔ کرتار سنگی ایسا نہیں کر سکتا۔ ہاتھ پیر پلوں سے لد گئے، پھر بھی ذہن میں سوال چکر لگا رہا تھا کہ کس کی ترکب سے میرے ذہن پر ایسا بوجھ لگا رہا ہے۔

میں نے اسے کہا کہ "جس نے غدار کی ہے اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" مگر دوسرے

...سے اسے اندر سے جواب دیا کہ اب تم خود ہی کہاں زندہ رہو گے؟ بچھڑ لو! کہ

آسمان پر چاند چمک رہا تھا مگر چاند کو کے دل کے آسمان پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صبح بھٹ

پھر وہ ایک سال تک رہا۔ اس کے ساتھ رخصت ہوا تھا تو اس نے اپنے دل پر قابو رکھا تھا۔ مگر جب

پھر چنگیز اپنی طرح جاتی کہ جلت لو اس کے جردم کی کیا سزا ہے؟ وہ مظهر اس کی

اے دیکھے ہوئے نگاہ کے پہنچے اُسے صرف پہنچے ہی نظر آئے جو بحر کے بعد آنکھوں سے

وہاں میں اور کوئی نہ ملا بھٹوان اے مجھ کو سکھ دینے کے لئے ہاتھ

اے ہواور فوراً ہاتھ چھین لیتے ہو۔ مذکورہ کے بڑاڑوں آہوں کے بدلے لکھ کا ایک سانس دیتے ہو۔

دل بہت فریاد و گھبرانے لگا۔ اُنکائیاں آنے لگیں۔ پھر اُنی ہو گئی۔ تب اُسے خیال آیا کہ اس

”اسے میں تکلیف دے رہی ہوں۔ بھگت کی ایک ہی توانائی ہے، کیا وہ اسے بھی نہ سنبھال سکتی؟“ نوابہ سے پہلے اگر یہ زندگی ضائع ہوگئی تو پھر میرے پاس زندہ رہنے کا کیا سہارا ہو گا؟ اس

بہتر مجھے مضبوط دل رکھنا ہے گا۔" مگر وہ زیادہ دیر برداشت نہ کر سکی۔ گھٹنے دو گھٹنے بعد ہی کے ساتھ گزرا رہے ہوئے لحظات اُسے یاد آ جاتے اور وہ بے قرار ہو جاتی۔

ہندو گورنمن کی حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔ جگت کی گرفتاری کی خبر نے کرتار را کا یہ حال کر دیا یہ دیکھ کر اسی نے اپنی عقلی کا احساس ہوا۔ ”بھائی! کرتار را نے کن چندن کو دیتے ہوئے کہا۔ ”آپ نے جگت دوست پر ایسا الزام لگایا؟“ اُس کی آنکھیں پینے لگیں۔ ”آپ اس کا بدلہ لے لیں! اس کن ات مجھے شوٹ کریں۔ اس سے آپ کا ڈھکھ ہو جائے گا۔“

چندن کو دیکھتا نہ تھی، اس نے یہ کیا کر دیا؟ ”کرتار را بھائی! تمہارے دوست کی گرفتاری مجھے پاگل بنا دیا ہے۔ صبح سے میں اپنی ذات سے، بھگوان سے اور اپنا تم سے لڑ رہی ہوں۔ اگر وہ ہر جگہ کر سکاں گھرے گی۔“ یاد آیا کہ صرف کن لینے نہیں آتے تھے، انہیں لے پھرنے کے لئے آتے تھے۔ میں نے انہیں روکا۔ میری وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔ یہ کہہ کر چندن وہاں سے سرکار نہ گئی۔

”بھائی! بھائی! کرتار را نے اُس کے شانے تمام لئے۔“ یہ کیا کر رہی ہو؟ جگت جیسے پھرنے کی ایسی کردہ نہیں ہو سکتی۔ پھر شانے پر سے ہاتھ ہٹا کر پیچھے ہوئے لیجے میں بولا۔ ”تم ہاں بیٹھے والے ہو اس کا خیال رکھو بھائی!“

”کیسے کیا کرتا جائے؟ یہ میری کچھ میں نہیں آتا۔“ چندن کو آلوٹنگ کر سنے لگی۔ ”باپ اپنے بچے کا منہ نہیں دیکھ سکے گی خیال۔“

”یہ خیال اپنے ذہن سے جھٹک دو بھائی!“ کرتار را نے بد جوش لیجے میں کہا۔ ”پولیس کے لڑکے لڑیں گے۔“

”آئی پڑائی میں، میں آپ سے انحراف آنے کے لئے کان بھول گئی۔“ چندن کو نے دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھا تے ہوئے کہا کہ کرتار را نے اُسے روک دیا۔

”نہیں بھائی! میں انحراف نہیں آ سکتا۔“

”میں نے جنہیں منع کیا تھا اب اس سے تمہارا استقبال کروں؟“

”نہیں۔۔۔ یہ بات نہیں۔“ کرتار را اب بالکل ہوشیار ہوا تھا۔ ”تم مکان میں تنہا ہو اس میں انحراف نہیں آ سکتا۔“ کرتار را نے گمن بشت پر لٹائی۔ ”میں اب سرسراہٹیں جا رہا ہوں۔ یہ یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ جگت کے متعلق کن سے تقریبی؟“ اُس کی آنکھوں سے شیلہ قطے دیکھ کر نکلائی۔

”جیسی تمہاری مرضی۔“ کرتار را نے دیکھا چندن کو را کا چہرہ پیکا پڑ چکا تھا۔ ایسی حالت میں ہکا اٹیکے دہتا ٹھکرے سے خالی نہیں تھا۔

”بھائی! گھر والوں کو گرفتاری کی خبر بھیجیں یا نہیں؟“ کرتار را نے پوچھا۔ چندن نے انکار میں سر نہکرتا کو اب خیال آیا کہ جگت کی گرفتاری کی خبر پوچھ رہی تھی ہے ورنہ اُسے کیسے پتہ نہ چلتا؟

”میں نہیں جانتی راز ہے۔“

”گھر والوں کو فوری نوٹ کے پتے کے متعلق بھی کچھ معلوم نہیں ہوگا؟“ کرتار را نے پوچھا۔ اُسے

”باپ بننے کی خبر پا کر وہ کتنے خوش ہو گئے تھے؟ مجھے اُٹھا کر انہوں نے کس طرح ہاتھو سمٹا اور پھر ڈاکہ نہ ڈالا کہ کچھ بھی دے دیا۔ ایسا آخر اسے لگا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ایک آٹھ فٹال پست پڑا۔۔۔“ مکان کی دیوار میں جیسے اُس کی زور کو بارشیں تھیں۔ گھبرا کھم کرنے کی غرض سے وہ دو چار بار کھڑکی سے باہر جھانک کر محلے والوں کی سموری ہوئی تھی جیسے اُس کے دل میں اُتر جاتیں اور وہ کمر میں سر چھپاتی۔ وہ پھر اور رات چلے جلا۔ خزانہ میں نہیں ہوئی۔ اُس نے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر دیکھا کہ وہاں کے لئے کچھ نہ ڈالے گئے۔ پہلا کمر ہاتھ میں ایک ننھی لڑکی پر اُٹھا۔ رات کو سونے کے لئے وہ کمر میں پڑی رہی کمر صف۔ گزرتے تک چلیں بند سے ٹوٹتی رہیں۔ سوچا ساس سر کے پاس بیچ جاؤں۔ ساس کی کوئی رکھ کر خوب روؤں تاکہ دل بٹکا ہو جائے۔ اس وقت اُسے کے چار بھرے ہاتھ کی آرزو تھی اُس کے ہر دل میں کمر سے باہر جانے کی قوت نہیں تھی۔ مگر یہ چلے آئیں اور کر جائے اور میں اپنے والا مشتعل کا چراغ بچھ جائے۔!

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ کوئی دیکھے اعزاز میں دستک دے رہا تھا۔ ”کون ہوگا؟“ مگر یہ دہی آئے ہوں۔ پولیس کے قبضے سے فرار ہو کر۔“ اُس نے سوچا۔ چندن کھڑکی ہوئی اور لائین ہاتھ میں لے کر باہر آئے۔ کوئی خبر ہوئے صرف۔ دے رہا تھا۔ ملحق ہو کر کیا تھا اس لئے اُس نے بڑی مشکل سے پوچھا۔ ”کون سے؟“

”جواب میں کمر کی کھین بار دیکھو ہوئی۔ وہ اُپسے آئے بڑی۔“

”کھول رہی ہوں۔“ زنجیر کھلی۔ آئے والے نے دروازے کو زور سے دھکا دیا۔

”اتنی دیر؟“ آواز جانی پچھائی تھی۔ ”ارے بھائی! آپ نے تکلیف کی۔“ کرتار را یہ کہ انحراف آنے کے لئے قدم اُٹھا رہا تھا۔ چندن کے چہرے پر تاراشگی دکھائی دی۔

”بہت تکلیف دے سکے۔“ اب کیا لینے آئے ہو؟“

کرتار را بھولا گیا۔ ”بھائی! ابے وقت ظن ڈالا اس لئے اتنی ناراض ہو رہی ہیں؟“ پھر جگے کے چہرے کو دیکھ کر بولا۔ ”آپ تو مجھ پر خوفناک ناراض ہو رہی ہیں۔“ پھر اُس نے بشت پر گمن اُتارے ہوئے کہا۔ ”میں کچھ لینے نہیں، بلکہ دینے آیا ہوں۔“ پھر بھی چندن نے نہ دروازہ کھولا نہ اُٹھا راستے سے نکلی۔

”یہ کہہ کر وہ فورے دروازہ بند کرنے جا رہی تھی کہ کرتار را اس کی ضرورت نہیں رہی۔“

”دور آجائے۔“ وہ چیخے ہٹ گئی۔ ”میں کہتی ہوں تم اس مکان میں قدم نہیں رکھو گے۔“ کرتار را کو یہ الفاظ سخت محسوس ہوئے۔ لیکن وہ دھوٹ کا ہاتھ اُسے شک ہو۔ ضرور کوئی ہوگی ہے۔ جگت کو گمن ہر کردار کی ضرورت تھی۔ ”بھائی! میں یہیں کھڑا ہوں۔ اب جگت کو بلاؤ۔ ایک نظر بولے بغیر کون لوگا کہ چلا جاؤں گا۔“

اب چندن کا چہرہ نرم پڑ گیا۔ پھر بھی کمر نہ ہوئی۔ ”تم کیوں ایمان بننے کی ادا کارا رہے ہو؟ رات کے کمر میں مجھے پولیس بھیج دی۔ اب تم شاد کیجئے آئے ہو؟“

”بھائی! کرتار را بیچ اُٹھا۔ اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ تنھے بھول گئے۔ دوسرا پازو نے

”انہیں سچے کے حقائق معلوم ہے۔ تین دن پہلے انہوں نے مجھ سے خبر لیتے اور خوشخبری کا لکھا تھا۔ بیساکھی پر وہ لوگ مجھے یہاں سے لینے آئیں گے۔“  
 کرتار کے ذہن میں روشنی ہو گئی۔ ”خدا کھولیا تھا؟“ اس نے ہونٹ چاہے۔ ”باب بونا خشی میں اسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ پولیس اس کی تلاش میں ہے۔ وہاں بھی سخت گھرائی کر رہی گی۔ یقیناً وہ خط پولیس کے ہاتھ لگ گیا ہے۔“ پھر وہ سرد آہ بھر کر بولا۔ ”کیسی حماقت ہو گئی۔“  
 ”جب تو انہیں خط ملا ہی نہ ہوگا۔“ چندن نے افسوس کا اظہار کیا۔ ”میں ان کی راہ دیکھوں۔“  
 ”آپ اس کی فکر نہ کریں بھابی! چلیں تیار ہو جائیں۔ میں آپ کو اور چھوڑ آؤں گا۔“

”کور اس کی سمورت دیکھنے کی۔“ کیا سوچ رہی ہو بھابی؟“ کرتار نے گھڑی دیکھی۔ ”کتنے میں گاڑی چھوٹ جائے گی۔“  
 چندن اندر جا کر جلدی سے دو جوڑے کپڑے کا بڈل بنا کر آگئی۔ ”پلو! اور روزانہ کرتے ہوئے اپنے پتے چلا کر وہ تالا لٹا بھول گئی تھی۔“ کوئی بات نہیں۔ تالا لگنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ گھر میں کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھنے لگی۔ مگر کرتار نے اسے روکا۔ ”نہیں..... تالا لگنے کی ضرورت ہے۔“ اس نے سوچا چنگا نے لوٹ کا مال گھر میں ہی جگ چھپایا ہوگا۔ ”تمہیں خبر نہیں بھابی! اندر بہت بڑا خفیہ ہے۔“ چندن اشارہ سمجھ گئی۔  
 ”مجھ سے انہوں نے کچھ نہیں کہا تھا۔ مگر تم کہتے ہو تو تالا لگا دیتی ہوں۔“  
 انجن کی ٹنگی سی سیٹی سے چندن کے دل پر چوٹ سی گئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کدور جا کر وہ طرح چنگ کے بار سے میں تاسے کی؟ اس کی زبان کیسے حرکت کرے گی.....؟

○○○

”ماں کی سرکٹ کا کوئی ٹکڑا نہیں تھا۔ سونہن سنگھ نے جب سے خط پڑھا تھا اسی وقت سے وہ جانچا پھول کر آئیں۔“ مگر سونہن سنگھ ان کے آخری پورم کیا.....!“  
 ”جکت کی ماں اتم تو سرست سے باہل ہو جاؤ گی۔“ سونہن سنگھ نے مذاق کیا۔  
 ”مجھ سے کہہ رہے ہو تو آپ کو بھی سنبھالو دادا! بننے کی خشی میں سب مٹائی بائی تھی یہ بھول مجھ۔ پھر مجھ سے اور مٹائی سونہن سنگھ کو کہا تھا، یہ تو یاد ہے؟“  
 ”یہ تو بھئی عمر کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔“ سونہن سنگھ نے اناذنا کر کیا۔  
 ”بھوکا بننے کے لئے ذرا بونگی کے پاس ٹیک گھڑی دیکھنے کے لئے دوڑ گئے تھے وہ بھی عمر کی وجہ سے تھا؟“ ماں جی نے انہیں مضبوطی سے پکڑ لیا۔  
 ”اسی کو تیرا عینہ چل رہا ہے اس لئے ابھی سے ہوتے کا منہ دیکھنے کی زیادہ جلدی نہ کرو۔“ سونہن سنگھ بولے۔ اسی طرح کی ٹوک جھونک میں ماں جی کو کجکٹ یاد آ جاتا اور وہ کچھ اُداس پائین۔  
 ”اگر آپ سے پتہ چلے گا کہ اولاد کے لیے کیا کچھ چھوڑنا پڑتا ہے۔ میں تو کہہ رہی ہوں وہ بس دھندلے چھوڑ دے اور کھیتی باڑی کر لے لگے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔“ سونہن سنگھ خوش رہے۔ جکت نے جوہری بازار میں ڈاکڑا لکھا تھا یہ بات انہوں نے ماں جی سے پوچھ کر دیکھی تھی۔  
 ”اور میں وہ سچے سچے لہذا ڈاکڑا کو کہہ کر باپ کے نام سے لوگ انہیں نہیں جانتے تھے۔ ماں جی مگر سے باہر جانا بند کرو یا تھا اس لئے گاؤں میں ہونے والی باتوں سے بے خبر نہیں۔ سونہن سنگھ ان اشارات خود سے پڑھتے اس لئے ماں جی کو شک ہوتا۔  
 ”اسے جکت کی کوئی خبر تو نہیں آ رہی؟“ تب سونہن سنگھ باال دیتے۔  
 ”مجھی راجستان کے اخبارات میں پنجاب کی خبریں نہیں آتیں۔“  
 خوشخبری آئی تو ماں جی نے مندی۔ ”میں گردوارے جا کر پڑشاد دے آؤں گی۔“ مگر سونہن سنگھ انہیں روک لیا۔  
 ”اسی جلدی نہ کرو! یہ پوکھلانے کے بعد اسے درشن کرانے لے جائیں گے۔“

”ماں جی کو خط ساننے کے بعد جکت کے پاس سوچ میں پڑ گئے۔ وہ تو یہ سمجھ رہے تھے کہ جوہری میں ڈاکڑا لکھتے دیش کی سرحد پار کر گیا ہوگا۔ خط کے الفاظ چندن کے ہی تھے یہ انہوں کو بھی طرح دکھایا تھا۔ انہیں یہ بھی شک گزرا کہ اس خط میں پولیس کی چال بازی تو نہیں؟  
 ”جب سے خیالات ذہن میں پھرانے لگے۔ ذہن اچھ گیا تب انہوں نے سب کچھ بھگوان لڑے چھوڑ دیا۔“



”جکت کی کیا خبر لائے ہو بہائی؟“ اب کرتا رہ گیا۔ ماں سے کب تک چھٹا جائے گا؟  
فرح بات کہنے کے لئے زبان نکالتی دے رہی تھی۔ سوہن نگہ اس کی آنکھیں مجھے گھسے اس لئے  
ہاتھان میں لپٹے۔

”تم تھوڑا آدم کر دینا دو ہا ہرٹیناں بے باتیں کر رہے۔“

”ماں! بی بی کے کونے اندر لے جاتی ہوئی پولیس۔“ انہی بات ہے۔ میں سوہن سے معلوم کر لوں  
کہ غرضی سے امی جی کے قدم زمین پر نہیں پڑے تھے۔

”جب خدا یا اس وقت تھا رہے سر بازار گئے ہوئے تھے۔ آ کر بڑھا تو امی خوشخبری لائے  
لے ڈاکے کی خوشخبری دینے کا تھکے فرسوس ہوا۔ پھر مٹی میں لے گیا کیا؟ خبر ہے چندن؟ اُن سے  
نہ لیا کہ آپ فوراً ڈاکہ خانے جائیں اور سواری پر بٹھیں دے آئیں۔“ انہیں کب معلوم تھا کہ  
آج کا ایک لٹو لٹو کے دل پر دم گرا رہا تھا۔ ”اور تھوڑے سر تو مجھے شے دے رہے کہ میں  
جا بٹھنے والی ہوں اس لئے سرت سے ہاتھ جوڑاؤں گی۔ ان مردوں کو ہم عورتوں کا خیال کیسے  
تو ہے؟ کچھ سالوں بعد کچھ پانا بڑے گا۔ کمر سونا سونا ہوتا تھا۔ اسے ذمہ سولی ہوگی  
لیا ہاں لٹو ہوگا۔“ پھر چندن کو سناؤں دیکھ کر پولیس نہ۔ ”صرف ہاں ہوں گی۔“ اسے کام نہیں  
لگا۔ کیا چپ رہنے کی قسم کھاتی ہے؟ ”پھر چندن کو چندن کا جواب دے دیا۔ ”بھلی بار ہے لہذا  
پہاڑی ہوگی۔“ مگر مجھ سے شرمناک کیا؟ تمہاری ماں کی جگہ ہوں۔“

شام تک چندن اپنے دل پر جرح کئے رہی۔ مگر جب ماں نے ملٹائی تقسیم کرنے کی بات کی تو  
نہی کی آنکھیں جپے لیکن۔ کرتا تو تھانے کھونٹے کے ہاتھ توں پر چلا گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا  
ہاتھ کی ایک بات چھٹائی کی؟ آخر انہیں سب کچھ بتانا ہی پڑے گا۔

”بھئی! اتنا دور کسی بات پر آ رہا ہے؟“ ماں کی کو اپنے دل میں خوف سا محسوس ہوا۔ ”تم مجھ کو  
کچھ چھپا رہی ہو؟ تمہیں میرے بیٹے کی قسم ہے اگر نہ بتاؤ۔“ کتارے کے بندو ڈر کر روکا  
اب کچھ سرخ جپے کی طرح اُن کی آنسو اُٹھنے لگے۔ سکیاں، آجیں، آنسو۔ ماں  
کا دل جپٹنے کا سوہن نگہ اندر دوڑا۔

”کیا ہوا؟“ ماں ہی چندن کی پشت پر ہاتھ بھیرتی ہوئی پولیس۔ ”بتاؤ تو کئی کیا ہوا ہے؟  
جے سے جھگڑا کر کے تو نہیں آئیں؟“ مگر چندن آنسو اور سکیاں ڈوک ڈوکی۔ وہ کچھ نہیں کہہ  
سکتی۔ سوہن نگہ نے گھر مٹانے لگے کچھ کیا۔

”کچھ پھوٹا ہمارے دل بیٹھ رہے ہیں۔“

”یہ کچھ نہیں بتا سکتی گی۔ میں بتاتا ہوں۔“ یہ سن کر دونوں چرکے۔ کرتا مارا کٹے ہوئے پیکے  
نہ ہاتھ بھیرتا ہوا سامنے کھڑا تھا۔ بھلی بار دونوں نے اُس کے چہرے پر رور کی جھلک دیکھی۔  
لہت کر رہا ہو گیا ہے۔ کئی بار دل میں ڈوب لیا ہوا جھلسا اس کی زبان سے نکل گیا۔  
”اب بی بی کی آنکھیں جھلک گئیں۔ وہ دونوں ہاتھ کاٹوں پر رکھ کر کہیں۔“ انہیں نہیں۔ ”پھر نہ  
گھروٹی ہوئی چندن سے لپٹ گئیں۔“ ہاتھ رے کھینچیں۔  
سوہن نگہ ساں بھوکھوڑا چھوڑ کر اُپار آگے۔ ”انہیں کھینچنے سے بات سنی تھی۔ گرفتار ہونے

”فریڈ کوٹ جاؤں گا تو سب پر چل جائے گا۔“ یہ سوچ کر انہوں نے اپنے دل کو بھلیا۔  
مگر انہیں فریڈ کوٹ جانے کی ضرورت نہیں آئی۔ کجیت کے قریب کھڑے ہوئے ریز  
سے چندن کو اُترتے دیکھا تو اس کی پٹلیں۔ ”ارے وہ نہیں۔۔۔ ہم معلوم ہوئی ہے۔“

دوہرہ سونے کے ہاتھ نے دادا اپنے کے خیال کو دینے سے پہلے ہوتے سوہن نگہ لپٹے ہو  
تھے۔ وہ دھرتی سے جپٹ گئے۔ ”بہو آ رہی ہے؟ یہ مانگ ہے۔“ دونوں پہلو پہ پہلو کھڑے  
چندن کو کجیت میں داخل ہونے دیکھنے لگے۔ ”اُس کے ساتھ کون جاتا ہے؟“ وہ بڑبڑائے۔  
”تمہارے بیٹے کا کوئی ساتھی ہوگا۔ چھوڑنے آیا ہوگا۔“ ماں جی جواب میں بڑبڑائی۔  
دونوں ایک ساتھ سوچنے لگے۔ ”بہو بھڑکی کیس کی ہوگی؟“

”ارے ارے۔۔۔ سنبھل کر چلنا! کچھ ہی غلط ہو گیا تو۔۔۔“ یہ کہتی ہوئی ماں جی دوسرے  
انداز میں پولیس۔ ”دوڑ کر آتے ہوئے دیکھ کر چندن کو دو باتوں کا یقین ہو گیا۔ خوشخبری کا خدو  
ہے اور گرفتاری کی خبر سے وہ لطم ہیں۔ بھگوان نے اسے کیسے سخت امتحان میں ڈالا تھا۔  
”مگر تارا جی! اچھا پتہ رکھنا۔“ انہیں گرفتاری والی بات نہیں بتائی۔ چندن نے جلدی  
اپنے چہرے پر حسرت کا اثر پکڑ لیا۔ ”اساں بہو نصف راتے میں ملیں۔ چندن جی بھولنے  
لے کچھ کمراس نے اُسے جھٹکے نہیں دیا۔“

”اب تمہیں اتنا جھٹکنا نہیں چاہیے۔ بھلی بار کا ہے اس لئے تمہیں پتہ نہیں چلا۔“ یہ کہ  
اُس کی باتیں ملیں۔ ”پھر بازو دھام کر کاٹی سنبھل کر اُٹنے لے جائے گئیں۔ ماں جی کو پیچھے آ  
ہوئے کرتا مارے اب احتیاط لانا کھینچے یاد آگئے۔  
”آئیے بہائی! راتے میں تکلیف تو نہیں ہوئی؟“

”نہیں ماں جی۔۔۔ ہاتھ کی کوڑا سی تکلیف نہیں ہوئی۔“ کرتا ماراں جی کی گھر کچھ بگا۔  
خوش مزاجی سے بات کر رہا تھا۔ مگر دل دور رہا تھا۔ کرتا مارا سوچ رہا تھا کہ ماں کو بیٹے کی گرفتاری کو  
نے کی تو مسرت کیسے کیا نہ دل تپ اُٹھے؟ سوہن نگہ نے کرتا مارا چلائی پھر بھلیا مگر  
کی جلد بازی نہ دیکھا کہ انہوں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا۔ حالانکہ بیٹے کی خبر معلوم کرنے  
لے اُن کا دل تپ رہا تھا۔

چندن اندر جا کر پانی کے دولٹے بھر رہی تھی جب ماں جی نے اُسے روکا۔ ”نہیں۔ جھپٹا  
دوڑ دھوپ نہیں کرنی چاہئے۔“ ماں کے لاڈ سے چندن کا دل بھر آیا۔  
”میں جانتی ہوں ان دونوں میں عورتوں کو فائدہ کا نہیں کتنا چاہئے۔“

ماں جی نے اُس سے پانی کے دولٹے بچھین لئے۔ ”کچھ آرام کر لو سڑکی کھنک ہوئی ہوگی  
پھر کرتا رو پانی دیتے ہوئے پچھا۔ ”چندن کو پیچھے کی کجیت نے بہت جلدی کی؟ اس کے  
بھورت دیکھ کر اُنے والے تھے۔ ”کرتا مارا آنکھیں میں پڑ گیا۔ کیا جواب دے؟ چندن کو بھگ  
کرتا مارا آنکھیں میں ہے۔ اس نے وہ بولی۔

”جے آتا ہے۔ اس کے جلدی آیا پڑا۔“ چندن کو کی حاضر جوابی نے کرتا مارا کو چھ  
دیا۔ مگر ماں جی یں کبھی خاموش نہیں ہوئیں۔

"وہ خوف اب بچے میں آیا ہے۔" اُس نے پورن نگہ کو بانی پر چڑھایا۔ "اُسے پلانے۔" وہ بھونکنے لگا۔ "ابھی طرح بارہ ماہ کو۔۔۔ عداوت میں پیش کرنے کے بعد ہم اُن کی تک نہیں رہے۔" بچی دھڑکی کہ پورن نگہ اُسے بھڑیلے لے رہا تھا۔  
 "شائبہ تک ہمیں قبول کرنا پڑے گا۔"  
 "اور اگر نہ کروں پھر؟" بکت نے پوچھا۔ اُس کا جواب دینے کی بجائے چیخنے کے نشیبوں

دھمکیاں۔۔۔

"اُسے دھند سے مدد دے گا؟" پھر باندھنے کے لئے چار دیوٹی نوٹ پڑے۔ اُسے گرایا گیا۔ محروہ ابھی۔۔۔  
 "تمہیں میں تباہ کن کر کے کس طرح قبضے میں کیا جاتا ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے ایک کوڈر اچھال دیا۔ پورن نگہ نے وزن دار جوڑے کی دو جھانکریں پشت پر ادھیں۔

"کب تباری دادا گیری نہیں چلی گی۔"  
 "بھٹکل میں بکرے کے بعد اُسے سوکھے درخت کی موٹی شاخ سے لٹکا دیا گیا۔ پورن نگہ کو یقین نہیں کہ دیکھتے ہوئے سورج اور گرم ہوا کے بھونکنے کے مقابلے میں زیادہ وہ نہیں سمجھ سکے گا۔  
 "اگر لٹکا ہے تو پھانسی پر لٹکا دو کیونکہ" یہ کہتے ہوئے بکت نے دانت چیس لئے۔ نصف گھنٹے بعد بکت کے جسم میں سخت درد دہونے لگا جیسے جسم کی ایک ایک رگ رگ ٹوٹ رہی ہو۔ کپڑے کو آنے والی جھلکیاں جھٹکتی تھیں۔ پیاس کے مارے قلع سوکھ گیا۔ ماسا لیجے وقت سینے میں درد دہونے لپٹے کارخانہ پر پہنچے۔۔۔

"کھیں۔" بڑی پیاس تھی ہے۔" پورن نگہ ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ جھاڑوں کی خاطر ایک ہی والا پھرتی تمام کر اُس کے برابر کھڑا ہوا تھا۔ "پانی نہیں تو شراب پیو گے؟"  
 بکت نے سوکھے بول پر زبان بھری۔ "پینے کا کھار اپنا زبان پر محسوس ہوا۔ اُس نے قہقہے کی لہری کی کڑھکھک قلع میں سوکھ چکا تھا۔ ایک ہاتھ میں پیالہ اور دوسرے ہاتھ میں بوتل تمام کر لی تھی شراب کی دھار پیالے میں ڈالنا ہوا بکت کو کہنے لگا۔ بکت کی آنکھوں میں پیاس کے شعلے دہنے تھے۔ وہ مسکرا دیا۔ دل پر پردہ کر پیالہ ہونٹوں سے لگا کر اس طرح آواز کے ساتھ پانی لینے کا جیسے بوالغفہ آ کر باہر ہو۔ چکا کو تیرپا دیکھ کر لطف لے رہا تھا۔  
 "بڑی خیرے شراب شراب ہے۔"

الوص میں دیکھتے ہوئے بکت کے چہرے پر غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔ اُسے پورن نگہ کی لہو دار دھڑکی کی خواہش ہوئی۔ اُسے خیرے ستانے کی خاطر پورن نگہ نے اپنے جوتے چھوڑ دی لڑپٹ بٹکانی اور پھر اُس کی جانب بڑھایا۔ "لو۔۔۔ جاٹ لو! پیاس بجھ جائے گی۔" پھر سے بکت نے جسم کو جھکا دیا اور نکلے ہوئے ہاتھ کا جھنڈا مار کر پورن نگہ کا پیالہ پھونکا اور دانت چیس کو نگاہوں میں۔ پورن نگہ بچی مار کر کرسی سے اُٹھ گیا۔ شراب کا پیالہ اور بوتل گر گئے۔ بکت کی دھم دیار داخل کے بت مارے گئے تو اُس نے پورن نگہ کا کپڑا چھوڑا۔ اُٹے ہوئے چیخ کو دھامکوں نے اُٹھا کر کھڑا تو بکت قہقہہ مار کر مٹن دیا۔ پورن نگہ کو تباہ آ گیا۔ اُسے بکت کو

سے بکت رخی ہوا ہو گا یہ شک انہیں ستانے لگا۔ بکت کی ماں کے اُتساہ جاکم حتم گئے۔ اُتساہ یاد آیا کہ انہوں نے آخری بار اپنے کو بد دعا دی تھی۔ "پھانسی پر چڑھا جا گا کہ ہم سب کو چھٹا لے۔" اب اُن کی نگاہوں میں پھانسی کا پھندہ کھونٹے لگا۔ انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر اُن کے ذہن سے وہ منظر اوجھل نہ ہو گا۔

○

اسی وقت چچ بکت رتی سے لٹک رہا تھا۔ کمر پھانسی کے تختے پر نہیں بلکہ درخت کی شاخ۔ بندھی ہوئی رتی کے ہمارے اوپر سے منڈک رہا تھا۔ "بھڑیلے کے جھیری بازار میں لے جاؤ۔" یہ کہہ کر پولیس چیف اُسے لایا تھا۔ وہ بھڑیلے والے آکر جھیری بازار میں نہیں ایک دوا بکتل میں جہاں چکا پرول کوئل کر لٹک گیا جاسکتا تھا۔۔۔ کتنا چکا جالاگ ہے؟ اس کا پورن نگہ کو کُچھ قدم ہی بڑھ چکا تھا۔ وہ اُسے فریڈ کوٹ سے گرفتار کر کے لے جا رہا تھا اس وقت بکت نے کی۔ "مجھے گرفتار کیا گیا ہے اس کے متعلق یہاں کے پولیس تھانے میں رپورٹ ہونی چاہیے۔" پورن نگہ کو جب ہوا۔ "ایسی کوئی ضرورت نہیں۔ اس مرتبہ میں رپورٹ کروں گے۔"  
 "تم غیر کوٹنی کا کمرو کے کوٹا کا نہ ہو گا پورن نگہ؟" بکت نے سخت لہجے میں کہا تھا۔  
 "تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟"

"دھمکی دینے کی مجھے عادت ہے۔" بکت نے لاپرواہی کا اظہار کیا۔ "پولیس کی بد دیاؤ پہلے ہی مجھے خبر ہو چکا تھا۔" پورن نگہ کو سخت غصہ آیا کہ اُسے بات ادنیٰ پڑی۔ "ممن ہے وہ جتنی دھمکیاں جانتا ہو پھر اُن کے سامنے ایسی آزاد تھے اُن کا سے دور لگا۔ وہ فریڈ کوٹ کے تھانے رپورٹ کرنا اور مرتبہ کے روانہ ہونے تو اس لئے پوچھا۔  
 "چکا تم نے اس کے لئے کیوں مذمت کی؟"

بکت مٹن دیا۔ "میں جانتا ہوں کہ زعمہ چکا کرتم نے دوسری مول لے لی ہے۔ میرا جرم ثابت کرنا نہیں ہماری پڑ جائیں گے۔ لہذا شوٹ اپٹ مارٹ کے زوردار کا تھکا دھا کرتم راستے میں شوٹ کر دیے پھر یہ پلا کر مارا معمولی بات ہوئی کہ بکت پولیس فائرنگ سے ہلاک کیا۔" اُس نے پورن نگہ کی جانب مسکرا کر دیکھا۔ "فریڈ کوٹ تھانے میں رپورٹ ہونے بعد کیا راکتبار سے لئے مشکل ہے۔" پورن نگہ حجب ہو گیا۔ واقعی اسے یہی خیال آیا تھا۔ پھر اُس نے بکت سے کہا۔

"چکا! تم بہت پالائی دکھا رہے ہو۔"

اس مرتبہ راکتبار کو تو اُس نے چکا کو مٹانے کی کوشش کی۔

"اسے جرم ثابت کر لو! انہیں کسرا ہو میں اس کے لئے کوشش کروں گا۔ جوہری بازار ڈاکے کا اقرار کر لو! اپنے ساتھیوں کے نام تباہ! اُٹھانے تباہ! پھر میں سب غنیمت کر لوں گا۔" بکت نے کسی کا جواب نہیں دیا۔ وہ کھونڈ کر مار دینا چاہتا تھا کہ ہوشیار نگت سے باہر چلا جائے ضروری تھا۔ کراسے سے پیش قہقہہ کر اُس کی گرفتاری ابھی چھپائی گئی تھی۔ پورن نگہ نے رام دہلی سے ہلاک کر پھرتی۔ وہ بہت خوش ہوا۔



یہ کہتا ہوا نکل گیا۔ وکیل نے اُسے کو جواب نہیں دیا۔ جت کو غور سے سرتا ہوا گھورنے لگا۔  
 "جت کنگھا! ایک نرم آواز سنائی دی۔ جت کو اُس کے ٹھہرے ہوئے لہجے پر تعجب ہوا۔  
 ابھی پورن سنگھ کے الفاظ کے اثر سے آواز نہیں ہوا تھا۔ جیسے کیل نے پولیس چیف کے الفاظ  
 ہی نہ ہوں وہ اسی طرح پُر سکون تھا۔ "تمہاری صفائی کے لئے مجھے تمہارا وکیل بتایا گیا ہے۔" چا  
 کے دُور جانے کے بعد وکیل نے بات شروع کی۔  
 "کس نے؟"

"کرتار نے۔" پھر فرمایا۔ "اُس کا نام درمیان میں نہیں آنا چاہئے۔ میں تمہارے  
 دافنوں کی جانب سے متحرک کیا گیا ہوں تمہارے وکیل کی حیثیت سے۔" کرتار نے کام شروع کر  
 یں کر جت خوش ہوا۔ "پولیس چیف کون سے ثبوت پر اتنا اصرار ہے؟" وکیل نے پوچھا۔  
 "میرا ایک ساتھی غدار کی کر گیا ہے۔ چتا۔" جت کچھ دُور گرا۔ پھر آہستہ سے ہولا۔ "مگر  
 کی فکر نہیں۔ وہ ثبوت فراہم کرنے کے لئے ذمہ نہیں رہے گا۔" اُس نے پُر سکون لہجے میں  
 وکیل سے کہا۔ "میرا صاحب صاف رہتا ہے وکیل صاحب! اُس نے مجھ  
 غدار کی کی انتہا بدلہ لینا ضروری ہے۔"

پھر کچھ پوچھ کچھ کرنے کے بعد وکیل نے کاغذ پر غور کیا۔ "ابھی تو صرف معلومات کی تا  
 پوچھ رہا ہوں۔" کس دافنوں کے بعد چارج شیٹ پڑھ کر ہی آگے کام شروع کروں گا۔" پو  
 نے کوئی جواب نہیں دیا۔ قانون کی ان جھنجھوں سے اُسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وکیل نے اُس پر  
 کر کے پوچھا۔

"کرتار سے کچھ کہنا ہے؟" جت سوچ میں ڈوبا ہوا اُسے دیکھنے لگا۔ اس نے حریف ہوا  
 "اُس نے معلوم کیا ہے کہ فریڈ کوٹ والا مکان دابیں کر دے؟" جت پر ہلکا کرتار نے کیا بچ  
 ہے؟ وہ سمجھ گیا کہ اس کا مقصد ہے کہ مال کہاں چھپا ہے؟ مگر وکیل پر اصرار کیا جائے یا نہیں  
 ممکن ہے پورن سنگھ نے اس کی معرفت معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہو۔ اُس نے چہرے  
 بھر کوئی تاثر پیدا نہ کیے گا۔

"اُس مگر میں اب کیا رہا ہے؟ مگر باپ بنے والا ہوں۔ خیر میں نے وہیں ہی جی اسی لئے  
 کوئی دوسرے تو تیرے۔" وکیل اُسے کچھ پوچھنے کا نہیں دے دیکھنے کے لئے وہ کچھ دُور گرا۔ مگر  
 نے شخص کا اظہار نہیں کیا۔ "اور ہاں! آج میں جو پھولوں کا پورا بولیا ہے، اُسے پانی دے دو۔  
 کے متعلق ضرور کہنا۔" وکیل مسکرا دیا۔ بدلہ لینے کی خاطر مل کرنے والا یہ شخص پھولوں کے پودے  
 کی فکر کر رہا ہے۔

"بہتر ہے۔" میں کہہ دوں گا۔" یہ کہہ کر وکیل جانے لگا تو جت پھر ہولا۔  
 "ایک بات اور۔" وکیل قریب آ گیا۔ "دوسرے کوئی نہیں ہولا۔" کرتار سے چتا کی بات  
 اُس نے بے ایمانی کی ہے۔ "وکیل کے کچھ دُور جانے کے بعد چکا ہولا۔ "مگر دافنوں سے کتنا  
 فکر نہ کریں۔" اُس بار وائر میں نہی تھی۔ یہ بات وکیل نے ہی نوٹ کی۔

پھولوں کے پودے کو پانی دینے کے بارے میں جت کی تاکید وکیل سے سن کر پہلے تو کرتار  
 کی کچھ نہیں سمجھا۔

"ابھی جان جانے کی فکر کرتا تھا۔ عورت کے پیٹ میں جو پھول مل رہا ہے وہ کھلنے سے پہلے  
 جھانک جائے۔" مگر وہ میں دافن بات پر سوچنے کے بعد اُس کے ذہن میں روشنی ہوئی۔ "نہیں  
 اسے اس طرح کوئی پیغام تو نہیں دیا؟" یہ خیال آئے ہی وہ فریڈ کوٹ کھینچ گیا۔ سنسان اندر سے  
 دافن سے پھولوں کا پودا اٹھا کر دیا۔ وہ تین دُور تین دُور کو ڈالی اور اُس نے جو اندازہ لگایا تھا وہ  
 مت نکلا۔ سوئے چاندنی کے زیورات کا ہڈل، جو ہری کی کوٹ کا مال۔ وہ سرست آئینہ کیجے میں

ڈالا۔  
 "تمہاری عقل کی دادو تو ہوں چکا اب میرے بازوؤں کی طاقت دینی ہوگی۔" عدالت میں  
 رنگ لائے کا ذریعہ ہاتھ اٹھایا تھا۔  
 ایک کاہنہ کیا اس لئے کرتار نے دوسرا کام ہاتھ میں لیا۔ اب اُسے چنا کو فتح کرنا تھا۔ مگر وہ  
 آپس کے قبضے میں تھا۔ اُسے پولیس کے قبضے سے باہر نکلنے کی کوئی سہیل کر لی تھی۔

چتا سنگھ ہوئی میں بیٹھا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ کرتار برابر کی کرسی پر آکر بیٹھا مگر اُسے ہوش  
 تھا۔

"اُسے چھوڑا دو چائے لادو۔" کرتار نے آڈر دیا جب بھی چتا سنگھ نے گردن نہیں اٹھائی۔  
 بے کے دوپ بھر کر رکھے گئے۔ کرتار نے ایک کپ اُس کی جانب دیکھا۔ "لوا چائے پیو۔  
 اُتار دیا ہوگا۔" چتا سنگھ چرک گیا۔ کیون شخص ہے؟ بہت یاد کیا کچھ میں نہ آیا۔ اُس نے کپ  
 نہ دے دیا کچھ شخص کا اظہار کیا تو کرتار ہنسا۔

"بہتر جان بھائی کے کیوں چائے مارا ہوں یہ پوچھنا چاہتے ہو؟" پھر چائے کا کپ اٹھا کر  
 "چائے پیو بے ہم لوگ ایک دوسرے کا تعارف کر لیں گے۔" چتا سنگھ کی سمجھ میں اُس کا  
 نہ آیا۔ مگر اُس نے چائے پیوے۔ چتا سنگھ نے اُس کا تعارف کر لیا۔ کرتار نے بغیر قہر کے بات شروع کی۔  
 تمہاری شوخی کا چتا ہوتا ہے؟" چتا سنگھ کے ہاتھ میں کپ نہ لڑنے لگا۔ وہ کچھ کیا کہ بات  
 تے والا شخص چکا کا آدمی ہے۔ گھبرا کر ہماگ ہٹنے کا خیال آیا مگر اُس میں خطرہ نہ تھا۔ وہ ہنسنے  
 کے دو کوٹھن ملنے سے بچنے کا تار بولا۔

"اُس نے تانا دیا کی۔ میں نے بہت سمجھا یہ مضبوط رہنا۔" جیسے کچھ نہیں ہوگا۔ پھر بھی ڈر  
 میں کے سامنے سب کچھ اگل دیا۔

لرتار کو اتنی جلدی تھی کہ اُسید نہیں تھی۔ وہ ہوشیار ہو گیا۔ "میں جیسے یہ چکا کہ وہ چکا کا  
 تھا۔"

ہاں اُس کی ماں نے مجھے کہہ دیا تھا۔" پھر فرمایا بات بتائی۔ "چتا کی گرفتاری کے بعد مجھے  
 تھا۔"

ہم۔" کرتار نے چائے کا کپ خالی کیا۔ "وہ شاید یہی سمجھ رہا ہے کہ چکا کے خلاف گواہی

”مجھے اس بات میں کوئی فائدہ دکھائی نہیں دیتا۔ بھری سچی بات ہے۔“

چنانچہ کچھ ہی عرصہ کے بعد صاحب کے مطلق ہونے کی خبر آئی تھی۔ یہ سچا ہے۔ مگر اس پر میرے ارادے کیا آئے اس لئے راز کی بات کہہ دینی چڑی۔ ”چنانچہ میں کوئی تیسرا امیدوار ہے۔ صاحب اپنا دن گھروں سے گزرتا تو اس کے دل کو بھی مسرت ہوگی۔“

اگر سنا ہے گا۔۔۔ چاہے جھکا۔ چاہے خاک خزانے لے رہا تھا۔ کہ پان کے دوسرے مضبوطی سے انکھیں  
مڑ کر چننا تھے ہاتھ بندھ گیا۔۔۔ "چار" کی آواز ہوئی۔ پنا سمجھے تھے ذرا سی حرکت کی اور چار پانی کی  
آواز کوئی۔ چار در گیا۔ وہ پہلو بدل جاتا تو در کا سا ب نہیں ہوگا۔ پھر نی سے اُس نے پیاں ہاتھ  
چانگھ کے منہ پر رکھ دی اور اُنکے ہاتھ سے کہ پان اُس کے کھلے ہوئے پیٹ میں گھونپ دی۔۔۔۔۔ پنا  
میں کی جج مارا ہوا بیٹے کی کوشش کرنے لگا تو پنا نے پیٹ میں سے کہ پان نکال کر پھر مار دیا۔۔۔۔۔  
پھر دوسرے مسلسل وار کرتا گیا۔۔۔۔۔ انکھیں بند کر کے ہاتھوں کی طرح اُس نے کہ پان سے چانگھ کا پیٹ  
کاڑ دیا۔۔۔۔۔ جو تے وار پر چنا پنا ب گیا۔۔۔۔۔ اگر اُنم خون سے گلا میں تک اُس کے ہاتھ بھر گئے۔  
آخری وار تو ب کہ پنا سمجھا ہوا گیا۔ خون چار پانی سے نیچے بہہ رہا تھا۔ پیسے سے تر اور خون سے  
بھرا ہوا چانگھ لے کر پنا سمجھے کی لاش کو کھارت سے دیکھ کر رہا۔ پھر ہمت کر کے کھڑا ہوا اور وہاں  
سے فرار ہوئے لگا۔۔۔۔۔ یز میں اُن سے ہی دوسری طرح لکھڑا گیا۔

”جنت!“ کر کے کاروانہ بچتی ہوئی ماں رونے والے بچے میں بولی۔ ”جنت! تم کہاں  
 بچے؟“ ”مگر اس نے کوئی توجہ نہیں دی۔ ابھی دوسرا اہم کام باقی تھا۔ دقت بہت کم تھا۔ مضایک سستا  
 چاہتا دوڑا۔ آئے ہوش میں نہ رہا کہ کوئی اس کا تعاقب کرے۔ وہ بچے کو نوکر دیکھے بغیر ہمارا  
 ادا تھا۔ کلی کے کتے جو کھلے کھڑے اس کے کوئی پرہیز نہیں کی۔ پردہ میں میں تنگ دوڑتا رہا۔  
 ایک کنیز نے ہمارے عقب میں آ کر دوڑ کر گیا۔ سینے میں دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ جسم  
 جھوٹا تھا۔ چمچیں اس نے بہت سے پانی اور منہ کے عقب والی زمین کودنے لگا۔ تھوڑی زمین  
 چھوڑ کر کے بعد اس نے اچھٹے گئے۔ آئے محسوس ہوا جیسے کسی نے ہر جگہ پہنچ لی تھوڑی ہو۔  
 اچھے یاد آ کر یہاں لٹائی کے لئے رکھا ہوا باز پھر متا تھا۔ پانی زمین کودتے ہوئے اس  
 دھڑکن میں طوفان اٹھا۔

کیا پتا تھو کہ وہ چل گیا ہو کہ کمال نہیں چھپایا کیا ہے؟ ان کو ہر قسم کی ایک رات میں پناہ دے۔ یہ فحاشی کے لئے پانچ ہزار روپے لادے گئے۔ میں یہاں بار بار دیکھنے کے لئے آتا تھا۔ یہاں کے سب چھپا کر یہ انتقام کرتا رہا اور اسے چھپ گیا ہو..... پوری کھدائی ہونے کے بعد میں اسے زہر ملا کر انہیں ملا تو پتا کرا داغ ہو گئے تھے..... اسی نے تاریخ کی روشنی اس کے دوسرے پردے پر ڈالی۔ اسی نے چوک کر مر اٹھایا۔ چار آدمی اسے گھیر کر کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے دیکھ کر کہنا شروع کیا..... یہی موت سرت پر کھڑی تھی..... دوسرے نے جگہ سے اسے قسم کرنے کا سختی سے انکار کیا۔

[illegible]

”اور آج رات محبت پر سونا۔۔۔“ اس طرح اشارے میں پریم جیت نے پنا کو سمجھایا کہ رات گھر آ کر پنا کو معلوم ہوا کہ چتا سارا دن گھر میں بند رہا تھا۔ باہر بہاؤ آدھے میں اُس نے جیت سے کہا۔

[illegible]

چنانکہ فیض نہیں آ رہی تھی۔ آج کی رات تو دوسرا بھی نہیں چلا تھا۔ یہی ایک رات اسی  
 پاس تھی۔ اسی کی خاطر تو اُس نے کمرے میں ہونے کا انتظام کر رکھا تھا۔ مگر اُن کو ابھی نیند  
 نہیں آ رہی ہے۔ وہ پورے پورے لیٹ رہی ہے۔ نصف رات کے بعد گری کی شدت کم ہوئی تو چنانچہ اُس  
 کو اُس کی ماں اب سوئی گئی۔ وہ اُس جگہ سے ہل کر اٹھا۔ بے آواز چلنے ہوئے ٹھکڑی کی آواز  
 کے قریب گیا اور اُسے کھول کر اندر سے کر بان نکالی۔ مہمان نے لنگی ہوئی کر بان کی چٹائی ہوئی  
 دیکھ کر حیرت و حیرت سے کہنے لگا: اُس نے اُس کے اپنے کمرے کی آستین سے  
 صاف کیا۔ ایسا کرتے ہوئے اُس کے ہاتھ سے میان گزری۔ چنانچہ کہا۔ ماں جاگ کر اُٹ  
 گئی؟ اور دیکھنے کے لئے وہ اُس کے قریب چلا گیا۔ پھر ایسا مہمان کی حاسن سے کہہ کر اُس کے پاس  
 چھوٹے کھیتے ہوئے دکھاتا۔ چنانچہ داغت جس لئے۔

”اس وقت میں اس کہنے کا کچھ رد و رش با رہا ہے۔“ وہ بڑایا۔ پھر نظر اٹھتی ہوئی پلے  
چہرے پر جم گئی۔ وہ کچھ غصہ اٹھا۔ لیکن اسے دھتور سے چٹا ہوا دروازے کے قریب پہنچنا  
سکھائی تو کیا، ان دنوں وہاں ہوا کا سا کھپکھپا ہوا۔ ماں پر آخری نظر ڈال کر وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔  
پاس نظر کھائی، کچھ شب کی غصہ کی ہوا میں سب گہری خندیں سرسے تھے۔ اُس نے سوچا دروازے  
باہر سے بند کر کے تختہ چڑھا دے تاکہ ماں بہار ہو بھی دو مرنے میں نہ آ سکے۔ بہت پر  
والی سبز حیاں چڑھتے ہوئے اُس کے چہرے سے نلکت چکی رہی تھی۔ بس اس تھوڑی دیر میں  
ختم ہو جانے کا۔ بہت کی مکمل فضا میں دو چاند نہ کھڑا رہا۔ کچھ دور چار پائی پر پتا کھڑا سوایط  
صرف چند قدم کا فاصلہ تھا۔ اُس کی زندگی کا کبھی اتنی اچھا قاصر تھا۔ کہ زبان کی دھار پر ایک کلمہ  
کر دے تاکہ بڑا کھم ہوئے چٹا کھنکھانے لگی ران تک اُڑ چکی ہوگی تھی۔ چٹا کھنکھانے  
اک کھنکھانے کا ڈال۔ (ختم)

”اس کی سرداگی کی بنیاد ختم کر دوں۔ پھر سادگی زندگی جنسی محرومی سے توجہ دے گا۔ یہ اچھا کے لائق ہے۔“ پھر خیال بدل گیا۔ ”نہیں۔۔۔ اسے فخر و غرور نہیں رہنا چاہئے۔ ورنہ ہماری ماں کو انا

ادارہ رکھ ہو چکا۔ ہزارہا تباہ ہو چکے جسم سے باہر آگیا۔ "کیا ہوا پوچھو؟"  
ادارہ رکھ نے گھبراہٹ میں ہاتھ پھیلا کر کہا۔ "کون جانے؟"  
دووں نے ناگوسیدہ حالایا۔ "پاپا بھائی! گھبرائے ہوئے ہزارہ نے تانے کے چرے سے  
ہندو صاحب کو مارا اور پانچے بیٹے پر ہاتھ رکھا۔ تانے کے ہونٹ بٹے۔  
"بھگت!..." دھرم اتنا ہی کہہ سکے۔ ہزارہ جو جھٹکا سا لگا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر ادھر

گھمکی طرف دیکھا۔  
"اچھا پتا تم نے پوچھا ہے کی کوئی خبر تو نہیں سنائی؟" ادارہ رکھ اس کی تیز نظروں کی تاب نہ  
لا سکا اور کھار کی طرح سر ہٹا لیا۔ ہزارہ نے دانت چسبنے لے۔ "تمہیں پتہ ہے کہ ان کے بیٹے  
کی روداد آئے ہے۔ ایسی بری خبر دینے کی تم کو کیا جلدی تھی؟" اس کی آواز سے فضا چاک بکشم ہو  
گئی۔ وہ دھمکی ہوئی آواز میں بولا۔ "مجھے کل سے اس بات کا پتہ تھا۔ مجرم کی خاموشی رہا۔ یہ کہتے  
ہوئے ہزارہ نے آنکھیں خشک کر لیں۔ یہ سن کر ادارہ رکھ حینپ گیا۔  
"وہ تمہیں پتہ تھا؟" دھرم نے دل میں پوچھا۔

"اب چاہا جا کر ڈاکٹر کو بلا لاؤ۔" ہزارہ پھر گرم ہو گیا۔ ادارہ رکھ مکان کی اعجاز میں کھڑا ہو گیا  
اُڑھو نے کہا۔ "سیدھے ڈاکٹر کے پاس جانا راستے میں اٹھ دو پانیٹے نہ ڈکھا۔" ادارہ رکھ  
فہم شدہ کر کے باہر چلا گیا۔

"آنکھیں سخت صدمہ پہنچا ہے۔" ڈاکٹر نے ہارٹ الیکٹرو سادہ زبان میں ترجمہ کیا۔ "عمر کی وجہ  
سے دل کارور ہو جاتا ہے۔ ذرا گھبرائے کی ضرورت نہیں۔ البتہ دھماکا دیکھنا پڑے گا۔"  
ادارہ رکھ جانا چاہتے ہی ہمارے کی خریدی۔ اس سے صدمہ ہوا ہو گا۔" ہزارہ نے بتایا۔  
ڈاکٹر نے سر ہلایا۔ "میں بھی سمجھتا ہوں۔" پھر مزید بولا۔ "بہت لوگ ایڈیٹا ب کے ہوتے  
ہیں۔ دو میرے پاس بچتو ہے۔ کا اعتبار کرنا ہاتھ ڈاکٹر صاحب اناداس گھم کو کچھ ہو گیا تو بدنامی  
فرستے سرائے کی۔" ہزارہ گھمے گاؤں میں نہیں رہتے دیکھ۔  
ہزارہ نے ڈاکٹر کی بات سن کر دانت پیسے اور کہا۔ "گاؤں میں کیا؟ ذمہ نہیں اڑتے ہوئے گاؤں۔"  
دل میں بدل میں پوچھا۔

"انگن دیا ہے۔ اب آرام ہو جائے گا۔ انہیں اٹھنے بیٹھنے نہ دینا۔" دروازے سے باہر نکلتے  
ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ "میں لڑکے کے ہاتھ دوا بھیج دوں گا۔"  
دھرم نے دوپہر بھرت کے پانچے دروازے پر دستک دی۔ ہزارہ کی گھم کی متعلق فکڑ فکڑ کرنا  
نے ان کو بلایا مگر بھرت کی گرفتاری نے ہیوں سے طاقت چھین لی تھی۔ پھر بھی دل میں فیصلہ کیا  
کہ اگر کمال خیر نہ پہنچی ہو تو فوراً ہزارہ کا رشک کر دیں گے۔ اس کے بعد اگر بھرت کی گرفتاری کا پتہ  
پڑے تو براہ راست گھر گاؤں میں داخل ہوتے ہی جان بچان والے لوگوں کی ہمدردانہ نظرسنجی کا  
مقابلہ کریں گے بات یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ ہزارہ نے دروازہ کھولا تو اس کے پچھلے چہرے کے کوہِ دیکر  
چہن گھم گھم گئے کہ سالے اور سرور پہنچ چکا ہے۔

"پاپو کو صدمہ پہنچ گیا ہے۔" ہزارہ نے جب کہ قدم چھوئے ہوئے کہا۔ سونہن گھم خاموشی سے

"پاپا!..." چائے لبا تہہ رکھا۔ "اب تم مجھے سرکاری گواہ نہیں بنا سکو گے۔ چکا کے  
خلاف مجھے ایسی نہیں دینی پڑے گی۔ پاپا!..." پورن سنگھ کی آواز بھٹ گئی۔  
"جانو۔" سالے کو کوٹھڑی میں بند کر دو۔ پورن سنگھ کی آواز بھٹ گئی۔

حر کے وقت ہوئے دلا دشور کن چکا بیدار ہو گیا۔ چاکا کوئی کٹوری کے قریب سے لے جائے  
ہوئے دیکھا تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ "کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟" اس نے آنکھیں  
ملیں۔ اسی وقت آواز آئی۔

"پاپائی! بدلے کر آ یا ہوں۔ تمہارا پتا چنانے پولیس کو بتایا تھا۔" پھر دونوں ہتھیلیاں بکت کر  
دکھاتا ہوا چلایا۔ "مگر دھرم میرے ہاتھ بھی خون سے رنگ گئے ہیں۔ اب میں بھی تمہارے ساتھ  
پھانسی پر لٹک جاؤں گا۔" اس کی حالت دیکھ کر بھگت کی آنکھیں میچ گئیں۔ چار پھسے کی بجائے  
اب بھگت کے دل میں اس کے لئے ہمدردی کے جذبات تھے۔

صدمہ پہنچانے والی خبر سنانے کے لئے لوگ اپنی جلدی دکھاتے ہیں جیسے خوشخبری کے لئے کہ آئے  
ہوں۔ بھگت کے تانا بھی بستر سے اٹھنے ہی تھے کہ کڑکی میں ادارہ رکھ دکھائی دیا۔

"کیا کر رہے ہو ناراض گھم؟" اس کے وقت سے وقت گھر میں آنے کی بات گاؤں میں فضا  
تھی۔ "سوجا اسی طرف سے جا رہا ہوں تو آخرت پر پتہ چلوں۔"

"اور بدلے میں چائے کا کپ پیچے جاؤ۔" تانا دل میں بدل لے۔ مگر چہرے کا  
ستراہٹ بیدار کر کے احتجاج لہجے میں بولے۔ "آؤ آؤ۔۔۔ ابھی سوکر اٹھا ہوں۔"

کمرال گاؤں میں لوگ بھی جاتے جاتے کمرال کے وقت لٹھ اڈی کا منہ دکھاتا سا ماراؤں خراب  
گزرے گا۔ حالانکہ اڈی گاؤں کے لوگ ادھر اُدھر سے آنے والے لوگوں سے ملنے میں خوشی گھم  
کرتے تھے۔ کیونکہ بھر گھر کی خبر دینے والے پچھلے شخص کو دیکھ کر اڈی کے دل میں فحبت کا ڈنڈ  
آتا ہے۔ ادارہ رکھ کا تانا گھم آتا ہے۔ ہزارہ کی شادی کی دو تین سالہ بچہ مل جاتا  
تھی اس میں ادارہ رکھ کی کوٹھڑی تھی۔ "حق بات ہے کہ خبر معلوم کرنے نہیں خبر دینے آنا  
ہوں۔" چار پائی کی پٹی پر بیٹھے ہوئے اس نے بات کی ابتداء کی۔

"تم ہمیشہ خبر دینے ہی آتے ہو۔" تانا مذاق کے دھبک میں بولے۔ ان کو خیال تک نہیں  
کہ یہ دشمن صدمہ پہنچانے آیا ہے۔

"گاؤں میں اخبارات دیر سے آتے ہیں۔ اس لئے تم کو خبر نہیں ہوئی۔" انفاد کی بات سے نا  
بجھ گھم کے ادارہ رکھ باہر کی خبر لایا ہے۔ "تمہارا دوسرا گھر گرا ہو گیا ہے۔" ادارہ رکھ نے براہِ  
بیشہ کہا اس خبر کا تانا پرکھا ہو گا؟ "سب سے پہلے مجھے اطلاع ملی اور اس کے متعلق بتانے کا  
لئے سب سے پہلے میں آیا۔" اس دوران داڑھی سہلے ہوئے تانا کا ہاتھ جھکے سے پیچھے آگیا  
چار پائی کو دور سے دبا کر صدمہ پھیل لینے کی کوشش کرتے ہوئے ان کو پینٹا کیا۔ کپکپاتے ہوئے  
سے بچھو لے کر انشاؤں زبان پر جم۔ سینے میں اٹھنے ہوئے صدمہ کو دھمک پھانے کے  
دایاں ہاتھ انہوں نے سینے پر رکھا۔ پھر دوپہر پائی پر اٹنے لگے گر پڑے۔

میں اس وقت بہتر پر پڑ گیا ہوں۔" "تانا نے فکر مند ہی کہا۔

"آپ فکر نہ کریں! مقدمہ چلنے میں دن لگ جائیں گے۔" "سو ان سگھ نے اطمینان دلایا۔

"اس وقت تک تو آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔"

رات کا کھانا کھا کر ہوئے سوئیں سگھ نے جگت کی گرفتاری کی بات تفصیل سے بتائی۔ "وہ دفریہ بٹ کے جس کمرے پر کھانا تھا ہم نے وہیں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب کوٹ کے پتہ لگانے لگا ہے۔" "راجستھان سے پنجاب تک خانے میں کافی وقت صرف ہو گا۔ جگت نے بھی کہا ہے کہ ماکے پہلے پہلے کا قزم اسی کمرہ میں ہونا چاہئے۔" "تانا نے آدھ بھری۔

"پہلا اور دوسرا پتہ..."

○

جگت کے خلاف ایک نہیں بلکہ نصف درجن مقدمات مختلف عدالتوں میں داخل کئے گئے۔ "پورن سنگھ! جگت ان میں سے تین مقدمات میں ضرور پیش جائے گا۔" "مرکاوی دیکل نے نالایقہ لگا دیا۔ "پورن سنگھ یہ چاہتا تھا کہ امر قمر اسے سے پہلے شیخو پورہ میں چگا کے انہوں کے گئے لیکن ان مقدمات میں شامل ہو جائیں۔" "مرکاوی دیکل نے ان پر بھروسہ نہ کرنے کا مشورہ دیا

"اس میں قانوی انجمن پڑ جائے گی۔ وہاں دوسری حکومت ہے۔ وہ لوگ یہ مطالبہ کریں گے ہمارا بھرم ہے اس نے ہمارے حوالے کیا جائے۔ اس پتہ پر ہم اگلے جائیں گے اور چکا فرار ہو گا۔" "اس کی دوسری مقبوضہ دلیل یہ تھی کہ وہ جرائم ثابت کرنا ان کے لئے مشکل ہو گا۔ گواہوں سے ان کے لیے پتہ پورہ چھوڑ کر آئے ہوئے لوگ ادھر آ کر بکھر گئے ہیں۔ کتنے زخمی ہوں اور کتنے قوی لڑکوں میں مارے گئے ہوں گے لوگ جانے؟" "پورن سنگھ کو بگا سے دشمن ہو گئی تھی۔ "یہاں سے ہمارے گھر والے پاس اس کا پورا بار پڑا ہے۔" "پورن سنگھ کو بگا سے دشمن ہو گئی تھی۔ "یہاں سے بکے جرائم زیادہ خطرناک ہیں۔"

"ان کا ہم پر براہ راست استعمال کریں گے۔" "دیکل نے اپنی چالاک دیکھا لی۔ "وہ دو کتنا خطرناک ہے؟ یہ بیان کرنے کے لئے وہ سالہاں سے پوری طرح استعمال کر رہا ہے۔ اس بات میں تمہیں فوریہ نہیں دینا پڑے گا۔"

"پھر ٹھیک ہے۔" "پورن سنگھ نے سرت کا اظہار کیا۔ "پھر بھی اسے پورا اطمینان نہیں تھا۔ "ان سے کتنے مقدمات میں عیاشی یعنی ہے؟"

"ایک آٹس دیا۔" "تم اسے قس بار عیاشی دلا نا چاہتے ہو؟"

"وہ دن سنگھ اس کا خطرہ نہیں کر سکتا تھا۔" "میرا مطلب ہے عیاشی تو یعنی ہے؟"

"بھلے نے یہ یقین انداز کیا میں سلاطین پر آہستہ سے بولا۔" "بالکل یقینی ہے۔ اس کے علاوہ کہ مجھ سے نہ ہونا ہے چاہئے۔" "پہلے آزاد نہ ہوا ہے۔"

"پورن سنگھ کو مدد ملے۔" "مگر وہ سزا کر بولا۔" "اس کا میں نے مکمل انتظام کر دیا ہے۔ انکی ناک سے کاٹ دیا جائے گا۔"

اعدا آگئے۔ بہتر پڑنے ہوئے تانا نے آنکھوں کی گردش کے ذریعے ان کا استقبال کیا۔ سرور دادا نے دل مضبوط کرنے کے لئے کچھ وقت لیا۔

"طبیعت چمکی ہے۔" "تانا نے کھنگو کا آنکھ لگا کر جلدی سے بولے۔ "عمر کی شرم نہیں رکھتی۔" "سو ان سگھ کے لیے کھرت ارادے کے اس شخص کا ڈنڈی دل اندر سے تپ رہا ہے۔ مگر ہم بھو آئے کی تو عمر کا دن کم ہو جائے گا۔" "انہوں نے تانا کو اطمینان دلایا۔

"جگت کی ماں نے مجھے ہزارہ کی سہیلی کے لئے بھیجا ہے۔"

"تانا بھی سمجھتے تھے کہ دادا نے اس کی گرفتاری کا کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔" "مگر میں بھولانے کی قناسا نہیں رہی سوئیں سگھ۔" "بولے میں نے تکلیف کے سبب تانا نے زکر کر کیا۔" "ایک بھوکو گھر میں لا کر اس کی زندگی ہم نے جنم بنادی۔"

"یہ تو ہم سمجھتے ہیں۔" "مگر بھوان اتنا کھانا نہیں ہے۔" "سوئیں سگھ بولے۔

"یہ بدل بھلانے کی بات ہے۔" "تانا بولے۔

"بھوکو میرا امین جارہا ہے۔" "سوئیں سگھ نے دس سرت لے لی۔ جب تانا سرت کے بیچ سے اٹھ کر بیٹھ گئے۔" "لے کر کے بڑے چہرے پر روشنی چمکی گئی۔" "مگر بحریٹ گئے۔

ایک آدھ بھری۔

"کچھ دن پہلے یہ غلطی تو سارے گاؤں میں مٹھائی تقسیم کرتا۔" "انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔" "مگر ان میں کسی خرافات کرتا ہے۔ ایک آٹھ سے رونا اور دوسری سے ہنسا،

کیسے ہو سکتا ہے؟" "ان کی ان عیاشیوں ایک کڑوا ہو گئیں۔

بہت دیر تک دادا اور سرور خاص رہے۔ ہزارہ بھون کے لئے لی لایا تو سوئیں سگھ نے کہا۔

"ہزارہ اکھر میں پانا بندھنے والا ہے، اس کی خوشخبری دینے آیا ہوا ہے۔" "پھر سارے اور سرور کا نام کرنے کا خاطر اس کا پورا خیال ایک سانس میں لی گئے۔

"چند دن کو روکا رو زیادہ مٹھلا پڑے گا۔" "تانا نے کہا۔ انہیں ڈر تھا کہ جگت کی گرفتاری بھوکا ہوا تو ذرے کی تو جیسے کہے ہی گئے کہ سگھ سے پہلے کہ تم دوڑھ جائیں گے۔" "تانا نے کھانا بھوکا پوری حفاظت کے۔ اسے ڈر اسامہ مدمتہ پہنچتے نہ دے۔"

"وہ بھاری تو ہمیں مدد نہ ہو، اس کی گرفتاری ہے۔" "سوئیں سگھ نے تانا کو مضبوط کرنے کے لئے کہا۔ "ہم اگر مضبوط نہ کرے تو وہ یقیناً اندر سے فوٹ جائے گی۔"

اب تانا اپنے سابقہ حزان پر لوٹ آئے۔ "اے ہم اس طرح بار ماننے والے نہیں۔" "نما عدالت میں مجرم ثابت کرنے میں پولیس کا ناک میں دم آ جائے گا۔" "حالا کہ انہیں یہ افسوس تھا کہ یہاں کی عیاشی کے اکثر شیخو پورہ میں جگت پکڑا جاتا تو وہ بہت کچھ کر سکتے۔ وہاں خاص جان پہچان تھی۔" "اس کی مٹھائی کی تیاری کی یا نہیں؟" "تانا نے کھنگو جائیں رکھی۔" "پچھتے خرچ کرنے میں کچھ نوکر نہ دیکھا۔"

"یہ کام جگت کے دوست کرتا رہا اپنے ذمے لے لیا ہے۔" "جوان بہت چالاک ہے اور ہم ہوا بھی۔" "وہ تو یہاں تک تیار ہے کہ جگت کو جیل سے اٹھالائے گا۔"



"میرے کہنے کا مطلب اور ہے۔" وکیل نے دہرا اشارہ کیا۔ "جیل میں خودکشی کرنا بہت نڈل جائے۔"  
 "بات مانگن ہے۔" پورن سمجھ زعہب سے بولا۔ "چکا کوئیں جاتا ہوں۔ وہ خودکشی کرے یا کسی پانا بڑھکے گا۔"  
 "مکرتوہ بہادر ہے۔" وکیل نے آخری ضرب لگائی۔



جکت کو قحانے میں رکھنے کے خطرے سے پورن سمجھ اچھی طرح واقف تھا۔ پہلے وہ شہنشاہ عداوت سے فرار ہو چکا تھا وہ جاتا تھا۔ مقدمے کے عرصے تک چلنے والے تھے اس لئے اس جاکا کی ذمہ داری جیل والوں پر ڈال دی۔ اندر نرا کیدی کی حیثیت سے جکت امرتسر جیل میں ہو چکا تھا۔ جیل سوبر نے پہلے دن جیل کے حکام کو خبردار کر دیا تھا۔  
 "دیکھنا! یہ شخص ہماری عزت خراب کر سکتا ہے۔ اس کی کڑی نگرانی رکھی جائے۔"  
 عداوت اس مقدمے جکت جیل میں کی حیثیت سے تھا، مجرم نہیں۔ جیل میں ہونے باوجود اسے قیدی کا لباس نہیں ملا تھا۔ ضروری نہیں کہ کسی اس لئے دوسرے قیدیوں سے ملنا ہو نہیں سکتا تھا۔ جیل سے فرار ہونے کے لئے کسی کو کسی کو ساتھ لانا ہی پڑتا ہے۔ ستریاں رشتہ دینی پڑتی ہے، فی الحال کو ایسا کوئی موقع ملنے کے حالات نہیں تھے۔ عداوت اور جیل درمیان کافی پھر کھڑے تھے۔ اس دوران کوئی موقع فراہم ہوتا تو فرار ممکن ہو سکتا تھا۔ مگر اس کے باہر کی مدد ضروری تھی۔ جکت نے ایک آہ بھری۔ پہلے جیسے ساتھی کہاں تھے؟ وہ ان کے پاس سے ہٹا کر مارا گیا۔ یہ یاد آتے ہی اس کا دل بھڑک اٹھا۔ کچھ نہیں ہے۔ اور وہ شہنشاہ کو خود اس خود سے ڈر رہا تھا۔

"دوسرا کوئی بیچ چکا ہوتا اچھا ہے۔" جکت نے سوچا۔  
 پورن سمجھ نے جکت سے جرم قبول کرانے کے سلسلے میں آخر تک کوشش کی تھی۔ "اے سائیں کو نام یاد آتا ہے؟ میں جیسے پچاسی کے سلسلے میں آؤں گا۔"  
 جکت کے لبوں پر ہلکی سا کراہٹ دوڑ گئی۔ "پچانے والا اوپر بیٹھا ہے۔ سائیں سے خدا کے اوپر والے کی عداوت کا مجرم نہیں ہوں گا۔"  
 "تم اپنے بچے کا منہ دیکھنے کے لئے بھی زندہ نہیں ہو گے۔" پولیس چیف تنگ آکر بولا۔  
 "بچے کا منہ دیکھنے کے لئے اپنے سائیں سے خدا کی کڑی کو تو وہ بڑا اور میرا چہرہ دو گنا نہیں کرے گا۔" جکت نے بڑے جوش گیسے میں کہا۔ "اؤ کا اچھا نہیں ہوتا۔"  
 "معاذی اللہ! یہ چڑھو گے تو اچھا نہیں ہو جائے گا۔" پورن سمجھ نے ہنستے چہرے کا اظہار کیا۔  
 "معاذی اللہ! معاذی اللہ! معاذی اللہ! جکت بھڑک گیا۔ "یہ ایک عداوت ہزار ضروریہ کو ہزاروں جو ہو سکے کہ لیا۔" جکت کی بات کے جواب میں دن دار جو سے چٹا پورن سمجھ چلا گیا۔

بھڑکالہ کے جوہری بازار لوٹنے کا مقدمہ شروع ہوا تو عداوت بھڑکی تھی۔ جکت کو پولیس

میں سٹاپ ہو کر کے ساتھ لایا جاتا البتہ چٹا کے لئے اس قدر حفاظت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی۔ جیل میں الگ الگ رکھے ہوئے چار حرکت عداوت میں پہلو پہ پہلو بیٹھے نظر آتے تھے۔ چٹا اب پہلے بیٹھا بھولا یا پورن پوک نہیں رہا تھا۔ چٹا کے کمر کے بعد اس کی حالت بدل گئی تھی کہ اس کا بھوت لگ گیا۔

"چٹا فرار ہونے کا موقع تلاش کرنا ہے۔" یہ کہنے کے بعد جکت کو اس کے چہرے پر حیرت یا خوف کے آثار نظر نہ آئے۔ وہ صرف آہستہ سے ہنسا تھا۔

"بھڑکے۔" جکت نے آہستہ آہستہ کہا۔ "بھڑکے ہم دونوں کے لئے۔"  
 کسی کا دھیان ان کی طرف نہ ہو جائے اس کے چٹا کو یہ خوش رہا۔ وہ دونوں لاپرواہی سے بچ بیٹھے ہوئے تھے جیسے انہیں مقدمے سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ محو سے محو سے وقتے سے چٹا نے چٹا کے کمر کی قیدیں جکت کو بتا دی۔ پھر آہ بھر کر بولا۔

"میں رہا ہوں تو میرے ہاتھوں میں عداوت ہو گا۔ اس نالائق کی طرح کچھ کچھ میری ماں کے پیٹ میں پرورش پا رہا ہے۔" جکت نے بھری عداوت کے آخر میں جیسی ہوئی پریم جیت کی جانب دیکھا۔ اس عورت کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب تھا۔ جیسے بارہا تھا۔  
 جکت کی کوئی سے جہاز کا دھڑکی ہو گیا تھا وہ اس راج جوہری گواہ کے کمرے میں آکر کھڑا ہو گیا تو جکت کو پہلی آگئی۔ ٹانے کے پاس سے گئے ہوئے ہاتھ کی آستین چھٹکی کی طرح ہوا میں بچڑ بچڑا رہی تھی۔  
 "جیسی مارنے کا نتیجہ۔" اس نے کلمے کا تھوڑا کچھ کہہ کر کہا۔ پھر اس کی پیشانی پر لکیریں اُبھر آئیں۔  
 "اب میرے ظاف کو ہی دینے آیا ہے۔ اگر آزاد ہوا تو اس کی زبان کاٹ ڈال گا۔"



سب سے پہلا فیصلہ جوہری بازار کی لوٹ کا ہونے والا تھا۔ جکت کے کمر کے سب لوگ چارہ سے بے چینی کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک طرف چٹن کوڑ کے پیٹ میں مٹا کا بو بہلاتا جا رہا تھا تو دوسری جانب اس کا دل خوف سے لرز رہا تھا۔ پیٹ کی خلا میں بچہ کھوٹا تو اس کے دل میں چٹا ہوا خوف کوئی کوئی دکھ میں بدل دیتا۔ پھر جیسی ہوا اپنے دکھ کو چٹا کا ایک دوسرے کو کھلی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ سوئیں جکت کے عداوت سے کوئی سے اظہار میں چٹن۔ اس کی ہمت نے ٹھہرے سے کہا ہوا تھا۔ "سب کا تیش کہنے کی ضرورت نہیں۔ جو بات ہو بہرداشت ذکر کرنا وہ نہ کہتا۔" سوئیں جکت عداوت میں موافقت کی باتیں کر کے ان کا دل بھلائے ہوئے اپنی ذات کو دھوکہ دے رہے تھے۔

"ماں جی! اکل فیصلہ ہونے والا ہے۔" چٹن کو کچھ ہوئے دل سے بولی۔ "تم مندر جا کر سر ہٹا کر دیکھو۔" گاؤں کے گردوارے جانے کا ارادہ تو اس نے بہت عرصے سے کر رکھا تھا مگر اب اس کے بڑے گردوارے تک جانے کی ان میں بہت تنگی تھی۔  
 "چٹن! ان دونوں میں جیسے سڑکی تکلیف برداشت نہیں ہوگی۔" مگر بھوکا بچا ہوا چہرہ دیکھ کر

ہاتھ بلند ہو کر سرکار کے انداز میں گرے۔ آنکھوں سے تار کے خستے پھوٹے۔ وہ جڑے سے ہاتھ پر ماتم کر رہے تھے یا سانی مانگ رہے تھے اس سے پہلے کہ ان کی ہچکچاہٹ دیر ہو جاتی ہوئی باہر جاگے۔ چندن کو یہ برداشت نہ کر سکی۔ وہ اس کے پیچھے تیز قدموں سے نکلتی گئی۔ ناں جس کی ہوئی پشت سے اس کے پیچھے بڑھیں۔

"بھو! نک جا۔ میں تک سر کے فرش پر پاؤں نہ پھل جائے۔" مگر چندن کی رفتار کم نہ آئی۔ مندر کے دروازے کے قریب اس نے دیو کا بازو تھام لیا۔

"دیو! ماتم اس طرح کہاں فرما رہی ہو؟" دیو خوفزدہ نظروں سے اس پاس دیکھ رہی تھی۔ ہاتھ دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ایک مرد کو دیکھ کر چندن کے ہاتھ سے بازو چھڑا لیا۔ "مجھے جانے دو چندن!" چندن کو رائے دے دئے گئے لئے ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ مگر آئی لمے اس کی بھاری آواز سنائی دی۔

"ابھی جلدی کر۔" ایسے کی دغا مانگنے میں اتنی دیر کر دی۔ رکتہ کڑا ہے۔ لہجہ لہجہ کی بس چلی ہے گی۔"

"میں جا رہی ہوں۔" دیو دیر بھر آواز میں بولی۔ پھر چندن کو رکے پیٹ پر جا رہی نظر آ کر بولی۔ "مجھے کو میری طرف سے پیار کرنا۔" اس کی آواز بھرا لگی۔ لڑکھائی چال سے وہ اس کی جانب بڑھتی۔ اسی لمحے ناں بھی باہت ہوئی وہاں بھاگ نکلیں۔ انہوں نے رکشے میں بیٹھی دنگو سے دیکھتے ہوئے بہہ بہہ کر۔

"کیسی طرح دوڑ پڑیں۔ پیٹ میں بچے اس کا خیال بھی نہیں آیا؟" تیزی سے دوڑتے بڑھتے گئے پیچھے نظر چھڑا کر چندن نے آہ بھری۔

"لعینان سے ملاقات بھی نہ ہوئی۔"

"جو کچھ ہوا ٹھیک ہوا۔" ناں جی سے سخت لپٹے میں کہتا جا رہا تھا۔ مگر آواز بیک گئی۔ "اُسی کی وجہ برا بننا پڑا اور ناں جی سب دیکھتے کا وقت آیا۔"

"ناں جی! وہ ہمارے بیٹے کی حفاظت کی دغا مانگتے آئی تھی۔" چندن کو کی نظر میں اب بھی اس نے پرجی ہوئی تھیں جس سے رکتہ کڑا تھا۔ "میں نے صاف صاف سنا تھا وہ اپنی زندگی کے دان کی زندگی کی دغا کر رہی تھی۔" کچھ دیر ساں بھو خاموش دھیر۔ چندن کو کراہ خیال آیا کہ وہ دیو کا پتہ لگانا نہ لیا۔ وہ شخص لہجہ لہجہ کی پس کے لئے جلدی کر رہا تھا۔ کیا وہ نہیں روکتی ہو؟ دروازے سے باہر نکل کر اس نے ساں سے پوچھا۔

"ناں جی! ہم جس میں تفریق کوٹ جائیں تو جلدی بھاگ جائیں گے۔" اس نے ہنس میں تھیں تکلیف اٹھائی پڑے گی۔ آرام ٹھیک۔

"نہ میں جاؤں گے۔"

"نہ کو کو چپ رہنا پڑا۔" ٹھیک سے سفر کے دوران نہ دیو کے خیالات میں گم رہی۔ ناں جی کے فیصلے کے خیالات میں ڈوب گئیں۔

ناں جی وقت عدالت میں جبری بازار میں کا فیصلہ پایا جا رہا تھا۔

ناں کا دل بھی جھج گیا۔ ہر ایک کھٹک اس مندر کی دغا پر یوں یقین رکھتا تھا۔ کھٹک کے علاوہ دوسری قوت کے لوگ بھی اس ترس کے گولڈن فیل کے تالاب میں ڈبکی مار کر من کی مراد پوری کرنے کی آواز کرتے ہیں۔ ناں جی سے سوچا کہ بچہ کی خواہش پوری نہ کی اور محبت کے کس کا غلط فیصلہ ہوا زندگی بھر اسوں رہے گا۔ بہتر ہے بھو! تمہارے سر کے ساتھ مل کر ہم جائیں گے۔ آنے والا۔ بچے کو بھی دغا کی ضرورت ہے۔"

○

گولڈن فیل کے تالاب میں نہا کر ساں بھو نے محبت کی حفاظت کے لئے سچے دل سے ڈی۔ "ہمارے خاندان کی حفاظت کرنا تم سر کی اکال۔"

نہا نے کے بعد ناں گولی کر کے ساں بھو کو رکتہ صاحب کے سامنے سر جھکانے کے ا مندر نکلیں۔ لوگوں کی لمبی قطاری ہوئی جس میں عورتیں زیادہ نظر آ رہی تھیں۔ دوپٹے سے، دھاب کر انھیں جھکائے چندن کو اور ناں جی نے ہر اس کی پرانتھا میں دل لگایا۔ قطار میں کھڑی عورتیں گرد گرد کھڑے کوسر جھکا کر اور پھول رکھ کر داناں ہٹ جاتی تھیں۔ لیٹین اور بھتی کا ہاتھ آ رہی کے بے قرار دل کو سکون بخشی رہا تھا۔ رکتہ صاحب کو پڑتے ہوئے کوئی بھی سنیہ ڈانسی میں بھر پڑا رہی تھی۔ ان کے حسین چہرے پر روح اور ہوری کی روشنی بھگ رہی تھی۔ ان کی منم آواز میں اعتقاد اور ایمان کی خوشبو محسوس ہورہی تھی۔ اُونے تھتے پر۔ کی پڑا بھاوا تھا جس پر گرد رکتہ کھلا دکھا تھا۔ عداوت کرنے والے رشتہ کی پڑے پر پھول رکھ کر بھو لیٹین انداز میں سر جھکانے جا رہے تھے۔ پھر چندن کو کی ہادی آ گئی۔ دونوں تھیلیوں کے پھول اس نے روشنی پڑے پر دیکھے، پھر بڑھا مائی۔

"میری کو کھ بھری ہے تو اب اس پر رحم بھی کرنا۔ اس کے سر پر باب کا سایہ قائم رکھنا پڑے گا۔ چندن کو کے آسودہ منہ کی پڑے سے بڑھنے لگے۔ وہ اپنی دغا میں اتنی کو بھی کر ہاں سر دیکھ کر سسکا رہی ہوئی عورت کی جانب پھیلے تو اس کی توجہ نہیں گئی۔ سر سسکیوں کے ساتھ کھے جانے والے الفا اس کی سماعت سے بھڑانے تو دل کے تار جھٹکنا آئے۔ وہ جانی پہچانی آواز کر رکتہ صاحب کے حضور عاجزی کر رہی تھی۔

"ست سر کی اکال! ان کی گردن میں بندھے ہوئے قہور کی لاج رکھنا۔ چاہے اس کے بڑا میری ساری زندگی لے لیتا۔ مگر ان کی حفاظت کرنا مانگ!"

چندن کو نے جلدی سے کھڑی ہو کر پیچھے کھڑی ساں کے لئے جھک جاتی۔ بھتی ہوئی اچھی دوپٹے سے خشک کر کے وہ اس عورت کا چہرہ دیکھتے گئی۔ چہرہ دیکھنے کے بعد اس کے سینے میں طوفان اٹھنے لگا۔ چندن کو اس کا جسم جھٹکنا تار۔ پھر بڑھتے ہوئے اس سے آواز گئی۔

"دیو!"

اس عورت نے چوک کر نظر اٹھائی۔ چندن کو کو دیکھتے ہی اس کے ہیکے پھرے پر چمک اٹھی۔ چندن کو کہنا چاہتی تھی۔ "دیو! اب تک تم کہاں تھیں؟ تم نے اپنی کیا عادت بنائی؟" مگر آئی ماس چوک کر کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے پہلے چندن کی جانب، پھر دیو کو جلدی سے دیکھا۔



غبار کے پیواری کوچ بازار لوٹنے کے بعد چچی لولی کے ساتھ فرار ہو رہا تھا تو اس کے حق القاب کرنے ہوئے گاؤں والوں میں سے ایک شٹ ہو گیا تھا۔ اس طرح لوٹ اور رکے دوسرے جرم کا مقدمہ شروع ہوا۔ پورن نگہ اور سرکاری وکیل اس کیس میں پورا مجرب و دیکھے ادا کے فوراً بعد جکت کا خبر گزار ہو گیا تھا جسے پولیس نے سرکاری گواہ بنالیا تھا۔

”صاحب! کیس کے بعد مجھے خوار نہ کرے یہ خیال رکھنا!“ خبر بار بار پولیس کے سامنے لڑتا۔ ”میرے بیوی بچے تھیں جو باغیر گئے۔“

”تم خواہ زندہ ہو گمراہ رہے ہو، بشن نگہ!“ پورن نگہ نے انھیں پھینکا کر کہا۔ ”کیس ختم ہونے بعد جاکہ زندہ ہی نہیں رہے گا۔“ محکم کیس کے خاتمے تک پورن نگہ، بشن نگہ کی پوری حفاظت کرنا تھا۔ چکا کا کوئی ساتھی اس تک پہنچ نہ سکے، اُسے دھکا کر گواہی دینے سے روکا نہ جائے اُسے گئے تخت انتظام کرنا پڑا تھا۔ چنا کے بارے میں وہ غافل رہا جس سے چوہری بازار کے کافیلٹر صرف دو سال کی عمر پر ختم ہو گیا تھا۔

بشن نگہ کے کہنے سے کھڑا ہوا تو جکت نے اُسے تیز نظر دے سے گھورا۔ دوسرے لمحے بشن نگہ نے کھڑکی میں جھکی۔ اس کے بعد وہ جکت سے انھیں نہیں ملا سکا۔

”ہجرم کے کہنے سے کھڑے ہوئے تھیں تو تم بچا تھے؟“ تب بشن نگہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

”کیون ہے؟“ ایسا سوال ہوا تو بھی اُس نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ ”چچا۔“ چچا ڈاکر۔

بشن نگہ نے اختلاف کیا۔ ”مختور والا؟ فریادی کا گواہ ہجرم کو دیکھے بغیر جواب دے رہا یا اس طرح جواب دے رہا ہے؟ اسے کھڑا کر لایا گیا۔“

”مختور والا؟“ سرکاری وکیل گرم ہو گیا۔ ”اس کے لئے ہجرم ذمہ دار ہے۔ وہ دہاں کڑا گواہ کو ہکی کوشش کر رہا ہے۔“

انے جلت سے کہا: ”عدالت کے کام میں اس طرح دخل دینا جرم ہے۔ یہ اب خیال رکھنا۔“  
 لیکن حکم نظر سے تباہ کیا۔ پورن حکم نے ہونٹ کاٹے۔

یوسف کا انتظار رہا ہے، کسے؟ عزیزوں سے بکرا اوجاگا سے کہا تو نہیں جائے گا۔“  
 رے دن کی ہوئی عدالت کے وقت پولیس چیف کو اس کا جواب مل گیا۔ دونوں مجرموں کو  
 شرفاً لے جانے کے بعد وہ میز پر کسی کے قریب کھڑا ہونے کو لے کر آنے والی چیپ کا انتظار  
 تھا۔ کس شے کے لئے گاؤں کے لوگوں کی بڑی جھجڑی ہوئی تھی جس سے عدالت کے  
 دروازہ بند کرنا تھا۔ مہین کو لے کر آنے والی چیپ دروازے کے قریب آئی۔ دروازہ  
 ابھی اٹھے ایک ٹکڑہ پوراں پہلو سے پران نکلی کہ چیپ کی جانب چھوٹا۔ پوراں ٹکڑہ یہ دیکھ

پہلے فیصلے کے وقت بھی محبت نے کہا تھا۔ ”پہلی میں اس کے سال دو سال کم ہو جائیں گے کیا ہوگا؟ دو سال اور اس میں ہمارا کیا فائدہ ہوتا ہے؟“ شائے ان کا یہ کوئلے نے حیرت اظہار کیا تھا۔ ایسا لارہ اور مکمل اسے پہلے بھی نہیں ملا تھا۔ وہ بڑے بڑے مجرموں کے کیس لڑتا تھا۔ خود کو بچا لینے کے لئے قاتل سے سخت دل لوگ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر گڑ گڑاتے تھے ”صاحب! مجھے پھانسی لادو“ اور یہاں تک کہ مرزاں کے زندگی بھر جذبات میں آتا تھا اور نہ ہی خوفزدہ ہوتا۔ اس نے بڑا عجیب اور دل پر واہ مزاج پایا تھا۔

کرنا رعادت میں گزار حاضر ہونا تھا۔ اس کے باوجود وہیں میں سلطنت وکالی میں بیٹھا  
جگت کے چھپاے ہوئے بال کے اس نے رات بھر میں بیٹا ہر وقت بنائے تھے۔ وہ کل کی نہیں  
سرسے خرچ میں نصف رقم ختم ہو چکی تھی اور ابھی دو برس بعد سے نصف رات میں تھے۔ اب  
کتنی بڑی خرچ خرچ کرنا؟ اسے وہ اس کاظم تھا۔ جگت کے باپ کو پرستہ لڑنے کا جو نہ تھے اس  
کے متبادل خرچ خرچ کرنا تھا۔ جگت کی کئی حدیں اس اور سات سال کے بیٹے کے خلاف  
دلی گہر میں شامل نہ کر کے جگت کے مشورے کو اس نے بدلی ہے قبول کر لیا تھا۔  
بھروسے کے کٹھن سے جگت اور چنا کو پھینک باہر لے جادی کسی تو اس نے کئی نہیں۔  
جگت کی جانب دیکھا۔ جگت نے اسے دیکھ کر دین تھکی کئی زور سے کئی بھر تکی لیا  
کے رات چپے ہوئے اشارہ کیا۔ کتنا اچھا کہ جگت اسے اپنی کس پاد کر رہا ہے۔ وہ دھڑکی  
عدالت کے کمرے سے باہر چلا گیا۔ دوول میں سوچ رہا تھا، کیا وہ اپنی کس واپس آجک رہا ہے؟  
کیوں؟ اس خیال نے اسے بھین کر دیا۔ جگت نے جگت کو ہونے کے لیے ایسا خرچ کیا اور  
رہا ہے؟ اس خیال نے اسے لڑنا دیا۔ عدالت کے کمرے میں کس پھینک باہر لے جگت کو  
تھے تو کتنا اچھا کہ اخبار تمام کر لکھ رہا تھا۔ جیسے ہی جگت میں سے گزرا وہ بندھا دیا  
اخبار پڑھنے لگا۔

”جلدی کا نتیجہ اسی کا تھا۔ انسان کو انتظار کرنا چاہئے۔“ بکت نے یہ سنا دواؤں کے لئے چلا ہوا پولیس والا بھی، اٹھاپن کے چوکھٹے، بس نے کتار کی جانب دیکھا۔ کتار میں بھلا کر بٹ ”یہ ہمارے وزیرِ اعلیٰ کا تقریر ہے۔ پر جاگو کیسے جیسے دے رہے ہیں۔“ بکت کو کتار کی چام پھرنے کی، محرومہ اور احماد نہ لگا۔



”بھائی! اب تم جاؤ۔ وہاں ہاں ہلک کر رہے ہوں گے۔ پہلے خوشخبری دینا، پھر پوچھیں تو فیصلے کے بارے میں تناؤ۔“

”ساری کڑیوں میں گزار دینا تو بھول گیا تھا۔ اے! اور کچھ جلدی سے اس نے جوتے پہنے۔“

”میں جا رہا ہوں۔ یہاں سے چھپ کر اپنے گھر کے حائل کر کے بھاگتا ہوں۔ باہر کے کسی شخص سے آئینہ فیصلہ کی خبر نہ ملے میں ایسا انتقام کر کے آ جاؤں۔ پھر کسی کا خبر؟“

جب کمرے کے قریب پہنچا۔ کڑکی کھلی ہوئی تھی۔ آگن میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ سب نے ہزاروں کی جانب ہورواں نظروں سے دیکھا۔ ایک نے کہا۔  
 ”آگیا۔“ کمرے سے دیر ہو گئی۔ ”ہزارہ کتنے میں آگیا۔“ آگن میں چارپائی پر پٹا کا جسم پڑا ہوا تھا۔ رابرٹس کی کاویا بل رہا تھا۔۔۔۔۔  
 ”یا پو۔“ اُن کی آواز صحت گئی۔ وہ دوڑ کر ٹاٹا سے بیٹے پر گر کر۔ وہ دھک دھک کر رہا ہوا کہہ رہا تھا۔ ”آپ نے کیوں جلدی کی؟“ میرے کوئے تنک تو غصہ مارتا تھا۔ یہ غرین کر تھا مارا دل غصہ ہوتا کر رہا تھے۔ گھر بیٹا ہوا ہے۔ ”لوگوں کی آنکھیں حریت سے کھیل نکلیں۔“

”قدرت بھی کیا تکمیل ملتی ہے۔ باپ کو سزا سے موت اور اُن اُس کے گھر بیٹے کا جہنم اور  
ایسی دورانِ تپانے لوگ سحرار گئے۔ کوئی یلا۔ دوئیں آدیس نے فل کر ہزاروں کا خوش کیا۔  
”بارہ سے یک۔ تو انہیں کچھ نہیں تھا۔ پھر خود ہی غصے ہو گئے۔ بارہ والے لڑکے کو دوڑایا۔  
”جا ادا رات کچھ کو چلا۔ ادا رات بچہ کو کرتا؟ انا نے زبردستی کر کے چھپا کیا فیصلہ ہوا؟ اگر میں بتایا  
تو گناہگار بھی کیا ہے تو اس کھانڈی سے تیرا میرا ڈونڈو گا۔ بے جا رہ ڈیکھا۔ کہہ دیا چاسی ہو  
اسی اندر ہی کہہ کہہ گناہگار کے باپ ہیں کہ۔ ڈانڈا کیا کر رہ ہو چکی ہے۔“  
اس کے بعد تان کی آخری رسم کی تاریاں ہو گئیں۔

[illegible]

”مجھے مرنا نہیں ہے۔۔۔ مجھے جینے دوا“ کوئی گڑبگڑا رہا تھا۔ وہ کوئی قیدی تھا۔ ”میرے مگر دوسرا سچ ہے۔۔۔ یورپی ماں ہے۔۔۔ اُن کی خاطر۔۔۔“ مگر اُس کا جملہ اوصور وارہ گیا۔

”زیر دوستی اُنھار لے چلا“ کسی کی تھکسانہ آواز سنائی دی۔ وہ آواز جیل سو پر کی تھی۔ جلت سبھ

جواب نہ ملتا تو وہ یہ کہیں ہو گئیں۔۔۔ مجھے بتاؤ۔۔۔ پھر مجھے خاموشی رہی تو وہ جوش میں پھوٹیں۔۔۔ تم ہوئی؟۔۔۔ ہزاروں نئے گھنٹوں سے انہماک میں جواب دو، پھر گردن ہٹائی۔ اس سے پہلے کہ کمال کی جگہ بند ہو کر سے جلی جاتی رہی۔ تینوں اندر دوڑ گئے۔ یہاں پرانی بڑی بیسی گھنٹوں میں دینے کے لیے ایک کمرہ کر رہی تھی۔۔۔

”ہیرا! کھلب کھلب چھوٹ گیا۔۔۔ مجھے بھی پانی ہی چڑھا دو!“

”بہو۔۔۔ بہو۔۔۔“ کہتے ہوئے اس جی نے اُس کے شانے قہقہے لے۔ ”جی! آپ کیسے ہو۔۔۔“  
 ”ہو۔۔۔ یہ کہہ کر انہوں نے اُسے طاقت لگا کر لٹا دیا۔ چدن کو اپنی خوب کورک دکھائی۔ اس نے شانے قہقہے کرتے ہوئے دو دروازے اچھل کر پھر نکلتی۔  
 ”بزارہ! اس کے پتہ چلا تو!“ مانا جی نے جی کر کہا۔ بزارہ جا رہا جی کے قریب آ کر کھڑا گیا۔ یہاں تک کہ جی کو سمجھوئے ہوئے اُسے شرم محسوس ہوئی۔ مانا جی کہیں۔۔۔ میں کبھی۔۔۔  
 ”اس کے پتہ قہقہے لے!“ بزارہ نے ایک دم چدن کے پتہ چلا دیے۔ چدن کو بڑی طرف سے۔۔۔  
 ”جی۔۔۔ پتہ رہی جی۔۔۔ اور پھر وہ تھک گئی۔ اچانک اُس کے سینے میں درد اٹھا۔ پھر پیٹ میں تپ بڑھنے لگی۔“

”اوہاں! کچھ ہو رہا ہے۔“ اس کے ہاتھ پر جھپٹنے لگے۔ جس پر یہ مبینہ ہونے لگا۔  
جی چوک گئیں۔ اب کہنا چاہئے؟ ”جاؤ اورانی لاؤ۔“ نکت کے باپ سے انہوں نے کہا۔  
جس حد سے نہ سنبھل پائے تھے۔ وہ احقوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔ مایا بھی  
”جاؤ۔“ جلدی جاؤ! بھوکا وقت ہو گیا ہے۔“ سوسن نکتہ سے ٹھہرتی پر سے لائسن کی تو مایا  
بہرے کہا۔

”چنانچہ اس وقت ذرا بہت سے کام لیا۔“ پھر حکم دیتے والے لہجے میں بولیں۔ ”انکار  
 جان کیا نہیں میرے بچے کی قسم ہے۔“

حکم کے وقت چنانچہ کو ٹھیکہ ملا آخری نصف گھنٹہ بہت دور سہاڑا سوئیں حکم دور پڑا  
 کر آئے ہیں یعنی میں انداز میں گھوڑا کن رہے تھے۔ کمرے میں باقی کن اور پڑا تھی

کی تھیں۔ چنانچہ کو ٹھیکہ ملا

”بھگوان! تم مجھے اوپر بلاؤ۔ اب میرا کام پورا ہو گیا۔“ اور نیچے کے رونے کی بجلی ادا ہوئی۔ جس کا چمڑی ہوئی کسانوں کے درمیان انتظار تھا، اس نے پہلی آمد کا اعلان کیا۔ سونچو اور ہزارہ کے چہرے پر مسرت کی ہلکی لکیریں نظر آئیں۔ اسی لمحے ماں جی نے خبر دی۔

سرت کے آٹو چمک پڑے۔ سونہر سکہ کے زخار بیگ مجھے۔ بھوکھی ہے؟“  
 ”بھوکھ ہے۔ تمہی قسم کی لڑکی میں نہیں۔“  
 خاندان کا وہ بچہ ملا۔ اس کی خوش قسمتی تھی کہ، جیل سے جیل تقسیم ہوئے۔ مہاراجا کا دل  
 وہی گھٹیا بھرجی سب ایک طرح سے راحت محسوس کر رہے تھے۔ ایک زبردست امتحان ہے  
 اترنے کی راحت تھی۔ سچ ہوئی تو ان کی اسے ہزارہ کو لایا۔

کیا کسی قیدی کو چھائی کے لئے لے جایا جا رہا ہے۔ شوق رعب کا تھا اس لئے کہابرقلا کردہ قیدی کی قریبی کوکڑی کا ہے۔ اب بہت سے قدموں کی آواز سن کر رعب آ رہی ہیں۔ درمیان میں قیدی کی ٹھیکس سنا لی دہری ہیں۔ اسی آس کی جھوڑ چھائی کی۔

”بے جا رہ۔۔۔“ بڑا درک بکت نے انھیں پھیلایا۔ چار آدمی اسے لٹکا کر لے جاتے نظر آئے۔ اسی قیدی نے ٹھوکر مار کر ایک میٹ سے اپنا ہر چڑا لیا۔ میٹ کو قاتل کی پتلا جیکر کھنڈ لگ گیا اس لئے وہ قدرے دوہرا ہو گیا۔ سو رہ لایا۔

”سالہ سا سیر کیا طر ح رہتا ہے بار بار کمرے سے؟“ ایک میٹ نے اس کا ہاتھ تھاما تو اقلہ نصے میں بھر کر قیدی نے اس کا ہاتھ تھرو دیا۔ وہ چیخ اٹھا۔

”ارے بیوقوف!“ بکت چٹا سر ہا سے تو کیوں بے زنتی ہے سر رہا ہے؟ چپے ہی کیوں چار آدمیوں سے اپنے جسم کا غوار ہوا؟“

”تم خاموش رہو!“ بکت سہ پہر سے بکت کو دیکھیں نہ کیا۔ ”تم خاموش رہو!“

بکت سہ پہر کے کمرے سے کمرے سے زناں پر دانت رکھ کر دو ملاخوں کے درمیان سے ڈنڈی سو پر پھوٹا۔ کوکڑی کا چوکر کمرہ رات میں کوکڑی کی جانب جھپٹا۔ ”صاحب پر ٹھوکر ہے؟“

صاحب اس وقت جلدی میں تھا اس لئے بکنا جھٹکا چلا گیا۔ ”چھائی ہو جانے دے اور بھرتی فر لوں گا۔“

صاحب کے جانے کے بعد چوکریدار نے نصے سے کہا۔ ”آٹھ سو پائیس! تم کیوں دھوہرہ لے کر درمیان وقل رہتے ہو؟“

”یار چھائی پر چڑھنا ہی ہے تو ذرا کیا؟“

”بھرتی شورو کیا کر رہا تھا؟“ چوکریدار نے پوچھا۔

”مرد کی طرح چپے ہوئے چھائی کے لئے چڑھنا چاہئے۔“ بکنا بولا۔

”یکو کڑی اس کی ہوتی ہے چھائی کا کٹے بھوں کے پچھے چھوٹ جاتے ہیں۔“ چوکریدار نے پہلی بار اسے اس کی طرف مخاطب کیا۔ بکت کو اس کی اچانیت پسند آئی۔

”کے کسے کیا تھا اس نے؟“

”ایسی ہی تو۔“ چوکریدار دیکھی سے کہہ رہا تھا۔ ”یہی پر اسے شک تھا۔ کھاڑی سے سر ہوا دیا۔ عدالت میں اقرار کیا۔ چھائی کی سزا سن کر ہشتار بہ اسے کل تک خوش حوازی ہی تھا۔ مگر اس وقت جی چھوڑ گیا۔ سر کے اچھا لگنے سے بھائی؟“

”مرتا تو اسے بھی اچھا نہیں لگتا۔“ بکت نے سوچا مگر پندہ پندہ کا سوال نہیں تھا۔ مگر اس طرح بڑول بننے سے کیا ہو سکتا تھا؟

”کھرا کہ۔۔۔۔۔ ایک آواز سنا لی دی۔ چوکریدار نے آہ بھری۔ ”چھوٹ گیا بھارہ ذند کی لاپا

چھائی پائی جا ہے؟ میں اس سے پہلے فرار ہو جاؤں گا۔“

بکنا دیر بعد دون دار جوتوں کی آواز آئی۔ چوکریدار شانے پر رائل رکھ کر سلیوٹ کرنے کی قہر کی کرنے کا۔ بکت بکھ گیا نصے کا کئی ڈنڈ سو پر اس کی طرف آ رہا ہے۔ اس کا

لفٹ ناک چہرہ دھات کا ایک قیدی کا کبھی چھائی کے بعد اس کا نصے بھٹکا ہوا۔

”سالہ سا دھات کا کیا بکوس کر رہا تھا؟ بول۔۔۔۔۔“ نصے بھٹاتے ہوئے اس نے کہا۔ مگر بکت اس کے نصے کی پرواہ نہ کرتا ہوا سکرایا۔ ”بھیل ہے تمہارے باپ کی مہم شلا نہیں۔“

”میں کب بکت گرم ہو گیا۔“ اے باپ کا نام نہ لینا۔ ”مجھے؟“ اس نے ملاخوں کے درمیان سے اپنے کھوہرہ ڈنڈی سو پر اس کے جواب سے اور بھڑک گیا۔ ”آج تک کسی قیدی نے اس کے سامنے ایسی بات نہیں کی تھی۔“ اس نے سوچا اسے مزہ بھٹکا نہ دے گا۔ مگر دو ملاخوں کے پیچھے تھا بکت نہیں

سکتا تھا۔ باتوں کی مٹھیاں کٹے ہوئے اس نے چوکریدار کی جانب دیکھا، اس کے شانے پر رکھی ہوئی رائل پر اس کی نظری۔ چوکریدار کی موڑوں میں اس کے صاحب کی چوچن ہوئی اس سے وہ

فرخندہ ہوئی سو پر نے جلدی سے اس کے شانے سے رائل اٹار لی اور دو ملاخوں کا کندہ دونوں باتوں میں خاتم کر لیا۔ دو ملاخوں کے پیچھے اس کی جانب بھٹکے سے باری۔ بکت ہوشیار تھا۔ وہ

پہلوں سے دو ملاخوں کی دروازے سے دھتکے ہوئے بیٹھ گئی۔ دانت نصے ہوئے چھوٹے سو پر بٹے دوسری بار تال سے اندر دکھا مارا۔ نصے میں انسان اکثر اپنی مٹھل کھینچتا ہے۔ بکت کو کبھی نہ

چھلنے کیا سوچی کہ اس نے تال پر بھینا مار کر دونوں باتوں سے قہار لیا اور رائل کھینچے گا۔ چھوٹا سو پر چٹکا۔ وہ چیخ اٹھا۔

”چوکریدار۔۔۔۔۔“ اسے دو رکھ کر قیدی کی رائل جھین لے گا تو ضرور کسی کرٹھ کر دے گا۔ اس شخص میں اتنا زور ہو گا اس کا اسے اندازہ نہیں تھا۔ اس کی ہٹھ پیٹے سے تر ہو گئی اور بندوق کا

کندہ سر کٹے گا۔ بکت نے دانت میں کر زور ڈال دیا۔ اب ایک دو دراز بھٹکے کی ضرورت تھی اس کے بعد رائل اس کے نصے میں آ جاتی۔ مگر چوکریدار نے بکت کر رائل کا کندہ بکلا لیا۔ بڑی

فطرت کا صورت حال ہو گئی تھی۔ رائل کے لئے دونوں طرف سے دو ہونے لگا۔ چھوٹے سو پر سے بکنا زور سے اس کی چیخ سن کر ایک اور چوکریدار کیا۔ اب دو سے تین ہو گئے اور بکت کے

ہاتھ سے تال بھگ گئی یا بھڑاس نے شرارت اٹھا بکت چھوڑ دی۔ مخالفت سمت سے زور کرتے ہوئے چھوٹے سو پر اور دونوں چوکریدار رائل کے ساتھ ٹپے کرے۔ وہ پر آمدے کی دیوار سے ٹکرا کر اوپر

لپٹے ڈھیر ہو گئے تھے۔ چھوٹا سو پر دونوں چوکریداروں کے پوجھ تلے دب گیا۔

”ارے یہ تو ذرا کھڑے ہو جاؤ۔“ اپنیچے ہوئے وہ چیخا۔ بکت قہقہہ مار کر نصے دیا۔ سو پر کو ایسا

صدمہ ہوا جیسے وہ گرنا ہو گیا۔ بکت نے اسے مارا۔ وہ لپٹا ٹپک کر ہوا کو کڑا ہو گیا۔ اس کی

پیشانی سے پیسے کا رگلا بہہ رہا تھا۔ اس کے کپڑوں پر کانی چوٹ تھی۔ اس نے وہاں پر دونوں

اتھ رکھ کر کچھ دیک کر دو سے انھیں بند کر لیں۔ چوکریدار صاحب کی حالت پر نصے نہ لگا۔ کیونکہ جو

دھکے ہوئے والا تھا مگر جو چاتا تو ضرور ایک آدھ جان ضائع ہو جاتی۔ رائل کو بھی۔ خیر ناک ڈاکو

کیا کر بیٹھے کچھ کھا لیں جا سکتا تھا۔ چھوٹا سو پر دل میں کچھ کیا کہ اس نے حافاتی کی تھی اور قیدی

وکیل نے چٹ کی۔ تاکہ وہ جذبات میں آجائے۔ مگر اسے کسی لاکر جگت اب کافی ہو شیوا ہو چکا تھا۔ جس نے جانے اس نے ایسا جواب دیا۔

"مجھے یاد نہیں۔" اس نے کہا۔ وکیل سرکار نے بیڑ پر ہاتھ مارا۔  
"مختصر دلائل محبت بول رہا ہے۔" اس نے براہ کمرے ہوئے رام سنگھ چوہری نے اس کے کان میں جھپکھا۔ محبت نے رام سنگھ کو گھوڑا رام سنگھ پر ہلکی دھکی کا حساب بے باقی کرنے لیا تھا۔ اس کے بعد وہ بیٹے کے سوال پر محبت سمجھ گیا۔

"جن دن آدھن کو گولی کیا گیا ہے ان میں سے ایک تمہارے پرانے دشمن موہن سنگھ کا شے دار ناقد قہم جاتے ہو۔" پھر کچھ دیر تک کرتیز آدا میں وکیل بولا۔ "جس کی عورت ویروکم نے لوہا لیا تھا۔ یہ یاد ہے؟"

ویروکا نام کی رنجیت کے ذہن میں شعلہ بھڑکا۔ اس کو اس طرح درمیان میں لانے کی ضرورت کیا تھی؟ رام سنگھ چوہری اس کی بے یقینی پر خوش ہو رہا تھا۔ محبت کافی اسی کی گردن وہاں لے کر آیا۔ وکیل معافی فوراً کر لیا۔

"مختصر دلائل اس سوال کا کس سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر اس کا جواب دینے کا پابند نہیں۔" مگر اس نے اختلاف منظور نہیں کیا۔ اس نے وکیل سرکار کا جوش بڑھا۔

"مختصر دلائل اپنی پراحت غور کرنے کے قابل ہے۔ جن کا کل ہوا ہے ان میں سے ایک شخص بہن سنگھ کا شے دار دوسرا دوست۔"

"فہم نہیں۔" محبت کا ذہن بے قابو ہو گیا اور غلطی کر گیا۔ وہ گنہگار ہاتھ کی مضامین مارا۔ مگر جابا۔ "وہ بدعاش تھا۔ ویروکی عزت لینے کے لئے دوستی کا داؤ ڈال رہا تھا۔" جی کی آنکھیں لی گئیں۔ سرکاری وکیل خوش ہو گیا اور وکیل معافی کا چہرہ اتر گیا۔

"مساب اس بات کو ٹھٹھ کیا جائے۔" سرکاری وکیل نے موقع حاصل کر لیا۔ "میرے سرکار کوئل بننے کے بعد جس اس کے خلاف مگر جوش ڈرا بھی کر نہیں ہوا۔ اس کے الفاظ ثابت کر رہے ہیں۔ ویروکی عزت لوٹنے کی خواہش رکھنے والے دہریے سے اس نے بدلہ لیا ہے۔"

جس اس کے بعد محبت کا دفاع کمزور ہو چلا گیا۔ موہن سنگھ کے دہریے دار نے مرے وقت کا کہا تھا اس کے بہت سے گواہ تھے۔ رہنبر سنگھ نے چھاؤنی ہی سے رام سنگھ چوہری کو چکا تعلق اطلاع فراہم کرنے والا دھکے لگائے تھا۔ اس کے بعد اس کا کل بھی ایک شہادت ہی تھا۔ ان دنوں کے بعد سرکار کے ملازم میں دشمنی شروع ہو گئی اس کے ثبوت فراہم ہوئے تھے اس لئے وہ ثبوت کی ضرورت نہیں تھی۔

جیل والوں کی جانب سے مختصر دلائل کو طویل عرصے سے ڈھنسا ہوا جسم چندن گور کے لیوں پر کیا گیا۔ "ملا جہاں میں ملتی جا تمہارے باپ کو اپنے فرزند کا مدد کرنے کے لئے گا۔" پھر کچھ دیر لئے اس کی سرکامٹ بھجی گئی۔ اس کی جگہ آدا نے لے لی۔ "شاہید ملنی اور آخری بار میرے ہم کسما نصیب لے کر آئے ہو کہ باپ سے جیل میں ملاقات ہو رہی ہے۔ بیٹا اپنی محبت

انداز سے زیادہ استادانیت ہوا تھا۔ وہ اس صدمے سے ابھی آزاد نہیں ہوا تھا۔ مگر اپنی اکثریت رکھنے کی خاطر اس نے کہا۔

"تیری یہ مجال۔ جیل کے قانون کی تجھے شاید خبر نہیں۔ میں تیری پہلی ایک کر ڈوں گا۔" وہ فرات ہوا باہر چلا گیا اور چوکیدار کو تھی سے تاکید کی۔ "تو دن کے لئے اس کی روٹی پانی بند۔ خبردار اس پر ذرا سامانی رحم نہ کرنا۔"

سلام کر کے چوکیدار انھوں کی طرح محبت کو دیکھنے لگا۔ اس شخص پر کسی دم کی کاٹھنیں ہوتی۔ اس کی آنکھوں میں جگا کے لئے چھا خوف جھلکے لگا۔ "یہ تو کسی اور مصیبت میں ڈال دے گا۔" چوکیدار سوچنے لگا۔

"میری روٹی پانی بند کر دے تو میں کل عدالت نہیں جاؤں گا۔" محبت نے بھی دم کی دلی۔ "اچھے صاحب کو کہہ دینا۔" اور محبت کی دم کی کارکردگیت ہوئی۔

دو سپر کے ساتھ اسے کسی روٹی دی گئی۔ محبت نے رخ منانہ سرکامٹ کے ساتھ روٹی لے لی۔ "صاحب نے منج کیا تھا اس کے باوجود مجھے کھانا دینے آگئے؟"

میں تجھے نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر چپ چاپ چلا گیا۔ محبت سمجھ گیا کہ اس کے جھگڑے کا ساری جیل میں پتہ چل گیا ہے۔ روٹی کھاتے ہوئے اسے یہ خیال بھی گزرا کہ راتیں قہم میں آجانی تو وہ کیا کرتا؟ اسے کچھ ڈر سا لگا کہ اس کے اس اقدام کا پھاسی کی اکیل ہر کوئی اثر نہیں پڑے گا؟ ایسا کرنا بھرت نہیں تھا۔

دو سپر کے بعد بیٹے کے جسم اور مٹا کی موت کی خبر ملی تھی۔ اس کے ذہن میں جیل والا مظہر تازہ ہو گیا۔ اسے گھر کی یاد دہانی تھی۔ جیل آگے روک دوسرے سخت بات نہ کہہ تا تو اس پر اتنا سخت ضابطہ نہ لگا جاتا اور فرار ہونے کا پروگرام بنانے کی سہولت تھی۔

اس ترسہ جہاں چھاؤنی میں کھے جانے والے دو کل کا پھاسی کر رہا تھا۔ اجماع تو چکا اور چٹا دلدارا بر تھا کہ کل کے بعد دوپہں میں جیل جاتے دیکھے گئے تھے۔ کل کے وقت چٹا کے دل میں ہو۔ کے ثبوت ملے پر اس نے اجماع ہٹا لیا گیا۔ وکیل سرکار نے محبت کو پھانسنے کے لئے تزکیہ لگائی۔

"قتل کر کے فرار ہوتے وقت تمہارے ساتھ چٹا نہیں تھا تو اور کون تھا؟" محبت کہنا چاہتا تھا کہ "یہ میں نہیں بتاؤں گا" اس کا کہیں لڑتے ہوئے اس کے وکیل کو ڈر لگا کہ کسی بک دے گا۔ آخری لمحے محبت کو شیوا ہو گیا۔

"اس کا بھیجے گا پھر قتل کے وقت میں وہاں تھا ہی نہیں۔" وکیل سرکار نے ہونٹ کاٹ لے بدعاش بہت کچھ کہتے ہوئے سوچا۔

"اگر تم بدباں نہیں بنے تو اس سے؟" محبت وہ جا رہے سوچ میں ڈوب گیا۔ وہیں میں تھا کہ تو اپنا دفاع ہو گا مگر کرتا رہا خیال آج کل سے پہلے کرتا رہا اس سے ہونے لے آیا تھا اس کا کہ نہیں کو پتہ چل گیا تو وہ بھی پھاسی جائے گا۔" جہاں جواب دینے کے لئے بہت سوچنا پڑتا ہے۔



میں ملن، بھر بدلئی۔ اگلے دروازے میں پانچ سات ملاقاتیوں کو داخل کر کے باقی لوگ جانی کے ایک چارمب تھار میں کھڑے رکھے گئے۔ اُن میں چندن کوڑ بھی شامل تھی۔

محمی دروازے سے قیدیوں کے نام پکارے گئے اس طرح ایک کے بعد ایک قیدی داخل ہو کر اپنے درختے رادوں کے سامنے کھڑا ہوتا رہا۔ رادوں ہاتھوں میں نیچے کو اٹھا کر چہرہ نزدیک آتے ہوئے جلت نکھو کو بے مہین نظر سے دیکھنے لگی۔ اس نے اندر آنے سے پہلے دل مضبوط کر لیا۔ قلم: اس نے سوچا تھا کہ ان کے سامنے نہیں روؤں گی۔ جس سے ان کا دل ڈگے ایسی کوئی بات نہیں کروں گی۔ محنت کو دیکھ کر جیسے اس کا یہ فیصلہ ہو گیا۔ اس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ ہوئی۔ بھر بھی چہرہ کوئے انھوں میں اُلٹے ہوئے آنسوؤں کو روک لیا۔ پورے سال بعد شہر سے ملاقات ہوئی تھی۔ بہت کچھ سمجھا اور سننا تھا۔ اس کی غولادی ہاتھوں میں سٹ جاتا تھا۔ اس کے چہرے میں جڑے کر دو لیا تھا۔ گھر میں۔ وہ دیکھے سب کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے ہاتھ چھوڑنے میں جڑے ہوئے تھے۔ اس کے آؤ کوئی اور مقصد میں اس وقت میں چل رہے تھے۔ چہرہ کے گرد بھی ملاقات تھی اور دل کے درد اور زنگ آؤ کوئی دل جانی۔ رادوں کی نظیر میں تھے۔ چار انھوں کی چٹکی سارے نیچے محبت کا مسند پر جوش مارنے لگا۔ الفاظ کیوں تک آتے تھے۔ صلیوت جاتے تھے۔ خاموش بکت نے چہرہ کے ہاتھوں میں نئے نئے تھیرے اچھالتے ہوئے نیچے کو دیکھا۔ اپنے پہلے بیٹے پتھر پر تے ہی باپ کی محبت کی روشنی جانی کے سوراخوں سے پہنچے گی۔

”تھک تو اس سے زیادہ گھبرا ہے۔“  
”خیر مولیٰ! تمہارے جیسے اسے۔“ چندن کو نے بھی بیٹے کی جانب بھیجی جگت کی جانب دیکھ کر کہ  
خیر پہلے بیٹے کی ماں۔ وہ جگت سے بی بی اس سے زیادہ باپ بیٹے کا غلاب ہوا۔ اس سے اُس کا دل بھر  
آیا۔ جگت کو بیٹے کے سر پر ہاتھ بھرے کی زبردست خواہش تھی مگر مردمان میں جالی کی صرف  
انگلی کا ایک حصہ باہر ملتا تھا۔ بھر بھر لئے اسے جنوں سا سوار ہو گیا۔ جی جالی کو ہلا کر گرا  
ڈھسے اور اپنے کو بیٹے سے لگالے۔ اُس کے نرم سرخ رخساروں پر یسویں کی بادش کر دے۔ اُس کی  
نرم سیاہی ان چہرے پر بکھرا لے۔ باپ کی محبت کا جوش بچکان کی چندن کو قریب آگئی۔ بیٹے کا  
سورج پانی سے لگا دے۔ اُس کے بالوں کو جگت نے دائیں اٹھکی اٹھکی اس طاقتو جب کپکپائے۔  
بیکے الفاظ اہر آئے۔

”جیلا! وہ گوگھر آواز میں بولا۔ آج راز میں جوش لاکر بولا۔“ بڑا بوکر اس کا خیال رکھتا۔ باپ کے نام کو بچا نہ کرنا۔ چہن کو راز میں دل رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی یہ بول لپ کے جس یا جیلا کے؟ اُس کا دل اس طرح دھڑکا رہا تھا جیسے وہ پیشے کے لئے چلے جاوے والے ہوں۔

”بھرم آؤں تو اسے بھی آؤں گی۔“ چہن کو راز نے سوچا، بوکر کو کہنا چاہئے۔ ”تب بے مضنا سیکہ جائے گا۔ ممکن ہے کہ باپ کا نام لاکر نہ جائے۔“

”پھر.....“ جنت نے آجبری۔ طحطاح کے الفاظ دل میں بولے۔ ”اب پھر ملاقات ہوگی۔ جیل تو ذکر آؤں گا یا یہاں ہی پاتے وقت بیٹے کو کھلانے کی خواہش کا اظہار کروں گا۔“

”چلو۔ چلو ملاقات ختم ہوگئی۔“ ایک سخت آواز سنائی دی۔

آنکھوں میں اُس کی تصویر اُتار لیتا۔ پھر مجھے تہاری آنکھوں میں ہی اُس کا چہرہ دیکھنا پڑے گا۔ چہن کورنے بیچے کو کامبل لگایا، زخماں پر سیاہی لگا کر دہ بولی۔ ”بہاری بارہیں باہر لے جاؤ ہوں۔ کسی کی نظر نہ لگ جائے۔“

پانے والوں کے سب رشتے دار بھی اس طرح چہرے لٹکائے بیٹھے ہوئے تھے جیسے خود بھی غمزدار ہوں۔ اندر اندر باتیں ہو رہی تھیں۔

”اگر تمہارا کون ہے؟ کیوں اندر گیا؟“ سزا ہوئی؟ چمکی بار ملاقات کے لئے آئی ہو؟“ کوئی اپنا تجربہ سنا۔ ”ملاں ملاقات کا تو نام ہے۔ ابھی دو بائیس کوئی نہیں اور دس منٹ ختم۔“ آدمی نگر کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے۔ مجرود وہ ایک صرف دس منٹ کی ملاقات کے لئے غوطے انداز۔ ”تمہارے کو ڈوڈھ ملائے کے لئے پست جیگر کر بھیجی ہو چندن سے ہماری والدہ محترمہ۔“ چمکی ”اگر کون ہے؟“ تب وہ چمکی۔ اس نے ڈوڈھ پیتے ہی کے جانب دیکھا۔ ”اس کے باپ۔“

”کیا سزا ہوئی؟“ دوسرے سوال کے لئے چہن چارہ نہیں تھی۔ اگر کسی بھی سزا ہے تو خوراک، عورت اور ہجر کہہ سکتی۔ ”بے چارہ! اتنا تھوہو جائے گا۔“ کوئی اس کے بچے کو بے چارہ کہے، یہ اس کی برداشت سے باہر تھا۔ کیا جواب دیا جائے؟ وہ اس شخص میں پڑ گئی۔ تب ماں بھی نے نا نکالی۔

”ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ یہی مسئلہ چل رہا ہے۔“ چندن کو یقینان ہوا کہ ایک طرح ناں کئی ہے گا  
 کہا تھا۔ ابھی اوپر والی عدالت سے پچاس کی سزا مستحکم کہاں کی تھی؟ ممکن ہے فیصلہ بدل جائے  
 اسی استحقاق پر تو سب لوگ تیار رہے تھے۔ ملاقات کے لئے نام لکھنے والے کارکن کو جب معلوم ہوا  
 کہ سزا کے بارے میں اوپر والی عدالتوں میں جاتی ہے تو اعلیٰ طرف سے فیصلے کا قانون بیان کیا۔

”اے اہلستان! ہرگز نہ ہو کہ تم کو بھی مل لائے گی۔“

”بہتر ہے ماں! جیسی آپ کی مرضی۔ ہمیشہ آپ نے میرے دکھ کی سوچ ہی ہے۔“  
 ماں جی نے آہ بھری آواز میں بولیں۔ ”بہو بیٹی! اہم تمہیں کھ کہاں وے اسکے ہیں؟ تمہارا  
 دکھ کے خیال نے ہمارا دل چل رہا ہے۔“

جیل کے بڑے فوائد اور روزانے کے برابر ملاقات کا ذکر تھا۔ اُسے کروہیں، جبرہ، کہا جا  
تھا۔ جنگی روزنہ کی طرح اس جبرہ میں قیدی کو لایا جاتا اور جالی کی دوسری جانب اُس کا  
دار کھڑا ہوتا۔ خیر خیر مت معلوم کر کے، کچھ آسو ہانے کے بعد اطمینان دلا کر انہیں الگ  
رہاتا۔ دُور دُور سے گھنوں مسافت طے کر کے جیل میں آکر ٹھہرا جاتا۔ تکلیف آفر کا  
اور چونکہ اردوں کا احسان لے کر بدلے میں کیا تھا؟ گھڑی و دھڑکی کی ملاقات۔ آنکھوں، آنکھ

لوہو کر بڑی جیتے ہو اس نے مجھے اختلاف نہیں کر اس میں جس کی بویکوں آ رہی ہے؟ سو پر  
بک کہہ پتہ چل گیا تو تہاری ملازمت چلی جائے گی۔ چونکہ ارہمندر نے گھبراہٹ اور ناراضی  
گاہکی بلی ہوئی بڑی جوتے کے پیچھے ردی۔ اس کے چہرے کے تاثرات کہہ رہے تھے کہ  
وگو جس کی بدبو کیاں سے آئی؟

”میرے بچے کی ناک بڑی تیز ہے۔“ چونکہ ارہمندر نے سوچا۔  
”مجھے سے چھپانے کی ضرورت نہیں۔“ بکت نے اسے بھلاتا شروع کیا۔ ”چٹکی کمانے والوں  
بچے فکرت ہے۔“ پھر اسی جیتے ہوئے۔ ”مگر وہ سلی ہوئی بڑی بناوے دور نہ وہ چٹکی کھا جائے  
چونکہ ارہمندر کی آنکھوں میں نمی تھی اس نے اسے یہ قیدی دوستی کے لائق نظر آنے لگا۔ ابھی تک  
ناتے الگ رہتا تھا۔ پھر وہ بات نہ تھا۔ چوہے سو رہے بکت نے بھڑکا کیا تھا اس لئے اسے سخت  
فحاشا کر بکت نے کوئی ایک قلم نہیں بولے گا مگر بولے انفران پر چوہے چونکہ ارہمندر کو ایک  
اکا کھڑ ہوتا ہے جس کا وہ اخبار نہیں کر سکتے۔ کوئی قیدی صاحب کھنگ کرے تو چوہے  
ہول میں خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پر رحم چلائے ہو کر اس پر میرے قیدی نے تمہارا  
میں دم کر دیا۔ ہمند نے خود اپنی آنکھوں سے چوہے کو سو کر چنگا کے ہاتھوں بے عزت ہوتے  
تھا۔ اسی لئے اس کے دل میں قیدی کے لئے مجھے ہوئے خوف کے ساتھ احترام بھی تھا۔  
فرقہ دار۔ دوسرے اسے اے اور کل میں طرح کر سکتا؟“ ہمند نے سوچا۔ اس نے اسے

بے دل میں دہانے ہوئے احترام کو ظاہر کرتے ہوئے کہا۔  
”بھگات نے اس دن چوہے کو صاحب کو کھانا کھا کر دیا تھا۔“ پھر تجس اعزاز میں پوچھا۔  
”کہو! تمہارے ہاتھ میں داخل آ جاتی پھر۔“  
”جھڑ۔“ بکت نے سوچا اس شخص کو تو اس میں بھلا کر اپنا تانے کا موقع ہے۔ مگر وہ بگنی سی  
مٹ کے ساتھ بولا۔ ”پھر تو میری وارنٹل وارنٹل دہانے کے سلسلے میں سو پر کریشان کرتا۔“  
”تم تھاکر تے پھیں؟“ بگنی سی بگنی سی کے ساتھ پوچھا گیا۔  
”ایک کاروس ضائع کرنے سے بیک نہ کاؤ نہ ہوتا۔“ بکت نے دھیمے جیسے کہہ کیا۔ ”خوابخواہ  
آئے ہاتھ رکنا مجھے پسند نہیں تھا۔ پھر میری چوہے صاحب سے رانی دھکی بھی نہیں ہے۔“  
پھر اس میں نوڈر کا ڈور بڑا کیا تھا۔ ”پھر کچھ دور ڈر کر بولا۔“ اگر تھاکل تمہارے ہاتھ میں  
ناتے صورت میں سب سے پہلے میں بار چلا جاتا۔“

”کیوں نہ اتار دیا گیا؟“  
”کیا کیا جا سکتا ہے بھائی؟ اس وقت تمہارا چہرہ میرے ہوئے شیر کی طرح نظر آ رہا تھا۔ تم  
باد پیتے تو میرے ہال پتے نیم ہو جاتے۔“ چونکہ ارہمندر اب دل کھول کر باتیں کر دیا تھا۔ اس کا  
بیتن ہو گیا۔

”اب تک میرے ہاتھ سے کسی بے گناہ کا قتل نہیں ہوا۔ اور ابھی ہو گا بھی نہیں۔“ بچے نے کہا۔  
”مگر تو بکت کی بات ہے۔“ ہمند کو بکت کے الفاظ پسند آئے۔ بکت کو چٹکی کھرچنی۔ اس  
کھلے والے تھے۔ اسی لمحے چونکہ ارہمندر نے کھڑا ہو گیا اور کھلے لگا۔ باہر کا دروازہ کھلنے کی

”صرف اتنی سی دیر میں؟“ کوئی بچہ کر بولا۔ آخری نظرس لئے گئیں۔ دل نہ چاہنے کے  
باوجود قیدیوں کو زبردستی بنا دیا تھا اور ملاقاتیں کو ٹوٹ جانا تھا۔ چنانچہ اور آخر تک بکت کا  
جائے رکھتی رہی۔ پھر اس کی آنکھیں بھگ گئیں۔ اس جانب سے ملاقاتیں اندھے آ رہے تھے  
دوسری جانب سے قیدی بھاگ رہے تھے۔ مگر وہاں لوگ نہ تھے راستے بھراں تھی چنانچہ کور سے  
بکت کے متعلق بار بار معلوم کر رہی تھیں۔  
”بچے کو دیکھ کر اس نے کیا کیا؟ وہ خوش تو تھا؟ تم اس کے سامنے روٹی تو کھیں تھیں؟“ میرا  
لے کیا کہہ رہا تھا؟ اب یہی عارض تو نہیں؟“  
بچے سے ملنے کے لئے تڑپتی ہوئی ماں کا دل بے چینی کا اظہار کر رہا تھا۔

○

”تجسین بھگ کہتا ہے؟“ ج نے آخری بار بکت سے پوچھا۔ بکت نے سر ہلا کر انکار کیا اور ڈ  
لے فیصلہ سنا دیا۔۔۔۔۔  
”ایک ساتھ دو انسانوں کو قتل کرنے والے گنہگار پر کسی طرح سے رحم نہیں ہو سکتا۔ قانون میں  
موجود اصولوں کے مطابق میں اسے زیادہ سے زیادہ سزا کر رہا ہوں۔ بیوت کی سزا۔۔۔۔۔“  
عدالت میں ایک سنا چھپا گیا۔ سوہن سنگھ، ہزارہ اور کدو تارا کی کر دہنیں بھگ گئیں۔ کسی نے آ  
بھری۔ ”بے چارہ سنا۔“

”صاحب! مجھے پتہ نہیں ہے۔“ سب چونک گئے، مجرم کیا کہا جاتا ہے؟ فیصلے کے بعد کسی کا  
بات نہیں کی جاتی۔ سنا چھپا صاحب کو لے ہوئے کی تیار کر رہے تھے۔  
”اس گنہگار نے لے کو ٹوٹ نہیں کیا جاتا۔ گاؤں میں سزا میں کی بیٹی ہو گی۔“  
”میں کی بیٹی نہیں جاتا۔“ بکت نے کہا۔ ”آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ پہلے مجھ  
ایک چھائی ہو چکی ہے۔ ایک شخص کو بے چارے قتل والے دو بار چھائی کیسے دے دیں گے؟“  
”بائیں سلس۔۔۔۔۔“ ج نے جسے میں کھڑا ہو گیا اور ہاتھ ہلا کر پھس والوں کو اشارہ کیا۔ ”اسنے۔۔۔۔۔  
جاؤ۔“

○

”موت کی سزا پانے والے قیدیوں کے جیل میں سب سے آخر میں تھے۔ ان قیدیوں  
چوٹی بڑی سزا کاٹنے والے دوسرے قیدیوں سے ملنا نہیں ہوتا تھا۔ اس وجہ سے بکت اور چٹا لگا  
ہو گئے تھے۔ جگہ کے ساتھ کھڑا کر دے والے کس میں چٹا کو آٹھ سال قید ہوئی کی سزا کر  
چھاؤنی کے کس میں چٹا ملے نہیں تھا اس لئے اسے عدالت میں اس کے ساتھ نہیں لایا جاتا تھا۔  
”چٹا ابھی عدالت سے لوٹا نہیں ہو گا۔“ اندھے سے ریل میں بیٹھے ہوئے بکت بڑبڑایا۔ اس کا  
بڑبڑاہٹ سن کر چونکہ ارہمندر کی اطلاع فراہم کرے گا اس خیال سے وہ بولا تھا۔ ”چٹا کھکے کے کس  
آج فیصلہ ہونے والا تھا۔“ چونکہ ارہمندر وہیں کس کے درمیان بڑی چھپا کر خاموشی سے دم لگا رہا تھا  
اس نے قیدی کے بولے پر درمیان نہیں دیا تو بکت کو غصہ کیا۔  
”بڑی کے دم لگانے میں اتنا لطف آ رہا ہے ہمند سنگھ؟“ ”میں کروہ چٹا۔ بکت بھی جانتا تھا

دلت میں ملازمت سے ہاتھ دھوئے پڑے ہیں۔ جمع کیا ہوا خزانہ بھی چھین جانے کا خطرہ تھا اور  
 بھرت جانے کی صورت میں راجا مرمت کی پیش کا حق بھی ختم ہو جاتا۔ وہی زندگی کے آخری ایام  
 ایسا تھا۔ ایک بار اُس نے کسی کو بیڑی چلائی کرنے کی اجازت کر ڈالی تھی۔ پھر باطل مکمل جانے  
 لے جھکتا پڑا تھا۔ اُس وقت وہ وہاں تھا۔ ذہنی آزمائشیں گود بانے کے لئے اسے چرس  
 بیڑی کا سہارا دینا پڑا۔ اس کے لئے وہ ذہن کو رات گئی۔  
 "بھئی کوئی خاص بات نہیں ہے۔" اُس کے ذہن نے پلٹا کیا۔ بیڑی میں بیڑا کیا تھا مگر  
 جس نے باز کو اُس نے چہ مانگ گناہا بیچنا تھا۔ پھر بھی کچھ نہ ہوا اور کسی کمائی ہوئی۔ اب وہ  
 مکمل کر شراب والا کام کرے تو اس صورت میں دوبارہ آمدنی شروع ہو جائے گی۔ بیڑی کے  
 لئے کچھ کے بچے مکمل کر وہ حکمت کی جانب دیکھنے لگا۔  
 "اب تم فتنے کے عادی ہو؟" جواب میں محنت کر گیا۔ بے چارہ لالچ کے جال میں پھنس رہا تھا۔  
 "نہیں" فتنے کے بغیر میں ایک دن نہیں رہ سکتا چارے دلت: ایک سال سے روزہ روک رہا ہوں۔  
 "اب نہیں رہتا۔" پھر افسوس کرنے والے کچھ میں بولا۔ "اب زیادہ دن زندگی بھی نہیں رہے  
 اب یار کام کیا چاہی کہ جسے پہلے تھارے افسران سے آخری خواہش پوری کرنے کی شرط میں  
 اٹھنے کے کسی مگر کہا دلا۔"

ایک فتنے باز کو دوسرے فتنے باز سے ہمدردی ہوتی ہے۔ چوکیدار مکمل کیا پھر بھی اُس نے ہاں  
 نہیں جلدی نہیں کیا۔ "محنت! الی الحال سخت انتظام ہے۔ خطرہ ہے۔"  
 "تم جو خطرے میں ہی چلنا پڑا۔" محنت نے لا پرواہی سے کہا۔ "تم کام نہیں کرو گے تو دوسرا  
 ہوگا۔" مہندر جو ہوا انداز میں ہوا۔ محنت سمجھ کر ہاتھ اٹھا۔ اگر اُس نے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا تو  
 نہ کی شرف والا نکالے گا۔  
 "مگر مال لانے کے لیے؟" محنت اسی لئے کے انتظار میں تھا۔ اُس نے فرش پر بیٹھے ہوئے  
 ل کے بچے سے دس کانٹ نکال کر دکھایا۔  
 "جو روپے کی بول آتی ہے۔" باتیں تھارے۔ "نوٹ دیکھ کر چوکیدار کی آنکھوں کی چمک نے  
 آکا جواب دے دیا۔ اس بات کا قیہن ہو جانے کے بعد محنت نے دس کانٹ اُس کی جانب  
 الی جواب۔  
 "اگر۔" کوئی دیکھ لے گا۔" یہ کہتے ہوئے چوکیدار نے نوٹ تو چھپا مارا اور اطراف میں  
 لڑوٹ جیب میں فٹوس لیا۔

"لوٹوٹ بھی ہیں چارے؟" محنت نے کہا۔ "فتنے میں ایک بار بیچنا ہوتا رہے گا۔"  
 "مگر ایک بات کا خیال رکھنا پڑے گا۔" چوکیدار نے اسے خبردار کیا۔ "صاحب کا بیچ شام راولڈ  
 ہے۔ اس سے پہلے نہ بیچا اور نہ دینی ہیں۔ اُسے اُس وقت سوسے دے دیں گے آتی چاہئے۔"  
 "اگرے اتنے مجھے ہوشیار رہنے کے لئے بھجوا رہے ہو؟" درخت دینے کے بعد محنت اسے دبا  
 تھا۔ "اسے سال ڈال دو فنی کی ہے میں اس طرح اتنا ڈی نہیں کر سکتا۔" مہندر کا ڈر ختم ہو  
 جاتا۔ وہ اپنی تہی دہلی ہونے سے پہلے محنت نے اسے یاد دلایا۔

آواز سنائی دی۔ سو پے کے راولڈ کو ابھی درختی۔ پھر کون آیا ہوا؟ چوکیدار یہ سوچ کر اٹھو  
 گیا۔ ممکن ہے چھائی کا کوئی نیا قیدی ہو۔ اور اس کا اندازہ راجا خانا اُس وقت چنا کر کر۔  
 داخل ہوئے۔ چوکیدار نے چمک کی جانب دیکھا۔ چمک کے نیلے کی خبر نے کوئی چاہا مگر  
 ضرورت پیش نہیں آئی۔ پھر بارے چنا کو اسی طرف لا رہے تھے۔ اُسے یاد آیا کہ ایک کے ملا  
 تیل برے ہوئے تھے۔ ایک خالی سیل کے برابر میں تھا۔ "اگر خود بخود پتہ چل جائے؟  
 نہ سوچا۔ بیڑی کی ٹھکانہ انت خرب آ رہی تھی۔ ہر نئے قیدی کی کھال میں ارفقا  
 کر دیتی تھی۔ لیکن آیا؟ کیوں آیا؟ یہ جاننے سے مہندر کی آجانی۔ دوسرے قیدیوں کو رات  
 کہہ رہا ہے دوسرے ہیں جن کے گلے میں چھائی کا پھندا پڑا ہے۔  
 چنا پر کوٹھڑی کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ چمک کہاں ہے؟ وہ یہ جاننے کو بے تاب تھا۔  
 اُس کے بڑ بڑ گئے۔ بیڑیاں نکھنا کر خاموش ہو گئیں۔ اُسے فوری سیلاخوں کے پیچھے کمر  
 نظر آیا۔ چنا اُس کی جانب دیکھ کر سر کیا کر گیا؟ محنت کے کلوں پر مسکراہٹ نہیں تھی۔ ا  
 دیکھ کر صدر سے ہوا۔ اُس کی آنکھوں کی زندگی بھینچا اٹھی۔  
 "چنا؟" "نہیں چھائی؟" "اے محنت کے الفاظ سنائی دیے۔  
 "ہاں۔" "اب میں بھی تمہارے ساتھ لی گیا۔" چنا خوش ہو کر بولا۔ "آخر تک تمہار  
 دینے کا میرا ارادہ تھا وہ پورا ہو گیا۔ میں نے جیگر صاحب سے کہا ہے کہ چھائی کسی بھی ایک  
 پانے آتی میرا کیا کرنا۔" چمکے کمرے سے ہوئے چوکیدار نے چمک پر ہندسی ہوئی رہی  
 آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ ہاتھ ہونے چاہئے گردن گھما کر دیکھا۔ محنت سلاخوں کے  
 کر آئیں پھر ہاتھ اٹھا۔ کاس کی بھی آنکھیں کوئی دیکھ نہ لے۔

دوسرے دن محنت کو پتہ چلا کہ چنا کو چار چوں کے لئے برابر والا سیل لی گیا ہے۔  
 پرانے سائیکل کو برابر رکھنے میں چھوٹے سو پر صاحب کو خطرہ نہیں ہوا گا کہ تینک چاروں!  
 کو چھائی ہوئی تھی۔ اس قیدی کے خالی سیل میں چنا کو بیچنے کا پر مگر تھا۔  
 "اب جلدی کچھ کرنا پڑے گا۔" محنت سوچنے لگا۔ "چنا برابر میں ہے۔ اس کے سیل!  
 سے پہلے فرار کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ اسے آزاد کرانے اختیار دیا کیلاکس طرح قرار ہو سکا  
 "مہندر راقم نے بہت دن سے فتنے نہیں کیا؟" چمک نے آج سہ سے چوکیدار کو مخاطب کیا  
 انتظام ہو سکا ہے؟"

محنت کی آواز سن کر چوکیدار اس طرح چمکے بچھوئے ڈک مار دیا۔ وہ چمکے غل  
 پار تھا۔ وہ اسے جواب دینے کی بجائے بیٹھے لگا۔ محنت اُس کی بے چینی سمجھ گیا۔ اُس نے  
 اٹھار کا اندازہ لگایا تھا۔ اس کی بجائے وہ شخص خاموش رہا تھا۔ چمک نے نتیجہ اخذ کیا کہ اسے  
 سکتا تھا۔ ایسے مطالبے پر اکثر چوکیدار خوف سے ہلک جاتے ہیں۔ کسی بھی کام کرنے پر پ  
 جاتے ہیں اگر بجائے اُسے سیل میں ہو سکے تھے۔ اُسے تو تھارہ لائی تھی۔  
 چوکیدار کے ذہن میں محنت کے الفاظ گونج رہے تھے۔ ایسے لین وہیں میں پکڑے

”کل مع ڈیوٹی پر آؤ تو ساتھ لیتے آنا۔“

”بہتر ہے۔“ چونکہ اصرار تھا کہ پھر یہ مذاق لکھ میں بولا۔ ”کافی پیاسے معلوم ہوتے ہو۔“ اسی رات سو کم کی پہلی بارش ہوئی اور بجٹ کی پیاس بجھی گئی۔ اس نے پوری رات پیاس ترچے ہوئے گزار دی۔ انھیں بند ہونے سے پہلے وہ فرار ہونے کے منصوبے اپنے ذہن مرتب کر چکا تھا۔

○

صبح شام نصف گھنٹے قیدیوں کو سیل سے باہر رہنے ہونے پر آمد سے میں چلنے کی اجازت نہ تھی۔ اس پر آمد سے میں دونوں جانب دیواریں اور اوپر خولادی سلاخوں کا جال جس کے درمیان سے اور روشنی آتی تھی۔ سیل کے تالے کھولنے بند کرنے کے لئے دوسرا سٹری آتا تھا۔ میرل کا کھول کر قیدی کو برآمد سے مل کھانا جاتا تھا۔ پھر آمد کے کی جالی کھولا کہ سٹری دوسرے طرف کھولنے چلا جاتا۔ جب سٹری یہ کام انجام دے رہا ہوتا اس وقت ایک رائل ہمدرد چونکہ بار رہتا تھا کہ کوئی اس پر حملہ نہ کرے۔ اس طرح بنامے کار وہاں رہنے ہوئے پر کوئی فراموش نہیں تھا۔ بجٹ ان تمام چیزوں کو چیک کر رہا تھا۔ شراب کی بوتلی صبح کے وقت سیل میں داخل ہو جا کے باوجود اس نے بیٹے میں جلدی نہیں دکھائی تھی۔ بلکہ بچہ کھڑے میں سے لپٹ کر دکھ دی گئی۔ کھولنے کے لئے سٹری آیا۔

”کیسا مزاج ہے؟“ جب قیدی جیل میں بادشاہوں جیسے حراج سے رہے تھے سٹری نے اس کو دوسرے چمکا کر جواب دیا تھا۔

”جب تم آتے ہو تو“ ”جب“ ”کو خوشی ہوتی ہے۔“ بجٹ نے اسی لکھ میں جواب دیا۔ اسے ابراہے کو سٹری کی مہربان نہ جانے اس لئے وہ چونکا رہا۔ سٹری نے نکالا کھولا، خولادی دروازہ کھلا۔ عام قانون یہ ہے کہ سٹری جب تک اپنا کام پورا کر کے برآمد سے کے باہر نہیں چلا جاتا وقت تک قیدی سیل کا دروازہ نہیں کھول سکتا مگر یہ قانون کی نافرمانی کے جا کر کر دیا ہو جی جاتی۔ ”نازی اختیار کر لیجئے۔“ ابھی سٹری بٹ پیچ کر باہر رہا تھا کہ کسی نے بجٹ نے پھرنی سے کاروازہ کھولا۔ سٹری نے بکہ چونک کر گردن کھائی۔ بجٹ نے بچتے ہوئے کہا۔

”سیل میں دم کھائے۔“ جلدی سے باہر جانے کی یہ پہلی بارش نہیں رہی دوست؟“ اسی حرکت سٹری کو کام چم کی نظر آئی۔ وہ قیدیوں کو نصف گھنٹے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ سوج کر آئے۔ فراموش ہوا۔ وہ برابر دالے کھولنے سے چلا گیا۔ پہلی دھیر لڑا تھا، بجٹ رہی اس خوشی میں تھا بجٹ مسکرانے لگا۔ وہ برابر برآمد سے چلا گیا جس میں رہا تھا، بجٹ نے اس کے پیروں کی کی ٹھک سے یہ اعزازہ لگایا۔ سٹری کا منہ کمر کے گھاس پھوس پر چونکا اور آپس میں مل بیٹھ کر کہیں ہاں لگے۔ بجٹ نے دوسرے انتظار کرتا رہا، پھر دیوار کے قریب جا کر کچلے ٹھوس میں بیٹھ جاتی اور ٹھوس سے لگا۔ چنانچہ یہی کی ڈیجری کی آواز اتر گئی۔ ”وہ کھینچا چائے سینیٹی میں ہے۔“

”جو میں کہہ رہا ہوں بچے جاؤ اور چلنا جا کر نکلو۔“ اتنا کہ بجٹ چلنے لگا۔ چنانچہ یہی کی کیا۔ دونوں پھر دیوار کے درمیان ٹک گئے تو بجٹ بولا۔ ”پرس شام۔“ اتنا کہ کہہ کر وہ

لکھ بڑھ گیا۔ ”جب میرا سیل کھلے۔“ وہ پھر کچھ دور جا کر چلا۔ ”تم کو اس طرح شور مچانا ہے؟“ ”جی نہیں سبب ایسا چھوٹے کا ہے۔“ پھر چونکہ اردو کر تھمارا ہے پاس آئے گا اور میں سٹری پر قابو پا لگا کرتے نہ آئے۔“ چنا کی جاب سے جواب نہ ملا تو اس نے پھر۔ ”تمہیں منظور ہے؟“

اب جب دیواریں دوسری جانب سے سینی کی آواز سنائی دی۔ بجٹ کو جواب مل چکا تھا۔ اسی لئے

لکھ ہمدرد نے چمکا۔ ”آؤ سو کھائیں، احتیاجی میں کیا نہ پڑا ہے؟“

”کیا کیا کروں؟“ بجٹ نے دانت نکالے۔ ”تم لوگ ہمیں لگتے ہو اور ہمیں دیواروں سے

لمب کر رہی ہو۔“

”تجربہ کی بات ہے۔“ چونکہ اصرار نے ہمدردی دکھائی۔ ”ہرک کے قیدیوں کو یہ کچھ ہے کہ وہ

ی میں ہمیں ہانک کئے ہیں۔“ پھر یہ بولا۔ ”کل سے میری ڈیوٹی تبدیل ہو رہی ہے۔ میں

نہاڑ میں چلا جاؤں گا۔“ ”بجٹ کو یہ بات پسند آئی۔ کیونکہ وہ خود تم اٹھانے والا تھا اس میں

لکھ ذات۔“ ”بچے نے اس کی خواہش کی۔ اس بچہ اسے نے نہیں لاکر اس کی ہمدردی میں جس لئے

بوسے کی خاطر اس کو اس کا اظہار کیا تو چونکہ اصرار۔“

”بچے چہرہ دونوں میں دایبیں جاہاں کا تھمارا مال نہیں ملتا رہے گا۔“

”پھر تو ابھی بات ہے۔“ ”بجٹ محسوس کر رہا تھا کہ فرار ہونے کے حالات موافق ہوتے جا

چکے ہیں۔“

○

دوسرے دن چلنے کی خاطر سٹری نے سیل کھولا، اس وقت تک بجٹ دھیر سیل کی کر چکا تھا۔

اس کو اس میں کسی بات نظر نہ آئی۔ ان دونوں میں اس نے شراب کی بوتلی نکالی کر دی

بجٹ نے اس کو اس کی خالی بوتلی کا استعمال کر چکا تھا، سٹری کو کھابو میں کرنے کے لئے۔ ”بجٹ

بقوت سے باہر کا دروازہ بند کر دیا۔ پھر اس کی توجہ ٹوٹی ہوئی بوسل کے شیشے کے پاس پڑے  
 چائے کی چمچوں کے گچھے کی طرف گئی۔ اب سارے چوکیدار وہاں جمع ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہیں رُک  
 گئیں۔

”دوسرے سب سے تھک چکی ہو گی کیا ہوا؟“ وہ یہ کہتے ہوئے اپنے دروازے پر آگئے۔  
 دو چار لمبے تک ستری اور جگت کی نظر پر مٹی رہیں۔ اس کے غلغلا ناک ارادے کا خیال آتے  
 ہی جڑی سے کچھ پکپکاتے گئے۔ جگت کو کئی اپنی محافط پر غصہ کیا۔ اپنی بازی پہنچتی پڑے گی۔  
 اور دوسری آپ کی چایاں ڈوں؟“ دنگا بولا۔ پھر جی ستری پر جھکے ہوئے ٹپل سکا۔ چونکہ بار ستری  
 سے تر چڑھے گی کی جانب اور جگت سے چڑھے گی کی جانب عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے  
 تھے۔ چنانچہ کچھ کچھ کھرا ادا تھا۔ ”دو جگت سے پہنچنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک۔“ مجھے اور سنا کہ  
 ہر کھلنے کے لیے دو دروازے سے گھرا گیا۔“ تاکہ کہ اس نے آگ میں نکلیں۔“ اسنے کھرا  
 رہا ہے ہو؟ مجھ کو کیوں رہے ہو تم لوگ؟“

مستری اس کی سختی سے دہلی گیا۔ یہ قیدی بیٹھا غلظت کا ہے۔ اس سے اس طرح اُڑے دھسکی گئے کہ اس کی شکایت نہیں ہوئی جا رہے تھے تو اس کی خیر نہیں۔ مستری سوچے گا۔ جکت نے اس کا کچھ افسار کھار کھارے کے باہر پھینکا۔ مستری نے جب چاپ اٹھایا۔ صورت حال عجیبہ تھی۔ اسی لمحے ہتھوڑا دار جوتوں والے قدموں کی آواز سنائی دے گئی۔ بولا۔

”مجھ نے سوچا رہے ہیں۔“ سنتری سر ہاتھ پاؤں لڑ گیا۔ اتنی دیر میں جگت نے لاہر دھاری طاری کر لی تھی۔

[illegible]

ہوئے سو پر کے جانے کے بعد جگت نے سنترنی کی جانب دیکھا۔ ”خبردار! اگر میرے خلاف

مفتی کی صورت پر بارونج مجھے۔ جگت نے جو کہہ کیا اگر وہ سچ لکھا دے تو اس صورت میں  
 بھلی کی سب سے بھیا نکہ سزا ہوگی۔ اس خیال سے وہ لرز کر رہ گیا۔

ہولی: شراب کی بوتل کون لایا؟“ چھوٹے سوہنے نے دانت چیں کر پوچھا مگر جگت خاموش رہا۔  
 اوہ دستری بھی اس طرح خاموش کمرے سے پیچھے چھوٹے صاحب کا غصہ بڑا دانت نہ کر  
 رہا۔ ”جرم کرنے کی سزا اسے جہول قتل نہ کرنے کی سزا جیسا کہ ہوئی ہے یہ تم نہیں جانتے۔“  
 پچھلے میں جن میں روکا ہوں۔“ جگت نے سکون سے جواب دیا۔ چھوٹے سوہنے نے میز پر

سازش کا سیلاب ہوئی تو قسمی جیل جا کر رہے۔ دو سو چوبیس لاکھ  
 اگر کسی کو پتہ چل گیا اور اللہ رحمہ فرما جائے تو وہ بھاگ کر افغانستان چل جائے۔ جیل کے  
 چہرہ لگ جائے گا اور فارادوس سے ہونے والے قیدیوں پر قازق بک ہو جائے اس لئے ہر جگہ تک دیکھ کر  
 بھانے چنے کے علاوہ ایک اور قیدی آزاد کیا جائے۔ انہیں باقی قیدیوں کے جیل کو لے کر کام  
 کرنا ہے۔ اس سے میں دو دونوں دیوار کو کٹے ہیں۔ مگر دیوار کی طرح پار کی جائے؟  
 تھیں فٹ بلند دیوار پار کرنے کے لئے کوئی چیز ہے۔ یہاں پھر گاڑی اٹھنے لگی۔ ذہن کے  
 کچھ وہاں پہلے چلائی گئی تھی کہ بھڑکے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ اُسے پتہ چلا کہ وہاں کچھ  
 دیوار پر لٹائی ہوئی تھی۔ وہاں کوڑے کرنا لگا تھا۔ وہاں پر کچھ لٹائی ہوئی تھی۔ وہاں کوڑے کرنا  
 سوال یہ تھا کہ بلند دیوار کے اوپر کسی حصے تک رہی کسی طرح باغی ہو جائے؟ جگت نے چٹائی پر  
 مارا۔ باہر کی مدد کے بغیر ایسا کوئی ایلمنٹریج بیکار تھا۔ وہاں سے ہونے لگا۔ اُسے پورا منصوبہ ترا  
 دینے کی خواہش ہوئی۔

مگر نہیں۔۔۔ اب جو چھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ منسوب ہو کر نیا ہی ہے۔ چاچا کو اسوں  
 میں راکھیں چھنے میں کرنے کے بعد ہر کوئی مشکل میں ہوئی۔ ضرورت پڑنے پر تین کاٹھ  
 دے گا۔ جب دواہر ہوا اس کا حکم ہو چکا ہے تو اب دل کی کیا سزا دی گئی؟ ہو سکتا ہے اس میں کا  
 آجائے۔ اگر ایسی موت مل جائے تو دواہر پکائی سے بہتر ہوگی۔ بخت نے چیلوں کی جھلکا کر  
 فیصلہ پر آخری ضرب ثبت کر دی۔۔۔ خبر پرتل کے دل چندرا دیو میں کھڑا کر دے گا کہ ایک کے ہاتھ  
 کے شانے سے سوار ہو کر اتر پرتل کا ہاتھ دیو کا نکلنا سا مشکل ہے؟ فرار ہونے میں دواہر چٹا آگے  
 گئے۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا۔۔۔

دوسرے دن شام کو کھینے کی خاطر سنتری کی سیل کو لے گیا تو جگت نے ہنس بولے ہاتھ میں خال  
 قسی ..... وہ نہتا جاپتا تھرکھیں نہیں سجدہ بات کی وجہ سے اس کا چہرہ سخت ہور ہوا تھا۔ تاتیا  
 جالی داخل ہوئی اور اس کی ریشیں کھینچ گئیں..... کھینچنے کے دورانے کی سیلاخوں پر ایک ہاتھ کی گم  
 کی سنتری نے صبر سے جتنی اٹھائے وہ باہر آنے کے لئے تیار ہو گیا.....

”تم بہت جلد باز ہو یا را“ ایسا کہتے ہوئے سنسٹری نے جانے کے لئے پشت پھیری کی۔  
نے دھکا دے کر دروازہ کھول دیا۔ اسی لمحے چنانے برابر سے چلی ماری۔

”مر گیا..... میری ماں..... مجھے کسی جانور نے کاٹ لیا ہے۔“ بچے کے ساتھ ہی باہر نکلا۔  
چوکیدار چٹا کے سیل کی جانب جھپٹا۔ سنتری برآمدے کے دروازے تک پہنچا تھا اسی لمحے جگڑ  
بول کا منہ اُس کی پشت سے لگا کر کہا۔

[illegible]

”مجھے تھمادی ملازمت کی نہیں، اپنی ملازمت کی لگ رہی ہے۔“ چھوٹا سا بڑا بڑا۔۔۔ جنیل کی سخت  
 بے ادبی کو دیکھ کر شراب کی بوتل آگے آگے سے قفل پر ہتھول بھی آگیا ہے۔ ”سنتری خاموش رہا۔  
 چھوٹ میں اس نے نصف گلاس اور نصف بوتل گھسوا لیا تھا۔ مگر اسے یہ نہیں تھا کہ صاحب نے اپنے  
 ہلب کی بات اس پر پورٹ میں لکھ دی تھی۔ غرار ہونے کی کوشش میں اس نے چکا کے برابر والے  
 ہلی کو بھی ملوث کیا تھا۔ یہ کام ختم کرنے کے بعد اس نے سنتری سے کہا۔

”اباؤ! شراب کی بوتل والی بات خود یاد رکھنا۔ سب کے پانچ سات چکریداروں میں سے کس  
 نے یہ کام کیا؟ اس کا نام مجھے ملنا چاہیے۔“ چھوٹ بڑے سوہنے آفس میں آیا بڑے صاحب کے  
 لئے سے خوش ہو گیا۔ چپکے چپکے اپنا جاتا جھیل سوہنے آفس میں قیدیوں سے پوچھ بچھ کرتے  
 تھے ایک خاص کڑی کسی۔ اس کڑی کی خود لڑی جانی گئی بنوئی کسی۔ قیدی کو جانی کی دھوری  
 برف کھڑا کر کے سوہ صاحب آرام کریں پر بیٹھے اس سے سوال جواب کر سکتا تھا۔ چھوٹے سوہ  
 نے چکا سے اس جانی کی آؤ میں بات کرنا مناسب سمجھا۔ چکریداروں کو ڈور ہٹا کر اس نے چکا سے  
 کہا۔

”اب تمہارے اور میرے سوا کسی نہیں جان سکے گا۔ بتاؤ اس نے تمہارا ساتھ دیا تھا؟“  
 ”تم ختم ہو کر وہ وقت متاخ کر رہے ہو۔ یہ اطلاع تم مجھ سے بھی حاصل نہیں کر سکو گے۔“  
 ”سوہ سوہنے قصہ لٹانے کی خاطر اسے دو چار گالیاں دیں۔ بکت کو خون گرم ہو گیا۔ اس نے  
 ذہن میں کرشمیاں بلند کیں۔“ جانی کی آؤ میں بیٹھ کر زبانی کی طرح گالیاں دے رہا ہے؟“ پھر  
 دھتے جانی پر گھونٹے مارنے لگا۔ ”یہاں سنہال اور دو گھانگا ڈول گا۔“

صاحب سرخ ہو گیا۔ ایک قیدی اس سے اس طرح بات کرے؟ گھا دیا نے کی دھمکی دے؟  
 کا جسم سے گھٹنے کے لیے لگا۔ ”چکریدار اسے لے جاؤ۔ اب میں اس کی کھال اتار دوں گا۔ سالا  
 قاتی!“ چکریدار خوف زدہ ہو گئے۔

”بوساں تیرا باپ۔۔۔ بکت اب چکریدار۔“ میری کھال اتارنے والا بھی پید نہیں ہوا۔  
 لی ہمارے چکریداروں نے بکت کو گھونٹے مار کر دوڑا دیا۔ چھوٹا سوہ اس سے باہر آیا، بڑا امیدان  
 دیکھ کر سب کو ڈھانٹ میں داخل ہوا۔ پھر صاحب نے چکریداروں کو روکا۔

”اس کی دھماکی مرست کر دو۔“ جنیل میں ساری سزا میں خیریت میں تھی جس مگر اس قانون کو  
 اب لوگ نہیں مانتے تھے، یہ قیدی کو کھلی کرنے کے لیے غیر قانونی ترمیمیں بھی آؤنی پڑتی  
 تھیں۔ سارے کے بال کھٹاؤ۔“ صاحب نے راستہ دکھایا۔

آگے کھڑے ہوئے چکریدار نے بکت کی داڑھی پکڑی اور پیچھے والے چکریدار نے اس کے سر  
 پر ہاتھ رکھ کر اور زور سے پیچھے لگے۔ بکت اس سلسلے کے لیے تیار نہیں تھا۔ سخت تکلیف کی وجہ  
 ابھی کی کچھ کل گئی۔ اس کو چکریداروں پر بہت غصہ آیا۔ اس نے سامنے کھڑے ہوئے شخص  
 پیچھے میں گھونٹا ہمارا چھوٹا سوہ پچھا۔ اس نے قریب کھڑے ہوئے چکریدار سے کہا۔

”میں یہ خوف کی پشت سہلاؤ۔“ تیسرے چکریدار نے راستہ نال کی جانب سے قدام میں اور  
 دیکھ کر ان کے پاس مارتے لگا۔ دو طرف سے بال پیچھے جا رہے تھے اور تیسری جانب سے

”میں جو پوچھ رہا ہوں وہی جواب دو۔ زیادہ ہوشیاری نہ کرو۔ سمجھے؟“  
 ”اس کا جواب نہیں لگا۔“

”نہیں لگا؟“ چھوٹا سوہ آچھل پڑا۔ کرسی پر سے دو اسی طرح کی طرح آچھل کر کھڑا  
 تھا۔ ہنسے سے اس کی منھان بھی ہنسی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ بلند کیا کہ بکت کی جھلک  
 آنکھیں اور منہ پھوٹی سے بند ہو نہ دیکھ کر اس نے ارادہ بدل دیا۔ کھون پیلے راستے جیسے  
 آسے یاد آگیا۔ گھونٹے کے جواب میں یہ شخص اس کا سر ہٹا سکتا تھا۔ قیامت اس میں کسی  
 بات کا چھوٹے صاحب کو یقین تھا، اگر وہ اس کے سر میں پھنسی مار دے پھر؟ اس نے چکا  
 کرنے کا کام چکریداروں کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا۔

”تمہیں امیر میری کھنڈی میں خوشی ڈول گا۔ یہ پتہ چلے گا۔“ پھر بھی بکت پر اثر نہیں ہوا  
 نے غرار ہونے کا جو جرم کیا ہے اس کی سزا جانتے ہو؟“

”یہ تو جرم تم سوا دو کے تو ذکیوں کا۔“ مختصر جواب دیا گیا۔  
 ”میری بات ہے۔“ چھوٹے سوہ کے لیے اس قیدی کی ضد میں عزت جاننے کا غلط  
 ہوتا تھا۔ بڑے صاحب تک یہ معاملہ نہ پہنچا جائے، سخت سے سخت قیدی بھی اس کے سامنے  
 جاتا تھا۔ اس سخت گیر صاحب کے نام سے قیدی کا پتہ تھے۔ دھوری جیلوں میں بھی اس کی  
 میری کی شہرت تھی۔

”اسے بڑے صاحب کے آفس کی کڑی کے قریب لے آؤ۔“ چھوٹے سوہ نے چکریدار  
 کو حکم دیا۔ بکت کو لوگ باہر لے گئے۔ اس کے بعد اس نے سنتری سے کہا۔ ”ابھی رہا  
 لگاؤ!“ سنتری کو بکت کی دھمکی یاد آگئی۔ اس نے خطرناک قیدی کے خلاف رپورٹ گھسوائے  
 اسے خوف آ رہا تھا۔ دوسرا خیال یہ بھی آیا کہ چکا نے شراب کی بوتل لانے والے کا نام گم  
 بتایا۔ اپنی یاد کرنے والے شخص کی خاطر وہ مضبوط رہا تھا اس نے سنتری کے دل میں اس کا  
 بھی تھا۔ حالانکہ یہ مضبوطی جلد یا بدیر ختم ہو جائے گی سنتری یہ جانتا چکریدار چکا کے خلاف  
 کہنے کا بڑے ارادہ کر لیا تھا۔

”خاموش رہو مجھے اب کچھ بھگوانے بھی؟“ چھوٹے سوہ کو کھد کرنے کا موقع مل  
 ”یہ قریب گھسوا سکتا کرواؤ گھونٹے وقت اتنا بلا دادر رہا۔ ہاتھ بائو کر کھڑا ہوا ہے۔“

”صاحب اٹھتی ہوگی۔“ معاف کر دیں۔“  
 ”پیلے یہ بتاؤ کہ شراب کی بوتل لانے میں کس کا ہاتھ ہے؟“ سنتری اس بات سے سو

وہ لڑکھانے لگا۔

”صاحب! میں اپنے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔“  
 ”تمہارا باپ جانتے نہیں مجھے دو دن میں اس کا پتہ چاہیے نہیں تو میں لا پور دیاں کی رہا  
 کر دوں گا۔“

”صاحب! میں اس کے لئے کوشش کروں گا۔ مگر اس میں میرا کوئی تصور نہیں ہے۔ میرا نام  
 ہو گا تو اسے سالوں کی سروس پر پانی پھر جائے گا۔“ سنتری نے تقریباً رندی صورت بنا کر کہا

مار پڑی تھی۔ جگت نے پیچھے والے چوکیدار کو لات مارنے کے لئے بڑا اٹھایا مگر وہ چمکا تھا۔  
 ہٹ گیا، پھر بھی جگت کے بال اس نے نہیں چھوڑے۔ نظم ہوتا ہوا۔ جگت نے پورا دھڑا لایا مگر  
 کھینچے جانے کی تکلیف نے اسے مجبور کر دیا۔  
 چوکیداروں نے صاحب کے حکم پر اسے چھوڑ دیا تو دونوں کی صفی میں جگت کے کچھ بال  
 رہ گئے۔ اس کی آنکھوں میں کالی جلیں پوری تھیں۔ اپنے ہونے اس نے سو پر سے لکھا۔  
 "دوسری بار تمہیں ایسا موقع نہیں دوں گا۔ یہ بات یاد رکھنا!"  
 صاحب اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ اس نے دوسرا حکم دیا۔ "اس پر دھماکے تو تین  
 تک اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دو! پھر اس کا داغ درست ہو جائے گا۔"  
 جگت کو اندھیری کوٹھڑی کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس کوٹھڑی میں چوبیس گھنٹے کے اندر بہت سے  
 ہاتھ جوڑ دیتے تھے۔ "بھائی صاحب! اس جہنم سے نکالو۔ میں جو کچھ بوجھوں کرے کو تیار ہیں۔ مگر  
 سزا برداشت نہیں ہوتی۔"

روشنی کی ٹیکہ بھی اس میں داخل نہیں ہو سکتی تھی اور اس درگت تک حتیٰ کہ اس میں ہیشکل ایک  
 لیٹ سکے۔ ہوا کے لئے دیوار میں تین سوراخ تھے اس کے علاوہ باہر کی دینا سے کسی قسم کا رابطہ  
 رہتا تھا۔ دو چار قدم کر کے دیوار سے ٹکرا جانا لازمی تھا۔ وہاں قیدی کو کئی گھبراہٹ ہوتی کہ ان  
 الگ بات ہے رات کو بھی وہ سوئیں سکتا تھا۔ مضبوط بند دروازے کے پیچھے ایک تختہ تھا جوں تک  
 تین بار تین چار اچھڑاؤں پر اٹھتا۔ جس کو پانچانے کی معافی کے لئے وہ پھر اور شام کھانا اندر رکھنے  
 لئے ان دونوں میں قیدی کے جسم میں کچھ حرکت آ جاتی تھی۔ اسے باہر کی دنیا کا اچھا دیکھنا  
 جاتا تھا۔ باقی وقت اسے جہنم کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی۔ اس کے علاوہ کوٹھڑی کے  
 ایک عجیب سی کہانی مشہور تھی۔ اگر بیڑوں کے زمانے میں اچھا دیوار پانچ سال پہلے اس کوٹھڑی  
 ایک قیدی کو سناپ ڈے لیں لیا تھا۔ وہ تو پ کمر گیا۔ اندھیری کوٹھڑی کا چوکیدار کان پر  
 کر کے اندھا نظر نہیں پورا کرتا رہا۔ یاد تو قیدی اندھا نظر تھا۔ دھڑلے سے تھیں پر چوکیدار کو  
 جیسں دیتا تھا۔ سناپ کے ڈسنے کے بعد اس قیدی نے کافی پیچھا کر لیا تھی مگر نے کوئی بارہ گئے

اس کا کھانا اندر سے رات کو چوکیدار کو لاش کی بدبو آتی تو اس کو تم غیب کی موت کا یہ چلا  
 سے اس کو کافی کوٹھڑی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ دیوار کے سوراخ میں سے سناپ اندر آتا  
 انوارہ مشہور ہو گئی تھی۔ جیل کے افسران کے لئے یہ بات فائدہ مند تھی۔ اندھیری کوٹھڑی میں  
 ڈر بار قیدیوں کو خوفزدہ کرتا تھا۔ کوئی کوئی تو یہ کہی کہتا کہ جیل والے جان بوجھ کر ہرے ما  
 کو کوٹھڑی میں داخل کر دیتے ہیں۔

سناپ کا قیدی کو بل بلے میں دھن دھن کرتا تھا۔ ڈرامی سرمرامٹ پر اس کی دیکھیں تن چانچا  
 وہ اندھیر سے میں آنکھیں چار کر دیکھنے لگا کہ کہیں سناپ اندر تو نہیں آ گیا؟ سوراخوں پر بار بار  
 کھنکھری رہی۔ کبھی غناک سر منجھی۔ خوف پر بھی پھرتی کے دل کو تسکین دینے لگا تھا۔  
 جگت بارہ گئے اس میں سزا تو پور کر گیا۔ اپنی تو دکانوں میں اس ظالم کوٹھڑی میں کاٹنے  
 سناپ کا خوف آتا نہیں تھا۔ کبھی دل دھڑکنے لگا، اس وقت اس کا ہاتھ گلے میں لٹکے گا

نکھوڑے پڑ جاتا اور اسے زمین پر سا ہوجاتا تو بڑے کاس اسے دیر کی یاد سے بچھن کر دیتا تھا۔  
 ہر گز کھال ہوگی؟ اُسے میری بھائی کی سزا کا بدلہ چل گیا ہوگا۔ اس کا دیا ہوا تنویر جگت کی حفاظت  
 کر لے گا، یہ اسے اب بھی یقین ہوگا؟ فرار ہونے کی ترکیب ناکام ہوئی اس کا اسے بار بار افسوس  
 ہوتا تھا۔ اس پر اب بڑا سخت پھر ہو گیا تھا۔ وہ بھی فرار نہ ہو سکے۔ بھائی کے تختے کی جانب  
 جھپٹے ہوئے اس کے دل میں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی؟ آخری خواہش وہ کیا کرے گا؟ وہ دوسرے نکلنے  
 کی بجائے انکو تیار سے معصوم بچے کے سر پر ہاتھ بچھرنے کی؟ کال کوٹھڑی کا امیر اسے موت  
 دے گا۔ افسوس بدبو ہوتا تھا۔ پھر بھی تین دن کی سزا اس نے مضبوطی سے جگت لی۔ تیرا دن پورا ہوا  
 تو کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ ایسا نظر آ رہا تھا جیسے ان تین دنوں میں اس کی عمر میں اضافہ ہو گیا ہو۔  
 اسی پر ہاتھ بچھرنے ہوئے اس نے پوچھا۔

"جیل میں نالی کا کون سا دن ہوتا ہے؟" چوکیدار کچھ بھگا جیسں۔ "کے قیدی نالی کے دن کا کبھی  
 "نالی تو ہے۔" نالی آئے گا۔"

"پھر کب لگے اُس کے چار دن؟" ڈرامی اور سے بال منڈاؤں کا۔  
 نصف گھنٹے میں یہ بات ساری جیل میں پھیل گئی۔ جگت بال آواز دے گا۔ کچھ کے لئے یہ نہ جہب  
 قسم کے خلاف بات تھی۔ کچھ عقیدے کے مطابق یہ بڑا گڑبڑ تھا۔ کبھی اندھیری کسب کو کوجب ہوا۔  
 نالی نے بڑی مشکل سے بال کاٹنے کی حالی بھری تھی۔  
 "بھیرے افسوس ایسا کام کیوں کرادے ہو؟" مگر جگت نے خند نہیں چھوڑی۔  
 "یہ میرے بال ہیں۔ جس طرح میری مرضی ہوگی اسی طرح کروں گا۔"

سب نے اس کا کبھی مطلب لیا کہ آخری وقت میں اس کی قتل ماری گئی ہے۔ ڈرامی، مونچھ  
 پر منڈاؤں سے وقت خود جگت کی لڑائی لگتا تھا۔ دل میں اس نے گرد بونہ سے معافی چاہی تھی۔ "میرا  
 بھائی کس کا سب جیل والوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کرنا پڑا ہے۔ ہر بار سے سناپ کے اس  
 حال پہنچے جائیں یہ تمہارا اچھا ہی ہے۔ گردا میرے اس کا وہ کسوف کرونا۔"  
 بھالہ کے گیس میں کیڑی لگائی تھی اس کے خلاف کبھی کبھی فیصلہ سننے جگت عدالت میں گیا تھا تو  
 اسے پاؤں سے اُسے فوراً نہیں پچکان گئے تھے۔ پھر ڈرامی مونچھ نے جگت کے حلقہ انہوں نے  
 بھی نہیں تھا۔ جگت کمر کھ کھ کا نام لیا گیا اور وہ جرموں کے گھر سے میں آ کر کھڑا ہوا تو  
 باپیلے تو بھی محسوس ہوا کہ کڑی آئی آ گیا ہے۔ دونوں بار بیڑوں کے دکھامی اسے غور سے دیکھنے  
 کہ تار افسوس کے ساتھ بڑا ہوا۔ "جگت اُن نے یہ کیا کیا؟"

بوجھن کچھ نے ڈرامی کے ساتھ بیٹے کی جانب دیکھا اور آہ بھری۔ "کچھ مذہب کے خلاف تم  
 بھگادو کر دیا۔ ڈاکو تھا ہی اب ناسک میں کیا۔"  
 تھیں گھٹنے تک فیصلہ پڑھا جاتا رہا۔ اس درمیان انہوں نے ایک بار بھی جگت کی جانب نہیں  
 نہ ان کا سر شرم سے جھکا ہوا تھا۔ دل میں یقین ہو گیا کہ جگت کو یقیناً بھائی ہو جائے گی۔  
 بندہ یہ گستاخی حراف نہیں کریں گے۔ اسے بھائی ہی بنا تھی تو کچھ دن کے لئے دھرم کے حکم

کا بائیں کیوں نہیں کیا؟۔۔۔ اس کے ساتھ بیچ کے فیصلے کے آخری الفاظ پڑھے۔

”جلی عداوت کی دی ہوئی پھانسی کی سزا ختم کر کے میں اسے عرقیہ کی سزا دیتا ہوں۔“

یہ سن کر سوہنہ گھم کی گردن ہلکنے سے بند ہو گئی۔ سوہنہ گھم کا کہنے کا لہجہ پر یقین نہیں آتا تھا۔

”کیا بیچ پھانسی کی سزا ختم ہو گئی؟“ مگر برابر بیٹھے ہوئے کرتار جی کے چہرے پر ہلکتی ہوئی سر

اس بات کی گواہی، جکت پھانسی سے بیچ گیا تھا۔ سوہنہ گھم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اتنا

نے ان آنکھیں سے یکبارگی جکت کی جانب دیکھا، وہ سرکار ہوا تھا۔

”چلے بزرگ! ہمارے جاکے پاس جا کر اسے بد سا کر دو۔“ کرتار جی نے کڑے سے ہر کہا۔

مگر سوہنہ گھم بیٹھے رہے۔ ”نہیں۔۔۔ مجھے اس کی جانب نہیں دیکھنا۔ اس ناک سے کہنا

بال مند و اگر اس نے پورے خاندان کو پاپ میں ڈالا ہے۔“

کرتار جی چاب چلا گیا۔ پوئیں چیخ پورن گھم، جک کو کیڑ تو نظر ہوں سے گھونٹا ہوا ہو

چہا رہا تھا۔ ”سائے کو شک کا گناہ مل گیا۔“ پھر رات نہیں کر پڑ بڑایا۔ ”بھگت پھانسی دوسری پھانسی

سزا سے اس کی طرح نہیں سکے گا۔“

”جناب! آٹھ سو پائیس کی پھانسی کی سزا عرقیہ میں بدل گئی۔“ کسی نے چھوٹے سو پر کو اٹھا

دی۔ عام طور پر قیدی کی پھانسی کی بجائے عرقیہ ہوتی ہے تو اس شخص کو ریش کے جکام پر آ

راحت محسوس کرتے ہیں۔ مگر جک کی سزا کی پھانسی میں چھوٹے سو پر کو لگتی۔ وہ منہ ہی منہ میں بیڑا

”تب تو اس کی غرقی میں غصہ اور فحاش دینا پڑے گا۔“ پھر اس نے جکت کا قتل کا رد طلب کر

جیل کا رد پر کچھ کہنے ہوئے صاحب کا چہرہ سخت ہو گیا تھا۔ پھر وہ بڑ بڑایا۔ ”تمیں کوڑوں کی سزا

چھوٹا ہوا تھا۔“ جیل سے فرار ہونے کی کوشش کرنے کے جرم میں۔“

”کل صبح میرا عمل ہونا چاہیے۔ اس بدعاش کو احساس ہو جائے گا کہ پھانسی کے ستابے“

کوڑوں کی سزا بھاری ہے۔“ پھر کچھ سست ہوا بولا۔ ”کوڑے مارنے والے بھی اللہ میں سے کوئی نہ

جائے۔ کل اسے خوب درد لگتا پڑے گا۔“ صاحب کے چہرے پر بے رحمانہ مسرت دیکھ کر چوڑا

اُس سے نفرت محسوس ہوئی، اگرچہ پہلے مجھے کبھی اسی نہیں بدلے۔ اُس نے سوچا۔

کوڑوں کی سزا سننے کے باوجود جکت گہری ٹیغ ہو گیا۔ مگر چنانچہ سالاری رات پہلو بدل کر

دی۔ چونکہ اہم ہند کو بھی کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ انگریزی کو فخری میں بند ہونے

بدا جو بدگئے سے شراب کی قرض لانے والے کا نام نہیں ملتا تھا کہ اسے وجہ سے بند ہو گیا تھا

اس سلسلے میں کوڑوں کی سزا ہو گئی تھی۔ رات کو چہرہ ہر دے ہوئے اسے خیال نہ رہا۔ ”میں اگر قتل

ہوں تو جک شاید سزا سے بیچ جائے گا۔“ مگر اس کا دل کمزور تھا۔ چھوٹے سو پر کے خطرہ تک چہرہ

تصور اسے لڑا دینے کے لئے کافی تھا۔ ملازمت سے ہاتھ دھونے کا ڈرا وہ بال بچوں کے پر

ہو جانے کے خوف سے اُسے مجبور کر دیا تھا۔

”بھگوان! کچھ کوسزا برداشت کرنے کی ہمت دینا۔“ وہ ڈھنگ میں باگ رہا مگر آٹھ سو پائیس

یقین نہیں تھا۔ ”میں کوڑوں کو برداشت کرنے کی طاقت کسی کوڑا دی قیدی میں ہی ہوتی ہے۔ نہ

کوڑوں میں ضرب پر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

جک کو ریش سے باہر لے جایا گیا تو جیل کے قیدی اُسے ہر دہانہ نظر دلہا سے دیکھ رہے تھے۔

نئے چارے کی مصیبت آگئی۔ ہندو کے پاس سے گزرتے ہوئے اُس کا سینا چہرہ دیکھ کر اُسے

خوش کرنے کی خاطر وہ سکریا مگر ہندو نے شرم سے سر جھکا لیا چھوٹے سے چرک میں جکت کو لایا

گیا۔ ”دلوں جاب فلا دی مجھے زمین میں گڑھے ہوئے تھے۔ اُن کے درمیان اُسے کڑا کر لایا۔“

”لباس اتار دو۔۔۔“ جک نے لباس اتار کر پیچک دیا۔ ”دلوں ہاتھ بلند کرو!“ جکت نے

ہاتھ بلند کرے جنہیں کہیے میں کسی دیو گیا۔ اُس نے چھوٹے سو پر کیا۔

”تیار ہو۔۔۔“ اُس نے منہ تیز حاکر کے پوچھا۔

”بالکل تیار ہوں۔“ مگر ہاتھ باندھنے کی کیا ضرورت ہے؟

”یہ تو دو چار کوڑوں کی جود جھٹل آ جائے گا۔“

جناب میں جکت خات آجیر انداز میں ہنس۔ ”دلوں ہاتھ مجھے سے ہاتھ دینے کے بعد لنگی کی

جھونکا سو پر کڑے گا لنگا ہاتھ دیا گیا۔ جہاں کوڑے مارے جاتے تھے وہاں کو لپکے کا حصہ کھلا رکھا

گیا۔ تیار کی مکمل ہونے کے بعد چھوٹے سو پر نے پکارا۔ ”بھئی اللہ میں کہاں ہے؟“

”اب تک کوئی نہیں جکت کھلائی نظروں سے جکت کو دیکھتا ہوا بھی اللہ میں کڑا ہو کر سامنے آ

گیا۔ ہماری جسم، بگڑا ہوا چہرہ، بڑی اور سرخ آنکھوں میں شکاری دوند سے بھی چمک۔۔۔ اُسے

دیکھ کر میرے سے کوڑے مارنے کا سوچ نہیں ملا تھا اس لئے اُس کی حالت بھوکے دوند کے کی طرح

تھی۔ اُس نے مضبوط ہاتھوں کو فحاش میں دو چار ہاتھ کر بازو پھیلائے، پھر جڑے سخت کر کے جکت

پا باند دیکھا جیسے کھرا ہوا ہوتا تھا۔ جیسے بہت سوں کا بائیں میں نے اُٹا دیا ہے۔

”بھئی اللہ میں نے چھوٹے سو پر کی جانب دیکھا، اُس نے آنکھوں سے اجڑات دی۔“ پھر اُس نے

لی جڑا اوٹھڑا اٹھایا اور فحاش میں ہنر کا کڑا کر کے مغزو انداز میں جکت کی جانب دیکھا مگر جکت

کی جسم کا اثر نہ ہوا۔ وہ اسی طرح لا لہا اور بار۔ بے ڈول پہلوان بھی اللہ میں تیزی سے جکت کے پیچھے

لگ کر پڑا ہو گیا۔ چھوٹے سو پر نے کہیے کے درمیان کڑے سے جکت پر سخت تقریریں ڈال کر مائی

لی ہادی بھی اللہ میں کا پڑا والا ہاتھ فحاش میں بلند ہوا جکت کی پلٹ پر پہلی جکت میں۔

ہی کا تاثر فحاش لڑ گئی۔ جکت کی جلد سوچی گئی۔ اُسے کوڑے کی ضرب انداز سے لڑا دے سخت

پلٹ جاتی تھی۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دوسری ضرب کی ”تڑاک۔۔۔“ چٹا ہونے سے کے

اُس نے کی سلاخوں پر بھی ہاتھ لگوا دیا جیسے ہر ضرب اُس کے دل پر لگ رہی تھی۔ جیل کے

پسے کوئی بے چوڑا مگر ہندو کوڑوں کا لہجہ میں اٹھانے لگے۔ جیسا تھا۔ کوڑوں کی آواز سن کر اُس

ٹیغ ہوا تھا۔ ”میں۔۔۔ بار۔۔۔ پانچ۔۔۔ ایک کے بعد ایک ضرب لگ رہی تھی۔

جکت کی ہر جود جلد پر ضربیں لگ رہی تھیں۔ ہر ضرب پر جکت کی بیچ تک جلیج۔ کر لوت جاتی

نہا دل مضبوط کر رہا تھا۔ اُس کی ہنڈ آنکھوں میں گرد کو بند کی ہمت آ گھر نہ لگی۔ دشمن نے

قوس پر حلیا جگن آجوں نے تکلفہ کا کابک لفظ نہیں کہا تھا۔ وہ بھی کچھ ایسی ہی حالت سے

لڑا تھا۔۔۔ میں بھی ضبط کے ساتھ رہا۔۔۔ لگا۔ اُس نے سوچا۔۔۔ دس کوڑے پورے ہونے



پہلی پہلی قسم ہوئی تو جگت کے گھروالوں کو بچھرا دلی۔ ایک سالہ دست پال کو کھلاتی ہوئی  
 دین پڑی۔ "تیرا خیرے مقلق چار اعدادہ تھا تا کہ نصیب نہیں ہے۔"  
 مگر جگت کے پالو کا خدا بھی کم نہیں ہوا تھا۔ بار بار وہ کہتے۔ "کھکے کے بیٹے بال اتڑا  
 ہے۔ کرو گو بڑا ہے۔" بھی معاف نہیں کریں گے۔ ارے وہ معاف بھی کریں گے، جب بھی میں  
 حاف نہیں کروں گا۔"

پالی کوٹ نے جب دوسری پہانی کے لئے فیصلہ دیا اس وقت انہیں اپنی بات جج ہوئی نظر  
 لی۔ منھے میں بھرے ہوئے دو کمر آئے۔

"میں کبہا تھا تاں ہمب کی تو بین کرنے والا ہے موت مرے گا۔" جی ہاں اور چندن کو کچھ  
 لیں کہ موت کی سزا اور داری ہے۔ "بھگوان کے دم کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔"

جگت کی زندگی اب آخری موڑ پر تھی۔ پھر بھی چندن نے اس کو نہیں بھانپا۔ دل بھراتا تو وہ  
 اپنے کی بجائے بھگوان کی بارگشتاں لگ جاتی۔ سوہن سٹکے کے ساتھ گھر آئے ہوئے کرتار نے  
 اس روپے کی کوشش کی۔ "ابھی آخری عدالت ہمارے لئے مگلی ہوئی ہے۔ ممکن ہے وہاں چمکا را  
 ہائے۔" مگر یہ دلاسب کے لئے مراب جیسا تھا۔ پورے بیے نپٹوں نے انہیں تھکا دیا تھا۔  
 لک باں بھی کسی بیوہ کا نہیں کیونکہ وہ فقیر سے لڑتے ہوئے عاجز آ چکی تھیں۔

"شاہب سے ڈاکو ہوا پائیں رہنا چاہے اس کے کمر، وہی بھگتے گا۔" کرتار نے ماں جی  
 اور چندن جی کی جگت کے پالے کہا۔

"بزرگ! میرے پاس جو رقم تھی، وہ تمام خرچ کر چکا ہوں۔ ابھی وکیل کو پانچ سو روپے دیے  
 ہیں کہ اس کا تمام حق میں کیس لڑو گا۔" کرتار کچھ پر دکا۔ سوہن کھارواں جی اس کی جانب دیکھے بغیر  
 رہے تھے۔ آخری کوٹ میں کیس لڑنے کے لئے ابھی جا رہی تھی کہ ضرورت ہوگی۔ "سوہن

وفا خاں رو گئے۔ سال بھر برسات کا کام رہا تھا بیت قحویہ زمین انہوں نے پانی کے سول  
 اہت کردی تھی۔ ۵۵ کی موت کے بعد کچھ خرچ ہو گیا کہ اس کا قرض اچھی سر پر پائی تھا۔ بھتی پر  
 واک کا گزارہ چل رہا تھا اس کے علاوہ اس کا ادو کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ بھی اب بوڑھے ہو

تھے۔ جگت کے پیچھے کب تک خوار ہوں؟ اب آگے کا خیال کرنا تھا۔ جگت کا اکلوتا بیٹا اگر جوان  
 لیا تو کیا اسے قرض ورنے میں دیا جائے گا؟ یہ سب خیالات اُن کے ذہن میں پکرا رہے تھے

اپنے جواب نہ دے۔ بے مگر اب جی خاموش نہ رہ سکیں۔

"ابن۔۔۔ بہت ہو گیا۔ جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے۔ اس ڈاکو نے ہمارے بکرے کھائے۔ کر  
 چکا۔ اب ذہن کے تہ۔۔۔ کر کے میں ٹھکر کر نہیں کھائی۔" پھر منھے کے جوں میں پولیں۔

پر بھی جگت پر اعتماد کے مطابق انہیں ہوا۔ ایک ہی جگہ نہیں گئے کی وجہ سے اس کی جلد اور  
 رہی تھی۔ خون بہہ رہا تھا۔ ملحق خلک ہو گیا تھا۔ اس کے جسم کا جوڑ جوڑ ٹوٹنے لگا۔ منھے میں ہانک  
 اُسے سخت ازیت ہو رہی تھی۔ مگر وہ چٹان کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ وہ کچھ کرمی الدین کو جوش آگے  
 اُسے اپنا زور قسم ہونے کا ڈر لگا۔ "آج جسم میں سے طاقت کیسے ختم ہو گئی ہے؟" اُس نے دل

دل میں اپنے آپ کو گالیاں دیں۔ چھوٹے سر پر اُس نے کان میں سرگوشی کی۔ "اسے چہ  
 کوڑوں میں کرا دیتا؟" یہ یاد کر کے اُس نے زور بڑھایا۔ کھلے سینے پر پیتہ صاف کر کے اُس۔

سینہ پٹا اور دنگی قوت سے کوڑے مارنے لگا۔

پندرہویں کوڑے پر اُس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ "چھوٹا سو پر خوش ہو گیا اور جی الدین کو ج  
 آگیا۔ جگت کے جسم پر لیٹا ہوا کچرا خون سے تر ہو گیا۔ اب اُس کے ہر کیڑے کوڑے پر پنے کی طاقت  
 کھوٹے جارہے تھے۔ گردن آہستہ آہستہ نیچے جھک رہی تھی۔ پیشانی پر تکلیف کی وجہ سے لکیر

بن گئی تھیں۔ اُس کا دل کی گناہ گری سے دھڑک رہا تھا۔

"بیں۔۔۔ اکیس۔۔۔ بائیس۔۔۔ جگت کے گرد کوہند کے دھیان میں دل کو لگایا۔ چھوٹا س  
 ہوئے چٹا ہوا جی الدین کو گھور رہا تھا۔ یہ قیدی بائیس کوڑوں میں بھی ہوش میں تھا۔ اس نے

کے نہیں ماری پا کوڑے روکنے کے لئے احتجاج نہیں کیا۔ اس میں اسے اپنی رائے نظر آ رہی تھی۔ ا  
 نے دیکھا کہ اب جی الدین باپ کا تھا۔ آخری سات کوڑوں میں وہ زور نہیں آزما سکے گا اور

چھوٹے سو پر کوٹھوس تھا۔۔۔ اٹھائیس۔۔۔ انتیس اور تیس۔۔۔ سناٹا چھا گیا۔ جگت کے چہرے  
 کے پاس سے ٹھہر گئے۔ بندھے ہوئے ہاتھوں پر لٹک گیا۔ دوسرے جگت کے پورے کوڑے کھڑا ہوا

چار چھوٹوں کے ہاتھ میں لگا تو اسے یقین ہو گیا کہ تیس کوڑے پورے ہو چکے ہیں۔ وہ احتیاج  
 پارا توڑ گیا تھا۔ پچھل اُس نے سر اٹھایا، چھوٹے سو پر کی جانب دیکھا۔

"بیں۔۔۔ قسم ہوئے کوڑے؟" اُس کی یہ بات سو پر کوٹ گئی۔ جی الدین ایک کوٹے میں جا  
 بیٹھ گیا۔ وہ یہی طرح باپ رہا تھا۔ صاحب کی جانب نظر اٹھانے کی اُس میں ہمت نہیں رہی۔ غ

بہتی ہوئی حالت میں چار آدمی اُسے اٹھا کر کتل میں لے گئے۔ اُن لٹایا۔ اپنی حالت  
 اُس نے پانی ناگہ۔ دو گھنٹہ ملحق سے نیچے جاتے ہی اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ وا

ہوش کھوئے لگا۔ بے ہوش ہونے سے پہلے اُس نے سنا، کوئی کدہ رہا تھا۔

"اس شخص نے جی الدین کا پانی اٹا دیا۔"

تیس کوڑے برداشت کرنے والے چمکے کے لئے تمام قیدیوں میں احترام کا جاگ۔ آخر حاد  
 کے کوئی سر بھر گیا یا نہ کسی۔

”جہاں پر چڑھتا تو بھی نہیں پرواہ نہیں۔“ کرتار نے دیکھا، یہ کہتے ہوئے وہ بائیں ہاتھ کی گھسیٹ گھسیٹ میں اٹھرتے اٹھرتے آسودہ کھائی میں دوڑیں اس لئے وہ فوراً اٹھ کر اندر چلی گئی۔

”بزرگ! میں تم لوگوں کی حالت سمجھتا ہوں۔“ اچھے اچھے انتظام ہو سکتا تو میں آپ کو لڑکے کے موقع پر دیتا۔ مگر کیا کروں؟“ اس نے سر اٹھا کر بھری۔ ”پاپے سے میرا بھلا ہو گیا ہے۔ چنگ کے! میں یہ دوسری کر رہا ہوں! انہیں یہ بات پسند نہیں آئی، ورنہ پانچ سال بھڑا نہیں سے بھی کر لیتا۔ سوہن سنگھ ہندو سر کر ڈر گئے۔ اتنی بڑی رقم خرچ ہو جائے گی، بیٹے کی جان بچنے کا یقین ہو تو! زندگی تک بچنے کو تیار تھے مگر میں اس امید گئی اور بچھٹانا زیادہ تھا۔ بنام بیٹے کو چھائی سے کھ طرح بچانا چاہئے؟

”جنگ کے پاپے کیوں نہیں لے لے؟ کرتار بے چین ہونے لگا۔ کوئی بڑا وکیل کرنے کے! بیسوں کی ضرورت تھی۔ اسے آج شام تک امر ترس چھٹا تھا۔“ بزرگ! میرے پاس چنگ کی کن ہے فروخت کر کے پانچ سات سو تین سو لاکھ کر کے گا۔ کچھ بھل گیا تو وہ مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کر گا۔“

”کیوں؟“ انہوں نے صرف اٹھا چما۔

”جیل سے فرار ہونے کے لئے اس نے دو ایک بار مجھ سے طلب کی تھی۔ مگر میں نے ہال تھا۔“ کرتار نے کہا۔

”یہ سن کر انہیں دھماکا لگا۔“ ابھی جیل سے فرار ہونے کے خواب دیکھ رہا ہے۔“ بھڑا لڑو لگا ”اب کیا تو مارا جانے کا بیوقوف ہے۔“ آپ کا دل پھل گیا۔ جیل سے فرار ہونے کے لئے جنگ کا کوشش کر چکا تھا مگر اب اس نے قدم اٹھایا تو۔۔۔

”کرتار! میں تھوڑی دیر میں فروخت کر کے کچھ لے کر آؤں۔“ آخر انہوں نے کہا

”مگر ایک شرط ہوگی۔“

”کرتار سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔“ کیا۔۔۔؟“

”وہ گئی جہیں فروخت کر دینی پڑے گی۔“ سوہن سنگھ نے کہا۔ کرتار سوہن سنگھ کا ارادہ کیا۔ وہ بھی نہیں جانتا تھا کہ جس جگہ کے ساتھ گئے۔

”بہتر ہے۔ آپ زمین فروخت کرنے کا انتظام کریں۔ مگر کا کا کھ میرے پاس تیار ہے کرتار جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ سوہن سنگھ نے اس سے کہا۔

”زمین فروخت کرنے والی بات ہم دونوں کے علاوہ میرا کوئی نہ جانتا ہے۔ جگہ بھی نہیں۔“ اس کی آپ گلہ نہ کریں۔“ کرتار نے کہا اور چلا گیا۔

○

کوڑوں کی سزا جگت نے منسوب دل سے جھیل لی مگر اب اسے درد نے بہت پریشان کیا۔ بائیں ہاتھ وہ چپٹے کے کل ٹوٹیں گا تھا۔ منہ کے لیے لیٹے سے جسم اٹک جاتا تھا۔ ذرا سا پیٹو بدلے کوشش کرتا تو تکلیف اور بوجھ جاتی، ابھی تکلیف سے اس کی کچھ ٹھنک جاتی اور کچھ نہیں ٹھنکے لگا۔ چھوٹے سوپا کو یاد کر کے گالیاں بٹکا۔ ”اس بیوقوف سے میں بڑے لڑوں گا۔ ایک ایک ضرر

مجھے تو چنگ کے ساتھ چھائی پانا ہے۔ میں رحم کی اپنی کیوں کروں؟“ پہلے تو اس سے ملاقات چنگ کے انکار کر دیا۔ ”مگر اب میں میں حراسے میں ہوں۔ چنگ کی پانے سے پہلے تمہارا چہرہ آفرین کرنا اور لڑکوں کا ہاتھ دھو کر۔“ چنگ نے ہنسی سے چنگھو اس سے، اس کی ٹانگ سے۔ بھرے پچھل گیا آخر چنگ بھٹکا پڑا۔ زندگی کے آخری لمحات میں اس کا دل نہیں دکھانا چاہیے۔ اس نے

”جنت کا مثل کہاں ہے؟“ چوکیدار کو اس پر حرم آگیا۔ اُس نے انہی کے اشارے سے جنت کا مثل بتایا مگر بھول گیا۔

”تم اس سے مل نہیں سکو۔“ جگت کے سیل کے چوکیدار نے یہنا، اُس نے اشارے سے بچے ماسکی سے کہا۔

”کیوں اس کا دل توڑ رہا ہے؟ اس لئے دو ہزار کیا بکر جائے گا؟“ پھر یوم بیت سے  
 ”جلدی جلدی قسطے سے مل لو! کسی نے دیکھ لیا تو ہمیں ڈانٹ پڑے گی۔“ چنانچہ ماں کا  
 لٹوٹاں سے بچا ہوا دیکھ کر دیکھ کر سمجھ گیا کہ بیٹے نے اس کی بات نہیں مانی۔ دو کچھ کچھ اس سے  
 بچ رہا ہے۔

”بھائی! ہاتھ جو درگزر سے اچھا کرتے ہیں، چٹا کو نرم کی درخواست پر دیکھنا کرنے کے لئے ہاتھ ڈالنا، احسان زندگی نہیں بھولوں گی۔“ اس نے درخواست والا کانٹہ نکال دیا۔ جگت اس کا مطلب چہرہ دیکھ کر مل گیا۔ اسے اپنی ماں یاد آگئی۔ چٹا کو پھانسی سے بچانے کی خود اسے بھی ملنی تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا۔

”ماں! تم فکر نہ کرنا۔ یہ کانڈ جو کیدار کو دے دو! چنا دیکھ کر دے گا۔“ احسان مسندانہ نظروں  
 دیکھتے ہوئے پرم جیت نے کانڈ جو کیدار کے مہر دیا۔ جاتے ہوئے صرف اتنا بولی۔  
 ”جو کون تمہارا بھلا کرے۔“

تین ماہ بعد چٹا گورنر جنرل کی جانب سے پھانسی سے رحم دیا گیا اور عمر قید ہوئی۔ مگر جگت پیریم  
ٹ میں بارگیا اور پھانسی قائم رہی۔ یہ جان کر چٹا گرج اٹھا۔

نہیں تھیں۔۔۔۔۔ مجھے عمر قید نہیں چاہیے۔ مجھے پہاڑی دوامیری در خواست واپس لے لو، سب بھائی پاکستان ہو جائے گا۔

”جس کی صورت رحم کی اپیل میں کر دی گئی۔“ چاکر کی طرح جگت بھی مد نے لگا۔ سپریم کورٹ میں ہارنے کے بعد اسے موت سے بچانے کا آخری موقع اپیل قاعہ رکھنے کو تیار رہنا تھا۔ ”آج تک جفا کو بن کر سر اُٹھانے کے راہوں۔ اب کیوں میں کسی کے ہر جفا کوں؟“

اُس نے کہ سر میں پھانسی کا پھندہ نہ بنے۔ جگت! تمہیں موت کا ڈر نہیں مگر تمہاری موت  
اُس کی ذمہ داریاں چلتی پھرتی لاشوں میں تبدیل ہو جائیں گی اس کا خیال کر لے۔ "اُس کے  
لمحہ بھاننے کی کوشش کی۔

مجموعہ حاصل کر کے مجھے جیل کی اس بڑی زندگی میں رکھنا چاہے وہ تم لوگ؟! بھرت نے دلیل  
انسان کی زندگی بھی کچھ بڑے جیل سے اتنی سزا میں بسرے جسے میں آئی ہیں۔ چنانچہ سے قضا کیا تو  
وہ زندگی تمام ہو جانے کی

ہوئے نہ مانتا تو ماں مٹانے لگی۔ مگر جگت مند چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔  
 ہاں! ایک بار تم نے ہی کہا تھا کہ کھانسی پر چڑھ جاؤ! ہم سب کا چڑھنا کار تو ہو۔ اب مجھے کیوں  
 آئی ہو؟" ماں بھی رو رہی۔

سوچا۔ ماں کیل کے دروازے پر آکر ڈکی اس وقت وہ مسکرا دیا۔ وہ دربار میرے لیے جس پر چمکا ہوا تھا۔ "ماں! ایسی طبیعت ہے؟" مگر گود میں بیٹھے ہوئے لڑکے پر چنانچہ غصہ کی نظر آئی اور اس کا چہرہ صبر ہو گیا۔ انھوں نے میں خون اتر آ کیا۔ "تم اس کو کیوں لے کر آئی ہو؟ مجھے ملائے کے لئے؟" پر "میں مجھ جیسے کا بھرا ہوا چہرہ دیکھ کر کھینچتی ہوں۔" اے اس کی ماں کے بچے سے اتنی دشمنی؟ "تم اسے کبھی اس کا جانتا کبھی ہوا؟" چنانچہ کر کے سخت کر کے بولا۔ "یہ میرے بچے دشمن کا بیٹا ہے تم کو ملے گا۔" "تم اسے جرم میں نہیں لکھ سکتی تھو ہر ماں۔"

”ایسا نہ کرنا چاہتا تھا۔ بہت گڑبگڑا۔۔۔ جیسا کہ چڑنے کی ضد ہوئی کہ ہے۔۔۔ اسی کو بہت چھوئے ہو۔۔۔ زکریٰ کی تم نے کچھ نہیں دیکھا اور اس طرح۔۔۔“ ماں کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنا سب اب پہنے گا۔ چنانچہ وہ فیاض اور تو بہت کوس بندھی۔ ایک کانڈاؤس نے آگے بھاگا۔ ”میں اپنا اس پر دھڑک رہا۔۔۔ گورنر صاحب کی رول میں رحم جا کا تو مجھے جیسا سے بیخ جا ڈھے۔“

”جیسے کسی کا رحم چاہے جائے۔۔۔“ چنانچہ اُف۔۔۔ تم کیسے نہیں پریشان کر رہی ہو؟ جیسے۔۔۔“

”ہاں، ہاں۔۔۔“

”سہارا...؟“ چنانچہ تقویہ لگایا۔ پھر کھڑا ہوا۔ ”ایسا سہارا تو تمہاری گود میں ہے۔“

”چنانچہ اس بات کہتے ہو؟ اس کے جواب میں نے کہا کہ ”میں جانتا ہوں کہ تم نے اس کو دیکھا ہے؟“ میں نے کہا کہ ”جی ہاں، میں نے اس کو دیکھا ہے۔“

”ماں اتم مجھے زندہ رکھنا چاہتی ہو۔“ اس کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ ”عزیز پتہ ہے تیس سال بعد میں کیا کروں گا؟“

”تم شادی کرو گے..... مھر ساؤ گے۔ میری خدمت کرو گے۔“ ماں نے اپنے خوابوں کو زور دے دی۔

[illegible]

بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ فورے سے چندن کو کچر رہا تھا۔ "مجھے یقین ہو گیا کہ اُسے تم سے کچا چار

چندن اُتم میری ہو کر پرانی عورت کے چارکی بات کر سکتی ہو؟" بکت بوچہ بڑھا۔  
 "یاد کرو میں نے بھی باپا نہیں سمجھا سارا دنی! " چندن کو آج بے دل کی بات کرنے میں کم  
 نہیں پڑتی تھی۔ "مگر تھ صاحب کے سامنے سر جھکا کر میں تمہارے لئے اور آنے والے بچے کے  
 لئے دعا مانگ رہی تھی تو میری تمہاری زندگی کی حفاظت کے لئے دعا مانگتے آئی تھی۔"  
 "تم کچ کبھی ہو چندن؟" بکت کے لہجے سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا۔

"جوت کیوں بولیں؟ اُس نے تمہاری سلامتی کے بدلے اپنی زندگی دینے کے لئے کتنے  
 سچے سے چار کھینچے ہیں۔ میں نے سنا تھا۔" یہ بات سنتے ہوئے بکت نے گردن میں بندھے  
 لئے خوبو کو چھو لیا۔ چندن کو رد کی گئی بات سننے پر بڑھا۔

"مگر اتنے عمر سے وہ کہاں تھی؟ اُس پر کیا کچنی؟ یہ سب پوچھا کرتی تھی؟"  
 "جی افسوس مجھے ہو رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر خوش بھی ہوئی تھی مگر عمر بھر کی۔ اسی طرح جلدی  
 فنی گردوارے سے نہ نکل سکی۔ میں چپے چپے کچر دھوئی نہیں۔" لدیمانہ کی بس چلی جائے گی۔"  
 جی ہوئی رکتشہ میں بیٹھی۔

"بکت نے آج میری۔" دیرو نے ایسا کیوں کیا؟"

چندن کو نے دیرو کے ساتھ والے شخص کی بات جان بوجھ کر نہیں بتائی۔ یہ سن کر اُس کا ذہن  
 ہانسنے کا انداز تھا۔ "ایک بھانہ کر کے میں لدیمانہ ہو آئی۔" چندن کو کہنے لگی۔ "مگر اتنے  
 نے شرم سے پتہ کیسے گئے۔"

"میں اُس کا یہ معلوم کروں گا چندن! " بکت نے دروازے کی سلاخوں کو کھینچ کر  
 نکالا۔ "اچھے! انہیں تو زینا چاہتا ہو۔" مگر اس کے لئے کتنی خودا وقت چاہیے۔" وہ سن تک  
 لی ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے۔ بکت، چندن کو کچر ہاتھ اُٹھا کر اُس کے ذہن میں  
 ات گردش کر رہے تھے۔ پھر پوچھنے کوئی چاہا کہ چندن! اتم بچ کبہ رہی ہو؟ مگر چندن بولی۔  
 "نہی کیا کہتے تھے کہ لے آئی ہوں۔"

"پہلے بتائی تو میں باپ کے آگے خد نہ کرتا۔" بکت کی آواز نرم ہو گئی۔ "اب دیکھ لے کہنا  
 اپنے لئے کرائے۔" میں اُٹھ نکلا دوں گا۔"

دیو کی درخواست پر دھکا کر کے ذہن کے جوت کے ذہن میں جیل سے فرار ہونے کے خیالات  
 اتھری سے گردش کر رہے تھے۔ بہت سے چار کھینچ کر راستہ نظر نہ آیا۔ گراہی نرم ہونے تک ضبط  
 تھا۔ حتیٰ کہ اُس نے اپنا طریقہ بدل دیا تاکہ دیکھ سکیں وہ میں نے گراہی نرم نہ جانے۔ دیو  
 دن میں ایک دن سال کے برابر نظر آتا تھا۔ کار کو گریٹر جی کے کوشش کی گراہی سے ایسا  
 وہ دھکیلتا تھا۔ کب واپس لوٹنے کا؟ یہ نہیں چل سکا۔ "اب کیا کرنا چاہئے؟"  
 مگر ہانچا کہ اُسے امید نظر آئی۔ اُسے خبر تھی کہ کنگا ڈاکو چھائی کی سزا پا کر اسی جیل میں آیا

"بیٹے! تم نے ماں کے سخت الفاظ ہی یاد رکھے؟ تمہاری خاطر اور کیا کیا برداشت کیا وہ بھرا  
 گئے؟ نہیں جانا نہ ہوتا تو کورٹ کی بیڑیاں کیوں تھمتے؟ پیسے سے کیوں خوار ہوتے؟" پھر  
 میں بولی گئی۔ "جب تک تمہارے گھر میں یہ توبہ ہوگا اس وقت تک تم کسی بھی گھر کے سامنے  
 سنبھ بیٹے نہ گئے۔"

"ماں!....." بکت کا غصہ بھڑک اُٹھا۔ "تم زور ہوئی ہو تو تمہاری مٹا دیا آتی ہے۔ مگر جب  
 سے مٹا ہوں تو تمہاری سنگدلی کا گنے کی طرح دل میں چھتی ہے۔ کچھ تمہاری آنکھوں میں غصہ  
 نکلتا ہے۔ اس توبہ کو دینے والی کوئی تم نے مجھ سے الگ کر دیا ہے یہی نہیں بھول سکتا۔" مگر  
 دیر نہ کر بولا۔ "میری خاطر پیسے سے خوار ہونے کا غصہ دینے آئی ہو تو سن لو ماں! آج سے تمہا  
 رے پھر پر حرام ہے۔" بیٹے کی اسکا باتوں نے ماں کا دل تو ڈیرا دیا اور بکت کی زندگی کے لئے سر  
 نے اس چھوڑ دی۔

"مجھے ایک بار مل لینے دو! میں کسی طرح انہیں راضی کر لوں گی۔" چندن سانس سر  
 عاجزی کر رہی تھی۔  
 "چندن! اب بکت پہلے جیسا نہیں رہا۔ پہلے اُس نے بھی ایسا بات نہیں کی تھی۔ اُس کے ذہ  
 پر شیطان سوار ہو گیا ہے چندن! وہ تمہیں بھی ڈانٹ دینے کا۔" ماں جی ایک ہی سانس میں  
 کہیں۔

"ماں جی! مجھے اچھے اچھے ایمان کی پرواہ نہیں ہے۔ ایک بار جانے دو! میں تو ساری زندگی افسوس  
 رہی۔" اور چندن دل مضبوط کر کے بکت سے ملنے لگی۔ "چھوڑو سارے پھر میں نہ ہونا تو کئی بہت سارے  
 ملاقاتوں کی منظوری نہ ملتی۔" جانے ہوئے کہ کچھ تھا کہ "چھٹیاں ختم کر کے جب واپس لوٹوں گا  
 تمہاری چھائی کا آؤر میری جیب میں ہوگا۔ تیار رہنا!"

چندن کو کے آنسوؤں سے وہ پھل نہ جانے اس کے لئے بکت نے دل کو تیار کر لیا۔

"تم مجھی ماں اور اپنی طرح میں جتن دینے تو میں آئی ہو؟"  
 "نہیں۔" چندن نے آئی ہوں۔" چندن کو نے کہا۔ "بھئی بار منت پال کو لے کر آئی تھی ج

ایک بات بھنا بھول گئی تھی۔"

"کیا بات؟"

"دیو کی بات!....." ایک لفظ بول کر چندن کو گئی مگر اس لفظ نے بکت کا چہرہ بدل دیا۔  
 "دیو کی.....؟" "خودا کی سلاخوں پر آنکھیں آپ ہی آپ جم گئی۔" اُس کی کیا بات ہے؟"  
 مجھے وہی تھی۔"

بکت کے چہرے پر روشنی آگئی۔ "دیو زندہ ہے؟" وہ بڑبڑایا۔ "پھر بولا۔" مجھے یقین تھا کہ  
 زندہ ہے۔ میرا دل کبہ رہا تھا کہ وہ زندہ ہے۔" پھر اسے شک ہو گیا۔ "چندن! تم میرا دل بہرہ  
 کے لئے تو نہیں کبہ رہی ہو؟"

"ست پال کی تم کما کر کہتی ہوں بکت! چندن کو کی آواز بھگ گئی۔ "تمہارے ہا  
 نیلے کے وقت ماں جی کے ساتھ دعا کرنے گردوارے کی گئی جس تو اُس سے ملاقات ہو گئی۔" تھ

ہاں ہے اُس کی! مجھن بڑھ گئی۔ کچھ دیر بعد مہندر خود ہی ٹپٹکا ہوا اُس کے پاس آ گیا۔  
 ”تمہاری خبر پہنچا دی ہے۔“

”کیا کہا...؟“ حکمت کا سانس تیز ہو گیا۔ مہندر نے آس پاس نظر گھمائی، پھر بولا۔

”شاعری کو گولی مارو!“ چنگ نے کہنا چاہا مگر ضبط کر کیا اور بولا۔ ”پھر؟“

”تمہاری بے محنتی زور کرنے کا انتقام ہو رہا ہے۔ انتقام ہونے پر تمہیں خبر پہنچا دی جائے۔“ یہ کہہ کر مہندراجے بڑھ گیا۔ جگت نے محسوس کیا اتفاق یہ یاد رہی پر ہے۔ ویرو کی زندگی کی خبر اور انکھ کی جیل میں موجودگی اُسے نیک شگون نظر آئے.....!

انسان کو پتہ نہیں چلن کہ تقدیر اس کے ساتھ کیا کھیل کر رہی ہے؟ جب محنت جیل سے فرار کرنے کے منسوبے بنارہا تھا اس وقت اس کی تقدیر ایک نئے کھیل کا آغاز کر رہی تھی۔ چونکہ ادنیٰ کی کوٹھڑی کا تانا کھولتا تو اسے جبر ت ہوئی۔

سوچنے کے ایسا پروا دیا قیدی پہلے کسی نہیں دیکھا تھا۔ ”ابھی تک میں سمجھ رہا تھا کہ قید پر ہے تو پر ہے۔ آج ہے۔ کرتھارا مدران دیکھنے کے بعد مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ جہیں چاکلی بنی ہوئی جاسے تھی۔ مختلف جیلوں کا پانی پیو کے اور بارکھانہ کے دو تاج درست ہو جائے گا۔“ جس کی جگہ خاموش غور ہوئے نہ کیا۔“ آج سے جیلوں میں تمہاری مسافرت شروع ہوتی ہے۔ جہیں لدھیانہ جیل

ہے۔ چہ با پہلے دو دن تک پولیس نے مقابلہ کر کے اپنے گروہ کے ساتھ پولیس کے قلابوں میں کیا تھا۔ یہ سن کر بکثرت کو حوصلہ ہوا۔ وہ سولہ سال تک ڈاکوئی کرنے کے بعد واسطو ہونے سے باز جو پولیس کے تابع ہوا۔ پھر پتہ چلا کہ پولیس نے اس سے فرار کیا تھا۔ کمزرا کا بھروسہ دے پولیس نے اسے پھنسا کیا تھا۔ کچھ کچھ اس نے آیا ہوگا؟ یہ بات ماننے والی تھی جس کی تھپا تھیل دالو، غمی آنکھوں میں دھول جو بیک کر وہ فرار ہو جائے گا۔ پھر تو ایک سے دو پھلتے۔ مگر کراکے کے گھر طرہ ملا جائے؟ وہ چوکیدار بھنڈر کے علاوہ کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا تھا۔ اور بھنڈر فی الحال بیکرا ڈیوٹی پر تھا۔

ایک ہفتہ انتظار کرنا جلت کے لئے من تھا۔ بہت میں کراس بے غور و ساری۔  
 "مہندرانگہ! اکو کھی سہیں پھانسی دی جائے گی؟"  
 "ہاں نکل۔۔۔ اسی لئے آئے لائے ہیں۔"

”جہاں صرف اُسے ہوئی ہے۔ باقی لوگوں کو عمر قید یا پندرہ سال ہوئی ہے۔“

”ہاں.....“ حجت کا دل دھڑکنے لگا مہندر اس کی بات ماننے لگا مگر آزمائش کے بغیر وہ نہ سکتا تھا۔ ”ہم ایک بار ملے تھے۔ کہتے ہیں بڑی عمدہ شاعری کرتا ہے۔“

”ارے ہاں..... بڑھا کھسا ہے۔ لہذا اُسے لی وارڈ ملا ہے۔“ مہندر کو بھی شاعری کا شوق تو

وہاں ڈیوٹی دینے میں حرا آتا۔ "روز شاعری سننے کو لگتی ہے۔ آدی محمد ہے۔"  
 "عجب تو شراب کا شوقین ہو گا؟" بکت نے آکھ مار کر پوچھا۔ مہمند ہنسا۔  
 "بی کر بہت رنگ میں آتا ہے۔ مجھے اُس کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔"

"یار! ایک کام کرو گے؟" میں کر مہندو چوٹکا، چکا شاید شراب لانے کی بات کر رہا ہے۔  
 "یار! ابھی نہیں۔ بہت غصی ہے۔ کچھ دن ٹوک جا!"  
 "میں شراب کی بات نہیں کر رہا۔" بخت دھمے لہجے میں کہنے لگا۔ "اُسے میری خبر دینی ہے!"

”صرف اتنا کہنا کہ میں یہاں ہوں۔“ بخت کچھ رو روک گیا۔ ”اور خیل سے دل اُچاٹا ہے۔“

بڑی بات ہے؟ آج خبر کچھ دینا۔"

جگت کیسین کرکٹن طاب۔ ہندو دوسرے دن جواب لے کر آ گیا۔

استے عمر سے دو لکھن مرہا تھا۔ کسی سچا سنگھ کسی بان پر دیمان دے گا؟ کرتارنا اُ

سے جو ملاقات کرانی تھی کیا اُسے یاد ہوگی؟

ہندو کی ڈھولی شروع ہونے کے بعد کھانی پر دیکر اُسے ہندو سے بات کرنے کا موقع مل



”سچا“ صاحب کو سلام کرنا“ مگر اس کی بجائے جگت سو پر کی بڑی بڑی آنکھوں میں دیکھا دلوں کی نظروں سے ناراضگی جھلک رہی تھی۔

”ہم“ جنہیں ٹھیک کرنے کے لیے میرے پاس بھیجا گیا ہے۔“ سو پر نے جھٹکوا کا آواز کیا ”یہاں آنے سے پہلے ٹھیک میرے بارے میں علم ہو گیا ہوگا۔“

”جنہیں بھی میرے بارے میں علم ہو چکا ہوگا۔ ابھی تم نے کائنات پر داخلے ہیں۔“ سو پر۔

بوہڑوں کے درمیان دہائی ہوئی مگر جگت پر مزید داد ڈال کر انہیں نکالیں پھر دوسرے آتھوئے مگر جگت تمام کر گیا۔

”یہاں زبان چلائے والوں کے من میں چلنے ہوئے انگارے چھوڑے جاتے ہیں کیجئے؟“

اس لیے دوسرے آتھوئے میں قہقاری ہوئی مگر جگت سے اس کی انگلی بل گئی۔ جھٹکے سے اس نے مگرے جھپک دی تو جگت نے قہقہہ لگایا۔ سو پر اپنی بے سہ معزنی برداشت نہیں کر سکا۔ ”لے جاؤ اس بد معاش کو۔“

پھر آتھوئے میں اس کے کس کس بل ٹال ڈوں گا۔“

نوسو گیارہ مگر کھنڈ کا کھنڈ کو ایک کوئی سزا والے قیدیوں کی ہریک میں بند کر دیا گیا۔ ستائیس قیدیوں کے درمیان جگت کو روک دیا گیا۔ وہاں اس میں ڈالنے پر۔ ہریک کے دوسرے قیدی۔

”جس نظروں سے دیکھ لیتے ہیں ان کے قریب آ کر بات کرنے کی کوئی ہمت نہیں کرتا تھا جگت سے عجیب سا محسوس ہوا۔ وہ دیر ہو کر دو ایک بار بڑبڑایا۔

”اس سے قوت جیسا ہی بہتر تھا۔ یہ قیوف مجھ سے بات تک نہیں کرتے۔“

آخری چھوڑے مگر والوں سے رابطہ ٹوٹ گیا تھا۔ لہذا میدان قتل میں چند اس لیے آئے تھے مگر جنرل والوں نے اسے واپس بھیج دیا۔ اس سلسلے میں چھپکھپکھانے جوتا جاتا اس سے جگت صدمہ ہوا۔ چند ضرور ہر دہائی خبر لے کر آتی ہوگی۔ یہ سوچ کر وہ پریشان ہو گیا۔ یہاں آ کر اس دہائی کا بہت ستارہ تھی۔ جگت کے وقت اس نے خواب دیکھا کہ چند دن کر دیر کو لے کر جنرل لے آئے گی اس سے مگر سو پر مٹوئے ملاقات سے متعلق کر دیا ہے۔ سو پر نے کہا ہے کہ جب تک جگت آئے انہیں دکھانا ہے گا وہ اس وقت تک چنگا کو کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دے گا۔

جگت کے وقت دیکھو وہ اپنے خواب اکثر بچے جوتے ہیں اس خیال سے جگت کچھ نرم ہو گیا اس کے دل میں شدید غمناقی اٹھ گئی کہ وہ ایک بار ملاقات ہو جائے۔ صرف ایک بار اسے ملے۔ اس کے لیے اگر سو پر مٹوئے کے سامنے سر بھی جھکانا پڑا تو بھی وہ انکار نہیں کر سکے گا۔ اس۔ سوچ لیا مگر۔۔۔

”نوسو گیارہ آتھوئے داخل ہے۔“ یہ کہہ کر ہریک کا سینہ ایک خدا سے گیا۔ لٹافہ ہاتھ میں لے لیا جگت کو عجیب سا محسوس ہوا۔ چند دن لے دیو کی خبر لگتی ہوگی یہ سوچے ہوئے وہ لٹافہ چھڑانے۔ متعلق سوچ رہا تھا۔ مگر پھر خیال آپا کر قیدی کی بجائے جیل والے یہ کام انجام دے لیتے ہیں چھڑاے اور بڑے بغیر قیدی تک خط نہیں پہنچاتا۔ جگت جلدی جلدی خط پڑھنے لگا۔

”جے جگت“

خط کا پہلا لٹافہ پڑھنے ہی اس کی نصف سرت ختم ہو گئی۔ خط کا پاپا تھا چند دن انہیں۔

”ست پال اب بولنے لگے۔“ اسان“ تو جگت بول رہا ہے۔“ پاپو“ کہتا چند دن سکرا رہی ہے۔ اسے تو کرم سے ملنے آئے گی۔ اگر تم سے کوئی نیا کارنامہ نہیں کیا تو ملاقات کا راتہ نہیں ہو (نقدتھارے پاپو)

جگت کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا۔ سو پر مگرے قفس کو دوسرے کا دیا ہوا مشورہ بھی پسند نہیں آتا۔ اس کے ساتھ کچھ ایسا ہیہا تو بہتر تھا۔ پھر بھی ست پال کا پاپا لکھ رہا ہے اس کو وہ بار بار دل میں ڈہرا رہا تھا۔ وہ رو کے متعلق کچھ جاننے کو تو بہتر تھا۔ مگر جگت سے ہونے والی وہ بات ہو، اس خیال سے اس نے ان الفاظ کو پڑھنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کاٹھ کو ملنے کے لٹافے میں رکھ دیا۔

وہ سارا دن اس نے اسی آواز میں گرا روایا۔ رات بھی پوری نہیں آئی۔ بھی پاپو کا مشورہ یاد تو بھی سو پر کی جگت یاد آتی۔ ”ٹھیک کر ڈوں گا۔“ اس پاس لٹافہ قیدی سو رہے تھے۔ اسے ”گیا۔“ سالے کو کوئی کوشش کی ہوا اسواقی آگئی ہے۔“ راز ڈپر لٹکے ہوئے پھر دیار کی آواز دی۔ ”تب سلامت۔“ جگت کو اس پر بھی غصہ آ گیا۔ ”ساری دنیا سلاستی کے لئے مر رہی“ ”تو ذرا بیڑیوں کی جھکا کر سنا دی۔ شاید کسی قیدی سے پہلو بدلا ہوگا۔ یہ سوچ کر چگانے میں بند مگر جس کو یہ بیوروہ آواز قریب آگئی۔ جب اس نے گردن اٹھائی۔ اندر میرے لٹھو نہیں آتا تھا۔ سو پر کی آواز کی آواز آئی تھی۔ کچھ جگت آواز والی ست و اندر ہا ایک سایہ اس کی جانب بڑھتا دکھائی دیا۔ سایہ بہت چمکا ہوا کر رہا تھا۔ جگت ہوشیار ہو گیا۔ بے کوئی چال بازی کھلی جارہی ہو۔ سو پر اپنے خاص قیدی کے ذریعے اس سے بدلہ لینا چاہتا ہے کے ہونٹ مغربی سے بند ہو گئے۔ کٹائیوں کی ریس نہیں گئیں۔ وہ مقابلہ کرنے کے لئے چل پڑا۔ اب وہ سایہ آئے سامنے سوئے ہوئے قیدیوں کی لٹافے سے گزر رہا تھا۔ ناؤ دہائی آواز بدھ کچھ دیر تک جاتا پھر دو بار اس کے بڑھتا۔ اب وہ کافی قریب آ گیا تھا۔ جگت کو کہیں ہو گیا کہ وہ اس کے قریب آ رہا ہے۔ اندر میرے میں اس کی چمکتی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر غصہ نہیں آیا۔ جگت سامنے رو کے پار رہا یہ یہ معلوم کرنے کے لئے یہ کیا کرنا چاہتا ہے؟

اُس نے خیر کیا۔ اب ماس کی آواز آ رہی تھی۔ وہ بالکل خراب آ گیا تھا۔ اُس نے گردن ہموار کر کے پیچھے سوئے ہوئے قیدیوں کی جانب دیکھا۔ جگت اُسے غلامی میں رکھنے کی خاطر احمس اور کھلی رکھ رکھ زور سے خراسے لینگے۔ چند لمبے اُسے طویل معلوم ہو رہے تھے۔ وہ اپنے اعصاب پر پستکل تلو پا رہا تھا۔

"جگا....." بہت مددھی آواز آئی جسے کوئی جاننے والا محض بھی پہچان سکتے۔ ممکن ہے وہ یقین کرنا چاہتا ہو کہ جو سکیا ہے کہ کبھی؟ یہ سوچ کر جگت نے زور زور سے سانس لیتی شروں مار دیں۔ مگر پھر بھی کچھ ہو گیا۔ وہ اسی حرکت دے کر اُس نے پھر آواز دی "جگا....."

اور جگت اٹھ کر کچھ گیا۔ "کون ہے؟" یہ سوال تیزی کی جھلک میں دب گیا۔

"آہستہ بولو" وہ آہستہ سے جگت کے برابر لیٹ گیا۔

"کیا ہے؟" "جگت کو اس کی حرکت پر اسرار دکھائی دی۔" "تم کون ہو؟"

"لوسودو۔" "تم بہت آگے سے بولا۔" میں نفس راج ہوں۔

"نفس راج؟" "جگت کو آواز انسانی معلوم ہوئی مگر نام چاہنا چاہتا تھا۔ مگر نفس راج کو تو اُس نے جہری باران کی لہر کے وقت دشمنی تھا اور اس کا ساتھ کتا ہوا تھا۔

"تم مجھے پہچانتے نہیں ہو۔ مگر میں تمہیں پہچانتا ہوں۔" وہ صرف آواز بولا۔ اسی وقت کسی قید کی جڑیاں نکلتا اُٹھیں اور وہ خاموش ہو گیا۔

"تم کون سے ڈور ہو؟" "جگت کو اس سے پوچھ رہے ہوئے تھے۔" "اس وقت کیا آئے ہو؟"

"کچھ باتیں کرنے۔"

"سالے! دن کو مجھ سے بولے نہیں اور مدت کو چپ چاپ باتیں کرنے آ جاتے ہیں۔"

"آہستہ بولو جگا! اُس نے پھر یاد دلایا۔" "مجہیں سب کچھ تمہارا ہوں۔" "جگت کو مگر نفس راج کہنے لگے۔" "تم مجا ہوا کی طرح میں بھی مجا ہوں۔" اس پر جگت میں نصف قیدی ہالوایہ جگت سمجھ گیا۔ "تم سے بات کرنے کی سوجر صاحب نے ممانعت کر دی ہے۔ بہت بے رحم۔" ملو۔ وہ کچھ دیر تک گیا۔ اُس پاس دیکھ کر بولا۔ "دودن سے میں تمہاری بے چینی دیکھ رہا ہوں میں بھی اتنا ہی بے چینی ہوں۔"

"کس لئے؟"

"فرار ہونے کے لئے۔" وہ سرگوشیاں لہجے میں بولا۔ "جگت کی آنکھیں جوش سے چمکے لگیں آخر اس سے اور کوئی بھی ہے۔ مگر جگت نے اُس پر اعتماد کرنے میں جلدی نہیں کی۔

"کس جرم میں آئے ہو؟"

"قتل کے۔" "پانی کی تھی مگر کیا؟" اب بیس سال کی سزا جگت دہا ہوں۔"

"کس کا قتل؟"

"میں کا....." "جگت نے جھگڑے میں لکھاڑی سے سر بھاڑ دیا تھا۔" "اُس نے کہا۔

"جگت کو اس سے کچھ ہوئی۔" "کس طرح فرار ہونا ہے؟" "جگت نے اُسے ٹھولا۔

"مجھے نہیں بتاؤں گا۔"

"جگت نے سختی سے پوچھا۔

"مگر کیا ہوتا تو تم سے بات نہ کرنا۔ مسئلہ ابھی سوچے کا ہے۔"

"مگر فرار ہو کر کہاں چھا جائے یہ بھی سوچنا پڑے گا۔ مگر جانے سے تو محنت بیکار جانے گی۔" نے کہا۔

"مگر تو جانا پڑے گا ہی لئے یہ سب کر رہا ہوں۔" "نفس راج بولا۔

"مگر تم کرو۔" سب سے پہلے تمہارے کمرے ہی چمک گیا جانے کا۔"

"جگت میں پولیس کے ہاتھ نہیں لگیں گا۔ وہ دلا نہیں پولیس کو ضرور میں کی۔" "جگت چونکا۔

کی جگہ کہے ہوئے نفس راج کچھ جوش میں آ گیا تھا۔

"کس کی باتیں؟" "جگت نے پوچھا۔

"ایک میری ہے وہ غارت کی دوسری۔"

"اُس کی عاشق کی۔" "جگت نے جملہ پر مار کر دیا۔ مگر نفس راج کو یہ جملہ کیا گیا۔

"عاشق نہیں شیطان بولا میرے جیل میں آئے کے بعد اس بد ذات نے غیر قانونی رشتہ کر لیا۔

"مجہیں کیسے پتا چلا؟" "جگت نے سوال کیا۔

"میرے ایک دوست نے بتایا۔ وہ بچارہ چار سینے کی سزا کاٹنے اندر آ رہا تھا۔" "جگت نے آہ لی اور اس میں راج آ کے بولا۔" "اُس کی تین ماہ کی سزا ابھی باقی ہے۔ ممکن ہے ڈھائی مہینے میں رہا جائے۔" مگر فرار کو تسلیم ہو جانے کا۔

"وہ بد بیدار کر کے گا؟"

"بالکل۔۔۔ وہ میرا بھری دوست ہے۔ میرے لئے جان قربان کر دینے کو تیار ہے۔ ویسے تو جیل میں ایک ایسی جگہ ہے کہ وقت سرگوشیاں کر لیتے ہیں۔"

"ڈھائی تین ماہ بعد کی آنکھ سے مگر کیوں کر ہو؟" "جگت نے پوچھا۔

"مگر نہیں ہو سکتی۔" "مگر یہ تو اگر ہوں تمہارا ساتھ۔" "جگت نے پوچھا۔

"اے۔۔۔ کون باتیں کر رہا ہے؟" "جگت کے دروازے کے قریب سے چوکیدار نے آواز دے۔" "سالو سوا جاؤ۔" "نفس راج اور جگت جب ہو گئے۔ پہلی ملاقات میں یہ گفتگو بھی تھی یہ سوچ کر دروازہ کچھ دیر بعد کھول کر اپنی جگہ کھینچ گیا۔ جگت کو نفس راج کی بات پر پکا یقین ہو گیا۔ انتقام کے لئے کوئی ہر خطرے کا مقابلہ کر لیتا ہے اس کا خود اے۔" "جگت نے پوچھا۔

"مجھے اُنھے ہی جگت نے کوسودو بھر قیدی کو کہنے کے لئے نظر میں رکھا تھا۔" "مجہیں ایک چہرے ہیں۔ کیونکہ مخالف سمت سے اشارے میں جواب ملا تھا۔ جگت کی جگہ دیکھنے لگا۔ اس چہرے پر نے کاتین جھک رہا تھا۔ پھر اُس نے نفس کر نہ سمجھ لیا۔

مگر دو تین ماہ تک وہ خاموش نہیں رہا چاہتا تھا۔ وہ دوسرے قیدیوں پر ملوکاوب ختم کرنا چاہتا



قہار آہستہ آہستہ اس نے باجا گروپ میں بی بات بھلا دی کہ اگر ہم سب اتحاد کر لیں تو کوئی طاقت ہمیں دبا نہیں سکے گی۔ بگت کی ہیرک میں بارہ مالوا قیدی تھے۔ جگت نے اُن میں سے سات آٹھ اُن کے گروپ کے قیدیوں میں بدلی مانگے کے لئے سمجھا دیا۔ اس طرح اُس نے اپنی ہیرک میں باجا قیدیوں کی اکثریت بناد کر لی۔ اتنا ضرور مضمکی نظر میں ڈالنے کا اُس نے پورا خیال رکھا تھا جب آئے چند چلاک چاروں کے قریب باجا قیدی اُس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں تو اُس۔ مشورے شروع کر دیے اور بیشکلیں کرنے لگا۔ صرف تھوڑا وار چوکیداروں سے جیل کا کام بن چلا۔ قیدیوں سے بھی کچھ لوگ مختلف کاموں کے لئے پسند کیے جاتے ہیں۔ ان قیدیوں کو کاحوت دی جاتی ہے۔ اگر میت چاہے تو دوسرے قیدیوں کی نظایوں کی جانب سے انھیں بند کرنا ہے۔ عہدے کے مطابق اس قیدی کے لباس پر سبز یا بھورے رنگ کی پٹی ہوتی ہے اس سے مرید پتہ چلتا ہے۔ اب تک سو پر نعلے مالوا قیدیوں کو ڈالوا تھا قہار اُجا ہے وہ بے ہوش رہتے تھے۔ جگت نے اُن میں اشتہار کی تحریک شروع کر دی۔

”ہم سب کو اتحاد کرنے کے جب بڑے صاحب آئیں اُن کے سامنے مطالبہ پیش کرنا ہے۔ مٹو۔ غلاف فرما کر دے گی۔“ بگت نے اپنے ساتھی باجا قیدیوں کو بھانپا۔  
”بگت! مٹو کی حکمت کھلا فالت کر کے ہادی بڑ جائے گی۔“ جس راج نے اُسے خبردار کیا۔  
”سرفیس اٹھاؤ کہ تو وہ لوگ سر مات لے لیتے تک سے باز نہیں آئیں گے۔“ بگت بڑ جوش میں کہہ رہا تھا۔ ”انگریز مجھے گھسیں جلیں اب بھی دیکھی ہیں۔ یہاں ہماری دارو دروازے والوں کی بیو ہے۔“ پھر اُس نے سب کو ہمت دی۔ ”ایک بار متحد ہو کر ہمت سے کام لو اور پھر دیکھو جس میں کچھ ہوا دیا ہوتا ہے یا نہیں؟“ چکا کی سوتی ہوئی بھادو کی آگ کی گری سے سو پر منکر ہو گیا۔

”میں جھٹتا تھا کہ سیرے سے ڈرے ڈھیل پڑ گیا ہے۔ اب بھٹے سے سیدھا کرنا پڑے گا۔“  
”سڑک سو پر جیل کے سامنے کے لئے آئے والہ تھا۔ پہلے دوسری جیلوں میں اُس کے ظلم غلاف فرما دیں تو جیس اس لئے یہاں بڑے صاحب کو اُسے اپنی نرمی دیکھانے کی ضرورت تھی۔ اُس نے بگت سے ٹھنڈے کے لئے سامنے کے بعد سوچا تھا۔ مگر بگت نے بڑے صاحب اُجالات سے وقت بھانا کہ فیصلہ کر لیا۔

”بڑے صاحب کے آنے سے پہلے ہمارے مطالبات منظور ہونے چاہئیں۔ جنیں تو پھر سیدھا نہیں ہوگا۔“

”مگر اس کے لئے ہمیں کیا کرنا ہے؟“ جس راج نے پوچھا۔  
”اس کا راستہ میں نے سوچ لیا ہے۔“ یہ کہہ کر بگت نے اُس کے کان میں کچھ کہا جسے نہ جس راج کی آنکھیں کھلیں گی۔

”جگا! احتیاط کے ساتھ مٹو بڑا خطرناک ہے۔ وہ بڑے دم کوڑے لگو کر قیدیوں کی چڑی لڑا لیتا ہے۔“

”جس راج اچھے خبروں کا ڈر نہیں ہے۔ تم سب کی بجائے یہ ظلم میں برداشت کرو لو گھا۔“  
لوگ ساتھ دے ہو تو میں تیار ہوں۔“ ایک کے بعد ایک ہیرک کے قیدیوں کے کان سے

انگریز نے مٹی۔ مٹو کی دھماک سے دہا ہوا جوش بگت کی ہمت سے سر اٹھانے لگا۔ بڑے صاحب کے معائنے کو چاروں کی دھمکی تو بگت نے ہنگامہ مکر کر دیا۔

”جگت کے قیدیوں کو جیل کے کارخانے لے جانے کے لئے دارو درواز ہیرک میں آیا۔ تالا کھول کر اردواز دھکونے لگا مگر تالائیں کھلا۔ اندر قیدی جب چاہ بیٹھے ہوئے تھے۔

”دروازہ کھولا جاتا تھا اس کی بجائے؟“ دارو دروازہ نے سوال پوچھا جس پر اُنہوں نے جواب دیا۔

”دروازہ کھل سکے گا۔۔۔ پہلے سو پر سے کہا ہمارے مطالبات منظور کرے۔“ دوسرے قیدی بھی دروازے کے قریب جمع ہو گئے۔ دارو دروازہ نے انھیں نکالیں مگر کسی پر اثر نہیں ہوا۔ قیدی دروازے کی مٹا لیں تھا سے کڑے رہے۔

”میں ابھی سو پر صاحب کو اطلاع دیتا ہوں۔“ اُس نے دھمکی دی۔

”ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ بڑے صاحب کو بلاؤ۔“ وہ بڑا ہوا چلا گیا۔

”بگت نے سب کو خبردار کیا۔“ اب امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ پیچھے نہیں ہٹیں۔“

”میں تمہارے ساتھ ہیں جگا آج پیچھے نہیں ہٹیں گے۔“ سب بول اٹھے۔ دوسری ہیرک کے بری بھی جوش میں پھار پھارے۔ ”منورہ وہاں۔“ منورہ قاتل کڑی ہو گئی۔

”میں تمہارے ساتھ ہوں۔“ کیا ضرور چلایا ہے؟ کون کام پر نہیں جانا چاہتا؟“ اُس نے اُسے پر غصہ لڑا کر کہا۔

”ہم سب لوگ۔“ بگت نے جواب دیا۔ ”جب تک ہمارے مطالبات منظور نہ ہوں، ہیرک نہ باہر نہیں آئیں گے۔“

”بھوکے پیاسے بڑا ہے۔“ مٹو چنچا۔

اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔“ بگت نے فورا جواب دیا۔ مٹو کا دم سننے لگا۔ منورہ وہاں دھمکی سے سن کر اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ چوکیدار اور میت دھڑکے دلوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ مٹو جھٹکے گا نہیں یہ سب جانتے تھے۔

”اُس کو لوگ دارو باس اور مسیرواں کے پیٹ میں۔“ اُس نے حکم دیا۔

چوکیداروں کے ہاتھوں میں چوکیدار صاحب کا خضہ ان پر اترا تو معیت آ جائے گی۔ اس خوف سے سب فرار تھے۔ آٹھ نوے چوکیداروں کو دارو باس لے آئے تو منورہ جا۔

”دروازے کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ دارو باس پیٹ چھٹ جائے گا اور بھادو بھی بڑے گی۔“

”تالے کھولنے سے سوچا۔ اُس نے آہستہ سے ساتھیوں سے کہا۔

”کھیرا نہیں۔ ہم ان کے ہاتھ جین لیں گے۔“ مٹو نے پھر دارو دیکھ کر کسی نے کان نہ۔

”جگت نے مٹو سے چوکیداروں کو اشارہ کیا۔

”آؤ! اپنی طاقت۔“ چار پانچ ہاتھ دروازے کی مٹا لیں کے درمیان سے اندر داخل ہوئے۔ بگت نے باؤڑا ہلکا کر کہا۔ ”کچھ دلوں کے ہاتھ!۔“ پھر اُس نے ہیل کر کے دلوں ہاتھوں ایک ایک صاحب تمام لیا۔ جس راج اور دوسرے بھی ایک ایک ہاتھ سے لپٹ گئے۔ چوکیداروں نے

فیروز پور پٹیل میں قدم رکھتے ہی دو فطرباک دشمنوں کی نظریں ٹکرائیں۔ سو پرہیزگاری انھوں نے  
 اپنے پرے سے لگے۔ جکت نے دانت میں کراس کا جواب دیا۔

”اس سئل میں لے جاؤ۔“ سو پرہیزگاری نے۔  
 ”سئل میں نہیں جاؤں گا۔ میں چاہی اس کا قیدی نہیں ہوں۔ میں بھڑک رہی ہوں۔“ جکت نے

جواب دیا۔  
 ”مجھے قانون سکھا رہا ہے؟“ منوکر جا۔ چوکیداروں کو بھی ڈانٹا۔ ”میرا اسٹ کیا دیکھ رہے ہو؟“  
 بروٹی اس سئل میں دھکیل دیا۔

”تمہارے باپ کا راج چنا ہے؟“ جکت تو خاک پر اتر آیا۔ ”دیکھو یوں مجھے سئل میں کون  
 لے جاتا ہے۔“ دو چوکیدار اس کے بازو قدام کر ڈھکیں لے جانے لگے۔ جکت نے نہ جانے کے  
 لئے دوڑ کر اڑا دیا۔ دو قدم آگے جاتے ہی تین قدم پیچھے ہٹ جاتا۔

”سائے کو ہاتھ دیوں پر لٹا کر لے جاؤ۔“ سو پرہیزگاری نے سئل میں غل کھا کر کہا۔ دوسرے دو  
 چوکیداروں کے لئے بھر جی جکت کو لٹا کر لے جانا تھا۔ جب ہاتھ پیر کھینچ کر کھینچے گئے۔  
 قی ہماڑ گھایاں لگتے ہوئے جکت نے سئل میں شور مچا کر کھانچا۔ قیدی سمجھ گئے کہ جکت آگیا ہے۔  
 سئل میں چوکیدار میدان پار کر گئے۔ سئل کا دروازہ بھی کھل گیا۔ جکت نے آخری زور  
 دیا، بھر کھانے والے ایک چوکیدار کے پیچھے سئل کا دروازہ بھی کھل گیا۔ جکت نے آخری زور  
 کر ڈھکیں لے کر اٹھا اور پینت قدام کر بیٹھ گیا۔ اس کے منہ سے جھاک پینے لگا۔ اس کی حالت دیکھ  
 کر چوکیداروں نے دالا دوسرا چوکیدار اس کو زور دیا جھاک گیا۔ سو پرہیزگاری اٹھا۔ اس نے سب سے پہلے  
 لیڈار کو گھوڑا کھینچ کر پھانچا، پھر جکت کی باری آئی۔

”ابھی بات سمجھ سئل میں نہیں جاتا چاہئے۔ ٹھیک ہے۔ جمال کو بلاؤ ایلے اس کی کمال  
 دلوں گا۔“ پھر مارے والے جمال کا نام سن کر قیدی کرڑنے لگا۔ اس سے تسلی اچھا۔ وہ ہنسنے  
 لگا۔ تسلیاں پھینک کر یاد کر دیا تھا۔ بڑی مشکل سے جکت کو فلواری کیسے سے جکڑ دیا گیا۔ اسی کیسے  
 ل ل آگیا اس کی جیسا بھانجک بنے ہوئے کے باوجود وہ طاقتور تھا۔  
 ”جمال! پھر آج میں اسے فٹ پٹا ہے۔ تمہارے کھانے کو۔ آج پورا کرا کر پٹیل ڈلوں گا۔“ سو پرہیزگاری نے  
 بلا لایا۔ اس کی اس کا پانی آگیا۔

کمرے کا نام کر جمال ہوئوں زبان بھرنے لگا۔ ”صاحب! اسے پورا خشک کر ڈلوں گا۔  
 ایا دیکرے گا۔“ پھر جکت کے مضبوط جسم کو ہار کی سے دیکھنے لگا۔ ”صاحب! اسے تیس ہنسنے  
 لگے۔“

”تمہاری طاقت کہاں تک ہے؟“  
 ”صاحب! اس کا ہنسنا تمہارے گا۔“ جمال خوشی انداز میں مسکرایا۔ ”پوری روزش نے تو پورا  
 کھانے کا خرچہ بھی آج چاہئے گا۔“

”شاہی! تمہیں جتنوں کی سزا ہے تمہیں ہار کی ضرب ایک ہی لگنی چاہئے گی۔“  
 جکت کے بال کھڑے ہو گئے۔ ”قیوف! تم کیسے سئل کے قانون کا احترام نہیں کرتے۔“

ہانس واپس لینے کے لئے دوڑ لگا دیا۔ سامنے دوڑنے زور سے ہانس ایک جانب کھینچے جا رہے تھے۔ اب  
 ایک ایک ہانس سے تین تین جا چوکیدار قیدی چٹ گئے۔ ایسا سئل کے لئے خلاف توقع تھا۔ دو چوکیدار  
 کرے اس سے پہلے قیدیوں سے چوکیداروں کی ہانچوں سے ہانس جھینٹے۔ پہلی جیت پر سب  
 مسرت کے جوش میں بیٹھ گئے۔ اب قیدی ہانس کی نوکریں چوکیداروں کی جانب دھکیل رہے تھے۔  
 ان کا جوش دیکھ کر سو پرہیزگاری بہت پریشان ہوا۔ سو پرہیزگاری نے غزنی دیکھنے ہاں کھڑا کر دیا۔  
 سکا۔ کچھ دیر بعد رادھ دوڑتا ہوا ہر ایک کے قریب آیا۔

”صاحب! تمہارے مطالبات پر سوچنے کے لئے راضی ہیں۔ انہوں نے تمہارے دو گنا کسے  
 آفس میں بلائے ہیں۔“ قیدی خوشی سے چیختے گئے۔

”چکا زندہ باد! ہماری لڑائی کا سیاق رہی۔“ جکت اور ہانس راج ہر ایک سے باہر آئے۔  
 ”تم کو ہمارے کوٹنے تک کام نہیں جاؤ گے۔“ ہانس واپس شہر اندر ہی باہر آئے۔ پھر حرا  
 ہوا۔ ”مکمل ہے یہ سو پرہیزگاری جال بازی ہو۔“ سب نے یقین دلایا کہ آ کر فرسٹ لڑیں گے۔

جکت کا انداز وحیات تھا۔ اسے اور ہانس راج کو سئل میں دھکیل دیا گیا۔  
 ”اب سب کے درمیان لٹاؤ دیکے کی سالی! تمہارے ہاتھ سب سے جاگیر ہے۔“

”ہر سب برداشت کرے جو تیار کرے ہے ایمان!۔“ جکت نے جواب دیا۔ ”تم ہے  
 ہونو، دو کرو!۔“ سو پرہیزگاری جواب برداشت نہیں کر سکا۔ اس نے دوسرے قیدیوں کو لٹایا، دو کھانچے  
 کوئی نرم پڑنے پر تیار نہیں تھا۔ دو تین دن ضد میں نکل گئے۔ یہاں تک کہ بڑے صاحب کی  
 ملاقات کا وقت آگیا۔ آخر قوسلے راستہ نکالا۔ اس نے چکا کو سئل سے نکال کر ڈار ایلے فرسٹ کر دیا  
 اور ہانس راج کو پھر ہر ایک میں بھیج دیا۔ روایتی کے وقت چکا سے ہوا۔

”اسی بناؤت کا صاحب صاف کر کے تمہیں پھر واپس آتا پڑے گا۔ یہ یاد رکھا!“  
 ”جی! دیکھا جائے گا۔“ جکت نے ہانس کو جواب دیا۔ ”کلی کی خبر ہے؟“ ہانس راج

نے اسے آوی کے کڑے لے کر پیغام بھیجا۔  
 ”جلدی آ! آج جب تک اچانک ملتی کر تا ہوں۔“

مگر قدرت کے گرد کوئی نہیں جانتا۔ جکت کو جہاں بھی فرسٹ کیا گیا، وہاں کے سئل والوں کے  
 لئے دو در در میں لڑائی کے قانون کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ وہ سئل سے روتا۔ ٹھہرتے ہوئے  
 برداشت کر لیتا۔ ”اسی قیدی کی وجہ سے دوسرے قیدی بھی بگڑ رہے ہیں۔“ یہ سب جاکر سئل کے  
 حکام اس دور کو فرسٹ کر دیتے تھے۔ سزا سننے کے باوجود سزا نہیں ہوتی۔ ایک سئل میں  
 تین ماہ رہ کر جاتا اس کے مقابلے میں چھ آٹھ ماہ سزا ہوتی جاتی۔ قانون کی خلاف ورزی اور  
 اختصار پھیلانے کے جرم میں سزا اور بڑھ جاتی۔ ان سئل والوں نے جکت کو ہر سئل میں دھکیل دیا۔  
 ”ہندوستان کی کوئی سئل دیکھ کر نہیں رہتا۔ سئل کی مسافرت جاری رہے گی۔ شاید سئل کی  
 پڑ جائیں۔ مگر سزا نہیں ہوگی۔“ جکت بار بار فرسٹ کر لیتا تھا۔ تین ماہ سزا رہنے والے بھی پڑتائیں  
 ہو گئے اور اسے جالندھر بھیجے کے سئل کو سوچ رہے تھے کہ فیروز پور سے سو پرہیزگاری کا پیغام ملا۔ ”جنگ  
 جہاں بھیجی ہو رہنا کر ہونے سے پہلے اسے سیدھا کرنا چاہتا ہوں۔“

اس سے پہلے کہ وہ جملہ پورا کرے مجال کے ہاتھ چلے گئے کھلی پشت پر ہنر نگے شروع ہوئے  
یا عجیب شرب پر جلد بھیٹ گئی۔ دم گھرا ہوتا گیا۔ خون بہنے لگا اور تیس ہنر پورے پڑنے پر گوش  
کے ٹوٹنے سے باہر آگئے۔ گوشت دیکھ کر جہاں کو بکھرا دیا گیا۔ وہ پورے جنون سے ہنر مارنے لگا  
ہاجا کا پر قیدی ہنر کن رہا تھا۔ تیس ہنر پورے ہوئے کے بعد بھی آواز سنائی دیتی رہی تو سب  
بچن ہو گئے۔

"سلامو جنت کو فتح کر دے گا۔ بے دم۔" ساتھ ہنر یوں پر قیدیوں کی آنکھیں بند کھلیں گی  
دیوار سے سرکار لگے۔ "مگر گوگرد اس منگو جنم کی سزا دے۔" جنت گرد گوگرد کا نام ڈراتا۔  
ہوش ہونے لگا۔ ایک بار تو اسے خیال آتا کہ یہ ظلم برداشت نہیں ہوتا کہ دھوکے میں جاؤ  
گا۔ مگر پھر خون اُتر آتا۔ "چاہے جان سے مار دے۔ جسم کے چھتروے اُتار دے کھسکنا نارا  
کے سامنے سر نہیں جھکاؤں گا۔" ستر کے قریب ہنر یوں پر تو خود مجال ہانپ گیا۔ اس میں آخری ہنر  
ہنر مارنے کی قوت نہیں تھی مگر بھی ہنر بکرا کھانے کے لالچ میں اس نے ہنر مارنا جاری رکھے  
اس وقت تک کہ چنگے ہوش ہو چکا تھا۔ فوے ہنر پر مجال کو چکر آگئے اور وہ بھی زمین پر گر پڑا  
اودھو سے جنت کو قتل کے درواخانے میں بجا گیا۔ وہاں اس کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر کمری لڑکی اور ادا  
کی پیش دیکھ کر بڑبڑایا۔

"اس سے تو کوئی مراد نہا بہتر ہے۔"

ڈاکٹر کو موت کا سرچشمہ نہیں دینا پڑا۔ کیونکہ قدرت کو یہ منکر نہیں تھا۔ پانچویں دن جہا  
پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ ڈاکٹر کو اطمینان ہوا۔  
"سنگھان کے نہیں بچا یا اور سو پر تم کو ہلاک کر چکا تھا۔" ڈاکٹر کے چہرے پر ہمدردی و کما  
جنت بھٹکل اٹھا کر بولا۔

"وہ میری سزا دیا سکتا ہے زندگی تم نہیں کر سکتا۔"  
چند روز میں جنت کو ڈاکٹر نے خبر دی۔ "تمہاری اوج سے موصاف کو جلدی رہنا شروع ہونا چ  
گا۔ ایک ایک پتے کا ہمان ہے۔ چاندھر سے مہتاب چارچا لینے لگا ہے۔"  
"منو کا تیسرے لئے سب برابر ہیں۔" جنت کا جوش ڈرا بھی تم نہیں ہوا تھا۔ "یا تو بول  
بدلی کرنی پڑے گی یا پھر اسے بیابان سے جانا پڑے گا۔"

"اس طرح تم بھی مارے جاؤ گے۔" ڈاکٹر نے اسے ڈانٹ دیا۔

"مگر یہ کرنا بھی کیا ہے؟"

سولیس دن سو پر منو آ گیا خبر لینے کے لئے۔

"ڈاکٹر! آج چننی دے رہے ہو؟"

"کچھ دن کا جاکر ٹھیک رہ گیا۔ ابھی اس کے جسم میں پوری قوت نہیں آئی ہے۔"

"اس سے پہلے کہ سونے پر آج نہیں اے سبیل میں دھکیل دیا ہے۔ اس میں طاقت نہیں  
بہتر ہے۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" ڈاکٹر نے خند نہ کی۔ جنت کو اس پر پھر پڑا ل کر ہسپتال سے لے جایا  
گیا۔ سبیل کا درد اودھو کھلا تو جنت نے بہت شور مچایا۔

"میں اندر نہیں جاؤں گا۔ مجھے ہرک میں رکھو۔" سو پر کا انداز وہ ٹھیک تھا۔ چکا میں مقابلہ کرنے  
کی طاقت نہیں تھی۔ چند دن کے بعد جنت کو کھینچے والے چکر دیا با قیدی بھی کھلی نظر میں اسے  
پہچان نہیں سکے۔ چار یا دس دن کے اسے چکر کھیل میں دھکیل دیا۔ کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہونے  
کے باوجود سبیل تمام کر جنت نے بند ہوئے ہوئے دروازے کے عقب میں کھڑے ہوئے سو پر  
خو کو گھورا۔

"تمہاری دادا کی کھری کا جراب تمہیں مل جائے گا۔"

سو پر منو جنت سے سکرنا ہوا چلا گیا۔ شام تک جیل میں یہ بات پھیل گئی کہ چنگے نے جو ک  
ہسپتال کر دی ہے۔ سو پر منو نے بات غصے کر مال دی۔ "یہ ڈاکٹر کو کھلی جی کی نکل کر رہا ہے۔ اچھا  
چہ بھوکا رہے دو۔" مگر ڈاکٹر کھینچنے کے بعد سو پر گھبرا گیا۔

"سلام! اخذی ہے۔ مگر کیا تو آفت بچھ پڑے گی۔" ریز کی ٹی سے زبردستی کچھ پلانے میں  
جی کا سبیل نہ ہوئی۔ چکا صرف ایک بات کر رہا تھا۔ "میں سبیل میں نہیں ہوں گا۔"

سو پر سوچ میں پڑ گیا۔ آج تک بھی اس نے قیدیوں کے سامنے سر نہیں جھکا یا تھا۔ اب جاتے  
ہے ہاتھوں کی کرتی ہے۔ اس سے پہلے کہ سنے سو پر جانچ لیں اسے فیصلہ کرنا تھا۔ تیسرے  
ن اس نے جنت کے کھڑے کر دیا۔ "چنگے کی ماں اور پتی کو لے کر جلدی آؤ اور وہ جو ک  
چہ۔ اور اس کی حالت خراب ہے۔" نارا دیکھ کر بخار میں آئے ہوئے سو پر کھنگھرا گئے۔ تارکس  
آیا؟ کیا بات ہے؟ تار پڑنے کے لئے گاؤں سے ایک پڑے گئے جو ان کو لے آئے۔ اس  
نیک چندن کو اور اور جی کا دل گھبرا گیا تھا۔ ماں بی بی بڑا دینا۔

"کیا وہ قتل سے فرار ہو گیا ہے؟" چندن کو نے سو اور سال کے بچے کو پینے سے لگایا۔  
"سنگھان! ان کی حفاظت کرنا۔" جو ک پڑا ل اور خراب حالت یہ دو الفاظ دونوں عورتوں کے  
اکو بچھرنے کے لئے کافی تھے۔ سو پر کھینچ گئی انکھوں سے اس طرح بڑبڑانے لگے جیسے انکھوں  
خو پر سے کو ڈانٹ رہے ہوں۔

"کیوں ڈنگی ہو رہا ہے۔" ساتھ ہی سب کو ڈنگہ پہنچا رہا ہے۔

"اچھا ہوا تم آگئیں۔" سو پر نے جنت کی ماں چندن کو اور اور اس کی گود میں کھینچے ہوئے بچے کو  
نظر کو کھینچ کر کہا۔ "ایسا جا ل جنت قیدی میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔"

"کیا وہ کیسا ہے؟" ماں نے اپنے بیٹے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"خود اپنے ہاتھوں پر لیٹا ہو رہا ہے۔" سو پر بھاننے لگا۔ "جیل میں کھائے بیٹے دھرے

ہے۔ یہاں دوسرا ڈنگی کیا ہے؟ ہماری بات نہیں سنتا۔ اسے سزا دے۔" سو پر جان بوجھ کر

کیا۔ دونوں عورتیں اس کے چہرے کی آوازی کو دیکھ کر لرز گئیں۔ بات اذان سے زیادہ

تھی۔ منو کی اثر مگر تار پڑا تھا۔ اسے یقین تھا کہ ہر دم سے ہٹ دھرم قیدی بھی ماں

اور جی کے آنسوؤں کے دیکھ سکتا۔

”مجھے دکھ ہوا اس لئے تمہیں خبر بھی۔ ورنہ دون بعد نیا سو پر یہاں آنے والا ہے۔ بھروسہ جاتے اور یہ جانتے۔“

”مگر تمہیں کیا کرنا ہے پرتوتاؤ؟“ اس نے پوچھا۔

”اس کی ہموک پڑنا ہی قسم کر دو۔“ سو پر نے بتایا۔ ”اپنے آنسوؤں سے اس کا چہرہ دل ہموک کر دو۔“ پھر اس نے بیٹ کو حکم دیا۔ ”جاؤ چٹا سے کھواس کی ماں اور بیوی لئے آئی ہیں۔“ میت دھڑنا ہوا کیا اور کچھ دیر میں جواب لے کر آیا۔

”صاحب! اوہ کسی سے ملنا نہیں چاہتا۔ صاف انکار کرتا ہے۔“ یہ سن کر ماں اور چندن کوہ کے چہرے اتر گئے۔

”دیکھا تم لوگوں نے..... اس کی خاطر یہاں تک آنے کی پریشانی اٹھائی، مگر بھی اس ظالم کوئی پروا نہیں۔“

”انہیں انکار کرنے دو! تمہیں وہاں سے چلو۔“ چندن نے کہا۔ سو پر بھی کچھ چاہتا تھا۔

”تم اے کہ وہاں رہا رہا ہاں! آؤ! ایک کی بات نہ مانے تو دوسرے کی باری۔“

”ماں! اس تمہارے چال کو کوہ! میں ہو کر آئی ہوں۔“ چندن کوہ نے بچے کو ماں کی گود میں دے کر کھڑی ہوئی۔

”نہیں!..... لڑکا ساتھ رہنے دو! اسے دیکھ کر دوازم پڑ جائے گا۔“ سو پر نے چلائی کہ۔

○

چوک کا دروازہ کھلا اور سب کا دروازہ کھلا، پھر کئی جگہ سے دیکھنے کی پروا نہ کی کہ کون آیا ہے؟ دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے سب پر وہ لپٹا تھا۔ اس کے سینے کی پڑیاں لگے کہ چندن کے دل پر

چوٹ لگی۔ جب تک اس نے جہیز دیکھا اس وقت تک اس نے یقین نہ کیا کہ اس کی ماں کا شوہر ہے جسے اس نے آٹھ ماہ پہلے دیکھا تھا۔

”جگا! اتھاری بیوی تم سے ملنے آئی ہے۔“ چندن کوہ کے عقب میں کھڑے سو پر منو نے دیکھ لیا۔

”میں نے انکار کیا ہے کہ میں کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔“ مندرجہ سے بغیر جگہ نہ کہا۔ مگر اس لئے اس کے نئے جسم پر چندن کا ہاتھ کر دھک کرنے لگا۔

”یہ آپ نے کیا حالت بنا رکھی ہے؟“ چندن بھرائی ہوئی آواز میں ہوا۔

”یہ حالت بنانے والا تمہارا ہے اس کھڑا ہے۔“ جگہ نے ہاتھ بندھ کر مٹے جواب دیا۔ اس وقت بیٹے بیٹا ہواست بال قریب کچھ کر جگہ کے ہی کے نزدیک جیڑی کی دھڑ سے کھینچنے لگا۔ جگہ کا دھیان اس جانب گیا، اسے محسوس ہوا جیسے اس کی طرح جیڑی بھی اسے مار رہا ہو۔

”ست پال کو بھی ساتھ لیا ہو؟“ باب کا پیار چمک اٹھا۔ اس کی موجودگی سے کھنک ہانڈی اُٹ جاتے ہیں سو جگہ کو سو پر وہاں سے ہٹ گیا۔

”کیوں نہ لکھانے کی ضرورت ہے ہو؟“ چندن کوہ نے پوچھا۔ اب بھی جگہ نرم نہیں چڑتا چاہتا

قد مگر کھیلے سینے پر آنسوؤں کے دو قطرے گرے اور پھیلے سے اس کی گردن گھٹی۔ چندن کے زخمیہ سے گرتے ہوئے آنسوؤں کی گڑبگڑ اس سے مندرجہ لیا۔

”لئے آئی ہو یا دوتے آئی ہو؟“

”مٹانے آئی ہوں۔ ماں جی بھی ساتھ ہیں۔“

”اب کو یہاں نہ آنے دیا۔ کہہ دو صبح کر دیا ہے نہیں نہیں گئے۔“

”ابن بے چارہ کی کال کیوں توڑ رہے ہو؟“ جگہ نے غصے میں جواب دیا۔

”آپ کی بھجری ہوئی پڑیاں دیکھ کر دل تو میرا بھی ٹوٹ گیا۔“

”لڑکا کچھ سے پاس سے سرگ کر جگہ کے ہاتھ کی زنجیر سے کھیل رہا تھا۔ جگہ نے آہستہ سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ ہنسا۔ چندن کوہ مسکرا دی۔ ”بیباست ایلو پاؤ۔“

”بچے سے کھڑی دیر بعد کہا۔“ باب..... پوچھا۔

”اس کی تو کئی زبان کے ایک لفظ سے جگہ کے دل کو پلا دیا۔ وہ فوراً ہی بیٹھ گیا اور پیار سے بکے کے زخموں پر ایک ہریا دیا۔ سو پر بھیوں کے سخت ہالوں کی جگہ کی دھڑ سے ست پال نے چہرہ الٹا اور جگہ کی فادھی کھینچنے لگا۔ باب نے بچے کا کھیل دیکھ کر چندن کا دل غصا ہوا گیا۔

”کیا وہاں ہے؟“ باب نے گئے کے شخص کے تحت سو پر نے دور سے جھانکا اور چندن سے اشارہ سے پوچھا۔ ”کیا کیا؟“

”اس سے جوتھر کہ چندن جواب دے، جگہ کا دھیان سو پر کی جانب گیا۔ وہ اس کی چال بازی لکھا۔“ چندن! اب تم بچے کو لے کر جاؤ۔“

”میں اپنے ہاتھوں سے کھانا کھا کر جاؤں گی۔“

”یہ جھل سے مگر نہیں۔“ جگہ توڑے جتنی سے بولا۔ ”مجھے سے ضرور ٹھیک نہیں ہے۔“ یہ کہتے تھے اس نے ست پال کو چندن کوہ کے سپرد کر دیا۔ ”میری فکر کرنے والا ہو گئے۔“

چندن یہ برداشت نہ کر سکی۔ شکل روکے ہوئے آنسو بہنے لگے ساتھ ہی سکیاں ابھرنے لیں۔ جگہ نے جین ہور ہاتھ پھر بھی اپنے فیصلے پر قائم رہنا چاہتا تھا۔ جو کچھ اس نے کہا۔

”بھائی! اور دوازم بند کر لے۔“

جی طرح روٹی ہوئی چندن ہوئی۔ ”تم مجھے رہو تو تمہیں اس بچے کی قسم ہے۔“ اور کھڑی ہو چلی دی۔ جگہ اُسے دیکھنے لگا کہ وہ بیٹھ کر دیکھنے بغیر چلی گئی۔ اس نے اپنے بچے کو سینے سے دھنچ کر رکھا تھا۔ دروازے بند ہوئے اور جگہ تمہیں بیٹھا رہا۔ بیٹے کی قسم کی ضرب بھی جو بار بار

اکے ذہن سے گزر رہی تھی۔

”بچے کا چہرہ دیکھ کر نہیں ملا۔ ماں جی مٹانے میں آگئیں۔“ ”ہو! اتھام ہے جو کوہ وہ مجھ سے کے لئے راضی نہیں ہوگا۔“ بھول کر دروازہ پر آگیا۔ ”بیبا جگہ اتھاری ماں ہوتا میرا کوئی

بچہ؟“

۹

میں لیارہ کے لئے لی آواز مئی جلت کو سنانی نہیں دی۔ سو پر بہت رات کے راڈ پر تھے۔  
ہر میل کے پاس جا کر دروازے سے ہندھی ہوئی ڈنچر منیج کر لیتین کر لینا تھا کہ قیدی اندر

بہتے دیے ہیں۔"

ہاں ہے۔ جگت کی بیڑی سے بندھی ہوئی آنکھیں پھرے دو چوک کر بیدار ہوا۔ خواب بھر جھرت کیا۔ بدل گیا۔ چندن اور دیر وہ غائب ہو گئیں۔ جگت نے آنکھیں ملیں۔ دوسرا کوئی وقت ہوتا تو وہ چوک کر دو چار گالیاں دے دیتا۔ ”سائلے! خیندش پریشان کرتے ہو۔“ مگر اس وقت اس عجیب۔ خواب نے اُس کے دل و دماغ پر نقشہ جاری کیا تھا۔ ابھی اس کا شک نہیں ہوا تھا کہ وہ اور صورا پنا نے جانتے میں دیکھا، کیا وہ اور پنا؟ چندن سفید لباس اور تاج میں ہمارا ہی نظر آئی تھی۔ کے باوجود جب وہ دیر سے بات کر رہی تھی اُس کی آواز میں کتنا درد تھا۔ جگت بھڑا رہا۔ وہ کم سامنے حالات میں ڈوب رہا۔ پھر جیسے وہ سب کچھ بھول گیا اور کوئی دیکھ کر کھٹکنا تھا تو اس کی آواز کے ساتھ دوسری آواز میں کان کا گنا گنا۔

”ایک ہوا ایسی چلی کہ دھن زمانہ ہو گیا۔“  
خاموش رات جیسے سنگ آٹھی۔ بخت کی آواز کا دور پورے ماحول پر مدھوشی غلاری کرنے لگا ہوا کہ جھوکوں نے جوہتے درخت بھی جیسے تھم گئے۔ اس وقت سر نہیتر راؤ ڈھیر پورا کر کے نکل۔ عقرب سے زور رہے تھے۔ بخت کی دور بھری آواز نے اُن کے قدم حجام لگے۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ ”بخت کون کا رہا ہے؟ کتنا دور بھرا ہے اس کی آواز میں؟“ فیض کوئی دھمکی دلی ہے۔ سنا۔  
”فٹا رہے۔“  
پھر خاموشی چھا۔ سوہنے آواز کی روشنی سن بیل کی مٹی دیوار پر غبر پر بھا۔ ”ایکس۔“  
دل کا درد زبان سے زور کرنے کے بعد جنت سو گیا محسوس پہنچا کی آنکھوں کی نیند آؤٹنی۔ صبح رات اُس کے کانوں میں بخت کی گونج رہی تھی۔

چکیدار نے مٹھنے کے لئے کھلے کا دروازہ کھولا۔ مہجرت رات کے خواب میں کھویا ہوا تھا۔  
 نبوئے اُس نے سترہ برس کے قیدی جنس راج کو آواز دی۔  
 ”یاد ارات جہا عجیب خواب دیکھا۔“ پھر اسے پوری تفصیل بتائی۔ ”جنس راج! میں بہت  
 جبین ہو گیا ہوں۔ کیا برا سر اور خواب تھا۔“  
 ”یاد راج! تو خوشی اشتیاق ہے۔“ بھائی کسی مصیبت میں پھنس گئی ہیں۔“ اسے سن کر چکا سٹا۔  
 میں اُٹھ گیا۔ اُسے اپنی ذات نے نفرت محسوس ہوئی۔ اُس کے ہاتھ جڑ گئے۔ اُس نے گردن بند  
 کر لیا۔

”اے بھگوان! میری وجہ سے چند لوگوں کی معیبت نہ آئے اس کی برائی کرنا۔ میں تو بس نیکو  
مہر چاہتا ہے کسی آگ میں جلا ہو گا۔“  
”جنت چاہیں کیوں ہو گی؟“ میں راج کو بھی گھر ہونے لگی۔ ”جنت اگر خدا کے برابر ہی کی طیب  
معلوم کر لو۔“ پھر ایمان دلانے کے لئے بولا۔ ”اکثر خواب جوئے ہوتے ہیں۔“ ”محرکت،  
دلے دلے اور فضول تھا۔“ مجھے کب وقت پورا ہوا تو دعا دے گا۔“  
”نمبر اکسیر! انہیں صوم صاحب بلار سے ہیں۔“ ”جنت چاہئے۔“  
”میں کوئی خاص خبر دے کے لئے لایا گیا ہے؟“ اس نے سوچا۔

”کلی تم کے“ صاحب کے سامنے اُٹھی سیدھی جکواس کی جھٹی، تھپی میں کچھ گیا کہ آج صاحب بلائیں گے۔“ ایک چوکدار اور بڑ بڑایا۔

بے قرار وہی چوٹک کراس نے خطر طاری کر لیا۔ ”لے چلو مجھے وہاں۔ تمہارے صاحب سے کوئی دوتا ہے؟ موت کے فرشتے کا بھی بلاوا آئے تو بھی تم تیز سے چڑے پر خوف وراس نہیں دیکھو گے، بڑبڑہاؤ سوہ صاحب کیا چیز ہیں؟“ چوکدار کی آنکھیں جھلک گئیں۔ محنت اکثر سوہ کو سوہ کر کا لی دیتا تھا۔ دوسری جھل میں بھی لفظ مضمور ہو گیا تھا۔

دل نہ توں مہتا پڑی پاؤں پر نظر کرے بجائے بیٹھا ہوا تھا۔ اُسی لمحے ایک چوکیدار اندر داخل ہوا۔ ”صاحب! ہم آپس میں خبر کو لے آئے۔“ یہ کہہ کر وہ قیدیوں کی ملاقات والی جالی کھولنے پر حاکم۔  
”کیوں کھول رہا ہے؟“  
”آپ نے انکس خبر کو بلایا ہے۔“  
”بالکل..... محکم جس جالی میں سے بات نہیں کروں گا۔ اسے اندر لے آؤ!“  
وہ عجیب سا منہ بنا ہوا جایا گیا۔ مہتمم کام میں مشغول ہو گیا۔ چوکیدار قیدی کو لے آئے، پھر  
اسی انس کے چند منٹ میں اٹھایا۔  
”بڑا صاحب ہونے کا رعب جا رہا ہے۔“ وہ دل عیاں میں بڑبڑایا، پھر غلط انداز ہی کی  
فرض سے بڑی کہہ گاٹی۔

جیسے ہی موپر صاحب نے سر اٹھایا وہ کہنا چاہتے آگیا؟ مگر سامنے کھڑے ہوئے قیدی کی حالت دیکھ کر ان کے جیسے آگ لگ گئی۔ وہ کرسی سے کھڑے ہو گئے۔ چمکا کے دونوں ہاتھ پشت پر بٹھے ہوئے تھے اور دم میں کپڑا ٹھنسا ہوا تھا۔

”یہ کیا دجائو کی طرح اس کا منہ کیوں باندھ دیا گیا؟“  
چوکیدار جھینپ گئے۔ مگر جگا کو حیرت ہوئی۔ منہ کھلا ہوتا تو وہ کہہ دیتا جیل میں تم قیدیوں کو  
دجائو کی طرح رکھتے ہو، اور سے بھلائی جتا رہے ہو۔

”صاحب! اسے ایسا ہی طرح باہر لانا پڑا ہے۔“ چونکہ اور سوپر کے بھونپور پر دم کھاتے ہوئے بولے۔ ”اس کی زبان دواڑ ہے۔ بیٹے صاحبوں کو دیکھ کر گڑبگڑ جاتا ہے اور گندمی گالیاں بکتے لگتا ہے۔ نصف گھنٹے کی محنت کے بعد ہم چاروں نے فل کر اس کا منہ بند کر دیا۔“

مستانے پر آجاکو دیکھا، پھر عثمان، پھر بھو، بولے۔ ”اگر اس کو کھول دیا۔“

”میں اسے جانا چاہتا ہوں۔“ پھر میز پر قالین کی طرف بڑھ کر بیٹھا۔ ”اب اس کے ہاتھ کھول دو!“

روا ہوں۔ جلدی کرو اس کے ہاتھ کھولو۔"

جگا کو یہ سب عجیب لگ رہا تھا۔ صاحب کچھ بتانا چاہے گا کہ میں کون ہوں؟ اس وقت تک یہ مجھے نہیں پہچانے گا۔ جگانے سوچا۔ چونکہ اردو نے نہ چاہے ہوئے میں اُس کے ہاتھ کھول دیئے۔ نہ جانے کیا ہو جائے اس خوف کے تحت دونوں پیچھے ہٹ گئے۔

"اب تم دونوں باہر چلے جاؤ۔" چونکہ اردو نے دانت چیرنے لگے۔ صاحب پاگل ہو گئے چہ شاید انہوں نے سوچا۔ بھڑکائیے بہت کر کے کہا۔

"میں صاحب! نہیں ہوگا۔ آپ تھے ہیں مگر میں اس کے پیچھے بیٹھوں ہے جبکہ بارو ہے ہیں۔ اس نے ایک چونکہ اردو کے پیٹ میں ملا تار کر اُسے ہتھال جانے پر مجبور کر دیا تھا۔"

"یہ امر تیرے جیل میں چھوٹے سوپرے رانگل چھین لینے کی کوشش بھی کر چکا ہے۔" دوسرے نے ساتھ دیا۔ "فوسے ہو بھی اس بد مانا برا اثر نہیں کر سکے۔"

"کھاس بند کروا۔" سوپر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "میں افسر ہوں یا تم؟" پھر دروازے کی طرف ہاتھ بلند کرتے ہوئے بولے۔ "چلے جاؤ۔" جگا کو یہ تشدد دیکھنے میں خلف آیا۔ وہ بھی مومن کی تلاش میں تھا۔ قریب ہونے کے باوجود اُس نے زبان نہیں چلائی۔

"صاحب! اگر آپ کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو ہم ذمہ دار نہیں۔" یہ کہہ کر دونوں چونکہ اردو میں باہر چلے گئے۔ جگانے دونوں ہاتھ کے پیچھے ایک بار بندہ کے کھول لئے، پھر ہٹتے دروازے کی جانب دیکھا۔ چونکہ اردو پدے کے پیچھے سے دیکھ رہے تھے۔ سوپر صاحب نے انہیں دیکھ لیا۔ وہ نہ

جانے کیا سوچ کر دروازے کی جانب بھٹے، جگا کی سمجھ میں کچھ نہ آیا مگر جتنا ہے جب کمرے کا دروازہ بند کیا تو اُس پر شیطاں سوار ہو گیا۔ اُس نے سوپر صاحب کو دیکھا۔ کمزور جسم اور چٹکریں گردن دیکھ کر اُس کی دیکھیں تن چھیں۔ اتنی دیر میں ہتھ دروازے کے کھلی چڑھا کر اپنی کرسی کی جانب بڑھے۔ کمرے کی طرف چلے گئے۔ خواہش پھر کمرے کو مومن کی طرف لپکا۔ اُس کا ذہن سوپر

کو قہقہہ کر کے فرما رہا ہوتا ہے کہ سوپر کے پاس ایک ہتھول ہوتا ہے یہ اگر نے سنا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ ہتھول کہاں ہے؟ کیا سیر کی دروازہ میں؟ اس کا گھبراہٹا دیا جانے تو کمرے فرار ہوئے وقت اسطو چاہئے۔ اُس وقت ہتھار کرسی کے عقب میں کھلی کھڑکی سے جھانک رہے تھے۔ یہ مومن ضائع کرنے کا نہیں تھا۔ وہ بے آواز آہستہ قدموں سے دونوں ہاتھوں کے پیچھے چلا کر

دانت چیرتا تھا۔ کی جانب بڑھا۔ صرف سات آٹھ دو کا فاصلہ رہا تھا تو ہتھانے پڑے پھیر لی کیا۔ شخص اس کا ارادہ نہیں کیا ہوگا؟ اس کی ایک شک کے تحت جگانے ہاتھ کے پیچھے کھینچ کر لے۔ اُس کے بدلہ حال معلوم کرنے کے لئے اُس نے ہتھانے چہرے کی جانب دیکھا۔ پہلی بار دونوں کی نظریں

ٹکرائیں۔ ہتھانے چلے گئے۔ یہ کیا؟ ان کی آنکھیں دیکھیں ہوئی کی محسوس ہوئیں۔ اُس کے ذہن میں روشنی ہوئی۔ بالکل ٹھیک۔ ان کی آنکھیں ڈاکٹر کی سی ہیں۔ ہمدردی پھری اور دم کا سیر۔

فرشتے جیسا چہرہ ان کے دل کا شیطاں بھاگ کر نہیں جائے گا؟ اُسے درگ۔ "کھڑے کیوں ہو۔۔۔ چھو۔"

جگا پھر چوٹا۔ دوسرا اس کا لڑاؤ اڑا ہے وہ اسے چیلنے کو کہہ رہا تھا۔ ساتے چیلے میں کئے

ضرورت کیا ہے؟

"چھو؟ ہم ہاتھیں کر رہے۔" ہتھانے کرسی کی جانب اشارہ کیا۔ جگا کو نہ جانے کیا سوچا کہ پیچھے پیچھے۔

"ارے غرض نہیں۔ میں نے تمہیں کرسی پر بیٹھنے کو کہا ہے۔" ہتھار کرسی سے کھڑے ہو گئے۔ "اس وقت میں پیچھے ہی بیٹھتا ہوں۔ کسی کا حکم ماننے کی میری عادت نہیں ہے۔" جگانے لہجے میں کہا۔ ہتھانے ہونے کھڑے ہو گئے۔

"اگر تم پیچھے بیٹھو گے تو بات کا حذر کیسے آسکا ہے؟" یہ کہہ کر ہتھانے جگت کا بازو تمام کر اُسے ہی پر بٹھا دیا۔

"یہ شخص کیا کرنا چاہتا ہے؟ کچال ہی دل میں بڑبڑایا۔ لیکن ہے مجھے بھلا کام نکالنا چاہتا ہو۔ چہرے دونوں ایک دوسرے کی جانب دیکھتے رہے۔

"کل بات تم کیا کر رہے؟" سوپر نے سوال کیا۔ جگت چوٹا۔ اب پیچھے چلا کر ڈانٹنے کے دوسرے سوپر محتاج کر رہا تھا۔ "تمہاری آواز چپاری ہے۔" ہتھار بولے۔ "مگر اس میں اتنا درد

ہاں ہے؟" جگت کورات گائی ہوئی غزل یاد آگئی۔ "دو دل میں اُسے پھر ڈھرانے لگا۔ کمزور دغیرہ والی نہ اُس کی سمجھ میں نہ آئی۔ اُس نے سوپر کی جانب دیکھا۔ "میں جیل میں کت عکیت اور اسے کا پر دگرام کر رہے۔ دوزخ صاحب آنے والے ہیں۔ تب تم ایک آواز چڑھ چکی کرتا۔"

جیس۔ جگت کو جوش آنے کا کہا نہ دل گیا۔ چہرے کے اثرات بدل گئے۔ "میں کوئی ایسی نہیں ہوں کہ کہنے کا کروں گوں کے بدلہ بلاؤں۔" پھر بلند لہجے میں بولا۔ "مجھے تاج گانے بوقت فطرت ہے۔ میں نے ایک بار اسی نے اپنی تو بیٹا بیوی کا گھبراہٹا دیا تھا۔" اُس کے ہاتھ

پیچھے کھینچ لئے اور چہرے پر غورن آگیا۔ "اور اب تمہارا۔" سوپر نے عام۔ "ذک کیوں گئے؟ میرا گھبراہٹ کی خواہش ہو رہی ہے یہی کہا جاتے ہو؟" سوپر نے عام۔

لہجے میں کہا۔ جگت کی کھائی کا زور ختم ہو گیا۔ ارے یہ تو دل کی بات بھی جانتا ہے۔ جگت نے اپنی حقیقت تمہاری آواز میں اتنا درد، ایسی حقیقتی ہے کہ اگر تم دیکھ کر تو اچھے گانے والے

ہوتے ہو۔" "میں نے ایک بار کہا کہ مجھے یہ وعدہ نہیں ہے۔" جگت نے اُن سے نظریں اٹھائی۔ "جگت نے اُن سے نظریں اٹھائی۔ "جگت نے اُن سے نظریں اٹھائی۔" جگت نے اُن سے نظریں اٹھائی۔

دور خاموشی چھا گئی۔ کمرے کے باہر کھڑے چونکہ اردو انہیں میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ اُسے پر کان رکھ کر سننے لگے مگر اندازہ تھا کوئی آہستہ کیوں نہیں ہو رہی؟ انہیں ڈور بھی لگا۔

نے صاحب کو قہقہہ تو نہیں کر دیا؟ "سوپر نے غصے سے لہجے میں کہا۔ "اب تم یہ بتاؤ کہ اتنے جھگڑے کی بات کہہ رہا تھا۔" اُس نے جواب کی بجائے سوال کیا۔

”اچھا... میں تمہیں جیل کی بجائے ہیرک میں رکھوں تو بھر شرارت تو نہیں کرو گے؟“ اسہ جگت اچھٹ گیا۔ اُسے دور لگا کہ وہ سو پر کی نری اور ٹھہراؤ کے سامنے ہار جائے گا لہذا اُس نے یہ سیدہ جواب نہیں دیا۔

”میں ایسی کسی شرط کا پابند نہیں ہوں۔“ چکا حذر بولا۔ ”شکایت نہ سونو کہ تو شرارت ہوگی۔“

”شکایت؟ تمہاری کیا شکایت ہے؟“ مہتانے پوچھا۔

”جگت نے قیدیوں کے دو مہمان جھگڑے کی تفصیل بتائی۔“ ہمارے باجائیدہ زیادہ ہیں۔ بھرگو جیل والے ان میں سے بہت کم کو سیٹ جاتے ہیں اور مال کی زیادہ موافقت کرتے ہیں۔

”بس... صرف اتنی سی بات؟“ بہتہ بول اُسے۔ ”ایسی آسانی میں نہیں ہونے دوں گے۔ اب بھلا“ جگت کے لیے اب کوئی بات نہیں کہہ سکتے تھے۔ اُسے اسے راج مان گیا۔

”سری طرح سترہ نمبر کے سیل میں اُس راج کو بھی رکھا گیا ہے۔“

”اُسے بھی تمہارے پاس ہیرک میں بھیج دیتا ہوں۔“ یہ کہہ کر مہتا اٹھا، دروازے کی کڑی کھولی۔ دروازہ کھلنے ہی پر چکیدار اندر آئے کر جگت کا دستا ہوا چہرہ دیکھ کر ان کے منہ ٹھک گئے۔ صاحب نے اُسے کرے میں غصا بھی بھیج دیا۔

”اُسے لے جاؤ۔“ سو پر نے غم دیا۔ ”کر تیل میں نہیں، ہیرک میں۔ اور سترہ نمبر کو بھی ہیرک میں بھیج دو۔“

”جگت...! عجب سے آواز آئی۔“ اُس پر گرام کے متعلق سوچا۔ ”جگت جواب دیئے لم چلا گیا۔ دن موہن مہتا بہت دیر تک دروازے سے نہیں ہٹ سکے۔ اس قیدی کی خود داری ما آئیں سنا کر کیا تھا۔“

”جگت! تم نے یہ کیا جادو کر دیا؟“ ہیرک میں آنے کے بعد اُس راج جبب نیچے میں بیٹا، ”تمہاری کیا کیا بات ہوئی؟ یہ تو بتاؤ۔“ جگت نے تمام تفصیل سنا کر کہا۔

”مجھے ڈرامے میں کام کرنے کو کہا۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔“

”ایسا کیوں کیا جگت؟ یہ تو قرار کا بہترین موقع ہوتا۔“ اُس راج نے کان میں سرگوشی کر کے ہونے کہا۔ جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ اُسے پہلے یہ کیوں نہیں سوچا؟ پھر یاد آیا۔

”اُس راج! اُس نے مجھے سوچ کر جواب دیئے کو کہا ہے۔ اب پوچھو گا تو ہاں کہہ دوں گے۔“

”ارے پوچھنے کا انتظار کرنے کی بجائے چکیدار کے در پہلے ہاں کہلوادو وہ خوش ہو جائے گا۔“ اور دن موہن مہتا جواب سن کر خوش ہو گئے۔ جگت اتنی جلدی مان جانے کا اس کا انکار اندازہ ہی نہیں تھا۔

”جگت! خور کو سناؤ فرار ہونے کے لئے ڈرامہ کہتا ہے یہ نہ بھولا۔“ جگت کے دل میں چند دن لمبے کی خواہش جاگنے لگی۔ جگت نے آنسو ٹھک کر لئے۔ چہرے پر ہلکی ہوئی آدھی غم ہونے لگا۔ اُس نے دل مضبوط کر لیا۔ باپ کے دیئے ہوئے سینے سے اُس کا ذہن مل اٹھا اور فرار ہونے کیل ڈیل وہیں میں جڑ پکڑنے لگا۔ سو پر جگت کو دھوکہ دینے کا کام آسان تھا۔

دن موہن مہتا نے جیل سدا کے اقدامات شروع کر دیئے تھے۔ جیل قیدیوں کا بچہ بن گیا تھا۔ قیدیوں کو بند رکھو، ان سے سروری کرنا، ضرورت پڑنے پر ظلم کرو۔ اس طرح اُس کے جرم کا پورا ہو جاتا ہے۔ مگر دن موہن مہتا کو یہ طریقہ پسند نہیں تھا۔ انسان پیدا ہی مجرم نہیں ہوتا، انت اور محبت سے مجرم بنادیتے ہیں۔ سانج سے ایسے مجرموں کو لوگ کرنے کے لئے قانون سزا ہے۔ جیل بھیج دیتا ہے مگر سزا کاٹنے کے بعد کیا انسان سانج میں مل جاتا ہے؟ اب اس کا دل، کے خیالات بہت زیادہ بوجھ ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ سانج سے دور ہے کراچ کا دہن میں جاتا ہے۔ پھر جرائم کے سلسلوں میں گم ہو جاتا ہے۔

پھر جیل کا فائدہ کیا؟ دن موہن مہتا کو سوالوں سے یہ سوال اٹھ رہا تھا۔ ملک تقسیم ہونے سے دو چھ سو پرہ کے علاقے میں مجسٹریٹ تھے۔ یہ مجسٹریٹ کو سزا دینے کے بعد یہ فرض کر لینے کہ انہوں سانج میں رہا ہے۔ یہاں تک کہ کر دیا۔ مگر ہر دہی شخص اور زیادہ مہیا تک جرم کر کے ان کے سامنے تاجب ان کے سامنے خیالات نہ جاتے۔ جہاں ایسے اضافہ کا مقصد؟ انسان کو تیل میں کاغذ کا کیا ہونا؟ جس طرح آدمی انتقام لینے کی خاطر جڑ... ہے۔ اسی طرح وہ کاغذ بھی مجرم

تیسرے دن مگر سے خط آیا۔ خط پڑھ کر جگت کے دل کو جھٹکا سا لگا۔

”جگت! تمہارا کیا ہوا اب؟ میں بھگتا پڑ رہا ہے۔ تمہارے جیسا قصائی جیسا بھگوان کسی کو دے۔ تمہیں ہم میں سے کسی پر دم نہیں آیا لیکن چند لوگ خوش کی خاطر یہ تم خند ہو چڑھے۔ لہذا جلی عورت نے تمہارا کیا کیا لگاؤ تھا؟ تم نے اس کے دل کو کھد نہ پہنچایا۔ وہاں سے وہاں آتے ہی کا



جہاد کی بھیجی ہوئی جنگی دوا یہاں کے ڈاکٹر کو دکھائی۔ وہ بھی خوش ہوئے۔  
 محنت سوچ میں نہ گیا۔ میں نے تو دوا بھیجی تھی ہے، پھر کسی نے بھیجی ہوگی؟  
 "میں نے بھیجی تھی۔" اُسے آفس میں بلا کر سو پرے تھاپا۔ "تمہارے سارے خط میرے پاس  
 سے ہو کر جاتے ہیں۔ میں ان کا ایک ایک لفظ پڑھتا ہوں۔ جیل کے ڈاکٹر کا مشورہ لے کر میں نے  
 دوا بھیجی تھی۔"  
 "مگر کس لئے؟" اس نے پوچھا۔

"تمہاری صحت کی صحت یابی کے لئے۔" بہتات نے مختصر سا جواب دیا تو محنت اُلجھن میں پڑ  
 گیا۔ وہ اختلاف کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا تو سو پرے نہ کہا۔ "چچا! تم پر بیان نہ ہو۔ تم میں سے  
 دوا کی پانی پانی وصول کروں گا۔"  
 "فمن طرح؟" چچا کا کٹھ مضبوط ہو گیا کہ یہ شخص کوئی چالاکی کر رہا ہے۔ "میرے پاس پیسے  
 نہیں ہیں۔"

"پیسے تم کا سکو کے۔ جیل کے کارخانے میں کام شروع کر دو!" سو پرے نے دیکھا جگت کا چہرہ  
 سرخ ہو رہا تھا۔ "جہیں اگر چند دن کو محنت یاب کرنے کے لئے کچھ قربانی دینی ہے تو۔۔۔" اور  
 آخری جملہ اس کر محنت لفظ اہو گیا۔

"چند دن کو محنت یاب ہو تو میں ہر قربانی دینے کو تیار ہوں۔ میں چندیں کھیلے کام کر کے پیسے  
 کماؤں گا۔" وہ جوش میں نکلا۔

"چندیں کھیلنے کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ آٹھ کھیلنے کام کرو گے تو بھی ملے گا۔" تب سے محنت  
 بخار مٹانے چاہنے لگا اور دوسرے قیدیوں کو حیرت ہوئی۔ وہ آٹھ میں سر مگریشاں کرنے لگے۔  
 "طوفانی کھوڑوں کو صاحب سدا رہے ہیں۔"

شام کے چار بجے محنت بڑھ جائے گا۔ کارخانے میں کام کر رہا تھا۔ اسی لمحے چرکیدار آیا۔  
 "جہیں صاحب نے آفس میں بلایا ہے۔"

"کام ختم کر کے آنا۔" یہ کہہ کر پھر کام میں مشغول ہو گیا۔  
 "نہیں۔۔۔ ابھی آئے کو کہا ہے۔" محنت نے اسے آنکھیں مکھائیں۔ کام میں اسے اتنی دلچسپی  
 دینی تھی کہ غلط اعجازی پر چڑاں پا ہو جاتا تھا۔ وہ یہ سب چند دن کو محنت یابی کے لئے کر رہا  
 نا اس خیال سے اس کے دل کو راحت سی تھی۔ اس پر زیادہ سے زیادہ کمانے کی دین سواہ ہو گئی  
 تھی۔

"جاؤ! میں آتا ہوں۔" اس نے ہار انگلی سے کہا۔ پھر خیال آیا کہ کیوں بلایا ہو گا؟ وہ سو پر کا  
 آدوی ہو گیا ہے اس خیال سے اسے نفرت تھی۔ پھر بھی صاحب اس سے خود ملے آتے رہتے  
 تھے۔ وہ آفس میں داخل ہوا تو ہتھی سے ہاتھیں کر رہے تھے۔

"اب وہ بالکل بدل گیا ہے۔" محنت دروازے کے قریب رک گیا۔ بہتات نے اسے دیکھ لیا۔  
 آؤ چچا کا دھوکوں آ گیا ہے۔" اس نے دو قدم آگے بڑھ کر دیکھا تو اسے دیوار کے قریب کرسیوں

سے انتقام لینے کے لئے سزا دیتا ہے۔ پھر قیدی اور قانون میں کیا فرق؟ بہتا کو جیسے انصاف کی کر  
 کاٹنے لگی۔ حکیم کے بعد بھارت آکر انہوں نے جیل کی جانب دل کو موڑا۔ وہاں جا کر وہ جگہ  
 سکیں گے اس منصوبے کے تحت انہوں نے کام شروع کیا تھا۔ مگر جیل کے قیدیوں کے طرح؟  
 کے افسران بھی کیے ہوئے تھے۔ وہ بہتا کی بات پر ہنس دیے۔

"یہ محبت لڑائیوں سے سیدھے چلتے ہیں باتوں سے نہیں۔ ہمیں تو اپنی خرقی کی جانب دما  
 دیتا ہے۔" جیل کے افسران کہتے۔

دو سو دن بہتا ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ جہالت اور سدھار کے درمیان جنگ شروع ہو گئی  
 جانور بدل میں بہتا کو اپنے کام کا نتیجہ دکھائی دینے لگا۔ اسی دوران ان کی ضرورت پر جیل میں  
 ہو گیا۔ آتے ہی انہوں نے سر پھرے قیدی چچا کا کٹھس ہاتھ میں لیا اور جیل میں اختلاف شروع  
 کیا۔

"اے بے ہمتا! میں ہر دم کر کے سو پر صاحب قیدیوں کو خراب کر رہا ہوں۔ پھر تو اچھے اور۔  
 قیدی کے درمیان فرق نہیں رہے گا۔"

بہتا نے سب سے پہلا کام جیل رکھنے کا کیا۔ سالوں سے جیل کے دروازے سیارہ کے جا۔  
 تھے۔ یہاں آنے والے برقی کی معلوم ہوتا کہ وہ کال کوٹری میں بند کیا جا رہا ہے۔ بہتا کو یہ  
 نہیں تھا۔ جیل کا دروازہ کھر کے دروازے کی طرح نہیں کیوں نہ ہو؟ دوسرا کام جیل میں پہلور  
 اور پانچ پھیلور کرنے کا کیا تاکہ خوبصورت اور زمین طرح طرح کے پھول دیکھ کر قیدیوں کے  
 خوش ہوں۔ جسم کے سر پھیلوں کے لئے بہتال ہوتے ہیں اسی طرح دروازے کے سر پھیلوں کے  
 باگل مٹانے ہوتے ہیں، اسی طرح جیل بھی من کے سر پھیلوں کے علاج کے لئے ایک جگہ۔

انہیں اچھا کرنا ہوتا پھر جیلوں کی حالت بدلتی ہوئی۔ اس قدامت پروری میں سو پر نے چچا سے جوہ  
 کیا تھا ان کے ذہن میں یہ نکل گیا۔ جا قیدیوں کو سیت بنانے کا مطالبہ ایک طرف رکھ دیا گیا ہے۔  
 کو وہم کر رہا۔ ضرورت یہ تھی میرے ساتھ چلا جائی کر رہا ہے۔ وزیر صاحب جیل کے معائنے  
 لے آئے فالے ہیں اس لئے اچھا برتاؤ کر رہا ہے اور میں پہلا کر پروگرام میں دیکھ لیا۔ کام

ہوئے کے بعد دوسرے سو پرول کی طرح یہ بھی بدل جائے گا۔ جس راج اس سے بار بار کرتا تھا۔  
 "محنت! تم نے انہما نے مجھے میں مشغول ہو کر اپنا پروگرام بھولے گئے ہو۔ اب میرا خیال ختم  
 ہے۔ تم ساتھ ساتھ دو گے تو میں اکیلا فرار ہو جاؤں گا۔"

"یارا! کچھ دن رک جاؤ۔ ابھی ابھی کی حالت تو جانتے ہو۔ ابھی اگر میں نے کچھ کا  
 مدد سے وہ بالکل پانچ ہو جائے گی۔"

"مگر میری بیوی دوسرے کی محبت میں پانچ ہوئی ہے یہ خیال۔ میں کب تک برداشت کرنا  
 ہوں؟ تم بہتا کی بیٹی بیٹی باتوں میں آ جاؤ گے۔" جس راج کا ہمد محنت کو لگ گیا۔ سو پر کا  
 احسان کے بوجھ لئے اس کی آن تو نہیں دب جائے گی؟ اسے ڈر لگا۔ کچھ دن پہلے کھر سے نکلا  
 وہ چرکا تھا۔ پاؤں سے نکلتا تھا۔

"میں! چنن کو رکھی خبر یا تم صحیح ہو گئے ہو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ دیر سے مگر کچھ مسئلہ قائل۔

برہاں ہی اور چندن کو پیش نظر آئیں۔ لہٰذا ہر دو دونوں کی جانب حیرت سے دیکھ رہا جیسے اچھا آنکھوں پر یقین نہ رہا ہو۔

"میں نے انہیں بلایا ہے۔" مہتا کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھے۔ "تم اطمینان سے ٹوٹیں راؤنڈ لگ کر آنا ہوں۔" محبت سمجھ گیا کہ صاحب انہیں جہاں کی کاموں دے رہے ہیں۔

"آپ نہیں سمجھتے۔" چندن نے کوئی پرانے عہد بات نہیں کرتی۔

مہتا سکرانے اور اس کا شاندار ٹھیک کر باہر چلے گئے۔

ماں جی آئے غور سے دیکھ رہی تھیں مگر چندن اسی طرح سر جھکا رہی جیسے شرمیلی ہو۔ محبت کے دل میں پکارا جوش نہیں لے رہا تھا۔ مگر خورانی سے یا پکارا کہ چندن کو پہلے کسی نہیں رہی۔ ممکن ہے کچھ اگلے پن کر بیٹھے۔ وہ بہت کھیل کر گئے۔ بڑھا۔ ماں کی نظریں اس پر جم گئیں۔

"آہستہ آہستہ ان کی آنکھیں کھینکے گئیں۔ ہونٹ چڑچڑائے۔

"چنا۔۔۔" محبت نے جھک کر ہی چھوئے۔ جب ان کی مہتا جا اٹھی۔ "سکھی رو چنا۔"

"چندن اب کسی سے؟" یہ کہہ کر وہ چندن کے برابر جا بیٹھا۔ آہستہ سے چندن نے نظریں اٹھ کر اس کی جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں عیار تھا مگر مسرت نظر نہیں آ رہی تھی۔

"ہم بہت دنوں بعد ملے ہیں۔۔۔" محبت نے سہل کر اسے گلاب کیا۔

"بہت دنوں بعد؟" چندن حیرت سے بولی۔ "ہم روز ملتے ہیں۔"

یہ سن کر محبت کو جھٹکا سا لگا۔ دل پر چٹتی گئی۔ "روز ملتے ہیں؟" وہ بڑبڑایا۔

"ہیٹا! یہاں لے آئی جب بھی ہو چکی کہہ رہی تھی کہ وہ تو روز ملتے آئے ہیں بھر دوں جانے کو کیا ضرورت ہے؟" ماں جی اور مگر کہیں۔ "جیسا اٹھارے سے پانچ گھنٹے کا دورانیہ ہے محبت پر جاری ہو

کہہ رہی تھی کہ آسان پڑاؤ نے والے کو کھڑے پڑاؤ کی ایک فقیر نظر آئے۔"

"میں گھوڑے پر ماں جی اور درمیان میں ہنر رنگ سے کپڑے پہنے تھے۔" چندن درمیان میں بولی۔ "میں نے تم سے کوئی بار کہا مگر میری بھول گئی؟"

"ہاں جی اسفند گھوڑے پر ہنر رنگ سے لباس میں فقیر دکھائی دیئے۔" ماں نے اس کا دل رکھنے کے لئے کہا۔ "اس نے ہوسے کہا کہ جب تک تمہارا شوہر داہن نہیں آئے گا اس وقت تک

میں تمہارے ساتھ رہوں گا اور تم دونوں کو لایا کروں گا۔" محبت کو یہ سب یاد پھر اٹھا۔ چھوڑ

کر کہ پانچ پن اس حد تک بڑھ گیا ہوگا کہ تو اس نے سوچا تک نہیں تھا۔

"ماں! است بال کیا ہے؟" محبت نے بات کا رخ بدلا۔ اس سے پہلے کہ ماں جی کچھ جواب

دیں، چندن بول اٹھی۔

"ارے۔۔۔ آپ تو اسے روز دکھاتے ہیں۔ رات رات دے تو مجھے عیاد کر کے کہتے ہیں کہ

چندن اور نیارا دوہا ہے اسے روز دکھانا دیتا۔"

"پھر وہی بات۔۔۔" محبت اچھٹ گیا۔ اس نے اٹھارے سے ماں جی کو باہر جانے کے لئے کہا۔

وہ چلی گئیں تو اس نے چندن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں سے ڈر پوچھا۔

"تم مجھے نہ ناراض تو نہیں ہو؟"

چندن کے لیون پر عجیب سی مسکراہٹ کھیل گئی۔ آنکھیں پھیلا کر بولی۔ "تم مجھ کو رہو تو نہ لیون پر دھتھ جاؤں گی۔"

"نہیں۔۔۔ اب بھی ہموکا نہیں رہوں گا چندن!۔۔۔" محبت نے پیار سے اس کا ہاتھ دایا۔ "جہیں بھی دو کہیں کھینکے گا۔"

چندن کا ہاتھ محبت کے گلے میں لٹکتے ہوئے تھوڑے قریب گیا۔ وہ غور سے تھوڑے کود کھینکے گی۔

ایسا ہی غور پر غور سے نظر پڑتا تھا۔ تم کسی اس تھوڑے کو اپنے گلے سے الگ نہ کرنا۔" یہ کہہ کر چندن

لٹ کے لوٹ گئی۔ محبت کا دل بھر گیا۔

"نہیں۔۔۔ یہ پاگل نہیں ہیں بلکہ کچھ عیاری آواز ہے۔" اس نے آہستہ آہستہ چندن کے سر

ہاتھ پھیرا۔ تصویر بڑھ کر اس وقت اس کے حلق میں کچھ پوچھا اس کو عجیب سا لگا۔

کی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تو محبت چندن سے الگ ہو گیا۔

"جگا! میں تیل کے ڈاکٹر سے مل کر رہا ہوں۔" مدن موہن مہتا نے کمرے میں داخل ہوئے

بٹے کہا۔ مگر چندن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہم انہیں وہاں سے جا رہے ہیں۔" محبت

چوکی جانب دیکھ کر سوچنے لگی یہ میری اتنی زیادہ مگر کیوں کر ہے ہیں؟

○

عجیب کے وزیر اعلیٰ کو ملی پھر چندر کو تیل کے سٹاکسے پر آنے والے تھے، اس کی تمام ستاری

لگی تھی۔ سہماں کو خوش کرنے کے لئے محبت نے کوتوالی کا کافی بھی۔ کافی دن سے وہ روز پریش کر رہا

ہے۔ اس کی طرف بھی اسی نے کافی بھی۔ پر دگرما سے دو دن پہلے ہرک کے اپنے ساتھیوں کو

نہ اس نے کوتوالی کو سب لوگ داؤد اور داؤد کہا تھے۔

"شاہش! جگا! یار تم تو مجھے رستم لے کر تمہاری آواز میں ہوئے ابنا مٹھا ہے۔ تمہارے گلے

جاوہر کا آج تک کسی کو کچھ نہیں چل چکا۔" ایک قیدی نے کہا۔

"یار! تو سو پر صاحب کا جاوہر ہے۔ نہیں تو یہ سر بھرا آدمی وزیر صاحب کو خوش کرنے کے لئے

لا گیا؟" دوسرا بولا۔

محبت کو یہ سننے کھٹک گئے۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اسی وقت جس راج درمیان میں بولا۔

"دوستو! کام چگنا نے ہمارے مفاد کے لئے کیا ہے۔ یہ اپنے مطالبات منظور کرانے کی

بیب ہے۔"

"میں تو اس میں سو پر صاحب کی چال نظر آ رہی ہے۔" محبت شروع ہو گئی۔ "کام ختم ہونے

پہلو ہمارے مطالبات کو کوئی چاہیں گے۔"

"یہ بات صحیح ہے۔ پہلے جگا کو ہمارا کام نکال لینا چاہیے۔ دوسرے نے کہا۔

جگا سناوشی سے یہ سن رہا تھا۔ کبھی اسے سو پر کی بھلائی نظر آتی تو کبھی ساتھیوں کا شک آئے

ان کو دیتا۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا۔ مگر سب کو خاموش کر کے بولا۔ "کل صبح ہم سو پر کی

کے یقین کر گئیں گے۔"

"کسی طرح؟" سب ایک ساتھ بولے۔ محبت نے سر کوٹھکی کے ذریعے اپنا بیان سمجھایا۔ سب

حیرت میں پڑ گئے۔ "کمال ہے۔ جب تو سو پر کو جھٹکنا پڑے گا۔"

"مگر چکا سو پر کے سامنے جا کر خٹھے سے نہ ہوجانا۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں نے طریقہ سوچ لیا ہے۔ میں کل انجان لکھا کر جاؤں گا۔ پھر وہ۔۔۔ میں ہوں۔"

"شاباش..... سو پر کو جھٹک کر نے میں دوسری غفلت نہیں کریں گے۔"

"کیجیج فیصلے کے مطابق سچا راز ہو گئے۔ یہ کہہ کر چکا نے بات ختم کر دی۔"

جکت نے وہ بات اُنھیں میں کڑا دی۔ وہ سو پر کا مقابلہ کر سکے گا کیا احسان کو بھول کر

وہ یہ اختیار کر سکے گا؟ دل میں چپے ہوئے شپاگر نے جیسے اُس سے کہا، اس سے ڈرنے،

ضرورت سے؟ اس بہانے سو پر کی شرافت کا امتحان ہو جائے گا وہ اسی سدھار کرنا چاہتا ہے یا۔

پرست ہے؟ پانچ بے تھا کہ سو پر ملو کی طرح سو پر بہتا کے خلاف بغاوت کر دی جائے۔ سچ کا راز

جانے کے لئے دارودھیرک کوٹنے آئے تو اسے دروازے نہ کھولے دیئے جائیں اور صاف کہ

جائے پہلے جہارے مطالبات منظور کرو۔ جہارے سردار نے کیا ہوا وعدہ پورا کرو پھر کام پرم

گئے۔ "سو پر بہتا کا سامنا کرنے کے لئے جکت نے ایون کے اندر کیا تھا۔ اس نے سو جا تھا کہ لئے

صاحب کی آنکھیں اُسے جھٹکا نہ سکیں گی۔ نو بجے دارودھیر دوتا ہوا سو پر کے پاس پہنچا۔ "ناجا"

کام کرنے سے منع کر رہ گئے۔ "اور اُس نے قیدیوں کا پیغام دیا۔"

بہتا سوچ میں پڑ گئے۔ پہلے اُنہوں نے وہاں پہنچ کر سمجھا کہ کاراد وہ کیا مگر اُنھیں یہ ٹھیک

لگا۔ "تو جی کہ کو بلاؤ۔" اُنہوں نے دارودھیر کو حکم دیا۔

جکت اُس راج کو ساتھ لے کر چلا جب قیدی ہیرک میں کہنے لگے۔

"دیکھنا! اس بار خالی ہاتھ نہ لوٹنا۔"

"جو راضی خوشی نہیں ملتا اسے چکا زبردستی حاصل کر لیتا ہے۔" چکا نے فضا میں گھونسلہ

جواب دیا۔ اُس کی آواز میں ایون کا جوش تھا۔ اُن میں داخل ہوتے ہی سو پر نے پوچھا۔

"کیوں لے قیدی! چاکل کیوں بھڑک گئے؟"

"تم وعدے سے بھر گئے اس لئے قیدی بھڑک گئے۔" جکت نے زبان چلائی۔ اُس کے

کون کر بہتا چمک پڑے۔ معاملہ بکڑ جانے کا ڈر بھی تھا، تیزی سے سوچ کر اُنہوں نے جکت

ساتھ آئے ہوئے اُن راج سے کہا۔

"تم ڈرنا باہر جا اچھے اس سے چدنا تمہیں کرنی ہیں۔"

نیم راج نے جکت کی جانب دیکھا۔ جواب میں چکا زب کے ساتھ ہلا۔ "ہاں۔۔۔ تم

یہ میرا کیا لگاؤ تیس کے؟" باہر نکرنے ہوئے چکا اور خوش ہو رہے تھے کہ صاحب کو چکا کے

حزان کا یہ چل گیا۔ بہت مند چر حایا تھا۔ نیم راج باہر چلا گیا تو بہتا ہلا۔

"چکا! پسٹا پیٹو اور مجھ سے سکون کے ساتھ بات کرو۔"

"صاحب! میں سکون کو دن کچھ نہیں جانتا۔" جکت نے پڑ جوش انداز میں میز پر گھوندا،

"آپ نے وعدہ کیا تھا۔ پھر وعدے سے بھرنے کا مطلب کیا ہے؟"

سو پر بہتا جکت کا غصہ ناک روپ دیکھنے لگے۔ تقریباً ایک منٹ اسی طرح گزر گیا۔ اُن کی خاموشی جکت کو کلک گئی۔ اُسے انتظار تھا کہ سو پر بٹھے۔ جکت نے اُن کی جانب دیکھا مگر اس کی بجائے بہتا کی آنکھوں میں اُسے دھوری نظر آئی۔ صرف اس ایک منٹ کی خاموشی میں چکا کا جوش ختم ہو گیا۔

"کیجیج اُنھیں مجھ پر مجبور نہیں؟" کتنا کڑا سوال تھا۔ یہ پیارا کا یہ اصول ہے۔ جتنی سچائی ہے کہا جائے اتنا کجرا جواب ملتا ہے۔

"احدا۔۔۔؟" جکت جوش میں ہونے لگا مگر جج منہ پڑ گیا۔ "مجھے آپ برا حد ہے۔"

بہتا یہ سن کر خوش ہو گئے۔ مگر اُنہوں نے خاموشی رو کر چکا کو بولے دیا۔ "مگر صاحب! میرے

ساتھ جو کچھ ہو رہا احدا ختم ہونے لگا ہے۔ میں اُنھیں یقین دلا چکا ہوں کہ جہارے مطالبات اگر

آج منظور ہو جائیں تو میں کل کے پروگرام میں حصہ نہیں لوں گا۔"

"اس پروگرام میں حصہ نہ لے کر تم مجھے اور خود کو نقصان پہنچاؤ گے چکا!"

"میرا اس سے کیا نقصان ہو جائے گا؟" وہ جوش میں بول گیا۔

"تم نے جس طرح مجھ پر احدا کیا ہے، اُسی طرح میں نے تم پر۔۔۔" بہتا نے زری اور پیار سے

اُسے راہ پر گانا پڑایا۔ "چکا! کو کبھی کسی کے احدا کو دھوکہ نہیں دیتا۔"

"میں اب ڈاکو کہاں رہا ہوں؟ میں تمہارا قیدی نہیں کیا ہوں۔" جکت کچھ نرم پڑ گیا۔

"صاحب! یہ میری آن کا سوال ہے۔"

بہتا نے اُن کا سوال کیا۔ "میں تمہارا مطالبے منظور۔" بہتا نے اچانک کہا

وہ جکت خوش ہو گیا۔ وہ چچکا اور جکت سے سو پر کو دیکھنے لگا۔

"کھلاؤ اب تو خوش ہو گئے؟" پھر پڑ مزاح لکھے میں بولے۔ "اسی لئے ایون کا انفر کے آئے

وہ قیدی ہیں میں میری بے عزتی سے جیل والے خوش ہوتے ہیں یہ تم نہیں جانتے۔" جکت کا سر

ہلک گیا۔ "تمہیں پتہ نہیں کہ میں کل کے پروگرام کے بعد تمہارے مطالبات اتمام کے طور پر منظور

کرنے والا تھا۔ اب تمہیں یہ ایسا نام دیا۔"

مکلی بار جکت کی کچھ میں آکر کہہ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے پیار کی زبان میں گفتگو

لگتی جا پائے۔ غصے کی زبان میں نہیں۔

جب دوسرے قیدی اپنی جٹ پر فخر کر رہے تھے تو اس افسوس تھا۔ اُسے افسوس ہو رہا تھا جیسے

تو کی شرافت نے اُسے شکست دے دی ہو۔

دوسری اٹلی کے پروگرام میں جکت نے سب کی داد حاصل کی۔ اُس نے قولی کے علاوہ کسی گیت

نہا گئے۔ دینے والوں کا کار کا ڈکھا ہوا پروگرام جب باہر کے لوگوں کے لئے نشر ہوا تب قیدی چکا

لوگ کہتے تھے وہ ہوا ایمری کے جیل کے لئے بے چارہ تھا۔

"تو بولے کے تمہیں دوسرا گیت تیار کرنا پڑے گا۔ اس سکرینٹ پر دستخط کر کے بھیج۔"

بہتا نے اُس کی چندہ چھتی تھی۔ "شاباش! آج میرا بندہ فخر سے قتل کیا ہے۔ میرا عقیدہ پورا ہو

ات مجھے تمہاری آواز نہ سننے سے باہر پہنچائی تھی۔" جکت سنا ہے میں آگیا اور سو پر کا شکر یہ ادا کرنا

ہو جس قدر احساں دیا کہ اسی قدر وہ ان کی محبت میں گرفتار ہوتا جائے۔ جیل کے بندھن کو تو ذکر انسان بھاگ سکتا ہے مگر احساں کے بندھن کو توڑنے کے لئے اسے لاکھ بار سوچنا پڑتا ہے۔  
 ”جنگا آپسوں ڈرامہ ختم ہونے کے بعد میں نے فرار ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ جنس راج نے جگت کو چوکے دیا۔ ”اس وقت بہترین موقع ہے۔“

”جہا؟“ جگت جیسے چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ ”یار اسو پر صاحب نے اتنی چھوٹ دی ہے اس کا اتنی جلدی ملتا فائدہ اٹھاؤ گے تو دوسروں کے لئے نصیحت ہو جائے گی۔“  
 ”تمہیں جنگا اتھاری خاطر میں چار ماہ نوک گیا۔ پچھ پچھ بیٹھے بھرے نہ ملے۔“ جنس راج اپنے فیصلے پر حق تھا۔ ”مجھ پر بلاؤ۔“ ڈرامے کے چونکادی کی حیثیت سے فرار کا موقع ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ چونکادی کا کردار اگر اور فرار ہو جائے۔“ جگت نے کہا۔ ”مگر تمہاری کام کروانا۔“

”میں بھی جی فرار ہو سکتا ہوں جنس راج؟“ جگت نے کہا۔ ”مگر تمہاری عزت پر داد نہیں سکتا۔ آج تک میں نے کسی عزت پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔“ مجھ کو بھڑک کر وہ مزید بولا۔ ”میرا کام ان لوگوں پر ملنا ہی ہے تو اس ماش کو تم کردار اور عزت کے سوتے نہ مارو۔“  
 ”اُس سے وہ قہر پیلے ختم کروں گا۔“ جنس راج نے دانت چیں کر کہا۔ ”میں جیل میں مڑ رہا ہوں وہ غیر مرد کے ساتھ رنگ لیاں ستا رہی ہے۔“ جگت بھٹ کر جہا راتھا کہ اسی لئے سوچ رہا تھا صاحب کا بیٹ اٹ گیا۔ دونوں خاموش ہو گئے۔ ”مجھ ڈرامے کے ڈانچا لگا ہوا ہے۔“

”جنگا انھیں صاحب بار ہے ہیں۔“ میٹ نے کہا۔  
 ”ہاؤ باؤ اٹ گیا۔“ جنس راج نے مذاق میں کہا۔

”جنگا نے میٹ سے انکی آواز کہیں“ کہہ کر اُسے رخصت کر دیا پھر جنس راج کو سمجھایا۔ ”تم ذرا تھکے رہنا ہے سوچنا اہل کی ضرورت نہیں ہے۔“  
 ”کیونکہ تمہیں جیل میں مزہ آ رہا ہے۔“ جنس راج نے نصیحت میں کہا۔ ”کیونکہ صاحب کو خبر نہ ہو اپنے نہیں تو باؤزی اُٹ جائے گی۔“

”یار میں ایسے کمزور دل کا نہیں ہوں۔ تمہاری راہ میں میں اُس کا۔“ پھر جنس راج کی آنکھوں سے آنسو ٹپک کر پڑا۔ ”ایک وعدہ دوا بغیر مجھ سے نہیں جاؤ گے۔“  
 ”یار یہ کبھی وعدہ کرنے کی بات ہے؟“ کہہ کر جنس راج نے بات اُڑا دی۔

”دیکھو جنگا جہیں مجھ پر بیان کر آؤں۔“ اُس میں داخل ہوتے ہی مہتا نے کہا۔ انہوں نے پتہ سامنے بیٹھے ہوئے قیدی کی طرف اشارہ کیا۔ اُس کو دیکھتے ہی جگت کی آنکھیں جھلک گئیں۔  
 ”اُسے چاہئے کونسی آنکھیں؟“

”جہوری آنکھوں والا ڈالو جوان جہا۔“ مجھ جگے کے پھلے ہوئے بازوؤں میں سام گیا۔ سو پر مہتا نے اُنہیں دیکھنے کے لئے۔  
 ان دونوں کی پرانی جان بچان سے شاید وہ بڑبڑائے۔ جگت نے مہتا کی موجودگی کو جیسے محسوس کر دیا۔ وہ چاہئے کہ پتہ نہ تھا۔

”مجھے چھک کر مہتا کے پیچھونے کی خواہش ہوئی مگر اُس کے فطری غرو نے اس خواہش کو بجل دیا۔“ جنگا انھیں دوسری خوشخبری بھی سنائی ہے۔  
 ”وہ کیا؟“

”پتھوری راج کیہ کر نام تو تم نے بنا ہوا؟“ جنگا نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”جس طرح تم اور میں شیخ پورہ کے ہیں اسی طرح وہ بھی ہمارے علاقے کے ہیں۔ ہم پرانے دوست ہیں۔“ جگت نے سوچا اس میں کیا خوشخبری ہے؟

”پتھوری راج اپنی ڈرامہ کھلی کے ساتھ پنجاب کے دورے پر آ رہے ہیں۔“  
 ”خیر تو ہمیں اُن کے ڈرامے دیکھنے کو ملیں گے۔“ جنگا نے یہ کہا تو کبھی لیکن اُس کے لیے میں سر تانکھا نہیں تھا۔

”اُسے ہم انھیں اپنا ڈرامہ دکھائیں گے۔“ دن موہن مہتا پر جوش اعزاز میں ہوئے۔ ”میں فریہ کیوں کا کہ تم ہمارے قیدیوں کا ڈرامہ دیکھنے آؤ۔“ مہر راج میں سے ایک فائل نکال کر کہا۔ ”لہذا اس ڈرامے کا سودہ ہے۔ پھر پلٹا۔ ”کے کون سا کام دیتا ہے؟ ہم ساتھ بیٹھ کر سوتیں گے۔“ جگت کو یہ سب عجیب سا لگ رہا تھا۔ یہ جیل خانہ ہے یا ڈرامہ سنسٹر؟ ”اور اس میں قیدی کی ادکاری جہیں کرنی ہے۔“ عزت میں فرق جگت فائل کے کیریک میں اٹ گیا۔

”جنس راج اب ڈرامہ کھیلتا ہے۔“ اُس نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ ”میں قیدی کا رول ادا کر رہا ہوں۔ اور تم۔“ اتنا کہہ کر جگت دنگ گیا۔ دوسرے کون سے کردار ہوں گے اُس کا اُسے پتہ نہیں تھا۔

”میں جیل کا چونکادی رہا ہوں گا۔“ جنس راج نے گردن اٹھا کر کہا۔ اور پھر اُس نے کان میں سر گھسی کی۔ ”ڈرامہ ختم ہونے کے بعد چونکادی کا لباس فرار میں سے کام آئے گا۔ سمجھے؟“

جنس راج کی فرار ہونے کی تکیب نے جگت کو گہری سوچ میں فرق کر دیا۔  
 ڈرامے کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ قیدی کے اہم کردار میں جگت کو ہو کر رہ گیا۔ پتھوری راج جیسے اداکار کے سامنے ڈرامہ کھیلتا تھا لہذا جوش کے ساتھ کچھ اور بھی لگ رہا تھا۔ نصف گھنٹے کے اس ڈرامے کو صاحب خانے کے لئے جگت دن رات لگا ہوا تھا۔ کھاتے پیتے، اُٹھتے بیٹھتے وہ ڈانچا لگا کے ساتھ اداکاری کر رہا تھا۔ قیدی کا جوش، اس کا قصہ اس کی گھبراہٹ سب بچھو اداکاری میں آ گئے تھے۔ اکثر وہ سوچتا کہ ڈرامہ کھیلنے والے نے اس کے دل کی بات الفاظ میں کہہ دی ہے۔

”دنیا میں اب مجھے کسی سے دشمنی نہیں۔“ مجھ بھی مجھے دنیا دشمن نظر آتی ہے۔ جہا جو زندگی کے کام نہیں آئے وہ اپنی اپنی زندگی کا مطلب کیا؟“

ڈرامے کے یہ ڈانچا لگا آہستہ آہستہ دل میں بیٹھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ سامین پر اثر ہو کھیلنے والے پر اثر ہوئے لگا مہتا سیدہ حقیق دینا جانتے ہی نہ تھے۔ اب تک انہوں نے جگت سے ٹھیک ہو جانے سے متعلق ایک نقطہ نہیں کہا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اُس پر جگت کا اثر بہت کم ہو رہا۔ سدا حار انسان کے دل سے شروع ہوتا ہے۔ اُسے آدمی کو پتہ نہیں چلتا چاہئے کہ کس ٹھیک کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جنگا کا فرور دبا کر ہی انہیں دل میں یقین ہو گیا تھا کہ اس ٹھیک

ہاں ہے۔ اے یہاں فرانسز کہیں۔۔۔  
 مہتا کچھ ہر سوچ میں ڈوب گئے۔ بہتر ہے۔ میں کوشش کروں گا۔ مگر تمہارے ساتھ اُسے لی  
 یں میں نہیں کھ سکوں گا۔“

”کوئی پرواہ نہیں۔“ بخت خوش ہو گیا۔ ”وہ آپ کی محبت میں رہے گا تو اُسے ماں سے جو  
 ت ہے وہ تم ہو جائے گی۔“ مہتا چمک پڑے۔ وہ بخت کی طرف کچھ درد دیکھ کر بولے۔  
 ”تم سے کس نے کہا کہ میری محبت میں وہ کریدی کی دل سے نفرت ڈور ہو جاتی ہے؟“  
 ”گو اس سال کا اعزاز میں تھا۔ اُس نے جواب نہیں دیا، پھر بھی اُس کی آنکھوں سے مہتا جان  
 بخت اپنے تجربے کی بات کر رہا ہے۔ پہلی بار انہیں یقین ہو گیا کہ وہ نصف بازاری جیت چکے  
 نفرت کی ذخیریں چمکا کے دل سے ٹوٹنے لگی ہیں۔ انہوں نے بات بدلنے کی خاطر کہا۔

”چمکا لی گاں میں نہیں بیل اُسی پینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ذرا سے میں ضرور پھٹتی ہیں۔ اس  
 دودن اور رور ہے۔“ بخت بچھو نہ بولا۔ وہ مہتا کو احسان مندانه نظروں سے دیکھ کر چلا گیا۔  
 ”قیدی“ ڈرامہ اور ہاتھ۔ رقصی راج، قید کی افسران اور قیدی ڈرامہ دیکھنے میں گمن تھے۔  
 بخت قیدی سے ملنے آئے ہوئے تاپا کاسین چل رہا تھا۔ رقصی راج چوکیدار کے ہمیں میں راتقل  
 لہڑا تھا۔ اُسے دی گئی راتقل میں کار قوس نہیں تھے۔ چمکا قیدی ہاتھ تھا۔ اور بلونت سگھائی قیدی  
 ہاتھ۔

”بخت! اگر صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آ جائے تو بھولا نہیں کہا جاتا۔“ تاپا نے سمجھا رہے  
 پنجاب میں چمکا نے مکالمہ ادا کیا۔

”تاپا! تمہاری بات سچ ہے۔ مگر بھولا ہوا آدمی گھر لوٹے اور دروازے کی ذخیرہ اندوز سے بند ہو  
 جھڑے؟“ مکالمہ کر رہی رقصی راج سیدھا چمکا چمکا مکالمہ اُس کے دل میں آ کر مہتا  
 ”مہتا! اتم کمر ہے تھے کہ چمکا کا ڈاکو ہے؟“ اندازہ بیٹھے ہوئے سوپر سے اُس نے پوچھا۔ اسی  
 است بنا ہوا ایک شخص اُس کے قریب آیا۔  
 ”لیجی! لوگ کھینز میں شور کر رہے ہیں۔ آپ جلدی چلیں۔ اگر ڈرامہ شروع نہ کیا تو گم ہو  
 لی۔“  
 ”تم جاؤ میں آ رہا ہوں۔“ رقصی راج نے کہا اور ڈرامہ دیکھنے میں بھو ہو گئے۔

”بہ! اٹھا اور رقصی راج نے لوگوں پر نکل ڈالی۔ کرسیاں بکھری ہوئی پڑی تھیں۔ انہیں سچ پر  
 ناظرین نے شور مچا دیا۔“ پیسے واپس دو۔۔۔“ کھینز بھربھک ڈرامہ کی شرع نہیں کیا۔۔۔“

”بہ! راج نے ہاتھ جوڑ کر ناظرین پر نکل ڈالی۔“ آپ لوگوں کے اضطراب میں مجھے بخت نظر  
 تھے۔ یہ سب آپ کے سامنے ڈرامہ پیش کرنے والا رقصی راج آج خود ایک ڈرامہ  
 لیا تھا۔ ہمارے پنجاب میں ایک فنکار ایسا بھی ہے جس کی اداکاری نے مجھے مجبور کر دیا۔ وہ  
 لہڑی کی جیل کا ایک قیدی ہے۔ جس کی آواز میں لاکا دور ہے۔ جس کے لہجے میں خود وادری

”سچا اتم تو امرتسر کی جیل سے فرار ہونے والے تھے۔“ سچا سگھ جھپ گیا۔ اُس نے مہتا کی  
 جانب دیکھا۔ چمکا بھی شرمندہ ہو گیا کیونکہ وہ فرار ہونے والی بات مہتا کے سامنے پوچھ بیٹھا تھا۔ مہتا  
 اس طرح اصرار کر رہا تھا جیسے کچھ سنا گیا نہ ہو۔

”چمکا! یہ جانو ہر جیل میں تھے۔ میں نے یہاں فرانسز کر لیا ہے۔ تم سے ان کی پرانی جان  
 پہچان ہو گی مجھے یہ نہیں تھا۔“ مہتا بولے۔ ”اب ہمیں ان کے ساتھ لی گاں میں رہنا ہے۔“  
 ”لی گاں؟“ چمکا کو حیرت ہوئی۔ ”مگر صاحب! وہ تو پڑھے لکھے قیدیوں کے لئے ہے۔ اور  
 میں جاہل ہوں۔“

”تم پڑھے لکھے نہیں لیکن تجربہ کار تو ہو۔ تمہارے جیسے آرٹسٹ کو ہرک میں نہیں رکھا جاسکتا۔“  
 بخت اور چمکا ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ بخت گنگا ڈاکو کے بارے میں کچھ جاننے کا منتظر تھا۔  
 رقصی راج فرار ہونے کی بات کر رہا تھا جس لئے اسی بھولا کو سناٹی ہو تو ٹھیک رہے گا۔ بخت نے  
 سوچا۔ لیکن دل میں اچانک دوسرا خیال آ گیا جس نے چمکا سگھ فرار ہونے میں اس کا مددگار بن  
 جانا۔

”مہتا کی آواز نے اُسے خالوں کی دغا سے باہر نکال لیا۔“ چمکا انہیں پڑھیں سچا سگھ جیل میں رہ  
 کر پڑھنے لگے۔ وہ سال پہلے میٹرک پاس کر کے اب اتر پڑ رہا ہے۔ اس کے ساتھ وہ کتنی قری  
 لکھنا پڑھنا سیکھ لو گئے۔“ بخت تجس نظروں سے سوپر کی جانب دیکھنے لگا۔ پھر بیگنی سی بلی کے  
 ساتھ بولا۔

”صاحب! اب آپ کے گھر سے پرکاش نہیں بنے گی۔ پڑا کچھ کر مجھے لا زمات کرنے میں  
 جانا۔“

”سوپر کچھ کہنے جارہے تھے کہ بون کی کتنی بچی۔“ ریسپورڈ اٹھا کر مہتا بات کرنے کے۔ اُن کے  
 چہرے پر روشنی پھیل گئی۔

”کون۔۔۔ پاپائی؟“ آئیے امیر اخلاطھا؟ جی ہاں! اس پر شام ڈرامہ دیکھنے آنا ہے۔ آپ کا  
 ڈرامہ ہے؟ کب رات کو؟ پھر پورہاؤں۔ پہلے ہمارے قیدیوں کا ڈرامہ دیکھیں پھر اپنا ڈرامہ کرنا۔  
 ہاں بھی تمام تیاریاں مکمل ہیں۔ اور آپ آئیے ایک قیدی آرٹسٹ کا کام دیکھ کر آپ خوش ہو  
 جائیں گے۔ اُسے اپنی جیل میں لے جانے کو دل چاہے گا۔“

بخت بھی سوپر کی جانب تو بھی چمکا سگھ کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ فون پر ہونے والی گفتگو  
 سے سن رہا تھا۔ فون پر دوسری طرف رقصی راج ہے اس خیال سے اُسے گھبراہٹ محسوس ہوئی۔  
 ریسپورڈ کو کہ سوپر نے بخت کی جانب دیکھا۔ ”تمہارے مہمان شہر میں آ گئے ہیں۔“

”صاحب! آپ میری بہت زیادہ تحریف کر چکے ہیں۔“ بخت ہماری لہجہ میں بولا۔ ”مجھے  
 اسی سے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔“

”کیا بات کرتے ہو؟“ مہتا کھڑے ہو کر اُس کی پشت ختچانے لگے۔ ”چمکا ڈاکو گھبرا جائے ہو  
 میں نہیں مان سکتا۔“ بخت کا جونی بڑھ گیا۔  
 سچا کے ساتھ جاتے ہوئے وہ دروازے کے پاس رک گیا۔ ”صاحب! امیر اسٹیج چٹا مفر

ہے۔ ایسے فنکار کی تقسیم کے سلسلے میں آپ کا ایک محنت مندانہ کرنے پر مجھے افسوس ہے۔ مگر اس سے زیادہ مجھے چنگاؤ کی زندگی جیل میں جاہ ہونے کا دک ہے۔ کیونکہ وہ عظیم فنکار چنگاؤ کو ہے۔ ”  
 برقعوی راج کی آواز میں جیسے جاوہر۔ شور کرنے والے خاموشی سے اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے اور چند لمحوں بعد ڈرامہ شروع ہو گیا۔

”جگا آج تمہاری زندگی کی سبھی رات ہے۔ پھر تم آؤ اس کیوں ہو؟“ جگا سچے سے پریشان  
 ”تھک گیا ہوں“ کہہ کر سونے کی اداکاری کرنے لگا۔ کونج جب غسل کا اہرام کرنا تو دوپہر تک  
 اندر کر چھو گیا۔ اس کی بیچ لٹھی۔  
 دوڑ ڈوب ہوئے تھی۔ ”کون بھاگا۔ کون بھاگا؟“ شور ہوئے گا۔ کچھ دیر بعد پھر پھیل گئی۔  
 ہیرک کا قیدی جس میں آواز غبار ہو گیا۔ چھوکار نے جتنی تلاش کی تو جس رات کے کھل کے لیے  
 دیکھے ہوئے تھے۔

نہ آواز دی۔ ٹکڑا سا بھی کسی مروت کی آواز بھی سنائی دی تو ہنس راج نے فانت میں لئے۔ بھر  
ن کے بننے کی آواز اُس کی سماعت سے کھرا کی اور اُس کا جسم جل اٹھا۔ ہنس راج تیزی سے  
نیچے کی دیوار پر چڑھ گیا۔

خبریں جناب کے صوبے سے گزرتھا میں علاقے میں داخل ہوئی اور ہر جہانگیر کے سردار کے پاس  
پورا اٹھیں۔ چونکہ میں نے راج چوکیدار کے پاس میں پلیٹ قائم ہو آتا۔ اس میں نظر کرنا  
پھر نظر نہیں آئی۔ وہاں سے ہر رات کے بعد ہر صوبہ انداز میں ہر جہانگیر گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد  
اس نے جان ہو چکر ساتھ رکھی تاکہ میں نے ہر مقام اور وہاں سے ہر رات کے بعد ہر صوبہ  
ہو۔ جس کوئی جانے والا نہ دیکھا جائے اس کے لئے وہ پورے راستے چوکیدار پر تھا۔ وہاں سے  
کر کے اسے باج روئے انعام ملے تھے وہ نوٹ اس نے سنبھال کر رکھا تھا۔ حج کے قبل وہاں  
اس کی گمشدگی کا پتہ نہ ملے اس کا انتظام وہ پہلے ہی کر فرما دیا تھا۔ لیکن سے رات سوہن

نفس رواج نے دیوار پر سے یہ منظر دیکھا اور غصے سے کانپنے لگا۔  
 ”زبان؟ یہاں باؤں میں ایسی حرکت ٹھیک نہیں۔“ یہ کہتی ہوئی کشمی اس سے الگ ہو گئی۔

"کمرے میں آؤ جا رہا تھا پتلی چھاتی ہوں۔" ساڑھی کا سرادھاتی ہوئی کشمی اچھر چلی۔ شمس راج دو موٹے کی تلاش میں تھا۔ دیوار کے برابر گھاس کا ڈھیر بڑا ہوا تھا۔ اس پر بڑی ہوئی دراتی پر غور راج کی نظر جمی۔ شیوراج گائے کے پیروں سے بندھی رسی چھوڑنے کے لئے جھکا تو شمس راج نے گھاس پر جست لگائی۔ اس سے پہلے کہ شیوراج چمک کر پیچھے دیکھے، اس وقت تک شمس راج نے دراتی سنبال کر اس پر چھلاک لگا دی۔ شیوراج اس اچانک حملے سے اپنا دفاع نہ کر سکا وہ زمین پر گر گیا۔ شمس راج اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ شیوراج غمی آنکھیں پھٹ نکلیں۔

"ختم؟..." یہ کہہ کر وہ بچتا بچتا چھتا کر شمس راج نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور دوسرے ہاتھ سے قلع پر دراتی کا دار کیا۔ برابر کھڑی ہوئی گائے بھڑک کر بھاگی۔ شیوراج اگر گروں کی طرح نہ خورواؤ نہ ڈانڈا۔ شمس راج نے دوسرا دار کیا اور شیوراج کا جسم غلطاً ہو گیا۔ "راج۔!" کشمی کی آواز سنائی دی۔ "تھی وہ ہوئی۔ آ جاؤ نا!" اس کی آواز میں عجیب آ ترپ تھی۔ شمس راج جھکے سے لاش کے سینے سے اٹھ گیا۔ دراتی زور پیٹک دی۔ خون غمر ہاتھوں سے دو کمرے کی جانب بڑھا۔ کشمی نے چراغ نہیں چلایا تھا اس لئے کمرے میں اندھ تھا۔ اس کی آہٹ سن کر کشمی نے غرے سے کہا۔ "باہر تو جاؤ جی وکھار ہاتھ۔ چل جلدی کرو!" شمس راج کو اس کا ایک ایک لپٹا لپٹو کے ذک کی طرح چھو رہا تھا۔

"یہ عورت میری بیوی پرانے مرد کا پہلو گرم کرنے کے لئے تھی تڑپ رہی ہے۔؟ شمس اس آ ترپ کو ہمیشہ کے لئے مٹاؤ گا۔" وہ بیڑا اٹھا پھر چار پائی کے قریب پہنچا۔ کشمی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"ارے۔۔۔۔۔ تمہارے ہاتھ کتنے گرم ہیں۔ دو دوہ کے ہاتھ صاف بھی نہیں کئے؟" یہ کہہ کر انہوں نے اپنے سر پر ہونچ کر اس کا ہاتھ گرم کیا۔ اچھے کاس کا پر کشمی کی دل جی اٹھ نہیں۔ شیوراج بھی ہے۔ انھیں گھول کر اس نے شمس راج کی جانب دیکھا۔ "کون؟" وہ اتنی ہی تکی لگی اور شمس راج کے ہاتھ اس کی گردن تک پہنچ گئے۔

"شمس تمہارا شوہر۔!" پھر گردن پر دباؤ ڈال کر بولا۔ "کیوں۔۔۔۔۔ چمکاؤ؟ تمہارے عاشر کی لاش باہر پڑی ہے۔ اب تمہارا پارسی ہے۔" شمس راج میں جس قدر زور تھا اس نے صرف دیا۔ اس کی رنگ بگ بگ میں فطرت کے شیطانی محرک رہے تھے۔ یہی کہ یہ حالت میں بگھویر تھی وہ اس کا جسم تڑپ کر ساکت ہو گیا۔!

شمس راج کا جسم سینے سے تھو گیا۔ اس کا سانس پھولنے لگا۔ دونوں ہاتھ کھانچیں تک سن گئے۔ وہ سانس دھرتے کرنے کے لئے کچھ دیر بیٹھا رہا۔ سب ختم ہو گیا۔ اب؟ ذمگی میں بیٹھنے کے کیا ہوا تھا؟ وہ جھکے سے کھڑا ہو گیا۔ پھر کشمی کے سر پر چار ڈال دی۔ اس کے بعد اس کی لاش اٹھا کر باڑے میں لایا۔ دونوں کی لاشیں گھاس پر روک دیں، پھر کشمی سے مٹی کے تے کا ڈبہ لاکر تیل پھیلا دیا اور تیل ہوئی دیا سلائی پیٹک کر شمس راج پر اچھڑ گیا۔ انھیں بند کر کے کیتھوں کے درمیان بھاگ کر رہا۔ زور نکل کر اس نے دیکھا اس کا مکان آگ کے شعلوں میں گھرا ہوا تھا۔ وہ انا پس کچھ جلا کر چار ہاتھ کر کہاں۔؟ اس کی خود سے بھی ترخیں مٹی۔!

ان سے سو پر صاحب کے بلاوے کا انتظار کرتے ہوئے چپیں کھلے کر اڑے۔ تو صاحب نے اسے بلایا نہ ہی اسے اس لئے خود آئے۔ تب جگت زیادہ ممکن ہو گیا۔ مٹی دل میں یہ خیال بھی تاکر شمس راج بچکا جائے تو بہتر ہے تاکر نسل والے صاحب کا مذاق نہ اڑائیں۔ قیدیوں کی لائی میں کام کرنے والے شخص کی مٹی اڑائی جائے اس پر جگت کو جب محسوس ہوئی۔ یہ سب اس کے دوران ہوا اس سے بچا کو زیادہ کھٹکا تھا۔ اس کی خاطر صاحب کو تمام باتیں سننا نہیں پسند تھیں۔ وہ دوسرے دن صبح سو پر صاحب کا مٹ آیا۔ "صاحب بلا رہے ہیں۔" یہ سن کر جگت چمک گیا۔ کھڑی آج پتلی جس کے خیال سے وہ گھر بار ہاتھ۔

"سچا کھانے پر چھا۔" بچکا ایش ساتھ آؤں؟

"نہیں۔ ضرورت نہیں ہے۔" یہ کہتا ہوا وہ میٹ کے پیچھے چل دیا۔

انکو دیکھتے ہی مٹا مٹا رہے۔ جگت کی گھبراہٹ بڑھ گئی۔ صاحب کے چہرے کے تاثرات غم سے اس کے آئین کا پتلی کیفیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ "بچکا ایش میں فرار ہونے والا تھا اس سلسلے میں تمہیں خرچہ؟" نہ یہ سوال کیا گیا۔

جگت کا چہرہ آگزیما۔ سر جھکا کر جواب دیا۔ "ہاں!" پھر سو پر کی جانب دیکھا۔ وہ صبر سے بے دیکھ رہے تھے اس لئے جگت حیرت ہوا۔ "مگر ڈراے کی رات فرار ہو جائے گا اس کا مجھے پڑ نہیں تھا۔"

"تم نے مجھے اشارہ کیوں نہیں کیا؟"

"انکی بے ایمانی کیسے کر سکتا تھا؟" دونوں کے سوال کرائے۔

"اس کے باوجود تم نے مجھ سے بے ایمانی کی۔"

"تم صاحب کا ہوا وہ سچی تھا۔" جگت ذرا بھی نہیں پڑ رہا تھا۔ فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ "شمس فرار ہو جاؤ گی گا۔"

پھر بھی جگت کو فہم نہیں آیا۔ ایسی ہی فکر مند کی آن کی آنکھوں سے جھانک رہی تھی۔ "تم کیوں نہ گئے؟"

اس سوال کا جواب جگت کے پاس نہیں تھا۔ بہت دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے سوال نہ صاحب! تمہاری بددیہی ہو گی؟" بہتاتے اس کا ارادہ بھاپ لیا۔

"کیوں۔۔۔۔۔ تمہیں میرا جانا دکھانے کی بہت جلدی ہے؟" پھر وہی سے کہا۔ "مگر تاملہ ہوا بھی اخیر سے ساتھ دو گئے۔ تمہارا بھی تاملہ ہو گا۔"

"اوہ۔۔۔۔۔" جگت کی آنکھیں پھٹ نکلیں۔ یہ شخص اس کا چچا نہیں چھوڑے گا۔ "تو پھر میرے کی بددیہی تمہارے سر پر ہے کی۔"

بہتاتے لپکے سے بولا۔ "دیکھا جائے گا۔"

"بہتر ہے۔" یہ کہہ کر جگت باہر نکل گیا۔ اسے جگت کی اچھا ہی فہم نہ رہا تھا۔ جگت کا فہم۔ جوش، جذبہ پر اندر ہی اندر دفن ہو چکے تھے پھر بھی باہر کی فحش کے ذریعے اپنے

تہااری تلاش میں زمین آسمان ایک کر دے گی۔ تم تک تک جیسے رہو گے؟ کس کا ساتھ ملے گا؟  
 جب پہلے جیسے نہ ملیں رہے۔ ڈاکڑی کا زمانہ گزر گیا۔" جگت گوہ بات پسند نہ آئی۔  
 "ایلا! تم بڑھ گھڑ کر بزدل ہو گئے ہو؟ جب تک انسانوں کے درمیان دشمنی رہے گی، ان انسانوں  
 ہوں گی ڈاکو کو کم لینے رہیں گے۔" پھر جھل میں بولا۔ "تم اخبارات میں کام کی بات نہیں پڑتے  
 ہو؟ دوکان عکاب بھی حکومت سے مقابلہ کر رہا ہے۔ یہ سن کر سچا عکاب جہاں جگت بولا۔ "تم میری  
 ات پر فضا کر میں یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ یہاں سے صحیح سلاطین فرار ہو گیا تو مکمل چلا جائے گا۔"  
 پھر جاگٹ کو طعنا دیا۔ "تمہیں باہر نہ آنا ہو تو کوئی بات نہیں۔ جوانی بیل میں گزار دینا۔"

جواب میں سچانے پتل پوچھوں کو مل دیتے ہوئے کہا۔ "کس نے کچھ باہر نہیں لکھا؟ باہر  
 لے کے تو سب جگہ کر رہا ہوں۔ تم درمیان میں مداخلت کرتے ہو۔" جگت کی آنکھیں پگھلنے  
 لگیں۔ سچا کیا جگت کی کیا آواز رہا ہے؟ خوشی کے عکاس کے طور پر اس نے سچا کی پیٹھ ٹھوکی۔  
 "یار! مسدیدی طرح تنادو۔ کسی چال آزمائی ہے؟"

سچانے پتلنا باہر اسرار پر پردہ اٹھایا۔ "پتل کے دروازے تو ڈکریں، کھول کر باہر نکلے گی  
 ت ہے۔" جگت پور ہو کر کہنا چاہتا تھا۔ "پتلناں بھجوانے والی بات نہ کرنا دروازے کھولے یا  
 ٹوٹے سب برابر ہیں، نام باہر فرار ہے۔" مگر سچانے سوچ نہیں دیا۔

"میری بات سکون سے سنا ادا میری طرح مہتا بھی ایک خطر کی ٹھیل کھیل رہے ہیں۔ وہ ایسا  
 ٹیل کھیل رہے ہیں جس میں ہم سے زیادہ انہیں ہمت کی ضرورت ہے۔" جگت نے آنکھیں بند  
 کر کے ہلکا سا جیسے سانسے کہہ رہا ہوا۔ "تہااری بات میں دم نہیں ہے۔" مگر سچانے پردہ اٹھائی۔  
 مہتا پر پردہ اٹھانے کے بعد اس نے دروازے پر سے لٹکوں پر ماریا رکھ کر ایک کام کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جب  
 کا نتیجہ سامنے لکھ کر ساتھ چھوڑنے کی بات کر رہے ہو؟

"کیسی نتیجہ۔ تم کا نتیجہ؟"  
 "تمہارے ریکٹ اور ڈرائے نے باہر کھڑا پیدل کیا ہے یہ تم نہیں جانتے چگا اسارے پنجاب  
 پر تو میری راج کچھرا ایک ہی آواز لگا رہے ہیں۔" ایک مسرور ادا تو یہی ایسا جگت میں دایں ہوا تو راج  
 نے ٹھول کر مے گا؟ سرکار سے ایسا موقع دے گی؟ وہ تمہارے ڈرائے کا ایک ایک ڈانٹا لگا  
 ہے پنجاب کو ستارہ ہے تم اس کے لئے دروازے کھولو گے؟"

"جگت سچا کی بات میں کم ہو گیا۔"  
 "جگا! یہ کون سے دروازے کھولنے کی بات ہے، معلوم ہے؟ پہلے پتل کے پھر راج کے۔۔۔۔۔  
 سوچا اچھے بڑھانے کے چا لکھا کر اور تمہیں فنکار نہ کرو کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟" پھر آنکھیں بند کر  
 بیٹھے ہوئے جگت کو سچا نے پھجور کر پوچھا۔ "تمہیں معلوم ہے اب تمہارا ڈرائے کون دیکھنے آئے  
 ہے؟" جگت چونک گیا۔ یہ سب باتیں ابھی اس کے دل میں نہیں اتر رہی تھیں۔ پھر بھی اس  
 پوچھا۔  
 "کون؟"

پنجاب کے وزیر اعلیٰ حسین بیگم۔ انہوں نے خود مہتا کو لکھا ہے کہ جس کے لئے اتنی باتیں رہا

اصلی حراج کو برقرار رکھنے کی کوشش جاری رکھے ہوئے تھا۔ لی کل اس میں آنے کے بعد اسے یہ  
 طرح آرام تھا۔ کچھ کام بھی نہ کرنا پڑتا اور بیڑیاں بھی نہیں پوچھیں۔ پڑے گئے قیدیوں سے  
 گھبراہٹ۔ چھوٹی سزا دلے قیدی اس کے لئے کھانا بناتے، تیار ہوا کام کر دیتے۔ اس کا احترام  
 کرتے۔ اسے ہر یک کے قیدیوں کی طرح فرش پر سونا نہ پڑتا۔ سب کا چار پائیاں دی گئی تھیں۔  
 پڑنے کے لئے اخبارات، کتابیں تھیں۔ شراب وغیرہ کا نشہ بھی چوری جیسے پتل جاتا۔  
 پھر بھی جگت جیٹن نہیں تھا۔ کچھ کی روٹی ہے، لے کھلا رہتا۔ سب کچھ خاک پتل رہا ہے۔  
 اس کے لئے انہوں نے سنا ہی نہ تھی۔ جگٹا کے بغیر جگٹن کیسے آئے؟ مار پیٹ کے بغیر جسم کی روزش کیے  
 ہو؟ کافی کے بغیر زبان کی کھلی کس طرح زور ہو؟

پتل راج اپنی بیوی اور اس کے عاشق کو جلا کر فرار ہو گیا تھا۔ پولیس کو یہی ظاہر کیا وہ اپنی بیوی  
 بیوی کو جلا کر خود بھی آگ میں کود گیا اور مکمل کر سکا۔ جگٹ کے طور پر پتل راج کے جوتے اور  
 راکٹل لٹی۔ اس طرح فرار ہونے والا قیدی موت کی پناہ میں چلا گیا اور اس کی تلاش ختم کر دی  
 گئی۔

مگر صحیح حقیقت سے جگت واقف تھا۔ پتل راج جیسا جھٹل جل سر نہ والا نہیں تھا۔ ضرور اس  
 نے اپنی بیوی کے عاشق کو جلا دیا ہو گا۔ پتل اس کا بی بیٹل کے حکام کو بتا دے۔ پولیس  
 کا سب کچھ نہیں ہوئی اس لئے کس قسم کر دیا گیا۔ پاتی پتل راج خود کی پیٹھ بڑولنا مکمل کام کر کے  
 نہیں ہو سکتا۔ مگر ایسا کیسے ہوئے پتل راج کے خطرے میں پڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے سچا  
 اس نے دل میں بادی۔

"یار! تم اس سارا دن کیا لکھتے رہتے ہو؟ تمہیں پڑھ کر کہاں افسری کرنے جانا ہے؟" جگت  
 نے پور ہو کر اکثر سچا کے لئے کہا تھا۔ سچا کچھ کی طرح وہ بھی لکھے اس کے دل میں خواہش یہ  
 ہوتی۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ زمین میں لکھنے کے لئے خیالات کا فن پر تیز سے پتل سے الفاظ اثر  
 ڈالے۔ وہ یہ پور ہلا ہو گا۔ پھر بھی اسے ایک خوف ستا رہا تھا۔ بہت زیادہ پڑنے سے ستر

بڑھ جاتی ہے مگر دل کا جوش کم ہو جاتا ہے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا وہ سوچتا۔ اسی لئے اسے سچا کا زہر  
 لکھنا پڑتا۔ پتل نہیں تھا۔ مگر سچانے اس کی بات سن لی اس کی کردی۔ جگت نے اس کے ہاتھ سے ستر  
 چھین لیا۔ "جیسے بڑے ستر پر میری بات سننے کی فرمت نہیں ہے۔"

سچا سکرایا پھر بھوری نہیں چھٹکا تا ہوا بولا۔ "تم چاہے خال میں کون مگر ایک دن میں ہر  
 بول کا یہ یاد رکھنا۔"

جگت قہقہہ مار کر نہیں دیا۔ "مہتا نے تمہارے ذہن میں اچھا بھرا سہرا ہوا ہے۔ جٹل میں ہر  
 بویا ڈاکو سب برابر ہے۔ چھوڑو یہ دوسری اور یہاں سے باہر نکلنے کے لئے ذہن پر زور دو!"  
 سچا کچھ کچھ دیک آئے وہ دیکھا رہا۔ اس کی یہ عادت تھی کہ دل کی بات کہنے کے لئے جوش  
 بند نہیں دھکتا تھا۔ جگٹا کی وار سچا کے لئے جہاں لگتا کچھ کے ساتھ ڈاکو لے رہا تھا یہ بات کو  
 اس نے لکھا ہے؟

"جگا! باہر جا کر تم کیا کر دے؟" سچانے پوچھا۔ پھر اس کا جواب خود ہی دیتے لگا۔ "پولیس



ہوں اس کو ذکار کے زوہد میں دیکھتا ہے۔ پھر اس کے لئے کیا کر سکتے ہیں یہ سوچیں گے۔  
 ”ج“..... ”جنت کی آنکھیں جھلکیں۔ یہ سب مہتا نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟“  
 ”کیونکہ ابھی سے اس دے کر تہارے دل کو وہ بگاڑنا نہیں چاہتے چکا! میں ایک ورہ گور  
 ہوں تمہارے لئے زوردار ذلیل رول رکھا ہے۔ جنت کے قلم واکس کر دیا۔ پھر اچھے ہوئے لو  
 میں بنو۔“  
 ”ذلیل رول؟ میری تو زندگی ذلیل رول میں مگنی ہے سچا! ماضی میرا اچھا نہیں چھوڑا اور نہ  
 صاحب نے میرا مستقبل بگاڑنے کا پتہ عزم کر لیا ہے۔ خبر نہیں زندگی کس موڑ سے کروٹے وا  
 ہے؟“

”یہی تو مزہ ہے دوست! موز کتنے ہی آئیں سڑجاری رہنا چاہئے۔ یہ کہہ کر چاٹھم غلم چلا سا  
 لگا۔ جنت باہر جا کر ٹھہلا ہوا بادلوں سے مجھے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔  
 ”کیا یہ بادل برسیں گے؟ کیا یہ بھی آس بندھا کر بیٹے جائیں گے؟ اس جیسے خطرناک قیدی کے  
 لئے قتل کے دروازے خود بخود کھل جائیں گے؟ چاٹھم کی بات پر اسے یقین نہیں آ رہا تھا پھر کو  
 دل باہر بھٹکے لگا۔ باہر چارہ دوسب سے بیکے ویرو کی تلاش کرے گا۔ اس کے گھر کا پتہ چلانے کے  
 بعد گھر جائے گا۔“ ”گھر.....؟“ اس نے دل کو سمجھایا۔ ”نہیں اب گھر نہیں جانا۔ ماں جی اور باپ سا  
 طعنے دیتے ہیں۔ اب اُن کے سہارے جیتا نہ ہو سکتا۔ پھر چندن کا کیا ہوگا؟ اس کے دماغ کے  
 علاقے کے لئے پیچھے کہاں سے لاؤں گا؟ گھر کس طرح جاؤں گا؟  
 جبکہ سب کو کس شخص میں اور تو وہ کسی پر غرور ہے۔“

”ایک بار کہنا یا تو جو جانا چاہئے۔ شو دیکھنے کے لئے بڑے گھروں کے بہت سارے لوگ  
 آنے والے ہیں۔ انہیں پیاسا کر دیا جائے گا؟ اس کی خدمت کے لئے میں نہیں آؤں یا نہیں؟  
 اس نے مہتا کو بھی اتنے طعنے نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھی خوش ہوا۔ آؤں کوئی بھی فہم کرنا چاہئے۔  
 ”صاحب! آپ اتنا بڑا کیوں رہے ہیں؟“ جنت درمیان میں بول اٹھا۔ پھر اسے خیال گرا  
 کہ دوسرے کی موجودگی میں صاحب سے اس طرح بات کرنا برا ہے اس لئے نرم لہجے میں لگا،  
 ”مہمانوں کی خدمت ہمارے قیدی کریں گے۔ عمر قید والے قیدیوں کو یہ کام سرور کریں۔“  
 مہتا سناٹے میں آگئے۔ وہ اس کی جانب منہ پھرا کر دیکھنے لگے۔ جنت نے جلدی سے کہا،  
 ”نہیں صاحب! اس بار کوئی فرار نہیں ہوگا۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر۔“ مہتا کا چہرہ چمک اٹھا۔  
 ”میں یہ خوشی جھٹکتے گی۔“

”مجھے یہ خیال کیوں نہیں آیا؟ بڑے گھر کے مہمانوں کو قاتل قیدی شرت ملائیں یہ آئینہ ادا  
 عمدہ ہے۔ جاؤ! یہ کام تمہارے پر۔“ مگر دیکھنا پہلے سے ظاہر نہیں کرتا کہ مہمانوں کی خدمت کرنے  
 والے عمر قید کی سزا والے قیدی ہیں۔ پروگرام ختم ہونے کے بعد ظاہر کریں گے تب لوگوں کو اظہار  
 قیام ہوگا۔“

”آپ بے گھر ہیں صاحب!“ جنت نے آخر دل کا بھید نکالا۔ ”بہت دیر سے میری جھمکتی  
 کہ آپ بھی ایک خطرناک کیلنگ شروع کر چکے ہیں۔ آپ حکم کریں تو میں جاں بحق ہو جی تو ہاں۔“

”ذول گا۔“ بہت دیر تک مہتا اُسے دیکھتے رہے۔ اُن کی آنکھوں سے پیار جھلکتے لگا۔ جس لمحے کے وہ  
 اچھڑکے تھے وہ آگیا تھا۔ اُن کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔  
 ”جگا! تم میرا زورہ جلدی بچھ گئے۔ مگر تم جیسے خطرناک کیلنگ کہہ رہے ہو اس میں جان قربان  
 کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ اپنے آپ سے لڑنا پڑتا ہے۔ ہمارا اصلی دشمن تو دل میں بیٹھا ہوا  
 ہے۔ ہمیں اُسے بھگانا ہے۔“ پھر فوراً ہی بات کاٹ دی اور دروازے میں پڑا ہوا ایک خط نکال کر  
 پالے۔ ”جگا! تمہارے گھر سے خط آیا ہے۔ یہ دیکھنے کے لئے نہیں بلایا ہے۔“  
 مکمل بند لٹا کر دیکھ کر چکا چوکا۔ اُس نے تجسس نظروں سے سوپر کی جانب دیکھا تو مہتا نے کہا۔  
 ”وہ جیسے حیرت ہو رہی ہے؟ اب تمہارے خط نہیں ہیں ہوں گے۔ خط پڑھ کر کچھ کہنے والی بات ہو تو  
 مجھے بتانا۔“ اُس نے جلدی سے لٹاف چھا کر خط نکالا۔

لکھا ہی پر نظر ڈال کر بولا۔ ”صاحب! چندن کو رحمت یاب ہو گئی ہے۔ باپ نے لکھا ہے کہ سب  
 سے پہلی خوشخبری صاحب کو دینا۔“ یہ کہہ کر چکا کا جسم جیسے ساکت ہو گیا۔ اُس کا ذہن اچانک اپنی  
 بڑی خوشخبری کے لئے تیار نہیں تھا۔ دووں کی آنکھیں کھلیں۔ سوپر کے چہرے پر روشنی دیکھ کر اُس  
 کی آنکھیں جھپک گئیں۔ دوسرے کے حکم سے خوش ہونے والے اس ٹیک انسان کی روح کو اس  
 نے اب تک کبسا دکھایا ہے؟  
 مہتا نے نظر ہٹا لی اور مز پر رکھی کھٹی بھائی۔ میٹ دوڑتا ہوا آیا۔ اُسے جیب سے دس دس کے  
 دس نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ ”جاؤ! پہلے سے لے آؤ۔ ساری جیل میں تقسیم کرو! چکا کی پیروی صحت  
 یاب ہو گئی ہے۔ اس خوشی میں۔“

کے بعد پولیس چیف پورن سنگھ نے سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے تین نظروں سے چکا کو دیکھا جیسے کہ: ہاں اور  
نگہ اس انتظار میں بیٹھے رہتا کہ تمہارے لئے جیل کا دروازہ کھلے گا۔ میں ایسا موقع آنے ہی نہیں  
ڈوں گا۔

کارگرداران کی ہوئی چلی گئی اور جیل کا آئینی دروازہ بند ہو گیا۔!

○

مہنت بھرت گیا اور دوسرا نصف ماہ بھی گزارنے لگا مگر دروازہ کھلا نظر نہیں آیا۔ بخت کی آس  
وٹنے لگی، جو اس آدمیوں کے دوسرے ہوا کے جھوٹے کی طرح ہوتے ہیں جو صرف جسم چھو کر گر  
پاتا ہے۔ مگر مہتا کا یقین پختہ تھا۔ پولیس کو یہاں رخصت آنے ایسے خطرناک ڈاکو کی رہائی کے سلسلے میں  
بے حسرت اختلاف کیا تھا۔ پولیس نے کہا تھا کہ اگر باہر آکر وہ دوبارہ خون خراب کرے تو اس کی ذمہ  
داری کس کے سر ہوگی؟ بخت وہاں بیٹھنے لگے۔ رکاؤش پیدا ہونے لگیں۔ مسٹر مہتا پیچھے ہٹنے پر  
پہنچیں تھے۔

وہ کہنے کے تجربے کی خاطر ہی سی، انسانی ہمدردی کے ساتھ سوچا کہ کسی کو پہل تو کرنی پڑے گی۔  
انسان کو بدلنا ہو تو اس کا راستہ بدلنا چاہئے۔ اپنی بات سمجھانے کے لئے اس کے پاس ایک  
فیصلہ دہش بھی۔

”مہم اسے رہا کیا؟ کمرے ہیں؟ پہلے جیل پر رہا کریں گے۔ دو چار ماہ اس کی حرکات و  
مات اور کام پر نظر رکھیں گے۔ پھر رہائی کرنے کے متعلق سوچا جاسکتا ہے۔“  
اسی پاداش پر مہتا کی بخت ہوئی۔ حکمت یہ کہ قدم اٹھانے پر تیار ہو گئی۔ بخت کو تین ماہ کے لئے  
رہائی پر چھوڑنے کی مہتا کو اجازت ملی مگر اجازت کے ساتھ ہی ایک شرط دہش بھی تھی۔

”جنگ جیل سے واپس آئے اس کی ذمہ داری کے لئے دس ہزار روپے کی ضمانت چاہئے۔“  
”دس ہزار روپے؟“ ”بھروسہ کن کر بخت سناٹے میں آگیا۔“ ”اسنے پیسے کس کے پاس سے  
لے جائیں گے؟“

”دس ہزار روپے کس لانے کی ضرورت نہیں۔ کسی کی اگر اچھی حیثیت ہے تو وہ دس ہزار کے  
تختے پر بٹھ کر روئے۔“ ”مہتا نے سمجھایا۔“ ”تمہارے پاس کی بہت ساری زینتی جائیداد ہے۔  
کے دھچکا میں نہیں گئے۔“

”نہیں۔ نہیں۔“ ”بخت بڑ جوش لے کر بولا۔“ ”میں ان کی ایک پائی بھی نہیں لینا چاہتا۔  
پہنچے جیل پر رہائی نہ ملے۔“

”پھر کوئی ایسا آدمی ہے جس کی ضمانت دی جاسکے؟“ ”مہتا اُس کی جانب دیکھا وہ بولا۔ وہ  
رہا تھا کہ اگر نیکانہ لکھ کر دے تو بات نہیں رک جائے گی اور ساری بخت پر پائی بھر جائے گا۔  
”ہاں صاحب! میرا ایک دوست ہے کہ تارا۔ کافی عرصے سے ملاقات نہیں ہوئی مگر میرے  
ہ جان بھی دے سکتا ہے۔“

”جان میں ضمانت چاہئے۔“ ”مہتا نے کسی قدر توجہ سے کہا۔“ ”اکثر انسان کی قیمت کوڑی کے  
میں ہوتی۔“

پردہ اٹھا۔۔۔۔۔ ڈرامہ شروع ہوا۔۔۔۔۔ سچ پر بخت داخل ہوا جب سب لوگ سیدھے ہو کر دیکھنے  
لگے۔ بخت سامعین کی جانب دیکھے بغیر اپنی ادکارا کی شہم ہو گیا۔ ڈرامہ نصف پہنچا تو مہتا  
خصوصی براس کا کیا اثر ہو رہا ہے؟ چکا یہ دیکھنے کا لالچ نہیں روک سکا۔ اس کی نظر کھنٹی ہوئی ایک  
فصیح پر جم گئی۔ وہ چند سے کہنے لگا اور سامعین کو بھول گیا۔ اُس کی آنکھوں میں سرخی آکر آئی۔  
”کون۔۔۔۔۔ پورن سنگھ؟ مجھے گرفتار کرنے والا پورن سنگھ؟“ ”کون اور دل میں جنگ ہونے لگی۔ اگر  
کادل چاہ رہا تھا کہ اگر اس کے بس میں ہو تو وہ پورن سنگھ کا گلا دبا دے۔ اس بکر میں وہ ایک  
ڈانٹا لگ بھول گیا۔ اُس کے چہرے پر بدلتے ہوئے تاثرات دیکھ کر مہتا پر چکے۔ بخت کا دھیان  
اپنی طرف کرنے کی خاطر انہوں نے ہاتھ میں تھا ہوا خالی گلاس پیچ کر لایا۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز  
کے ساتھ سب کا دھیان اس جانب ہو گیا۔

مہتا اس طرح سچ کی جانب دیکھ رہے تھے جیسے کچھ نہ ہوا ہو۔ چکا سے مہتا کی نظریں ملیں اور  
اُس کے ذہن میں مہتا کا ہلکا کھپا۔ ”نیک بننے کے لئے انسان کو خود اپنے آپ سے لڑنا پڑتا ہے۔“  
پھر شاید وہ مہتا کی نظروں کا ہی کشر تھا کہ چکا دھان پورن سنگھ کی موجودگی بھول گیا۔ وہ پھر ادکارا کی  
میں جھجھو گیا۔!

○

”بخت! اگر تمہیں جیل سے رہا کر دیا جائے تو تم کیا کرو گے؟“  
”بخت یہ جملہ سن کر سناٹے میں آگیا۔ اُسے امید نہیں تھی کہ مہتا جب اس سے وزیر اعلیٰ اس سے ایسا  
سوال کریں گے۔ وزیر اعلیٰ کے پیچھے فیروز پور کا پولیس چیف پورن سنگھ کھڑا ہوا تھا۔ وزیر اعلیٰ کے  
الفاظ نے اُسے بھی چونکا دیا تھا وہ سوچ رہا تھا جسے میں نے جان خطرے میں ڈال کر گرفتار کیا تھا  
اُسے وزیر اعلیٰ رہا کرنے کی بات کر رہے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ایک بار بخت نے غصہ کیا نظروں  
سے پورن سنگھ کی طرف دیکھا۔ جواب دینے میں مدد ہوئی تو مہتا نے عقد۔ سے اُس کا کمرہ کھینچا۔  
”صاحب جو پھر رہے ہیں اس کا جواب دو چکا!“  
”بخت نے اپنے ذہن میں گھر گھر کرتے ہوئے خیالات کو جھلک کر جو کچھ سمجھ میں آیا کہہ دیا۔  
”صاحب! باہر جا کر میں سچی بات کر دوں گا۔“

چکا کا جواب سن کر وزیر اعلیٰ بھی سن کر ہنس دیئے۔  
”صاحب! جس طرح آپ نہیں گئے یہ کہے گا۔“ ”مہتا نے عاجزی سے کہا۔ جیل کے  
دروازے تک وزیر اعلیٰ بخت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چلے رہے۔ سب کی آنکھیں یہ متحرک دیکھ کر  
بھیل گئیں۔ دروازے پر بخت رک گیا۔ اُس کی حد اعلیٰ ختم ہوئی تھی۔ وزیر اعلیٰ کے کار میں بیٹھے

محران کی ہلکیں آنکھوں نے بہت کچھ دیکھا۔ "میں نہیں نہیں، تمہارے اندر موجود انعام کو وضاحت کرنے آیا ہوں چکا! اب ہم کی ہار جیت تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

جیت کے دل میں عین کا طوفان اٹھنے لگا اور جیت دن سو گن مہتا کے پاؤں چھونے کے لئے جھک گیا۔ مگر کوئی اس کی ہلکی آنکھیں نہ دیکھ لے اس خیال سے وہ چنکن کو راستہ پال کو لے کر چلی سے آگے بڑھا گیا۔ مہتا اُن تیزوں کو جاتے دیکھنے لگا۔ ماں اور باپ کے درمیان دونوں کی اگلیاں تمام کھلے ہوئے چھوٹے سے سمت پال کو دیکھ کر انہوں نے دل ہی دل میں دعا مانگی کہ یہ آئیں سال کا سردار چنکن سے چلے گی جیت کی ابتدا کروا ہے۔ بھگوان! تم اس کا ہاتھ تمام لیا۔ اور جیت کی زندگی کا احسان شروع ہو گیا۔

فیروز پور ہسپتال سے نکل کر راستہ پور کرتے ہی سامنے زمیندار کرنل سکھ پاچھ تھا۔ وہاں جیت کو مہتا نے ملازمت دلا دی تھی۔ باغ کے درختوں کو پانی پلانا، سبزی توڑنا، صبح بازار میں غلام کے لئے جانا اور زمیندار کا چھوٹا سونا کانا۔ بدلے میں میں دوسرے ماہانہ تنخواہ دینے کے لئے تنگ گولڑی اور دو دقت کا مہتا۔ یہ کل انعام تھا۔ چھوٹی سزا دے گا۔ چھوٹی سزا دے گا۔ چھوٹی سزا دے گا۔ وہاں تھا۔ یہ دل پر کھڑے کے بعد چکا اُن کی نظروں سے دور رہے یہ مہتا نہیں چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تو کچھ کو اپنے گھر آرا دے سکتے تھے مگر وہ ب کو یہ دکھا دیا چاہتے تھے کہ ایک دقت کا یہ قدر ناک و اکوتت ضروری کر کے سماج میں غم ہو جانے کے لائق ہے۔ یہ چنڈ بانی صورت حال نے گزرتا دیکھا ہے اور لاچ سے گھر لے سکتا ہے۔

یہ بتانے کے لئے کہ اس کی ملازمت ملے ہوگی ہے۔ مہتا نے چکا کو بلایا۔ "دیکھو چکا! باہر کی دنیا میں قدم قدم پر تم نے نفساں ہیں ہوں گی۔" میں تو بہن برداشت کرنا چکے ہیں۔ مگر اس سے تم گھبرا نہ جانا۔ حراج کو تباہ کرنا۔" میں ایک بھی غلام قدم اٹھانے بغیر خود غارت کر کے آگے بڑھتا ہے۔" پھر مزے کیا۔ "مجھے تم پر پورا اعتماد ہے۔" میں اپنی ذات پر اعتماد ہے یا نہیں اُنھے سے معلوم کرنا ہے۔

جیت دوسرا سرا گیا۔ "صاحب! کہنے سے زہر مہل کر کے کتاؤں کا۔"

اُس کا یہ جواب مہتا کے دل کا بوڑھا چکا کر گیا۔ جیت نے جاتے ہی کام کا بوڑھا اٹھایا۔ زمیندار کرنل سکھ نے سوچ بچھ کر اُسے رکھا تھا اور اُسے امید کی کہ وہ چکا جیسے طاقتور شخص سے دو آدمیوں کا کام لے سکے گا۔ پھر باہر خرچے کے کاکے چکا کو کھیرے کی ملازمت کرتا ہے۔ پھر اُن کی موجودگی میں باغ سے کوئی چوری نہیں کر سکے گا۔ زمیندار کی زندگی کچھ پر اسرار تھی۔ وہ دیکھ سکتا تھا حراج تھا۔ اس لئے اُس نے باغ میں ایک پوتلی کی علامت بنوائی تھی جس میں وہ اگلیاں رہتا تھا۔ دریاں میں ایک دوہ دن عین جی ہو آتا۔ ہر دین دن بعد دن ڈوبنے کے بعد کوئی عورت اور دن طلوع ہونے سے پہلے چلی آتی۔ وہ پھر دن میں باغ مختلف گوشے زمیندار کے ہاں آتی دکھائی دیں۔ یہ آدی جانور جیسا ہے۔ چنکن کو فردوسی بو سٹار ہو گئی۔ اُس نے یہ بات مذاق کے ڈھنگ میں چکا سے بھی کہہ دی۔ پھر سے صیغہ میں ایک ہے وہ بھی نہ ہونے کے برابر۔" پھر آہ بھر کر بولی۔ "مٹاؤ! ہم نے اسے

"صاحب! جان دینے والا سب کچھ دے سکتا ہے۔ سال بھر پہلے اُس کا باپ مر گیا ہے۔ تمام زمین و جائیداد کا دو مالک ہے۔" جیت نے اُس کی چٹائی کو مہتا نے کاغذ اور قلم اُس کے سامنے رکھے۔

"پھر لو! میں جس طرح کہتا ہوں اسی طرح اُسے لکھوا! ساتھ ہی خدا میں منافع کہاں اور کمر طرح دینی ہے یہ بھی ضرور دلوں گا۔ بھگوان کا نام لے کر لکھو۔"

بھگوان نے بھی اُسے احسان میں ڈالنے کے لئے عزت کا انتظام کروا دیا۔ چوتھے دن حراج آیا تو جیت بہت خوش ہوا۔ "صاحب! میں نہ دیکھتا تھا کہ دو میرے لئے سب کچھ کرنے کو تیار جاتے گا؟"

فیروز پور ہسپتال کے پتروں میں زندگی آگئی۔ لکھ کی یہ پہلی جیل تھی اور چکا بھندوسان کا وہ پہلا قیدی تھا جسے ہر دل پر چھوڑنے کا تجربہ ہوا تھا۔ لوگوں کی بہت افزائی نے جیت کا دل سرد سے بھر دیا۔ اُس نے گھر دکھا کر انہیں ماہ کے لئے جیل والے ہر دل پر چھوڑنے والے ہیں چنکن کو کہ جلدی بھگوان اور پھر دو دن آگیا۔

چنکن کو ساڑھے چار سال کے بعد ست پال کی اگلی خانے سر مہتا کے آفس میں کمر ہوئی تھی۔ ایک سب اُس نے کئی بار مہتا سے پوچھا تھا۔

"سچ کچھ اُن کو نہیں ماہ کے لئے کمر دلوں گے؟ انہیں جہاں جانا ہوگا جاکیں گے؟"

"چنکن بہن! اگلی نہیں یقین نہیں آ رہا۔ ابھی جیت آتا ہے اور میں اُسے تمہارے حوالے ہوں۔ میں ماہ کے لئے نہیں اُسے بھٹانے۔ تم لوگ اس شرم جہاں جانا چاہو جاکے ہو۔ کچھ روز شام کو کھیل میں حاضری دینا ہے۔ دیکھنے میں سے جیل کے سامنے دینے کا انتظام کیا ہے۔"

لے بہرے نہیں گئے۔ اسی لئے جیت آگیا۔ اُس نے ایک نظر چنکن کو پڑا اُن کو کرسٹ پال کو دیکھا۔ بچے کو دیکھ کر بے قابو ہو گیا۔ اُس نے ست پال کو اپنے قریب نہ لایا۔ پہلے بیٹے سے لگا یا پھر بیوی لایا۔

"بابو! تمہاری داد کی چیز یہ ہے۔" یہ کہہ کر ست پال نے منہ پھیر لیا۔ چنکن کو اور مہتا دیکھے۔ یہ چنکن کو کہی اُنکوں میں سرت کے آئینہ تھے۔

"چلو جیت! میں نہیں دروازے تک چھوڑ آتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے مہتا کھڑے ہو گیا دروازے کی جانب اٹھنے والا ایک ایک قدم دل کی دھڑکنوں سے ہم آہنگ ہو رہا تھا۔ راستے

لے والے قیدی اُنکے دروازے پر تھے۔ سچی آنکھیں اُس بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہی تھیں ایک دن اپنی اپنی باری آئے گی ہر دل میں جی آرزو تھی۔ ان کی امیر جی زندگی میں ایک چنگا بھڑکی تھی جیل کا دروازہ کھلا۔ تازہ ہوا کا ایک بھونکا اندر آ گیا۔ جیت نے گہری سانس لی تو

عجیب سا احساس ہوا۔ ایک قدم دروازے سے باہر نکال کر اُس نے مہتا کی جانب دیکھا۔ "چکا! یہ زبانی کی ابتداء ہے۔" مہتا نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پیار بھرے لہجے میں کہا

اُن کی آواز زندگی ہو گئی تھی۔ "اب ہر قدم سنبھل کر اٹھنا ہے۔ مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا



”ہاں! میرے باپ جیسے بہت پریشان ہوئے ہیں۔ میں بڑا ہوا جس پر دیکھنا ان کو ٹھیک کر دوں گا۔“ چند دن کے اس کا چہرہ سینے سے لگا اور روٹی بولی بولی۔  
”نہیں بیٹا! وہ بہت اعلیٰ آدمی ہیں۔ ہم کو یاد کر رہے ہیں۔ مگر کبھی ایسا نہ کہنا۔“

ایک دن جیل میں حاضری کی خاطر جانے کے لئے جگت زیندار سے اجازت لینے گیا۔  
”آج میرا بھگت سکھ ڈرامہ ہے۔ مجھے جلدی جانا پڑے گا۔“  
”بھگت سکھ؟“ زیندار نے ناراضگی سے کہا۔ ”تمہیں ڈرامے کرنے ہیں تو یہ نہیں چلے گا۔“  
زیندار نے صاف کہہ دیا۔ ”کل اپنی نگواہ لے جانا اور دوسری ملازمت تلاش کر لینا۔“  
جگت ہر گز کر چلا یا۔

”یہاں کے تمہاری ملازمت کی ضرورت ہے؟“ وہ بڑبڑایا، بھر باہر آ کر سب سے پہلا سوال اس کے ذہن میں یہی اٹھا کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ تمہیں..... صاحب سے بات نہیں کرتی۔ دوسری ملازمت کہاں تلاش کروں؟ کون کام دے گا؟ یہی خیال آیا کہ اصرار بڑی چھوڑ کر جیل چلا جائے۔ لیکن یہ کیوں لے؟  
”مگر اس طرح بارہا بدل کر لے چکا ہوں؟“ بھگت سکھ کے سے جوش سے وہ بھگت سکھ کی اداکاری کرنے جیل میں داخل ہوا۔ ڈرامے کے ہر ٹیکل کے وقت سو پر جتنا سانچ کے مختلف جتوں کے لوگوں، ڈاکٹروں، وکیلوں، انجینئروں اور اداکاروں کو دیکھ کر بلائے۔ سانچ اور جیل کے درمیان ماحول کم کرنے کے لئے ان کی جھجھکاؤ دونوں جتوں نے استقبال کیا۔ قیدیوں کے دل سے سانچ کی نفرت کم ہونے لگی اور ابھی آدمی قیدیوں کی زندگی میں دلچسپی لینے لگے۔ جیل میں آنے والا شخص باہر آ کر ایسا انداز سے محنت ضرور دینی کرنا چاہتا ہے تو اسے سونے بہت کم ہے۔ اس پر اصرار کرنے کے لئے بہت کم لوگ تیار ہوتے ہیں۔ نتیجے میں وہ بھر جیل کی طرف بھٹکا ہے اور بھر واپس چلا جاتا ہے۔ ڈرامہ دیکھنے کے لئے والے لوگوں کو ہوتا خاص شاعر کرتے۔

”نیدی! باہر آئیں تو ان کا ہاتھ قہقا آنا آپ کا فرض ہے۔“ اس کے باوجود مہیا کی اس جھجھکاؤ سے جیل کے تمام خوش نہیں تھے۔  
”کہتے۔“ قیدیوں کو جیل میں بیٹھ کر انے سے سزا کا خوف ان کے دلوں میں کیے رہے گا اس سے گناہ اور بدچلنیوں کے اور جیل میں جاتی ہیں۔“

○

وہ ملازمت کھو بیٹھا ہے اس کے متعلق جگت نے مہیا کو نہیں بتایا۔ ڈرامہ ختم ہونے کے بعد قیدیوں سے ملاقات کر کے وہ کھر جانے لگا۔ اسے کل کی ٹھنڈی۔ اسے چند اور سٹ پال کی مگر سٹی۔ برسات کے موسم میں سونے کے لئے کسی جگت کا سامیہ ضروری تھا۔  
جگہ دروازے سے باہر نکلا تو اسے ایسے آواز سنائی دی۔ ”جگہ.....“ وہ چونکا۔ فوراً دیکھنے آیا ہوا ایک انجینئر اسے آواز دے رہا تھا۔ ”تمہیں کہاں جانا ہے؟ اس کم چھوڑاؤں کا۔“ یہ کہہ کر اس نے کار کا دروازہ کھول دیا۔

”تمہیں صاحب! میں تو سامنے رہتا ہوں۔“ جگت نے اٹھنے کے اشارے سے بتایا۔ مگر انجینئر کا دروازہ دھڑکا۔

”میرے کھر چلا بہت دنوں سے میرے بیوی کے بندہ کر رہے ہیں کہ جگا کو ایک بار کھر لے آؤ۔“ جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ بھر آیا کہ اس کے ملازمت اور کھر دنوں تلاش کر رہے ہیں۔  
”صاحب! آج میں جیل میں آؤں گا۔“ جگت نے کھر کام ہے۔  
”انجینی بات ہے، مگر کھر ضرور آنا۔“ مگر انجینئر نے اپنا کار ڈیا۔ ”میرا پتہ اس میں ہے۔ وہ میرا ساتھ کھانا کھا جائے۔“

کار چل گئی۔ جگت نے سوچا کہ بھاڑ کا رنگ بند کا ہے بڑا انجینئر اسے ضرور کام دلا دے گا۔ رات سے اس کی آنکھیں ڈور کر دی۔ جگت کی بات جگت کی۔ اطمینان تو بھگت اور ضرور کام ازراستہ نکال دے گا۔ سچ وہ کھر کی تلاش میں گاؤں گیا۔ ایک چالی میں اسے اندھیری کوئی کھر لے کر آیا۔ وہ ایک ڈور ڈور گاؤں سے آیا ہے اور وہاں کے لئے کوئی نہ ہونے۔ جگت کو بھانڈ کرنا اسے خوف تھا کہ اگر اس نے اطمینان قادی تو شاید اسے کوئی کھر بھی نہ ہونے دے گا۔ مگر اب مالک مکان نے ایک بیٹے کا شنگی کرنا یہ روپے مالک تو جگت کا ہاتھ جب میں جا کر باہر آ پانے اس کی جب میں صرف چند آنے تھے۔ لاکھوں روپے کا ڈاکر ڈالنے والے کے پاس پانچ بے کی نہیں تھے۔

”انجینئر..... میں شام کو کھینچی تم سے ڈوں گا اور کل صبح سے ہم رہنے آ جائیں گے۔“  
وہ دھیرا انجینئر کے پاس گیا تو اسے انداز دیکھی نہیں تھا کہ اس کا اتنا شاندار استقبال ہوگا۔ ”جگا، آؤ، جگا آئے۔“ کھر کوئی اٹھا۔ کھر پر دوسرے بے اسے ڈور سے دیکھنے لگے۔ جگت نے کھر اشارے سے قہر بھایا تو وہ اور دیکھتے بہت کھے جھجھکاؤ سے ڈور سے ہوں۔ جگت ہنس دیا۔  
”اے لڑکا! جگا کو کھر ملنے کی تو شکر کر رہے تھے۔ اب آؤ تو ڈور کیوں کھرے ہو؟“ انجینئر نے بچوں کو کھت سے ڈانٹا۔

”صاحب! یہ مجھ سے ڈور ہے ہیں۔“ جگت نے ہنس کر کہا۔ ”یہ ان کا قصور نہیں، ڈاکٹر تو دیکھتے دھیرا انہوں پر کرنا جاتے تھے۔“

آہستہ آہستہ کھر کی عورتیں آئے گئیں۔ سب کی نظروں میں جنس جگت رہا تھا۔ جیل اور ڈاکے ات شروع ہوئی۔ جگا اپنے جڑا پر پردہ ڈالے بغیر مہیا کی باتیں سنا رہا تھا۔ درمیان میں ان اسے دلا۔ ”کہہ آؤ نہیں۔“ دیو کی بات آئی تو سب غور سے سننے لگے۔ درمیان میں انجینئر بک بیوی کی پوچھ گچھی۔

”وہ دروازہ کہاں ہے؟“ جگت نے آہ بھری۔ اس کے چہرے پر ڈکھ دیکھ کر سب ستانے لگے اور انہوں نے سوچا۔ سوال نہ ہی پوچھتے تو بھڑکا۔  
”دیو کہاں ہوگی؟ تو یہی بھی نہیں جانتا۔“  
”تم ان سے باتیں کرتی رہو گی تو یہ کھانا کھا کر نہیں گے؟“ انجینئر صاحب نے کہا۔  
خوفی پانچ سالوں میں ایسا کھانا کھانا تو ڈور کی بات ہے دیکھنے کو بھی نہ ملا تھا۔ جگت کو کھر دیا۔

گیا۔ چند اور ست پال تو بھی سوچی تھا کہ پیٹ بھر رہے ہوں گے اس خیال سے وہ دو بھر کر کھانا  
 سکا۔ وہ درمیان میں ملازمت کی بات کرنا چاہتا تھا مگر وہ کبھی جس طرح اس کا استقبال کر رہے  
 تھے ان سے ملازمت کی بات کی تو وہ کیا مخصوص کریں گے؟ چگانے سوچا کہ جاتے وقت انجینئر  
 صاحب سے آگے سے کہہ دوں گا۔ یہ سوچ کر وہ چپ ہو رہا مگر وہ کار میں سوار ہو گیا اور واپس  
 کے کارٹرائٹ کر دی اس وقت تک وہ ملازمت کے بارے میں کچھ نہ کہہ سکا۔ اسے خود پر ضرر آ رہا  
 تھا۔ ملازمت کرنی ہے اور بدنامی ہے باہر نہیں آتا۔ اس کے بغیر تو وہ بھی بچے کو ڈونڈ نہیں دیتی۔  
 ملازمت سے ملنے ہوئے وقت زمیندار نے بیس میں سے دس نقد روپے اور باقی بھر لے  
 جانے کو کہا، جب جگت کو فصر آ گیا۔ بہت نقد اور مزدوری اودھار۔ زمیندار کا گریبان تمام کرم  
 کٹھے سے کٹے وصول کرنے کی خواہش ہوئی۔ وہ بار بار کھڑی ہوئی چندن سے بولا۔ ”تم جاکا میں  
 ابھی آتا ہوں۔“ مگر چندن وہاں سے نہیں ہٹا۔ اس نے جگت کے کان میں سرکشی کی۔  
 ”جیسا فصر دلانے کے لیے ایسا کرنا ہے تم باہر آؤ گا میں تم کو ایک بات بتاؤں گی۔“ دس کا  
 نوٹ جس میں ڈال کر زمیندار کو کھوڑا ہوا جگت باہر آیا۔ وہ چندن کو ڈانڈنا چاہتا تھا، بات بات میں  
 مداخلت کر کے تم مجھے بدولت بنا دو گی۔ مگر چندن کو نے ایسا نہیں کرنا دیا۔  
 ”میں تم سے ایک بات کہنا ہوئی گی۔“ وہ دون پیلے پولیس جیب یہاں آئی تھی۔ خاکی لباس  
 والا کوئی آدمی زمیندار سے کھٹے بھرک ہاتھیں کر رہا تھا۔ بھر جاتے وقت زمیندار سے کہا تھا کہ اپنے  
 غصے کے آواز دے رہے تم لوگوں کا ہی نقصان ہو گا۔ تم اسے گرفت میں لینے کی کوشش کر رہے  
 ہیں۔ تم ساتھ دو حق کام بدل رہے ہو گا۔“  
 یہ سن کر جگت شانے میں آ گیا۔ ”تم نے مجھے پہلے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟“  
 ”اس لیے کہ اس کرم فصر میں جاتے اور پولیس سے بھڑکا کر لیتے۔“ چندن کو نے کہا۔  
 ”زمیندار نے آج کو کھانا کھانے کیوں انک کیا ہے ابھی تم آ رہے۔ تم کو دس روپے کم کیوں  
 دیتے یہ بات اب بھی تم آ رہے۔“

”یہ بات ہے۔“ جگت نے دانت پیسے۔ ”پولیس رہائی دینی چھوٹا نہیں جانتی۔“  
 ”حکومت تم کو کھانا کر دے یہ پولیس کو پھینک دیتی ہے۔“ چندن بولی۔  
 جگت نے بھی ایک بار چندن سے ایسا اشارہ کیا تھا۔ ”تم جہذا میں آکر کچھ کر بیٹھو وہ لوگ اس  
 بات کا انتظار کر رہے ہیں۔“

”جیسا صاحب نے مجھے اتنے مشکل امتحان میں ڈال دیا ہے۔“ جگا بد بولا۔ ”اے دس روپے کا  
 نوٹ زمیندار کے من پر چھٹک مارنے کا خیال آیا مگر بھر آیا کہ جی کو کھڑی کرانے پر لینے کے لیے  
 پانچ روپے ایٹھ دواں دیتے ہیں۔“

”چلو چندن اب ہم ایک کھم یہاں نہیں رہ سکتے۔ باقی دس روپے میں سو کے ساتھ وصول  
 کروں گا۔“ سو کے ساتھ وصول کرنے والی بات چندن کو بھی گراں آئے ساتھ ٹھیک کرنا تھا اس نے  
 کچھ نہ بولی۔

انجینئر واپس نے جگت کو اپنی روپے کی تنخواہ پر ملازمت دلادی۔ فیروز پوری حد سے گزرتی  
 ہوئی تھا کہ انہری کمرت ہو رہی تھی۔ فیروز جگت کا بچہ سیل سا بیگ پر جانا ہوتا تھا۔ آٹھ گھنٹے تک  
 کا کرنا اور خام کو سا بیگ پر واپس ہونا۔ یہ کام جگت کو بڑھ کر دینا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ  
 بھی نہ تھا۔ وہ یہ سوچ کر دل بھٹکا کہ اس طرح کی تنخواہ دو روپے کا کرنا ہے۔ وہ دوا کرنا ہے۔ جگت  
 اسے گھوڑا لایا آ جاتا۔ راتوں کے بغیر جگت جیب سا لگتا۔ خام کو کھانا وقت جگت نے کھانے کو  
 خائیں کے پیچھے باندھ کر لائے میں اسے ہنگاموں ہوئی۔ دس چنانچہ بننے کے لیے آدمی کو کیا  
 آپا بڑا دشت کر پڑتا ہے؟ لکڑیوں کا کھانا شائے پر آٹھانے جگت کو کھڑی میں داخل ہوا۔ مگر اندر  
 داخل ہوتے ہی وہ چونک پڑا شائے سے کھانا بچ کر پڑا۔  
 ”پاپا!۔“ وہ بد بولا۔ ”سوئیں گھنے کے بیٹے کو کھانا اپنے شائے پر سے مت پال کو آٹار  
 بول۔ ست پال دوز کر جگت سے لپٹ گیا۔ سوئیں گھنے نے بھی چاکا کچھ بھی اسی طرح دوز کر ان  
 سے لپٹ جائے۔“

”کسے پاپا؟“ جگانے پاؤں چھو کر پوچھا۔  
 چندن کو کھڑکی کا کھٹا آکر اندر لے جاتے ہوئے بولی۔ ”دوہر سے آئے ہیں۔ ست پال  
 کے بغیر دل نہیں لگ رہا تھا اس لیے اسے کھانا آئے ہیں۔“  
 ”اگر دوا دواں چلا جاؤں گا۔“ سوئیں گھنے نے بغیر پر ہٹے بتایا۔ ”تمہاری ماں کی طبیعت ٹھیک  
 نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ جگت کا کام بھی چھوڑ کر آیا ہوں۔“ پاپا چٹا اٹھا ہوا کی طرح ہاتھیں جگر  
 پر ہے۔ ”دونوں کے دل میں چور تھا۔ دونوں کی سے دونوں میں بہت جوش مار رہی تھی مگر دونوں ہی  
 ظاہر ایک دوسرے سے کچھ کچھ سے نظر آ رہے تھے۔“ ”تمہاری ماں نے مجھے زبردستی بچیا ہے۔“  
 ”سوئیں گھنے نے کہا۔“ ”کسی کی بیٹے کی خبر لے ڈا کر وہ کمال میں ہے؟“  
 ”جگت خاموش رہا۔ دل تو چاہتا تھا کہ پوچھے کہ ماں کو ساتھ لیا تھا۔ مگر اس کی بجائے کچھ دیر  
 دود بولا۔ ”خیریت تو خط سے ملتا کی منظوم کی جاتی تھی۔“ ”بھر مزہ ہو بولا۔“ ”سوئیں گھنے جان لیا  
 گا۔“

”پاپا! جو نہیں کیا کہ وہ بھی گیا ہوں۔“ ”سوئیں گھنے نے جیب سے سو کے نوٹ نکالے۔  
 ”جگت! دوا دواں کا خرچ لایا ہوں۔ یہ آٹھ سو روپے ہیں۔ بہو بیٹے کے ساتھ آوارہ رہو ہوا مزدوری  
 کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ ”ان کی آواز رنڈھ گئی۔ جگت بھی دونوں کی طرف ادھر کسی پاپو کی  
 طرف دیکھا تھا۔ چندن کو نے بھی اس سے کہا تھا کہ تنخواہ میں سے پانچ روپے لے آؤ مگر میں  
 دفع ایک دن کا راضی موجود ہے۔ بھر جگت پاپا کے سامنے ہاتھ آگے نہ بڑھا سکا۔ حالانکہ وہ  
 لی جیب بھر آتا تھا۔

”پاپا! اس کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ دونوں کو چھو سے بغیر بولا۔ ”میں مزدوری کی روٹی کھانا  
 دھ رہا ہوں۔“ ”ست پال کھانا کھانا قریب آیا۔ اس نے دونوں کے بدول پر بھجنا مارا۔ جگت نے  
 آواز دی۔ ”بیٹے! یہ دوا دوا کر دو۔“ ”تم نہیں لے سکتے۔“ ”یہ سن کر سوئیں گھنے کے دل پر چرست سی  
 ہے۔ ان کا دل چاکا کچھ نہ دے گا۔ ہم باپ کے پیچھے کو کھانا بیا کر کھانا کر رہے ہیں۔ مگر چندن کو نے ان کو



ہمے کیا دوسری جگہ مل گئی ہے؟ جنوں چپ چاپ بیڑیاں اترے گئے۔ جگت نے سب کی طرف ہاتھ کی گئی نظر دیا سے دیکھا اور انھوں میں ڈانٹا سالے بدول۔ اس نے سوچا۔ اگر کسی سے کہہ نہ کہنے کی چند لوگوں دہائی نہ کرانی ہوئی تو وہ سب کو کھڑی بنا دیتا۔ وہ چھوٹا سا میدان عبور کر کے بڑے دروازے کے قریب رک گیا۔ گھوم کر اس نے کھڑکیوں اور دروازوں سے جھانکے دے تو لوگوں کو تیز نظروں سے گھورا۔ وہ بے چارے مادے ڈر کے کھروں میں چھپ گئے۔ ان کی حالت پر جگت ہنس دیا۔

"پلو! آگیا ہے گئی ہوئی چندن نے آواز دی اور جگت نے قدم بڑھا دیے۔

"اگرے۔۔۔ تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟" سامنے سے آنے والے سردار جی نے حیرت سے چما۔ "میں نے تو سنا تھا کہ تم لوگ ابھی نہیں رہو گے۔" اس کی سفید داڑھی اور آواز سے جگت اپن گیا کہ رات بے آواز دی گئی، وہی سردار جی ہیں۔

"ہم تو رہنا چاہتے تھے مگر تم لوگوں کو ہمارا پاؤں بٹکتا ہے اس لئے جا رہے ہیں۔" جگت نے سخت لہجے میں کہا۔

چندن کو روک روک کر کہیں جاتے وقت وہ لڑنے بڑے اس لئے فوراً بول پڑی۔ "یہ ڈاکو تھے۔" اسے آئے ہیں لہذا بے چارے پڑی گھبرا دیے ہیں۔

سردار جی بھی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔ "اب کہاں جاؤ گے؟"

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا۔" چندن کو کئی آواز میں لپٹا رہی تھی۔

"اگرے کوئی اس طرح جاتا ہے؟" سردار جی نے سخت گہری تھی کہ کہا۔ "ان جیسا ڈاکو مکان رہتا ہو چوری وغیرہ کا ڈاکو نہیں رہتا۔" پھر وہ بلند آواز میں بولے۔ "کل رات میں مکان میں اچھا تو نہیں رہے؟ انکی آواز دی کہ میں اپنے کمر میں آنے کے بعد چور ڈاکو۔"

جگت کو فخر سا ہوا۔ یہی اسے پوری طرح پتہ چلا کہ کیا ہے۔ پھر بھی لونا چھوٹی بات تھی۔

"سردار جی! افسوس! ہمدردی کا شکر ہے مگر دوسرے لوگ تمہارے جیسے سمجھدار نہیں ہیں۔" عمر جی نے جگت کے شانے سے جھٹکے اتار لیا اور اندر چلا گئے۔ "تم لوگ اس طرح کھڑے ہو کر

ان میں ہماری عزت بناتے کی۔"

پھر جی جگت اور چندن دروازے پر کھڑے رہے۔ سردار جی ان کی انجمن سمجھ گئے۔ وہ زور

لے۔ "اگرے کر اسے دار دلائے چہرے سے تو دیکھو۔ اسے کمرہ کہاں سے لگانے کی تمہاری کیا ہے؟" مگر کن جواب دیتا؟ سردار جی کا جوش بڑھا۔ انہوں نے پھر بانگ لگائی۔

یہ جگتا اپن سیکو وہ ہے؟ جیسے اختلاف ہو جا رہا ہے۔ "جگت کو لطف آ گیا۔ اس نے چندن

ساتھ دیکھا۔ اس سے پہلے کہ دونوں سوچنے کر کیا کریں، سردار جی بیڑیاں چڑھنے لگے۔

کی گولی کر سامان اندر ڈالے ہوئے بولے۔ "اب وہاں کیا کھڑے ہو؟ اوپر آ جاؤ۔" پھر نرم

کہا۔ "اس بزرگ کے سفید بالوں کی عزت رکھ لو۔"

ابن کر آگے بڑھی۔ پھر جگت بھی اس کے پیچھے چلے گئے۔ جس کو کھڑی کو پانچ منٹ قبل وہ خالی

تھے آئی کو کھڑی میں داخل ہوتے ہوئے دونوں کو عجیب سا لگا۔ سردار جی خوش ہوتے ہوئے

خیالات کو ذہن سے جھٹک کر چگا سونے کی تیار کرنے لگا۔ وہ براہِ سوتی ہوئی چندن کو چا اور ڈھانچا جاتا تھا کہ اس کے جس میں حرکت ہوئی۔ اس کے نوٹے بچوئے الفاظ چگا کے کالوں۔

نکرائے۔

"نہیں نہیں۔۔۔ وہ ایسے نہیں ہیں۔" چندن نیند میں بڑبڑائی۔ پھر چار چھ الفاظ سمجھ میں

آئے۔ البتہ آخری جملہ یہ سنائی دیا۔ "وہ خانہ دانی ہیں۔ تم سے بڑھ کر ہیں۔"

جگت نے سر دھام بھری۔ نیند بھی وہ میری فکر کرتی ہے اس نے سوچا۔ پھر اس کے ذہن

ایک جھٹکا سا لگ گیا۔ پھر اسے پائل نہ کر دے۔ ہر ایک ملو قدم اس کی زندگی پر ہانڈ کرے؟

اُسے سوچ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ ان کے اسے سخت امتحان میں کیوں ڈال دیا؟ اسی طرح جگت۔

ساری رات نہ سوئی۔

صبح چندن نے اٹھ کر دیکھا تو چمک پڑی۔ جگت کمر کا سامان جلیں میں بھر رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" چندن نے حیرت سے پوچھا۔ اُسے اپنی آنکھوں پر اعتماد نہ ہو۔

کب بیدار ہوئے؟

"سو باقی کون ہے؟" جگت نے نصف ہجر سے قیلے کو بلا کر کہا۔ "دون ٹھون ہونے کا انتظار

رہا تھا۔"

چندن کو روتھلی سے کھڑی ہو گئی۔ وہ جگت کا ارادہ سمجھ گئی تھی۔ "دوسرا سہارا تلاش کئے بغیر

کہاں لے جاؤ گے؟" چندن جگت بھرے لہجے میں بولی۔

"یہ تو نہیں۔" جگت سمجھ دیا ہو گیا۔ "اب یہاں سے دل اٹھ گیا ہے۔"

سوا ذرا عہدہ ڈھک ڈھک کی طرح کاٹ ہی دیں گے۔ چندن کو کے چہرے پر سچ کی دھوپ کا

اجلا بکھل گیا۔ پچھلی رات اس نے بھاک خواب دیکھا تھا۔ جگت پڑوسیوں سے بارود کا گڑ

تھا۔ وہ بارود کھڑی کر دیتے تھے۔ پھر اس آئی اور اُسے پھٹتی پہنا کر لگی۔ وہ اور دست پال رو۔

رو گئے تھے۔ وہ چند آنکھوں سے دیکھے ہوئے خواب کی کھلی آنکھوں سے اپنی تصویر دیکھ رہی تھی۔

"نہیں! آئیں جی میں ملنے کے لئے کس نے کہا تھا؟" پھر ہاتھ سے سامان دیکھیں کہ بڑا

"آج تمہاری چٹنی سے اس لئے آرام سے جاؤ گے۔"

جگت اس کے سٹرائے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے کھڑے ہو کر چندن کو روک دیا۔

قریب پہنچ لیا اور بازوؤں میں پھنچ لیا۔ "خدا تمہارا رحم ماننے کے لئے آدہ ہے۔"

"اگرے چھوڑ دو! کھڑکی کھلی ہے۔" چندن نے معنوی ہنسنے سے کہا تو جگت نے اور زور آ کر

دھکی دینے اور بازوؤں کو کھینچ کر چلے کر ڈاکو بھی چار ہزاروں روپے ہے۔" یہ سن کر چندن

نے اپنے بازوؤں کی پشت کے گرد کس لئے۔

○

ذہنی طور پر کو کھڑی خالی کر کے تینوں چل پڑے۔ جگت نے شانے پر چھاپا اور اٹھایا اور چندن

نے سست پال کو ساتھ لیا۔ ان کو سامان کے ساتھ باہر نکلے دیکر پڑوسیوں کو قیام ہوا اور ساتھ

کون بھی ہوا۔ جگت ساتھ تھا اس کے لئے کو عورت چندن سے پوچھنے کی ہمت نہ کر سکی کہ کہاں جا



جاؤ! جلدی سے ہٹ جاؤ! اور پھر جگت نے جلدی سے لڑکے کو راستے سے دور دھکیل دیا اور جاسم حسین لپٹا۔ اسی لمحے جیب سرسرائی ہوئی قریب سے گزرنی۔ گھر کھینے سے قریب کرتے ہی آستین پھٹ گئی۔ کون سی چیز تھی؟ "اے کیا ہوا؟" جابے پرواز سامنے گیا۔ "پھر کچھ زور پر یک ہی آواز کے ساتھ جیب نوکی پٹنی ہوئی آستین پر ہاتھ پھیرے ہوئے چکا کا دماغ قابو سے باہر ہو گیا۔ آس نے پھر جیب کو کھولا اور داہنہ تیس لٹے۔ گالی دینے کے لئے زبان میں پھیل سی ہوئے گئی مگر سٹ پل آس نے چوتھا جیب سے نکال دیا۔ دوسری سکیاں لیتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"بابو! تمہیں جوت تو نہیں لگی؟"

جینے کے سوا ہاتھ پھیرتے ہوئے نکت کے دوسرے ہاتھ کی ٹمچی ڈھکی چڑھتی۔ سرت پال سانسے  
ہوتا تو وہ اس طرح کھڑا نہ رہتا جب کہ ڈاکٹر کی گردن بڑا کر دو تین گھنٹہ سیر نہ کرنا۔ ابھی  
بازہ ملتی تھیں ساتھ ساتھ کھڑی ہوتی جیسے سے اس پر ٹاپ کا ایک آدی دکھائی دیا۔ وہ آدی قریب  
سے تو چھڑا آواز دیا، کہ سچ رہا تھا کہ وہ بیٹا بیٹھا ہوا تھا۔ شاید چپکے سے مزاج کا  
واہور کر رہا تھا۔ آنکھوں آدی اس کے گرد جمع ہو گئے۔ جسے لہجے میں ایک نہ ملتی دی۔  
..... سالے! انہوں کی طرح چلتے ہیں..... ان سے کون بچنے والا ہے؟ کون بچنے والا  
ہے؟..... یہ ان کا لالچ تھا۔ وہ آنکھیں چڑھا کر گھوٹوں کے درمیان سے راستہ نکالتا ہوا آگے  
خاموش جیب دوڑنے لگی۔ نکت کو شرمندگی ہوئی۔ حالانکہ اسے خبر تھیں جس کی امتحان کی گھڑی گزار کر  
بذت نے دوسروں کو شرمندہ کیا تھا۔

”اب دون باقی رہ گئے ہیں۔“ چندن کور نے سرت اور ذکھ سے طے جلتے جذبات سے کہا۔  
 ”مرد وہی بدلتی۔“  
 ”دو تین، صرف ایک دن چندن!“ بخت نے مسکرا کر کہا۔ ”بکل صبح کی گاڑی میں تمہیں بھیج کر  
 کوئٹہ میں خیل چلا جاؤں گا۔“  
 ”نہیں۔۔۔ میں تمہیں خیل روانہ کر کے پھر گاڑی چڑوں گی۔“ چندن گور مضبوط لہجے میں  
 ”تمہیں ہمتا کے پردے کے گاؤں کی۔“

”جنگ کہا چنان اچھیں ڈر ہے کہ میں بارہ تھنہ تھارہو کوئی سلطان اٹھادوں گا؟“ بھگت نے اقل اعزاز میں پوجا۔ پھر جلدیہ لکے میں بولا۔ ”ابھی تم کو کچھ پریشان دیکھتا ہوں۔“

چندن نے محبت بھرے اعزاز میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ”تم کو پورا اعتماد ہے۔ مگر شکر پر آخری میں دغا دے جانے پر ڈر لگتا ہے۔ میرے نصیب میں یہی پھنسا رہا ہے۔“

بھگت سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ دجا ہوتے ہوئے چندن کو کارنامہ پیش نہیں کرنا چاہتا تھا اور اپنی اپنے کو گاڑی میں بٹھا کر زخمت کرنے کا نڈیہ میں ایک موقع مل رہا تھا وہ اسے چھوڑنے کے تیار نہیں تھا۔ رشتے والہ گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہوں، انہی کی سی سٹی بجے اور گاڑی حرکت میں آئے تو کھڑی عجب ہی اچانک ہوئی ہے۔ اس تک ہمیشہ چندن سے چھپ چھپا کر ملتا اور بدبو آتا ہوا تھا۔ بہت سے لوگوں کے سامنے آئے۔ پھر ٹیس کے۔ کہنے کی خواہش وہ دبانے لگا۔

ہوئے۔ "اس خوشی میں جگا! آج رات گانے بجانے کا پروگرام کریں گے۔ مالک مکان سوہن ہال کو بلائیں گے۔ سارے گاؤں کو پتہ چلنا چاہئے کہ جگا ہارا پڑوسی ہے۔"

ان کی مسرت دیکھ کر چند دن کا دل بھر آیا.....!

بعض اوقات آذیت بھی رحمت بن جاتی ہے جنت کو اس کا تجربہ ہوئے لگا۔ جو بڑی چندن کو کہو کھڑی خانی کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے وہی اب اسے سنبھال کر کھٹے لگے۔

”ہیں! آج مضافی بھائی کے ہاں ملے گی! اسے شوہر کو چھٹا۔“ بڑھویوں کی محبت نے چندن کو بڑی اچھن سے آڑ کر دیا۔ مالک مکان کی وجہ لڑکیاں چندن اور سرت پال کو اپنے کمرے لے جائیں۔

”ہیں چم کی باتیں سناؤ“ دیرو کی بات آتی تو دونوں بہنیں قہقہے سے پوچھتیں اپنے شوہر کی محبوبہ کی اس طرح کھلے دل سے بات کر رہی ہو جیسے تم کو پروا نہ ہو۔ ذرا بھی جلن نہ ہو۔“

چندن مسکراتی۔ ”مجھ سے یہ بات نہیں ہے اور مجھے لکھنی بھی نہیں ہے۔“

ہیرول کے پونے تین ماہ محنت نے جھٹاٹ گزار دے تو پولیس والوں کو فکر ہوئی۔ جگا ایک بھی گز بڑا کئے بغیر ہیرول کے تین ماہ گزار دے گا۔ اس ڈاکو کو ایک بار بھی جوش نہیں لایا جا سکا۔ پولیس افسر سوچنے۔

[illegible]

جہنمی کا دل تھا۔ جنت کی انگلی تھامے سے پانی جنت کے ساتھ حاضر، لنگوائے جا رہا تھا۔ چول کے دل و دم کو ہوتے جا رہے تھے۔ ہرن اُسے سزا میں سے کہہ رہا تھا، دے رہا تھا۔ کینک جہنمی میں رہنے سے باہر کا ماحول اُسے سزا جیسا معلوم ہوتا تھا۔ قدم قدم پر اُسے احتیاط رکھنا پڑا۔ عربی زبان پر دراست رکھنے کی کوئی اہمیت تھی۔ افسانہ کی پوری پوری درمیان میں نہیں چڑھا تھا۔ یہ سب اصول قید کی دلچسپیوں کی ذریعہ بن چکا تھا۔

”باپو! تم دور دور منزل کیوں جاتے ہو؟“ مرثیہ ملتے ہوئے ست پال نے بوجھ ”اگر وہاں سے کمرے کیس جولا کر جاتا ہے کمرہ باق تھا کہ خراب آدی بنل جاتے ہیں۔ تم تو خراب آدی نہیں ہو۔ پھر بھی۔۔۔“ اس کی بات ختم ہو اس سے پہلے عقب سے آئی ہوئی اکبر تیز رفتار پولیس چپ نے جگت کو ہوشیار کر دیا۔ چلتے تو فہم کر دیا کہنے کا ارادہ کیا مگر پھر بھی جگے کے اندر سے نکلی نہ نکلا۔

ورمیان کاراست نکلا۔

”ہم ایسا کریں شام کی بجائے میں صبح جیل لوٹ جاؤں گا تمہاری گاڑی روانہ ہو اس کے بعد آئینے سے سیدھا مہتابے پاس چلا جاؤں گا۔ اب تو غفلتیں ہو؟“ جواب میں چند منٹ صرف سکڑا دی۔ آئینے نے جیل تک کاراست بھی اسے لہا دکھائی دے رہا تھا۔ اُسے سارے راستے ٹکڑے ہو گئے۔ اُس نے یہ بات جکت کو نہ بتائی۔

زندگی میں پہلی بار تین باہنیں ہوا کہ مکمل عام ساتھ رہنے کے بعد دونوں جدا ہو رہے تھے۔ گاڑی کی روانگی میں چند روز منت کی دیر کی سبب ہال کو اب باپ سے محبت ہو گئی تھی۔

”اب تو تم بھی تیار رہو ساتھ چلو!“ وہ اپنی بار کھینچا تھا۔ چند خاموشی کی تھی۔ پھر بھی اُس کی آنکھیں جکت کو مشورہ دے رہی تھیں۔ ”سینٹریل“ ”کریٹل“ ”سینٹریل“ جانا آخری ڈیڑھ ماہ سے ایک خاص بات اُس کی زبان پر آ کر لوٹ جاتی تھی۔ ابھی کہے جا تھیں؟ اس آنکھیں میں تھی۔

”سینٹریل کرو اور کھڑ کرنا“ جکت نے اُسے پانچویں بار کہا، تب چند منٹ ہوئی۔

”اس سے پہلے آپ جیل پہنچے گا تاروں کے گھر جائے گی مجھے تو خبر ہی کتنی ہے۔“

”دونوں کی نظر پر بار بار گھر کا ٹکڑا دکھائی جاتی تھی۔ سینی کی تو محبت نے چند منٹ کو کا ہاتھ دیا کر کہا۔

”سب بات کا خیال رکھنا!“ چند منٹ کی آنکھیں جکت کی تھیں۔ وہ بھی جکت جکت کو دیکھ لیا جانتی تھی۔

”میں اُس کو سرد مہتاب میں نہ آ جاؤں گا میں نے اُس سے جلدی سے اُنھیں نکلت کر دیں۔ پھر اس نے ہنسنے کہا۔

”اب اس کیسے سب بات پال کا نہیں، تمہارے دوسرے بچے کا بھی خیال رکھنا ہے۔“ آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ شرم سے پیچھے دیکھنے لگا۔

”اچھا؟“ ”جکت چونک پڑا۔ جوش سے اُس کا چہرہ ہلکا اٹھا۔ اُس کا پیچھا کر لیتا فارم سے ہو کر جیل میں جا کر چند منٹ گزار کر گئے۔

”تم نے آج تک مجھے کیوں نہیں بتایا؟“ حرکت کرتی ہوئی گاڑی کے ساتھ پلٹ فارم پر چلے ہوئے اُس نے یاد پھر رہی تھی سے پوچھا۔ ”تاہم اس بار بلا گاڑی ہوئی؟“ ”وہ دوسروں کی موجودگی بھول کر چلے ہوئے گاڑی تیز ہو رہی تھی۔

”جو بھی ہو۔۔۔“ ”چند منٹ کو نے کڑی سے جھانک کر کہا۔ ”جس میں تمہارے آنے والے بچے کی قسم دے کر کہتی ہوں کہ سیدھے جیل پہنچ جانا!“ ”چند منٹ کو کی آواز دور ہوئی تھی اور گڈی پلٹ فارم چھوڑ گئی۔ جکت کا پیچھا کر دیکھ کر نظر سے اُس کی آواز ہوئی گاڑی کو دیکھتا رہا۔

○

”باہر کس بات کا شور ہے؟“ ”مہتاب نے سر اٹھا کر پوچھا۔

”صاحب! آج آگیا ہے۔“ ”ابھی بیٹ نے اپنے اٹھنا مکمل ہی کئے تھے کہ جکت نے آفس میں قدم رکھا۔ سوچ مہتاب کے چہرے پر حیرت اُبھر آئی۔

”جکت!“ ”اُن کی آواز پیار سے ہلک گئی۔ وہ کچھ دُکے، پھر ہلے۔ ”تم آگئے؟ شام کی بجائے صبح ہی آگئے؟“ ”سوچ کُڑے ہو کر میری دوسری جانب آگئے۔ جکت سرت بھرے انداز میں غدار کر کے جکت جلتا ہوا تھا مہتاب نے اُس کے بازو تھام کر کہا۔

”میں جکت! آج تو تم سے ملنے گیا ہوں۔“ ”ایک ڈیڑھ پتا اور دوسرا ٹیم ٹیم۔ دونوں ایک دوسرے سے پٹ گئے۔ یہ دیکھ کر دوسروں کے دل بھر آئے۔ ”میں ناخن پھڑپھڑا رہے، کیوں؟“ ”سوچ نے حیران پر ہی سر پوچھا۔

”میں صاحب! بھاری پڑ گئے۔“ ”جکت سیدھا ہو گیا۔ ”میں وہ ہے کہ بارہ گھنٹے پہلے ہی آ لیا۔ باہر کی دیا بجنے کی بجلی دکھائی دی۔ وہاں بیٹھے آپ جیسا کوئی سوچ نظر نہ آیا اس لئے میں پور دیکھا تھا۔ آج ایسا لگتا ہے جیسے چمکا رہا ہوں۔“

”ابھی نہ کہہ چکا؟“ ”سوچ نے ہنسنے لگا کر کہا۔ ”میں ہمیشہ کے لئے جیل سے رخصت کر دیا گا تو جیل آزادی بھجوں گا۔“

”جکت اُن کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس انسان کو کیسی لگن ہے؟ مگر ہمیشہ کی رہائی کی بات اُسے خواب نظر آئی۔ جس کا ماضی خون سے رنگا ہو، ایسے قیدی کو حکومت کیسے رہا کر دے گی؟

”جکت! ایک چیز قبول کیا۔“ ”تم کہہ رہا تھے الماری کو کھلی۔ جکت جیسے نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”تم نے الماری سے ہوا سا نکالا۔“ ”تم احسان میں کا سیاب ہو گئے اس کی خوشی میں تم کو یہ ساز دے رہا ہوں۔“ ”جکت نے ساز ہاتھ میں اٹھا لیا۔ اُس پر جکت کی آنکھیں پڑے ہی اُس کے تاروں کے ایک ٹکڑا سا نکلا۔ ”جکت کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ مہتاب کے ٹم دل کی آواز ہو۔

”تمہاری رہائی کا حکم آئے تب تک اس پر ہاتھ بٹھاؤ! قدرت سے تم کو پیاری آواز دہنی ہے۔ آواز سارے ملک اور پوری دنیا میں پھیلے گی میری خواہش ہے۔ یہ خواہش پوری کر لی ہے یا نہیں؟ تمہارے اختیار میں ہے۔“

”جکت کے پاس اُن کی بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اُن اُس نے اپنی ذہنی سے سوال کیا۔ جس ہاتھ نے آج تک راکٹل اٹھائی ہے اس ہاتھ میں ساز اٹھا کر باہر لگاؤں تو میں کیسا دکھائی دوں۔۔۔“

○○○

”جکت آیا۔۔۔“ ”جکت آیا۔۔۔!“ ”جکت جیل کے دروازے میں داخل ہوا اور قیدوں نے شور مچا دیا۔ وہ سرت سے چلے رہے تھے۔ سلامت واپس آ گیا۔ جکت روز جیل میں حاضری دینے آتا تھا اس کے باوجود آج وہ پیر دل سے لوٹا تھا اُس کی خوشی سب سے اُن کی تھی۔ ”میں قیدیوں سے سوچا کہ بھگوان نے ان کی دعا سن لی ہے۔ جکت کے کھنکھارے پھیل کر کئی ہاتھ سے قدم بھی جیل سے باہر جائیں گے۔

ہے۔ تم پرانے کو پناہ کر لیتے ہو، اپنیوں کو کیوں پرانے کہتے ہو؟

”یہ ضرور نہیں، ان کی بات ہے۔ دیر کی بات پر میں نے مگر چھوڑ دیا تھا۔ اب دیر کو لئے بغیر گھر نہیں جاؤں گا۔ اگر جاؤں گا پھر بھی گھر کے فرد کی طرح نہیں، مہمان کی طرح رہوں گا۔“

مہتا خنڈی سانس بھرتے۔ جب بھی وہ رو کی بات چیت کر دے وہ پراسرار طور پر خاموش ہو جاتے۔ مگر ان کی آنکھیں جیسے کسی سوچ میں ڈوب جاتیں۔ میں سوچتا کہ وہ ضرور دیر کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔

”جدائی میں بھی ایک طاقت سے جگا“ وہ سنجیدہ ہو کر کہتے۔ ”جدا میں مایوس ہونے والا فنکار اپنے فن کے ذریعے اپنے دور کا اظہار کرتا ہے، خون خرابے سے نہیں۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ جواب دوں وہ ذرا پوچھ لیتے۔“ تم یہاں ہو، اس دوران کچھ گیت کہہ لو اظہار آواز میں تمہارے گیت میں کوئی کنسنوٹاؤں گا۔“

”گوگوں کو قید یوں کو...“ میں غلک ظاہر کرتا۔

وہ بدیقین لگے جسے جواب دیتے۔ ”پہلے قید یوں کو اور پھر گوگوں کو سناؤں گا۔ اتنا یاد رکھنا اگر بدقت ہوا منصف ہے۔“

میں ان کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ اور دیر کی یادیں میرا کہ گیت کہتے لگا۔ مینفا ہوا سزا بجا کیا کرتا وہ گانا دیتا۔ چنانچہ گیت کی صحبت میں کتاب پر چڑھتا بھی ہوتا۔ گانا گیت کی سوانح عمری ہے مجھ میں ایسا دل چاہے کیا کہ میں نے ان کی زندگی پر بھی ایک گیت کہا۔ جب قید یوں کو سناؤ تو وہ سب حیران رہ گئے۔ کسی نے تو کہا کبھی کرایہ پر جوش والا باہر گھر کے کسٹنوں سے نہیں لگے گا۔ قید واپس آئے گا۔

○

دن گزرتے رہے۔ بس! اب تھوڑے دن باقی ہیں۔ ”بار بار یہی سننے کو ملتا۔ سو پر مہتا اپنی من میں لگے ہوئے تھے۔ ان کی حالت سے چہ چہنا کہ میری رہائی کراے بغیر انھیں نہیں نہیں سنے گا۔ زندگی میں قدرت کی بڑی مہربانی رہی ہے کہ جو بھی ملا ہے میں نے مہر پر عبادت کیا نہیں لیے مہتا کو مجھ سے کہ لیا دے دیتا ہے؟ کوئی رشتہ داری نہ کوئی قربت رہی ہے۔ مگر میری میرے جیسے ام آدی کے لئے اتنی جدوجہد نہیں کر رہے ہیں؟

ایک دن گیت گا رہا تھا۔ ساز کے تار پر اٹھایاں گھر رہی تھیں۔ آواز بلند کر گیا، اسی لمحے کسی ٹھٹکی ہوئی تیری کی آواز گانے سے گرائی۔ گیت پورا ہونے تک خاموش کھڑا رہا۔ اچانک نظر اٹھی دیکھ کر...

”گوگوں۔ چننا۔ کب آتیا؟“ میں نے اُسے سینے سے لگایا۔ وہ اتنا زوریں ہو گیا کہ بہت دیر تک نہ سکا۔ اُس کے زخموں پر آنسو بہنے لگے۔

”ایلیا!“ اتنا کہہ کر وہ سسکیوں کے ساتھ گھبرونے لگا۔ میں سمجھ گیا جیل کی تنہائی نے اس کی ہائے جوش کو ختم کر دیا ہے۔

”اوجھا وادھم آگے۔“ میں ان پر مہتا جیسے منہاں لیس گئے۔

”اچھو! اس کیس دیر سے آیا۔ تم تو اب رہا ہو جاؤ گے۔“ اُس نے جلدی سے آنسو صاف کر

اب کچھ واقعات خود چمک کی زبانی سنئے!

”دیر کی عیادت پوری کر کے جیل میں آنے کے چار پانچ ماہ تک میں نے ایسی آنکھیں میں گزارے کہ آج ان کو یاد کرنا ہوں تو مجھے اپنے آپ پر ہنسی آتی ہے۔“

”کیوں لگا... کب کب کھرا جگا؟“ تقریباً وہ چار قیدی ہر روز یہ سوال کرتے۔

”یار! آنکھیں لگا کر جانے کی جلدی ہے؟“ جیسا میری آنکھ میں آتا کہہ دیتا۔ ”میں اُسے نہیں۔ تم سب کو چھوڑنے کے خیال سے دل کھیرا ہے۔“ مگر سچا لنگہ میرا دل کچھ گیا۔ بھی نہیں تنہائی میں بیٹھا خیالوں کی وادی میں گھوم رہا ہوتا تو مجھ تو ہونے لگتا۔

”جگا! کھرا اور رہا ہے؟ جگا کہنا! ابھی میرے جدا ہوتے وقت تمہیں ڈکھ ہوا تھا؟“

”گھر کے یاد نہ آئے گا؟“ میں نے لائے والا جواب دیا۔ ”جدا ہوتے وقت مجھ سے زیادہ چنن کو ڈکھ ہوا تھا۔“

جگا بات تو یہ بھی کر میں زیادہ تر دیر کے خیال میں کم رہتا تھا۔ دیر دل کے تین ماہ میں ایک بار بھی اُسے ملنے کی سوچ نہ ہو کر ثابت ہوئی اس کا بہت صدمہ تھا۔ چنن کو فیروز پور رخصت کرنے کے بعد پہلا خیال میرے ذہن میں یہی آیا تھا کہ میں چپ چاپ لے لیانہ چکر لگا آؤں۔ دیر کو جانشی کروں۔ تب یہ سوال نہیں تھا کہ دیر کا چپ پاش پتہ کس ہے۔ پورے بارہ گھنٹے ہاتھ میں تھر تھرتھانے کی خوب بھی ہے؟ محبوب سے ملاپ کے لئے دل تڑپتا تو دل میں انگارے سے بھر جاتے ہیں اور مصیبتوں سے آسان جان جانے لگتا ہے۔ مگر چنن کو نے انکسٹن سے سیدھے منہ جیل جانے کی قسم دے کر میرے گھر باغ و دے تھے۔ لے لیانہ جان کر دیر کی پائیں آٹلاپ ہوتا تو خون خرابے کے بغیر لگتا نہیں! بارے! مگر واپس میں کیوں آتا؟ کس ہے کہ چنن کو اس خطرے کو پہچان جاتی ہو۔ میرے ساتھ مگر رہنے کے باوجود دیر میری رگ رگ سے واقف تھی۔ سو پر مہتا سے ملنے جاتا مگر میری یہ معلوم نہیں کیا کہ ”میری رہائی کا کیا ہوا؟“

مگر میری وہ خود کہتے۔ ”جگا! بات آگے بڑھ رہی ہے۔ زیادہ دیر نہیں لگے گی۔“

”صاحب! آپ دل پر زیادہ بوجھ نہ رکھیں۔“ میں ان کا اور اڑنا دل سمجھانے کے لئے کہتا۔

”آپ کی بھر پائی ہے مجھ کوئی ڈکھ نہیں ہے۔“ بارہتیں میں پریشان ہو گیا تھا۔

”کہہ ڈکھ کی بات نہیں ہے جگا۔“ وہ جوش میں کہتے۔ ”میں نہیں آخر جیل سے؟ ذمہ داروں نے آدی بے گھر ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں کیا چکے نہیں ہے اس لئے کہا ہوں کہ میں تم کو گھر رخصت کرنا چاہتا ہوں۔“

”گھر... صاحب میرا کوئی گھر نہیں ہے۔“ میری اس بات پر وہ ناراض ہو جاتے۔

”جگا! ابھی تمہارے دل میں ماں باپ کی طرف سے ناراضگی کم نہیں ہوئی ہے؟ کیوں جھوٹی

صند پر اڑتے ہوئے ہو کر تمہارا گھر ہے، ماں باپ ہیں، کھیتی باڑی ہے، یہی کچ ہے۔ سیدہ



سے بورہا تھا۔

”آیا میرا بیٹا؟“ ماں پاگل کی طرح لپٹ مچتی۔ بہت دیر تک روٹی رہی۔ بیٹے اور پشت پر ہاتھ پھیرتی رہی۔ ”بھگوان نے آخر ہماری جانب دیکھ لیا۔“ پھر آنسو خشک کرتے ہوئے چندن کو کہنے لگی۔ ”کوئی کیا ہو رہا؟ میرے بیٹے کے سر پر سے لمبواتار۔ اب کسی کی نظر نہ لگے۔“

میں اپنے باپ کے قدموں میں گر گیا۔ اُنہوں نے پیار سے مجھے سینے سے لگا لیا۔ پھر چندن کی طرف دیکھا۔ شرابگر اُس نے سر جھکا لیا۔ اُس کے زخموں پر ہتھوڑے اُنسو اُس کی مسرت کا اعلان کر رہے تھے۔

”ماں۔۔۔ اب کیوں رو رہی ہو؟ باپ تو آ گئے۔ اب ہمیں چوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔“ میری بجائے ست پائل نے چندن کو کمرے زخماں پر ہاتھ پھیر کر لڑاؤ سے کہا۔ اُس کی پٹلی آنکھوں پر گئے ہوئے چندن کے آنسو چھونے کے لئے میں نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

○○○

”میں گل شام کی گاڑی سے چلا جاؤں گا۔“ رات کو سونے سے پہلے میں نے دھما کر کیا۔ ماں دباؤ پٹانے میں آ گئی۔ ”چندن اور ست پال کو بھی ساتھ لے جا رہا ہوں۔“

”کہاں لے جاؤ گے؟“ باپ نے پچھتائے ہوئے پوچھا۔ ماں کی آنکھوں سے روشنی اُڑ مچتی۔

”میں تم سب سے ملے آیا ہوں۔“ میں کسی جانب دیکھے بغیر بولا۔ ”اب کام دھندے سے نکل جائے گا۔“

”کام دھندے؟“ باپ نے ہماری لہجے میں پوچھا۔ ”یہ کتنی باڈی تمہاری ہے۔ کہاں تک پاؤں سے محنت کرواؤ گے؟“

”میرا کچھ نہیں ہے باپو!۔“ میں نے اُسے اور چاہت سے بولا۔ ”میں اس گھر کا ایک مہمان ہوں۔“

”پھر زمین جائیداد کو میں تجھے سے لگا کر بھروں گا؟“ باپو کچھ سخت ہوئے۔ ”جائے سے پہلے بچاؤ تھوڑی فروخت کر دو! آج میں وہ لے کر تم سب ساتھ چل دیتے ہیں۔“

”یہ بھی نہ ہو سکے گا باپو!۔“ ماں کی آنکھوں میں آنسو کچھ گہر میں ڈک گیا۔ ”میرا کوئی بھروسہ نا۔ ملازمت صرف نام کی ملی ہے۔ ورنہ مجھے باہر زیادہ بھگتنا پڑے گا۔“

”ملازمت۔۔۔۔۔۔“ ماں اب چیخ پڑی۔ ”تمہیں ملازمت کرنی ہے؟ ہمارا بڑا بھائی شرمنا ہے۔ نا۔ تم کسی جرم کی مبینہ سزا دے رہے ہو؟“ پھر وہ یوں نہیں دیکھیں۔ رونے سے اُن کا گلہ دھندھ

”مجھے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے دوا۔“ میں نے فیصلہ ظاہر کر دیا۔ ”تمہارا مجھے کچھ نہیں چاہئے۔“

”نہی نہیں ہے۔“ دیکھے تمہارا بیٹا ہوں یہ بھولا نہیں جاسکتا۔ اب میں اپنا گھر بساؤں گا۔ زمین اداؤں کا جب تم کوگوں کو ساتھ ملاؤں گا۔“

کوئی کچھ نہیں بولا۔ رات کو کوئی سو نہیں سکا۔ دوسرا سارا دن بھی سب نے اُوٹھے دل سے ادا شام ہوتے وقت میں نے صرف اتنا کہا۔ ”میں اُن سے لڑھکیا نہ جا رہا ہوں۔ وہاں سے غلط لگا۔“ ماں اور باپ نے چپ چاپ سن لیا۔ تب کہاں جرح کی کہ ان کی آہوں سے بدلتی ہوئی میں کیسے سخت موزا نہیں گئے۔!

○

مگر جو وہاں میں گھر سے تو نکل گئے۔ مگر جگت اور چندن نے یہ نہیں سوچا تھا کہ لڑھکیا نہ ہاں دین گئے؟ چندن کو کہ یہ خواہش تھی کہ کجبت تین چار ماہ باپ کے ساتھ رہے تو بہتر ل وقت تک وہ زنجی سے قارغ ہو جائے گی۔

چاہئے آئے تھے اس وقت بھی تمہارا ایسا زعب نہیں تھا۔" سادنت کو نے آخری الفاظ چکا کی طرف دیکھ کر کہے۔

"جب تو ذرا کتنا۔ خاموشی سے چاہئے آیا تھا۔" محبت نے لاشی کو نے میں رکھ کر کہا۔ "ملکھان بچہ کمر میں نہیں ہیں؟"

"نہیں۔ گاڑی لے کر چاندھر گئے ہیں۔" سادنت کو کا شوہر راجن کا قاتل میں تھا۔ چھوٹی لاش پر کام کر رہا تھا۔ سچا قاتل دوسرے دن واپس ہوتا تھا۔ سادنت کو کہہ نہیں تھا کہ یہ لوگ اس کے گھر مسمان میں کراتے ہیں۔ "آپ سے خاص کام تھا؟" سادنت کو نے پوچھا۔

محبت نے اس دوران دو چھوٹی کوٹھڑیوں والے مکان میں نظر رکھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ یہاں ان کا کزادہ ہو گا یا نہیں؟

"ہیں! ہم تمہارے گھر مسمان میں ہو کر آئے ہیں۔ جب تک لحدانہ میں کوئی مکان کرایے پر ملے اس وقت تک کے ہم تمہارے مسمان میں ہیں۔" چندن نے سادنت سے کہا۔

"ایسا؟" سادنت کو کی آواز میں حیرت کی۔ "لحدانہ میں رہو گے۔ میں بھی چھپا جی ہم سے لپٹے آئے ہیں۔ اچھا ہوا تم لوگ آگے۔ ہماری چھوٹی چھوٹی زمینیں موائی نہیں آئے گی۔ ملازمت پیشہ آدمی کے گھر آدمی ہیں؟"

"ہم بھی ملازم پیشہ ہیں۔" چندن نفرت سے بولی۔ "ہماری ملازمت دو ایک دن میں کی جی ہو اسے گی۔ اس وقت تک اردو مکان مل جائے گا۔" سادنت کو کو یقین نہیں آ رہا تھا پیش و آرام کے سہ کرنے والے زمین جائیداد والے لوگ ملازمت کی بات کر رہے ہیں۔ مگر محبت کی موجودگی ان دو بچوں کو نہیں سمجھتی تھی۔

جگا دوپہر حکومت کے پابلی ڈیپارٹمنٹ کے دفتر پہنچا۔ وہ پبلک ورٹیشن آفیسر کے کہیں کے بیٹ۔ سادنت کو نے سادنت کو سے ملنا ہے۔ "یہ کہہ کر وہ دروازہ کھولنے جا رہا تھا، اسی لمحے آفس ہوائے نے اسے روک دیا۔

"اے غمخوار! تمہیں کس سے ملنا ہے؟ کیا نام ہے؟" محبت نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔ اس بات نے اسے فصد دلایا۔ دوسرے سوالوں کا جواب دینے کی بجائے اس نے صرف نام بتانے لگا۔

"محبت سچہ جگا۔" مگر بھی اس پر اثر نہیں ہوا تو بلکہ آواز میں بولا۔ "جگا ڈاکو۔" آفس ہوائے ہوئے انداز میں فور سے کہنے لگا۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ وہی جگا ہے جس کی تصویر اس نے اور میں دیکھی تھی۔ اسی لئے وہ تم پر گیا تھا۔ اب وہ سب نظر آنے لگا تھا۔

"دراخبر! اچھا صاحب کو بتاتا ہوں۔" مگر اس نے ایک کانڈ چکا کی طرف بڑھا کر کہا۔ "اپنا صاحب کا نام کس کا ہے؟" محبت نے کانڈ لینے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا تو وہ بولا۔ "میلان بی اصول ہے گا۔"

محبت ہنس دیا۔ اس نے سوچا بیٹا سیرج کتنے کتے کہ باہر بھی بیڑیاں بٹھتی پرتی ہیں۔ اصول انہی محبت کو بیڑیوں کی ڈیجیٹر نظر آئی۔ مگر وہ ملازمت کرنے آیا تھا اس لئے زعب سے کام نہیں

"تم ہمیں رو جاؤ! مجھے تو جلدی ملازمت پر پہنچنا ہے۔" جگا بولا۔

"ملازمت کی یا دیر کو تلاش کرنے کی جلدی ہے؟" چندن نے اس کے ڈھماہ پر ہنسی کر کہا۔ محبت اس کا کان پکڑ کر کہنے لگا۔

"دونوں کی۔" جگا نے جواب دیا۔ چندن کو روکنے کی حرکت کو اس طرح تھا جس جھوٹا چاہئے۔ اگر وہ پھر بیڑی سے اتر گیا تو چندن کے ہاتھ سے چلا جائے گا۔ اس نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر لیا، پھر جگا سے مخاطب ہوئی۔

"میرے بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ لحدانہ میں میری خالہ کی لڑکی رہتی ہے۔ ابے زنگی کے وقت چلاؤں گی۔ مگر تم نے کوٹھڑی لے لی ہے یا اس طرح چل پڑے ہو؟"

"نہیں چندن! میں بے منزل مسافر ہوں۔ جہاں راست لے جائے گا۔ چلا جاؤں گا۔ جہاں مگر مل جائے گا۔ راولوں کا۔" مگر اس نے جیب سے پیسے نکال کر دکھائے۔ "دیکھو! یہ ساتھ روپے، نیل کی کاپی پر گزرا کرتا ہے۔"

چندن نے روپے کھن کر دیکھے۔ "انفہ ہیں۔" کہہ کر بھی ہوئی آنکھوں سے پوچھا۔ "سچ کہتا کتنے خرچ کرو گے؟" محبت سگرایا۔ اس نے سوچا چندن گھر بھانے سے پہلے ہی حساب کتاب پوچھنے کی۔

"سنو! جب نیل سے رہا ہوا تھا کا وٹسٹ نے پہلی روپے اور دو کھلے پیسے دیئے تھے۔ پندرہ روپے کی بی، پانچ روپے کا کھانا کھایا۔ دو دن لیٹ آتا تو سب خرچ ہو جاتے۔" چندن نے دوپے کے آچل میں روپے باندھ لئے۔

"اب تمہیں کتنا اور مجھے خرچ کرنا ہے۔ بتاؤ! انک نے ملازمت پر لگ رہے ہوں؟"

"پہلے لحدانہ پہنچنے دو مگر تلاش کر کے یقین سے تو پھر ملازمت کے لئے سوچا جائے گا۔" چندن حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ ساتھ روپے کی رقم میں انھیں آرام سے رہنے کی بات کر رہا ہے؟ مگر کس طرح چلتا ہے ابے کا خیر؟

"مگر چلائے گی کچھ پھر پر چھوڑ دو!" چندن نے کہا۔ کچھ دن بہن کے ہاں وہیں گے۔ اس وقت تک ملازمت کی کڑو لوٹھو آگئی ہے؟" چندن نے اداسے پوچھا۔

"یہ تو پتہ چلتا ہو گیا۔" محبت اسی کی طرح سر ہلکا کر بولا۔ "ہم ڈھائی آدمیوں کا کزادہ رہا ہے اتنی فواد تو ہے گا۔"

"جتنی بھی خواہ لے، اسی کے مطابق خرچ کریں گے۔" چندن کو نے اطمینان دلایا۔ وہ جاؤ تھی کہ اس کا شوہر دنیا دار بنی بالکل نہیں جانتا۔ زیادہ خواہ اس بات کرنے کی تو ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھتا گا۔ مجھے کم یقین سے گھر چلا آتا ہے۔" چندن نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی۔

"ارے۔۔۔ سب لوگ؟" محبت اوردت پالی کو دیکھ کر خالہ کی لڑکی ستائے میں آگئی۔ "جنگالوں میں سے رہا ہو گئے یہ خبر تو اخبارات میں پڑھی تھی لہذا مارا کر دیا ہے تمہارے گھر آنے والا ہے۔" بچے کو گورے آتار کر سادنت کو چندن سے ملنے کی، مگر بیڑی کے لئے خرچ کا اعتبار کیا۔

"اخبار میں تمہاری تصویر دیکھ کر تمہارے بھائی کی مسرت کا شکناہ نہیں تھا۔ جب میری بہن چندن کا

چل سکتا تھا۔ اُس نے نام، پڑے اور کام کاغذ پر لکھ دیا۔ اُس پرانے اندر چلا گیا۔ جگت سمجھا تھا کہ اسے بھی اندر جا لیا جائے گا مگر اُس پرانے نے اُکڑ کیا۔

"میں تو تھوڑی دیر کے بعد صاحب بلائیں گے۔" جگت نے اُس پاس دیکھا مگر جھپٹنے کے لئے جوتھ نہ دیا، وہ خالی نہیں کی۔ اُسے کھڑا رہنا پڑا۔ اپون گھنٹہ بیت گیا مگر کسی باری نہ آئی۔ میرے سمجھنے لگے۔ ایک دو بار خیال کر دیا میں چلا جائے۔ منہم میں جا نے ملازمت مگر چند دن کر گیا جب دیا؟ بڑے زعب سے باپ کا گھر چھوڑ کر چل پڑا تھا۔ ملازمت ملنے کا زعب بھی بنایا تھا۔ اب اس کے بغیر چارہ کی نہیں تھا۔

نظر سواسا لکھنے بعد اُس پرانے نے کہا۔ "اب تمہاری باری ہے۔"

چکا کو کچھوں کو بل دیتا ہوا اندر گیا۔ اُس نے جیب سے سٹارڈی خط نکال کر صاحب کی میز پر رکھا۔ پرکاش دبو نے اُس کی جانب دیکھا، پھر خط پر اڑتی ہوئی نظر ڈالی۔ جگت کو اس وقت تک کھڑا رہنا پڑا۔ جھپٹنے کو کہنے کے لئے صاحب نے سات منٹ مشاق کہے۔

"نوامی میرے پاس آجیشن لیز نہیں آیا۔" صاحب نے کسی قسم کے تاڑ کا اظہار کئے بغیر کہا۔ "وہ دن کے بعد آتا۔" جگت کچھ تھکا پھٹا تھا کہ کوئی ٹھک فائل پر صاحب کے دستخط لیا۔

صاحب صرف ہو گیا اور دیکھا کہ باہر آ جاتا ہوا۔

چکا بمشکل دو دن گزار کر پھر بھرتی ہو گیا۔ اس بار ملاقات کے لئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

صاحب نے فوراً جھپٹنے کو کہا مگر جواب انداز سے سے مختلف تھا۔

"ابھی آ کر کام نہیں آیا۔ آجے گا میں دیکھتی ہے۔" جگت ڈھیلے پر گیا۔ صاحب ابھر اصرار کی باتیں کرنے لگے۔ ڈاکوؤں اور جیل کی زندگی کے لئے جو کچھ گھر بار کے متعلق معلوم کیا، پھر آہستہ سے بولنے۔ "تمہارے پیسے خاندانی شخص کے لئے گائے جانے کی ملازمت ابھی نہیں۔ یہ تو چھوٹے لوگوں کا کام ہے۔" جگت نے جواب نہیں دیا تو صاحب نے دوسرا اندر دھکیں کیا۔ "تو کھو معمولی ہوتی ہے۔ براہ راست رو ہے میں گھر کا پورا بھی نہیں ہوتا۔"

ساندھ کا ہندسہ جگت کو لکھ گیا۔ پھر سوچنے کا صاحب اس کی اپنی گھر کیوں کر رہا ہے؟ وزیر اعلیٰ جیسے بڑے آدمی نے اُس سے ملازمت کی درخواست کی تھی اور وہ اُس پرانے کی اُٹلی بات سمجھا رہا ہے۔ اس نے سنا تھا کہ رشوت دینے بغیر سرکاری محکموں میں کوئی کام نہیں ہوتا۔ اُسے یہ صاحب اپنا دکھائی نہ دیا مگر پھر بھی اُسے اُس کی بات میں ایسی جھلک محسوس ہوئی۔

"میں سمجھتا ہوں مجھے اندازے لینے کے لئے چند روزہ جانا پڑے گا۔" جگت نے کھڑے ہو کر کہا۔ "افسر چکا نے زعب میں لینا چاہتا ہے اس کے ساتھ الفاظ میں بولا۔

"چند روزہ کیوں؟ وہی جاؤ اور تو عجم کے پھر ذرا نرم آؤ اور میں بولا۔ "دوبہ صاحبان بڑے آدمی ہوتے ہیں۔ بات کر کے بھول جاتے ہیں۔ لیکن نہ جھپٹیں اپنی بچکانہ کمرانی چڑے جب آئیں یاد آئے کہ تم کون ہو۔"

"آجیہا....." جگت نے ہونٹ چپائے۔ "میں چند روزہ ہوا آؤں پھر پھر ملے گا میںیں آؤر دلا کر دی دکھاؤں گا۔" یہ کہہ کر وہ جوش میں باہر نکل گیا۔ چکا کو اپنے پیچھے صاحب کی غسی سنائی دی۔

جگت کو کھسوں ہوا جیسے یہی اُس سے کہہ رہی ہو کہ یہ ڈاکو ڈالنے سے آسان کام نہیں ہے۔

چندی گڑھ جا کر خطاب کے روز پر اعلیٰ جیمینٹن کچر سے ملازمت کا آرڈر ملے کر جگت لوٹ رہا تو بہت خوش تھا جیسے کوئی بہت بڑا ڈاکو ڈال کر آ رہا ہو۔ دنیا داری میں پڑنے کے بعد انسان حاضر بنی ہندیاں بہر حال قبول کر لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو چکا سانہ روئے کھوے کسی طرح قبول کر تا؟ جگت کو اپنی کمالات ثابت کرنے کا پروا نہ تھی کیا تھا۔ جگت کو صرف آدمی کا خیال نہیں تھا بلکہ یہ کہ خیال بھی اسے پریشان کرنے لگا۔ کہے سے کہہ کر اب تک وہ دیولیانہ میں ہی ہوئی یا کسی رو کاؤں میں رہنے کی ہوئی؟ وہ چچا کچھ کرنے سے رو کر کا پتہ لٹا مشکل تھا۔ وہ سرکاری پمپنی کے لئے گاؤں گاؤں گیت کا سامرے کا تو کبھی نہ دیکھی وہی سے بھی کھڑا ہو جائے گا۔ وہ جیل سے باہر نکلے پر پھر ہوا تھا اس کا پتہ وہ دیکھ لیا ہو گا۔ وہ سوچتا کہ اگر ایک بار وہ دیکھ لے گا تو پھر اسے بھی افسر سے ڈور نہیں ہونے لڑوں گا۔ اس کے لئے جھپٹے چاہے کچھ بھی قربانی دینی پڑے۔ یہی خواب دیکھتا ہوا ملازمت کی ذخیرہ بن کر جگت اٹھ سکتا ہے۔

ملازمت ملتی ہوئی یہ جان کر چند دن کو کتنی خوش ہوئی؟ مگر گھر میں قدم رکھتے ہی اسے اہلین برائے نامے میں چند دن کا اواس چر نظر آ گیا تو جگت کی مسرت غائب ہوئی۔ سامان کو روتہ ہٹانے کی تھی۔ اُس کی آنکھوں میں ناراضگی تھی۔ چند دن کے ذخیرہ سوکھے ہوئے آنسوؤں کی ٹیکریں لی کھاری تھیں کہ دونوں ہمیشہ جھڑا کر رہتی ہیں۔ اچھی طرح جھٹکا ہوا تھا۔ مٹ پال بچے زمین پر لیا تھا۔ نیند میں بھی اُس کی سسکیاں بندھتی ہوئی تھیں۔ سامان کو کرکڑی ہو کر اندر پھینکی گئی۔ تہ چند دن کی جانب دیکھا جیسے چند ملحق میں جھنسی ہوئی کسی چیز کو اندر اتارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جگت نے محسوس کیا کہ "جگت نے تھوڑے پچھیر رہی گئی۔"

"ملازمت مل گئی ہے۔" جگت نے ماحول کی آوازیں کرنے کے لئے پہلی کی۔ "وہ دن بعد م سے لگ جانا پڑے گا۔" پہلے مکان کھانے کے پڑاں گئے۔ "چند دن کے پیر سے سے خوشی کا اظہار نے لگا۔ مگر آج نہیں ہوئی ہوئی کہہ کر کے سامان کے قہقروں پر جا کر ڈک گئیں۔ جگت کی سمجھ میں کچھ آیا۔

"میں اس وقت یہاں سے چلتا ہے۔" دم مگر مضبوط آواز میں چند دن بولی۔ "تم آ جاؤ میں کا انتظار کر رہی تھی۔" جگت سے سخت باتیں براہ راست کرنے والی چند دن کو یہ کہہ رہی تھی۔ اس جگت سمجھ گیا کہ بات حد سے بڑھ گئی ہے۔

"تم لوگوں نے کچھ کیا باتیں؟" جگت نے پوچھا۔

"کھانے سے کچھ کہ گئی۔" چند بمشکل آنسوؤں پر قابو پا کر بولی۔ "یہ دان بچہ دو نہ دوہہ زیادہ نہیں کیا اس کی حالہ وہاں تک کہہ کر جو کہنے کی نہیں ہوتیں۔" وہ کچھ کی۔ جگت کے پیر پر جوش جھٹکے لگا۔ "نہ بارود کہہ چکی کہ کہان ہو کر پڑے ہیں تو کیا نازت ہو گئے؟"

جگت کا صبر چڑھ گیا۔ ملکہانہ کچھ گھر نہیں تھا۔ صورت سے لڑا اچھی بات نہیں تھی۔ چند دن کو بانی سے اٹھ گئی۔ اُس نے سوئے ہوئے مٹ پال کو کور میں اٹھالیا۔ "تم سامان کا قہقرو اٹھاؤ!"

”اے..... جلت سگھ جگا“ جلت کو یہ آواز جانی پہچانی لگی۔ وہ قریب گیا۔

”کون..... تاکہ منگے؟“ جگت بھی بدمسرت انداز میں چیخا۔ مصیبت کے وقت اگر کوئی جائے والال جائے تو خوشی ہوتی ہے۔

”اے یاد افیقین کس ڈرا۔ جیل کو لودا دینے والا کس طرح مزدور بن کر تھکایا اٹھائے نظر آئے تھوئے دن پہلے ہی تو تہاری تصویر اخبار میں شائع ہوئی کس کس میں تم حاضر باہم سے بار بار دیکھتے نظر آ رہے تھے۔“ نکلت چھینپ گیا۔ ٹانگ نکلتے شائے پر سے بوجھ اٹھالیا۔ ”جو بھائی! تمہیں شے بیچہ جاؤ۔ بندو تمہیں جنت تک پہنچا دے گا۔“ ٹانگ گری رہے بچہ بولا۔

یاد توجہ تک نہیں، اسی سرائے تک جانا ہے۔" جنت خالق کے رنگ میں بولا۔ "تمہاری آنکھوں کے ایک رشتے دار کے مہمان بنے تھے مگر تمہیں نہیں اس لئے کھڑے کھڑے چل دیئے۔" رنگ نکوسرچ میں ڈوب گیا۔ جنت کو رکشہ میں بٹھا کر اس نے پیدل مرزہ روانہ کیا۔

”اے یار! ہم بہت دُری آدی ہو۔“ ناک سنگھ کی بات سن کر جُلت اور چندن ہلکلا کر ہنس بیٹھے۔ فدا کی غائب ہو گئی۔ جُلت کو اچانک خیال آیا کہ کدو کشا مشین سے الٹی سمت جارہا ہے۔

”اگر سہ ناک اکر لے جا رہا ہے اس کے تو اسٹیشن کے قریب ہے۔“ جنت اور چیتن بچے  
 کر آس پاس دیکھنے لگے۔ انیس سرائے کی عمارت کہیں نظر نہ آئی۔ وہاں اور دو کوئی ایسی بڑی  
 رست بھی تھی جس پر سرائے ہونے کا قیاس کیا جاسکتا۔ اتنی دیر میں ناک بھی اٹھا کر چلنے لگا۔

”میرے پیچھے چلے آؤ“۔ اُن نے ایک کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر قبیلہ اندر دھکوا دیا جہاں  
 پھر چرچت کی جانب مڑ کر بولا۔ ”ہے بندے کی سرانے“۔ نکت سمجھا تو ناک نے انھیں اپنا  
 اُٹا بنا لیا۔ وہ نبیل کی دوستی بھولا نہیں تھا۔ چندن کو نہ مت پال کو چاہا یا پھر مٹا یا۔ اُٹا  
 کوٹھڑی کے دروازے پر آ کر کھڑا ہوا۔

رہنمائی میں کہ اس میں دو آدمی بہ مشکل سو بیٹھے تھے۔ جگت نے سوچا کہ وہاں اب کس طرح سما جائے؟

”کمرے کیا ہو؟ چلو! ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھالیں۔“ نامک سنگھ نے کھانے کا ڈبہ کھولا۔ چار فٹے، چار اور آدھا گلاس دودھ تھا۔

یہاں اتم کہا تو: "میں جھوٹ نہیں ہے۔" حجت نے تکلف کیا: "مگر تم پال آئیں مگر بدایا۔"

یار! دوست سے محمود کا کلف نہیں کرنا چاہئے۔ پیسے سے غریب ہوں مگر دل بڑا ہے۔ جاکچو

ایک ایک برائیاں تین تین پیالے پانی سے سب نے پینے کی آگ

میں نے کہا کہ اگر وہاں ایک کوٹھڑی ملے گی تو گھر چلانے کا بوجھ چند دن پر ڈال کر جلت

تم باہر جاتے ہوئے ویرد کی تلاش نہ مجھو!۔ گردوارے بھی جانی رہتا۔ زبانِ ملام ہونے کی

تھے گی تو اس کو فخری میں بند کر دوں گی۔ تم لوگوں سمجھو، یہ سب کچھ انہیں ہوا۔

آج کی رات کسی دھرم شالا میں گزار دیں گے۔“

جگت انھن میں پڑ گیا۔ اس طرح رات کے وقت گھر سے باہر نکلنے کا چلن کو فیصلہ کرنا۔ اس کی وجہ سے اسے سادقت کو روکنا پڑا۔ اور اندر دیکھ کر سب کچھ سننے کے باوجود وہی صرف دروازے پر کھڑی رہی۔ اس نے اپنے لیے غرضی جگت سے ہوا دشت نہیں ہوئی۔ اس نے اپنے جگت سے تھیلے اٹھائے اور دروازے کی جانب بڑھ کر چلنے سے بولا۔

”چلو! چلو! کوئے نے نکلے میں دوستوں کو بل کر دی۔ دوپہے کے آجھل میں بڑی دھم دھم سے پانچ کا کھانا نکال کر بالے میں سہی ہوئی ساونٹ کو کھائی لڑکی کی کھجی میں رکھوایا۔ ایک بھٹکل بھی ہوئی دس روپے کی رقم کے بدل پر پودھائی انفرادی کرکٹ سے بچت سے نکل کھڑے ہوئے انکا جوتہ بھی دس روپے کا تھا۔ ان کے ساتھ ایک بڑا سا ساڑھ تھا۔ ان کے ساتھ ایک بڑا سا ساڑھ تھا۔

اسی چند روز پر پڑے ہوں گے کہ کراٹھ کوڑنے کی پوری کوشش سے دروازے بند کر گئے۔ اس وقت گجٹ کا بھی چاکا جا کر بند دروازے پر در دروازات مار کر اُسے اکھاڑے۔ مگر چنر جان ساجھ م جو بے عزت ہو کر بھی جاتے ہوئے یہاں کے پیچے کے ہاتھ میں پانچ روپے دے دیا تو نہیں بھی۔ اچنر کے علاوہ دل کو صدمہ پہنچانے والا کام وہیں کر سکتا تھا۔ شہید سروس میں اکیلا رہا تھا چھ

اندھ میرا جم گیا ہو۔ لوگ سو رہے تھے۔ گلیاں سنسان تھیں۔ جگت اور چنوں مکھلے سے باہر آئے۔ بڑے راستے پر آ کر وہ لوگ ٹوک گئے۔ کہاں جانا ہے؟ اس سے وہ عالم تھے۔ سرائے کا یہ منیجر

معلوم نہیں تھا۔ دونوں لاچار نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ اب چنوں کو محسوس کرو؟

کسی بات سادہ انت لور کے ہر میں لڑاوتے کو بہتر تھا۔ راستے سے لڑاوتے ہوئے ایک جس نے جگت نے پوچھا۔

"نزدیک ہی انزو ایک میں کوئی سرائے ہے؟" وہ مکہ انجائے مسافروں کو دیکھنے لگا۔  
 "نزدیک تو محض البتہ اشٹین برطانی کی جانب دو میل کے فاصلے پر....."

دلوں نے قدم پڑھائے۔ "ہاں! مجھے سروی لگ رہی ہے۔ بھوک بھی لگی ہے۔" بھوکا سویا ہوا

مت پال ٹینڈیس جو بڑا آیا۔ چندن اسے پھلیاں دینے لگی۔

ہو تو لڑکے کو کھانا کھلا دیا جائے۔ دو فرلانگ مزید چل کر چندن ہاؤس کی۔ پیٹ میں بھی بچہ تھا اور گو  
میں بھی۔ اس طرح دو بچوں کا بوجھ ایک ساتھ اٹھا کر چلنا بہت مشکل تھا۔ جگت کے شانے پر تھیلے



نے مذاق میں جواب دیا۔ "اپنی زندگی کا کام بھی اسی کا ہاتھ ہے کہ کہیں گے۔"  
جنت آہ بھر کر چلا گیا۔ اسے اندر ہی اندر ڈرتا کہ وہ اب بھی نہیں ملے گی۔

چنگے گاؤں گاؤں بھٹکانے شروع کر دیا۔ سرکاری منصوبوں کی نظر میں کرنا، لوگوں کو قلعہ کرنا،  
قرآن کریم کے دوسرے گاؤں بھٹکانے، پہلے لوگ پہلے کی گاؤں میں زیادہ دیکھی نہیں جاتے تھے۔ مگر  
چنگے گاؤں کو جگت گانے آیا ہے یہ سن کر دوڑ کر آئے گئے۔ پہلے ترائے میں شور مچاتے، بھگتوے کرتے  
مذاق اُٹاتے مگر جگت کا ڈھب تھا اس کے ڈاکو ہونے کی دھماکے کر لوگ اب چپ چاپ بیٹھے  
تھے۔ آہستہ آہستہ جگت اپنے گیت شامل کرنے لگا۔ وہ ہر پروگرام کے آخر میں ویڈیو کے فرائی شو  
گیت گانا نہیں تھا۔ وہ دوروں کی جانب نظر کر کے ردو بھری آواز میں گاتا

میرے گیت میں تم ہو خیالوں میں تم  
میرے دل میں بھی تم ہو جواہوں میں تم  
میری سانسوں میں تم میری آہوں میں تم  
چاہے دور ہو تم ہو لگاؤں میں تم

گیت پورا ہونے کے بعد ہاتھ میں ساؤتھام کر بہت دیر تک وہ انتظار میں کھڑا ہوتا کہ عورتوں  
کی بھینر میں سے وہ دوڑی دوڑی آئے گی اور جواب دے گی۔ "میں جگت بھگتاؤں میں دوڑوں  
واقعی تمہاری لگاؤں کے سامنے کھڑی ہوں۔ میں ہی تمہاری ویر ہوں۔" مگر اس کی بجائے عیش

ایک بھاری آواز سنائی دیتی۔

"جگا! کھڑے ہوئے کیا ہو؟ لوگ ملے گئے۔ اب کس کا دھماکا کر رہے ہو؟" تب اس کے  
دل کو دھکا سا لگا۔ وہ غصہ کی سانس بھر کر بیٹھے ہوئے تھوڑے پھر پھر لیتا۔ "خدا کے سامنے  
رو ہے میں سے تمیں رو ہے جب فریخ میں خانہ ہو جائے ہائی میں وہ دھماکا جن میں سے چند  
بچیں رو ہے کمر میں فریخ کر کے پانچ روپے بھائی۔ اس طرح رو پیسے کر گئے۔ پھر چند دن  
ایک نئی کوٹنگ دیا۔ جڑوں میں رہے والی عورت کو اس کی فریج پر ہم آج لڑکی میں دن کی ہوئی  
اس نے چند دن سے کہا۔

"سین! انہیں دوڑھ نہیں کتا اور بچی کو پانے کی ہمت نہیں ہے۔ اسے مجھے دو دکھانے  
پینے سے سکھی رہے گی۔" چند دن ملے آگے۔ اسے سے فریج۔ پینٹ کا جتا دوسرے کو دن  
پر تھے۔ بھگوان نے اس دن دکھایا۔ مگر جڑوں کا دل نہ دکھانے کی خاطر نہیں گئی۔

"نہیں! اپنی اپنا لقب ساتھ لائی ہے۔ کسے یہ اس کے قسم ہے ہماری فریج زور ہو جائے۔"  
سال بیت گیا۔ مگر فریج میں چچا نہیں چھڑا۔ چند کو لیریا ہو گیا۔ کچ پانچ روپے کر کے  
بھائی ہوئی سو، پچاس کی رقم بنیادی گئی۔ جگت اوس پر تھکا ہوا تھا۔ چاروں جانب پانی اور  
آبی نظر آتی تھی۔ باقی کی بارہا سے ستانی تیر گوں میں خون کی گردش ہو جاتی۔ مریوی بارہما  
دل سے جین ہو جاتا۔ ملازمت سے نفرت ہونے لگی۔ "خدا ہواہ کر بھٹکل بھجھر تک پہنچی تھی۔  
دوسرے سال جالندھر پہنچے جانا پڑا۔ سو پر ہتار بنا ہوا کہ جالندھر میں ہی رہتے تھے۔ اُن سے ملنے

جاتے ہوئے شرم آتی تھی۔ دوسال میں اُس نے خود نام ہی کتابا ہی خوشحال ہوا۔ پھر بھی نہ  
دکھانے کے لئے ہو گیا۔

"جگا! آج ہوا تم آگئے۔ امرتسر میں کانگریس کا کنونشن ہونے والا ہے۔ بڑے بڑے لیڈر  
وہاں آئیں گے۔ میں تمہیں سفارتی خاکہ دیتا ہوں۔ کیوں کے پروگرام میں تمہیں بھی موقع ملے  
گا۔" جگت کو سرت نہیں ہوئی۔ پھر بھی پچاس روپے ملنے کا سہارا تھا۔ اُس کے پاس پینے کے لئے  
صرف ایک چوڑی لباس تھا۔ لیڈروں کے سامنے کھانے کے لئے اس نے ایک جوتا اور سلاٹھانے  
کے بارہ آگے کرنا کپڑا خریدا۔

ٹک کے مشہور لیڈروں کے سامنے ایک کے بعد ایک آئٹم پیش ہونے لگا۔ جگت کا نمبر بار ہوا  
تھا۔ ٹکراؤ جوش میں اور بڑے کے پیچھے ملتا رہتا تھا۔ ساتھ ہی ہاتھ میں تھامی ہوئی لٹھی سے ٹھیکر رہا  
تھا۔ گیارہواں آئٹم شروع ہوا تب جگت نے آنکھیں بند کر لیں۔ طلق میں سرسراہٹ ہونے لگی۔ وہ  
کھونٹ پانی پلا۔ اب اس کا نام لپا جانے لگا۔ اُس کے کھڑے ہوئے دوسرے کا نام لپکا  
گیا۔ اُس کا دل گرم ہو گیا۔ اُس کے پروگرام کے اختتام کے بعد ہاتھ میں لپکا جانے لگا۔ اُس نے جواب  
آرٹھوں کو پہلا پانچ روپے دیا پھر دو چار روپے کے بعد ہاتھ میں لپکا جانے لگا۔ اُس نے جواب  
دیا۔ جگت نے ہونٹ چپائے۔ اس کی چادری کے لئے وہ کیوں یہاں آیا؟ اُسے اپنی ذات پر فخر  
آیا۔ سب جگہ سفارش چلتی ہے۔ خوشامد سے کام ہوتا ہے۔ یہاں کچھ نہیں ہوگا۔ آخر وہ لوہوں کی آئٹم  
میں اُس کا نام لپکا گیا۔ حاشے کے سرے کو بلند کرنا ہوا جگت سب کے سامنے پیش ہوا۔ اُس  
کے ایک ہاتھ میں لٹھی تھی۔ اُس نے دوسرا ہاتھ بلنڈر کے اوپری آواز میں کسی بچوں کا فراق گیت  
بھیڑا۔ اُس کی آواز میں دیر کا درد شامل تھا اور ساتھ ہی سے درد دینا کے خلاف قسم بھی۔

"کیوں ہے؟" ایک آواز سنائی دی۔ گیت پورا ہونے کے بعد خاموشی میں ہی بھاری آواز تھی۔  
بہانہ۔ کمر میں سے صندوق پر پانچ گتہ کیوں کی آواز تھی۔ "اس کا ایک اور آئٹم ہونا چاہئے۔"  
جگت جگت ختم کر کے ڈانر کے پیچھے چلا گیا۔ ختم کرنے آکر اس کی بیٹھ فریج۔ "پانی پیو! تم بھیا  
لے۔" پھر آہستہ سے بولا۔ "کیوں نہ صاحب نے تمہارے دوسرے آئٹم کا مطالبہ کیا ہے۔" جگت  
لن آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اپنی بیٹی کا موقع تھا۔

"مجھے کچھ اور آرام کرنا پڑے گا۔ پندرہ میں منٹ جانے دو!"  
"اگلے... کام کرلو۔" وہ اب ادب سے پیش آ رہا تھا۔ "تمہارے لئے کچھ منگواؤں؟"  
"منگوانا ہے تو قرب منگواؤ اور آواز اور کل اٹنے کی۔" جگت کو میدان ملا۔ اس لئے دوسرے  
بت میں اُس نے نیس کے لیڈروں کو جھجکا۔ اُس کا رچا ہوا گیت "جائے رہنا" سن کر کانگریس  
لیڈر بے سوچ کر خوش ہوئے کہ گیت میں اکیلی لیڈروں پر چوٹ ہے۔ جگت کا یہ گیت فائدہ مند  
ہو سورا۔ لیڈروں نے پانچ سو روپے انعام دیے۔ دوسرے لوگوں نے دس دس پندرہ پندرہ کر  
دوسروں پر دیئے اور فنکار کی قدر کی۔ ہر زبان پر چنگا کا نام چڑھ گیا۔ وقت پلٹ گیا۔ ملازمت  
بھڑیاں ٹوٹ گئیں اور گاؤں گاؤں کا شور مچا کر پروگرام کرنے لگے۔

تین سال بیت گئے..... چاندھری کی ماڈل ہاؤس کالونی میں چھوٹا سا ایک مکان بنا جس کے دروازے پر تختی لگ گئی "جگت سنگھ چکارے پور آرٹسٹ اور منگر۔" چندن کے چہرے پر جب کسی چمک آئی۔ ایک وقت کے ڈاکو شوہر نے ساری دنیا کے منکھ اس کے قدموں میں رکھ دیے۔ وہ فخر کے ساتھ جگت کو دیکھتی۔

"چندن! اب ماں اور باپ کو بلا لیں۔ لانے کے لئے کوئی اچھا دن منتخب کر لیں۔ کیوں؟" دونوں ظریف عرصے سے ماں جی اور باپو سے نہیں ملے تھے۔ صرف خط سے خبریت معلوم کر لیتے تھے۔ انہیں بلانے کو جگانے کے لئے خط لکھا کہ وہ انہیں لینے والا ہے تو اس کے جواب میں تار آیا۔ بار بار کہہ رہی تھیں کہ دل ٹوٹ گئے۔

"تمہارے باپو باٹھل سے ملے گئے۔"

جگت نے ماں کے پاس پہنچنے تک آنسو روکے رکھے مگر ماں نے جب کہا۔

"بھلا تمہارا خط پڑھ کر مان کی خوشی دل میں نہیں ہوتی تھی۔ میرے بدنام بیٹے نے نام پیدا کیا وہ اس کو جسے تابع آئیے تھے۔ تو جگت کے آنسو بہنے لگے۔ اُس نے ماں کی گود میں سر رکھ کر دل ہلایا۔ لیکن اس سے بڑا صدمہ اسے اس وقت ہوا جب ماں کو سمجھا لے جانے کی بات کی۔

"نہیں جگت! میں یہ کچھ چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ تم جس طرح میرے کمر مہمان آتے ہو اسی طرح کبھی بھی میں بھی آتی رہوں گی۔" ماں کے چہرے کی سرخی دیکھ کر جگت کے دل میں کانا چھو گیا۔

"ماں جی! تم کبھی مجھے خدمت کرنے کا موقع دو۔" چندن گڑ گڑائی۔ "بہنے کی طرح ضد کر دی یہ کیسے ہو گا؟"

"بہو بھئی! تم عورت ہو۔ ماں کا ذکر جا چکی ہو۔ انکار کرتے وقت خود مراد ہی دکھائے مگر اس سے زیادہ اس وقت دکھا چاہیے جگت نے یہاں رہنے سے انکار کیا تھا۔ وہ دکھاؤ بھی نہیں نہیں ہوا۔" وہ بلند آواز میں بول نکلیں۔ پھر ہانپنے لگیں۔ سانس لینے کے لئے کچھ دھکے کے بعد مزید بولیں۔ "اس کی طرح میری رگوں میں بھی ایک جگت کا خون دوڑ رہا ہے۔"

ماں نے یہ کہہ دیا۔ جگت بھج گیا۔ پاپی موت اور اُن جی کی ضد کا اُسے گہرا صدمہ ہوا۔ پوچھل دل سے وہ جاندھر لوٹ گیا۔

○

"جگانجی! ایک کام کے لئے آئے ہیں۔" محلے کے دو چار بڑے آدمی جگانے کا مطالبہ ہوئے۔

"اے علاقے میں ایک وقار عامہ سکول قائم کرنا ہے۔ اس سلسلے میں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"یہ کونسا کام ہے؟" جگت نے نہیں کر سکا۔

"نہیں..... زمین دانے میں دھڑکنی ہے۔ ایک شخص نے کہا۔" راتے کی اسی جانب لالہ جی کا مات خالی پڑا ہوا ہے۔ وہاں سکول بنایا جاسکتا ہے مگر....."

"لالہ جی زمین فروخت کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔"

"میریں کیا کر سکتا ہوں؟" جگت آنکھیں میں پڑ گیا۔ وہ لوگ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر ایک نے بہت کی۔

"تھوڑا زعمہ دوادہ ڈھیلہ پڑ جائے گا۔" جگت سمجھ گیا۔ دل میں ہنسا۔ "یہ لوگ میرے زعمہ کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اچھے کام میں ساتھ دینا چاہتے ہیں۔ کسی کے بچوں کا بھلا تو وہ چاہے برا بن جائے کوئی بات نہیں۔" اُس نے کہہ دیا۔

"تم لوگ جاؤ! بات ہوئے ہی راج اور عروڑوں کو جس جگہ پر پہنچ دینا اسکول بن جائے گا۔" مگر جگہ خریدے بغیر چٹائی؟" سب کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"جگانے کا کام کرنا ہے تو اسی طرح ہو گا۔" جگت جوش میں آ گیا۔ "تم لوگ آرام سے سوتے پڑنا چکی جگاتے میں کام نہنا ڈوں گا۔"

"بھتر ہے۔" یہ کہہ کر وہ لوگ کھٹے کھٹے اور چکا سوئے لاکر داخل کس سے لی جائے؟ وہ چودہ الہ بدین کی بار داخل آئے۔ والا تھا کھانیک ایک کیک کام کے لئے۔

خیراتی سکول کا مکان بنانے کے لئے زمین دانے کا فرض جگت نے اپنے سر لیا تو چندن نے نہت کھجائے کی کوشش کی۔ یہ سب جیسے جیسے کوئی کاروبار ملتا رہا ہے۔

"چندن! تم مجھے اتنا افسوس ہی ہو؟"

"یقیناً تو تم کو تیار سے دشمنوں نے بھی نہیں سمجھا ہو گا۔" چندن ہلدی سے بولی۔ "مگر یہ سچ کہ میں تمہیں بھلا اور ضرور مافی ہوں۔ زبان چلائے چلائے نہ جانے تم کب ہاتھ اٹھا دو۔" ت بھیلیاں ملنے لگے تو چندن نے نظر کیا۔ "کیوں..... انہیں سے کچھ نہیں ہو رہی ہے؟" تنہ کے ہاتھ جگت کے گئے۔ پھر اُس نے پیر پیر سے انداز میں ہنسنے لگا۔

"چندن! کاجیرہ کھانے کے لئے تیار ہے۔"

"تمہارے زخمیاں میں دینے کے لئے کھجلی ہوتی ہے۔"

"اب سے دو اشرف کو چار چار بچوں کے آپ بونگے ہو چکی ہو۔ انہیں دل نہیں بھرا؟"

"جگت سے دو اشرف کو چار بچوں پر کھانیں نہیں ہیں۔" بچوں سے پڑ گیا کہ تم سے نہیں۔"

"چندن! زخمیاں چلانے کی۔" کھجلی ہو؟ اگر کچھ ہے دل میں پھر تو دوسری لئے ڈاکو اور ابھی انہیں ہوتی ہوگی۔" چندن کوڑے مذاق میں کہا مگر جگت کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اُسے مذمت سے ڈاڑھے لگی۔ چندن کچھ کی جگت کو چیل سے رہا ہونے سات آٹھ سال ہو گئے اور تک نہیں لی تھی۔ پھر اس کی یاد تازہ کرنے سے فائدہ کیا؟ جگت آنکھیں میں بھیجی ہوئی ٹی پر لینک آئی۔ کڑوی کی پیچیدگی اس لئے ذہن کا پہلو گئی تھی۔ وہ آسمان پر تیرتے کے گڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کے ذہن کو یوٹی وی یاد چلیاں دے رہی تھی چندن کوڑے نے پھر نا مانا سمجھ نہیں سمجھا۔ پانچ جگت آٹھ کر سناؤ بانہ سے لے کر چندن ڈوڑی۔

"کہاں جا رہے ہو؟"



"یعنی آپ پھر رائل آٹھائیس کے؟" چند نے انھیں دکھا کر پوچھا تو جگت ہنس دیا۔  
 "یارا یہ قدرت کی بھی کسی بھاری ہے۔ پولیس والے سب دوست ہیں مجھے لیکن مگر کی پیوی  
 پولیس کی طرح کو بچہ کچھ کر کے ریشان کر لی ہے۔" پھر ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "ایک جرم منافی کر دو  
 بادشاہ و پھر ظاہر بھی کتنا نہیں کرے گا۔" جب چاروں نے سرت سے تالیاں پیٹنے لگے۔  
 "شاہباش پاؤ! مگر میں ڈرامہ کرنے لگے۔" یہ سن کر چندن شرما گئی۔ جگت دونوں بچوں کو  
 ہاتھوں پر اٹھا کر کھانے لگا۔  
 "ڈرامہ پورا ہوا۔ اب تماشہ دیکھو!" مگر کی لٹھا خوشگوار ہو گئی۔

○

حکومت ملک گیر بنیاد پر جو جانوں کو فوجی تربیت دے رہی تھی اور رضا کار دستے منظم کے جا  
 رہے تھے۔ جہاں رضا کار دستوں کی ذمہ داری جگت کے سپرد کی گئی۔ جو ان لڑکوں کو رائل  
 ٹریننگ دینے میں اسے لطف آتا تھا۔  
 ایک شام کی بات ہے رضا کار دستے کی چوڑائی سے مگر جانے کے لئے وہ صاف ٹھیک کر رہا تھا  
 کر کسی نے آکر کہا۔ "جنگی ادارہ لڑکی کو بپا رہی ہے۔" اس نے ڈور کھڑکی ہوئی لڑکی کی جانب  
 اشارہ کیا۔

جگت نے اس جانب دیکھا، صاف نے پر اس کے ہاتھ جم گئے۔ انھیں پھیل گئیں۔ کچھ قاطع  
 لڑکی خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ جگت چہل قدمیاں سالے پہلے کی دیر و دکھائی دے رہی تھی۔ لڑکی  
 رائل آٹھائیس کی ٹال پر اٹھائیں پھیرتی ہوئی دوپٹے کا پلہ دانتوں سے دبائے سر جھکا کر کھڑکی کی۔ جگت کا  
 دودھ کر اس کے قریب جانے کو دل چاہتا مگر خود پر تالا پالیا۔ دوڑنے کی بجائے وہ تیز قدم اٹھاتا ہوا  
 پہلے لگا۔ ایک جذبہ، ایک افسردہ کھڑکڑاہٹ۔ پانچ قدم کا فاصلہ دو تھپاؤں سے پاؤں تک  
 طے۔ جوش میں وہ بھول گیا کہ بیس سال کے بعد وہ اس طرح جوان کیسے دکھائی دے سکتی ہے؟  
 اسی لئے لڑکی نے گردن کھائی۔ قدرت کی کارگریری نے جگت کے دل پر اثر کیا۔ چہرہ مہر وہی  
 ہونے کے باوجود وہ بیس کی بیس ہو سکتی تھی۔ پھر بھی میں ایک سال لڑکی میں اسے دیر و دھڑ  
 آئی۔ جیسے رائل کے کر کہنا جاتی ہو جگت ٹھکرا نہیں میری امدادی آس ہوئی کرنے کے لئے اس  
 ساج سے انتقام لینا ہے۔ کیا سوچ رہے ہو؟ مجھے مجھے بھولے؟ پچھان نہیں کئے؟ جگت آنکھیں میں پڑ  
 گیا۔

"تم نے مجھے بلایا ہے مگر میں تو نہیں جانتا۔" لڑکی کے نازک اوتوں پر مسکراہٹ تھی۔  
 دو رائل کے سہارے وہ قدم آکے بڑھی۔

"میں آپ کو پچاتی ہوں۔ میں رضا کار دستے کی رائل فوس میں ہوں۔ بہت دن سے آپ  
 سے ملنا چاہتی تھی۔" جگت کو اب خیال آیا کہ اس نے لڑکی کو پہلے بھی دیکھا تھا مگر نام سے واقف  
 نہیں تھا۔ یہ دیکھیں؟ پھر بھی اس کا نام یاد ہوتا ہے؟ جگت نے سوچا۔  
 "میرا نام کر دو پوکر ہے۔" لڑکی کے ہونٹوں سے پھل پھرے۔ "مجھے عیبت کا شوق ہے۔  
 کچھ گانا بھی آتا ہے۔ آپ ایک ہمارے مگر آئیں چائے وغیرہ پیئے۔"

○

"تجربہ کرے؟" جگت ابھی تک دیر کے خیال میں تھا۔ "میں نے تجارہ کر نہیں دیکھا۔"  
 "یہاں سے آپ کے گھر جاتے ہوئے راستے میں ہماری گولی پڑی ہے۔" پھر جلدی سے  
 بولی۔ "ابھی طپاں!" دیر وادی طرح بولی تھی۔ بولتے وقت وہ آنکھوں کی پٹیوں کو کسی طرح کر دھڑ  
 دھڑکی۔ انجانی ہونے کے باوجود لڑکی اسے جانی پچھانی نظر آئی۔ "پہل رہے ہیں؟ اس نے  
 شیریں لہجے میں پوچھا تو جگت انکار نہ کر سکا۔ "دو لڑکی کے سہارے اس کے کمر پہنچ گیا۔  
 "آپ نہیں! میں ماں کو بلاتی ہوں۔" یہ کہہ کر لڑکی گئی۔ جگت کو یہ سب عجیب  
 سا لگا۔ ہاتھ تھا۔ دل کے طوقان کو چھپانے کے لئے اس نے میز پر پڑی ہوئی نوٹ بک اٹھائی۔  
 کھول کر دیکھی، جو کتبہ دو انگریزانا تھا پہلے سے پڑھا۔ "میرے کتبہ میں تم ہو، خیالوں میں تم۔"  
 دیر وادی یادیں نکلا ہوا کتبہ یہاں؟ جگت کے ذہن میں تسلی ہوئے گی۔ دوسرے کتبہ بھی اسی کے  
 تھے۔

"آپ نے میری نوٹ بک دیکھی؟" لڑکی کے سوال سے اسے چٹکا دیا۔ "میں نے آپ کے  
 سارے کتبہ گنت آتا ہے۔ میں۔" پھر عقب میں آئی ہوئی ماں سے بولی۔ "جگت سیکھ گیا ماں کی  
 اس دن ہم پروگرام دیکھنے کے تھے، وہی۔" جگت نے ہاتھ جوڑ کر مسرت کا اظہار کیا۔ کچھ ابھر  
 ابھر کی باتیں ہوئیں۔ جائے بیٹے کے دوران گرد و گرد پڑا پھر بھی نظروں سے جگت کے چہرے کو  
 دیکھتی رہی۔ جگت چلنے کے لئے کھڑا ہوا تو لڑکی کی ناں سے کہا۔  
 "بھائی! تم سے ایک کام کرنا ہے۔" جگت نے سوچا کہ بچی کو کتبہ کھانے کے لئے کہے  
 گی۔ "اس کو بھی کا نصف حصہ تم سے کرائے پر دیا تھا۔ کرائے دار ایسے محسوس آئے ہیں کہ خالی نہیں  
 کرتے۔" ماں نے عاجزی سے کہا۔ "تم انہیں سمجھا کر خالی کروا دو۔"  
 جگت کو یہ عجیب سا لگا۔ اس نے زبانی کہا کہ اسے جگمگاتیا کر دو پوکر کو اچھا نہیں لگا۔ لڑکی نے  
 کچھ بولنے سے پہلے ہی جگت بولا۔ "ماں جی اسبھا کر کام کرنا مجھے کم آتا ہے۔ میرا ماضی چھپا ہوا  
 ہیں۔"

"آئی! آج سے جیسا یہ کام بتایا ہے۔" ماں جی نے بچ بول دیا۔ "انہیں سمجھانے میں ہم نے  
 نہیں ملتی رہی۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ آپ کا کام ہو جائے گا یہ یقین تھا۔" یہ کہتے ہوئے کر دو پوکر پر نظر ڈال کر  
 ت زخمت ہو گیا۔ راستے کے سوا پر آیا تو ویسے ہی گردن کھار کر دیکھا۔ کر دو پوکر جیسے کے  
 اسے کھڑکی تھی۔ جگت نے شرما کر قدم تیز اٹھانا شروع کر دیے۔

گرد و پوکر ایک دن خوش ہو کر جگت کے گھر آئی۔ جنگی انٹروپری دینے آئی ہوں۔ وہ کرائے  
 مکان خالی کر گئے۔ "پھر چندن کو سے کہا۔" یہی ان انہوں نے ہماری مشکل حل کر دی۔ تین  
 ماہے ہم ٹھگ آ گئے تھے۔" جگت اس کی حسین مسکراہٹ پر خوش ہو رہا تھا کہ گرد و پوکر شرابی۔  
 بگت نے تیزی سے کھٹکائی۔ "تم نے انہیں تین ہی دن میں کس طرح ٹھگ کر دیا؟ یہ تو ہڈا!"  
 سوال کو کٹیختی۔ چندن کو بھی مذاق ہو چکا۔

حکایت کیجئے والے ہیں۔" جگت سوچ میں ڈوب گیا۔ گردو پوکور کا شوخ حراج اُسے پسند تھا۔ اگھر اُسے دیکھتے ہی دیو کی یاد آ جاتی اور وہ بہتیں ہو جاتا۔

"بڑے آدمی کی طرح کس سوچ میں ڈوب گئے؟ پھنسل جھپٹل ایک جھلی گردو ہانے کے لئے تیار ہوئی ہے۔ ہاں کھردو؟" چندن کو نے جلدی سے کہا۔ جگت فہم نہ دیا۔

"تم نے ہاں باب کی اجازت لی ہے؟"

"بالکل اوروہ بہت خوش ہوئے۔" گردو پوکور نے جواب دیا۔

"اس طرح نہیں۔ تمہارے باپ بچھ سے کہیں تو میں مالوں گا۔" جگت نے صاف لہجے میں کہا۔

"مجھے سے کیجئے گئے کہ تمہیں یہاں رہنا پڑے گا۔"

"اس کی اجازت بھی میں نے لی ہے۔" گردو پوکور پر جوش انداز میں بولی۔

"پھر بھی باپ کو سوائے تو بات کر رہا گئے۔" چندن کو کو جگت کی بات مناسب لگی۔

"ہاں! یہ ٹھیک کہتے ہیں۔" چندن نے جگت کی تائید کی۔

○

گردو پوکور اپنے باپ کی طرف دیکھ کر اشارہ کر رہی تھی۔

"کیسے! اب کس بات کا اظہار کر رہے ہیں؟"

"اُس کے باپ کا ماشو پیٹ رہے۔" جگت نے خاموشی توڑنے کی غرض سے چندن کو مخاطب کیا۔

"بزرگ کے لئے کچھ بنا کر لاؤ۔" چندن چہرے پر ہی بوجھا۔ "کیا کچھ ہے، چائے یا کس؟"

"چندن کو! اٹھنا! جی جی اُسے گردو پوکور نے روک لیا۔" کہیں اُن میں جائے بنا کر لاتی ہوں۔

پاکو جی والی چائے پیتے ہیں۔" گردو پوکور کے اندر جانے کے بعد اُس کے باپ نے بات شروع کی۔

"جگت سنو! گردو پوکور کی مرضی تم سے گنا کیجئے کی ہے۔" جگت نے یہ الفاظ غور سے سنے۔

"آپ کی کیا مرضی ہے؟"

"جگت بات کو سن؟" پھر کرد کر آئے ہوئے۔ "پہلے تو انکار کیا جو ان بیٹی ہے اگر عام جگہوں پر

"جھک کرنے کے لئے انہیں تین دن تو کتا نہیں گھٹنے کافی ہیں۔"

"نہیں چندن! اس میں واقعی تین دن گتے تھے۔" جگت نے غلوس سے کہا۔ "تم راضی نہ ہو تو

بتاؤں؟"

"یہ راضی نہیں ہوں گی اس کا میں یقین دلاتی ہوں۔" گردو پوکور جوش میں بولی۔ چندن کو کو

اس لڑکی سے محبت ہی محسوس ہوئی۔ اسی لئے وہ اُسے خوش دیکھا جانتی تھی۔ پھر بھی اُسے چڑھانے

کے لئے چندن نے اُس کے بازو پر چکی بھر کر کہا۔

"اگر میری بجائے یقین دلانے کا حق تم نے کب سے لے لیا؟"

گردو پوکور فہم نہ پڑی۔ "ہاں تاہیں انہیں کس طرح جھکایا تھا؟" اُس نے پوچھا۔

"ایک دن ہم اُس کی دکان پر گئے۔" جگت کہنے لگا۔ "میرے ساتھ تین چار دوست تھے۔

میں اپنے ہمراہ ایسے لوگوں کو لے کر گیا تھا جو صورت سے ہی فٹلے دکھائی دیں۔ ہم گٹھڑیہ نے

کے بہانے گئے تھے۔ ہم لوگ انہیں میں اس طرح سرگوشتیاں کرنے لگے کہ سینو اور لڑکوں کا دھیان

اوجھ جائے۔ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ایک آدھ ہتھیار تھا۔ جیسے میں تازو دیکھنے میں بلکہ باپ

بیٹوں کی پچکان کرانے دوستوں کو ساتھ لایا ہوں، میں نے ایسا کھا کر لیا۔"

"اور وہ ڈر گئے؟" گردو پوکور دھیان میں بولی۔

"سنو تو سہی؟" جگت نے اُسے ڈانٹ دیا۔ "اس طرح ڈر کر وہ اتنا خوبصورت مکان خالی

کرنے والے نہیں تھے۔ میں نے اور اس طریق آزمایا۔ میں ہر بدنام آدمی لہذا فریاد کرنے کا شروع

فہمیں دیتا جاتا تھا اسی لئے ایک کرانے کے جوتی کو میں نے اُس کی ہڈی پر بھجیا۔ اُس نے سینو کو

ہلکا کا دیا۔ لڑاں ستارہ بکرا ہوا ہے۔ کوئی ایک آفت آئے والی ہے۔ سوت کا سارے نظر آ رہا ہے۔"

اور یہ چارے سے کہہ گئے۔ "جگت کچھ تو کھیر کے کہنے لگا۔" آخری جھگڑا دیکھنے پہلے

دبا تم لوگوں کو ایک رات دوسری جگہ گزارنے کی کہہ کر چار پانچ آدمیوں نے کمر میں ایسا ہتھیار

کیا جیسے نشتے میں چڑ ہوں۔ کچھ اندر اندر جھگڑے جیسے چہرے اٹھنے والی ہوں ایسا خطرناک ماحول

پیدا کر دیا۔ باتوں میں یہ بھی کہنے لگے کہ اب روز رات کو تم یہاں محفل جمن گئے۔ پھر

جگت اس طرح بولا جیسے اُن لوگوں پر دم بکرا ہوا ہو۔ "بے چارے یہی طرح پریشان ہو گئے۔"

"ہاں! وہ جاتے جاتے بڑبڑا رہے تھے کہ جو بدنامیوں کو گھر میں لا کر قاتل کر رہا میں ان کے

پردوں میں رہتا اچھے آدمیوں کا کام نہیں۔" گردو پوکور فہم نہ ہوئی۔

"بے چارے شریف آدمی۔" جگت نے غصے سے کہہ دیا۔ "عادی طور پر رہتے آئے اور بنگلہ

بٹھایا لیا۔"

"جیسے آپ نے بھی کسی کا کہ نہیں بٹھایا ہو۔" چندن نے منہ بنا کر کہا۔ گردو پوکور کی سوچ جلدی

میں اُسے جگت کو چڑانے کا لطف آتا۔

"تم یہاں بیوی لڑو گئے بھی؟" گردو پوکور جلدی سے بولی۔ "جنگلی! اچھے آپ کو گروانا ہے۔"

"گردو۔۔۔" جگت چوٹا۔ "اور میرے جیسے بدنام شخص کو؟"

"بدنام نہیں بلکہ ایک! اچھے فنکار کو۔" گردو پوکور آبادی سے بول رہی تھی۔ "کل سے سب

تھوڑے دنوں میں گردو پوکو نے گھر کے سب افراد کو اپنی محبت سے متاثر کر دیا۔ سب کام اس نے اپنے ذمے لے لیا۔ بچوں کو دقت پر سہولت پہنچتی، اُن کے پکڑے سنبھالتی اور عملی ماں کی طرح اُن سے یاد کرتی۔ چندن کو کسی کام میں باہر نہ لگانے دیتی۔

”تم نے بہت سال کام کیا۔ اب آرام کرو“ یہ کہہ کر وہ خوشی سے منس واپس ہوئی۔

”گھر کی ذمہ داریاں تم نے اس طرح سنبھال لی ہیں کہ جیسے ہمیشہ رہنے والی ہو۔“ چندن کہتی۔

”بھیک کے لیے ہی رہنے آئی ہوں۔“ گردو پوکو زخار پر ہنسا ہوا پسینہ کے کئی آستین سے پونچھ کر پراختیا پہنچتی ہوئی بولی۔ ”مجھے وہ دیکھو دیکھو تم بھی نہیں جاؤں گی۔“

”اُسے باپ سے۔۔۔“ یاد دہانی ماننے کے سامنے چارلی پر ہنسی ہوئی چندن ہاتھ کا اشارہ کر کے بولی۔ ”کوئی اچھا لڑکا ملا تو تمہیں فوراً نکال باہر کروں گی۔ تمہیں؟“

ذائقے کا بلو گردو پوکو کا چہرہ دیکھ گیا جیسے پراگھا اتارے ہوئے آنکھیاں ملتی جلی ہوں اسی طرح اُس نے ہاتھ دایم نکالے۔ کچھ دیر تک چندن کو طرف تجسس کی طرف نظر دے دیکھتی رہی، پھر دھیمے لہجے میں بولی۔ ”یہ سچا ناچا بھول چھوٹا بھروسہ کر دو گی، جج اپنے سن کی بات کہتا لیکن! میں تمہارا بچہ نہیں ہوں کی کمی تم نے ایسا محسوس تو نہیں کیا؟“

چندن جھگڑے سے کھڑی ہو گئی۔ ایک بار وہ بولے گی اسی طرح کی بات پونچھی تھی۔ ”تم نے یہ کیا کہہ دیا؟“ چندن بولی۔ پھر پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ”سچ جانا چاہتی ہو تو کہہ دو، میرا مطلبی دل پاتا ہے کہ تم ہمیشہ یہاں رہو۔ چار دن پہلے ڈاکٹر نے انیسویں گرانے کی کمی تو میں نے ڈاکٹر سے مات کہہ دیا تھا کہ صاحب! جو بیماری وہ کہہ دیتا مجھے اب سرورانی یا بچوں کی فکر نہیں ہے۔“

”تم نے ڈاکٹر سے ایسا کیا؟“ گردو پوکو چونک پڑی۔

”وہ اپنے ہی آدمی ہیں۔“ چندن کو فرس دی۔ ”انہیں کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ وہ کہا بات کہہ کر اُس سے کرنا خراب سمجھتے۔“

”کیا تمہیں جیسے کی بات بتل دی ہے؟“ محبت نے قریب آ کر پوچھا۔ گردو پوکو چہرے کو دھک مارنے لگی۔

”اس طرح چوکی طرح اندازہ کر تم نے ہماری باتیں کیا سنیں؟“ چندن نے محبت کو آنکھیں مارتیں۔

محبت نے اتنا سا دھک توئی پرانگنا ہوا بولا۔ ”چندن! اس سے پہلے کہ میں بھول جاؤں تم سے کہے ہوں کہ تمہارا چنانچہ کوئی نیا کہہ رہا ہے، دالا ہے۔ اگلے دن مجھے یاد دلاؤ۔ میں اُسے لینے لے کر دوڑ پور آں گا۔ اب دوہارے ساتھ رہو گے گا۔“

”چنانچہ بھائی رہا ہونے والے ہیں؟“ چندن کو خوش ہو گئی۔ پھر اُسے کچھ یاد آیا۔ ”مگر تم ماں کو کہہ دیا کیوں کر رہے ہو؟ اتنے سال بعد وہ دھول سے آ رہا ہے اُسے گھر جانے دو! ہم جیت کے تھک چکے ہونے دو۔“ پھر اُسے آگیا۔

”چندن! تم جانتی ہو اُن نے دو مہینہ زہر کھل گیا ہے۔ چنانچہ جیل سے سیدھا اپنے گھر لے گا تو اپنے سوتیلے بھائی سے بھگڑا کر بیٹھنے گا۔ ہم اُسے یہاں رکھ کر اُس کی ماں کی طرف سے

اسی لمحے گردو پوکو اندر آئی۔ وہ جانے لے کر آئی تھی۔ اُس نے محبت کے آخری الفاظ سنے۔ اُس نے باپ کی جانب توجہ نہ دیکھی۔ اپنے ارادے کی مضبوطی دکھانے کے لئے باپ نے آنکھوں کے ذریعے نیچی کو جواب دیا۔

”تمہاری خواہش میں سمجھتا ہوں۔ میں تمہاری خوشی میں خوش ہوں۔“

”محبت علی! انہوں نے کھلا کر کہا۔“ تمہارے متعلق مجھے اب تک بہت سی باتیں سننے کوئی ہیں۔ مگر لوگوں کی باتوں کی مجھے پروا نہیں۔ یہ یہاں وہ کر سکتی ہے تم کی کر کے تو مجھے سکون ہے۔“ چندن کو گردو پوکو کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ ”گردو پوکو کے ہونٹوں پر بھی مسکراتے نظر آئی مگر محبت ابھی عقیدہ تھا۔

”بزرگ! امیری جانب سے بے فکر رہتا۔ میں اسے تمہاری امانت کی طرح حفاظت سے رکھوں گا۔ مگر۔۔۔“

”ذکر کیوں مجھے چکا؟“ انہوں نے فوراً پوچھا۔

”ایک بات آپ کو بتا دوں۔ انسان کو کسی چیز کی لگن ہونے کے بعد واپس ہونا مشکل ہوتا ہے۔ دو چار ماہ بعد آپ اس کا ارادہ بدلنا چاہیں گے تو کوئی شاید آپ کی بات نہ مانے۔“ محبت نے یہ الفاظ محفوظ کر کے کہے تھے۔ چندن کو محسوس کر رہی تھی کہ اسے یہ بات نہیں کہنی چاہئے تھی۔ اس سے لڑائی پیدا ہونے کا ارتقا مگر گردو پوکو درد مہمان میں بول اٹھی۔

”ہاں! باپو اپنی ایش تعلیم شروع کرنے کے بعد مکمل کر کے رہیں گی۔“

”جی! ایش تمہاری عادت سے ذائقہ ہوں۔“ چائے کا کھونٹا پیچے ہوئے وہ بولے۔ ”تم اپنی ضد پوری کے بغیر نہیں مانو گی۔“

”اگر یہ بات انہوں نے کہتے ہوئے نہ دیکھی ہوتی تو اس کا مطلب بدل جاتا۔ گردو پوکو نے خوش ہو کر پہلے چائے کے چرن چھوئے، پھر گجرات کے چرن چھوئے گی۔“ آج سے میں تمہاری شاگرداں تم میرے گھر۔“ وہ چندن کی جانب بڑھی مگر چندن نے اُسے ہٹکے نہیں دیا۔

”تم تو میری چھوٹی بہن کے برابر ہو۔“ یہ کہہ کر اُسے سینے سے لگایا۔ سرت کے دو آئسو گردو پوکو کی پکوں پر چمکتے گئے۔

”گردو پوکو!“ محبت نے انہیں جدا کرنے کے لئے کہا۔ ”باپو کی موجودگی میں تمہاری تعلیم کی ابتدا ہوگی۔ جاؤ! اندر سے ہاروسیم لے آؤ۔“ گردو پوکو ہرئی کی طرح دوڑتی ہوئی گئی اور ہاروسیم اٹھالائی۔ پھر مٹرائے اور گلا صاف کر کے آواز اٹھائی۔

”میرے گیت میں تم ہو خیاںوں میں تم ہو۔۔۔۔۔۔“ محبت چونک اٹھا۔ گردو پوکو کی آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھی اور محبت کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔ وہ بے چین ہو رہا تھا۔ سر بلند ہوتے گئے اور درد کی گہرائی پر پہنچتی تھی۔ مجبور ہو کر اُس نے ہنگامی پکوں کو زور سے دیا اور آئسو کی کاروا زخاروں پر روبرو تجسس سا گرم لپس پہنچانے لگا۔ لیکن دل میں مضطرب ہونے لگی۔ ہاروسیم پوچھو تھی مگر وہ گردو پوکو کی آنکھیاں دنگ تھیں۔ آواز بھی دنگ تھی۔ گردو پوکو کی پیشیں بھی جو جھل جھل۔ کمرے میں عین خاموشی چھا گئی۔

فعلی کم کر کہیں گے۔

”بھرتو تمہو بات ہے۔“ چنن کو کو اطمینان ہوا۔ اپنے دل سے انتقام کی آگ بجھا کر دوسرے کو بھی اسی راستے پر چلانے کی ہمت کی دلچسپی دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔ بھرتو نے مذاق سوچا۔ ”اے گردو گردو اسرارو راجی کا ایک سا مگی ہمارے ہاں آئے گا۔ وہ بہت اچھا ہے۔ اسی سے تمہارا معاملہ کر دیں گے۔“

”تم ڈاکو سے چاہی ہو اس لئے مجھے بھی ڈاکو سے چکانا چاہی ہو؟ مجھے گھر سے نکالنے کی اتنی جلدی ہے؟“ گردو پوچھ کر نے کہا۔ دونوں کے درمیان عکراؤں میں جھڑپنے کے لئے بھرتو چلا۔

”تم فکر نہ کرنا تم کو یہاں سے کوئی نہیں نکالے گا۔ جانا ہو تو چنن جا سکتی ہے۔“ چنن نے آنکھیں کھلیں تو بھرتو نے جلدی سے کہا۔ ”کیوں ڈاکو! تم کو ہسپتال میں داخل ہونے کو نہیں کہا؟ میں اس کی بات کر رہا ہوں۔“ جواب میں چنن بھرتو کے سینے پر گھونے پر مائل ہوئی۔

”سردار جی کی نیت خراب ہو رہی ہے۔۔۔ کیوں؟“

○

کار فیروز پوری کی جانب تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ بھرتو بھرتو کو رکارڈ کم معلوم ہو رہی تھی۔

”جنوان! ابھی رکارڈ کم ہے۔“ ڈورا پیٹو بڑا حادق۔ بھرتو نے کار چلانے کے لئے ایک ڈرائیور رکھا تھا وہ اسے اپنے محرم دوست جیسا دکھائی دیتا تھا اس لئے وہ اسے جنوان کے نام سے پکارتا تھا۔ پہلے وہ جنوان کہنے پر چڑھا کہ بھرتو اس کو اصل نام کی بجائے جنوان کیوں کہتا ہے؟ مگر جب بھرتو نے جنوان کی دھمکی کی داستان سنائی تو وہ خوش ہو گیا۔ ”بھرتو مجھے یہ نام بھی منظور ہے۔“ اس کا طراز بھی جنوان جیسا تھا۔ کار چلانے پر اکثر بھرتو کو کٹنا پڑتا۔

”بھائی صاحب! ڈورا پیٹو کم کر دو۔ روٹنا خباہات میں بھرتو خراٹے کی کہ چنگا ڈاکو کے ہاتھوں ایک اور قتل۔“ مگر بھرتو نے اب جس وقت رکارڈ بڑھانے کی بات کی تو وہ دب سا۔

”تینے لوگوں کو لیپٹ میں لیٹا ہے۔ یہی کہہ رہا تھا چنگا کوئیل سے لیٹے جا رہے ہو اس کے ساتھ کیا بھیہ جیل چھوڑ آئے گا خیال ہے؟“ مگر بھرتو چنگا کے خیال میں کہ تھا۔ بھرتو نے جیل سے رہا ہونے آئے دس سال ہو کر وہ بھگنل سات آٹھ صبر جی اس سے ملنے جا سکا تھا۔ اب چنانچہ اسی ماں سے بھرتو میں ملاقات کر لیتا تھا۔ اس سے کہتی تھی۔

”گھر آؤ تو بھرتو بھرتو کی شادی کر دوں گی۔“ چنگا زیادہ خوشی کا اظہار نہ کرتا۔

”بھرتو کات کر آئے ہوئے شخص سے کون شادی کرنے کو تیار ہوگی ماں! اس کی بجائے اسے اجیت کا گھر بناؤ۔“

”میں بیٹا پہلے بڑا بھائی بنایا جائے گا۔ پھر وہ بھی باری کی۔ پھر وہ بھی بھگنل چھوڑ سولہ بڑوں کا ہے۔ ابھی تو اسے پڑھانا ہے۔“ بھرتو بہت جب یہ بات کہی تو چنگا اسے سوتیلے بھائی سے نفرت کا اظہار پیر سے نہ کرتا۔ آخری بار بھرتو بھرتو میں پر گرام کرنے گیا تھا تو چنگا نے تمام قیدیوں سے کہہ رکھا تھا۔

”چنگا باہر پر گرام دینے چنن تو پانچ سو یا زہارو پڑنے لیٹے ہیں ہم بھی انہیں خالی ہاتھ نہیں

جانے دیں گے۔“ پھر گرام پر ڈورا ہونے کے بعد قیدیوں کی جانب سے انہیں کی ہوئی رقم بھرتو کو دینے کا کام بھی چنگا کے سپرد کر دیا گیا۔

”یہ کیا ہے؟“ چنانے دینے کو بھرتو نے اس کی کیا۔ ”تم لوگ مجھے پیسے دے رہے ہو؟“ بھرتو اس کی نظر میں گھما کر بلند آواز میں بولا۔ ”بھرتو کے برے دلوں میں تم لوگوں نے ساتھ دیا۔ مجھے اپنا بھتیجہ کرنا پڑا اور وہ مجھے تم کو خوش کرنے آیا ہوں تو اس کی قیمت دے رہے ہو؟“

”بھائی! تم یہ بھرتو سے ہو کر ہم قیمت دے رہے ہیں؟“ چنگا ہنسنے لگا۔ ”یہ تمہاری سب کے سب کا بھرتو کا راند ہے چنگا! یہ لیٹے سے اٹھا کر دے تو ہمارے دل نہیں گے۔“ بھرتو بھرتو کے بعد چنگا نے رقم لے لی۔

”میں یہ پیسے کھولتا ہوں مگر اپنے لئے نہیں۔ بھرتو نے اسے کسی قیدی کے بے آسرا خانہ میں کوئی لوگوں کی طرف سے دے ڈوں گا۔“ چنگا ہوتے وقت جب چنانے کہا کہ میں ایک ماہ بعد باہر ہوں تو بھرتو کو خیال آیا کہ دس سال کی تیزی سے بیت گئے تھے؟

”چنگا! بھرتو کا کام ہے۔“ اس کے شانے پر بھرتو رکھ کر دوادو سے تک ساتھ جاتے ہوئے بھرتو نے کہنا۔ ”مگر جاگتے ہیں تمہاری ماں کو مرنے ہوگی! ایک حرکت نہ کرنا۔“

”بھرتو کو شل کرنا ہوں یا بھائی!“ چنانے دل کی بات کہہ دی۔ ”ماں کی جانب سے نفرت نہیں جاتی۔ لیکن ہے ماں کی طرف سے نفرت دل سے نکل جائے مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ چنگا کے لئے کہہ دیکھ کر میری آنکھوں میں خون نہیں اترے گا۔“

”بھرتو کو اس کی حالت پر بھرتو جاگی۔ باہر نکلے ہی اگر چنگا کی آنکھوں میں خون اتر آیا تو زندگی بھر جائے گی۔ اس نے فوراً فیملہ کر لیا۔

”چنگا! ہر ہلی کے دن میں نہیں لیٹے آؤں گا۔ بھرتو میرے ساتھ رہنا۔ ٹھیک گئے تو میرے ساتھ بھرتو بڑی کرنا۔“ چنگا کو یہ بات پسند آئی۔ جس کے ساتھ ڈاکو ڈانٹے اس کے ساتھ بھرتو باؤں کی زانیہ بھرتو کے لئے تو بھرتو کی بات بھی۔ اس نے بھرتو کا ہاتھ دیا۔

”بھائی! میرے دل کی بات چنگا! آواز میں زبان پر آئی۔“ بھرتو ڈورا سے پاس سے واپس لوٹنے سے بولا۔ ”بھرتو اس دن بھرتو آ جانا ماں کو میں نہیں بھرتو کا۔“

”بھرتو اس دن بھرتو کو کہہ رہا تھا۔ چنگا بھرتو کے بھرتو کا گازی کیوں روک لی؟“ وہ بھرتو بھرتو۔

”گازی کے کاپرنگ سے بھرتو کرنے کی آواز آتی ہے۔“ ڈورا بھرتو باہر آ کر کہا۔ ”میں ذرا دیکھ لوں۔“ چنگا کے دو بھرتو نکل گئے تھے۔ ابھی وہ سیل کا قاطع تھا۔ رجسٹرنگ کے بغیر آگے بڑھنے میں ڈورا کو خطرہ نظر آیا اور ایک مہنگا مٹا ہوا گیا۔

”چنگا تو بھرتو بھرتو چلے چلا گیا ہے۔“ فیروز پور بھرتو کے گیت پر اسے خبر ملی۔ ”اس کی ماں کل بات سے آئی ہوئی گی۔“ بھرتو نے اسے اس کے ساتھ سے کہی۔

”مگر میں اسے لیٹے دالا تھا۔“ بھرتو ڈورا سے اس کا۔

”چنانے بہت اٹھا کر کیا مگر اس نے کہا کہ پہلے ایک باہر جا۔“ بھرتو بھرتو چلے جاتا۔

سورج کے کچھ سات منٹ کے درمیان یہ سب کچھ ہو گیا۔ چار چھ آدمیوں نے اجیت کو پکڑ لیا۔  
 "سارے بے خوف!" لوگوں نے چائے مارے اور اس نے چھری جھین لی۔ مگر اب اجیت  
 کو اس کی ضرورت نہ تھی۔ خون میں لخت پت چٹا کچم خٹخٹا ہو گیا۔ پتھر کے ساتھ سر کلر کر پرم  
 اجیت بے ہوش ہو گئی تھی۔!

اجیت ہاتھ پاؤں خوں سے بھرے ہوئے ہاتھ منسل رہا تھا۔ کار کا بارن دیا۔ مجمع کے درمیان  
 راستہ پیدا کرنے کے لئے ڈرامیڈر نے زور سے بارن بجایا تو دو چار آدمیوں نے ایک ساتھ کہا۔  
 "آگے بڑھنے کا راستہ نہیں ہے۔" اس پر ہی ہوئی ہے۔

جکت کار سے باہر آکر بھٹا۔ لوگوں کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا اندر پہنچا تو قدموں کے  
 قریب چٹا کی لاش نظر آئی اور وہ دل دہلا نے والی آواز میں گرا گیا۔

"چٹا۔!" دوسرے ہی لمحے اُس کی آنکھوں میں سرخ زور سے تیرنے لگے۔ اُسے نظر کے  
 سامنے پوچھنے کے درمیان کھڑا ہوا اجیت نظر آیا۔ وہ سب کچھ سمجھا گیا۔ جکت نے مطمئن کس گئیں۔  
 کلائی کی ریس اُکھڑائیں اُس کے پیچھے بچ گئے۔ وہ خوشی نظروں سے اجیت کو دیکھنے لگا۔ اجیت  
 نے منہ پھیر لیا جیسے جکت کی تیز نظریں بدوشتہ نہ کر رہا ہے۔

کچھ ہی دیر میں جکت کے ذہن پر شیطاں سوار ہو گیا۔ چٹا کے بھانسنے لگے اُس کے خون میں  
 آگ لگ گئی تھی۔ وہ لاش کے پاس پڑی خون آلود چھری کی دھار پر نظر ڈال کر قدم بڑھا لے  
 جا رہا تھا، اُس لمحے ہوش میں آئی ہوئی جیت اُس سے لپٹ گئی۔

"چٹا بچا! اس میں کس کی قصور نہیں۔ یہ میرے گناہ کی سزا ہے۔ میں پیار میں سے قابو ہو کر چٹا کو  
 جیالے آئی۔ دو ہائیوں کی دھمکی زور کرنے کی جیسے جلدی تھی۔" روٹی ہوئی، روتی ہوئی جکت  
 کے پیچھے پسر مارنی وہ بیزار رہی تھی۔ پھر دوڑ کر اُس نے پیچھے سے چھری اٹھائی اور پھر جیسے کے  
 سامنے گر پڑی۔

"لے۔ اب لے میرے بیٹے میں ماروے اور اپنی جاس بچالے! اچھے ذمہ دار کچھ بھی تو  
 نے مارا ہے۔" جکت نے اُسے پکڑ لیا تو پھر جیت پاگل کی طرح گر پڑی۔ "سب بیٹے جن جن بن  
 گئے۔ بھگوان! اب بھی عورت کو ختم نہ دیتا۔ اگر تو مان نہ بنانا۔" اُس کی روتی جیسوں ہنر و نر  
 آواز آنکھوں سے سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جکت کا دل بھی آنکھوں کے مارنے سے بھنے لگا۔ اُس  
 کا جوش تھک گیا۔ اُس نے پرم جیت کو پیچھے خٹکا کر چٹا کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

"دوست! اچھے صاف کرنا۔ مجھے دیکھو ہو گئی۔" پھر اُس ہاتھ سے اپنے آنسو صاف کر لے۔

دوسرے دن دوپہر کو سچی ہوئی آنکھوں کے ساتھ جکت گھر پہنچا۔  
 "کئی شام سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" چندرن نے ٹوکا۔ مگر جکت کے چہرے پر صدمہ دیکھ  
 کر کچھ بھی اُس کا کچھ بدل گیا۔ "کیا ہوا۔۔۔ کچھ تو کلاں لے؟"  
 جکت گھر باپ کی پرچہ کیا۔ "اُس نرم آواز میں پھر بولی۔" میں کہہ رہی ہوں کہ اُس کی ماں اس  
 رات نہیں بیٹھی گی۔ اچھا ہوا مگر پھر آؤ گے۔"

وہ پھر بھی نصف گھنٹہ تک ڈکا رہا۔ جاتے ہوئے کہتا کیا پلا می آئیں تو ہم انہن پر ہیں۔ وہیں بچھ  
 دیا۔

"کاڑی کب روانہ ہوتی ہے؟"  
 "وہ تو اب جا چکی ہوگی۔" جواب سن کر جکت کار کی جانب بھٹا۔  
 "ہنومان! گاڑی اسر تری کی طرف دوڑاؤ۔" اُس کی آواز میں فکر جھلک رہی تھی کسی انجانے کی  
 کی وجہ سے۔!

○  
 "چٹا! تم آنے والے ہو یہ جان کر اجیت دو دنوں سے کیسا خوش ہے۔ کہتا ہے کہ بڑے بھائی  
 سے ملنے کے لئے میرا دل بے چین ہے۔" مارتے مارے ماں نے یہ بات مختصر طریقے سے  
 ڈھرائی۔ چٹا بار بار اپنے دل کو بھٹھا رہا تھا اب پرانی عادت بھول کر اچھے چٹا سے دشمنی کر  
 اجیت نے تو چٹا کی ماں کی کوکھ سے پیٹ لیا ہے۔ سگ بھائی نہ کسی پھر بھی نصف بھائی تو ضرور ہے۔  
 اسر سے گھر جاتے ہوئے اُسے اپنے دل کو ضبط کر لیا تھا۔ راتے میں ڈکا مارا ایک دوسرے  
 سے کہہ رہے تھے کہ دیکھو اہم جیت کا چٹا نہیں سے رہا ہو کر آ رہا ہے۔ ماں ایک سال سے اُس کی  
 رہائی کے لئے کوشش کر رہی تھی۔ آخر اس کے کھٹکا کا سورج طلوع ہوئی کیا۔

سورج آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ ماں چٹا کو جلدی چلنے کے لئے کہہ رہی تھی۔  
 "چٹا! مغرب کے وقت گھر میں قدم رکھنا عادت ہوتی ہے۔ پہلے بیٹھا جاتا ہے۔" ماں چٹا کی گلی  
 میں داخل ہوئے۔ چٹا کے دل میں الجھن ہو گئی۔ سولہ برس کے بعد گھر کو لوٹا تھا۔ اس کے پیچھے  
 ماں کی گر چٹا میں جھین اور سامنے مستقبل نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے گھر کے پاس برسوں سے کس  
 پیرے دار کی طرح کھڑے ہوئے اُٹی کے بوڑھے درخت کو دیکھا۔ اُس کے پاس سے کچھ اُس کا  
 سوتا بھائی اجیت پتھر پتھر کھڑا ہوا تھا۔ سنے کے پیچھے پیچھے ہوئے اجیت کے کانوں میں یہ الفاظ  
 سنائی دے رہے تھے۔

"چٹا! گھر جاتے ہی اجیت کو کہنے سے لگا لیتا۔ اپنے رہا ہونے کی خوشی اُس نے مٹائی دینا۔ تم  
 دنوں میری دو آنکھیں ہوں۔" اچھی یہ الفاظ نہیں گھس گئے تھے کہ سنے کے پیچھے سے اجیت باہر آ  
 گیا۔ چٹا کے پیچھے پھر میری سے وار وار۔ اس وقت تک دونوں میں سے کسی کی اپنی نہ بچل سکا کہ کیا ہو  
 گیا ہے؟ اجیت کے چہرے پر خون ٹھک رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے زہر نکل رہا تھا۔ اچانک  
 سنے سے نیچے پیٹھے ہوئے بڑا اس چٹا کو لات مار کر اجیت نے چٹا لٹا دیا اور پتھر کی وار کئے۔

پرم جیت بچ گئی۔  
 "اجیت! اجیت!" وہ اُس سے لپٹ کر اُسے روکنے لگی مگر سولہ سال کے لڑکے نے ماں کو دھکا  
 دے گیا۔ اس کا چہرہ مٹے اور ذرت سے لکڑیا تھا۔ چٹا نے اُس کے ہاتھ کو دھکے کے لئے ہاتھ بلند  
 کیا تو چھری کی تیروانی بازو میں اتر گئی۔ پاگل کی طرح اجیت نے چٹا کا سینہ چیر دیا۔  
 "میں اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے برسوں سے انتظار کر رہا تھا۔ لے۔ لے۔ لے۔"  
 "اوہ۔ اوہ۔! بچاؤ بچاؤ!" کئی چٹوں کے لوگ دوڑتے ہوئے آ گئے۔ غروب ہوتے ہوئے





دے گئیں۔ ارے تہہ ہمارا دام بھر گیا ہے؟ مگر میں کنواری لڑکی کو رکھ کر تم زندگی بکاڑا جانتی ہو۔ مرد سے دل لگ گیا تو کھرا اور شہر بکھ لے کر بیٹھ جائے گی۔ انہیں میں کیا جواب دیتی ہوں تاؤں؟" جگت نے جس نظر سے اسے دیکھا تو چندن ہوئی۔ "میں سمجھی ہوں یہ تم کو کون کو اچانک میری فکر ہو گئی؟ تین ماہ ہسپتال میں رہی تو لیٹے لیٹے نہیں آیا۔ کنواری لڑکی کا میرے مرد سے دل لگ جانے سے کیا بات الگ ہے۔ مگر فی الحال تو میرے بچاں کا اور میرا دل اس سے لگ گیا ہے۔ دو مہینے پہلے نہیں تھی۔"

"جگت دل میں چندن کے ظہور پر غصہ ہوا مگر چہرے پر لاتعلقی رہنے دی۔ "تم نے ایسا کہا؟" "میں نے ج کہا۔" پھر وہ رک گئی۔ مگر چہرے پر بعد ہوئی۔ "یاد ہے کئی سال پہلے حالہ کے ساتھ مگر آئے تھے؟ جب تم ڈاکو تھے۔ ساتھ نے کہا تھا کہ جلد یا بدیر مگر میں موت آئے گی۔ تم دوسری شادی کرو گے۔"

"تم بھی تک اس بات کو نہیں ہو میں چندن؟" جگت جذبات میں بہنا ہو بلا۔ "میں سال بیت گئے ابھی میری دوسری شادی نہیں ہوئی۔ اب تک مجھیں وہ بات بچ معلوم ہوتی ہے؟" "ساتھ بابا کی بہت ساری باتیں جگت لگتی ہیں۔" چندن پر جوش لہے میں ہوئی۔ "اب ایک سی بات باقی رہ گئی ہے۔"

"ساری چلی گئیں ہو میں چندن؟" جگت نے جذبات میں کہا۔ "نہیں تو میرا سترے سال ہم سے دور کیوں دیتی؟" جگت بات ختم کرنے کے انداز میں کھڑا ہو کر سرے سے چلا گیا۔ وہ دھنکی تو کچھ اور سوال انہیں کہاں تھا؟ مگر اب وہ اس دھوکہ تھی۔ گردو پوکور کے باپ نے جگت کے گھر اپنی بیٹی کو اسے سے روکا تو چندن کو ہی صدمہ ہوا۔ وہ مجبورے تصور میں کیوں کم مرسی؟ کیوں خواب کے نکل تھیر سکے؟ قدرت نے اسی لئے اسے سرداری نہ تھی۔ گردو پوکور کے مستقبل کے پھیلنے کی اس نے حسرت کی تھی؟ ساری لڑکی کے کیوں دل لگ گیا؟

"ان وقت جگت اپنے دل کو لٹا کر رہا تھا۔ چنا کی موت کے غم میں اسے دیر زیادہ یاد آنے لگی تھی۔ گلے میں موجو خوب پر ہاتھ پھیرتا ہوا وہ ذہن کو نکلنے لگا۔ گردو پوکور میں وہ کچھ دیکھا یہ اپنی ذات کو دھوکہ دینے کے برابر تھا۔ اس کی نوٹ بک میں اپنے بکیت لکھے ہوئے دیکھے۔ دیر کی یاد میں لکھا ہوا گیت وہ خوب چاہے سے گا رہی تھی اس کے گردو پوکور میں وہ دیر مانی دی۔ دل کی مثال جگت میں کسی کو بسانے سے لگی پوری نہیں ہوتی۔ تمہارے چہرے میں اب کئی درد و اعلیٰ نہیں ہوگی۔ مگر تمہارے دل سے وہ کبھی نہیں جاتے گی۔ قدرت نے گردو پوکور کے لئے جو کچھ کیا شاید اچھا ہی کیا۔ چندن کو صدمہ ہوا ہے مگر آئندہ اس کا دل بھر جائے گا۔"

"میں گردو پوکور کے گھر ہوئی۔" باہر سے آکر چندن جگت کے برابر چار پائی پر بیٹھ گئی۔ سنی ان سنی کر کے جگت چار پائی پر لیٹ گیا۔ چندن کہنے لگی۔ "آج مجھے گردو پوکور سے بات کرنا کلام ہے۔"

"کیا بات ہوئی؟" جگت تجسس نہ روک سکا۔

"پہلے چار پانچ بار لگی تو گردو پوکور کی ماں نے لوہا دیا۔ مگر آج میں نے سنی کی ہے۔"

"سنی؟" جگت چڑکا۔

"میں نے کہا مجھے گردو پوکور کے لئے نہیں دو کہ تو سرداری خود آئیں گے۔"

"پھر؟"

"پھر کیا؟" سنی کر اس کی ماں نرم پڑ گئی۔ وہ تہہ ہمارا مزاج جانتی ہے اس لئے دھنکی بڑگی۔ وہ ہوئی کہ کہیں اہم غورنوں کی بات میں مردوں کو مدد میں کیوں لاتی ہو؟ پھر کچھ بھاری لہجے میں ہوئی۔ "سنی کے مستقبل کو سوچ کر اس باپ کو کتنی کرنا پڑتی ہے۔ تم اس سے خوشی سے ملو؟" چندن اتنا کہہ کر گئی۔ جگت کا منہ کھرا ہوا تھا۔

"تم نے میری وحاک استیصال کی؟"

"ہاں! اس کی ماں نے کہا کہ گردو پوکور کو سمجھانا ہم نے ایک لڑکا تلاش کر لیا ہے۔ شادی کی ہاں کر دے۔" یہ الفاظ چندن نے کچھ غصے میں کہے۔ پھر بیانی بات پر آئی۔ "اُسے دیکھ کر دل بڑبڑ گیا۔" اسنے دلوں میں سوکھ کر کا کاٹا ہو گئی ہے۔ جیسے برسوں کی آہ ہو؟ دلوں کی آہیں نکل گئیں۔ کچھ دیر تک خاموش رہی پھر چندن کہنے لگی۔ "مجھے کچھ کر دو۔ ہر ایک ہلک کر دے گی۔ چھوٹے بچے کی طرح مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے پتے ہوئے آئندوں نے مجھے سزا پایا۔ جیسے اس کے منہ کا بند ٹوٹ گیا ہو۔" کہتے ہوئے چندن آبدیدہ ہو گئی۔ جگت خاموش رہا اور چندن کو روک کر بولنے دیا۔ "روانے کے بعد اس نے بچوں کی اور تمہاری خیریت پوچھی، ملازمہ کو کھانا دہی پھینس؟ مگر کا حساب کون رکھتا ہے؟ مجھے یاد کرے چہ؟ سرداری کو پروگرام دینے اکیلے جانا پڑا ہوتا تھا۔ اُس نے بہت سارے سوال کئے۔ میں نے مختصر جواب دیئے۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہارے باپ اپنی تمہاری شادی کرنا چاہے ہیں۔ لڑکا بھی تلاش کر لیا ہے۔ تم کیوں کہیں؟" سنی اٹھائی ہوئی تھی کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ اپنی ماں کو کھو گئی ہوئی۔ "کہیں! انہوں نے زبردستی قید میں اٹا رکھا ہے۔ مجھے نہیں ڈوگاؤں گی۔ میں ان سے ایک بار کہہ چکی ہوں کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔ اگر زبردستی تو مجھ سے ہاتھ دھو تھیں گے۔" چندن جوش میں کہہ رہی تھی۔ جگت کو بھی نصرا کیا۔

"وہ لڑکی سے بہار۔ یہ سن کر اس کی ماں سانے میں آگئی ہوگی؟"

"پہلے سانے میں آگئی، پھر چڑ گئی۔" چندن کی آواز نرم ہو گئی۔ "اس نے گردو پوکور سے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے ہاتھ دھوئے کو تیار ہیں مگر عزت نہیں جانے دیں گے۔ اپنی بیٹی کو کہنے سے سکون نہ ہوا تو مجھ سے کہا کہ تمہارے ساتھ چہ؟ اور سی تو ہماری لڑکی کتنی بڑی ہے۔" "مجھیں اس نے ایسا کہا؟" جگت نے مضائقہ نہ کیا۔

"جہیں بھی سنا تھا، ہم کہاں کہتے آئے تھے کراچی میں تو کبھی؟ میں ایسا نہ کر سکی جگت سگڑا؟" نن کی آواز بھرا گئی۔ "اسی سے عزتی ہونے کے بعد میں کب تک وہاں دیتی؟ غصے میں میری بیٹی جی جی آئی۔" کنا چھایا گیا۔ چندن کو کئی سانسوں میں درد جھک رہا تھا۔ جگت خاموش کھڑا رہا۔ پہلے بھی ایسا ہوتا تو جگت شاید پوری بات سن دیتا اور ہاتھ میں لاسی اٹھا کر چل پڑتا صاحب آف کرنے مگر اس کی بجائے وہ چار پائی پر لیٹ گیا۔ چندن ناراضگی کے انداز میں کھڑی بیوی

اور اندر چلی گئی۔ جگت سوچ رہا تھا کہ کون سی کمزوری اسے روک رہی ہے؟ کیا کوئی ان دیکھی قوت ویرہ کا دیا ہوا انصوبیز؟ مہتا صاحب کی پیشانی ہلکی آواز کی طرف سے ملتا ہوا پیادہ یا لاد کو ذمہ داری؟ جنہیں نہیں ایں ایسا نہیں ہونے ڈول کا مگر..... مگر کیا؟ اس نے اپنی ذات سے سوال کیا۔ بھر خود ہی جواب دیا۔ آخر میں کس رشتے سے لڑی کو اس کے ماں باپ سے جھین لوں؟ اُسے لاکر گھر میں کس رشتے سے رکھوں؟ سوالوں کے پکرے جگت کے ذہن کو تھکا دیا۔

○

دن گزرتے رہے۔ چندن کو گرد و پور کی جہاز کی پریشان کرنے لگی۔ اُسو بہاتا اُس کا مہمو چہرہ ہر لمحہ اُس کی نظر کے سامنے رہنے لگا۔ اب وہ بھی ماہیں نہ آنے کی۔ وہ بد مزاجی ہوئی آگے بڑھی گرد و پور کے کپڑے واپس دے آنے کے لئے الماری کھولی۔ وہ کم مہم بنی کپڑوں کو دیکھ کر اس طرح ہاتھ بھیر رہی تھی جیسے گرد و پور کو کوٹھیمان دلانے کے لئے اُس کی پشت پر ہاتھ بھیر رہی ہو۔ مگر پھر اُس کا ایمینان ختم ہو جاتا اور وہ سچی نہیں، کپڑے واپس دے کر اُس کو دل ٹوٹ جائے گا۔ چندن نے سوچا۔ وہ بھونچ کر کہتی۔ گرد و پور کو گم بھلانے کے لئے تیشیں اٹھنے لگی۔ وہ بھی کسی جھڑکی جہاز کی کچھ اور بھی کسی جادو نوے والے سے لگنے لگی۔ بھی تہا جاتی اور بھی جگت کو سمجھنے لے جاتی۔ سب اُمید دلائے مگر نتیجہ بالآخر میں نکلا۔ جگت نہ بھی روکتا نہ ٹوکتا۔ البتہ بھی کسی اچھٹ میں ضرور پڑا۔ چندن کو کراس لڑکی کی اتنی چاہت ہوئی ہے؟ ابھی اُسے ڈر لگا کہ اس حد سے میں چندن کا ہاتھ تو نہیں ہوجائے گی؟ کسی خود کو دس کر کہہ کر دسروں کے لئے بہت کچھ کیا مگر جس صورت سے تہا رہے اُسے ڈر کہ پراشت کئے اس کی خاطر ایک قدم نہیں اٹھایا۔ اب دینوری سے گزرتے رہے۔ چندن کی اُس ٹونے لگی۔

"خط.....!" اواز دے کر ڈاکیے نے ایک انفارمیشن دلا دے کی جانب پھینکا۔ دودھ کر لڑا خط لے آیا۔ تجھیں کی خاطر اس نے لٹالنے پر تیار ہوا۔ "ارے ماں اب تو تہا راض ہے۔" "ارے....." تو گرد و پور کو خط ہے۔ "چندن نے پکچلپاتے ہاتھوں سے انفارمیشن لے کر لے کر آگے آگے بند کر کے بھنگواں کا تار لپا۔ "اگرے خط لٹالے ہوئے اُس کا دل جھٹکتے لگا۔ خط لے الفاظ پر نظر پڑتے ہی اُس کے آنسو بہنے لگے۔ ہمداشت کے بعد اورد اُس کی چٹائی لگی تھی۔ "کیا ہوا؟" جگت کمرے میں دودھ کر آیا۔ چندن کے کمرے پر ہاتھوں اور آنسوؤں سے پھینکا ہوا چہرہ دیکھ کر جگت کا پ۔ "کس خط ہے؟ اس کی کوئی خبر ہے؟" جگت نے سچائی سے پوچھا۔ "نہیں....." چندن بندہ اواز سے بولی۔ پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر خد اُس کی جانب بڑھا دیا۔ "گرد و پور کو خط ہے۔" ان الفاظ میں مڑن کا وزن تھا۔ جگت کر جگت نے خط لے لیا۔ پڑھنے سے پہلے بول کر با۔ بیچنے کی خواہش ہوئی مگر اُس نے پڑھا شروع کر دیا۔

"ہن.....! آخری بات ہے۔" جگت نے خط لکھ رہی تھی۔ ماں نے تہا رہی ہے مرنے کی پھر تم نہیں آس۔ یہ اچھا لیا۔ اس بے مڑنی کے بدلے میں خود تہا رہے مگر اتنا چاہتی تھی کہ قدرت کو یہ منظور میں معلوم ہو۔ جسم اب زیادہ ڈاکٹروں جھیل سکا۔ جسم کا ایک حصہ نہ ہو کیا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ بارت ٹل کا خطرہ ہے۔ دن تو پچھلے ہی ختم ہو چکی ہے۔ اب جسم کی باری ہے۔ یہ بھی اچھا ہوا

مگر والے مجھے کسی کے لئے نہیں باندھ سکیں گے۔ ڈولی کی تہا تھی اب جتا رہے سے اُن کو سکون ملے گا۔ بارت ٹل ہونے والے کو زیادہ تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ اس موت کے لئے تیار ہوں۔ زندگی کی قدر ہے زانی چاہتی ہوں۔ مگر اس سے پہلے ایک بار مل جانا۔" جگت کی گلیں جھج گئیں۔ چندن کو کی آنکھیں سوکھ گئیں۔ چٹیاں پھیلا کر اُس نے جگت کی جانب دیکھا جیسے اُس کی آنکھیں جگت سے جواب طلب کر رہی ہوں۔ "لو! اس کا ذمہ دار کون ہے؟" جگت اُس کی آنکھوں کی زبان نہ سمجھا۔ تیشہ بچھ کر لپکا جاتا تھا۔

"چندن تم جانتی ہو؟" جگت نے کہا۔ اور چندن کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ دانت پیسنے لگی۔ آنکھوں سے آگ کر سامنے لگی۔ وہ جگت کو کمر تار پاد بھینچے۔ "چندن! آنکھیں کیا ہو گیا؟" جگت ڈر گیا۔ "تم کو کیا ہو گیا؟ میں پوچھ رہی ہوں۔" چندن کے الفاظ سن کر جگت سانے میں آ گیا۔ "مگر کیا کہنے کے تم ڈاکو تھے؟" ڈاکو لفظ اس طرح طر میں بولا گیا کہ جگت جھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ "تم کیا کیا چاہتی ہو چندن؟" اُس نے سوال کیا۔

"کیا کیا چاہتی ہوں؟" چندن آنکھیں ٹٹال کر بولی۔ "ویرہ کا خط پڑھ کر اسے اغوا کرنے کے لئے تو تم نے کسی سے یہ سوال کیا تھا نہیں، لیکن اُس وقت تم ڈاکو تھے۔ جنہیں کسی کا ڈر نہیں تھا، نہ کسی کی بے پرواہی۔" "ہاں! کر وہ مانس لینے کے لئے لڑی، مگر جبکہ بھر کر بولی۔ "اب یہ مگر، نکلتے، ہوئی، پیچھے عزت سب تہا رابا رستہ روک رہے ہیں باجیل کا ڈنگل ہے؟"

"چندن.....!" بیابک کرج کے ساتھ جگت چڑچڑا۔ بچے لڑکے، چندن کا جسم لڑکے کا مگر وہ آسے گھورتی رہی۔ "لو! تمہیں کیا کہنا ہے؟ تم نے آج صبح میری کمر لڑا تو آواز دی ہے۔ تم میری خاموشی کو بڑی سمجھتی تھی۔" چندن خاموش رہی۔ جگت کا جوش کچھ کم ہوا۔ "چندن! آج تک تم نے مجھے قابو نہ رکھا۔ کہیں میں جذبات میں بہہ کر کچھ کر نہ کر دوں، تم اس کے لئے فکر کرتی رہیں۔ اب جب کہ میں اپنی ذات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں، چندن اب کے دہر کو کھینچ کر رہا ہوں۔ تب تم مجھے غصے دے کر جوش دلا رہی ہو؟ یہ پوچھ رہی ہو کہ میں کیسا ڈاکو تھا؟"

"جگت سک۔" چندن کو نے سہرا کیا لیا۔ "تم کو میں نے بھی بڑل نہیں سمجھا۔ مگر بار بار گرد و پور کا چہرہ نظر میں مگر میں محم جاتا ہے مجھے وہ سمجھ سے کہہ رہی ہو کہ تم مجھے اس آگ سے نہیں بچاؤ گی؟ اب میں مجرم کی طرح سرجھا چکی ہوں۔ آنکھیں بند کر لیتی ہوں مگر اُس کی آواز کان سے لڑتی رہتی ہے، مجھے آزاد کرادو مجھے رہائی دلاؤ۔" چندن آنسو بہنے کے لئے کچھ دڑکی، مگر لکڑا کر بولی۔ "اُسے پاکی پن سمجھو محبت سمجھو احمات۔ مگر دل ڈنگر جتا ہے۔ گرد و پور کو کچھ ہو لیا تو اُس کی بیباکی کا وزن کی اواز ہمارے سامنے آتا کہ کر دے گی۔"

جگت اب بار بار جانتے تھے۔ جگت ذہن شیر کی طرح آگن میں جھلنے لگا۔ چندن جو کچھ بول چکی تھی

سے دل میں ڈھل رہی تھی۔ "پھر ایک بات کا جواب دو چندن!" جگت اچانک زک کر بولا۔ "کما میں اُسے ماں باپ بچہ کر کہیاں نے آؤں؟ چاہے اُس کے لئے مجھے کس کا پڑے، جیل جانا پڑے؟" چندن لڑ نہ جگت بول نہ۔ "مگر نہیاں لاکر تم اُس کی زندگی برباد تو نہیں کریں گے؟ یہ سوچ لینا لوگ

کر لیں۔ دل سے اُٹھتا ہوا کچھ روآ وہن کر ہوئوں تک آیا، باقی دل میں ہی دب گیا۔

بیک بھر کر چند شام کو گردو پوکھ کے گھر گئی۔ "گردو پوکھ کے کپڑے دیئے آئی ہوں۔" چندن نے کہا۔

"آئیے آئیے؟" گردو پوکھ کی ماں بڑے پیار سے بولی۔ پھر بیک اُس کے ہاتھ سے لے لیا اور افسوس کا اظہار کیا۔ "مگر اب وہ کمزوری ہوئی یا نہیں؟ بھگون جانے۔"

"بھن اتم ایسا نہ بنو۔" چندن جانتے کے باوجود انجان بن کر بولی۔ "ایسا کوئی روگ تھوڑا ہی ہوا ہے؟"

"روگ تو خود اُس نے اپنے ہاتھوں لگا پایا ہے۔" وہ کچھ کڑواہٹ سے بولی۔ "وہ خدا کے خور اپنی ذات کی دشمن بنی ہے۔"

"میں ڈرا اُس سے تل ہوں۔" چندن جلدی سے بیک اُٹھا کر کمرے میں گھس گئی۔ "کہہ ڈوں کہ تھپادی چیزیں لے آئی ہوں سنیاں لو۔"

گردو پوکھ کے پیچھے چرے پر روشنی پھیل گئی۔ چندن کو دیکھتے ہی وہ بیٹھے کھڑی ہو کر چندن نے اسے روک دیا۔ "کھلی رہو۔" وہ ارد گرد دیکھ کر بولی۔ پھر بیٹھانی پر ہاتھ رکھنے کے بعد کہہ دیا۔ "تھپا اخطا۔" بیک میں تھپا کے پٹھی کر کے کی جب میں اُس کا جواب ہے۔ تم تیار رہنا آج سے پانچویں دن۔" بہت احتیاط سے اُس نے کہا۔ "دوستی کو دھرم دار میں نہیں لے آؤ اُس کے۔" کچھ دیر تک کر بولی۔ "اب کھانی کر جمنا ہے۔ گھر کے باہر کمزوری ہوگی وہاں تک نہیں پہنچنا ہے۔ پھر دھرم دار میں سنیاں لیں گے۔"

"جی۔" گردو پوکھ نے ہاتھ دیا۔ "اب میں موت کے فرشتے کو بھی بڑا ڈوں گی۔" پھر اُس کی آنکھیں بند کر لیں۔ گردو پوکھ کی ماں اندر آئی تو چندن نے بات بدل دی۔

"میرا درد چاہتا بھگون جو جانتا ہے وہی ہوتا ہے۔ مگر میں خیال رکھنا چاہتا ہے۔" چندن بیک کی جانب اشارہ کر کے گردو پوکھ کی جانب دیکھ کر سسکاری اور بولی۔ "میں سے اس کی ماں خوش ہو جائے، چندن نے اس کے دہان زیادہ جیننا مناسب نہ سمجھا۔

"ماں! آج میں کمزوری ہو سکتی ہوں۔ میرا پلٹنے بھرے کوئی جانتا ہے۔" گردو پوکھ نے احتیاط سے کہا۔ "اگر کچھ سمجھو تھے ماں! تھپادی خدمت تھے مجھے خطرے سے بچایا ہے۔"

"جینا! دل تو پاگل بچے کی طرح ہوتا ہے۔ بھولی گئی باغہ لیتا ہے۔" ماں نے سمجھا بیٹی نے کچھ ایسا نہ بھلا دیا ہے۔ جب سے چندن بیک کے گھر گئی گردو پوکھ نے کچھ سے متعلق کہنا چھوڑ دیا تھا۔

ن لے لیا، پھر بھلا دیا ہے۔ جب سے چندن بیک کے گھر گئی گردو پوکھ نے کچھ سے متعلق کہنا چھوڑ دیا تھا۔

"ماں! اگر مجھے باغ میں بیٹھے پھر نے دو دوں میں تادی آئے گی۔" ماں نے سمجھا بیٹی! ابھی کچھ دن تم کو مجھے نہیں اتنا بڑا بھلا ہے تو میرے سے کھانا لیا۔" ماں نے سمجھا نہ اس میں کیا۔ اُس کے جانے کے بعد گردو پوکھ نے ایک بار پھر جکٹ کا بیجا ہوا اخطا پڑھا۔

بائیں ہاتھ کے، چنگے نے دوسری عورت گھر میں ڈال لی ہے۔ میرے منہ پر بولے گی تو کوئی بات نہیں کر سکتا کہ تم ان سب کو کیا جواب دو گی؟ تمہارے پاس دفاع کے لئے کوئی جواب ہے؟"

"ہاں!" چندن نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "میں کہوں گی میں اسے اپنی چھوٹی بہن مانتی ہوں۔" "لوگ مائیں کے؟" جکٹ نے اُس کو پوچھا۔

"لوگوں کا دل چاہے نہ مانے۔" چندن اُنہیں میں پڑ گئی۔ "مجھے لوگوں کی پروا نہیں ہے۔ تم اسے جین لائے پھر بھی لوگوں کو جو جانتا تھا وہ کہہ بیٹھے ہیں۔ یہاں وہ کر پیلے ہی پچھائی بدنام ہو گئی ہے۔"

"پھر جاؤ! اُس سے تل آؤ۔" جکٹ نے فیصلہ کر لیا۔ "مجھ کو گھر سے نکلنے کیلئے تیار ہے؟"

"تیار ہے۔" چھپائی ہوئی بات چندن جوش میں بولی۔ "وہ اس طرح ڈر گئی جیسے زبان کٹ گئی ہو۔ بات نہ لے گی خاطر ہو کر ہونا چاہا کہ جکٹ کی جیت نظر سے اُس کے دل میں آ کر چکی گئی۔"

جکٹ اسے جب سے دیکھ رہا تھا۔ "آخری بار مجھے کئی خبر تو اُس نے مجھ سے کہا تھا کہ سرداری سے کو مجھے یہاں سے نکال دے جائیں۔ میں تو میں زیادہ دن تک ہی نہیں سکوں گی۔"

"اور تم نے مجھ سے چھپایا چندن؟" جکٹ طویل سانس لے کر بولا۔ "پہلے بتا دیجی تو اتنے طے نہ دیتے پڑتے۔ مجھے اتنی پریشانی برداشت نہ کرنی پڑتی۔"

"مجھے اُس سے منع کیا تھا۔" چندن چھپائی ہوئی بولی۔ "اُسے ڈر لگا کہ آپ جذبات میں کچھ کر نہیں گے۔ اس کی دوسرا دہری ہوگی۔" جکٹ کو بدل پر ہنس دیا۔ آئی۔ ایک بار ماں نے چندن کا منہ بند کر دیا تھا اور اس نے وہ روک ٹوک دیا تھا۔ اُسے کوشش نہ کیا۔

"بہم خوش رہا اگر مئی تک کام کے لئے کچھ چھپائی ہیں کر تھپا چاند نکلے تو زندگی بھر بچتی رہتی ہیں۔" چندن بھرم کی طرح بولی۔ "ایک اور بات تم سے چھپائی ہے۔ وہ آج آٹھ سال بعد قبول کر لی ہوں۔"

"کوئی بات؟"

"دیرو کی بات۔" چندن کے ہونٹ کھپکپاتے۔ یہ سن کر جکٹ کا سانس سینے میں چلا گیا۔ خوف اور شک سے اُس کا دل بیٹھنے لگا۔ اُس نے آہ بھری۔

"دیرو کی کیا بات ہے؟" جیسے اُسے پوچھتے ہوئے تکلیف ہو رہی ہو وہ اس طرح اپنے لگا۔ "تمہارے فیصلے کے وقت وہ بڑے صبر سے بیٹھتی تھی۔"

"یہ تو تم نے بہت پہلے بتا دیا تھا۔ کیا وہ جھوٹ بات تھی؟"

"میں جکٹ تنگہ اور بات اصروری تھی۔" چندن نے ہونٹ چپائے۔ "دیرو کے ساتھ ایک مرد بھی تھا۔ اور۔۔۔ اور وہ مرد اس کا شوہر تھا۔" دیرو نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ اس نے شادی کر لی ہے اور کسی سے نہ کر۔۔۔ مگر میں نے تم سے اس سے کچھ نہیں کہا۔ یہ سن کر تمہیں دھوکہ ہوگا۔ تم شاید یہ برداشت نہ کر سکو۔" وہ سنبھل اٹھا کہ یہی وہ جکٹ کی نظر کا مقابلہ نہ کرنا چاہتی ہو

اس نے ایک دم اندر دوڑ گئی۔ جکٹ سناٹے سے اُٹھ کر دیرو نے دوسرا کر دیا اس نے وہ مجھ سے اور بھل رہنا چاہتی ہے؟ لیکن ہے کہ وہ اب تک ماں میں لگی ہو ہے سوچے ہوئے جکٹ نے آنکھیں بند

خیالات آجاتے۔ محبت جج کے پاس مرد و بو کو کر کے بیان لکھوانے میا تھا کہ وہ راضی خوشی سے اپنا گھر چھوڑ آئی ہے۔

سوچ کی روچیلی کرئیں دھرتی پر پڑ رہی تھیں تو دروازے پر کارڈ کئے کی آواز آئی۔ چندن کو دو چار پار اسیا محسوس ہوا تھا۔ مگر اس بار واقعی دروازہ کھلا اور کارڈ سے گرد و پور اترتی دکھائی دی۔

”بہن! آج ہاتھ پھیلا کر بیٹے چرے سے دو روٹی ہوئی وہاں اُغرا آگئی۔ چنان نے اسے پتے سے لایا۔ چنان کے ہونٹ کھینکے مگر آواز نہیں گئی۔ اس نے سر ت کے آسوں کے گرد وہ کرکڑا اختیار کیا۔ دونوں عورتوں کو چوکھٹ پر روتا ہوا بھنڈا رنگت برابر دالے کرے میں مٹس گیا۔ اس کے چرے پر خوشی کے پردے میں اُداسی دہی نہ تھی۔ آج ہاتھ جو بندو گردن کی جانب سے چھاما تو بچے کے دل پر درد اُٹھا۔ آری سہا دونوں ہاتھوں کا ہاتھ کون کے پیچھے گئے۔ اُنہی اُٹھائی روٹھو نے کمرے میں تین کدو کا ڈور بکڑا، ایک چھوٹا سا اور دو ڈور ٹوٹ گیا..... ساتھ ہی اس کے منہ سے درد کا آگ بھنگ گئی۔ تو بچہ ہاتھ میں آگے سے ہونے وہ بڑھایا۔

”دیر دلا تم دل میں ہمیشہ رہو گی۔ مگر پتہ نہیں میں کیوں یہ تعویذ اپنی گردن سے الگ کر رہا ہوں۔“ تعویذ ذہن میں بند کر کے پھکی پھکی سے اُس نے آنسو پونچھ لئے۔ اُس کے دل کے ایمان میں گیت کی آواز کو بٹھنے لگی۔

میرے گیت میں تم ہو خیالوں میں تم  
میرے دل میں تم مرے خوابوں میں تم  
میری سانسوں میں تم مری آہوں میں تم  
چاہے دُور ہو تم ہو لگا ہوں میں تم

(ختم شد)

”جہزات سیاہ کا رسوا چار بجے تمہاری گھوٹی کے پچھلے دروازے کی دیوار کے برابر۔“  
خدا کرتے ہیں کہ کروہ آئندہ میں ٹھہرے گی۔ اسی پل میں کہنے کی دیر تھی۔ ماں بچے جانے دینے کے لئے راضی نہ تھی۔ یہاں سے بچے جانے کی راہ کھائی پڑے گی۔ وہ ذہن میں منصوبہ مرتب کرنے لگی۔

سیاہ کا نظر اُس کی جگت گنگناتا تھا۔ اُس کے برابر کوئی بیٹھا تھا۔ گرد و پور نے فکے سے کارودازہ لنگایا۔ ماں باور دہی خانے میں شام کے کمانے کی تیار کر رہی تھی۔ کچلے میں سناٹا تھا۔ بھرتی سے مکر خاموشی سے تمام کا سناٹا تھا۔ برآمدے کی دیوار کو دی تو اُس کے ہنسنے کی پکھاہٹ پیدا ہوئی۔ لڑکی ہمیشہ کے لئے مگر چھوڑ رہی تھی۔ مگر چوٹ سے باجے کا بے کے ڈورے نہیں پڑا۔ برآمدہ کو دکر۔۔۔ جگت نے کاری کر مڑی سے دیکھا گرد و پور کے پاؤں کمر دہی سے پکھاہٹ رہے ہیں۔ اُس نے سوچا کہ اگر طرح چوری جیسے لے جائے گی بجائے سامنے سے پہنچ لاؤں۔ مگر چندن نے سب کیا تھا۔ اس بار حالت سے نہیں نکلتا۔ سے کام لیتا تھا۔

برآمدے سے کچھ دور ایک درخت تھا۔ ابھی مجھے تین سال اس درخت پر چڑھ کر پروہ کر میں مگر آقا صاحب مکہ کو روانہ درخت نے دعا کا یہودیہ بخش لیا تھا۔ یہاں تک تھا کہ بروہ کو گریوادیہ یا باجی جی نے جب کہا تھا "یہ درخت سکون کی نشانی ہے۔ ہم اسے نہیں کاٹیں گے۔" جب گر وہ بروہ نے اُس کی ڈالی برقوم رکھا تو اسے باجوہ یاد آگئے۔

”جسٹینا!“ انہم آواز اڑا آئی، وہ جوت سنگھ کو صاف دیکھ رہی تھی۔ درخت کی ڈالی پر کچھ جھکی نکرو  
ہست کر کے آخری سات فٹ کو گئی۔ ہارسنگ کی بار بار زیادہ بلند ہوئی، پھر جی، ایک بار اس کا ہاتھ  
ہوئے و گیا۔ وہ دواگر پر آ گئی۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا۔ بار بار کھل کر کہتے نے ہاتھ دیا۔ ایک جگہ  
کو قریب دیکھ کر اس کی ہمت ہو گئی۔ اُس نے خود کو کھڑکی کی انہوں میں دیا۔ کار کچھ اٹھ کر جا  
کر دو گے سے تھیکا سکر گئی۔ اسے اسے مکان پر کھڑے نظر آئے، پھر جگت کی طرف اشارہ کیا۔  
مسکرا کر وہ دیکھنا کار حرکت نہ آئی، وں حول ڈوٹی اور کار کا اندر کی حد بار گزرتی۔ !!

چند ساری رات سو نہیں سکی۔ شام سے اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ گرد و پود کو کھانسی جھنجھکیوں سے دیکھتا تھا۔ اُس کی ماں ایک بار پوچھنے آئی تھی کہ گرد و پود کھانسی یہاں سے نہیں آئی؟ چند اٹھان بن گئی۔

”کیوں..... کیا گھر میں نہیں ہے؟“

اُس کی ماں نے دانت پیر لئے۔ ”جگت سنگھ کہاں ہے؟“

”دو سو تاج سے امیر تر ہے جسے“ دوسن ہجیر کہ حبیب الدینی۔ عزت کے دُور سے بات پہلے کہنا  
دی۔ جو کہ گرد و پودے کو کہہ کر والے دُور دُور خوب کر رہے تھے۔ انہوں نے امیر ترکی کی جانب کارواں ڈال  
رات گزرنے سے پہلے ان کو گرد و پودے کو پکڑنا تھا ورنہ اس کے بعد کو نواوی جی کو کہہ کر لانے سے قانع  
بھی کیا؟

چند دن کو ہر نصف گھنٹے بعد بھگون کی پراگھنا میں دل لگاتی تھی۔ درمیان میں لدھیانہ۔

معروف مصنف انوار علی گئی کے پراسرار ناول



# سفید کاغذ

ایک عجیب و غریب  
پراسرار ناول  
خوبصورت سرورق، سفید کاغذ، عمدہ طباعت  
قیمت -/250 روپے

اُس غفریت کی کہانی،  
جس کے  
رہنچھکے اسرار  
روئیں روئیں میں ہزاروں اسرار چھپے ہوتے ہیں  
خوبصورت سرورق، سفید کاغذ، عمدہ طباعت  
قیمت -/100 روپے



اُس نوجوان کی داستان  
جو طاغوتی قوتوں کے  
فریب میں آگیا تھا  
خوبصورت سرورق، سفید کاغذ، عمدہ طباعت  
قیمت -/250 روپے

پراسرار اور انوکھی کہانیوں کا مجموعہ  
جن کی سحر انگیز فضا آپ کو  
اپنی گرفت میں لے لے گی  
خوبصورت سرورق، سفید کاغذ، عمدہ طباعت  
قیمت -/225 روپے

